الاسلام

از

علامۂ عباسی

یہ کتاب

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم

الاسلام

دیناً

کی تفسیر ہے

اسمیں ہر پہلو سے اسلام کا نعمت خدا ہونا دکھایا گیا ہے

تمام مسائل اسلام بیان کیے گئے ہیں

اور انکی خوبیوں کی توضیح کی گئی ہے

معترضوں کے جواب بھی بزبان شستہ دیے گئے ہیں

اور

تمام غلط فہمیاں بعنوان شایستہ رفع

کی گئی ہیں

اسکے

مؤلف

علامہ ابوالفضل محمد احسان اللہ عباسی

مؤلف

تاریخ الاسلام [illegible] احیاء [illegible] وغیرہ وغیرہ ہیں

سنہ [illegible]

مطبع [illegible] پریس [illegible] میں چھپی

محمد سعید نامی نے مقام دفتر رسالہ [illegible] اوقات [illegible] سے شائع کی قیمت [illegible]

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلیہ

دیباچہ

وہ بھی کیا وقت تھا جب میں تاریخ الاسلام لکھ رہا تھا۔ مسلمانوں کے پچھلے کارنامے دیکھنے سے دل تو کیا سینہ میں پھولا نہیں سماتا تھا اور موجودہ حالت کے لحاظ سے وہ اس طاؤس کا سا تھا جس کی نظر حالت رقص میں پاؤں پر جا پڑے اور وہ مرجھا جائے۔ مسلمانوں کا ایک زمانہ وہ تھا کہ تمام عالم میں انکی دھاک بندھی ہوئی تھی اور اب انکی حالت جیسی ہے ظاہر ہے۔ جہاں دیکھیے مایوسانہ اور جدھر دیکھیے باعث عبرت۔ عربوں کی سلطنت (یا خلافت) ماشاءاللہ۔ اللہ شان کبریائی۔ غیر متعصب عیسائی مورخوں کی تحریریں پڑھیے جب بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدو خلقت سے آج تک کسی قوم نے عربوں سے بہتر سلطنت نہیں کی۔ گویا فیاضی۔ مروت۔ عدل اور بے تعصبی عربوں کے ساتھ خاص مناسبت رکھتی تھی۔ علمی اخلاقی اور ملکی معاملات میں وہ مقتدائے عام خیال کیے جاتے تھے۔ اب وہی عرب ہیں کہ گویا مادر گیتی کے فرزند ہی نہیں ہیں۔ دور کیوں جائیں عالم بیکس عربوں کی نسل جا بجا ہندوستان میں بھی پھیلی ہوئی ہے۔ کوئی یہ سمجھ کر دیکھ لے انکی اولاد سے پوچھیے کس شمار میں ہیں۔ یہ تو خیر اب وہاں سے ہند کے وارث ہوئے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ وہ عرب بھی جو اب تک اپنے اصلی مقام پر ہیں اور مذہبی خیال سے مایہ ناز سمجھے جاتے ہیں کوئی ادا اپنے بزرگوں کی نہیں رکھتے اور نہ انہیں کوئی اپنا پیشوا مانتا

خدا کی راہ ایک ہی ہے اور ہر قوم اپنے عروج کے زمانہ مین اسی راہ [illegible] اسکے
قریب تھی - اہل ہند - ایرانی - بنی اسرائیل - اہل مصر - اہل یونان - اہل روم باری
باری سے اس راہ مستقیم پر آئے اور جب تک وہ اس راہ مستقیم پر تھے خدا ان کا مددگار
تھا - خدا فرماتا ہے "ولقد کتبنا فی الزبور ان الارض یرثھا عبادی الصالحون" ہم نے
زبور مین لکھ رکھا ہے (یعنے شروع سے یہی دستور ہے) کہ بندہ صالح وارث ارض ہوتا
جتنی قومین ہم نے اوپر بیان کین وہ سب اپنے زمانہ ترقی مین خدا کی محبوب تھین -
اسلیے کہ اُنکے دستور اچھے تھے اور جب انکے دستور بگڑے تو وہ راندۂ درگاہ ہوگئین
اب عیسائی اُسی راہ مستقیم پر ہین یا اُسکے قریب تر ہین اور وہی باتین زائد تر کرتے ہین
جو خدا کو پسند ہین جب تک وہ خدا کی پسند کے موافق کام کرین گے وہ اسی طرح بااقبال
رہین گے - جو قومین اُنسے گری ہوئی ہین وہ صرف اسلیے گری ہوئی ہین کہ راہ مستقیم سے
دور ہین اور جب وہ راہ مستقیم پر آنیکی کوشش کرین گی تو اُنکو زیادہ تر اُسی دستور پر چلنا
ہوگا جسپر عیسائی قومین اسوقت چلتی ہین - اصطلاح شرع مین راہ مستقیم کا نام اسلام ہے
جتنی قومین اوپر بیان ہوگئی ہین وہ سب اپنے عروج کے زمانہ مین طریقہ اسلام پر یا اسکے
قریب تر تھین اور اب اسی طریقہ پر عیسائی قومین ہین - لیکن میرا دعویٰ یہ ہے کہ اُمت
محمدی جب اس راہ مستقیم یعنے اسلام پر تھی تو سب سے زائد رونق پاتی اور مین اس
کتاب مین اپنے دعوی کو حتی الوسع ثابت کرون گا -

مین نے یہ کتاب ملکی اور اخلاقی معاملات سے ترتیب دی ہے - "اصول حکمرانی" [illegible]
پیغمبر مسلمانون کا عمل تھا چند صفحے مین لکھ کر مین نے دکھایا ہے کہ ملکی معاملات مین محض
راست بازی پر بھروسہ کرنا اور حکمت عملیون سے پرہیز کرنا خاص مسلمانون کا حصہ تھا اور یہی

سبب تھا کہ ابتدائی ترقیوں کا جو مسلمانوں نے سب سے خواہ [illegible] ان میں
دکھاتا ہے اسلیے صحابہ اہل اسلام میں ایک عجیب اعتقاد قائم کر کے دکھایا [illegible] جوش
سے [illegible] مسلمان کی اپنے مذہب [illegible] سے بے پروا تھے [illegible] مسلمانوں پر یہ الزام لگایا
جاتا ہے کہ [illegible] اسکا مذہب [illegible] پھیلا لیکن غور کرنے سے اس الزام کی کوئی اصلیت
[illegible] نہیں [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو بغیر تلوار کی
مدد کے [illegible] برس کے اندر دنیا کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک پہونچ گیا۔
مسلمانوں نے تلوار [illegible] ضرور چلائی [illegible] مگر مسلمانوں کی حفاظت کے لیے نہ کسی کو بجبر
مسلمان کرنے کو [illegible] سیف اور اسلام [illegible] کو بغور پڑھنے سے سمجھ میں آجائے گا کہ کس
[illegible] سے یہ [illegible] بھی ثابت کیا گیا ہے۔ مسلمانوں میں یہ مشہور ہے اور صحیح مشہور ہے کہ آنحضرت
صلعم کا خلق [illegible] ہے [illegible] دنیا میں آج تک پایا نہیں گیا۔ اخلاق محمدی کی ایک جدا
فصل لکھکر میں نے دکھایا ہے کہ اخلاق محمدی کی تعریف میں مسلمان [illegible] رطب اللسان نہیں
ہیں بلکہ اخلاق محمدی ہی نے اسلام کے پھیلانے میں حیرت انگیز مدد کی تھی نہ کہ زور تلوار نے
تمدن اور حسن معاشرت جسقدر انحضرت صلعم قرآنی تھے انکو یکجا کر کے میں نے دکھایا ہے کہ قرآن نے
کیسا اچھا سبق دیا ہے۔ ماں باپ کی اطاعت ایک بڑا جزو تمدن کا ہے اسلام نے اسکے
متعلق جو کچھ تعلیم کی ہے ایک علیحدہ فصل میں بیان کرنے کی چیز تھی اور میں نے ایسا ہی کیا ہے
صدقات اور زکوٰۃ کے متعلق احکام شرع محمدی کا بیان کرنا اور انکے مصالح پر توجہ دلانا اور حدیث
نبوی کا ذکر کرنا شرع محمدی کے اسرار اور نکات کا ظاہر کرنا ہے اسلیے ایک جدا فصل اسکی قائم
کی گئی۔ عرب کی بہادری مشہور ہے لیکن اسکے اسباب پر غور کرنے والے بہت کم
ہیں۔ اس مضمون کو بغور پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ اسلام نے عربوں کو بہادر بنایا تھا اور قوم

باب چہارم مین شخصی معاملات اور ضابطہ عدالت کا بیان ہے اور اسمین جتنی فصلین
ہین انکی سرخیان یہ ہین - شرکت کاروبار - توریث - وصیت - بیع - ہبہ - وقف بار خیر
نکاح - مہر - طلاق اور خلع - کثرت ازدواج - عقد بیوگان - امہات مومنین ازواج مطہرات
رسول - عدالتی کارروائی - شہادت - ان تمام فصلون مین احکام شرع بیان کیے گئے
ہین - اور پھر یہ دکھایا گیا ہے کہ انسے اچھی صورت انسان کی تمدنی حالت درست کرنے
کے لیے ہو نہین سکتی - اس باب کی سرخیون سے ظاہر ہے کہ دیگر ملکون کے قاعدہ
سے مسائل اسلامی بہت سی باتون مین مختلف ہین - اور میرا دعوی یہ ہے کہ جسقدر اختلاف
ہے اسی قدر دوسری قومون کی حالت باعتبار تمدن اسلامیان گزشتہ سے خراب ہے
بلکہ خود ہماری حالت تمدن تو اور بھی خراب ہے - اسلیے کہ ہم ان مسائل پر بالکل کاربند نہین ہین
ناظرین ملاحظہ کرین گے کہ مجکو اپنے دعوی کے ثابت کرنے مین کہان تک کامیابی ہوئی ہے
حقیقت اسلام سے باب پنجم شروع ہوتا ہے اسمین عقاید اور علمی مباحث ہین زمانہ
کی ضرورتون نے اسکے بیان کرنے پر مجبور کیا ورنہ اسکا جاننا عام مسلمانون کے لیے ضرور
نہین ہے اور کم استعداد والون کے لیے اسکا پڑھنا اچھا بھی نہین ہے اسلیے سیدھے
سادے مسلمانون کی خدمت مین میری گزارش ہے کہ اس باب کا پڑھنا انکو ضرور نہین خدا کا
شکر ہے کہ وہ بغیر اسکے پڑھے ہوئے راہ راست پر ہین اسکا پڑھنا صرف انکے لیے ہے جنکو
نئی تعلیم نے مذہب سے برگشتہ کر دیا ہے یا انکے لیے ہے جو لامذہبی کو مذہب اسلام پر ترجیح
دیتے ہین - واضح ہو کہ مذہب اسلام خدا کی وحدانیت تعلیم کرنے سے تعلق بے انتہا
لطافت رکھتا ہے اور بہت کچھ تسکین خاطر اور دلجمعی کا باعث ہوتا ہے لیکن یہ تعلیم اسکی گو
لفظون مین یکسان ہے معنون مین بلکہ ان مذہب سے - جاہل - عالم - حبشی اور مہذب

قومون کے ذہن مین خدا کا وجود ایک طور پر نہین آسکتا۔ آگے قصے کے پیرایے ضرور مختلف ہین لیکن اصول ایک ہے۔ یعنے ایک ایسی ذات جو سب طاقتون سے بالا ہو۔ تقابل پر قیاس سہت اور اسی پر تنہا رستے ہمارے دلون مین قوت ہوتی ہے اور صبر کی قابلیت پیدا ہوتی ہے۔ علاوہ صلاح مرجع مین اور ایمان سکھے ہین کارخانہ قدرت مین بے انتہا لطائف ہین۔ کچھ تو ایسے ہین کہ وہ ہر جگہ سے آدمی سمجھ سکتے ہین جسکو سعدی نے یون نظم کیا ہے ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

اور بعض باتین ایسی ہین جو عام فہم نہیں ہین معلوم پڑتے اور غیر عملی تجربہ عمل کرنے کے بعد سمجھ مین آسکتی ہین۔ مسئلہ مفصلۂ بالا شعر ہر درجہ کے انسان کے سمجھنے کا ہے۔ عالم و جاہل شاہ و گدا مساوی طور پر سبز پتیون کے دیدار سے محظوظ ہوتے ہین اور صانع مطلق کی صنعتون کا سبق حاصل کرتے ہین لیکن پانی کے کیڑون کا مجھ سے بن کر اڑنا ایک مکھی کے جسم مین ہزارون آنکھون کا ہونا انسان کے دل مین ایک منٹ کے اندر خون کا سیکڑون دورہ ہونا۔ دل و دماغ کا جسم انسانی پر حکمران ہونا۔ طاعون کے سیکڑون کیڑون کا ایک سوئی کی نوک پر جمع ہو جانا علم کیمسٹری کے متعلق عجائب غرائب مشاہدات کا ہونا یہ ایسی باتین ہین جو عام فہم نہین ہین اور نہ اُس کتاب مین لکھنے کی ہین جو ہر طبقہ کے انسان کے لیے نازل ہوئی ہو۔ اسلیے کارخانہ قدرت کی عام فہم باتین عمدہ سے عمدہ پیرایہ مین جہانتک مناسب تھا قرآن مین بیان کی گئی ہین۔ اسکے متعلق جسقدر آیات قرآنی ہین وہ اس کتاب مین یکجا کر دی گئی ہین انکے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ اس سے اچھے طور پر نیچرل لیسے فطرتی چیزون کا بیان نہین ہو سکتا۔ اور نیز پڑھنے سے ایمان مین استواری ہوگی اور نیز سبب الوہیت کے

دل میں قرآن کے مضامین کی وقعت قایم ہوگی۔ حکمت اور فلسفہ کے متعلق جتنی آیتیں
قرآن میں ہیں وہ سب میں نے یکجا کر دی ہیں۔ انھیں پڑھکر غیر مذہب والے بھی سمجھ جائیں گے
کہ حکمت اور فلسفہ کے متعلق اس سے زیادہ جاننا انسان کو ممکن نہیں ہے اور جو کچھ کہا گیا
ہے وہ فلسفہ سے کہا گیا ہے۔ بعض قوموں کا یہ قول ہے کہ انکا مذہب عین فلسفہ ہے
مذہب اسلام [illegible] کو اسپر فخر نہیں ہے بلکہ اسکو اس امر کا فخر ہے کہ فلسفہ کے وہمیات سے
وہ پاک ہے۔ ہاں حسن معاشرت اور حسن تمدن کے معلم ہونے کا فخر ہے لیکن اسکے ساتھ ہی
فلسفہ کا دشمن بھی نہیں ہے اور جو لوگ اسے دشمن فلسفہ سمجھتے ہیں غلطی پر ہیں اس مضمون کا
پڑھنا اُن لوگوں کو بہت ضرور ہے جو مذہب اسلام کو فلسفہ کا دشمن سمجھ کر سرے سے مذہب ہی
کو لغو تصور کرتے ہیں۔ دیکھو اسلام و فلسفہ۔

آج کل علم ہیئت لڑکوں کو شروع ہی میں پڑھایا جاتا ہے انکی علمی استعداد ہو یا نہو وہ
کچھ پڑھیں یا نہ پڑھیں لیکن اتنا ضرور کہیں گے کہ زمین آسمان کے گرد گھومتی ہے اور اسکے
خلاف جو کچھ قرآن میں ہے غلط ہے۔ اسلیے "آفرینش ارض و سما" کی ایک جدا فصل قایم
کر کے مجھے سمجھانا ناگزیر ہوا کہ قرآن میں نہ انگریزی آسمان کا ذکر ہے اور نہ یونانی آسمان کا
سیدھے طور پر اسمیں ہیئیات سے بحث کی گئی ہے۔ نظام بطلیموسی کے ماننے والے
اسے اپنے طور پر سمجھے اور ارباب نظام شمسی کے صحیح ماننے والے اسے اپنے طور پر صحیح سمجھ سکتے
ہیں۔ نہ کسی کے موافق ہے اور نہ مخالف ہے۔ بلکہ ایک طور پر یہ معجزہ قرآن ہے کہ ہر وہ
[illegible] آسمان کا پتہ نشان دینے والا ہے۔

ایک طرف یہ شور ہے کہ جادو برحق ہے اور دوسری طرف دیکھتے ہیں کہ جادوگر اگر
[illegible] ہے تو [illegible] لیاقت اور قدرت سب ہیچ ہے۔ پس جادو کے متعلق جتنی [illegible] کے

مسلمانون مین تسلیم کی جاتی ہین اور دونون کی سند قرآن ہی سے لیجاتی ہے
کے اعتراضات رفع کرنے اور عقائد صحیحہ کے ظاہر کرنے کی غرض سے [illegible]
نے بھی طور پر بین بحث کی ہے۔ آیات قرآنی سے جہان تک اسے تعلق ہے بحث کر کے
ہے کہ قرآن مین کوئی بات ایسی نہین ہے کہ اس پر کوئی کچھ شبہ کر سکے۔

مسئلہ جبر واختیار ایک اہم مسئلہ شرع کا ہے۔ انسان مجبور ہے [illegible]
اسلام مین یہ مسئلہ تمام ادیان سے آسان طریقہ سے سمجھایا گیا ہے آیات قرآنی اور اقوال
بزرگان دین سے سند لیکر مین نے ایک طور پر اسے بیان کر دیا ہے جس سے امید ہے کہ
لوگون کی تشفی ہو جائے گی۔

قصص قرآنی زائد تر تعلیم اخلاق کے لیے بیان کیے گئے ہین "قصص الاولین موعظہ
الآخرین" مین مین نے تمام قصص قرآنی کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے اور حتی الوسع ہر قصہ مین
جو حکمت ونصیحت تعلیم کی گئی ہے اسکا بھی ذکر کر دیا ہے۔ ان قصون پر جہان کہین
خارق العادۃ ہونے کا شبہ عاید کیا جاتا ہے وہان محققانہ طور پر بحث کر کے دکھا دیا ہے
کہ قرآن کے قصون پر ہرگز جھوٹ ہونے کا گمان نہین ہو سکتا۔

قرآن مین شیطان اور جن کے الفاظ بہت آئے ہین لیکن کہین شیطان یا جن کی
تعریف نہین کی گئی ہے۔ بعض صاحب شیطان اور جن کے وجود سے منکر ہو کر قرآن کو
نہین مانتے اور بعض حضرات قرآن کے ذریعہ سے دنیا بھر کے اوہام باطلہ کو جن کے
مٹانے کے لیے قرآن نازل ہوا صحیح مانتے ہین اسلیے معترضین کے جواب [illegible] اور
[illegible] جہان تک قرآن [illegible]
[illegible]

پیش کرتا ہوں ۔ اے خدا تو میری مدد کر اور اس کتاب کو مقبول عام بنا۔

ابو الفضل محمد احسان اللہ

گورکھپور ۔ ۵ ۔ جولائی سنہ ۱۹۰۲ء

[illegible] دیا جائے اور پھر ایک گھر [illegible] دیا جائے ایک مذہب [illegible] تبدیل
سے بھرا ہوا [illegible] مسلمانوں کی ترقی سے ظاہر ہوتا ہے کہ
[illegible] جو ہمارے پہلے [illegible] مسلمانوں کے [illegible] عنوان [illegible] پہنچنے کو
[illegible] پڑھنے کو بھی مدینہ مین نہتی - انتخابات [illegible] کی ملاحظہ [illegible] گویا
[illegible] رہے وہ [illegible] تھے - اور پھر ۲۳ برس کے [illegible] انھین [illegible] دنون کو
پہنچے تو [illegible] شمالی - شمال مین [illegible] افریقہ کا ساحل
[illegible] حدود ہندوستان - اس وقت [illegible] لوگ نکالے
تھے - یون تو چنگیز خان کے حملے - تیمور کے حملے - بونا پارٹ کے حملے - اور اسکے
پہلے اسکندر اور بخت نصر کی چڑھائیان بھی مشہور ہین - لیکن مسلمانون کے
ساتھ جو حیرت افزا امر ہے وہ یہ ہے کہ ۲۳ برس کے اندر وہ جہان تک پہونچ
گئے وہان کے باشندون کو اپنا ہمدرد - اپنا ہمخیال اور اپنا ہم مذہب بنا لیا -
کافرون سے بُت پرستی - عیسائیون سے مسئلہ تثلیث - گبرون سے آتش پرستی
ستارہ پرستون سے ستارہ پرستی - وحشیون سے رسید کی چھڑا دی - رومیون کی
سلطنت سب سے مستحکم اور سب سے مہذب خیال کی جاتی ہے - اور ایک حد تک یہ خیال
سچ بھی ہے - لیکن تاریخون کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمین صدیان
صرف ہوئی تھین - اور پھر بھی تمام جزئیات اور کلیات مین رومیون کا قانون اسلامی
قانون کا سا مکمل اور مہذب نہین تھا - کچھ سمجھ مین نہین آتا کہ کیسا زمانہ تھا اور کیسے
لوگ تھے - کیسا سچا خیال اور کتنا استقلال اُن لوگون کے ساتھ ساتھ چلتا تھا -
آبائی مذہبون کو ترک کرنا کوئی آسان کام نہین ہے - لیکن معلوم نہین کہ کیا منتر وہ

لوگ پڑھتے تھے کہ غیر قومین گویا مسحور ہو جاتی تھین۔ نہ صرف یہ تھا کہ اپنے طرز عمل سے وہ لوگ دکھاتے تھے کہ مسلمان تمام امور مین دنیا کی بہترین قوم ہین۔ مذہب گو اخروی خیال سے زیادہ تعلق رکھتا ہے لیکن عوام کے سمجھنے کے لیے آخر کوئی ذریعہ چاہیے۔ بس اس سے اچھا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے کہ مسلمانون نے اپنی دنیوی حالت سے لوگون پر ثابت کر دیا کہ جو قوم دنیا مین ایسی سچی۔ ایسی خلیق ایسی باقاعدہ ایسی منکسر المزاج۔ ایسی بے طمع ہے اسکا حشر کیونکر برا ہو سکتا ہے اور جب اسکا حشر برا نہ ہوا تو اسکے ساتھیون کا حشر کیونکر برا ہوگا۔

غرضکہ مسلمانون نے جو کچھ کیا بیس۲۰ تیس۳۰ برس کے اندر کیا۔ اور اسکے بعد اسی کے اثر سے اب تک دنیا مین مسلمانون کا نام چلا جاتا ہے۔ آج تیرہ سو برس گذر جانے پر اور ہر طرح سے مٹ مٹا کر اور گر گرا کر بھی مسلمان اچھے سے اچھا لا زوال نمونہ دکھانے کی قابلیت رکھتے ہین۔ یہ ظاہر ہے کہ اس زمانہ کے دیگر حکمرانون کے مقابلہ مین وہ مسلمان بدرجہا اچھے تھے ورنہ وہ حکمران کی حیثیت قایم کیونکر رکھتے۔ اتنا تو بے کسی حجت کے مانا جاتا ہے۔ مگر ہمارا دعوی یہ ہے کہ اگلے مسلمان بہترین حکمران عالم ہوئے ہین۔ اس وقت کی مہذب گورنمنٹون سے انکا مقابلہ کیا جائے جب بھی وہ میزان عدل مین زاید نہین تو برابر ضرور تلین گے۔

ہم اپنے دعوی کی تائید مین خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کو پیش کرتے ہین۔ پیغمبر خدا کو صرف اصول جہانداری کی تعلیم کا موقع ملا۔ آنحضرتؐ کی خود مختارانہ حکومت کا زمانہ دس برس سے بھی کم تھا اور وہ بھی زیادہ تر عرب کے چند حصون پر محدود تھا۔ خلیفہ اول کا زمانہ حکومت قریب دو برس کے تھا اور وہ بھی زیادہ تر اندرونی اصلاح

اور اسی لئے سلطنت کی تدبیرون مین صرف ہوا۔ اسلیے خلیفہ اول کو یہ موقع نہین ملا
کہ پیغمبر خدا کے پڑھائے ہوئے سبق کے مطابق حکومت کرکے لوگون کو عملی طور پر دکھا
دین کہ اسلام نے بادشاہت اور حکومت کے متعلق کیا کیا برکتین سکھائی ہین۔ اول
اول خلیفہ دوم کو یہ عزت حاصل ہوئی۔ اور اسلیے جب یہ فیصلہ کرنا ہو کہ اسلام
نے امور سلطنت کے متعلق کیا بتایا ہے تو صرف خلیفہ دوم کے زمانہ حکومت کو سند
ماننا چاہیے کہ اسوقت تک پیغمبر خدا کے پڑھائے ہوئے سبق اُنکی اُمت بھولی نہ تھی
یا بھولی بھی تھی تو بہت کم بھولی تھی۔ پیغمبر خدا نے اپنے وقت ہی مین یہ فیصلہ کردیا تھا
"خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم" ترجمہ میرا
زمانہ بہترین زمانہ ہے اسکے بعد میرے زمانے کے دیکھنے والون کا پھر اُنکے دیکھنے
والون کا۔

مسلمانون مین ہر طرح کے بادشاہ ہوئے ہین۔ فاسق۔ فاجر۔ ظالم اور لوٹیرے
یہ ضرور نہین ہے کہ ہر ہر معصومون کے ہاتھ مین عنان حکومت رہی ہو۔ لیکن ہم یہ ضرور
کہتے ہین کہ دیگر قوم کے بُرے سے بُرے بادشاہ سے مسلمانون کا بُرے سے بُرا
بادشاہ نسبتہً اچھا رہا ہے۔ مسلمانون کے پاس قواعد اور ضوابط تھے۔ قرآن ہمیشہ حکم
رہا۔ عالم۔ فاضل۔ فقیہہ۔ قاضی۔ اچھے بُرے سبھی طرح کے لوگ تھے۔ بادشاہ
بُرا سہی لیکن اُسکے مصلاح کار تو سب بُرے نہ تھے۔ یہ ایک بڑی بحث ہے تمام
تاریخون کے صفحے اُلٹے جائیں۔ تمام قومون کے حالات حکمرانی صحیح صحیح معلوم ہون
فیصلہ کرنے والا منصف مزاج ہو تب یہ بات سمجھ مین آسکتا ہے۔ مگر جو لوگ بغیر سمجھے
مسلمان بادشاہون پر اعتراض کرتے ہین اور اس طرح ضمناً اسلام کی برکتون

پر اعتراض کرتے ہیں ان سے ہمکو صرف یہ کہنا ہے کہ تمام مسلمان بادشاہوں کے
حامی نہ ہم ہیں اور نہ کوئی اور مسلمان ہو سکتا ہے۔ کسی مسلمان کا بحیثیت مسلمان
ہونے کے یہ فرض نہیں ہے کہ تمام سلاطین عالم کی بھلائی برائی کا تصفیہ کرتا پھرے
یا اس مسئلہ پر خواہ مخواہ مباحثہ کرے۔ اگر معترضین کا یہ منشا ہے کہ بلاد برٹش
پہنچ جہان تک وہ اصول جہانبانی سے واقف ہیں جرح کریں تو ہمکو جواب دینا فرض
ہے۔ مگر وہ بھی کچھ بہت نہیں ہے البتہ خلیفہ دوم کی سوانح عمری پڑھیے
جسکے ذریعے سے اصول جہانبانی سے متعلق ہے کہ ان کا اول اول ہوا تھا
خلیفہ دوم کی سوانح عمری ہمارے کہنے سے پبلک کیون پڑھنے لگا
کچھ بطور نمونہ کے یہان بیان بھی کر دینا چاہیے کہ یہ مضمون شاید ناظرین
خلیفہ دوم کے حالات پڑھنے کی طرف جس سے بہت سی اُردو کتابین بھری
پڑی ہین متوجہ کرے۔

خلیفہ دوم جب کسی ملک پر فوج بھیجتے تھے تو نہایت تاکید سے مفصلہ ذیل
امور اہل فوج کو سمجھا دیتے تھے۔

(۱) عورت۔ لڑکا۔ بڈھا یا ضعیف مارا نہ جائے۔

یہی اصول اب بھی مہذب قومون کا ہے۔ ابھی حال کا ذکر ہے کہ جنگ
ٹرانسوال مین کروگر اپنی بی بی کو چھوڑ کر چلا گیا تھا اور سمجھا تھا کہ برٹش گورنمنٹ عورتون
اور بچون سے مزاحم نہ ہوگی۔

(۲) ناک۔ کان نہ کاٹے جائین۔

مہذب ملکون مین یہ وحشیانہ سزا صرف چند صدیون سے ناپسند کی جاتی ہے

لیکن اسلام نے تیرہ سو برس پہلے اسکی ممانعت کر دی تھی۔

(۳) عبادت کرنے والے گوشہ نشین قتل نہ کیے جائیں اور نہ انکے عبادتخانے کھودے جائیں۔

اس تہذیب اور شائستگی کے زمانہ میں بھی یورپ کی تمام مہذب قومیں اسپر سختی سے عامل نہیں ہیں۔ لیکن اسلام میں تیرہ سو برس سے یہ ممانعت چلی آتی ہے۔

(۴) کوئی درخت پھلدار نہ کاٹا جائے۔ اور کوئی کھیت جلایا جائے۔

(۵) کوئی عمارت اور آبادی ویران نہ کی جائے۔

(۶) مواشی کی کونچیں نہ کی جائیں۔

میونسپل پالیٹی میں تو یہ ممانعت جا بجا ضرور ہوگی۔ لیکن جنگ ضرورتوں میں شاید اب بھی اس بدعادتی کی ممانعت سختی سے کہیں نہ ہوگی۔ اسلام کی تہذیب ملاحظہ فرمائیے کہ جانوروں کے ساتھ بھی بےرحمانہ برتاؤ کی ممانعت وہ شخص کرتا ہے جو چند روز پہلے تمرد و وحشی تھا۔ اسلام یہ تیری برکت ہے۔

(۷) کوئی کام بغیر صلاح و مشورہ کے نہ ہو۔

خلیفہ دوم کوئی کام بغیر مشورہ کے نہیں کرتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو ہرگز خود مختار نہیں سمجھتے تھے۔ ان سارے عمری پرچے سے معلوم ہوتا ہے کہ راستوں میں گلی کوچوں میں مسجدوں میں ادنی سے ادنی شخص نے بھی ان پر کوئی اعتراض کیا تو نہایت کشادہ پیشانی سے سنتے تھے۔ اور قابل ماننے کے ہوتا نہایت شکرگزاری سے قبول کرتے تھے۔ اسلام سلطنت میں اکثر کونسلیں وہ مشورہ کرتے

تھے۔ تصفیہ مقدمات مین اوروں سے استصواب راے کر لیتے تھے
اور دوسروں کی اچھی رائین نہایت احسانمندی سے قبول کرتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ
[illegible] لوگون نے آپ سے کہا کہ بیٹے کو
[illegible] آپ سے [illegible] کرو [illegible] بات صحیح ہو۔

[illegible] ظلم نہ ہونے پائے۔
[illegible] نہایت سختی سے اسپر عمل کرنے کی تاکید تھی
[illegible] کہیں ظلم و زیادتی تو نہین ہوتی مسلمانو
ن کی فوج سے [illegible] مارشل لا [illegible] جاری رہتا تھا اور سب اسکے پابند [illegible] تھا
کہ دنیا کی تاریخین [illegible] سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ دوم کی فوج مین جس
خوبصورتی اور عدل کے ساتھ مارشل لا جاری رہتا تھا دنیا کی کسی فوج مین آج
تک نہ جاری ہوا اور نہ آئندہ جاری ہونے کی امید ہے۔ پیغمبر خدا کے ساتھی فوج
مین ہوتے تھے۔ اور بات بات پر حکم خدا اور حکم رسول یاد کرتے تھے۔ ایک بڑا
ثبوت ہمارے بیان کا یہ ہے کہ خالد بن ولید ایسے جنرل کو جسکا ثانی تاریخون مین
دوسرا دکھائی نہین پڑتا حضرت عمرؓ نے برطرف کرکے حضرت عبیدہ کو فوج کی سپہ سالاری
عطا کی۔ لوگون نے کہا کہ ایسے لاثانی امیر فوج کو آپ جدا کرتے ہین۔ خلیفہ دوم
نے کہا کہ یہ لوٹیرون کا لشکر نہین ہے۔ مسلمانون کی فوج ہے جو تلقین دین متین
کے لیے بھیجی گئی ہو۔ اسکی سپہ سالاری عبیدہ ایسے فرشتہ خصلت بوڑھے
صحابی کو زیبا ہے۔

(۹) غیر مذہب والون سے جو عہد و پیمان کیا جائے وہ وفا کیا جائے۔

اس عہد و پیمان کا بڑا لحاظ ہوتا تھا۔ خراج ۔ جزیہ وغیرہ کے معاہدات مین بھی
جس [illegible] سے جو زبان [illegible] کی برابر تھی خلیفہ [illegible] دوم [illegible] کمین فرق [illegible] بھی [illegible] گوارا
نہیں کرتے تھے۔ جزیہ یا خراج [illegible] بعض مقامات پر غلطی سے
بہت [illegible] زیادہ ہوگئی تھی [illegible] پر قایم رکھے گئے۔ غازی [illegible] خلیفہ [illegible]
ماننے سے معلوم ہوتا ہے [illegible] حصہ مین استمراری بندوبست سے وہان [illegible]
مالگزاری میسی سالہ بندوبست والی زمین سے [illegible] بہت کم ہے۔ [illegible]
یہ تفاوت [illegible] رہتے ہین [illegible] صاحب نے جو بندوبست استمراری
کردیا برٹش گورنمنٹ نہایت کشادہ پیشانی سے [illegible] پر قایم ہے۔ اور یہی
مہذب گورنمنٹ کی نشانی ہے۔ ناظرین دیکھین کہ اسی طرح [illegible] کے ساتھ
مسلمان بھی اپنی بات پر قایم رہتے تھے۔

(۱۰) غیر مذہب والے اطاعت کرین تو انکی جان و مال مسلمانون کی جان و
مال کے برابر سمجھی جائین۔ غیر قومون سے انکی حفاظت کی جاوے اور تمام معاملات
مین یہ مثل مسلمانون کے سمجھے جائین۔

ایک مہذب گورنمنٹ سے اور کیا چاہیے۔ معاملات دنیا مین مومن اور
غیر مومن کے درمیان کوئی فرق نہین کیا جاتا تھا۔ صرف غیر مذہب والون سے
جزیہ لیا جاتا تھا۔ لیکن جزیہ لینے کے صلہ مین جو احسان انپر ہوتا تھا وہ جزیہ سے
بہت زیادہ ہوتا تھا۔ تمام مسلمان فوجی سپاہی تھے۔ غیر مذہب والے اس پابندی
سے بری تھے اور صرف بری ہی نہ تھے بلکہ مستحق اسکے تھے کہ بوقت ضرورت اپنی
جان و مال کی حفاظت مسلمانون سے کرائین۔ مسلمان گلا کٹائین اور مفتوح قومین

مبنی ہوئی تماشہ دیکھیں اور اسکے صلہ میں وہی جزیہ کی رقم ادا کرین۔ دینے والون کے لیے تو خفیف رقم تھی اور لینے والون پر کتنی سخت ذمہ داری تھی۔ اسکے علاوہ مسلمانون پر ایک اور ذمہ داری تھی جس سے غیر مذہب والے بری تھے یعنے متمول مسلمان چالیس روپیہ مین ایک روپیہ سالانہ زکوۃ دیتے تھے۔ اور غیر مذہب والے اس سے مستثنیٰ تھے۔ خلاصہ یہ کہ پرانے زمانے کی کوئی مہذب گورنمنٹ اپنی مفتوح قومون کے ساتھ مسلمانون کا سا برتاؤ نہین کرتی تھی۔ انصاف کی عینک لگا کر تاریخ کے صفحے اُلٹے جائین تو صاف معلوم ہوگا کہ اپنی خوبیون مین مسلمان سب سے الگ تھے۔ یہ غلط ہے کہ مسلمانون نے بزور تلوار لوگون کو مطیع کیا۔ یہ محض انکا حسن اخلاق تھا جس نے مفتوحین کو انکا فرمانبردار بنا رکھا تھا۔ انگریزی مثل ہے کہ زن خادمہ شوہر پر حکمرانی کرتی ہے۔ اگر مسلمان حکمران تھے تو اپنی خدمت کے صلہ مین اور معزز تھے تو صرف اسلیے کہ وہ دوسرون کی خدمت کرتے تھے۔ "انت رب القوم خادمہم" یعنی خادم قوم سردار قوم ہوتا ہے اصولی مثل ہے۔ زائد توضیح کے لیے "اسلام اور سیف" کا مضمون دیکھیے۔ یہان صرف یہ بتانا چاہیے کہ جو آرام اُس وقت کی مفتوحہ قوم کو تھا وہ فاتحین کو خود [illegible] نصیب [illegible] تھا۔ یہی کہ مسلمانون کے علاوہ ملکو بھی وہ آرام [illegible] تھا جو [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

کو مجبور اور [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

اپنے [illegible] [illegible]

(۱۱) لڑائی [illegible] [illegible]

اسکی پوری تصریح تو "اسلام اور سیف" مین مذکور ہے۔ یہان صرف
یہ بتانا کافی ہے کہ مسلمان جب چڑھائی کرتے تھے تو پہلے پیغام بھیجتے تھے۔ اور
لڑائی شروع ہونے کے قبل بھی رفع حجت کرتے تھے۔ مسلمانون کا حملہ وحشیانہ یا
مجرمانہ نہین ہوتا تھا۔ وہ کہلا بھیجتے تھے کہ تم انتظام کرنے کے قابل نہین ہو ظلم
سے تمھارا ملک بھرا ہوا ہے۔ اب دو ہی صورتین ہین۔ یا تو ہمارے ہم خیال ہو کر
ہماری طرح تم بھی بہبودی خلایق مین کوشش کرو تم اگر ایسا کرنے پر راضی ہو
تو ہم تم کو اپنا بھائی بنانے پر راضی ہین۔ اور اگر تم سے یہ بار نہین اٹھتا تو آرام
سے بیٹھو۔ ہم کو خدمت قوم کرنے دو۔ اور اسقدر ہم تم کو یقین دلاتے ہین
کہ ہم پچھلی صورت مین کسی طرح تمھاری حالت سے اچھی حالت دنیاوی زندگی
کی اختیار نہ کرین گے۔ تمھارا عیش و آرام ہر حالت مین ہمارے عیش و آرام
سے بڑھا ہوا رہے گا۔

اب یہ کوئی راز نہین رہا کہ اس زمانہ کے بعض تعلیم یافتہ ہنود مسلمانون سے
ناخوش رہتے ہین۔ وہ مسلمانون کی تمام گزشتہ خوبیان بھلا کر صرف انکی برائیان
یاد کرتے ہین۔ اور غلطی سے شخصی عیوب کو قومی عیوب سمجھتے ہین۔ ہم تسلیم کرتے
ہین کہ مسلمانون نے بعض پہلے اور انکے ساتھ ہندوون کی عبادتگاہون کے
ساتھ جیسے برتاؤ [illegible] ناپسند [illegible] ہندوون کے
نزدیک [illegible] ناپسندیدہ تھے [illegible] اسکا سبب [illegible] اور [illegible]
[illegible] خلاف تھے [illegible] تو برا سمجھتے تو بیجا تھا
تعصب تو ہے کہ ان افعال کو [illegible] قوم کو برا سمجھے

ان خانہ جنگیون اور تنگ رنجیون کو جو ایک طور پر گھر کا جھگڑا تھا تیرہ سو برس کے
بعد سیدان بیان مین لانا نہ مصلحت وقت ہے اور نہ مناسب حال ہے اور نہ کوئی
ضرورت لاحق ہے کہ خواہ نخواہ بھی یہ مباحث چھیڑے جائین - اسوقت غیر قومون
کو اسلامی پالیٹکس کا نقشہ دکھانا ہے اور اسلیے اگر غیر قوم سے یہ کہا جائے کہ
آنحضرت کے ایک ادنی شاگرد نے قوت پاکر یہانتک اسلامی برکات پھیلائے
ہین تو ایک طور پر شاعرانہ خیال سے ہمارے مضمون مین اور بھی رونق آجائیگی
اور جو کچھ نتیجے نکلین گے وہ اور بھی موثر ہونگے - جب اسلام کے دونون فرقہ اس بارے
مین ہمزبان ہونگے تو زیادہ خوشنما صورت بیان کے لیے پیدا ہوگی - اور
اس کتاب کی اصلی غرض یعنے اشاعت اسلام مین مدد ملے گی -

حضرت عمر جب کوئی عامل (صوبہ دار یا گورنر) مقرر کرتے تھے تو اسکو فیصلہ
ذیل ہدایتین ضرور کرتے تھے اور ایام حج مین جب اطراف عالم کے مسلمان جمع ہوتے
تھے تو تحقیقات کرتے تھے کہ عاملون نے انکی ہدایتون پر عدم توجہی تو نہین کی -
موسم حج مین مسافرون سے مل کر تمام بلاد اسلام کے حالات وہ اس طرح
دریافت کر لیتے تھے جو دیگر حکام انکو سالانہ دورہ سے بھی دریافت نہیں
ہوسکتے تھے - وہ صرف اسقدر ہی سوال نہین کرتے تھے بلکہ رعایا کو آزادی
سکھاتے تھے - اور کہتے تھے کہ عاملون کی ناجائز خواہشین پوری نہ کرنا - رشوتین
کبھی نہ دینا - اپنے حقوق کو خوب پہچاننا - ایک خودمختار بادشاہ رعایا کو آزادی کا سبق
دیتا ہے - اور اسلام کے صفحہ پر ایسے سبق پر بھروسہ کر کے مطمئن ہے کہ حکومت
مین کہین سے ضعف نہ آئے گا - بلکہ ملک اور استواری حاصل ہوگی - یہ حضرت

اس اصول پر عمل نہ ہونے سے عدالت میں حق رسی کے لیے جانا بار ہو جاتا ہے۔ جنکو مقدمات لڑنے پڑتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ تعویق سے کیسی سوہان روح ہوتی ہے۔ آج کل کی مہذب گورنمنٹوں کی طرف سے بھی جلد فیصلہ کرنے کے لیے برابر حکام ماتحت کو تاکیدین ہوتی ہین۔ ممالک مغربی وشمالی کا تو ہین تجربہ ہے کہ عدالت ماتحت کے تمام حکام نالان رہتے ہین کہ ہائیکورٹ انصاف کرنے نہین دیتی۔ جلد فیصلہ چاہتی ہے تو اچھا کام کیونکر ہو۔ مگر ہمارے نزدیک یہ شکایت بیجا ہے۔ اور ہائیکورٹ کی تاکید نہایت مستحسن ہے۔ حکام ماتحت اہل مقدمہ کی تکلیف کی پروا نہین کرتے۔ اپنے خیالی انصاف پر مرتے ہین۔ محنت نہ کرین گے تو پھر انصاف نہ کرسکین گے۔ اور محنت کرین گے۔ آج کا کام کل پر نہ چھوڑینگے تو کسی طرح دوران نہ بڑھے گا۔ اور نہ انصاف مین خلل واقع ہوگا۔

۴۔ تحریم حلال اور تحلیل حرام لازم نہ آتا ہو تو باہمی مصالحہ کو منظور کرنا۔

اسلام مین تمام نزاعین اور اکثر جرائم قابل راضی نامہ ہین۔ موقع موقع سے ہر ایک کا بیان کیا جائیگا۔

۵۔ متخاصمین پر سختی نہ کرنا اور غصہ نہ کرنا۔

۶۔ رعب قایم رکھنے مگر نہ اتنا کہ جبر کی حد تک پہونچے۔ اور اخلاق برتنا مگر نہ اتنا کہ ... بھی بیباک ہو جاوے۔ ... یعنے خودداری کا خیال رکھنا۔

۷۔ ہمیشہ عدل کرنا اور حق کی طرفداری پر تیار رہنا۔

حضرت عمرؓ کے وقت مین جا بجا یہودیون۔ عیسائیون۔ کافرون کے مقابلہ مین ... جھگڑے ہوتے تھے ... اور ہر جگہ بارشل الحاکمی تھا لیکن اغراض عدالت کے

ولیعہد مقرر کیا تو کہا کہ اسلام اسکو بدعت سمجھے اور کہنے لگے کہ شاہان عجم کی
تقلید ہے۔

۲- بادشاہ خود مختار نہ ہوتا تھا- بلکہ وہ احکام شریعت کا پابند ہوتا تھا- اس
عبارت کے دو مطلب ہین- ایک تو یہ کہ جب وہ اصول [illegible] سے [illegible]
تھا تو عوام [illegible] اپنا تقرر کرنے والا سمجھکر اُنسے دبتا تھا- اور دوسرے یہ کہ قانون
بنانا اسکا کام نہ تھا- قانون بن چکا تھا اسی قانون کو [illegible] ترمیم سے
[illegible] مین فرق نہ آئے وہ برتتا تھا- یہ اصول [illegible] کے اصول
سے بالکل جدا ہے- اُس لائین بادشاہ کا کام ہے قانون بنانا حتی [illegible]
کی یہ تعریف ہے کہ بادشاہ کا ہر حکم جو بواسطہ یا بلاواسطہ صادر ہو قانون ہے لیکن
اسلام مین قانون سے مراد ہے اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی قایم کی ہوئی
شریعت- اور بادشاہ کا کام ہے کہ رسولؐ کی نیابت سے اسکا نفاذ کرے

۳- رعایا اپنے حقوق مین نہایت آزاد تھی- اسوقت تمام مہذب ملکون
مین رعایا کی آزادی بڑھی ہوئی ہے- مگر اگلے مسلمانون مین جو آزادی تھی
وہ اس سے کہین بڑھی چڑھی ہوئی تھی- اور انکی تمام کامیابیان اسی آزادی
کی بدولت تھین- قرآن مین حکم ہے "اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اُولی
الامر منکم" ترجمہ- "اللہ رسول اور اپنے حاکمون کی اطاعت کرو" اگلے
مسلمان قرآن پر عمل کرتے تھے- جو حدیث انکے نزدیک صحیح معلوم ہوتی تھی
اُسکو سُنتے تھے- جائز امور مین حاکمون کی اطاعت کرتے تھے اور نہایت
بےفکری اور آزادی سے بسر کرتے تھے-

آزادیِ رعایا کی ایک نقل قابل سننے کے ہے۔ حضرت عمرؓ رات کو
گشت کرتے ہوئے ایک مکان کے قریب پہونچے۔ گانے کی آواز کانون
مین آئی۔ سمجھے کوئی مجرم ہے اور اندر چلے گئے۔ وہان جا کر دیکھا کہ ایک عورت
جام شراب سامنے رکھے ہوئے بیٹھی ہے۔ [illegible]
سے سخت ملزم ٹھہرایا۔ اسنے کہا کہ اگر مین نے ایک جرم کیا تو آپ نے تین کئے
ہین۔ خدا کہتا ہے "لا تجسسوا" ترجمہ تجسس نہ کرو۔ [illegible]
تجسس کیا۔ پھر خدا کہتا ہے۔ "لیس البر ان تاتوا البیوت
من ظہورہا" عقب مکان کی راہ سے گھر مین نہ جانا چاہیے۔ تم نے دروازہ
بند پایا تو پشت مکان سے گھس آئے۔ پھر خدا کہتا ہے۔ "لا تدخلوا بیوتاً
غیر بیوتکم" اپنے گھر کے سوا دوسرے کے گھر نہ جاؤ۔ اور تم بغیر میری اجازت
کے میرے گھر مین چلے آئے۔ حضرت عمرؓ نادم ہوئے اور چپکے چلے آئے۔

(۴) مجلس شوریٰ سے استصواب کر لینا چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے اس پر
بہت سختی سے عمل کیا تھا۔ اور اسی لئے انکا زمانہ بہت اچھا سمجھا جاتا ہے۔
قرآن مین محکوم ہے۔ "شاورہم فی الامر فتوکل علی اللہ" ترجمہ کوئی
کام کرنا ہو تو مشورہ کر لو اور جب قصد ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو۔

(۵) ملک کی آمدنی سے بادشاہ کو بقدر ضرورت لینا چاہیے۔ خلفاے
اربعہ اس پر بہت سختی سے پابند رہے۔ حضرت عثمانؓ گھر کے مالدار تھے انھون
نے شاید کچھ لیا ہی نہین۔ آج کل مہذب ملکون مین بھی پریسیڈنٹ یا بادشاہ
کے خرچ کی ایک تعداد مقرر رہتی ہے۔ عباسیہ و دیگر شاہان اسلام بھی اسکے پیرو

تھے۔ اور بعض تمام خزانہ کو اپنے اوپر وقف سمجھتے تھے۔ اچھے بُرے سب
ہین ہوتے ہین۔ سندکے وقت اچھون کا ذکر کرنا چاہیے نہ کہ بُرون کا۔
۶۔ وقت لشکرکشی کے مسلمان نہایت مراعات اور حسن سلوک مدنظر
رکھتے تھے۔ آج کل اخبارون مین حالات چین کے چھپ رہے ہین وہان
تمام مہذب سلطنتون کی فوجین پہونچ گئی ہین۔ لیکن وہان کے باشندون
کے ساتھ جو رعایت انگریز کرتے ہین وہ روس اور جاپان باوجود حق ہمسایگی
کے نہین کرتے اور کیا عجب ہے کہ اسی حسن سلوک کی بدولت انگریزون کا
اثر وہان سب سے زیادہ ہو۔ انگریزون کا ملک کیا ہے؟ ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے
اُنکے مقبوضات جو کچھ ہین۔ غیر غیر ملکون مین ہین۔ لیکن انکے حسن سلوک کا
یہ نتیجہ ہے کہ یہ روز بروز بڑھتے جاتے ہین۔ یہی کیفیت کبھی مسلمانون کی
تھی کہ عرب سے نکلتے ہی انھون نے تمام دنیا مسخر کرلی۔ محض تلوار سے
نہین بلکہ زائد تر اپنے حسن قانون سے اور اپنے اچھے برتاؤ سے۔

فصل دوم

ہند اور اہل اسلام

ہند کے مسلمان اچھے تھے یا بُرے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ اپنے زمانہ
حکومت مین وہ مذہب اسلام بخوبی رایج نہ کرسکے۔ اس مقام پر ہم صرف
یہ دکھانا چاہتے ہین کہ ہندوستان کا ملکی مذہب اسلام کیون نہوا۔ اور اسلیے
سب کے پہلے یہ لکھنا چاہیے کہ اسلام اپنی پوری روشنی مین کب تھا
ملکی فتوحات کے اعتبار سے تو وہ اب بھی جا بجا موجود ہے اور افراد

ہر قسم کے لوگ ہوئے اور ہوتے ہین اور آیندہ ہوتے رہین گے - لیکن پھر بھی جب تک قرآن مسلمانون کا دستور العمل رہا اپنے قانون کے اعتبار سے یہ خیر الامم سمجھے گئے -

مفصلہ بالا تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام کے اچھے دنون کو ہم دو حصون پر تقسیم کر سکتے ہین - ایک وہ زمانہ جب سچے اسلام کا وجود دنیا مین تھا - اور دوسرا وہ زمانہ کہ طبیعتون مین گو اختلاف تھا اور دلون مین برائیان پیدا ہو گئی تھین - لیکن قرآن کو دستور العمل اور پولیٹیکل قانون جاننا عام طور پر شعار اسلام سمجھا جاتا تھا - پہلا زمانہ افسوس ہے کہ بہت تھوڑے دنون تک قایم رہا اور دوسرا زمانہ اسوقت تک تھا جو عام طور پر مسلمانون کی ملکی ترقی کا زمانہ سمجھا جاتا ہے -

اسلام کا پہلا زمانہ تین تینتیس برس قایم رہا - سنہ ہجری سے وسل گیارہ سال یعنے حیات رسول تک اور اسکے بعد کوئی ۲۳ سال کے قریب خلفاے راشدین کا وقت یعنے حضرت عثمانؓ خلیفۂ ثالث کے اخیر زمانہ کی بدنظمیون کے پہلے پہلے - یہ تینتیس برس کا زمانہ ایسا تھا کہ ہبوط آدم سے نہ اب تک ہوا اور نہ مسلمانون کے عقیدہ کے موافق آیندہ ہونے کی امید ہے - ۳۳ برس کے بعد کوئی برا زمانہ نہ آیا تھا - پیغمبر خدا کے سبق اکثر صحابہ فراموش کر چکے تھے - جب تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ آیا ابتدائی ۳۳ سالون کے مقابلہ مین نہایت ہی برا اور پر آشوب سمجھا گیا تو مابعد کے وقتون کا کیا تذکرہ ۳۳ سنہ ہجری کے بعد جو لڑائیان مسلمانون نے کین اخیر مورخین کے نزدیک خود غرضیون کو زیادہ تعلق تھا سلطنت ... ... سے انہین سے

ایک فریق کو سر خطا ماننا پڑتا ہے - چند لڑائیون کو باہمی غلط فہمیون کے حوالے کرتے ہین - لیکن پھر آگے چل کر مورخون کو صاف صاف کہنا پڑتا ہے کہ دنیا کے مقابلہ مین دین کا خیال رکھنا بشری طاقت سے باہر ہے - رسول اللہ کا زمانہ ایک عجیب قدرت کا زمانہ تھا - خدا کو دکھانا تھا کہ انسان سے بھی فرشتون کے کام لیے جا سکتے ہین -

تاریخون سے معلوم ہوتا ہے کہ ۳۳ھ ہجری کے بعد مسلمانون کے اخلاق مین کمی پیدا ہوئی یعنے عام مسلمان قابل ستائش نہ رہے بلکہ یہ ڈھونڈھنا پڑا کہ کون حق پر قایم ہے اور کون جادۂ اعتدال سے گرا ہوا ہے - تاریخ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ۳۳ھ ہجری تک جہان جہان مسلمان پہونچ سکے وہان آج بجز اسلام کے اور کوئی دوسرا ملکی مذہب نظر نہین آتا - اب ان دونون باتون کو پیش نظر رکھنے کے بعد کچھ شبہہ نہین رہتا کہ ۳۲ برس کے قبل جو وصف مسلمانون مین تھا وہ بعد ازان باقی نہین رہا یعنے جو وصف قوم مین پہلے تھا وہ بعض افراد قوم کے ساتھ مختص ہو گیا -

ملکی اور مذہبی پیشوائی ۳۳ھ ہجری تک ایک شخص مین تسلیم کی جاتی تھی پہلے رسول اللہ دو جہان کے پیشوا تسلیم کیے جاتے تھے [illegible] کے بعد امر خلافت مین کچھ تھوڑے سے اختلاف کے [illegible] مسلمانون نے خلیفہ اول کا عمل چونکہ سنت نبوی کے خلاف نہین ہے اسلیے وہ دینی اور دنیاوی امور مین پیشوا ہین - یہی خیال انکو خلیفہ ثانی کی نسبت بھی تھا خلیفہ دوم کو آخیر تک اور انکے بعد خلیفہ سوم کو جب تک مروان کی مداخلت سے

بے لطفیان نہین پیدا ہوئین لوگ ایسا ہی سمجھتے رہے۔ اسکے بعد جو فتنے
برپا ہوئے وہ تاریخون مین بیان کیے گئے ہین۔ یہان اُنکے لکھنے کا موقع
نہین ہے۔ اب مسلمانون کے دو فرقے ہوئے۔ ایک وہ جس نے
دنیاوی امور کو دینی معاملات سے الگ کرکے عزلت گزینی اختیار کی اور
دوسرے فرقہ نے دین اور دنیا کو اُسی طرح ساتھ رکھنا چاہا جس طرح وہ اب
تک دیکھتا آیا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ رسول اللہؐ کے پڑھائے ہوئے
سبق کو بھول چلا تھا۔ اس دوسرے فرقہ مین کچھ لوگ تو سچے دل سے
دین اور دنیا کا ساتھ چاہتے تھے اور کچھ لوگ ایسے تھے کہ فی الواقع وہ
اس خیال کے نہ تھے محض دنیاوی طمع سے وہ خود کو ایسا ظاہر کرنا ترقیون
کا سبب سمجھتے تھے۔ پچھلے گروہ کی ان دو ضمنی تقسیمون نے غضب ڈھایا۔
ظاہر مین دونون کی غرض مین ایک تھی اور دلون مین زمین آسمان کا فرق۔ اس
پولیٹیکل گروہ کے اختلاف سے مسلمانون مین ایسی خونریزیان ہوئین کہ سننے
والون کو حیرت ہوتی ہے کہ دفعتاً مسلمانون کی حالت کیون ہو گئی۔
تھوڑے دنون کے بعد گروہ ثانی کا فرقہ اول بالکل معدوم ہو گیا۔ صرف
فرقہ ثانی رہ گیا جسکی غرض دنیا کے لیے دین کا آیا اور دین کو بیوجہ بدنام
کرکے اسکے ذریعہ سے دنیا حاصل کرنا مقصود رہا۔ تلوار، خزانہ اور حکومت
سب انکے ہاتھ مین تھی۔ گروہ اول جس نے دنیوی معاملات [illegible] دی تھی نان
شبینہ کا محتاج تھا اور بالکل انکے دباؤ مین تھا۔ اس پولیٹیکل گروہ کے لوگون
مین جتنا نور ایمان تھا اتنی ہی روشنی یہ بلاد مفتوحہ مین پھیلا سکتے تھے۔

زیادہ کہان سے لاتے۔

مختصر یہ ہے کہ پہلی صدی کے اندر ہی اندر صوفیون۔ عالمون۔ متاخرین
محدثون اور فقیہون کا گروہ الگ ہوگیا۔ اور ظالمون۔ لوٹیرون اور لامذہبون
کا گروہ جدا قایم ہوا۔ فرمان رواؤن کی جماعت اسی پچھلے گروہ سے پوری
کی جاتی ہے۔ اسمین بعض بعض وقت اعلی درجہ کے لوگ بھی تھے مثلاً
عمر بن عبد العزیز دمشق مین۔ ناصر الدین محمود ہندوستان مین۔ لیکن الشاذ
کالمعدوم۔

اب ہم یہ دکھاتے ہین کہ ہندوستان مین اسلام کب آیا۔ افغانستان
تک اسلام [illegible] ہجری کے اندر آچکا تھا۔ دیکھ لیجیے کہ وہان کا ملکی مذہب
اسلام ہے۔ ہندوستان کی حالت سنیے کہ خلیفہ دوم عمرؓ کے وقت مین کچھ
مسلمان جہاز کے ذریعہ سے سندھ مین آئے اور پھر چلے گئے۔ انکے آنے
کی وجہ ظاہر نہین ہوئی۔ کچھ لوگ اسکے تحقیق حالات کے لیے آئے اور
دیکھ بھال کر واپس گئے۔ مستقل طور پر اس ملک کو پورا اسلام مین شامل
کرنے [illegible] پہلی صدی کے اخیر [illegible] آیا۔ جو وقت ولید ابن
عبد الملک خلیفہ دمشق کا تھا [illegible] ہجری کے بعد [illegible] اتفاق
[illegible] تھی [illegible] سلاطین [illegible] کیفیت
پر [illegible] شاہون [illegible] آچلی تھی ملکی فتوحات کا شوق [illegible] تازہ ہو چلا تھا
[illegible] ہندوستان [illegible] اسلام کی [illegible] یا یون
[illegible] سلطنت تک

اب تک مسلمانون مین سنت نبوی کی کچھ بوباس باقی تھی۔ اسکا آنا کسی غرض
سے ہو لیکن لڑائی کی ابتدا اس نے مذہبی طریقہ سے کی۔ یعنے راجہ داہیر
والی پنجاب کے پاس اسنے کہلا بھیجا کہ تم مسلمان ہوجاؤ یعنے قرآن کو اپنے
ملک کا قانون قرار دو کہ بندگان خدا کی اسمین بھلائی ہے۔ اور اگر تم اسے
منظور نہ کرو تو تم ہمارے مطیع ہوکر کوئی خفیف رقم خرچ فوج کے لیے جزیہ کے
نام سے دیا کرو تاکہ مسلمان تمہارے ملک کی نگرانی کرین (یہ ایسا ہی تھا
جیسا کہ برٹش گورنمنٹ کی طرف سے رزیڈنٹ حیدرآباد نظام کی ریاست
کا نگران رہتا ہے) اور اگر تم ان دونون مین سے کسی ایک کو بھی نہ مانو
تو تلوار کو حکم قرار دو۔ راجہ داہیر نے نہ مانا۔ لڑائی کی نوبت پہنچی اور محمد قاسم
غالب رہا۔ بہت سے ہندو مسلمان ہوگئے۔ مسلمانون کی حکومت سندھ مین
قایم ہوئی۔ مسلمانون کے طرز تمدن اور حسن اخلاق پر ہندوانے خیالات
قایم کرنے لگے۔ [illegible]
[illegible] الملک کی طرف سے [illegible] جابرانہ اور ظالمانہ فعل [illegible] ہندو
کو [illegible] ہوگیا [illegible]
قایم ہوئے تھے وہ نفرت سے [illegible]
کہ راجہ [illegible]
[illegible]
[illegible]
متنفر ہوا خلیفہ [illegible] کہ [illegible] کی کھال سے
منڈھا جائے اور دمشق بھیجا جائے۔ خلیفہ کے حکم کی فوراً تعمیل ہوئی اور

محمد قاسم کا جنازہ دمشق چلا۔ زیادہ تر تعجب تو یہ ہے کہ دمشق سے ہندوستان
تک اعلیٰ سے اعلیٰ گورنر موجود تھے۔ کسی نے اس حکم کی تعمیل میں ذرا بات
نہ کی۔ محمد قاسم [illegible] کیا گیا۔ [illegible]
ہونے کی [illegible] حاکم
وقت کے [illegible] محمد قاسم
نے جو [illegible] اسلام کی خوبی [illegible]
جنازہ کے ساتھ ہندوستان سے دیا گیا [illegible] جب مسلمانوں کے یہی
اخلاق ہیں تو انہیں کیا خوف ہے۔

ولید ابن عبدالملک کے زمانہ میں بہت سے فتوحات ہوئے۔ لاہور سے
لیکر جنوب فرانس تک اسکی حکومت تھی۔ اور حکومت کی نوعیت محمد قاسم
کے واقعہ سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ کس درجہ استحکام کے ساتھ تھی۔
مذہبی خیال سے مسلمان ممکن ہے کہ خوش ہوں۔ لیکن ان فتوحات پر فخر و
ناز کرنے میں ضرور تامل کریں گے۔ مسلمانوں کو جو کچھ ناز ہے وہ احکام
قرانی کی خوبیوں پر اور پیغمبر خدا کے اخلاق حسنہ پر ہے۔

سپین بھی ولید کے وقت میں فتح ہوا۔ اور جتنے دنوں تک ہندوستان
میں مسلمانوں کی حکومت رہی قریب قریب اتنی ہی مدت تک اسپین میں بھی
مسلمان رہے۔ اور مسلمان ایسے کہ وہ آجکل کے تمام لکھے پڑھے مسلمانوں
کے مایہ ناز۔ اور یورپ کی مہذب قوموں کے استاد تھے۔ لیکن جب عیسائیوں
نے زور پکڑا تو اسپین سے مسلمان اس طرح نکالے گئے جس طرح دودھ

تھے۔ لیکن تمام ملک کے ایک مذہب ہونے کے لیے حاکم وقت کا مذہبی
اثر جو ایک ضروری امر تھا ان مفتوحہ ممالک مین غیر سے کبھی نہین پڑا۔
بعض یہ کہتے ہین کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا۔ ایسے لوگ یا تو علم
تاریخ سے جاہل ہین۔ یا تعصب نے انکھون پر پٹی باندھ دی ہے۔ اسلام
ہرگز بزور شمشیر نہین پھیلا۔ ہان مسلمان بادشاہون نے ملک البتہ بزور شمشیر
حاصل کیے جن ممالک کو ایسے بادشاہون نے فتح کیا جنکی غرض صرف
حکومت اور نام آوری تھی۔ وہان اسوقت اسلام کی رنگت نہین ہے۔
یا ہے تو بہت ہی پھیکی ہے۔ نو سو برس تک اندلس مین مسلمان تھے
اور آج وہان ہزار مین ۹۹۹ شخص ایسے ہو گئے جنھون نے "اللہ اکبر"
کی صدا بھی نہ سنی ہوگی۔ اور "اللہ اکبر" کہنے والا تو ایک بھی نہ ہوگا۔ انگلستان
اور فرانس مین تو اب مسجدین بھی ہین۔ اسپین مین ایک مسجد کا بھی پتہ
نہین ہے۔

اب ہندوستان کے حملہ آورون کا کچھ حال سنئیے۔ محمود غزنوی ہندوستان
سے تعلق رکھنے والے مسلمان بادشاہون مین سب سے زیادہ متعصب
سمجھا جاتا ہے۔ اکثر مسلمان اسکے مداح بھی ہین۔ ہند کے بت پرستون
سے وہ بہت لڑا۔ سترہ حملے اسکے ہندوستان مین ہوئے۔ ہزارون
لاکھون بت اس نے توڑے ہونگے۔ لیکن افسوس کہ بعض مسلمان مورخ
خود اسکے اسلام مین شک کرتے ہین۔ اور اُسے دہریہ بتاتے ہین۔ اور
کہتے ہین کہ سجدہ کرنا خدا کی درگاہ مین ناک رگڑنا۔ مذہبی چرچا کرنا محض اسلیے

(کمانڈر انچیف) کے لیے وہ اوڑ اسیا ہی ہو گیا ہے - اسی سے پتہ
چلتا ہے کہ اسوقت دنیاوی عروج مسلمانون کا تھا - غرض اونکی
دنیا مین صرف دین ہی کے لیے سرمایہ جمع کیا تھا - جب اس واقعہ کی تاریخ
مین پڑھ کر تیمور نے لاکھ آدمی مرتے ہین کہ تیمور دلی سے ... وہ جو روز
تک جشن شاہانہ مین ... اور اسکی فوج ... تک ... مسلمانون کو
قتل کرتی رہی اور ... کرتی رہی - مسلمانون کی ہنسی اور بیبیون
سے مجلس عیش و عشرت گرم کرتی رہی - تیمور اپنے کو امیر المومنین کہتا تھا
اور پھر یہ تماشا دیکھتا رہا - تیمور تو خیر ایک ترک مسلم مغل تھا - اسکے ساتھ بڑے بڑے
اکابر مسلمان بھی تھے کسی نے بھی اسلام کا پاس نہ کیا تو بہت حیرت ہوتی ہی
کہ خدایا اب اہل اسلام کیا تھے - پھر ہو گیا - تیمور کے قبل یا بعد جتنے
سلاطین آئے وہ سلطنت کے شوق مین آئے - یہ ایک اتفاقی امر تھا کہ اہل
اسلام مین انکی آنکھین کھلی تھین - اور وہ مسلمان تھے ورنہ اشاعت مذہب
سے انکو کوئی تعلق نہ تھا - اور نہ انمین یہ قابلیت تھی -

ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ جب مسلمانون نے توبت جلد بیر پار رکھا لیکن اسلامی
ترقیان عرصہ تک قایم رہین - اور انکے قدم کے زمانہ کی نسبت لکھا گیا ہی
کہ جب تک مسلمان دنیوی معاملات مین قرآن ایسے عمدہ قانون کے پابند
رہے انکی دنیاوی ترقی مین ضعف نہین آیا - اس سوال پر ناظرین کو تعجب
ہوگا کہ کیا یہ بھی ممکن ہے کہ مسلمان کسی قانون کو قرآن سے اچھا سمجھے لیکن
غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگون نے قرآن کے خلاف بہت سی باتین

ہندوؤن کے قاعدے بہت ہی مستحکم تھے۔ مانا کہ برہمنون کے دستور نے
انکو بالکل ہی پابند اور مجبور کر رکھا ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ جس
مشعل نے افریقیہ مغربی سے سندھ تک اپنی روشنی پھیلائی وہ ہندوستان
کے روشن کرنے کے قابل نہ تھی۔ وہ قابل ضرور تھی۔ لیکن ہند تک پہونچتے
پہونچتے اسکا تیل ختم ہوچکا تھا اور اُسکی روشنی قریب الاختتام تھی۔ مسلمانون کے
قبل بودھ مذہب برہمنون کے مذہب پر ہزار برس تک غالب رہا۔ مسلمانون
کے اخیر زمانہ مین پنجاب سے نانک شاہی تمام پھیل گئے تھے۔ کبیر پنتھیون
نے جا بجا اپنی جگہ کر لی۔ ابھی حال مین جو ترقی برہمو سماج نے بنگال مین اور
آریہ سماج نے پنجاب مین کی وہ ظاہر ہے۔ اسلام نے کیا قصور کیا تھا کہ
بادشاہ وقت کے مذہب ہونے پر بھی اُس نے پوری ترقی [illegible]۔ بودھ
سکھ کبیر پنتھی۔ آریہ سماج اور برہمو سماج سے ہنود تعرض نہین کرتے لیکن
اسلام سے نفرت کرتے ہین۔ اسکا باعث صرف مسلمان بادشاہون کا برتاؤ
اور اُنکے حکام کا طرز عمل ہے۔ ہند کے مسلمانون پر ہم کوئی پولیٹکل الزام نہین
رکھتے۔ ان بادشاہون سے پہلے ہندو رعایا کے [illegible] جو برتاؤ کیا اگر ہم
فاتحون کا [illegible] سے مقابلہ کیا جاسکے تو مسلمانون کا زمانہ بہت ہی
غنیمت معلوم ہوتا ہے۔ سب [illegible] کو چاہیے کہ [illegible] مسلمانون کے یہ احسانات
کبھی بھولین نہین [illegible] کا شمار ہے۔ [illegible] کی حیثیت سے
[illegible] مسلمانون [illegible] [illegible] پیدا نہ کی۔
سلطنت [illegible] قبل [illegible] حکمرانون [illegible] کی وجہ سے

نمونہ دیکھ سکتے تھے۔ اسلام کے گزشتہ دوروں کی برکتوں کی قدر
جب معلوم ہوگی اور دور حاضر کی تاریخ ساتھ ساتھ دیکھی جائے۔ لمپ
کتنا ہی ماند نہ ہو پھر بھی چراغوں سے اسکی روشنی کہیں زیادہ ہوگی۔ غرضکہ
رسول اور صحابہ رسول کے اثر صحبت کا جتنا کم اثر ہند تک پہونچا اتنی ہی اسلام
کی رنگت بھی پھیکی رہی۔ یکو رنگت سے چندان بحث کرنا نہیں ہے۔ بلکہ صرف
یہ کہنا ہے کہ تعلیم یافتہ نوجوان ہندو ہوں یا مسلمان۔ عیسائی ہوں یا پارسی۔
جب کبھی مسلمانوں کے ملکی معاملات پر راے قایم کرنا چاہیں تو وہ دوسرے
ملکوں کے مسلمانوں کے حالات پڑھیں یا صحابہ کرام کے زمانہ خلافت کی تاریخ
پڑھیں تاکہ معلوم ہو کہ مسلمانوں نے ہندوستان پر کیا کیا احسانات کیے ہیں۔ محض ہندوستان
کے مسلمان بادشاہوں کے حالات پڑھکر اسلام اور اہل اسلام پر راے زنی
کرنا بیجا ہے۔ فصل سیوم میں بھی ہند کے حالات پڑھیے۔

فصل سیوم

سیف اور اسلام

مسلمانوں پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ انھوں نے تلوار کے زور سے
دنیا میں اسلام پھیلایا۔ اس اعتراض کو حالات کی ناواقفیت ممکن ہے کہ
کچھ بارونق کردے۔ لیکن تاریخی واقعات کو بنظر تامل دیکھنے کے بعد اعتراضات
کی ذرا وقعت قایم نہیں رہ سکتی۔ غیر قوموں کی خصوصیت نہیں ہے۔ بعض
ناواقف مسلمانوں کا بھی خیال ہے کہ اسلام کی خوشنما چادر پر خونریزیوں کا بدنما
دھبا ہمیشہ کے لیے اسلام کی صورت کا بدنما کرنے والا ہے۔ فتوحات اسلام کو

سرسری طور سے پڑھنے والے ممکن ہے کہ مسلمانون کے خلاف رائے
قایم کرین اور سمجھین کہ سالہا سال [illegible] نیز اسوقت کے مسلمانون کو ناز سے جدا
پیرست ڈاکوؤن کی ایک جماعت [illegible] یا رہزنا قطاع الطریق ایک گروہ تھا
سمجھ بیٹھے [illegible] بعض [illegible] نے لوٹنے [illegible] پایا ہے تو دیگر اقوام کے غیاوت کا
کیا ذکر ہے۔ ہمین غالب ہے کہ وہ دلون مین سے [illegible] انتہا [illegible] رکھتے ہون
ان [illegible] تہذیب [illegible] کے لحاظ سے [illegible] صاف [illegible] گمنا [illegible] رکھتے ہون
جتنا کہ انکے دلون مین ستھا [illegible] یہ صفت ہمارے ہندوستانیون کی ہے۔ ورنہ
یوروپین لوگ جب انکی رائین غلطی کرتی ہین تو کیا کچھ نہین [illegible] تے۔ اور
ہندوستانیون کے لیے انھین کی تحریر خزانہ معلومات ہوئی [illegible] ہم چاہتے
ہین کہ تاریخی حالات کی ناواقفیت سے جو غلط فہمیان [illegible] ہین رفع کیجاوین
اور ناظرین کے لیے ہم ایک ایسی [illegible] جب انکو پڑھنے کے بعد
اسلام کی صورت انھین [illegible] ہی خوشنما معلوم [illegible] فی واقع ہے۔
لڑائی مین لڈو نہین بٹتے۔ خونریزی ہی ہوتی ہے۔ [illegible] ہے صرف جائز
اور ناجائز کی۔ اسلیے اسباب جنگ پر نظر چاہیے نہ کہ حالت جنگ پر۔ یہ نہ دیکھنا
چاہیے کہ لڑائی مین بیرحمی ہوئی بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ جو لڑائی کا باعث کیا
ہوا اور کیون لڑائی قایم رہی۔

دنیا مین جتنے ریفارمر یا مذہبی پیشوا گذرے ہین۔ انھین سے بعض کی
زندگی نہایت سادہ تھی۔ حضرت عیسیٰ مسیح کو دیکھیے تو کبھی انکو لڑائی جھگڑے
سے تعلق نہین رہا۔ انھون نے گھر نہین بنایا۔ جورو نہ بچے انکے نہ تھے۔ ملک

مین ادھر اُدھر پھرتے رہے۔ اور معرفت کو تازہ رکھتے رہے۔ انہین مین القوت کے
لوگون کو خدا پرستی اور نیز انسانی اخلاق کی تعلیم دی۔ حاکم وقت کو برا معلوم ہوا اور
وہ سولی پر چڑھائے گئے۔ انکی زندگی مین انکے خیال بہت کم تھے۔ لیکن
بعد انکے انکی پیروون کی تعداد بڑھی۔ لوگ انکے خیالات کے پیرو ہوئے۔ اور مذہب
عیسوی پھیلا۔ ہندوستان میں ایک شخص گوتم نام حضرت مسیح سے کچھ پہلے پیدا ہوا
جسکی مطیع دنیا کی ایک ثلث مخلوق بیان کی جاتی ہے۔ لیکن جیتے جی اسکو
بھی حکومت سے تعلق نہین رہا۔ آبائی موروثی حکومت بھی اسنے چھوڑ دی
اور جوگیون اور فقیرون کی طرح ادھر اُدھر تنہائی اور بیکسی کی حالت مین زندگی
کے دن پورے کرتا رہا۔ قرآن مین جتنے نبیون کے تذکرے ہین انمین سے
اکثرون کے حالات مین اخیر تک بیچارگی اور بے بسی برتی گئی ہے۔ اب ایسے مصلحان
قوم کے تذکرون کو مدنظر رکھ کر غزوات محمدی پڑھے جاتے ہین تو بعض وقت ناواقف
آدمی کے ذہن مین یہ خدشہ پیدا ہو سکتا ہے کہ آنحضرت محمدؐ نے مردم کشی کو غزوات
سے تعبیر کرکے اور ہلاکت انسان کو مرضی الہی بیان کرکے گویا نئی شریعت ایجاد
کی ہے۔ لیکن یہ رائے سرسری ہے پورے طور پر رائے قایم کرنے کے
لیے دیگر مصلحان قوم اور پیشوایان مذہب کے بھی حالات پڑھنے چاہئین حضرت
داؤد پیغمبر نے اور انکے بیٹے حضرت سلیمانؑ نے دنیا مین کیسی زبردست سلطنت
کی ہے۔ حضرت یوسفؑ نے مصر کی بادشاہت کی۔ انکے حالات کہین مفصل
بیان نہین کیے گئے۔ مگر جب سلطنت تھی تو انکے ایما سے جنگ و جدال قتل و
قصاص کیا کچھ نہ ہوا ہوگا۔ حضرت موسیٰ بھی اخیر اخیر مین بنی اسرائیل کے امیر اور

کاروبار مین ہمکو وہی تہذیب سکہا سکتا ہے جو کاروبار مین مشغول ہوا اور گھبرا نہ گیا
ہو۔ غالب آیا ہو مغلوب نہ ہوا ہو۔ خود دنیا کی روش پر نہ چلا ہو بلکہ اپنی روش پا
پر دنیا کو چلایا ہو۔ تعلقات دنیا سے گھبرا کر جنگل مین جا چھپنے والے ہم کو
محنت مزدوری کرنے کے قواعد کیا بتائین گے۔ مہمان نوازی کے طریقے
کیا سکہائین گے۔ گرد آلود بچون کو خاک سے اُٹھا کر سینہ سے لگا لینے کی
ہدایت کیا کرین گے۔ سادھو نہین بتا سکتے کہ بیبیون کی خاطر داریان جن پر
انتظام عالم کا مدار ہے کیونکر کی جائین۔ جن حضرات نے یاد الٰہی کی دہن
مین اپنے بوڑھے ماں باپ کو روتے ہوئے گھرون مین چھوڑ کر بادیہ پیمائی
کی ٹھہرائی ہے۔ وہ دوسرون کو معرفت الٰہی ضرور سکہا سکتے ہین لیکن حقوق
والدین سے متعلق ایک سبق بہی نہین پڑھا سکتے۔ غرضکہ تمام دنیا کے پیغمبرون
اور رفارمرون مین بس [illegible] ہمارا پیغمبر ہے [illegible] اسلیے
ہمکو ہر طرح کے معاملات مین پوری ہدایت دینے کی قابلیت رکھتا ہے اُسکے
اعمال سے روزانہ تجربے یعنی کتب احادیث سے ثابت ہے کہ اُس نے تمام امور
مین جو قواعد ہمکو [illegible]
کو بطور دستور العمل [illegible]
دنیا کی [illegible] دل مین
[illegible]
[illegible] تکمیل کے
[illegible] سمجھانے

متعلق ہدایات دینے کا موقع نہ ملتا تو قانون محمدی جنگی اور فوجی معاملات مین
نامکمل رہتا اور دین محمدی اکمل الادیان نہ سمجھا جاتا۔ ہم اپنے پیغمبر کو کمر سے
تلوار لگائے ہوئے میدان جنگ مین اچھے کام پر مستعد پاتے ہین تو ہم خوش
ہوتے ہین کہ ہمارا پیغمبر کسی اچھے کام کرنے مین بودا نہین ہے۔ اور اُسکے
ملفوظات مین کہین سے ناتجربہ کاری کی بو نہین آسکتی مسلمانون کے پیشوا
کا اہل سیف ہونا کہین سے شان پیغمبری یا شان پیشوائی کے خلاف نہین
ہے لیکن اسکے ساتھ ہی ہم تاریخی پیرایہ سے یہ بھی دکھا دینا مناسب سمجھتے
ہین کہ پیغمبر خدا نے کن کن مجبوریون کے بعد تلوار باندھنے اور کن کن قیود
اور شرایط کے ساتھ اپنی امتون کو نیام سے تلوار باہر نکالنے کا حکم دیا ہے۔

آنحضرت نے اول اول دین اسلام کی تعلیم خفیہ طور پر کرنا چاہی جو مسلمان
ہوتے تھے وہ بھی قرآن کو دوسرون سے چھپا کر پڑھتے تھے۔ لیکن عربون نے
اسلام کا اس کمزور حالت مین بھی رہنا پسند نہ کیا۔ پیغمبر کو مجنون کہا۔ ساحر کہا۔
اور دغاباز کہا۔ مسلمانون پر وہ شروع شروع ہنستے تھے۔ پھر آوازے کسنے
لگے اور بالآخر انکو آزار دینا شروع کیا۔ مسلمان جب بہت تنگ ہوئے تو مکہ
چھوڑکر ابی سینیا کی طرف سمندر پار بھاگنے لگے۔ گویا مسلمانون کی یہ کیفیت تھی
کہ شام کو جس نے پیغمبر سے کہا کہ آپ بیشک قوم کے سچے خیرخواہ ہین۔ اور
قوم کے برے اطوار پر آپ کا رونا بہت بجا ہے۔ دوسرے دن صبح کو اُس پر
جلاوطنی لازم تھی۔ بتون کو چھوڑکر خدا پر ایمان لانے کی سزا اکابر قریش نے جلاوطنی
قرار دی تھی۔ کفار قریش نے ابی سینیا تک مسلمانون کا تعاقب کیا۔ مسلمان کے شاہ

نجاشی سے درخواست کی کہ ان نئے مذہب والوں کو یہاں پناہ نہ دیجائے اکثر مسلمان تو ادہر چلے گئے تھے لیکن پیغمبر کے ساتھ جو دس بارہ آدمی مکہ مین رہگئے تھے انپر ظلم و تعدی کی انتہا نہ تھی۔ بالآخر پیغمبر نے بھی مکہ چھوڑا اسطائف کی طرف مذہب سنانے گئے۔ دشمنوں کی سازش وہان تک پہونچی۔ پیغمبر بھی و آپ آپ نے تین برس تک انھین مع اپنے اہل خاندان اور ہمراہیان کے شعب ابوطالب مین بند رہنا پڑا۔ طرح طرح کی اذیتین اور مصیبتین پیغمبر کو اور ان کے ساتھیون کو دی گئین آنحضرتؐ نے مدینہ چلے جانے کا ارادہ کیا۔ تو دشمنون نے انکے قتل کرنے کے لیے سازش کی۔ آپ سازش سے مطلع ہونے کے بعد چپکے سے مدینہ کی طرف بھاگے۔ مسلمانون کے بدن مین بھی خون تھا۔ اور خون مین حرارت تھی۔ سینہ مین دل تھا اور دل مین مادہ خودداری تھا۔ ہاتھ مین تلوار تھی اور تلوار مین برش تھی۔ تعداد مین کم سہی لیکن غصہ تو کمزور بھی کرتے ہین۔ لوگون نے پیغمبر خدا سے لڑائی کی اجازت مانگی۔ جواب ملا کہ اونہین مین خدا سے دعا کرتا ہون۔ وہ ان جاہلون کو ہدایت دیگا۔ بالآخر مدینہ مین پہونچنے کے بعد وہان آنحضرتؐ کی بڑی خاطرداری ہوئی۔ وہان بھی مسلمانون کا گروہ بڑھنے لگا۔ لیکن مسلمانون کی مالی حالت روز بروز خراب ہوتی جاتی تھی۔ مسافرت کی تکلیف۔ مفلسی کی مصیبت۔ منافقان اور یہودیان مدینہ بھی مار آستین تھے۔ مکہ والون کی چڑھائی کا الگ ڈر لگا رہتا تھا۔ تنہا پیغمبر خدا ہوتے تو سقراط کی طرح کہتے کہ مین نے تمھاری اصلاح مین کوشش کی۔ نہین مانتے تو انجام مرا یہ ہے مجھے زہر کا پیالہ دو مین پی لیتا ہون۔ یا حضرت عیسیٰ مسیح کی طرح سولی پر

سے کہتے کہ جو چیز میرے نزدیک حق ہے میں اُسے چھپا نہیں سکتا تمہیں اختیار
ہے جی چاہے مجھے سولی پر چڑھا دو۔ یہاں وقت یہ تھی کہ بہادران مکہ اور دلاوران
مدینہ آنحضرت کے عشق میں برباد و خانہ خراب ہو کر ساتھ ساتھ گھومتے تھے اور
یہ وقت بھی کہتے تھے کہ جب ہم خدا کی پرستش کرتے ہیں تو دشمن خدا سے دب کے
نہیں رہ سکتے۔ اور ہم دب کر رہیں بھی تو وہ ہمیں کب رہنے دیتے ہیں۔ مہاجرین
جب وطن کی آسایش وطن کی آب وہوا وطن کی دولت یاد کرتے تھے تو اُنکے
دل جوش میں آجاتے تھے اور اپنے مصائب بیان کرتے تھے تو پیغمبر خدا کا
دل بھر آتا تھا۔ اب تم ہی پیغمبر کیا کرتے۔ کیا شان پیغمبری یہ تھی کہ اپنے انصار کے
گھر لٹا کر وہ تماشہ دیکھتے اور ساتھیوں کا گلا کٹوا کر دل ٹھنڈا کرتے۔ فرض کرلو کہ شان
پیغمبری [illegible] غیرت کی تقاضی تھی لیکن جو مسلمان وہاں تھے اُنکو کیا منظور تھا
مدینہ میں رہکر بھوکوں سے مرجانا۔ یا اپنی دولت کا مکہ والوں سے طلب کرنا۔ مکہ
کے اندر گلا کٹوانا یا مدینہ سے باہر نکل کر جان دینا۔ سب مسلمانوں نے بالاتفاق
آنحضرت سے کہا کہ ہم دشمنوں سے ضرور لڑینگے۔ ہم نے چوری نہیں کی
ہے۔ ہم خدا پر ایمان لائے ہیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تلوار فیصلہ کر دے
کہ کون حق پر ہے۔ [illegible] ہم بھاگیں گے [illegible] وہ ہمارا تعاقب کرینگے۔ اگر دشمنوں
کے ہاتھ سے مرنا ہے تو بھاگنے سے آنکھ [illegible] مرجانا اچھا ہے۔ اُنکی زندگی موت
[illegible] کی فکر تھی۔ اب مسلمان مدینہ سے نکل کر تفحص حالات
کرنے لگے۔ [illegible] تجارت شام سے مکہ اور مکہ سے شام جاتا تھا اُسکا تعاقب مسلمان
کرتے تھے۔ [illegible] لوٹنے کے لیے یا دریافت کرنے کی غرض سے

کا اب وہ کیا نیت رکھتے ہین۔ دونون اعتبارات سے مسلمان حق بجانب
تھے۔ اسی اثنا میں یہی حالت ایک مرتبہ کفار قریش مدینہ پر چڑھ آئے۔ دشمنون کو
روکنے کے لیے مسلمان بمقام بدر جمع ہوئے جب وہ جمع ہونے چلے تو پیغمبر خدا
کے لیے کیا مناسب تھا؟ کیا یہ مناسب تھا کہ وہ اپنے جان نثارون کو چھوڑکر
مسجد مدینہ مین بیٹھے ہوئے فتح و نصرت کے لیے دعا مانگتے۔ یا فوج کے پیچھے
پیچھے جان چرائے ہوئے سائیسون کی طرح چلتے۔ شاید دنیا کا کوئی شخص
بھی اپنے پیشوا کا ایسا بے حمیت اور بےغیرت ہونا پسند نہ کرے گا۔ ایسے موقع پر پیغمبر
نے وہی کیا جو ایک اعلیٰ درجہ کے انسان سے امید کی جا سکتی ہے۔ یعنے
اپنے بدن پر ہتھیار لگائے اور سب کے آگے آگے چلے اور زبان حال سے
کہنا شروع کیا کہ اگر جان ہی دینے کی راے ہے تو سب کے پہلے ہمین جان
دینا چاہیے کہ ہم ہی مجرم ہین۔ اگر گلا ہی کٹوانا ہے تو سب کے پہلے ہم ہی
کٹوا سکتے ہیں کہ ہم ہی ان تمام زحمتون کے باعث ہیں۔ مسلمانون نے یکجا ہوکر
سینہ سپر جنگ بدر مین ہتھیار چلایا۔ اس لڑائی مین مسلمان فتحیاب ہوئے۔
اور [illegible] فتح [illegible] کے مطابق ایک دوسری بلا [illegible] نون پر نازل کی
جسکا کبھی وہم و گمان بھی نہ تھا یعنی [illegible] فتح نے مسلمانون [illegible] ان داد دیا
اور آنحضرت کو اس حکمرانون کا سردار بنا دیا۔ آنحضرت کو [illegible] کرنے
کے اب ملکی معاملات کا بھی بوجھ بڑھا دیا۔ آنحضرت کی [illegible] سے [illegible]
خالق کا تھا اور [illegible] حضور [illegible]
یعنے تمام اور دنیا مین رائے صاحب دنیا [illegible] اب آپ

مہذب گورنمنٹ کو ترنا یا اور ہمسایہ کے ساتھ جیسی مدارات چاہیے وہ مسلمانون کو کرنا تری یعنے رحم کے موقع پر رحم کرنا - اور غضب کے موقع پر غضب کرنا لازم آیا - مسلمان اسکے بعد سیلاب کی طرح تمام عالم مین پھیلے اور اُنکے ساتھ انکا مذہب بھی پھیلا -

دنیا مین کوئی مذہب اس سرعت کے ساتھ نہین پھیلا جیسا کہ اسلام پھیلا ریل نہین - تار نہین - پختہ سڑکین بھی نہین - راستہ کا امن تک نہین - اور اذان کی صدائین تیس برس کے اندر اندر افریقہ کے ساحل شمالی و مغربی سے حدود افغانستان تک برابر جاری ہوگئین - اب باعث ترقی بجاے اس کے کہ اصول اسلام کی خوبی پر محول کیا جائے - زور شمشیر پر لوگ محول کرتے ہین اس مضمون مین ہمکو صرف یہ دکھانا ہے کہ ایسا کہنا غلطی ہے - ہمارا مخاطب وہ نہین ہو سکتا جسکے سامنے تمام تاریخی واقعات اشاعت اسلام کے پیش نظر نہ ہون اور کسی سے یہ کہنا کہ تاریخ الاسلام پڑھ کر آؤ جب ہمارا مضمون پڑھو شاید مناسب نہ ہوگا اسلیے ہم کچھ مختصر حالات اشاعت اسلام کے لکھدیتے ہین کہ ناظرین کو [illegible] [illegible] مدد ملے - اس مضمون [illegible] غرض کے لیے ہم [illegible] حالات کے پانچ طبقہ قرار دیتے ہین - طبقہ اول اسلام کی ابتدائی حالت - طبقہ دوم اسلام کا عروج زمانہ رسولؐ مین - طبقہ سیوم صحابہ رسولؐ کا زمانہ - طبقہ چہارم سلاطین عرب کا زمانہ - طبقہ پنجم - دیگر سلاطین اور دعاۃ اسلام -

طبقہ اول (اسلام کی ابتدائی حالت)

جب آنحضرت محمدؐ کی عمر چالیس برس کے قریب ہوئی تو طبیعت گوشہ نشینی کیطرف

طرف مایل ہوئی۔ مکہ کے قریب ایک پہاڑ کا درہ غار حرا کے نام سے مشہور ہے
وہان جا کر اکثر آپ بیٹھتے تھے اور کئی کئی روز تک وہان رہتے تھے۔ مضمون کو
عام فہم کرنے کے لیے یون کہہ سکتے ہین کہ تزکیہ نفس کے لیے آپ وہان جاتے
تھے۔ اور اسی حالت مین ایک خاص فیضان الہی کو آپ سے تعلق ہوا
جو باعتبار نتیجہ کے رسالت کہا جاتا ہے۔ اور تزکیہ نفس کے بعد جس قوت روح
یا کیفیت کے ذریعہ سے فیضان الہی آپ تک پہونچتا تھا اُسکو اصطلاح شرع
مین جبرئیل فرشتہ کہتے ہین۔

آنحضرتؐ کو ابتدا سے عقل سلیم عطا ہوئی تھی۔ آپ شروع سے موحد تھے۔
صادق المقال تھے۔ مسکرات۔ زنا۔ نمامی۔ بداعمالی۔ دروغگوئی وغیرہ اخلاق
ذمیمہ سے کنارہ کش تھے۔ آنحضرت کو جب یقین ہوا کہ ابراہیم۔ عیسیٰ وغیرہ وغیرہ
پیغمبرون کی طرح انکو بھی خدا نے اصلاح قوم اور درستی بنی نوع انسانی کے
لیے نبی بنایا ہے اور لوگون کو توحید سکھانے کو اپنا مرسل قرار دیا ہے تو
آپ نے ہدایت شروع کی۔ سب کے پہلے حضرت خدیجہ کو دعوت اسلام کی
اور فوراً ہی وہ اللہ کی وحدانیت اور آنحضرتؐ کی رسالت پر ایمان لائین۔
مشہور ہے کہ اُسی روز علی ابن ابی طالب بھی ایمان لائے پھر زید ابن حارثہ حضرت
خدیجہ کے آزاد کیے ہوئے غلام ایمان لائے۔ ان تینون کے بعد حضرت
عبد اللہ ابن ابی قحافہ ایمان لائے جو تاریخ اسلام مین ابو بکر صدیق کے لقب
سے مشہور ہین۔ حضرت ابو بکر نے اپنے تمام دوستون کو اسلام کی ترغیب دی
اُنمین سے پانچ اشخاص عشرہ مبشرہ کے بھی ایمان لائے۔ اسکے بعد دوسرے

دن چار اور ہیں کیے گئے اور یہ سلسلہ چلا۔

آنحضرتؐ پہلے علانیہ دعوت اسلام نہ کرتے تھے۔ خاص خاص احباب اور انکے متوسلین میں دعوت محدود تھی۔ یہ لوگ باہر کے بھی آکر ایمان لائے تھے۔ مگر جب کم تین برس کے بعد پھر آنحضرتؐ نے علانیہ دعوت اسلام شروع کی تبلیغ امرحق نے اعلانیہ شرم اور تامل پسند نہیں کیا۔ آنحضرتؐ ابتدا سے عمر میں بہت زیادہ ہر دلعزیز تھے۔ لوگ عام طور پر آپ کی عزت کرتے تھے اور دل سے محبت کرتے تھے۔ لیکن یہ سب باتیں بعثت سے قبل تھیں۔ جب کفار کے مذہب اور بتوں کو آنحضرتؐ نے برا ٹھرایا اور ایسا کرنا لازم تھا کیونکہ کسی کو کسی فعل کے ترک کرنے کی ترغیب نہیں دیجا سکتی جب تک کہ اس فعل کی برائی ظاہر نہ کی جائے۔ تو پھر کفار عرب کے نزدیک آپ سے برا کوئی دوسرا نہ تھا۔ کفار کے ہاتھوں سے جو اذیتیں آنحضرتؐ کو پہونچیں انکے تذکرے آگے آتے ہیں۔ اسوقت مختصر طور پر سمجھ لینا چاہیے کہ ابتدا میں جس طرح تمام نبیوں یا قومی مصلحوں کو ذلتیں اٹھانی پڑی تھیں اسی طرح آنحضرت کو بھی زحمتوں کا سامنا ہوا۔ لوگوں نے بے ادبیوں کا کوئی درجہ اٹھا نہیں رکھا۔ جب آنحضرتؐ نے قوم کی حالت درست کرنے کی طرف توجہ کی تو پھر قوم کی نظروں میں آنحضرت کا سا بدترین خلایق کوئی دوسرا نہ تھا۔

ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے کوہ صفا پر چڑھکر آواز دی۔ " یا معشر قریش یا بنی فہر۔ یا بنی غالب۔ یا بنی لوی۔ یا بنی عدی " مکہ کے باشندے چھوٹے بڑے آکر جمع ہوگئے۔ دستور تھا کہ کوئی اہم کام پیش ہوتا تھا تو پہاڑ پر چڑھکر

آواز دی جاتی تھی اور لوگ آواز سنکر جمع ہو جاتے تھے۔ دوڑتے وقت
لوگ سمجھتے تھے کہ کوئی قومی حادثہ پیش آیا ہوگا۔ وہان پہونچکر آنحضرتؐ کی زبان سے
جو تقریر نکلی وہ یہ تھی "لوگو! اگر مین تم سے کہون کہ پہاڑ کے دوسری طرف
ایک بڑا لشکر چھپا ہوا ہے کہ دفعتاً تم پر حملہ کرے اور تمکو تباہ کر دے۔ تو کیا
تم اسے باور کروگے؟" لوگون نے جواب دیا "بیشک!! اے محمد تم
سچے ہو اور ہم لوگون نے تم سے کبھی جھوٹ نہین سنا۔ تمھاری بات ہم
کیون جھوٹ سمجھنے لگے" آنحضرتؐ نے کہا "تمھارے پیچھے عذاب سخت آنے
والا ہے جو بغیر توحید کے رفع نہین ہو سکتا۔" یہ تقریر سنکر وہ سب اپنے دل
مین آنحضرتؐ کو خفیف الحرکت سمجھے۔ ابولہب سے نہ رہا گیا اُسنے کہا۔
"تبا لک سائر الیوم لهذا جمعتنا" "تمھارے اوقات خراب ہون بس اسی لیے
بلایا تھا۔ اور پھر اُسی وقت سے کفار اور آنحضرتؐ کے درمیان مین کھلی
کھلی عداوت کا آغاز ہوا۔

آنحضرتؐ کے ساتھ جو برتاؤ اہل مکہ کا تھا اُسکی نوعیت برابر بدلتی رہی وہی
محمدؐ جو پہلے تمام اہل مکہ کی آنکھون کی ٹھنڈک تھے۔ قوم نے اُنھین "امین"
خطاب دے رکھا تھا۔ اب اصلاح قوم کا مسئلہ پیش کرنے کی وجہ سے
وہ کانٹے کی طرح دلون مین چبھنے لگے اور "امین" کی جگہ اُنھین "مجنون"
خطاب دیا گیا۔ جب آپ راہ سے گزرتے تھے تو قریش مذاق کرتے تھے۔
آپس مین کہتے تھے کہ "یہ شخص بھلا چنگا تھا دفعتاً دماغ پھر گیا کہتا پھرتا ہے کہ
مجھسے اہل آسمان باتین کرتے ہین۔ اور آسمان کی خبر لاکر ہم لوگون کو سناتا ہے"

خیر مجنون خطاب پانے سے تو چندان نقصان آنحضرتؐ کا نہ تھا لیکن رفتہ رفتہ کفار عرب کی ہمتین بڑھتی گئین اور وہ آنحضرتؐ کی دشمنی پر تُل گئے۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنے خاندان کے چالیس مردون کو دعوت کی غرض سے جمع کیا۔ انمین ابوطالب۔ حمزہ۔ عباس اور ابولہب بھی تھے۔ موقع پاکر آپ نے اپنی رسالت کا ذکر چھیڑا اور یہ چاہا کہ گھر والون مین سے کوئی ایک بھی آپ کا ساتھ دینے کو آمادہ ہوتا تو بڑی تقویت ہوتی۔ مورخون نے لکھا ہے کہ کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ لیکن علیؓ ابن ابی طالب سے اس حیرت بخش شک اور حقارت آمیز سکوت کی برداشت نہ ہوسکی۔ اور کھڑے ہوکر اُنھون نے بڑی ہمت اور جرأت سے کہا کہ رسولؐ اللہ گو اس مجمع مین سب سے کم سن مین ہون مگر اس مشکل خدمت کے بجالانے کو مہیّا رہون۔ اس موقع کو مسٹر کارلائل یون لکھتے ہین " اس مجمع مین علیؓ کا باپ ابوطالب جو محمدؐ کا دشمن نہ تھا موجود تھا تاہم سب کو ایک ادھیڑ عمر کے " شخص (محمدؐ) اور ایک سولہ برس کے لڑکے (علیؓ) کا یہ فیصلہ کرنا کہ وہ دونون ملکر تمام دنیا کے خیالات کے خلاف کوشش کرینگے۔ ایک مضحکہ کی بات معلوم ہوئی اور سب لوگ قہقہہ لگا کر منتشر ہوگئے۔ مگر آیندہ چل کر معلوم ہوا کہ یہ بات ہنسی کے قابل نہ تھی بلکہ سب ٹھیک اور درست تھی "

کہ تر ہنسنے پر ابولہب اور عقبہ بن معیط آنحضرتؐ کے گھر کے قریب مین گذرگاہ پر گندی چیزین جمع کردیتے تھے۔ اور غرض اس سے صرف آنحضرتؐ کو دق کرنا ہوتی تھی۔ آنحضرتؐ تحمل سے کام لیتے تھے اور بس اتنا

فرماتے تھے "کیا حق ہمسائگی یہی ہے" اور کچھ نہ بولتے تھے یونہی
آہستہ آہستہ قریش کی طبیعتیں فساد کی طرف بڑھتی گئیں اور آنحضرتؐ کی
عداوت لوگون کے دلون مین جگہ پکڑتی گئی۔

موسم حج مین جب لوگ باہر کے آتے تھے تو آنحضرتؐ دعوت اسلام
کرتے تھے اور بعض بعض ایمان بھی لاتے تھے۔ ایسے موقع پر ابولہب
سخت بے ادبیان کرتا تھا۔ آنحضرتؐ تو لوگون کو دعوت اسلام کرتے تھے اور
یہ کمبخت پتھر مارتا تھا اور لوگون سے کہتا پھرتا تھا کہ یہ شخص ساحر ہے۔ شعبدہ باز
ہے۔ شاعر ہے اور کذاب ہے۔ کبھی وہ یہ بھی کہتا تھا کہ "اس شخص کا دماغ
پھر گیا ہے۔ تم لوگ اسکی باتین کیا سنتے ہو"۔ آنحضرتؐ یہ سب کچھ سنتے تھے
لیکن کچھ نہ بولتے تھے اور اپنے کام سے واسطہ رکھتے تھے۔

عبدالمطلب کے بعد ابوطالب سردار مکہ سمجھے جاتے تھے۔ اُنکے خوف سے
کفار آنحضرتؐ سے کچھ بول نہ سکتے تھے اور اسی طرح اُن مسلمانون کا بھی
کچھ نہ کر سکتے جنکا کنبہ خوش حال تھا۔ لیکن غریب مسلمانون کے ساتھ کفار بڑی
سختیان کرتے تھے۔ گرم ریت پر دھوپ مین لٹاتے تھے۔ گرم پتھر جسم پر
باندھتے تھے۔ دُرّے مارتے تھے۔ دانہ پانی بند کرتے تھے۔ سبھی کچھ
کرتے تھے۔ لیکن جو ایک مرتبہ آنحضرتؐ کے سامنے توحید اور رسالت کا اقرار
کرجاتا تھا پھر وہ اُس سے منحرف نہ ہوتا تھا۔

جب مسلمانون کے ساتھ کفار مکہ کا ظلم زیادہ بڑھا تو پیغمبر خدا نے مسلمانون
کو ہجرت کا حکم دیا۔ ہجرت کا حکم اسوقت موکد نہ تھا۔ حبشہ جسکو ابی سینیا کہتے ہین

ہجرت کے لیے منتخب کیا گیا۔ اول اول گیارہ مرد اور چار عورتین کل پندرہ شخص مکہ سے چھپ کر باہر نکلے۔ جدہ تک پاپیادہ آئے اور وہان سے جہاز مین بیٹھکر حبشہ کے ساحل پر اوتر پڑے۔ حبشہ مین اسوقت عیسائی بادشاہ تھا جسے نجاشی کہتے تھے۔ ان ہجرت کرنے والون مین سب سے پہلے حضرت عثمانؓ بن عفان اپنی زوجہ رقیہ بنت رسولؐ کے ساتھ گھر سے نکلے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ نبوت کے پانچوین سال رجب کے مہینے مین گھر سے نکلے تھے۔

کافرون نے جب دیکھا کہ اہل مکہ مسلمان ہوتے ہین اور چپ چاپ حبشہ چلے جاتے ہین تو آتش کدہ اور بڑھی۔ چند کفار نجاشی اور اُسکے ارکین دولت کے لیے تحائف لیکر حبشہ مین پہنچے۔ ارکین دولت نے نجاشی سے عرض کیا کہ چند آدمی مکہ سے ہمارے ملک مین اپنا ابائی مذہب چھوڑکر بھاگ آئے ہین اُنکے اہل ملک اُنکا دعوی کرتے ہین۔ بہتر ہوگا کہ وہ اُنکے حوالہ کردیے جائین۔ نجاشی نے کہا کہ جب مجھسے پناہ مانگی جائے تو مجھے پناہ دینا لازم ہے۔ مین اپنے ملک سے ان لوگون کو بات کہے بغیر نہ دونگا۔ لیکن اُنکو بلانا چاہیے تا اُنکے عقائد کا پتہ چلے۔

بیرخانہ دربار مسلمان نجاشی کے دربار مین چلے۔ حضرت جعفرؓ طیار سب کے پیشوا تھے۔ کفار جب دربار مین آئے تو پہلے انھون نے بادشاہ کو سجدہ کیا اور اسکے بعد ایک گوشہ مین مؤدب بیٹھے۔ تھوڑی دیر مین مسلمان بھی آگئے انھون نے صرف سلام کیا سجدہ نہین کیا۔ نجاشی کے ندیمان نے سوال کیا

کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ "تم نے بادشاہ کو سجدہ کیوں نہ کیا" حضرت جعفر طیار نے کہا کہ "ہم مخلوق کو سجدہ نہیں کرتے۔ ہمارے پیغمبر نے ہم کو یہی تعلیم دی ہے" اس گفتگو سے نجاشی کے دل میں مسلمانوں کی وقعت قائم ہوئی اور اس نے پوچھا کہ "تم نے اپنے بھائیوں کا دین چھوڑ دیا۔ اور یہود و نصاریٰ کے دین پر بھی تم نہیں ہو تو پھر آخر تمہارا کیا دین ہے"

نجاشی کے دربار میں جو تقریر جعفر نے کی اسے مورخوں نے نقل کیا ہے ہم یہاں اسکا ترجمہ درج کرتے ہیں۔

" اے بادشاہ! ہم ایک جاہل اور گمراہ قوم تھے۔ بُت پوجتے تھے۔ مردار گوشت کھاتے تھے۔ بدکاریاں کرتے تھے۔ ہمسایوں سے بری طرح پیش آتے تھے۔ زبردست کمزور کا مال کھا جاتا تھا۔ ایک مدت سے ہماری یہی حالت چلی آتی تھی۔ یہانتک کہ خدا نے ہماری ہی قوم کا ایک پیغمبر بھیجا جسکی شرافت۔ نسب۔ راستبازی۔ ایمانداری۔ اور پاکدامنی سے ہم خوب واقف تھے اُسنے ہمکو خدا کی طرف بلایا تاکہ ہم ایک اُسی خدا کو خدا جانیں اور اُسی کی عبادت کریں اور پتھروں اور بتوں کی پرستش چھوڑ دیں جنکو ہم اور ہمارے باپ دادا پوجتے تھے۔ اُسنے حکم دیا کہ ہم صرف خدا ہی کی عبادت کریں اور کسی چیز کو ذات اور صفات اور حقوق عبادت میں اُسکے ساتھ شریک نہ کریں۔ پانچوں وقت نماز پڑھنے اور سال بھر کے بعد بقیہ مال کا چالیسواں حصہ صدقہ دینے اور

ماہ رمضان مین بیماری اور سفر کے سوا روزہ رکھنے کو اُسنے فرض
بتایا۔ اُس پیغمبر نے ہمکو سچ بولنے اور امانت کو اُسکے مالک کے
پاس پہونچا دینے اور قرابت دارون سے رعایت یا مروت کرنے
اور ہمسایون کے ساتھ نیکی سے پیش آنے اور بُت اور حرام کامون
اور خون خرابون سے بچنے کا حکم دیا۔ اور بدکاریون اور جھوٹی
گواہی دینے اور بے ماں باپ کے بچون کا مال کھا لینے۔ اور
پاکدامن عورتون پر تہمت لگانے سے منع کیا۔ ہم نے اُسکو سچا
جانا۔ اور جو کلام اُسنے خدا کی طرف سے سُنائے اُن سب کی
پیروی اختیار کی۔ ہم صرف ایک ہی خدا کی عبادت کرتے ہین اور
کسی چیز کو کسی بات مین بھی اُسکے ساتھ شریک نہین کرتے۔ اور جو
چیز خدا نے ہم پر حرام کردی ہے اُسکو حرام اور جو حلال کردی ہے
اُسکو حلال جانتے ہین۔ اس بات پر ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی
اور طرح طرح سے ہمکو دُکھ دیا اور ہمکو ہمارے دین سے پھرانا چاہا
کہ ہم خدا کو چھوڑکر پھر بُت پوجنے لگین اور جن بُری باتون اور چیزون کو
ہم پہلے جائز سمجھتے تھے پھر اُنکو جائز جانین جب اُنھون نے ہمکو
نہایت عاجز کردیا اور طرح طرح کے ظلم کیے اور نہایت تنگ کیا
اور ہمارے دین مین مزاحم ہوئے تو ہم اپنا وطن چھوڑکر اور سبکو اور
بادشاہون کی بہ نسبت اچھا جانکر تیرے ملک مین چلے آئے
اور یہ اُمید کرکے کہ تیرے سامنے کوئی شخص ہم پر ظلم نہ کرسکیگا

پناہ اختیار کی

عمر بن الخطابؓ کے ایمان لانے کی کیفیت مؤرخون نے کسی قدر جزوی
اختلاف کے ساتھ یون لکھی ہے کہ ایک دن ابوجہل نے باہم یہ ذکر کیا کہ کوئی
محمدؐ کو قتل کرڈالے تو مین ایک سو اونٹ اور ہزار اوقیہ چاندی انعام دون
حضرت عمرؓ نے اُس سے بات پکی کرکے قتل کا بیڑا اٹھایا۔ سر راہ مین ایک شخص
سے ملاقات ہوئی۔ اُسنے حضرت عمرؓ کا ارادہ سنکر کہا کہ محمدؐ کو پیچھے مارنا پہلے
گھر کی تو خبر لو کہ تمھاری بہن بھی مسلمان ہو گئی ہے۔ عمر اپنی بہن کے گھر گئے
وہان حالت یہ تھی کہ دروازہ اندر سے بند تھا اور حضرت عمرؓ کی بہن اور اُسکے
شوہر حارث کو حضرت خبابؓ سورہ طٰہٰ (ایک کاغذ پر لکھی ہوئی) پڑھا رہے
تھے۔ عمرؓ کی آواز سنکر حضرت خبابؓ چھپ گئے۔ حضرت عمرؓ کے پوچھنے پر
اُنکی بہن نے کہا کہ ہم لوگ باتین کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے بکری ذبح کرکے
پکانے کو کہا جب وہ پک چکی تو زن و شوہر نے ذبیحہ کافر سمجھ کر اُسکے کھانے سے
انکار کیا۔ حضرت عمر نے خاص اسی غرض سے بکری ذبح کی تھی۔ جب
حضرت عمرؓ کو اُنکے مسلمان ہونے کا یقین ہو گیا تو اُنکو مارنا شروع کیا عورت
کو چوٹ زیادہ آئی۔ اُسکا خون آلود چہرہ دیکھ کر حضرت عمرؓ پشیمان ہوئے۔ کچھ
دیر ساکت رہکر اُنھون نے پوچھا کہ اچھا وہ پرچہ کہان ہے جسے تم لوگ
پڑھتے تھے۔ بہ کس قدر تامل کے ساتھ وہ پرچہ عمرؓ کو دیا گیا اور وہ پڑھنے
لگے جب وان تجہر بالقول فانہ یعلم السر واخفی تک پہنچے
تو کلام نے اپنا اثر کیا۔ حضرت عمرؓ کے مُنہ سے بے اختیار نکل گیا کہ کیا

اچھا کلام ہے"۔ حضرت خباب اتنا سنا اور گوشہ سے نکل آئے اور بولے "عمر مبارک ہو تجھے اسلام۔ رات آنحضرت دعا کرتے تھے: خدایا ابوجہل بن ہشام یا عمر بن الخطاب سے اسلام کو عزت دے"۔ حضرت عمرؓ اسی وقت آنحضرت کے پاس پہونچے اور مسلمان ہو گئے۔

حضرت حمزہ عم رسولؐ کے اسلام قبول کرنے کی یہ کیفیت ہے کہ ایک روز وہ شکار سے آتے تھے راستہ مین سُنا کہ ابوجہل نے آنحضرت محمد کو آج بہت تنگ کیا ہے۔ تقاضائے حمیت وہ ابوجہل کے پاس باز پرس کرنے کو گئے۔ اور پھر خود علانیہ مسلمان ہو گئے۔

حضرت حمزہ اور حضرت عمرؓ کا اسلام کفار مکہ کے لیے زاید اشتعال کا سبب ہوا پہلے نزاع شخصی تھی اور اب قومی جھگڑا شروع ہوا۔ ابتدا مین وہی چند مفسد آنحضرت کے مخالف تھے اور اب کل قریش ایک دل ہو کر مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ نبوت کے ساتوین سال شروع ہونے پر ایک روز کفار مکہ نے جمع ہو کر ابوطالب عم رسولؐ کو بلایا۔ اور صاف صاف لفظون مین سنایا کہ تم محمد کو ہمارے حوالے کر دو کہ ہم اُسے ہلاک کر ڈالین یا ہم سے جنگ کرو۔ ابوطالب گھر پر آئے اور آنحضرت کو بلا بھیجا۔ آنحضرت کے آنے پر چچا بھتیجے مین گفتگو شروع ہوئی۔ ابوطالب نے قریش کی گفتگو سنا کر کہا۔ محمد ہم مین قریش سے لڑنے کی طاقت نہین ہے۔ اپنی جان کا خیال رکھو اور اُن کے معبودون کو برا نہ کہو۔ آنحضرت سمجھے کہ ابوطالب بھی میری حمایت سے دست بردا

ہوتے ہیں۔ ابوطالب کی تقریر کا منشا ہی یہ تھا۔ آنحضرت نے کہا "اگر آسمان سے آفتاب اور ماہتاب اتر کر میرے داہنے اور بائیں آجائیں جب بھی میں باز نہیں آسکتا" یا دوسری روایت کے مطابق یہ فرمایا کہ "میں جو کچھ کرتا ہوں خدا کے حکم سے کرتا ہوں۔ آپ کی تخویف مجھے روک نہیں سکتی۔ آپ میری مدد کیجیے تو بہتر نہیں تو خود اللہ کی مدد مجھے کیا کم ہے" آنحضرت یہ کہکر رونے لگے اور رونے کا مقام ہی تھا۔ ایک طرف دلسوز چچا کی نصیحت اور دوسری طرف خدا کا حکم۔ خدا کا حکم ٹوٹا لنے کے لائق نہیں اور چچا سے کہ فرد محبت میں خیر خواہانہ گفتگو کر رہا ہے۔ غرضکہ آپ وہاں سے افسردہ خاطر اٹھے اور گھر کا رخ کیا۔ آنحضرت کے مایوس اٹھنے پر ابوطالب کا دل بھر آیا اور ایک کہن سال باعزت بہادر کی حیثیت سے اُنھوں نے کہا "اچھا جاؤ اپنا کام دیکھو جبتک میں زندہ ہوں تمہارا بال بیکا نہیں ہوسکتا"

ابوطالب نے جب آنحضرت کو کفار کے سپرد نہ کیا تو خود کفار آنحضرت کی فکر میں ہوئے کہ کسی طرح آپکو ہلاک کردیں۔ ابوطالب نے تمام ہاشمیوں (بنو ہاشم) کو جمع کرکے صورت حال بیان کی۔ سب نے ابوطالب کا ساتھ دیا۔ اور نہ صرف ابلولی کی بجائے ایک گروہ خاندانی لڑائی ٹھن گئی۔ بنو ہاشم میں اسوقت گو بہت کم مسلمان تھے لیکن باقتضاے حمیت خاندانی یہ ایک طرف تھے اور تمام قریش دوسری طرف تھے مسلمانوں کو یہ خوف تھا کہ مبادا راست کو یاران کو جا یانک قریش حملہ آور ہوں۔ اسلیے آنحضرت مع

تمام اصحاب کیے ابوطالب کے وسیع مکان مین چلے گئے اور وہین تمام
بنو ہاشم بھی رہنے لگے۔ اس مکان کو ایک گڑھی فرض کرنا چاہیے۔ مورخون
نے اسے شعب لکھا ہے۔ ماہ محرم کی پہلی تاریخ کا یہ واقعہ ہے۔ کفار نے
یہ حالت دیکھ کر لڑنے کی تو ہمت نہ کی۔ لیکن آپس مین اتفاق کرکے اس
شعب کے رہنے والون کو اپنی قوم سے علیحدہ کر دیا اور انکے ساتھ ویسا ہی
برتاؤ شروع کیا جیسا ہندوستان مین اکثر اقوام خطاکارون کو خارج از برادری یا
کو ذات کر دیتے ہین۔ اہل شعب کے ساتھ انھون نے مناکحت۔ مبایعت
مخالطت اور مکالمت بند کر دی۔ شعب سے جب کوئی نکلتا تھا تو لوگ
اُسکو مارتے تھے۔ بازار مین چیز خریدنے یا بیچنے نہ دیتے تھے۔ حتیٰ کہ
ایام حج مین شعب سے باہر نکلنے نہ دیتے تھے۔ انسان کی فطرت یون رکھی
گئی ہے کہ ایک دوسرے سے استعانت چاہے بغیر رہ نہین سکتا۔ اس قید
نے اہل شعب پر بڑی مصیبت ڈالی جسمانی اور روحانی تکلیف کے علاوہ رزق
کی تنگی بھی شروع ہوئی۔ فاقے کٹنے لگے۔ جب کبھی چھپ کے کوئی چیز بھیجتے
تھے۔ لوگون کو خبر ہو جاتی تھی تو وہ اپنے ہمچشمون مین رسوا کیے جاتے تھے
اور بدعہد قرار پاتے تھے۔ تین برس یہ قید قائم رہی۔ قید سے چھوٹنے کے
حالات جاننے کے لیے تاریخ الاسلام پڑھنا چاہیے۔

ابوطالب کے مرنے پر چند دنون کے بعد حضرت خدیجۃ کبریٰ (رضی اللہ
عنہا) زوجہ محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے انتقال کیا۔ آنحضرت
کو ابوطالب اور خدیجہؓ کے مرنے کا بڑا غم ہوا اور اسی لیے اس سال کو

آنحضرتؐ نے عام الحزن رنج کا سال کہا۔ ابوطالب اور خدیجہؓ کی موت نے کافروں کو دلیر کردیا۔ انھوں نے پھر زیادتی شروع کردی۔ ایک مرتبہ آنحضرتؐ پر کافروں نے راہ چلتے خاک ڈال دی۔ اسی حالت میں گھر آئے تو آپ کی کسی لڑکی نے تمام جسم سے خاک جھاڑی۔ آنحضرتؐ ملول ہوئے اور کہتے تھے کہ ابوطالب کی حیات میں قریش ... بے رہتے تھے ... مگر انہیں اللہ تعالیٰ حمایت کرے گا۔

اب مکہ اس قابل نہ رہا کہ آنحضرتؐ وہاں قیام کرتے۔ لوگ بےطرح بے دہیان کرنے لگے۔ آنحضرتؐ نے نواح مکہ میں دعوت اسلام کا ارادہ کیا اور اس غرض سے مع اپنے خادم زید بن حارثہ کے قبیلہ بنی بکر میں پھر قوم غطفان کے پاس تشریف لے گئے۔ لیکن کہیں ٹھہرنے کی صورت نظر نہ آئی۔ صرف یہی نہیں کہ وہ لوگ اسلام کی طرف مائل نہیں ہوئے۔ بلکہ اہل مکہ کی طرح وہ لوگ بھی ایذارسانی کے درپے ہوئے۔ شور کرتے تھے۔ بناتے تھے۔ آوازے کستے تھے۔ پتھر مارتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ وہ کسی طرح جہالت میں اہل مکہ سے کم نہ تھے۔

تھوڑے دنوں تک باہر رہکر جب آنحضرتؐ پھرے تو راہ میں چند مسلمانوں سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے عرض کیا کہ "طائف میں بیہودہ لوگوں نے جو کچھ آپ کے ساتھ برتاؤ کیا اہل مکہ اُس سے واقف ہیں۔ یہاں بھی چند جھگڑے آپ کے لیے تیار کیے گئے ہیں۔ مکہ چلنا کسی طرح مصلحت نہیں" آنحضرتؐ کوہ حرا پر ٹھہرے اور سرداران مکہ کے پاس پیغام بھیجا لیکن کسی نے

آپ کو اپنی حمایت میں لینا پسند نہیں کیا - انھوں نے مطعم بن عدی سے کہا اور یہ کوہ حرا سے آنحضرتؐ کو ساتھ لایا اور لوگوں سے کہا بیچ میں بیٹھ کر کہا کہ میں محمدؐ کو اپنی حمایت میں لیتا ہوں - دستور جاہلیت کے موافق پھر کوئی آنحضرتؐ سے بول نہ سکتا تھا مطعم بن عدی آنحضرتؐ کو اپنے گھر لے گیا اور اُسکے تمام گھر والے آنحضرتؐ کی محافظت کرنے لگے اور چند روز تک آنحضرتؐ اور اُنکے اصحاب اسی کے ساتھ رہے -

نبوت کے گیارہویں سال قبیلہ خزرج کے چار یا چھ شخص جو مدینہ سے حج کرنے آئے تھے مسلمان ہوئے - انھوں نے مدینہ میں جاکر آپ کا ذکر کیا اور یہی گویا ہجرت مدینہ کی بنیاد پڑی -

تیرہویں سال ایک جماعت کثیر مدینہ سے حج کرنے آئی اور اسمیں بہت سے لوگ مسلمان ہوئے -

دوسرے سال ایام حج میں حضرت مصعب مکہ میں آئے اور بہتّر آدمیوں کو آنحضرتؐ کے ہاتھ بیعت کرنے کے لیے ساتھ لائے ان لوگوں نے مسلمان ہوکر آنحضرتؐ سے استدعا کی کہ آپ مدینہ میں چل کر قیام فرمایئے جب مدینہ والوں سے پورا اطمینان ہو لیا تو آنحضرتؐ نے مسلمانان مکہ کو مدینہ جانے کے لیے عام اجازت دی - مکہ میں یہ لوگ زندگی سے بیزار رہتے حکم ہوتے ہی انھوں نے روانگی شروع کر دی -

اہل مدینہ کے مسلمان ہونے اور مکہ سے مسلمانوں کی ہجرت کرنے سے کفار قریش بہت خائف ہوئے - ڈر سے کہ مدینہ والوں نے زور پکڑا تو بدلا ضرور

لیں گے۔ اور سب نے مل کر شوری کیا پہلے آنحضرتؐ کا قید کرنا پھر جلاوطن
کرنا شوری میں پیش ہوا۔ آخر میں ابوجہل نے یہ رائے دی کہ محمدؐ ہلاک
کیے جائیں اور کثرت رائے سے یہی تجویز قرار پائی۔ لیکن ابوبکرؓ کے ساتھ
آنحضرتؐ مکہ سے چھپ کر بھاگے اور بدشراتی دشمنوں سے خود کو بچاتے
ہوئے مدینہ پہونچ گئے مفصل حالات پڑھنے میں بڑی دلچسپی ہے۔

مہاجروں (ہجرت کرنے والے مسلمان قریش) کے لیے مدینہ باعتبار
آب وہوا کے اچھا نہ تھا۔ مکہ کی بالکل خشک آب وہوا تھی اور مدینہ کی مرطوب
اسپر سے سفر کی بے سروسامانی اور بے اعتدالی۔ مدینہ میں صفائی بھی کم تھی
تھوڑے دنوں میں مسلمانوں کو تغیر آب وہوا کا اثر معلوم ہونے لگا۔ اکثر مسلمان
جاڑے بخار یا وبائی بخار میں مبتلا ہوگئے۔ جب بخار میں وہ ہذیان بکتے
تھے تو کفار مکہ کو گالیاں دیتے تھے جنکی وجہ سے مکہ کی لطیف آب وہوا
انسے چھوٹی تھی۔ یہ مصیبت زائد عرصہ تک نہ رہی۔ کچھ تو آب وہوا موافق
آگئی اور کچھ مسلمانوں کی صفائی نے گویا میونسپل ٹی لا جاری کرکے تمام شہر
کو عفونت اور گندگی سے پاک کر دیا۔

اب صرف فاقہ کشی کی ایک تکلیف رہگئی تھی جسمیں عرصہ تک مہاجر مبتلا رہے
جب تک متمول مہاجروں کے پاس سرمایہ تھا غریب مہاجروں کی خبرگیری
ہوتی رہی۔ تھوڑے دنوں میں امیر و غریب سب برابر ہوگئے۔ انصار یعنی
مسلمانان مدینہ کب تک مہمانی کا بوجھ اٹھاتے۔ پھر بھی وہ بہت کچھ کرتے
تھے مسلمانوں پر یہ زمانہ بڑی عسرت کا تھا اور اسکے ساتھ ہی بڑے امتحان

کا بھی تھا۔

غرضکہ ہجرت کے اول ہی سال مسلمانون کا پورا سکہ مدینہ مین بیٹھ گیا صرف
ایک فاقہ کشی کی تکلیف تھی وہ بھی چند سال کے بعد رفع ہو گئی۔ مسلمانون کی
تاریخ مین ہجرت مدینہ ایک بڑا واقعہ ہے اور اسی سے سنہ ہجری کا آغاز
ہوتا ہے۔

آج تک مسلمانون نے جسقدر صبر کیا وہ طاقت بشری سے باہر تھا
وہ بھی انسان تھے۔ عرب کا خون رگون مین تھا تعداد مین کم سہی لیکن
کیا کم تعداد کی جماعت مین غصہ ناپیدا رہتا ہے۔ کمزور زبردست سے کبھی
جھنجھلا کر جھپٹ نہین جاتا۔ "سنور مغلوب یصول علے الکلب"
لیکن مجبوری یہ تھی کہ آنحضرت کے حکم بغیر اصحاب کچھ کر نہ سکتے تھے اور آنحضرت
کا حکم بلا وحی (حکم ربانی) کے صادر نہ ہو سکتا تھا یا یہ کہ آپکو ایک وقت خاص کا
انتظار تھا۔ حکم جہاد ہوتے ہی مسلمان اس طرح بپھر گئے جس طرح بھوکا شیر پنجرے
سے باہر کر دیا جائے۔ آنحضرت کے زمانہ مین غزوات کی تعداد ۱۹ سے
۲۷ تک اور سریہ کی تعداد تقریباً ۵۰ تک بیان کی جاتی ہے۔ نیز یہ
ابتدائی حملے مسلمانون کے لوٹ مار کی قسم سے تھے، اسی سبب سے
بعض متعصب مورخین نے آنحضرت صلعم کو لٹیرون کا سردار لکھا ہے۔ ضرور تھا
کہ یہین لوٹ مار کی تشریح کر دی [illegible] تاکہ مسلمانون پر یہ الزام [illegible]
مکہ کے رہنے والے شام کو بہ غرض تجارت آتے جاتے تھے
مدینہ راہ مین پڑتا تھا۔ نواحی مدینہ سے جب یہ کفار گذرتے تھے تو مدینہ کے

مسلمانون کو نہیں ملتی تھی - مکہ والون نے جو زیادتیان مسلمانون کے ساتھ کی تھین وہ اوپر بیان کی گئی ہین - مکہ کا کوئی کافر ایسا نہ تھا کہ مسلمانون کا نس سے بدلہ لینا بیجا سمجھا جاتا - اسلیے بلا استثنا قریش کے کافرون پر مسلمان حملہ کرتے تھے اور کبھی کبھی کامیاب بھی ہوتے تھے - ان حملون کو کسی طرح بیجا نہین کہا جا سکتا اور نہ اسے لوٹ مار سے تعبیر کر سکتے ہین -

بعض متعصب مورخ کہتے ہین کہ پیغمبر کی شان سے بالکل بعید ہے کہ وہ اپنے ساتھیون کو لوٹ مار کا حکم دے - لیکن کفار کی پچھلی زیادتیون کو سنکر کوئی سمجھدار ایسا نہین کہہ سکتا - تمام قریش نے ایک دل ہوکر مسلمانون کو مدینہ سے نکال دیا - اور مال واسباب بھی کچھ کچھ ضبط کر لیا - مسلمان ہونے کے جرم مین جہان تک اُنسے ممکن ہوا مسلمانون پر سختیان کین - اب کیا پیغمبر کی یہ شان تھی کہ لوگون کو ایمان لانے کے قصور مین اتنی سب سزائین دیجاتین اور وہ پیغمبر بھی سزا پانے والون سے یہی کہے جاتا کہ تم صبر کرو -

اسلام پھیلانے مین قریش بہت بڑے حارج تھے - انکا زیر کرنا بھی اس حیثیت سے لازم تھا - یہی خیال اور بھی چند مورخین کا ہے - لیکن بعض مورخین یہ لکھتے ہین کہ آنحضرت نے کبھی لوٹ مار کا حکم نہین دیا پیغمبر خدا کو یہ خوف تھا کہ مدینہ پر کہین قریش حملہ نہ کرین - اُنکے آنے جانے کی خبر سنکر لوگون کو آنحضرت تفحص حالات کے لیے تعنات کرتے تھے - تفحص حالات کے لیے اصحاب کا جانا مورخون نے سریہ یعنے جنگ کے لیے فوج کا بھیجا جانا غلط سمجھ لیا ہے - اس خیال کے مورخون کا بیان ہے کہ

بدر کی لڑائی تک جو لوگ قریش کے قافلہ کی طرف گئے وہ سب تفحص حال
کے لیے بھیجے گئے تھے کہ کہین مدینہ پر کفار عرب کا حملہ تو نہ ہوگا جو متعلقین مسلمانون
کے مکہ مین ہین دریافت کرین کہ اُنکے ساتھ کیا برتاؤ کفار مکہ کرتے ہین - بدر کی
لڑائی مین آنحضرت جو مدینہ سے نکلے وہ بھی جنگ کی غرض سے نہین بلکہ قریش
کی آمد کی خبر سنکر آپ یہ مناسب سمجھے کہ مسلمان مدینہ مین چھپے بیٹھے رہین تو
آپ کا یہ خیال تھا کہ جن لوگون نے مسلمانون کو پناہ دی ہے یہ اُنکے نقصان
کا سبب ہوگا - بہتر ہوگا کہ آگے بڑھ کر مسلمان قریش کو روکین - جو ہونا ہے وہین
ہو رہے گا - مدینہ کے باشندون پر بلا کا نازل ہونا اچھا نہین -

بعضے حملے مسلمانون کی طرف سے نواحی مدینہ کے باشندون پر بھی
کیے گئے - نہ اسلیے کہ اُنکے مال و متاع کو لوٹ کر پیٹ پالا جائے بلکہ اسلیے
کہ اُنکی زیادتیون نے حفاظت خود اختیاری پر مسلمانون کو مجبور کر دیا تھا -

سال اول کے اخیر یا سال دوم کے شروع مین پہلا غزوہ ابوا کا ہوا - یہ
مقام مکہ اور مدینہ کے درمیان مین ہے - آنحضرتؐ اسعد بن عبادہ کو مدینہ
مین اپنا خلیفہ چھوڑ کر قریش کے حمایتی قبیلہ بنی ضمرہ کے مقابلے کے لیے
روانہ ہوئے - مقام ابوا قبیلہ بنی ضمرہ کے لوگ بصلح پیش آئے اور اسلیے
لڑائی کی نوبت نہین آئی - صلح اس امر پر ہوئی کہ وہ کفار قریش یا مدینہ کے
مسلمان کسی کا بھی ساتھ نہ دین گے - شرط صلح سے ظاہر ہے کہ نیت مسلمانون
کی کیا تھی -

غزوہ بدر کبریٰ جنگ کی کیفیت یہان بیان کی گئی ہے کہ ایک بڑا مال تجارت کا

مکہ سے شام کو ابوسفیان امیر قافلہ کے ذریعہ سے گیا۔ شام سے پھرتے ہوئے
اسے نواحی مدینہ سے گذرنا ضرور تھا اور یہ بھی یقینی تھا کہ جب مسلمان بدلہ
لینے پر تلے ہوئے ہین تو جنگ کا ہونا ممکن ہے۔ اسلیے ابوسفیان نے مکہ
مین مدد کے لیے آدمی بھیجا تھا صدا اونٹ کے کان کاٹ کر زین اولٹی
باندھ کر گریبان دریدہ شہر مین داخل ہوا۔ تمام شہر مین اُسکے آنے سے
تہلکہ مچ گیا۔ چونکہ مال تجارت کل قوم کا تھا اسلیے تمام اہل مکہ کو اس قافلہ سے
تعلق تھا اور یون آنحضرت محمد کی دشمنی ہی کیا کم غرض مشترک تھی۔ تمام مکہ
کے جنگ جو شہر سے نکل پڑے۔ مکہ کے اکثر اہل الراے اس خروج کے
مخالف تھے اور اخیر تک وہ مخالفت پر قایم بھی رہے مگر ابوجہل کی جوڑ بازی
کے سامنے کسی کا بس نہ چلا۔ ادھر آنحضرت چلے۔ اُدھر شام سے ابوسفیان
کا قافلہ آیا۔ مکہ سے تمام صنادید قریش ابوجہل کی رہنمائی مین چل کھڑے ہوئے
تھے۔ ابوسفیان ساحل بحر سے دب کر نکل گیا۔ مسلمانون کو خبر نہ ہونے پائی
اُسنے ابوجہل کو بھی واپس بلانا چاہا اور کہلا بھیجا کہ جب مال بچ کر لایا گیا تو پھر
جنگ سے کیا مطلب۔ مگر یہان تو اُسکی موت آ پہنچی تھی [illegible]
مدینہ سے چلتے وقت مسلمانون کو یہ علم نہ تھا کہ اس [illegible] تمام قریش
سے مڈ بھیڑ ہو جائیگی [illegible] تھے کہ [illegible]
مقابلہ ہوگا۔ جب مسلمانون کو معلوم ہوا کہ جنگ کا [illegible] تو آنحضرت
نے مسلمانون کا امتزاج لینا چاہا [illegible] مین توکل [illegible] ہی سے تھے
انکی مستعدی کچھ مستبعد نہ تھی لیکن [illegible] آنحضرت بہت محظوظ

ہوئے۔ مدینہ کے مسلمانون نے کہا کہ ہم حضرت موسیٰ کی نافرمان امت نہین ہین کہ "اذہب انت وربک فقاتلا" کہکر الگ ہو جائین۔ ہم آپ کے ساتھ سر بسینہ کو طیار رہین۔

ابو سفیان کی بابت ابوجہل کے ساتھیون سے فی سبب بھی یہ بحث ہوتی رہی کہ آیا مقاومت ہے یا واپس جانا۔ کثرت راے واپس جانے پر تھی لیکن ابوجہل کو لڑائی کی زیادہ تمنا تھی۔ اسنے اخیشون عامر کو کہ جسکا بھائی عمر سریہ عبداللہ مین مارا گیا تھا۔ وہ ننگے سر "واعمراہ" کہتا ہوا لشکر مین شور مچانے لگا۔ اس آخری فکر مین ابوجہل کامیاب ہوا اور لڑائی چھڑ گئی۔

اس جنگ مین ابوجہل کے ساتھ ساڑھے نوسو لڑنے والے تھے اور کچھ ابوسفیان کے بھی ساتھ تھے۔ انکے مقابلہ مین مسلمانون کی تعداد بہت کم تھی۔ بیان کیا گیا ہے کہ صرف تین سو پانچ مسلمان اس لڑائی مین آنحضرتؐ کے شریک تھے جنمین سے اسی تو مہاجرین تھے اور باقی انصار تھے۔ جو لوگ مکہ سے مدینہ مین آکر آنحضرتؐ کے ساتھ بسے تھے وہ مہاجر کہلاتے تھے۔ اور مدینہ کے مسلمان انصار بولے جاتے تھے۔

جنگ کی ابتدا یون ہوئی کہ تین کافر قریش یعنے عتبہ وغیرہ نے میدان جنگ مین آکر مرد مقابل طلب کیے۔ تین شخص انصار کے بڑھے لیکن انھون نے کہا کہ ہم انسے لڑنا ننگ سمجھتے ہین۔ یہ سنکر مہاجرین سے حمزہؓ۔ علیؓ۔ عبیدہؓ سامنے آئے۔ حمزہؓ اور علیؓ نے تو اپنے مبارز کو فوراً ہی ہلاک کیا لیکن عبیدہؓ سے برابر کی لڑائی ہوئی۔ عبیدہؓ نے زخم کھایا اور اپنے مبارز کو بھی

زخمی کیا حمزہؓ اور علیؑ نے پہونچکر عتبہ کے مبارز کو بھی ہلاک کیا۔ اسکے بعد پوری جنگ شروع ہوئی۔ کفار کا تکبر اور پھر اُسپر سے باہمی اختلاف آرا ایک طرف تھا اور دوسری طرف دل جلے مسلمان اور سب سے بڑھکر تائید غیبی۔ میدان مسلمانون کے ہاتھ رہا۔ بہت سے کفار مارے گئے اور قید کیے گئے۔ کفار بھاگے تو مسلمانون نے تعاقب کیا۔ حالت تعاقب مین کچھ کفار اسیر ہوئے اور مال غنیمت مسلمانون کے ہاتھ آیا۔ مقتول کفار کی تعداد ستر بیان کی گئی ہے اور اتنے ہی اسیر بھی ہوئے تھے۔ مسلمانون کی طرف سے صرف ۱۴ مسلمان کام آئے جنمین سے چھ مہاجر تھے اور آٹھ انصار۔

اس لڑائی مین تمام بڑے بڑے دشمن اسلام کے مارے گئے۔ وہ لوگ جو ہجرت کی رات مکہ مین خانۂ رسول کے محاصر تھے باستثنا ایک شخص کے جو بعد کو مسلمان ہوا اور سب کے سب مارے گئے۔ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ مسلمانون کے دشمن معدوم ہوگئے تھے۔ جوش جاہلیت نے اور نئے نئے دشمن پیدا کیے جنکی لڑائیون کا حال مفصل تاریخ الاسلام مین مندرج ہے۔

ابتداے اسلام کی حالت ہی ایسی تھی کہ فوجی قانون (مارشل لا) جاری کیے بغیر کام نہ چلتا۔ کہین دو چار ابوجہل مدینہ مین بھی پیدا ہوجاتے تو مسلمانون کا رہنا دشوار ہوجاتا۔ اسلیے اہل مدینہ اور [illegible] کے یہودیون سے جب کوئی زیادتی ہوتی تھی تو پھر بدلہ لینے میں [illegible] تامل نہ کرتے تھے لیکن کسی حالت مین وہ انصاف [illegible] تجاوز نہ ہوتے تھے۔ اور ایک بات اور بھی تھی کہ مدینہ مین آنحضرتؐ کی حالت سلطان وقت

لی سی تھی - اور سلطان وقت کے خلاف سازش کرنے والے باغیوں کو سزا دینا ہر حالت میں ضرور تھا -

پہلے عرب میں کوئی بادشاہ نہ تھا نہ کوئی بادشاہی قانون تھا - آپس کے دستور اور معاہدے کے مطابق ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے برتاؤ رکھتا تھا - اور قبیلہ کے سردار گویا قبیلہ کے حکمران ہوتے تھے جب مسلمان مدینہ میں آئے تو قرب جوار کی قوموں سے دستور کے مطابق معاہدے ہوئے کہ ایک دوسرے کا پاس لحاظ اور باہم حرمت و احترام قایم رہیں - مدینہ میں ایک قبیلہ یہودیوں کا بنی قینقاع تھا یہ لوگ اپنے معاہدہ پر قایم نرہے مسلمانوں سے بے ادبیاں شروع کیں - ایک مسلمان عورت سے تمسخر کرنے پر فریقین کے ایک ایک آدمی مارے گئے - پیغمبر خدا نے انکو بلا بھیجا اور آشتی کی گفتگو کی مگر ان لوگوں نے کچھ خیال نہ کیا وہ کہنے لگے کہ قریش پر غالب رہنے سے آپ کچھ گھمنڈ نہ کیجیے - وہ فن جنگ سے واقف نہ تھے ہم لوگ اس فن کے ماہر ہیں - ہم سے ملو تو سمجھئے اہل سیر نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کے عروج پر وہ لوگ حاسد بھی تھے منجملہ باہم لڑائی کی ٹھہر گئی - جب مسلمان پہونچے تو وہ اپنی گڑھی میں پناہ گزین ہو گئے اور پھر پندرہ دن کے بعد اسیر ہوئے - اخیر میں شہر بدر ہونے پر وہ راضی ہوئے اور اسی شرط پر انکی جان بخشی کی گئی -

ابو سفیان نے قسم کھائی تھی کہ محمد یا اصحاب محمد سے انتقام لیے بغیر وہ عورت سے صحبت نکرے گا نہ سر میں تیل ڈالے گا - آنحضرت سے اب انتقام لینا آسان نہ تھا اسلیے محض قسم اوتارنے کو وہ کچھ آدمی لیکر نواحی مدینہ تک آیا اور

سے تین میل کے فاصلہ پر ایک مسلمان اور اسکے ایک مزدور کو مارکر اور چند
خوشے کے درختوں اور رہنے کے گھروں میں آگ لگا کر چلا گیا۔ آنحضرتؐ نے
جاکر تعاقب کیا لیکن ابو سفیان بھاگا اور بھاگتے ہوئے بار شتر ہلکا کرنے کی
غرض سے سویق (ستو) کے بورے گراتا گیا۔ اسی وجہ سے اسکا نام غزوہ
سویق رکھا گیا۔

عراق اور مکہ کی راہ میں مدینہ سے تین منزل کے فاصلہ پر قرقرۃ الکدر واقع
ہے۔ مسلمانوں کو خبر پہونچی کہ وہاں بنو سلیم اور بنو غطفان فساد کے لیے جمع
ہوئے ہیں۔ آنحضرتؐ نے اُنپر چڑھائی کی۔ وہ لوگ تو بھاگ گئے لیکن اُنکے
چرواہے ۵ سو اونٹ سمیت گرفتار ہوئے سال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم ہوا
ان چرواہوں میں یسار نام ایک غلام تھا وہ آنحضرتؐ کے حصہ میں آیا اور مسلمان
ہوا۔ آنحضرت نے اُسے پھر آزاد کر دیا۔

اب ہجرت کا تیسرا سال شروع ہوا۔ ہجرت کے دوسرے سال اور حکم جہاد
کے پہلے ہی سال آنحضرتؐ نے حکمرانی کی ایک حیثیت پیدا کر لی تھی۔ آپ
مسلمانوں کے سردار اور مقتدا تو تھے ہی اب گرد و نواح کے لوگ بھی آپ کا خیال
رکھنے لگے جو عداوت اور کینہ رکھتے تھے (اور ایسے لوگ بہت تھے خود انھا
میں کتنے منافق تھے) وہ بھی کھلم کھلا اظہار بغض میں تکلف کرتے تھے۔ اور
تکلف نہ کرتے تو باغی قرار پاکر اپنے اعمال کی سزا پاتے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کو
معلوم ہوا کہ مدینہ سے کچھ تھوڑی دور پر نواحی نجد میں بمقام ذی امر کچھ یہود
ایسے جمع ہوئے ہیں کہ مسلمانوں پر اچانک آ پڑیں اور نقصان پہونچائیں آنحضرت

نے خود پیشقدمی کی اور کوئی ساڑھے چار سو آدمی ساتھ لیکر موقع پر پہونچ گئے۔ یہود پہاڑون مین جا چھپے اور مقابلہ نہ کر سکے۔ مسلمان مطلع ہو کر ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ آنحضرتؐ ایک درخت کے نیچے تنہا سو رہے تھے کہ ایک یہود غورث یکبیک پہاڑی سے اونرا اور کہنے لگا "مین یہمنک منی" بتاؤ تمھین کون بچائیگا۔ آنحضرت نے کہا اللہ تعالی۔ یہ سنتے ہی وہ ایسا مرعوب ہوا کہ تلوار اسکے ہاتھ سے گر پڑی۔ آنحضرتؐ نے اسکی تلوار ہاتھ مین لیکر پوچھا کہ اب بتاؤ تمھین کون بچائیگا۔ اس یہود کے منھ سے نکلا "اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ" یعنے وہی اللہ جس نے اپنے رسول کو بچایا۔ اس غزوہ مین کوئی لڑائی نہین ہوئی نہ کچھ مال غنیمت دستیاب ہوا۔

جب مکہ والون کو معلوم ہوا کہ مسلمانان مدینہ ہماری تاک مین رہتے ہین تو انھون نے یثرب یعنے نواحی مدینہ کا راستہ چھوڑ کر عراق عرب یعنے مدینہ سے مشرق ہو کر شام جانے کا ارادہ کیا۔ مسلمانون کو اسکا پتہ لگ گیا۔ زید بن حارثہ کو آنحضرتؐ نے روانہ کیا۔ قریش بھاگ گئے۔ ابکی انکے ساتھ مال بہت تھا اسلیے بہت کچھ نقد و جنس مسلمانون کے ہاتھ لگا۔

کعب بن اشرف یہودی بڑا ہی بدذات شاعر تھا۔ مدینہ کے قریب ہی ایک ٹیلہ پر حصار مین رہتا تھا۔ اپنی قوم کا سردار اور دولتمند بھی تھا۔ جنگ بدر کے بعد یہ مکہ مین گیا اور جانے کی غرض صرف یہ تھی کہ قریش کو اپنی سحربیانی سے مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے مستعد کرے۔ اسکا فساد مسلمانون کو کھلا تھا۔ آنحضرت کے ایما سے چند انصار نے اسے قتل کر ڈالا وہ اپنے کردار کو

پہونچا اور اسلیے اسکے اعزہ نے زیادہ شور وغل نہین کیا۔

قریش نے پورے طور پر سامان کرکے دوبارہ مدینہ پر چڑھائی کی۔ عباس بن عبد المطلب نے پہلے سے آنحضرتؐ کو مطلع کر دیا تھا۔ مدینہ کے قریب قریش پہونچے تو مسلمانون نے مشورہ شروع کیا۔ آنحضرت کی راے یہ تھی کہ لوگ مدینہ سے باہر نہ جائین۔ شہر مین گھس کر قریش کو لڑنا مشکل ہوگا اور مسلمانون کو بہت سہولت ہوگی۔ بعض اصحاب نے بھی یہی راے دی۔ لیکن وہان مسلمانون کا شوق شہادت بڑھا ہوا تھا اور جو لوگ بدر مین شریک نہ ہو سکے تھے وہ تو اور بھی زیادہ حریص تھے۔ آنحضرتؐ نے بھی یہی راے منظور کی جب آنحضرت ہتھیار لگا کر باہر چلنے لگے تو بعض اشخاص نے سوچا کہ پیغمبر خدا کی راے سے اختلاف کرنا ٹھیک نہ تھا۔ آنحضرتؐ نے سنکر کہا کہ "پیغمبر کی شان کے خلاف ہے ہتھیار باندھ کر کھول ڈالنا۔ اب جو ہونا تھا ہو چکا"

قریش تین ہزار کی جماعت سے آئے تھے انمین سات سو جوان زرہ پوش تھے۔ سردار فوج کا ابوسفیان تھا اور اسکے ماتحت بہت سے اکابر قریش تھے۔ دشمنون کی تعداد یونہی زیادہ تھی ہی لیکن مسلمانون نے غلطی کی کہ آنحضرت کی ہدایت پر کاربند نہ ہوئے۔ مسلمان بہت مارے گئے۔ کفار برابر کی لڑائی سمجھ کر واپس گئے۔ وہ بھی غنیمت سمجھے کہ بات رہ گئی۔

اسی سنہ ۳ھ مین آنحضرتؐ کو معلوم ہوا کہ قطن (ایک پہاڑ ہے فید کی طرف) مین قبیلہ بنی اسد کے چند مفسد جمع ہو کر مسلمانون پر حملے کا قصد رکھتے ہین۔ آنحضرتؐ نے "دشمن نتوان حقیر و بیچارہ شمرد" پر عمل کر کے ابوسلمہ مخزومی

کو ڈیڑھ سو مسلمانون کے ساتھ جنمین ابو عبیدہ بن جراح اور سعد بن وقاص
وغیرہ اکابر بھی تھے دشمن کی گوشمالی کو روانہ کیا۔ مخالفون نے مقابلہ نہ کیا
مسلمان فتحیاب ہوئے اور مع مال غنیمت کے واپس آگئے۔

اب سنہ ہجری کا چوتھا سال شروع ہوا۔ سال کے شروع ہی مین ایک
واقعہ ایسا پیش آیا کہ بہت سے انصار شہید ہوئے۔ قبیلہ نجد و بنی عامر سے
ابو برا نام ایک یہودی آنحضرتؐ کے پاس مدینہ مین آیا۔ مسلمان تو نہین ہوا
لیکن اسلام کا معتقد معلوم ہوا بظاہر یہ سمجھا گیا کہ وہ تنہا مسلمان ہونا نہین چاہتا
کل خاندان کے ساتھ مومن ہونا دنیاوی مصلحتون کے اعتبار سے مناسب
سمجھتا ہے۔ خود اسکی درخواست پر چالیس یا ستر اصحاب جنمین اکثر انصار تھے
روانہ کیے گئے تاکہ وہ لوگ اسکے وطن مین جاکر اسلام کا وعظ کرین۔ جو مسلمان
اسکے ساتھ گئے تھے بے سلاح تھے اور دھوکے سے مارے گئے۔

ایک مرتبہ تمام اکابر اصحاب کو آنحضرتؐ یہود بنی نضیر (مدینہ کے یہودیون کا
ایک قبیلہ) کے گھر لیگئے۔ وہان یہودیون نے آنحضرتؐ کو پتھر لنڈھکا کر شہید کرنے
کا ارادہ کیا۔ آنحضرتؐ کو پتہ لگ گیا۔ آنحضرتؐ نے قبیلہ بنو نضیر کی سزا
جلاوطنی تجویز کی۔

شہرت پائی آنحضرتؐ کو خبر پہنچی بنو المصطلق کا سردار حارث ابن ضرار
مسلمانون پر لشکر کشی کا ارادہ رکھتا ہے۔ تصدیق خبر کے بعد آنحضرتؐ نے خود
پیشدستی کی۔ یہود کی طرف سے دس آدمی مارے گئے اور بہت سے
گرفتار ہوئے۔ ادھر صرف ایک مسلمان شہید ہوا۔ لڑائی مین یہودیون کے

باعون اٹھ گئے۔ مال غنیمت کے ساتھ مسلمان واپس آگئے۔

اکثر مورخین کا بیان ہے کہ غزوۂ خندق اسی ۵ھ مین واقع ہوا۔ اس غزوہ کو غزوہ احزاب بھی کہتے ہین۔ بنو نضیر مدینہ سے جلاوطن ہوکر [illegible] عالم مین منتشر ہوگئے۔ حی بن اخطب [illegible] جو مع اپنے ساتھیون کے [illegible] جا کر مقیم ہوا تھا چند یہودیون کو ساتھ لیکر مکہ پہنچا۔ وہ لوگ آنحضرتؐ سے [illegible] والے تھے ہی۔ ان یہودیون کو [illegible] سرداران قریش نے غلاف کعبہ کے اندر گھسکر قسمیہ ارادت کی نسبت قسمین کھائین اور بہت ہی مستعدی اور یکدلی سے یہ لوگ باہر نکلے۔ چار ہزار آدمی تو قریش کے تھے اور چھ ہزار یہود اور اطراف مکہ کے لوگ جملہ دس ہزار کی جمعیت سے مسلمانون پر چڑھائی کی گئی۔ مدینہ کے قریب پہونچکر حی بن اخطب نے قبیلہ بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسید کو بھی گانٹھا اور اس طرح بنو قریظہ بھی قریش کے ساتھ مل گئے یہ لڑائی بڑے معرکہ کی ہوئی بالآخر کفار ناکام واپس گئے۔ اس لڑائی مین مخالفون کی کثرت تعداد پر لحاظ کرکے آنحضرتؐ نے اپنی فوج کو خندق کھودکر محصور کر لیا تھا اس لڑائی مین بنو قریظہ نے بدعہدی کرکے کفار عرب کا ساتھ دیا تھا اسلیے وہ سب کے سب قتل کیے گئے۔

اسی ۵ھ کے اخیر مین آنحضرتؐ کو معلوم ہوا کہ دومۃ الجندل مین کچھ لوگ جمع ہوکر قطاع الطریقی کرتے ہین۔ راہ چلنے والون کو سخت مصیبت کا سامنا ہے۔ ہزار آدمی کی جماعت سے آنحضرتؐ روانہ ہوئے۔ وہ لوگ تو بھاگ گئے لیکن انکے مواشی مسلمانون کے ہاتھ آئے اور مال غنیمت سمجھے گئے۔ دومۃ الجندل

ایک قلعہ ہے جو مدینہ اور دمشق کے بیچ مین واقع ہے۔
آنحضرت کو خبر پہونچی کہ جماعت انمار اور ثعلبہ نے لشکر جمع کرکے مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا ہے۔ آپ نے خود سبقت کی۔ دشمنون نے مسلمانون کی ستعدی دیکھکر فرار اختیار کیا۔ مسلمانون کے پاؤن اس سفر مین زخمی ہو گئے تھے زخمون پر چیتھڑا لپیٹنے سے یا جھنڈون مین پیوند لگانے سے اس غزوہ کو ذات الرقاع کہتے ہین۔
حجاز کے کنارے ایک مقام رجیع نام ہے وہان سے کچھ لوگ مدینہ مین آکر بظاہر مسلمان ہوئے۔ اور چھ مسلمان ارکان دین سکھانے کو اُنکے ساتھ لگئے۔ وہ گھر پہونچکر اُنسے لڑے اور اکثرون کو مار ڈالا۔ قصاص خون کے لیے آنحضرت نے بنو لحیان پر چڑھائی کی لیکن اُنکے بھاگ جانے سے لڑائی کی نوبت نہین آئی اور اسی سلسلہ مین محمد بن سلمہ کو آنحضرت نے قضایا کی طرف بکر بن کلاب کی سرکوبی کو روانہ کیا۔ تھوڑے سے مقابلہ کے بعد دشمن بھاگ نکلے اور مسلمان کامیابی کے ساتھ واپس آئے۔
آنحضرت کے اونٹ مدینہ کے قریب چرتے تھے عبد الرحمن بن عتبہ نے اونٹون پر چھاپا مارا اور سلمہ ابن عمر بن رکوع نے لٹیرون کا تعاقب کیا جنگل مین سے وہ لوگ اونٹ لے چلے اور سلمہ نے درختون کی آڑ سے تیر مارنا شروع کیا۔ سلمہ برابر اُنکے پیچھے پڑا۔ اُنھون نے اونٹ چھوڑ دیے لیکن سلمہ نے اُنکو نہین چھوڑا۔ اپنے اپنے زرہ اور ہتھیار اُنھون نے پھینک دیے کہ انھین لیکر سلمہ پھر جائیگا لیکن سلمہ نہین ہٹا اور دشمن بہت تنگ ہوئے۔ اسکے بعد فریقین

کی طرف سے مدد پہونچ گئی اور دشمنون کو بھاگنے کا صاف راستہ بھی مل گیا دور تک مسلمانون نے دشمنون کا تعاقب کیا۔ اور جب پھر کر آئے تو رادہ مین چشمۂ ذی قرد کے پاس دیکھا کہ آنحضرتؐ مع اپنے صحابیون کے مسلمانون کی مدد کے لیے تشریف رکھتے ہین۔ مسلمانون نے پھر تعاقب کرنا چاہا مگر آنحضرتؐ۔ نے مانے نہ دی اور وہین سے واپس آئے۔

آنحضرت کو خبر ملی کہ قریش کچھ مال لیکر شام کی طرف جاتے ہین۔ زید بن حارثہ کو آنحضرتؐ نے اس مہم کے لیے تعینات کیا۔ بمقام عیص قریش کا کاروان ملا مال مسلمانون نے لوٹ لیا اور اہل کاروان کو گرفتار کر لیا۔

اسی سنہ ۶ھ مین آنحضرت کو خبر ملی کہ بنو بکر بن سعد خیبر کے یہودیون کے ساتھ سازش کر کے مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ رکھتے ہین۔ حضرت علیؓ ابن ابی طالب باغیون کی سرکوبی کو روانہ کیے گئے بمقام فدک دشمنون سے مقابلہ ہوا۔ دشمنون کو ہزیمت ہوئی اور مسلمان مال غنیمت کے ساتھ کامیاب واپس آئے۔

اسی سال ایک مرتبہ زید بن حارثہ کو شام کا سفر پیش آیا۔ انکے ساتھ بہت کچھ مال تجارت کا تھا وادی قری مین قبیلہ فزارہ کے لوگون نے حملہ کر کے مال اور اسباب انکے چھین لیے اور کچھ ساتھی انکے شہید بھی ہوئے۔ یہ ہزیمت پا کر مدینہ مین آئے اور یہان سے کافی مدد لیکر دشمنون کے مقابلہ کو گئے اور فتحیاب واپس آئے۔

آنحضرتؐ نے خواب مین اپنے کو مع اصحاب کے حج کرتے ہوئے دیکھا۔ صبح کو حج کا ارادہ کیا۔ کچھ تو زیارت کعبہ کا شوق اور کچھ وطن مین جانے کی خوشی

اکثر مہاجر اور آنکے ساتھ انصار بھی سامان سفر مین مشغول ہوئے۔ کوئی پندرہ سو لہ سو مسلمان آنحضرتؐ کے ساتھ چلے۔ اور ستر اونٹ قربانی کے لیے ساتھ ہو لئے یہ خبر قریش کو پہونچی اور اُنھون نے مزاحمت کا ارادہ کیا۔ آنحضرتؐ کو بھی قریش کا ارادہ معلوم ہوا۔ مکہ کے قریب ایک منزل پر چاہ حدیبیہ کے پاس مسلمان ٹھہر گئے اور وہین سے ایلچیون کی آمد ورفت شروع ہوئی۔ بالآخر کفار قریش نے مسلمانونکو حج کرنے نہین دیا اور مسلمان صلح کر کے واپس آئے۔

صلح کی گفتگو کرنے کو سہیل آیا۔ مسلمانون کے سامنے اُس نے تین شرطین پیش کین۔ ۱۔ چونکہ مسلمانون کی لوٹ مار سے قریش تنگ آئے تھے اسلیے پہلی شرط یہ پیش کی گئی کہ دس برس کے لیے مصالحت کی جائے اور اس درمیان مین ایک فریق دوسرے فریق کے مال یا جان سے کوئی تعرض نہ کرے ۲۔ اس سال مسلمان واپس جائین آیندہ سال حج کرنے آئین۔ ۳۔ کوئی شخص کفار کا مسلمان ہو کر مدینہ مین جائے تو آنحضرت اُسکے ولی کی درخواست پر اُسکو ولی کے حوالہ کر دین۔ لیکن کوئی مسلمان مرتد ہو کر مکہ مین واپس جائے تو قریش واپس نہ کرین۔ خیر پہلی شرط تو معقول تھی لیکن پچھلی دو شرطین مسلمانون کو بہت بُری معلوم ہوئین۔ مگر آنحضرتؐ نے کل شرطین منظور کر لین اور تیسری شرط کی نسبت یہ کہا کہ مرتد ہمارے کس کام کا وہ کفار ہی کے پاس رہے۔ رہے مسلمان وہ سچے دل سے مسلمان ہو کر اگر اہل قریش مین رہین گے تو کیا ہرج ہے۔

صلحنامہ کی تیسری شرط جو بظاہر مسلمانون کے لیے بہت ہی سخت تھی خود کفار کے لیے مضر ہوئی۔ اسکی صورت یون پیدا ہوئی کہ ابو بصیر بن اسید مکہ سے

مسلمان ہو کر مدینہ بھاگ آیا۔ یہان اسکے لینے کو دو شخص مکہ سے آئے اور آنحضرت نے صلح نامہ کے مطابق ابو بصیر کو ان دو شخصون کے حوالے کر دیا۔ وہ یہان سے تو انکے ساتھ چلا لیکن راہ مین اُسنے دھوکے سے ایک کو مار ڈالا اور دوسرے کا تعاقب کیا وہ بھاگا ہوا آنحضرت کے پاس آیا اور آنحضرت نے اُسے ابو بصیر کے ہاتھ سے بچایا۔ ابو بصیر کو یہ کھٹکا ہوا کہ شاید وہ دوسرون کے ساتھ پھر مکہ بھیجدیا جاوے اسلیے ایک روز وہ مدینہ سے چل کھڑا ہوا اور ساحل بحر کے قریب ایک مقام عیص نام مین جا کر رہنے لگا۔ ابو جندل بھی خبر پا کر اُسکے پاس کسی طرح پہونچ گیا۔ پھر تو یہ ہوا کہ جو مکہ سے بھاگتا وہ سیدھا عیص مین چلا جاتا۔ مدینہ کا رخ بھی نہ کرتا کہ آنحضرت کو صلحنامہ کی پابندی حوالگی مجبور کرتی۔ آہستہ آہستہ ایک بڑی جماعت مسلمانون کی وہان اکٹھا ہو گئی اور اُنھون نے قریش کے قافلون کے ساتھ وہی برتاؤ شروع کیا جو ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانون نے اختیار کیا تھا یعنے شام سے آنے جانے کوئی قافلہ انکی زد سے خالی نہ جاتا۔ کفار قریش نے تنگ آکر آنحضرت کے پاس کہلا بھیجا کہ ہم لوگ شرط سوم سے باز آئے آپ اپنے مسلمانون کو عیص سے طلب کر لیجیے۔ اب یہان گویا ہجرت مدینہ کے چھ برس کے بعد مسلمان ہونا قریش کے قومی قانون کا کوئی جرم باقی نہین رہا۔

طبقۂ دوم۔ (اسلام کا عروج زمانۂ رسول امین)

صلح حدیبیہ کے بعد تمام حجاز مین مسلمانون کی حکومت تو نہین قایم ہوئی لیکن اتنا ہو گیا کہ اللہ کا نام لینا اور آنحضرت کو اللہ کا رسول کہنا کوئی جرم نہ رہا

ہر شخص اطمینان کے ساتھ علانیہ ارکان اسلام ادا کرتا تھا اور دوسرون کو مسلمان ہونے کی ترغیب دیتا تھا۔ جب عرب مین ایک گونہ اسلام نے جڑ پکڑی تو آنحضرت کو دوسرے ملکون مین دعوت اسلام کی فکر ہوئی۔ آپ اللہ کے رسول تھے۔ تو رسالت کا انجام دینا بھی لازم تھا۔ چنانچہ گرد ونواح کے بادشاہون کے پاس آپ نے دعوت اسلام کے خطوط بھیجے۔ یہ خطوط آخر ۶ھ مین بھیجے گئے۔ اور بعض مورخین کے نزدیک شروع ۷ھ کا یہ واقعہ ہے۔

نام خط لیجانے والے کا	نام ملک جہان خط بھیجا گیا	نام بادشاہ جسکو خط لکھا گیا
عمرو بن امیہ	حبشہ یا ابی سینیا	نجاشی
دحیہ کلبی	حمص (شام)	ہرقل
عبد اللہ بن حذافہ	مدائن (فارس یا ایران)	کسریٰ پرویز
حاطب بن ابی بلتعہ	سکندریہ (مصر)	مقوقس
شجاع بن وہب	دمشق (شام)	حارث بن ابی شمر غسانی
سلیط بن عمر	یمامہ	ہوزہ بن علی حنفی

ان مراسلات کا نتیجہ یہ ہوا کہ نجاشی شاہ حبشہ علانیہ آنحضرت پر ایمان لایا۔ باذان گورنر یمن جو شاہ ایران کی طرف سے متعین تھا دائرہ اسلام مین داخل ہوا۔ ہرقل شاہ شام بھی ایمان لایا لیکن ارکین دولت کے خوف سے علانیہ اظہار نکر سکا۔ ظاہر ہے کہ ان لوگون پر مسلمانون کا کوئی دباؤ نہین پہونچا تھا۔ اور نہ ابھی تک ان پر دباؤ پہونچانے کی قابلیت مسلمانون مین تھی۔ شاہ مصر ایمان تو نہین لایا لیکن آنحضرت کی بڑی عزت کی۔

تیرہ برس تک تو مکہ مین اسلام کو کوئی رونق نہین ہوئی۔ لیکن مدینہ کی ہجرت کے بعد ہی اسکی حالت بالکل دوسری ہوگئی اور چھ برس پورے نہین ہونے پائے تھے کہ ایران شام اور عرب تک ایک شور مچ گیا۔ صلح حدیبیہ مین ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ اسلام کو دور دور پھیلانے کی کوشش ہونا چاہیے آپس ہی مین لڑجھگڑ کر قوت زایل کردینا بے سود ہے۔

اب ہجرت کا ساتوان سال شروع ہوا۔ اسمین غزوہ خیبر کا سب سے بڑا واقعہ پیش آیا۔ غزوات سابق مین حضرت علیؓ نے جو کچھ ناموری حاصل کی تھی اُس سے کہین بڑھ کر اس لڑائی مین اُنکا نام ہوا۔ صورت اسکی یہ ہے کہ حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد آنحضرتؐ نے خیبر پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا یہ مقام مدینہ سے آٹھ منزل شام کی طرف ہے۔ اُس زمانہ مین یہان یہودی رہتے تھے۔ یہ لوگ بڑے زبردست اور سرکش تھے۔ بنو نضیر جب مدینہ سے اوجڑ کر وہان بسے تو انکے کہنے سے اہل خیبر نے جنگ خندق مین قریش کی مدد کی۔ حدیبیہ کی لڑائی مین بھی انکی شرکت کا مسلمانون کو اندیشہ تھا اور بڑا سبب تو یہ تھا کہ اللہ کے نام کا ظاہر کرنا مسلمانون کو مقصود تھا۔ ابتدا مین تو مسلمانون نے تلوار سے کام لینا پسند نہ کیا۔ لیکن اتفاقات سے مسلمانون کو اسلام پھیلانا کیا خود اپنی جان کا بچانا بے تلوار کے مشکل نظر آیا۔

اس لڑائی مین پندرہ مسلمان شہید ہوئے اور ترانوے یہود مارے گئے مسلمان خیبر سے کامیاب پھرے۔ خیبر کے باغون اور پیداوار آراضی کی نسبت یہ بندوبست کیا گیا کہ جو لوگ وہان اطاعت پذیر تھے اُنکے حوالے اہتمام کیا

گیا کہ نصف پیداوار وہ اپنی اجرت مین لین اور جو بچے آسے بیت المال مین داخل کیا کرین۔

خیبر کے قریب پہونچکر ایک آدمی اہل فدک کے پاس دعوت اسلام کے لیے آنحضرت نے بھیجا۔ ان لوگون نے کہا پہلے مسلمان اہل خیبر سے فرصت پالین جب ہم لوگون کو اسلام پر بلائین۔ خیبر فتح ہونے پر مسلمان ادھر متوجہ ہوئے فدک کے یہودنے نہ مسلمان ہونا پسند کیا اور نہ لڑنے پر جرأت کی مجبور ہو کر مصالحت پر رجوع ہوئے۔ نصف زمین فدک کی رسول اللہ کے نذر کی اور بقیہ نصف پر امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب کے عہد تک وہ قابض رہے اسکے بعد حضرت عمرؓ نے مصالح ملکی پر نظر ڈال کر پچاس ہزار درم پر انکا نصف حصہ بھی بیت المال کے لیے خرید لیا اور انکو شام کی طرف جلاوطن کر دیا کیونکہ ایسے لوگون کا جو خیالات بغاوت سے کسی طرح باز نہین آتے تھے ملک مین رہنا ملک کی کمزوری کا سبب ہوتا تھا۔

اسکے بعد وادی القریٰ اور تیما کے یہودیون نے جزیہ دینا قبول کر کے مسلمانون کی تبعیت اختیار کی۔

دوسرون کے ملک پر زبردستی چڑھ دوڑنا اور جزیہ لیکر چھوڑنا بظاہر مسلمانون کے اخلاق پر دھبہ لگاتا ہے اسلیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکی نوعیت بیان کی جائے۔

شروع شروع مسلمانون نے اپنے دشمنون پر محض انتقام کے لیے ہتھیار اُٹھایا جب وہ فی الجملہ مغلوب ہوئے تو آنحضرت کو حاکم وقت کی حیثیت اس لیے

تمام گرد ونواح میں بہ اسنی تھی (لونڈی شام میں مسلمانوں کے مال تجارت کا لوٹا جانا ابھی اوپر بیان ہوچکا ہے۔) نہایت برے طور کے قانون جاری تھے۔ چھوٹوں اور کمزوروں کے ساتھ نہایت خراب برتاؤ ہوتا تھا۔ تمام ظلم پھیلا ہوا تھا۔ مراسم تہیجسے سچی خوشی قوم سے مفقود تھی۔ آنحضرتؐ نے عام طور پر یہ ارادہ کرلیا کہ قرآن سے جنے قانون ربانی کے مطابق ہر جگہ انصاف کیا جائے۔ اسی غرض سے آپ نے دعوت اسلام شروع کی۔ دعوت اسلام کا یہ مطلب تھا کہ "تم لوگ اللہ کے قادر مطلق ہونے سے انکار نہ کرو اور بجائے اپنے ناقص قانون کے قرآن کے مطابق جو سب سے اچھا قانون ہے حقوق کا تصفیہ کرو" جسکا مختصر لفظوں میں یوں اظہار کیا جاتا تھا کہ " تم اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اگر تم اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان نہیں لانے تو خیر نہ سہی لیکن اتنا ضرور کرو کہ مسلمانوں کو اپنے ملک کا نگران قرار دو اور اُنکی حفاظت میں رہو تاکہ وہ تمھارے افعال کی نگرانی کرتے رہیں نگرانی کے لیے فوج رکھنا پڑے گی اُس کے خرچ کے لیے جزیہ دو" اُسوقت کے مسلمان اپنے افعال اور خیالات کی وجہ سے تمام دنیا کے باشندوں سے افضل تھے اور اسلیے ایسا کہنا اُن کو نامناسب نہ تھا اور بغیر اسکے وہ اپنے ملک میں بھی امن قایم نہیں رکھ سکتے تھے کسی ملک میں امن نہیں رہ سکتا جب تک سرحدی ملکوں کا عمدہ انتظام نہو کوئی گھر گندگی سے پاک نہیں ہوسکتا جب تک ہمسایہ کی گندگی رفع نہکی جائے۔ جزیہ عرب سے گزیت کا۔ مسلمانوں نے اسکا ایجاد نہیں کیا۔ نوشیروان ایسے عادل کے وقت میں بھی اسکا رواج تھا۔ اور یہ لفظ فارسی زبان کا ہے۔

جو لوگ مسلمانون کی حفاظت مین آتے تھے اُنکے مال اور جان کی حفاظت مسلمانون
پر فرض ہوتی تھی اور اسکے خرچ کے لیے ایک خفیف محصول جزیہ کے نام
سے لیا جاتا تھا۔ لیکن یہ محصول مسلمانون پر نہ تھا کیونکہ مسلمانون کا ہر فرد بشر
فوج کا ایک سپاہی تھا۔ ہر ایک پر ضرورت کے وقت مسلّح ہو کر میدان جنگ
مین آنا فرض تھا۔ اسی لیے وہ جزیہ سے عام طور پر مستثنیٰ تھے۔ اپنی جان کو
خطرہ مین ڈال کر ایک خفیف محصول سے اگر وہ مستثنیٰ کیے گئے تو یہ نہین کہا
جاسکتا کہ مسلمان اپنی قوم کے ساتھ ملکی معاملات مین کوئی رعایت کرتے تھے۔
بلکہ جزیہ کے بدلہ مین اس سے سخت تر اور زیادہ تر محصول بطور زکوۃ کے
مسلمانون کو دینا پڑتا تھا اور اسیلیے مسلمان گویا غیر قومون سے سخت تر حالت
مین تھے۔

اسکے بعد بہت سے چھوٹے قبیلون کے مقابلہ مین فوجین بھیجی
گئین جنکا تذکرہ تاریخی اغراض کے لیے چندان ضروری نہین ہے۔

سنہ ۷ھ تک مکہ اور مدینہ کے درمیان مین جتنے یہود تھے سب مسلمانون کے
زیر فرمان ہو چکے تھے۔ انسے اب کسی قسم کا کھٹکا باقی نہین رہا۔ سنہ ۷ ذیقعدہ مین
آنحضرتؐ نے زیارت کعبہ کا ارادہ کیا۔ قریب دو ہزار مسلمانون کے آپ کی
معیت مین روانہ ہوئے۔ جو لوگ ایک سال پہلے حدیبیہ تک جاکر واپس آئے
تھے اُنمین سے کوئی بلا وجہ معقول کے جانے سے باقی نہین رہا۔ تین
روز تک مسلمان مکہ مین رہکر واپس آئے اور اچھی طرح کعبہ کی زیارت کی۔

ساتوین سال کے اخیر اور آٹھوین سال کے شروع مین عمرو بن العاص اور

خالد بن ولید مسلمان ہوئے - اور اُنکے مسلمان ہونے سے مسلمانون کو بہت تقویت ہوئی - آگے چل کر ان دونون نے بڑے بڑے نمایان کام کیے - آنحضرت نے حاکم بصرہ کو ایک نامہ بھیجا - اغراض سلطنت کے لیے سرحدی بادشاہون سے نامہ و پیام کرنا ضرری تھا - حارث بن عمر نامہ بر تھے - راستہ مین انکو شرحبیل عمر عیسائی نے (کہ وہ امرا قیصر روم سے ایک امیر تھا) شہید کیا - آنحضرت نے یہ خبر سنکر جہاد کا حکم دیا - کوئی تین ہزار مسلمان اکٹھا ہو کر چلے - کچھ دور تک آنحضرت بھی انتظام درست کرنے کے لیے ساتھ آئے اسلیے اسکا شمار غزوات مین کیا جاتا ہے - شرحبیل کا بھائی سدوس مقابلہ مین آکر مارا گیا شرحبیل نے ڈر کر خود کو قلعہ مین بند کر دیا اور ہرقل سے مدد مانگی - بعض مسلمانون نے بھی محمد رسول اللہ کو مدد کے لیے لکھنا چاہا لیکن کثرت راے اسپر ہوئی کہ جب شہادت مین بھی عین کامیابی ہے تو پھر مدد مانگنے کی کیا ضرورت ہے کوئی لاکھ کے قریب عیسائیون کی فوج جمع ہوئی تین ہزار مسلمانون کا اتنے لوگون سے لڑنا آسان نہ تھا مسلمان شہید ہونا شروع ہوئے - زید بن حارثہ - جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ باری باری سے علم بردار (سردار لشکر) ہوئے اور مارے گئے - خالد بن ولید سب کے بعد علم بردار ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد آفتاب چھپنے سے لڑائی موقوف ہوئی - مسلمان تو مرنے ہی گئے تھے انکو کیا ڈر ہوتا - لیکن مسلمانون کی ثابت قدمی دیکھ کر عیسائیون کو بڑی تشویش ہوئی دوسرے دن خالد نے فوج کی آراستگی نئے طور سے کی - آگے کی فوج پیچھے اور دہنے جانب کی بائین جانب کر کے کچھ اس طور پر کھڑا کیا کہ دشمنون کو یقین

ہوگیا کہ کچھ نئے لوگ مدد کو آئے ہیں۔ اور پھر اس سے اُنکے پاؤن اُکھڑ گئے اس اثنا میں مسلمان بھی منھ موڑ چلے تھے لیکن بعض جان بازوں کے شرم دلانے سے پھر اُنکے جی کڑے ہوگئے۔ عیسائیوں کے بھاگنے پر خالد نے کچھ دور تک تعاقب کیا اور تعاقب میں کچھ مال بھی ہاتھ لگا۔ راستہ میں ایک مسلمان کو ایک عیسائی نے بےوجہ قتل کرڈالا۔ پھرتے وقت اسکی قوم کا مطیع مسلمان کرتے آئے۔ اسی لڑائی سے آنحضرتؐ نے خالد بن ولید کو سیف اللہ کا خطاب دیا۔ یہ لڑائی علاقہ شام میں دمشق کے قریب موتہ نام ایک گاؤن میں ہوئی تھی اسلیے اس سریہ کو سریہ موتہ کہتے ہیں۔ اور چونکہ کچھ دور تک آنحضرتؐ بھی ساتھ گئے تھے اسلیے غزوہ موتہ بھی کہتے ہیں

مدینہ میں خبر پہونچی کہ قبیلہ بنی قضاعہ اور بنو القین کے لوگ جمع ہوکر مدینہ پر چھاپا مارنا چاہتے ہیں۔ سعد بن وقاص کو آنحضرتؐ نے سرکوبی کے لیے تعنات کیا۔

اسی سال حضرت ابو عبیدہؓ قبیلہ جہینہ کی سرکوبی کو روانہ کیے گئے تھے۔ راستہ میں فوج نے بھوک کی تکلیف اُٹھائی۔ درختوں کی پتیان کھانے کی نوبت پہونچی۔

غیب سے فتح مکہ کا سامان مہیا ہوگیا۔ حدیبیہ کی صلح کے وقت یہ شرط ٹھہری تھی کہ قریش مسلمانوں کے حلیفوں یعنے ہم عہدوں سے مزاحم نہ ہونگے اور نہ قریش کے حلیفوں سے مسلمان مزاحم ہوسکتے۔ قریب خزاعہ اور بنی بکر یہ دو قومیں آباد تھیں۔ اول الذکر مسلمانوں کے حلیف تھے اور ثانی الذکر قریش کے

حلیف تھے۔ کسی وجہ سے انمین باہم تکرار ہوئی۔ قریش نے بنو بکر کی طرفداری کی بنو خزاعہ کے چند آدمی مسلمانون کے پاس دوڑے آئے۔ آنحضرتؐ نے نقض عہد کے لیے ایک معقول وجہ پائی اور فوراً مکہ پر چڑھائی کا ارادہ کر دیا۔ لیکن خفیہ طور پر۔ علانیہ اظہار پسند نہین کیا گیا۔

اپنے ارادہ کے چھپانے کے لیے آنحضرتؐ نے ابو قتادہ انصاری کو قبیلہ اضم (ازم) کی طرف بھیجدیا جو مدینہ سے تین منزل پر مکہ اور یمامہ کے بیچ مین واقع ہے تاکہ لوگ سمجھین کہ اسی طرف مسلمانون کا ارادہ ہے۔ ۱۰۔ رمضان ۸ھ کو آنحضرتؐ چلے اور راستہ مین تمام گرد و نواح کے مسلمان شریک ہوتے گئے۔ مکہ تک پہونچتے پہونچتے دس بارہ ہزار آدمیون کا غول آنحضرتؐ کے ساتھ تھا۔ کفار مکہ لڑ نہ سکے۔ مسلمانون کی حکومت مکہ مین قایم ہوئی اپنے دشمنون سے جو برتاؤ مسلمانون نے کیا وہ بہت ہی قابل قدر تھا۔ مفصل واقعات جاننے کے لیے تاریخ الاسلام پڑھنا چاہیے۔

مکہ مین خبر پہونچی کہ ہوازن اور ثقیف کے قبیلے مسلمانون سے لڑنے کے لیے طیار ہین اور کہتے ہین کہ قریش شہر کے رہنے والے فن جنگ سے واقف نہ تھے جب ہی مسلمانون نے انکو دبا لیا۔ آنحضرتؐ کو یہ خبر پہونچی تو آنحضرتؐ نے جنگ کا سامان کیا۔ بارہ سولہ ہزار کی جمعیت سے آنحضرتؐ مکہ سے نکلے۔ وادی حنین (جو ایک مقام مکہ اور طائف کے بیچ مین ہے) تک مسلمان پہونچے تھے کہ ادھر سے غنیم کی فوج بھی آگئی۔ مسلمانون کو فتح ہوئی مگر سخت زحمتون کے بعد۔

سنہ ۹ ھ کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ نواحی حبشہ کے کچھ لوٹیرے جدہ مین اوتر آئے تھے انکی سرکوبی کو علقمہ بن محرز تعنات ہوا مسلمانون کو دیکھ کر ڈاکو بھاگ گئے اور لڑائی کی نوبت نہین آئی۔

شام سے کچھ لوگون نے آکر بیان کیا کہ نواحی شام مین وہان کے بادشاہ کی طرف سے مدینہ پر چڑھائی کرنے کا سامان ہو رہا ہے۔ آنحضرتؐ علیؓ ابن ابی طالب کو مدینہ مین خلیفہ کر کے خود شام کی طرف چلے۔

منافقین مدینہ کہنے لگے کہ محمدؐ نے اپنے عزیز کو اس سخت سفر مین ساتھ نہین لیا۔ اسلیے حضرت علیؓ ابن ابی طالب بھی راستہ مین آنحضرتؐ سے جاملے اور کہنے لگے کہ جب مین تمام غزوات مین شریک رہا تو اب مین کیون پیچھے رہون۔ یہ سفر دور و دراز تھا اور بہت سخت تھا۔ اسکے متعلق مورخین نے بہت سی حکایتین اور نقلین لکھی ہین اور یہ ایک اہم سفر خیال کیا جاتا ہے چشمۂ تبوک کے پاس مسلمانون کی فوج جاکر ٹھہری اور وہان معلوم ہوا کہ مسلمانون کے مقابلہ کے لیے کچھ بھی طیاری نہین کی گئی تھی کسی سے مقابلہ نہین ہوا اور نہ کچھ مال غنیمت حاصل ہوا۔ مسلمان جیسے گئے تھے ویسے ہی واپس آئے۔ غزوہ تبوک آخری غزوہ تھا اسکے بعد پھر آنحضرتؐ کو کسی لڑائی مین جانے کا اتفاق نہین ہوا۔

اس سال مین عرب کے مختلف مقامات سے لوگ آکر مسلمان ہوئے اور پھر اپنے وطن پہونچکر اسلام پھیلانے کی کوششین کین۔ اب مسلمان ہونا کچھ مشکل نہ تھا۔ اسلام کی وعظ تمام عرب مین رائج ہو چلی تھی۔ وفود (لوگون کا ایمان لانے کے لیے آنا) کی وجہ سے اس سال کو سنۃ الوفود کہتے ہین۔

آنحضرتؐ نے حج کا احرام باندھا ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان ساتھ تھے علیؓ بھی یمن سے آکر شریک ہو گئے تھے۔ تمام بیبیان آنحضرتؐ کے ساتھ تھین حضرت فاطمہؓ بھی ساتھ تھین۔ بروز شنبہ ۲۵۔ ذیقعدہ ۱۰ھ کو آنحضرتؐ مدینہ سے چلے۔ بے سلا ہوا کپڑا یعنے تہمت اور چادر سے احرام باندھا۔ عرفہ کے دن آنحضرتؐ نے اونٹ پر سوار ہو کر نہایت بلیغ خطبہ سُنایا اور عام طور پر پند و نصایح کے کلمات کہے۔ سب سے زیادہ آپس مین لڑنے جھگڑنے کی ممانعت کی۔ عورتوں اور کمزورون کے طریقہ گذران کی نسبت بہت کچھ ارشاد فرمایا[1]۔ احکام قرآن پر مطیع رہنے کی سخت تاکید کی۔ پھر لوگون سے پوچھا کہ قیامت کے دن اگر تم سے پوچھا جائے کہ محمد تم مین کیسا تھا تو کیا جواب دو گے۔ لوگون نے کہا کہ ہم کہین گے کہ اُسنے رسالت اور امانت کا حق ادا کیا۔ ارشاد اور نصیحت کے شرایط پورے طور پر بجا لایا۔

اسی روز آیت "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا" اُتری جسکا ترجمہ ہے۔ آج مین نے تم لوگون کے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا۔ اپنی نعمت تم پر پوری کی۔ تمھارے لیے دین اسلام کو مین نے پسند کیا۔ اور اس آیت سے سمجھا گیا کہ پیغمبر خدا کی وفات کا زمانہ قریب آ

[1] دیکھو اسلام قایم ہونے کے بعد ہی عورتون کے مدارج بڑھانے کی طرف پیغمبر خدا مستعد ہوئے۔ عورتون کا اعزاز جو پہلی قومون کے وقت مین بڑھا اُسپر اب تک مسلمان مورخون کو ناز ہے۔ اب مسلمانو نمین جو عورتون کی سچی عزت مفقود ہو اسکا سبب یہ ہے کہ قوم سے تمام اچھی باتین مفقود ہو گئین۔ وہ کون سی خوبیان ہین جو موجود ہین۔ اور کونسی برائیان ہین جو موجود نہین ہین۔ ہم اپنے اعمال و افعال کے اعتبار سے بدتر ہین۔ علاوہ برین اچھی باتین بھولا چاہتے ہین وہ ہم مین نہین ہین۔ ایک مردہ قوم سے اور کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ یار ہین جنکلین جسطرح اپنی بیبیون کی پرواہ رکھتے ہین اُسی طرح مسلمان اپنی بیبیون کی عزت اور خاطرداریان کرتے تھے بلکہ چند باتون مین ہم کہہ سکتے ہین کہ اُس سے زیادہ

کیونکہ تکمیل دین کے بعد رسول کے رہنے کی ضرورت باقی نہین رہتی۔
چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چند مہینون کے بعد آنحضرتؐ نے دنیا سے رحلت کی

نیس لٹریچر ایک نہایت عمدہ اور مستند کتاب ابھی حال مین انگلستان مین شائع
ہوئی ہے اُسمین مفصلہ بالا خطبہ کی چند باتین منتخب کر کے لکھی گئی ہین اور
وہ آنحضرت محمدؐ کی آخری اسپیچ سے تعبیر کی گئی ہین اُنکا نقل کرنا خالی از لطف
نہین ہے۔

(۱) صاحبو! سُن رکھو۔ اس سال کے بعد پھر مجکو تم سے ملنے کا اتفاق ہو یا نہو

(۲) تم سب کے جان و مال محترم ہین اور تمین روز قیامت تک ایک کو مقابل
دوسرے کے دست اندازی کا حق نہوگا۔

(۳) خدا نے توریث مین ہر ایک کا حصہ مقرر کر دیا ہے اسلیے ورثا کی مضرت کے
ساتھ وصیت درست نہین ہے۔

(۴) لڑکے کو مان باپ کا ہو کر رہنا چاہیے اور جو اس ازدواج کے متعلق (جس سے
لڑکون کے حقوق پیدا ہوتے ہین) گڑبڑ کریگا سنگسار کیا جائیگا۔

(۵) تم کو اپنی بیبیون کے مقابلہ مین ایسے حقوق ہین جنکا تم مطالبہ کرو اور اسی طرح
بیبیون کے حقوق تم لوگون پر ہین جنکو وہ طلب کر سکتی ہین۔ اپنی عورتون کے
ساتھ اچھے سلوک کرو۔

(۶) دیکھو اپنے غلامون کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو۔ جیسے کپڑے خود پہنتے ہو
ویسے ہی اُنکو بھی پہناؤ۔ اور اگر وہ ایسی خطا کرین جنکو تم معاف نہین کر سکتے
تو اُنکو بیچ ڈالو کیونکہ وہ بھی خدا کے بندہ ہین اُنکو ایذا دینا نہ چاہیے۔

(۷) مسلمانو! میری بات سنو اور خوب سمجھو۔ جان رکھو کہ ہر ایک مسلم دوسرے مسلم کا
بھائی ہے۔ تم سب ایک ہی درجہ مین ہو اور ایک ہی برادری کے ہو گے
گویا یہ ایک وصیت نامہ ہے پیغمبر خدا کا اپنی اُمت کے حق مین اور ایسا
وصیت نامہ جو بالکل ضروری ہدایتون سے بھرا ہوا ہے اور سرتاپا حکمتون اور
خوبیون سے مملو ہے۔ حتی کہ غیر مذہب والے نے بھی اسکی خوبیون کو تسلیم
کر کے حالات پیغمبر یا حالات اسلام مین اسکا انتخاب چھاپا ہے۔ اور اسوقت کے
مسلمان ہین کہ اس وصیت کی ایک ہدایت پر بھی عمل نہین کرتے۔ اور پھر دعویٰ
کرتے ہین کہ ہم اُمت محمدی ہین۔ اپنے ساتھ دین محمدی کی بھی مٹی خراب کرتے
ہین۔ جیسے اعمال ہین ویسی ہی حالت بھی ہے۔

طبقات اول و دوم کے پڑھنے سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ کن مجبوریون
سے آنحضرت نے تلوار اٹھائی تھی اور پھر کن وجوہ سے تلوار کا نہ چھوڑنا مناسب
تصور کیا تھا۔ شاہ عرب ہونے کے بعد آنحضرت پر حفاظت ملک کے لیے باغیون کا
زیر کرنا۔ دشمنون سے خود کو بچانا اور انکی سازشون کا فرو کرنا لازم تھا۔ اور اسکے
ساتھ ہی سرحدی قومون کا بھی انتظام کرنا ضروری تھا۔ آنحضرت کا ایلچی ملکی اغراض
کے لیے بصرہ گیا۔ بصرہ کی بد انتظامیون کی وجہ سے وہ قتل کیا گیا۔ برٹش گورنمنٹ
کو جس طرح اٹھارھوین صدی کے وسط مین بہ حیثیت ایک عادل گورنمنٹ ہونے
کے واجد علی شاہ اودھ کے ملک کا انتظام کرنا لازم آیا تھا۔ اسی طرح آنحضرت پر
بھی صحیح اعتبارات سے زید کا بصرہ کی طرف بھیجنا لازم تھا۔ زید وہان شہید ہو گئے۔
جب پیغمبر کی بیماری شروع ہو گئی تو اسامہ بن زید کو دوبارہ سردار فوج کر کے روانہ

کرنا ملکی اغراض کے لیے لازم آیا - یہ ان لوگوں کے سمجھانے کے لیے ہے جو آنحضرت کو افضل البشر اور برگزیدہ عالم نہیں سمجھتے ورنہ آنحضرت کو برگزیدہ خلائق سمجھنے والے توہمات باطلہ سے اپنے دل خالی رکھتے ہیں - ایک مضمون اخلاق محمدی کے عنوان سے آیندہ درج کیا جاتا ہے - اس مضمون کے بعد ہی اسکو پڑھنا چاہیے اور اسکے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ آنحضرت ایسے برگزیدہ شخص کے لیے میدان جنگ کی خدمت نہایت ہی سخت تھی - لیکن اسکے ساتھ ہی پیغام رسالت کا بندون تک پہونچانا بھی لازم تھا - اور جو دشواریان سد راہ ہوں استقلال کے ساتھ انکا مقابلہ کرنا بھی لابدی تھا - غرضکہ آنحضرت نے جو کچھ کیا وہ تبلیغ رسالت کی شان تھی - حکمرانی نہ تھی پاسبانی تھی -

طبقہ اول اور دویم مین صاف عیان ہے کہ اشاعت اسلام کے لیے کبھی تلوار نہین چلائی گئی - اسلام کو اسلام کی حیثیت سے دیکھنا ہو تو اسکو انہین طبقات مین دیکھنا چاہیے -

طبقہ سیوم (صحابہ رسول کا زمانہ)

اس طبقہ مین خلفاے اربعہ یعنے حضرت ابوبکرؓ - حضرت عمرؓ - حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا ذکر ہے - بعد پیغمبر کے حضرت ابوبکرؓ سرسری انتخاب مین جانشین ہوئے اور دو برس بعد انکے مرنے پر انکی وصیت کے مطابق حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے - حضرت عمرؓ دس سال سلطنت کرکے مقتول ہوئے اور انکی ہدایت کے مطابق چند شخصون کے باہمی انتخاب سے حضرت عثمانؓ جانشین ہوئے حضرت عثمانؓ کو بارہ سال کی حکومت کے بعد باغی مسلمانون نے قتل کیا -

مورد است کہ بعد مسلمانان مدینہ کے انتخاب سے حضرت علیؓ امیر المومنین ہوئے
حضرت علیؓ کی نسبت مخالف مسلمانوں نے یہ الزام لگایا کہ باغیوں کی حمایت
انھوں نے کی۔ حضرت عثمانؓ بنو امیہ سے تھے اور اسلیے بنو امیہ کا خاندان
حضرت علیؓ کے خلاف قائم ہوا اور بیس برس تک مسلمانوں میں فتنہ و فساد
برپا رہا۔ اہل سنت وجماعت ان چاروں خلفاء کو برحق مانتے ہیں اور انکے
زمانہ کو قابل سند قرار دیتے ہیں اسلیے طبقہ سیوم میں ان چاروں خلفاء کے
عہد کے فتوحات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ پیغمبر خدا کے مرنے پر مسلمانوں کی
حکومت نہایت خطرہ میں پڑ گئی تھی۔ پیغمبر کے آخری زمانہ میں چند جھوٹے پیغمبر
جا بجا پیدا ہو گئے تھے۔ پیغمبر کے مرنے پر انھوں نے زور پکڑا۔ اطراف مدینہ کے
مسلمانوں نے زکوٰۃ بند کر کے بغاوت کی دھمکی دی۔ غیر قوموں نے مدینہ پر
چڑھائی کی طیاریاں کیں اور اُسامہ کے ساتھ سرداران عرب کو بہ معہ سپاہیوں
کے شام کی طرف بھیجنے کا جو ارادہ پیغمبر خدا نے کیا تھا حضرت ابوبکرؓ نے اُسکا
روکنا پسند نہیں کیا۔ بعض نے یہ رائے دی کہ زکوٰۃ بند کرنے والے مسلمانوں
کے مقابلہ میں ہتھیار نہ اُٹھانا چاہیے۔ حضرت عمرؓ کہتے تھے کہ باغی مسلمانوں
کے مقابلہ میں ہتھیار چلانے میں حضرت ابوبکرؓ کا استقلال ہمیشہ کے لیے اسلام
کی استواری کا سبب ہوا۔ حاکم وقت کی اطاعت سے منہ موڑنے والا کسی
طرح واجب الرعایت نہیں ہوسکتا تھا۔ غرضکہ حضرت ابوبکرؓ نے ابتداے
زمانہ میں جتنی لڑائیاں روا رکھیں وہ اکثر از قسم حفاظت خود اختیاری یا رفع
بغاوت کے لیے تھیں۔

اسکے بعد ایرانیون اور شامیون کا مقابلہ ہوا - ایرانیون سے مقابلہ یون
ہوا کہ ۱۲ھ مین بنو شعبان کا ایک رئیس مثنیٰ ابن حارثہ مدینہ مین آکر مسلمان
ہوا اور اپنے ساتھ کچھ مسلمان کوفہ کی طرف لیجانے کی درخواست کی - مثنیٰ
نے ایرانیون کے مظالم اور اُنکی زیادتیان اس درجہ بیان کین کہ اُن مسلمانون
کی حفاظت کے لیے جو مثنیٰ کی وجہ سے آیندہ وہان پہنچتے کچھ آدمیون کا مدینہ
سے جانا مناسب معلوم ہوا - ایرانی نہایت ہی پُر از نخوت تھے - انھین کے
بادشاہ نے آنحضرتؐ کی گرفتاری کے لیے چار یا پانچ آدمی بھیجے تھے - وہ
اپنے مقابلہ مین کسی کو سمجھتے نہ تھے اور نہ کسی طرح سرحدی معاملات مین مسلمانون
کے حقوق کی وہ محافظت کر سکتے تھے - جو مسلمان کوفہ کو گئے تھے اُنکی سرداری
مثنیٰ سے متعلق تھی - کوئی باضابطہ فوج نہین بھیجی گئی تھی اور نہ فی الواقع چڑھائی
کا سامان کیا گیا تھا - لیکن وہان پہنچنے پر تمام گرد و نواح کے قبیلون نے جو
ایرانیون کی حکومت سے عاجز آ رہے تھے مسلمان ہو کر مثنیٰ کی بیعت کی اور
اسکے ساتھ ہی ایرانیون کی مخالفت بڑھی - مثنیٰ اپنی حالت سنبھال نہ سکا اور
گھبرایا تو اُسکی مدد کو خالدؓ بھیجے گئے اور بالآخر وہ اپنی کارگزاریون کے لحاظ سے
مسلمانون کی فوج کے خود بخود سپہ سالار ہو گئے - سواد اور حیرا کے حاکمون نے
جزیہ دینا قبول کیا اور اُنسے لڑائی نہین ہوئی -

ہم نے کئی جگہ یہ لکھا ہے کہ رقم جزیہ نہایت خفیف تھی - اور اُسکی وجہ سے
بے انتہا حقوق خدمت لینے کے جزیہ دینے والون کو پیدا ہو جاتے تھے -
اور اسکی وجہ سے مسلمانون پر بے انتہا ذمہ داریان اور سختیان عاید ہوتی تھین

جس طرح برٹش گورنمنٹ کے رزیڈنٹ اور سپاہی دیسی ریاستون مین نگرانی
اور حفاظت کے لیے تعنات رہتے ہین اور فوجی خرچ کے لیے کچھ خفیف
رقم دیسی ریاستون سے لیتے ہین اسی طرح جزیہ کی رقم مسلمان لیتے تھے۔
اور اگر بجاے جزیہ دینے کے کوئی دین اسلام قبول کر لے گو وہ مسلمانون کو
دھوکا دینے ہی کے لیے ہو جب بھی مسلمان اُسکو بھائی جاننے اور تمام حقوق
مین اپنا شریک قرار دینے پر فوراً راضی ہو جاتے تھے مسلمان جانتے تھے
کہ جب کوئی اُنمین شامل ہو گیا گو وہ فریب ہی دینے کی نیت کیون نرکھتا ہو وہ
مسلمانون کے اخلاق اور اطوار دیکھ کر ضرور سچا مسلمان ہو جائیگا۔ خلفاے
اربعہ کے وقت مین تمام لڑائیان یون ہین ہوئین کہ نیک نیتی سے مسلمانون نے
غیر قومون سے کہا کہ تم ہم مین ملجاؤ اور ہماری طرح تم بھی لوگون کی اصلاح
حال مین کوشش کرو۔ اور اگر تم مین اتنی ہمت نہین ہے تو ہمکو جان نثار
ہونے دو۔ اور دور سے بیٹھے ہوئے تماشا دیکھو کہ بنی نوع انسان کو ہم اخلاق
مین تمدن مین فارغ البالی مین۔ خدا شناسی مین راہ مستقیم پر لگا دیتے ہین۔
اور اگر تم ایسے دشمن نوع انسانی ہو کہ اسے بھی قبول نہین کرتے تو ہم جان نثاران
نوع انسانی کو جو تمام دنیا کی اصلاح کا بیڑہ اٹھا کر عرب سے نکلے ہین روک سکتے
ہو تو روکو۔ جو خط خالد نے شاہ کسریٰ کو لکھا تھا اُسکا ترجمہ یہ ہے

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

• خالد کی طرف سے بادشاہ عجم کسریٰ کو لکھا جاتا ہے کہ اللہ جس نے
تمہاری جمیعت متفرق کر دی اور سعادت سلطنت کو شقاوت سے

جل وربا اسکے شکر اور اسکی تعریف کے بعد کہا جاتا ہے کہ تم ۲۹

قبول کرو یا جزیہ دو نہین تو مین ایسی قوم کو تمھارے پاس بھیجونگا جو

موت کو اسی طرح پسند کرتی ہے جسطرح تم زندگی کو پسند کرتے ہو۔

اس خط مین پہلے اسلام اور اسکے بعد جزیہ کا ذکر ہے۔ اور اسی طرح خلفاے
اربعہ کے وقت مین جتنی لڑائیان ہوئین سب مین اسلام کے لیے پہلے کہا گیا
اور جزیہ کے لیے بعد کو کہا گیا۔ ناواقف لوگ جو اسوقت کے مسلمانون کے اخلاق
اور طرز تمدن سے واقف نہین ہین اسلام کا لفظ پہلے ہونا معیوب خیال کرتے
ہین اور کہتے ہین کہ مسلمان گردنون پر تلوار رکھتے تھے کہ مسلمان ہو جاؤ حالانکہ
ایسا کہنا بالکل ناسمجھی ہے۔ اسوقت کے مسلمان ہرگز تلوار سے مسلمان نہین
کرتے تھے اور نہ اتنے بیوقوف تھے کہ وہ تلوار کے ذریعہ سے قلوب کا بدلنا کہ اسلام
کو قلوب سے تعلق تھا ممکن سمجھتے تھے۔ وہ لوگ صرف اس غرض سے گھومتے
تھے کہ اطراف مین جو تاریکیان پھیلی ہوئی ہین اور جو مظالم شہرون کے مجبورون پر
ہو رہے ہین انکو مٹائین۔ ایران اور شام مین اور نیز دیگر اقوام عالم مین اسوقت
بے انتہا تاریکی تھی۔ ایک آدمی کو دوسرا آدمی پکڑ لیتا تھا۔ جانورون کی طرح
اس سے کام لیتا تھا۔ اور جانورون سے بھی زیادہ بیرحمی اور سختی سے اسکو
سزائین دیتا تھا۔ جسکو ذرا بھی اختیار ہوتا تھا وہ دوسرون کو مٹی مین ڈالنا چاہتا تھا
ڈاکہ مارنے۔ چوری کرنے۔ زنا کرنے کو لوگ عیب نہین سمجھتے تھے۔ اچھے برے
کا اعتبار نہ تھا۔ خیالات باطل نے تمام عمدہ صفات انسانی پر قبضہ کر لیا تھا۔
مہربان نے جب ہدایت ربانی کی جھلک آنکھ پر ڈالی تو مصر ایران شام خراسان

ہوم وغیرہ وغیرہ تمام عالم اُنکو دکھائی دے جینگا اور ہر ایک کو اُنہوں نے اُسی
تاریک اور عمیق گڑھے کے کنارے پر سوتا ہوا دیکھا۔ اُنہوں نے ایک نادان اور
بے حسیت انسان کی طرح عینک پھینک کر گھر میں رہنا پسند نہیں کیا بلکہ اپنی
جان کو خطرہ میں ڈال کر دوڑ پڑے اور کوشش کی کہ سونے والے کروٹ
لینے کے قبل جگا کر کھینچ لیں اور اگر دیکھیں کہ وہ یوں نہیں کھنچتا تو کمند ڈال کر
کھینچیں اور اس طرح اُسے بچا لیں۔ لیکن گرنے ندیں جب مسلمان غیر قوموں
میں گئے تو وہ اپنے دین کا شروع شروع ظاہر کرنا ضرور عبث سمجھتے تھے جانتے
تھے کہ اثر صحبت کے بغیر کوئی ہمکو اچھا نہیں سمجھیگا۔ اسلیے صرف وہ یہ کہتے
تھے کہ اگر آنکھیں ہیں تو کھولو اور دیکھو کہ ہم تم سے تہذیب میں۔ قوت بازو میں
اور استقلال میں بہت زیادہ ہیں۔ ہمکو اپنے ملک کا انتظام کرنے دو۔ اور خرچ
کے لیے کچھ دیا کرو۔ لیکن اگر مسلمان صرف اتنا ہی کہتے تو غیر قوم والے اُنکو
ضرور لالچی سمجھتے اسلیے وہ اپنے بچاؤ کے لیے جزیہ کے قبل اسلام کا لفظ
پیش کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارے شریک حال ہو جاؤ تو ہم تم ایک ہیں
اور اگر اتنی ہمت نہ ہو اور ہماری طرح سربکف ہو کر اصلاح قوم کا بیڑا اٹھانا تم سے
نہ ہو سکے تو اپنی جان و مال کا صدقہ زر نقد عنایت کرو۔ لیکن اسکے ساتھ ہی
مسلمان یہ بھی ضرور جانتے تھے کہ تلوار سے کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اور اسیطرح
[illegible] میں آیا۔ ابتداءً بہت کم مسلمان ہوئے زیادہ تر ایسے تھے جو جزیہ دینے پر
راضی ہوئے اور اثر صحبت نے اُنکو مسلمان بنایا۔

ایران کے ابتدائی مصر کے فاتح سے متعلق تھے لیکن وہ بہت جلد ایران کے

اُن مسلمانون مین جانے جو شام کی طرف گئے تھے شام مین بہت کچھ فتوحات
خالد نے کیے۔ اُس وقت کے مسلمانون مین خالد سے زیادہ فن جنگ سے
واقف کوئی دوسرا نہ تھا۔ تمام فوج کے سپہ سالار یہی تھے۔ تمام یورپین مصنف
انکی بہادری اور حکمت مین رطب اللسان ہین۔

اسی حالت مین خلیفہ اول کا انتقال ہوا اور خلیفہ دوم نے حکومت پائی۔
خلیفہ دوم نے پہلا حکم خالد کی معزولی کا صادر کیا۔ خلیفہ دوم نے خیال کیا کہ
مسلمانون کی فوج دین اسلام کی اشاعت کے لیے گئی ہے اسکی سرداری
کے لیے وہ شخص مناسب ہے جو زہد و تقوی اور ذکر خدا مین سب سے اعلی
درجہ کا ہو۔ فن سپہ سالاری کا اُستاد لشکر اسلام یعنے مذہبی فوج کی سرداری کے
لائق نہین ہے۔ خالد کے تمام نمایان کامون پر خاک ڈالکر خلیفہ دوم نے انکو
معزول کیا۔ فتوحات اسلام حضرت عمرؓ کے وقت مین بہت ہوئے اور حضرت عمرؓ
کے بعد خلیفہ ثالث کے اخیر وقت تک یعنے فتنہ و فساد پھیلنے کے قبل تک فتوحات
اسلام جابجا جاری تھے۔ ان وقتون مین جتنی لڑائیان ہوئین اُسمین مسلمانون
کی خود غرضیان شامل نہ تھین۔ صرف اشاعت دین اُنکا مطلب تھا۔ اشاعت دین
بھی وہ تلوار سے نہین کرتے تھے۔ تلوار سے صرف وہ اپنی مدد چاہتے تھے کہ
لوگ مسلمانون کو اجنبی سمجھ کر اُن سے نفرت ظاہر نہ کرین ورنہ مسلمانون کو اپنی کامیابی
کا پورا یقین تھا اور یقین کے مطابق ظہور مین بھی آیا کہ جہان وہ کسی سے ملتے تھے
جادو کر دیتے تھے۔ انکا ملنے والا پھر اپنی قوم کا دم نہین بھرتا تھا۔ باپ بیٹے سے اور بیٹے
باپ سے [illegible] لڑنے کے بعد [illegible] مگر وہ دونون جب مل گئے لیکن مسلمانون کی صحبت میں جو

اس مضمون کو ہم نے نہایت شرح وبسط کے ساتھ "ہند اور اسلام" مین بیان کیا ہے جہان ثابت کیا ہے کہ جہان تک اخیر زمانہ حضرت عثمانؓ مین مسلمان پہونچ سکے تھے صرف وہین تک اسلام ملکی مذہب ہوا۔ اسکے بعد کی لڑائیون نے صرف ملک فتح کیے۔ قلوب بہت کم مسخر کیے۔

خلیفہ دوم کے وقت مین کوفہ۔ بصرہ۔ سواد عراق۔ جبال۔ آذربائیجان۔ اہواز۔ شام۔ فارس۔ جزیرہ۔ موصل۔ مرو۔ مصر فتح ہوئے۔ اور یہ تمام فتوحات مہذب طریقہ سے ہوئے۔ مسلمانون پر کوئی مورخ جائز الزام عاید نہین کرسکتا۔ یہ ہم نہین کہتے کہ ان لڑائیون مین خونریزیان نہین ہوئین۔ خونریزیان ضرور ہوئین لیکن مسلمانون کی گردن پر خون ناحق کا بار نہین ہے۔ خواہ مخواہ کوئی گردن کٹواتا تھا تو اسمین مسلمانون کا کیا قصور تھا۔ کہنے والا اچھی بات بتائے اور سننے والا لڑنے کو تیار ہوجائے اور لڑائی مین مارا جائے تو مرنے والے کی ناعاقبت اندیشی ہے۔ کہنے والا بے خطا ہے۔

بہت سے فتوحات بے لڑے بھڑے بھی ہوئے۔ بیت المقدس فتح ہونے کی کیفیت یون بیان کی گئی ہے کہ جب ارطیون بیت المقدس کی طرف بھاگا عمر عاص نے اسکا پیچھا کیا۔ ارطیون نے در شہر بند کرلیا اور عمر عاص نے محاصرہ کیا۔ کچھ دنون کے بعد ارطیون نے عمر عاص کے پاس کہلا بھیجا کہ تم ناحق کوشش کرتے ہو اس شہر کا فتح کرنا تمکو نصیب نہ ہوگا۔ اس شہر کا فتح ہونا جس شخص کے ہاتھ سے ہماری کتابون مین لکھا ہے اسکا حلیہ تم سے نہین ملتا ہے۔ عمر عاص نے یہ خبر مدینہ کو بھیجی۔ عمرؓ ابن خطاب نے خود بیت المقدس کا ارادہ

کیا۔ انکا منشا اس سفر سے اپنی صورت کا دکھانا تھا یا بیت المقدس کی زیارت اصلی منشا رتھا۔ بہرحال وہ خود وہان پہونچے اور اس طرح پہونچے کہ ایک اونٹ پر بالکل معمولی کپڑا پہنے ہوئے عام لوگون کی طرح سادی وضع مین وہ شہر کے سامنے نمودار ہوئے۔ دشمنون کے دلون پر خلیفہ وقت کی سادگی کا بہت اثر پڑا اور اُسکے ساتھ اسلام کے سادے طریقون کی وقعت بھی اُنکے دلون مین قایم ہوئی۔ اکثر موّرخون کے قول کے مطابق اس امر کے بیان کرنے مین بھی کوئی مضایقہ نہین ہے کہ دشمنون نے بیت المقدس کے فاتح کا حلیہ اپنے پیشوایان مذہب کی پیشینگوئیون کے مطابق پایا۔ ابوعبیدہ۔ یزید بن ابی سفیان اور خالد بھی وہان آگئے۔ بیت المقدس بے لڑے بھڑے فتح ہوگیا۔ بہت سے لوگ مسلمان ہوگئے۔ اسی سلسلہ مین اور بھی چھوٹے چھوٹے مقامات پر قبضہ ہوا۔ بیت المقدس کے فتح ہونے کے بعد پورے طور پر شام مین مسلمانون کا دور دورہ ہوگیا۔ جس طرح عرب کی حکومت فتح مکہ تک ادھوری تھی ویسے ہی بیت المقدس کی فتح تک شام کی حکومت سے مسلمان مطمئن نہ تھے۔

واضح رہے کہ مسلمان اپنے جائز امور مین بہت سخت تھے۔ غیر قوم سے تو کچھ نرمی بھی کرجاتے تھے لیکن مسلمانون پر ذرا بھی نرمی نہین کرتے تھے اور یہی وجہ اُنکی ترقی کی تھی۔ ۱۸ھ مین سردار فوج ابوعبیدہ نے شام سے خلیفہ دوم کو لکھا کہ بعض لوگ شراب پیتے ہین اور منع کرنے سے باز نہین آتے امیر المومنین نے لکھا کہ شراب کی حرمت مین جا سے شبہ نہین ہے جو اُسے

جو امین سمجھے اُسکی گردن ماردو کہ وہ مرتد ہوگیا۔ اور بُرا سمجھ کر پیتا ہے تو اُسپر
حدِ شرع جاری کرو کہ وہ مجرم ہے۔ یہ سُنکر شراب پینا لوگون نے یک لخت ترک کردیا
خلیفہ دویم کے بعد خلیفہ سیوم کا وقت آیا اور اُنکے عہد مین جزیرہ سائپرس
جزیرہ رودس کے لیے بحری لڑائیون مین مسلمان کامیاب رہے۔ شیراز۔ طبرستان۔
جرجان۔ نیشاپور۔ بلخ اور خراسان فتح ہوئے۔ غرضکہ سنہ ہجرت کے اکتیسوین (۳۱)
سال ختم ہونے کے قبل دنیا کے تمام مشہور مقامات پر مسلمان قابض ہوگئے
اخیر زمانہ مین آرمینیا بھی فتح ہوا گو پورا تسلط بعد کو ہوا۔ آرمینیا اور جزائر سائپرس
و رودس کے سوا اور تمام ممالک جو اُسوقت تک مفتوح ہوئے اُنمین تمام قومین
اپنے آبائی مذہب چھوڑ کر مسلمان ہوگئین اور آج ان تمام ممالک مین اسلام مُلکی
مذہب ہے۔ تاریخ سے یہ کوئی نہین بتا سکتا کہ اُس زمانہ مین کسی متنفس پر محض
اسلیے تلوار اُٹھائی گئی کہ وہ مسلمان ہونا نہین پسند کرتا تھا۔ ہم دعوی سے کہتے
ہین کہ ایک شخص بھی اس طرح قتل نہین کیا گیا۔ ہان یہ ضرور ہوتا تھا کہ کیسا ہی سخت
دشمن مسلمانون کا ہزار محنت اور جانفشانی سے گرفتار ہوکر آتا تھا اور وہ کلمۂ توحید
اپنی زبان سے کہتا تھا تو مسلمان تلوار پھینک کر بھائی بھائی کہتے ہوئے اُسے
گلے لگا لیتے تھے اور اسکا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ وہ ابتدا مین کتنا ہی جھوٹے دل سے
مسلمان ہوتا تھا لیکن گھنٹون اور دنون مین سچا مسلمان ہوجاتا تھا۔

حضرت علیؓ کے وقت مین مسلمان آپس مین لڑتے جھگڑتے رہے کوئی نیا
ملک فتح نہین ہوا اور اُنکے ساتھ طبقہ سیوم ختم ہوگیا۔ اُسکے بعد مسلمانونکی بادشاہت
معمولی بادشاہت رہگئی خلافت نبی کی شان باقی نہین رہی لیکن صدیان

تک بادشاہ کو خلیفہ کہتے رہے۔

طبقہ چہارم (سلاطین عرب کا زمانہ)

بعد حضرت علیؓ کے بنو امیہؓ اور بنو عباس کی سلطنت یکے بعد دیگرے ہوئی۔ بنو امیہؓ کی ابتدائی سلطنت مین خود مسلمان مسلمانون سے لڑتے رہے۔ عبدالملک کے زمانہ تک انھین باہمی جھگڑون سے نجات نہین ملی۔ ۸۶ھ مین جب ولید ابن عبدالملک تخت پر بیٹھا تو اُسکے عہد مین مسلمانون کی تلوار پھر نیام سے نکلی۔ لیکن اب تلوار مین وہ جادو نہ تھا جو طبقہ دوم و سوم مین تھا۔ ولید ابن عبدالملک کے عہد مین ترکستان کا بہت سا حصہ سرحد چین تک فتح کیا گیا۔ اسی کے عہد مین اندلس یعنے اسپین مین مسلمان گھسے اور فرانس تک پہونچ گئے۔ پورب مین ماوراءالنہر سے فرغانہ تک اور کابل سے ملتان تک اسکی حکومت پھیلی۔ ملتان سے اسپین تک تمام ملک اُسکی مٹھی مین اس طرح تھا جس طرح انگشتری مین نگین ہوتا ہے مورخون کا اتفاق ہے کہ ابتداے عالم سے جہان تک کہ تاریخی حالات معلوم ہوتے ہین آج تک ولید ابن عبدالملک سے بڑا بادشاہ وسعت سلطنت اور استحکام سلطنت کے اعتبار سے دوسرا کوئی نہین ہوا۔ لیکن یاد رہے کہ اسکے زمانہ مین نہ اشاعت اسلام ہوئی اور نہ اشاعت اسلام کے لیے فتوحات ہوئے جسقدر ممالک اسکے عہد مین فتح ہوئے انمین اسلام ملکی مذہب نہ ہوا۔ تہذیب الاسلام مین یہ مضمون زیادہ شرح و بسط کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ سلیمان ابن عبدالملک کے عہد مین سندھ کے لوگ مسلمان ہو گئے تھے لیکن وہ پھر مرتد ہو گئے۔ افغانستان اور آرمینیا کی فتح حضرت عثمانؓ کے وقت مین ہوئی [illegible]

گئے بعہد ہشام ابن عبد الملک کے عہد مین یہان مسلمانون کا پورا تسلط ہوا۔
اُس وقت جیسے مسلمان تھے ویسا ہی اثر باشندون پر پہونچا سکے اور اسی لیے
آرمینیا مین اسلام ملکی مذہب نہ ہوا۔ اور نہ ہندوستان اور اسپین مین اسلام ملکی
مذہب قرار پایا۔ بنوامیّہ کے زمانہ مین ظلم کا طریقہ بہت بڑھا ہوا تھا طبقہ سوم کے
اعتبار سے یہ زمانہ فتنہ و فساد کا تھا۔ طبقۂ سوم کے دیکھنے والے مورخ بنوامیّہ
کے زمانہ کو لکھتے ہین کہ عالم ظلم سے بھرا ہوا تھا۔ بنوامیّہ بھی اپنی لڑائیون کو مسلمانون
مین جوش پیدا کرانے کے لیے مذہبی لڑائیون سے تعبیر کرتے تھے۔ انکی تلوار تیز
بیشک بہت بیباک تھین لیکن اپنی مفتوحہ قومون کو وہ مسلمان نہ کر سکے۔ اگر اشاعت
اسلام مین تلوار کو دخل ہوتا تو جو ممالک بنوامیّہ کے وقت مین مفتوح ہوئے
اُنھین مسلمانون کی تعداد ہرگز کم نہ رہتی۔ بلکہ سب سے زاید ہوتی۔
بنوامیّہ کے بعد بنو عبّاس کی حکومت کا زمانہ آیا۔ شروع شروع بنوامیّہ اور
بنو عبّاس مین لڑائیان ہوئین اور پھر بنو عبّاس کا پورا تسلط ہوگیا۔ بنو عبّاس کا
زمانہ جب تک اُسکو رونق تھی اسن کا زمانہ تھا علم صنعت اور حرفت مین مسلمانون نے
اعلیٰ درجہ کی ترقی کی۔ بنو عبّاس سواے اسپین کے اور تمام ممالک مفتوحہ پر
سلطنت کرتے تھے۔ سرحدی لڑائیان وہ بہت کم رہے۔ زیادہ تر انکو رفع بغاوت
کے لیے مسلمانون سے لڑنا پڑا۔ غیر قومون سے مصالحت تھی۔ یونان کے علوم
جدیدہ کو اُنسے رونق ہوئی۔ صرف مامون کے وقت مین کچھ فوج مسلمانون کی
ہندوستان کی طرف آئی اور چودہ قلعے روم کے اُسکے عہد مین فتح ہوئے تھے۔
لیکن یہ فتوحات ہمارے اغراض کے لیے کچھ نہین ہین۔ بنو عبّاس کے بعد بلاد

اسلام مین مختلف سلطنتین جدا جدا قایم ہوگئین گو اُنمین سے اکثر بنو عباس کو پیشواے مذہب مانتی رہین لیکن ہمارے مضمون کے اغراض کے لیے عربون کی سلطنت بنو عباس کے زوال کے ساتھ ختم ہوجاتی ہے۔

طبقہ پنجم (دیگر سلاطین اور دعاۃ اسلام)

سلطنت عرب کے ٹکڑے ٹکڑے ہوجانے کے بعد جو اسلامی سلطنتین دنیا مین قایم ہوئین اُنمین سے تین سلطنتین ایسی ہین جنکو دوسری قومون سے زیادہ تر سابقہ رہا۔ سلطنت اسپین۔ سلطنت ہند۔ سلطنت ٹرکی۔ تاریخی اتفاقات کی دلچسپی بہت کچھ صلاح الدین شاہ مصر کے حالات مین ہے کہ بیت المقدس کے لیے بڑی بڑی معرکہ کی لڑائیان اسکے عہد مین عیسائیون کی مجموعی طاقتون سے ہوئین۔ لیکن ہمارے اغراض کے لیے انکا لکھنا ضروری نہین ہے۔ ہم یہ نہین دکھانا چاہتے کہ غیر قومون سے مسلمانون کی لڑائیان کہان کہان ہوئین یا غیر قومون نے اپنے مواقع پر مسلمانون کے ساتھ کیا کیا زیادتیان کین۔ ہم صرف یہ دکھانا چاہتے ہین کہ مسلمانون کے جن حملون کو یا مسلمانون کی جن لڑائیون کو غیر قوم کے لوگ محض اشاعت اسلام کی طرف منسوب کرتے ہین وہ حملے یا وہ لڑائیان لوگون سے بہ جبر کلمۂ توحید پڑھوانے کے لیے نہ تھین یعنے ہکو صرف اس بیان کی تکذیب کرنی ہے کہ اگر مسلمان تلوار ہاتھ مین نہ لیتے تو انکا مذہب اسقدر جلد نہ پھیلتا اور اسلیے ہکو وہ تمام لڑائیان چھوڑ دینا چاہیے جنمین مسلمانون نے خود کو غیر قومون سے بچایا ہے۔ اسکے بیان کرنے مین دلچسپی ضرور ہے لیکن ہمارے اغراض سے اسے کوئی مناسبت نہین ہے۔

اسپین

طارق نے اسپین کو صرف بارہ ہزار مسلمانون سے فتح کیا۔ موسیٰ گورنر افریقہ
جب اس سے مطلع ہوا تو اُسنے طارق کو اس جرم مین قید کیا کہ اُسنے بلا اجازت
موسیٰ کے حملہ کیا تھا۔ موسیٰ کا یہ فعل اسلیے نہ تھا کہ جنگ وجدال وہ بُرا سمجھتا تھا۔
بلکہ محض اسلیے تھا کہ طارق کی ناموری پر وہ حاسد تھا۔ اسکے بعد خود اُس نے
فتوحات کی کمی کو پورا کرکے خلیفہ وقت کے نزدیک اپنے کو نام آور کرنا چاہا
تھا لیکن خلیفہ کو ان تمام حالات کی خبر ہوئی اور اُسنے طارق کو بدستور اسپین کا
حاکم کرکے موسیٰ کو طلب کرلیا۔ ۱۰۱ھ مطابق ۷۱۹ء مین طارق کا ایک
عربی سپہ سالار فرانس کے جنوبی حصہ پر مستقل طور سے قابض ہوگیا۔ ۷۳۲ء
مین جب بمقام پاتٹا اُمرد اور تورز مسلمانون نے شکست کھائی تو وہ ممالک
مفتوحہ پر قانع ہوکر اُسکی محافظت اور تہذیب مین کوشش کرنے لگے۔ اس
واقعہ سے ظاہر ہے کہ محض ملک کی خواہش سے یا ناموری کے خیال سے
اسپین پر مسلمانون نے حملہ کیا تھا۔ جب اُنھون نے وقت تنگ دیکھا تو قناعت
سے کام لیا۔ تواریخ سے ثابت ہے اغراض اسلام یا اشاعت مذہب کے لیے
کوئی سختی اُن لوگون نے نہین کی اور نہ اُنہین ایسی خوبیان تھین کہ لوگ اُنپر
از خود فریفتہ ہو جاتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آٹھ نو سو برس کے بعد عیسائیون نے اُن کو
اس طرح بے نکالا جس طرح دودھ سے مکھی نکالی جاتی ہے۔

بعد ۷۳۲ء کے مسلمانون نے پھر غیر قومون پر کوئی حملہ نہین کیا جو کچھ لڑائی
ہوئی خود مسلمانون مین ہوئی یا غیر قومون کے حملون کے روکنے مین ہوئی

سب سے بڑی لڑائی یہان مسلمانون مین عبدالرحمٰن کے وقت مین ہوئی
عبدالرحمٰن خلفاے بنو امیّہ کی نسل سے تھا۔ بنو عبّاس کے زمانہ مین بھاگ
کر اسپین پہونچا اور اسپین کو بنو عبّاس کی حکومت سے علیحدہ رکھنا چاہا۔ بنو عباس
کی تمام فوج دھوکے سے ماری گئی۔ اور عبدالرحمٰن کی سلطنت اسپین مین
مستحکم ہوگئی۔

اسکے بعد حکم ابن ہشام کے زمانہ مین سچّے مسلمان اسپین سے نکل کر افریقہ
کے ساحل مغربی کی طرف آباد ہونے کے لیے چلے گئے۔ سلطنت سب کچھ کرتی
تھی لیکن اشاعت دین سے غافل تھی۔ عام مسلمانون مین وہ خوبیان نہ تھین
جو دوسری قوم کو مذہب اسلام کی طرف مایل کرین۔ خاص خاص لوگ اس
نظارہ کو پسند نہ کرسکے اور خود بخود جلا وطن ہوگئے۔ سلطنت کو مذہبی رنگ مین
کمزور پاکر متعصب عیسائیون کا ایک گروہ اُٹھا اور خودکشی شروع کردی یعنے یہ لوگ
دربار شاہی مین آکر قاضی کے سامنے ایسے حرکات کرتے تھے جن سے لامحالہ
قاضی کو اُنکی موت کا فتوی دینا ناگزیر ہوتا تھا۔ قتل کا حکم سُنکر وہ خوش ہوتے
تھے بس یہی ایک نمونہ غیر قومون کا مذہبی پیرایہ مین مسلمانون کے ہاتھ سے
اسپین مین ہوا ہے۔ یہ واقعات ۸۵۰ء کے اخیر مین ہوئے لیکن ان واقعات
سے مسلمانون پر کوئی الزام عاید نہین کیا جاتا۔ اُس زمانہ کے سمجھدار عیسائی
بھی ان مذہبی شہدا کو دیوانہ سمجھتے تھے۔ لیکن بعد کو فساد پھیلانے کے لیے
فرانس کے راہب ان سبھی شہدا کی ہڈیان بیگ مین بھر کر اپنے ملک کو لے
گئے اور وہان کے عیسائیون کو مسلمانون کے خلاف اُبھارنا چاہا۔

...ندو دکھایا لیکن کسی فریق کو کچھ نقصان نہین پہونچا۔
عبدالرحمن ثالث نے گو چند عیسائی ریاستون کو بزور شمشیر اپنا مطیع کیا لیکن عیسائیون سے زیادہ اُسے مسلمانون سے لڑنا پڑا۔ اسپین کی مسلمانی ریاستون کو اُسنے تابع کیا۔ افریقیہ کے فاطمی بادشاہون سے وہ لڑا۔ یہ بادشاہ پچاس برس تک حکمران رہا۔ قسطنطنیہ۔ فرانس۔ جرمنی۔ اٹلی۔ کے عیسائی بادشاہ اظہار اخلاص مندی کے لیے اسکے دربار مین اپنے سفیر بھیجتے تھے۔ اسکے جانشین مابعد کے عہد مین مسلمانون کی سلطنت اسپین مین ضعیف ہو گئی۔ گویا یہ ہندوستان کا شاہجہان تھا۔ ١٠٣١ء مین اسپین کی شہنشاہی ختم ہونے پر صوبہ غرناطہ مین ایک چھوٹی سی سلطنت اسی طرح قایم ہوئی جس طرح ہندوستان مین دلی کی سلطنت تباہ ہونے پر لکھنو کی شاہی قایم ہوئی تھی۔ اسکے بعد غرناطہ ١٠٩٢ء مین افریقیہ کے مرابطون کا ایک باجگذار صوبہ قرار پاگیا۔ بعد ازان اندلس کے مسلمانون کی پھر خودمختاری قایم ہوئی اور تھوڑے دنون کے بعد وہ پھر مسلمانان افریقیہ کے زیر حکومت ہو گئے اس وقت مین مسلمانان افریقیہ اور عیسائیان اسپین سے چند لڑائیان ہوئین لیکن [illegible] ملکی لڑائیان تھین سنہ ١٢٦٠ء کے بعد صوبہ غرناطہ مین محدود ہو کر مسلمانون نے قوت مجتمع ہی رکھی اور اس چھوٹی سی حالت مین بمشکل اپنے کو [illegible] عیسائیون سے بچاتے رہے نہ اُنسے دبے اور نہ اُنکو دبا سکے [illegible] [illegible] کے عیسائیون کی متفقہ قوت نے مسلمانون کو بھگانا شروع کیا
[illegible]

اسکے بعد قرطبہ کے عیسائی بادشاہ نے یہ قانون نافذ کیا کہ مسلمان [illegible]
مذہب کا اختیار نہ کریں تو ملک سے باہر کر دیے جائیں۔ [illegible] ہجری میں سختی [illegible]
عملدرآمد ہوا۔ اس سختی سے مسلمانوں کو کچھ غیرت آئی اور وہ ایک مدت تک [illegible]
کے عیسائیوں سے لڑتے رہے۔ دشمنوں کو مارتے تھے اور خود بھی مرتے
تھے۔ آہستہ آہستہ سنہ ۱۶۱۰ء تک کوئی ۳۰ لاکھ مسلمان شہر سے جلاوطن ہوئے
پانچ لاکھ تو ایسے تھے جنکو اسپین کے عیسائی بادشاہ ہنری ہشتم نے [illegible]
ہوکر ملک سے باہر نکال دیا۔ تمام مسجدیں گرجا ہو گئیں۔ تمام گرجا [illegible] کے
نشانات مٹا دیے گئے۔ اب کہیں سے یہ پتا نہیں لگتا کہ اندلس میں آٹھ
نو سو برس تک مسلمانوں کی عملداری تھی۔ ایک ہزار برس تک اسلام کا [illegible]
تھا۔ اور عربی زبان وہاں قریب قریب مادری زبان کے ہو چلی تھی۔ قرآن
میں ہے کہ عاد اور ثمود وغیرہ قومیں دنیا میں سب سے بڑھکر ہوئیں [illegible]
اسطرح مٹیں کہ پتا نہ لگا۔ اس آیۃ کا مفہوم تاریخ اندلس پڑھنے سے بخوبی
ظاہر ہوتا ہے کہ قوم یوں معدوم ہوتی ہے۔

"مسلمانوں کی جلاوطنی سے تمام علمی برکتیں بھی ملک سے جاتی رہیں
کیونکہ زیادہ تر یہی لوگ استاد فن تھے۔ اسپین کے عیسائیوں نے [illegible]
بیرحمی سے اپنا کس قدر نقصان آپ ہی کیا یعنے اسپین جو مسلمانوں کی بدولت [illegible]
یورپ کا دارالعلم تھا آج وہ مدت سے نگاہوں میں نیم وحشی [illegible]
اہل یورپ سے سمجھا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ [illegible]

مسلمان دوسری قوم کو اپنا اچھا نمونہ دکھا کر مسلمان کی [illegible]
تو ایک دن ہماری اولاد کو اس ملک سے نکلنا ہوگا اور ہمارے [illegible]
سکے کہ وہ وقت آ گیا کہ خود کشی ہو جانا پسند کیا۔

یہاں پر یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ اسپین کے مسلمانوں نے بڑے [illegible]
بڑے کام کیے ہیں۔ یورپ کے مردہ علوم اُنکے وقت میں زندہ [illegible]
انکی یونیورسٹیوں سے یورپ کی قومیں تعلیم پا کر آدمی بنیں۔ تمام یورپ کے
اساتذہ مسلمانوں کے شکرگزار ہیں۔ صنعت حرفت اور انسانی [illegible]
جو ترقیاں مسلمانوں نے کی تھیں اب تک انکا اعتراف کیا جاتا ہے۔ لیکن
سو کبھی تعریفیں اُن لوگوں کے لیے کسی کام کی تھیں جو [illegible]
کیے گئے تھے۔ مورخین کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو جلا وطن کر کے اُنکے ساتھ
اُنکی صنعت و حرفت اور تہذیب کو بھی عیسائیوں نے ملک سے نکال دیا اور
ملک کی مرفہ الحالی پر ایسا صدمہ پہونچا کہ پھر اسپین نہ پنپا۔ بیشک اسپین کے
عیسائی آج تمام یورپین اقوام میں اس درجہ پیچھے نہ رہتے اگر اپنے مسلمان
بھائیوں کو یوں ملک سے نکال باہر کرتے۔ ہم اس موقع کو یوں سمجھ سکتے ہیں
کہ مسلمانوں نے علوم جدیدہ اور علوم قدیمہ کے زندہ کرنے میں [illegible] اوقات
عزیز محض رائگان کیے۔ اپنے طرز عمل سے اور ہدایت کی تعلیم سے قرآن
کے برکات ظاہر کرتے اور سنت نبوی اور اقوال محمدی کی خوبیاں [illegible]
سمجھاتے اور اس طرح مسلمانوں کی تعداد بڑھانے میں کوشش کرتے تو
اُنکی اولاد کو سنہ ۱۶۰۹ع کی بدنصیب گھڑیاں دیکھنا نہ پڑتیں۔

اسپین کے نہایت ہی مختصر حالات [illegible]
دلچسپ ہے اور داستان بڑی طولانی ہے۔ [illegible]
کی نگاہوں مین عجائبات دنیا مین شمار کیے جاتے ہین [illegible]
نمونہ قدرت تصور کیا جاتا ہے۔ تمام حالات کا اس مختصر تحریر مین بالتفصیل بیان
کرنے کی گنجایش نہین ہے۔ لیکن ہم اسکو دعوی سے کہتے ہین کہ اسپین کی
تمام تاریخ مین گو وہ ادنی مسلمانون کے ہاتھ سے فتح ہوا تھا کوئی ایک بھی
مثال ایسی نہین ہے کہ کسی عاقل و بالغ قابل اعتبار مسلمان نے کسی عیسائی
یا کسی دوسرے مذہب والے کی گردن پر اسلیے تلوار رکھی ہو کہ وہ لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ کہنے پر راضی نہین ہوتا تھا۔

ہندوستان

بعض یورپین مورخ جب لکھتے ہین کہ "اسلام بزور شمشیر پھیلا" تو وہ ابتداے
سنہ ہجری کے فتوحات مراد لیتے ہین اور جب ہندوستان کے نوتعلیم
یافتہ نوجوان ہندوستان کے متعصب مورخین کی تحریرین پڑھتے ہین تو وہ
سمجھتے ہین کہ ہندوستان مین بھی اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ حالانکہ ہندوستان
مین کسی کو مسلمان کرنے کے لیے کوئی زیادتی مسلمانون کی طرف سے کبھی
نہین ہوئی اور نہ کوئی سختی کسی قسم کی ہندوستان کے باشندون پر اس لیے
کی گئی کہ وہ ہندو تھے۔ اور نہ اسکے قبل تمام بلاد اسلام مین ایسا کبھی ہوا۔
مسلمان جو ہندوستان مین آئے بہترین مسلمان نہ تھے بلکہ بدترین مسلمان تھے
پھر بھی ہندوؤن کے حق مین انسے اچھا کوئی دوسرا فاتح نہین ہو سکتا تھا۔

انجام جو تھا وہی سود مند ہوے یا سوء اتفاق سے وہ مسلمانون کے حق مین بگڑ کر مفتوحین
کے حق مین ایک بڑا عیب قرار پا گیا۔ مسلمان جس فراخ دلی سے غیر قوم کو اپنا
ہم خیال بناتے تھے وہی قومی تفریق اٹھا دیتے تھے۔ وہ بیشک ایک ایسا امر تھا کہ تاریخ
عالم مین کسی فاتح مین اسکی نظیر نہین ملتی۔ مسلمانون کی ترقیون کی بنیاد اسی
حکمت عملی پر قایم تھی۔ قوم مفتوح کے ساتھ انکا برادرانہ اور ہمسرانہ برتاؤ رکھنا
بیشک نہایت اچھا تھا مگر اندلس اور ہندوستان مین اچھا نہ تھا کیونکہ یہان کے
تمام باشندے اُنکے ہمخیال نہ تھے۔ اور ہمخیال نہ ہونے کا سبب وہ نقص تھا
جو انمین پیدا ہو گیا تھا۔ انکو یہان اپنے باپ دادا کی روش قوم مفتوح کو برادر
قرار دینے کی بابت اختیار نکرنا چاہیے تھی۔ سابق مسلمان اپنے حسن
اخلاق مین ایسے یگانہ تھے کہ وہ قوم مفتوح کو اپنا سا بنا لینے کا یقین کامل رکھتے
تھے۔ وہ سانپ کھلاتے تھے اسلیے کہ اُسکا منتر جانتے تھے۔ اندلس اور ہندوستان
کے مسلمان اپنے باپ دادا کی طرح سانپ سے کھیلتے رہے لیکن سانپ کا
منتر بھول چکے تھے اور یہ اُنکی سخت غلطی تھی۔ جب اُنکے اخلاق ایسے نہ تھے کہ
دوسرون کو اپنی طرف خواہ مخواہ کھینچین تو پھر انکو دوسرون مین ملنا نہ چاہیے
تھا۔ دوسرون کی صحبت نے انکو اور بھی خراب کیا۔ جو کچھ انمین ہنر تھے وہ بھی
جاتے رہے۔ بجاے اسکے کہ وہ دوسرون کے اخلاق درست کرتے دوسرون
کی صحبت اُنکے اخلاق خراب کرنے لگی۔ مسلمانون کے برادرانہ میل جول نے
مفتوحین کو بے تکلف کر دیا۔ مسلمان اُنکے مقابلہ مین اصول سیاست پر پورا
عمل کرنے کے ہرگز قابل نہ رہے۔ پہلی ایک صدی تک بھی مسلمان اپنی

حکومت قایم نہین رکہ سکتے تھے - کچھ دنون تک جو انکی حکومت قایم رہی [illegible] سبب یہ تھا کہ نئے نئے لشکر [illegible] سے ارا کین دولت ولایت سے چلے آتے رہے - اگر یہ تازہ ہوائین باہر سے نہ آتی رہتین تو توہی حکومت کا گلا کبھی گھٹ گیا ہوتا - ہندوؤن کے میل جول سے ہم اپنے تمام اخلاق کو دوا [illegible] تھے یا برے لیکن ہمارے مایۂ ناز مزور تھے کہو بیٹھے حتی کہ اسوہ پیغمبر [illegible] اختیار کرنے مین بھی ہم نے دریغ نہین کیا - ہم اپنے خدا کو بھولے اور رسول کو بھولے - بہادری چھوڑی - استقلال چھوڑا - راستبازی کو خیرباد کہا حمیت اسلامی کو رخصت کیا - ہمارے عادات مین خرابی آئی - اور ہمارے دلون مین کمزوری پیدا ہوئی - جسکی دوستی مین ہم اس حال کو پہونچے جب اُسکے منہ سے سُنتے ہین کہ مسلمانون نے ہندوستان مین بہت ظلم کیا تو افسوس ہوتا ہے - کسی کا گلہ نہین یہ ہمارا کیا کرایا رہے - اگر ہم اپنے اخلاق درست رکھتے تو یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا اور آج ہماری تمام باتین بُری بھی ہوتین تو اچھی نظر آتین -

ہم اپنے بیان کی تائید مین کچھ تاریخی حالات بیان کرتے ہین - [illegible] مین مرو سے کابل تک عرب گھس آئے اور بارہ ہزار کافرون کو مسلمان کیا [illegible] یہ زیاد گورنر خراسان کی حکومت اور امیر معاویہ کی خلافت کا زمانہ تھا - والی کابل اگر بالکل مطیع نہین تھا تو باجگذار ضرور تھا کیونکہ اسکی سرتابی پر [illegible] مین [illegible] لشکر کشی ہوئی اور اُسکے اتفاق سے مسلمانون نے ایک گھاٹی مین پھنس جانے [illegible] ہزیمت اُٹھائی - اس شکست کا بدلا [illegible] مین عبدالرحمن [illegible]

خراسان نے لیا جس نے کابل پر خود دھاوا کیا اور بہت بڑا حصہ ملک کا قبضہ مین کر لیا - [illegible] ان ہو چکے تھے - افغان تو پیغمبر کے وقت ہی سے اپنا ایمان لانا کہتے ہین - لیکن اسمین شبہ نہین کہ سنہ [illegible] تک اکثر انمین سے مسلمان ہو چکے تھے - اور محمود کے بعد پھر انمین کوئی کافر نہ رہا بجز اُس حصہ ملک کے باشندون کے جواب تک کافرستان کے نام سے موسوم ہے - سنہ ۷۱۱ع مین محمد قاسم اُسی طرح ہندوستان مین آیا جس طرح طارق اسپین مین گیا تھا - محمد قاسم کا لاشہ شاہی غضب کی وجہ سے ہندوستان سے دمشق روانہ کیا گیا اور اُسکے ساتھ تمام فتوحات اسلامی کا نام بھی ہندوستان سے فوراً مٹ گیا - طارق اراکین دولت کے مخمصہ مین پھنسنے کے بعد پھر اپنی حالت پر آگیا اور اسلیے اُسکے فتوحات ایک حصہ فرانس تک بڑھتے رہے صرف یہی فرق دونون کی فتوحات مین ہوا - ورنہ اور اعتبارات سے ان دونون فتوحات مین بہت کچھ مناسبت ہے - محمد قاسم اپنے ماسبق مسلمانون سے بدتر تھا اور مابعد کے حملہ آورون سے بہتر تھا - اُس نے لڑائی کی بنیاد اُسی مہذب اصول پر قایم کی تھی جس نے عرب سے سندھ تک مسلمانون کو پہونچایا تھا - یعنے محمد قاسم نے نہایت انسانیت کے ساتھ والی سندھ کے سامنے اپنی درخواست پیش کی "اپنے ملک مین ہمارا قانون نافذ ہونے دو - امن قایم کرنے کی فکر کرو - ملکی تہذیب مین ہمکو ترقی کرنے دو - اور اگر تم غیر اشخاص کی مداخلت پسند نہین کرتے تو تم ہمارے ہم خیال ہو کر [illegible] اس طرح سلطنت گورنمنٹ کا پر دائرہ قایم کرکے خود اپنے پر حکومت کرو

اور اگر کسی مین راضی نہین ہوتے تو تلوار کو حکم قرار دیتے۔ بہرحال محمد قاسم کی نسبت کسی قسم کا اعتراض نہین کیا جاسکتا۔ اور اگر کیا بھی اعتراض ہوتا بھی تو وہ اس واقعہ سے رفع ہوگیا کہ محمد قاسم کے ساتھ خلیفہ وقت نے کیا سلوک کیا ہنود سمجھے کہ مسلمان صرف مفتوحین کے مقابلہ مین سخت نہین ہین باہمی برتاؤ مین بھی کڑے ہین۔

اسکے بعد محمود کے حملے شروع ہوئے اور یہ حملے فی الواقع بہت سخت تھے۔ محمود نے اشاعت اسلام کے لیے یہ حملے نہین کیے۔ جس طرح سے ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ پر ملکی اغراض کے لیے یا دنیاوی طمع سے حملے کرتا ہے وہی نوعیت محمود کے حملون کی تھی۔ کوئی بُرا مانے یا بھلا مؤلف کے نزدیک گو محمود نے ہندوستان پر حملے بہت کیے۔ غازی لقب پایا مسلمانون کے نزدیک اپنے کو موقّر دکھایا۔ لیکن اپنے طرز عمل سے اُسنے ہندوؤن کے دل مین اسلام سے نفرت پیدا کردی۔ سمجھدار لوگون نے اُسوقت بھی رائے قایم کی تھی کہ نقدی طمع کے خیال سے یا حکمرانی کے شوق مین محمود کفرستان مین مارا مارا پھرتا ہے۔ لیکن مذہب اسلام کو اس سے ترقّی نہین ہوتی اور نہ وہ مذہب کی ترقّی دینے کے لیے کوئی کوشش کرتا۔ حضرت امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کے پردہ مین جس طرح عراق مین لوگون نے سلطنتین کمین اسی طرح محمود بھی مذہبی جہاد کے نام سے مسلمانون کو اپنا جان نثار بنائے رہا ورنہ اسلام پھیلانے سے اسکو کوئی غرض نہ تھی۔ بعض مؤرخین نے اسکو دہریہ لکھا ہے اور اسکی مذہبی باتون کو تقیہ یا حکمت عملی سے تعبیر کیا ہے۔

اس کتاب کا مولف اس قدر لکھنے کی ہرگز جرأت نہیں کر سکتا لیکن اس قدر تو بے تکلف کہہ سکتا ہے کہ جب تک دینی اور دنیاوی دونوں بادشاہتیں، ایک شخص میں جمع ہوتی رہیں تب تک مسلمان بادشاہوں کی کیفیت یہی اور ہوتی تھی اسکے بعد جب صرف دنیوی پیشوائی اُن لوگوں کے متعلق ہوئی تو یہ مذہبی پیشوا نہ رہے صرف حامی مذہب اسلام کے لقب کے سزاوار رہ گئے۔ اسی مد میں محمود بھی تھا۔ ہمکو محمود کی طرفداری سے کوئی بحث نہیں ہے لیکن ایک تاریخی واقعہ کا چھپانا بھی مناسب نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ ابتدا محمود کی طرف سے نہیں ہوئی۔ بلکہ ابتدا راجہ جیپال کی طرف سے ہوئی تھی جس نے محمود سبکتگین پر پتیاور کی گھاٹیوں میں حملہ کرنے پر سبقت کی تھی اس سبقت کے جواب میں سلطان سبکتگین کے دو حملے ہوئے اور محمود نے

اگر پدر نتواند پسر تمام کند

پر عمل کیا اور اٹھارہ حملے کیے۔ خونریزی جو محمود کے زمانہ میں ہوئی اسکی نسبت ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ اشاعت اسلام سے الگ ایک چیز تھی اور اسلیے مسلمان اُسکے جوابدہ نہیں ہیں۔ مشہور ہے کہ محمود کے بیٹے مسعود سے جو لڑائی خراسان میں طغرل بیگ اور جغر بیگ کے مقابلہ میں ہوئی اُسمیں اتنی خونریزی ہوئی کہ کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اسکے مقابلہ میں محمود کے زمانہ کی خونریزیاں پاسنگ بھی نہیں ہیں۔ علاء الدین غوری نے جو غزنی میں پہونچکر خون کو دریا بہایا اور تمام شہر کو جلادیا۔ اسکی نظیر کئی صدی ماقبل اور مابعد تک نہیں ملتی۔ محمود نے صرف ہندوستان کی دولت لوٹی تھی۔ علاء الدین نے اسکا شہر پھونکا۔

دولت لوٹی - تمام شہر کے باشندون کا قتل عام کیا اور صلہ مین جہان سوز لقب
پایا - اِن لڑائیون مین تو دونون طرف مسلمان تھے - ان خونریزیون کا مواخذہ
کس سے ہوگا - خلاصہ یہ ہے کہ بادشاہت کے لیے خونریزی لازم ہے - اِس
مہذب زمانہ مین بھی بمقام ٹرنسوال دو عیسائی سلطنتون مین جو لڑائیان ہوئین
انمین بھی بے انتہا خونریزیان ہوئین - لڑائیون مین خون ہی بہتا ہے - اور لڑائیان
مہذب اور غیر مہذب دونون گورنمنٹون کے لیے لازمی ہین - انصاف سے بالکل
بعید ہے کہ جب مسلمان باہم لڑین تو کچھ نہ کہا جائے اور جب غیر کے ساتھ لڑین تو
یہ کہا جائے کہ مسلمان غیر مذہب والون کے خون بہانے مین بہت بیدرد ہوتے
ہین - تاریخ پر بغور نظر ڈالنے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ہر قرن مین مسلمانون کی
لڑائیان ہمعصر قومون کی لڑائیون سے مقابلہ کرنے کے بعد مہذب اور باقاعدہ
ثابت ہوتی ہین - خونریزیون سے ہم ہرگز انکار نکرین گے لیکن اسکے ساتھ ہی
مسلمانون کی لڑائیون کو نظر بہ حالات اور نظر بہ اقوام ہمعصر وحشیانہ بھی نکہین گے -

اسکے بعد مسلمانون کی مستقل سلطنت ہندوستان مین قایم ہوئی - سلاطین
مابعد مین علاء الدین خلجی بڑا زبردست بادشاہ ہندوستان کا خیال کیا جاتا ہے -
اسکو ہندو اور مسلمان دونون ظالم سمجھتے ہین - اسنے والی گجرات کی بی بی کیولا
دیوی کو اپنے حرم مین داخل کر لیا تھا - اب اسپر یہ متفرع کیا جاتا ہے کہ عام طور
سے ہندوؤن کی عورتین مسلمان جب پسند کرتے تھے تو لے لیتے تھے - اور بعض
بعض اسی پر یہ بھی متفرع کرتے ہین کہ رسم پردہ ہندوؤن مین انھین مظالم سے
بچنے کے لیے قایم ہوئی تھی - یہ بحث علیحدہ "رسم پردہ" مین طے کیجاسکتی

یہان صرف یہ کہنا ہے کہ بیشک علاء الدین خلجی منجملہ اُن مسلمانون کے ہے جنکی
نسبت ہندو کے مسلمان بُرے سمجھے جاتے ہین۔ لیکن یہ یاد رہے کہ صرف ہندو
ہی اسکو برا نہیں کہتے مسلمان بھی اسکو ظالم کہتے ہین۔ یہ کوئی مستند بادشاہ
اسلام کا نہیں تھا۔ اپنے چچا جلال الدین کو قتل کرکے یہ تخت پر بیٹھا تھا۔ جب
اپنے بڈھے چچا کا یہ ہوا تو پھر اس سے کسی اور بُرے فعل کا سرزد ہونا مستبعد
نہ تھا۔ لیکن یہین ہم یہ بھی لکھنا چاہتے ہین کہ علاء الدین مین بھی باوجود تمام برائیون
کے مفتوحین کے ساتھ ہمدردی کے برتاؤ رکھنے کی صفت ضرور تھی۔ کیولا دیوی کو
اُسنے بیعزت کرکے چھوڑ نہین دیا۔ بلکہ اپنے خاص محل مین داخل کرکے اپنی
چہیتی بیوی بنایا اور اُسکی لڑکی دیول دیوی کو اپنے بیٹے خضرخان کی زوجیت
مین دیا۔ اور اس طرح ان دونون عورتون کو یہ موقع دیا کہ اگر زمانہ موافق ہو تو
اُنکی اولاد شہنشاہی ہند پر ایک نہ ایک دن پہونچ سکے۔ یہین یہ بھی جاننا چاہیے
کہ مسلمان بادشاہون کے پاس ہندو عورتون کا آنا جتنا کہ اسوقت ہندؤن
کے خیال کے مطابق ناپسندیدہ ہے اُس زمانہ مین اس درجہ ناپسندیدہ نہ تھا
خود راجپوت راجہ کوشش کرتے تھے کہ اُنکی لڑکیان بادشاہون کے پاس
رہین اور اس طرح ہندوستان کی گورنمنٹ خلط نسل کی وجہ سے آیندہ
مسلمانون کی گورنمنٹ نہ سمجھی جائے۔ چنانچہ اکبر اور اُسکے مابعد زمانہ مین کئی مثالین
ایسی موجود ہین کہ مسلمان بادشاہون نے ہندو راجاؤن کی یہ خواہشین پوری
کرکے ہندوؤن اور مسلمانون کے باہمی اتحاد مین ترقی دینا چاہی۔ گو یہ ترقی فی
الواقع انکے زوال کا سبب ہوگئی۔ ہندوؤن کے میل سے جو نسل قایم ہوگئی تھی

انھین بار سلطنت اٹھانے کی قابلیت پوری پوری تھی۔
قطب الدین ایبک نے ۶۰۲ھ مین جو شاہنشاہی قایم کی وہ بار بار ایک مسلمان خاندان سے دوسرے مسلمان خاندان مین منتقل ہوتی رہی محمد تغلق کے وقت تک اسمین زوال نہین آیا لیکن محمد تغلق کے بعد ہی تباہی شروع ہوئی۔ اسکی وجہ سواے اسکے اور نہین کہی جا سکتی کہ محمد تغلق کی والدہ ایک ہندی عورت تھی اور ماں کے اثر سے جو بہت بڑا اثر ہوتا ہے خاندان مین کمزوری پیدا ہوئی۔ گو سلطنت عرصہ تک رہی لیکن بالآخر تیمور نے اُسکے انجر پنجر ڈھیلے کر دیے اور پھر تیمور کے پوتے بابر مین یہ قابلیت پیدا ہوئی کہ اُنکے عہد مین پھر سے شاہنشاہی قایم ہونے کی اسید بندھی اور اکبر کے وقت سے پھر سلطنت کی شاہنشاہی عودکر آئی۔ اکبر کے بعد جہانگیر اور شاہجہان نے بھی قابل اطمینان شاہنشاہی کی۔ لیکن عالمگیر کے بعد ماؤن کی طرف سے جو میل نسل شاہی مین آگیا تھا اُسکے اثر نے مسلمانون کی شاہنشاہی کا بگاڑنا شروع کیا۔

اکبر اور اُسکے مابعد کے دو پادشاہون نے جو اچھے برتاؤ ہنود کے ساتھ کیے اُنکی شکرگزاری کسی کی زبان پر نہین ہے۔ راجہ ٹوڈرمل کا وزیر مال ہونا۔ کابل مین راجہ جسونت سنگہ کا گورنر مقرر ہونا کسی کو یاد نہین ہے۔ لیکن عالمگیر کے سب شاکی ہین کہ وہ بڑا متعصب تھا اور شکایت بھی اُسکی ذات تک محدود نہین ہے بلکہ اُسکا تعصب عام مسلمانون کی طرف منسوب کرکے کہا جاتا ہے کہ مسلمان اپنے عہد حکومت مین بڑے ہی متعصب تھے۔ عالمگیر دارا شکوہ کا مخالف تھا دارا شکوہ اپنے والد اور پردادا کی طرح ہندوؤن کی رسم ورواج ...

سے دلچسپی رکھتا تھا۔ عالمگیر کو داراشکوہ کے خلاف کامیاب ہونے کے لیے
ضرور تھا کہ وہ داراشکوہ کی عادات سے لوگون کو نفرت دلاتا اور نفرت دلانے کے
لیے سب سے عمدہ طریقہ متعصب مسلمانون کے دلون مین تعصب کی آگ بھڑکانا
اور خود کو متعصب ظاہر کرنا تھا۔ پالیسی اور حکمت عملی کا مقتضا یہی تھا۔ دل کا حال
کسی کو نہیں معلوم بظاہر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو رنگ اُسنے اپنے باپ اور بھائی
کے خلاف سازش کرنے۔ اپنے بھائیون کے قتل کرنے اور اپنے باپ کو قلعہ
مین نظر بند کرنے مین بالآخر اختیار کیا اُسکو اگر ہم و سمجھتے ہین کہ محض ہندؤون کے
دل دکھانے کے لیے اُسنے کیا تو یہ محض اُنکی ناواقفیت ہے۔ عالمگیر اتنا
بیوقوف نہ تھا کہ وہ ہندؤون کے دل دُکھانے کو سلطنت کی کمزوری کا باعث
نہ سمجھتا۔ وہ ضرور ایسا سمجھتا تھا۔ لیکن مسلمانون کا گروہ جو اُسکے مخالف تھا حکمت
عملی سے اُسکے خلاف مسلمانون کا ایک دوسرا گروہ تیار کرنا اصول جہانداری
کے لحاظ سے وہ نہایت ضروری سمجھتا تھا۔ اور اس ضروری کام کی انجام دہی
مین وہ اس امر کی پروا نہیں کرتا تھا کہ ہندؤون کی جماعت اُس سے ناخوش
ہوگی۔ وہ جانتا تھا کہ اُنکا خوش کرنا اتنا ضروری نہیں ہے جتنا کہ ایک موافق گروہ
مسلمانون کا تیار کرنا ضروری ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ شاہجہان کے بعد مغلیہ
سلطنت کا خاتمہ ہو جاتا اگر داراشکوہ کے ہاتھ مین عنان حکومت آتی۔ مدت تک
تک جو حکومت قایم رہی محض عالمگیر کی حکمت سے قایم رہی۔ عالمگیر کا ہندؤون
کے مقابلہ مین تلوار چلانا اگر برا تھا تو تاناشاہ کے مقابلہ مین بھی لڑائی کرنا برا تھا
اُسکے وقت مین ہندو ریاستون کے ساتھ جتنی لڑائیان ہوئین اُس سے

لیکن زائد مسلمان رئیس میسور سے ہو گئین۔ ہندؤون سے اُسے عزت کم تھا۔ سلیے وہ ہندؤون کے ساتھ کسی قدر نرم تھا اور مسلمانون پر وہ سختی کرتا تھا ہندؤون کے مقابلہ مین وہ اپنی لڑائی کو جہاد کہتا تھا۔ اور جب مسلمان سے اُسکو لڑنا ہوتا تھا اُسے ہندؤون کا مددگار ٹھہرا کر ایک حیلہ شرعی پیدا کرتا تھا۔ یہ محض اُسکی تدبیر تھی ورنہ اصلی غرض اُسکی سلطنت کا استحکام کرنا تھا۔ عالمگیر نے جس سختی سے اپنے باپ کی نگرانی کی اگر اُسکی چوتھائی نگرانی سیوا جی کی کرتا تو سیوا جی [illegible] ہرگز ہاتھ نہ آتا کہ وہ دہلی سے نکل کر پونہ پہونچ جاتا اور وہان ایسی سلطنت کی بنیاد قایم کرتا جو عالمگیر کے جانشینون کی بیخ کنی کرتی۔

عالمگیر نے بنارس وغیرہ مین ہندؤون کے معابد سے ضرور ایسا برتاؤ کیا جو اسوقت تک ہندؤون کو تکلیف دینے والا ہے۔ یہ فعل عالمگیر کا صرف بے سود ہی نہ تھا بلکہ خلاف شرع بھی تھا۔ ہمکو سخت حیرت ہے کہ اس انکے فعل سے عالمگیر نے کیا مقصود رکھا تھا۔ عالمگیر کو کوئی رنج ہندؤون سے نہ تھا۔ یہ اطاعت شعار رعایا تھے۔ ہندؤون کے معابد کو اس غرض سے بگاڑنا کہ یہ ہندؤون کو مسلمان ہونے کی تحریک کرے گا ایسا خام خیال ہے جو عالمگیر سے بالکل مستبعد معلوم ہوتا ہے۔ عالمگیر کی نسبت ہنوز دوری کسی مورخ نے منسوب نہین کیا اور یہ بھی نہین کہا جاتا کہ کسی ہندو کو بجبر مسلمان کرنے کے لیے اُسنے کبھی خونریزی کی تمام حالات پر نظر کرنے کے بعد سوا اسکے اور کوئی امر ذہن نشین نہین ہوتا کہ ہندؤون کے معبدون کی توہین اُسنے محض اُس مسلمان گروہ کو اپنی طرف کرنے کے لیے کیا تھا جسکو اپنے خاندان کے حامیٔ گروہ کو زیر کرنے کے سلیے

نے محض حکمت عملی سے قایم کر رکھا تھا اور وقتاً فوقتاً اسمین تعصب کی آگ
مشتعل کرنا وہ مقتضائے حالت تصور کرتا تھا۔

مابعد زمانہ مین نادر شاہ اور احمد شاہ درانی کے حملے ہندوستان پر ہوئے
لیکن ان حملون نے بہ نسبت ہندؤون کے مسلمانون کو زاید نقصان پہونچایا
شیعون کی علیحدگی سے مغلیہ سلطنت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ ان حملون نے رہی
سہی عزت بھی خاک مین ملادی۔

ہمکو ہندوستان کے حملہ آورون کے مذہبی خیال سے چندان ہمدردی
نہین ہے۔ "ہند اور اسلام" مین ہم نے اپنے خیالات پورے طور پر ظاہر
کیے ہین۔ لیکن اسکے ساتھ ہی ہم نے جابجا لکھا ہے کہ ہند کے حملہ آور
گو گزشتہ مسلمانون سے بدتر تھے لیکن غیر مذہب والے ہمعصر بادشاہون
سے ضرور بہتر تھے۔ اسکی وجہ صرف یہ تھی کہ انکا قانون تمام عالم کے قانون سے
بہتر تھا جب وہ غصہ یا طمع مین نہین ہوتے تھے تو ان سے ایسے افعال کبھی کبھی
صادر ہوتے تھے جو دوسرون کے لیے نمونہ ہو سکتے تھے۔ یہی باعث تھا کہ وہ
تمام زرخیز حصون پر قابض تھے۔ خدا دنیا مین اپنے برے بندون کو با اختیار
رہنے نہین دیتا۔ جس زمانہ مین مسلمان با اختیار رہے اُس زمانہ مین وہ تمام
عالم کے باشندون سے اچھے تھے۔ اور جب وہ برے ہو گئے تو انپر دوسری
قوم مسلط ہو گئی۔ عربون مین جب قابلیت نرہی تو نو مسلم ترک انپر غالب آ گئے
جب یہی لہو و لعب اور عیش پسندی مین پھنسے تو کفار تاتار انپر حکمران ہو گئے
تاتار کو اسلیے کہ وہ بادشاہت کی صلاحیت رکھتے تھے سوائے اسکے

چارہ نہ تھا کہ وہ اسلامی قانون اختیار کرین یعنے مسلمان ہو جائین کیونکہ یہ
ہی ایک مہذب قانون دنیا مین تھا۔ بعد ازان انھین مغلون کی نسل جب
ہندوستان مین اگر نا قابل حکمرانی ہوئی تو خدا نے انگریزون کو بھیجا خدا نے
قرآن مین فرمایا ہے کہ " ان الارض یرثہا عبادی الصالحون " میرے صالح
بندے وارث ارض ہوتے ہین۔ ان انگریزون مین بہت سی باتین اسلام
کے موافق ہین۔ اسلام کوئی غیر معمولی چیز نہین ہے۔ عمدہ باتون کے مجموعہ کو
نام اسلام ہے۔ مختلف وقتون مین مختلف نام رکھ لیے گئے ورنہ آسایش اور
تہذیب سے زندگی بسر کرنے کا طریقہ روز ازل سے ایک ہی چلا آتا ہے جسکو
اپنے بارے مین مسلمانون نے بھی اختیار کیا۔ اسوقت اُس طریقہ پر عمل کرنے
والے بہ نسبت پچھلے مسلمانان ہند کے انگریز زائد تر ہین اور اسی لیے خدا نے
انکو وراثت ہند سپرد کی ہے۔ جب تک عمدہ باتین اُنکا دستور العمل رہین گی یہ
سپردگی قایم رہے گی۔ ہمیشہ قوم کی حالت بدلتی رہتی ہے۔ ممکن ہے کہ ایک
وقت وہ آئے کہ انگریزون کو ہندوستان چھوڑنا پڑے لیکن اُسوقت کے
پہنچنے کے قبل ضرور ہے کہ اُنسے اُنکی خوبیان جو اب ہین الگ ہو جائین
جب تک وہ اپنی خوبیان قایم رکھین گے خدا اُنکی حالت مین تغیر کرے [illegible]
لیکن خدا نخواستہ انکے اخلاق بُرے ہو جائین۔ یہ بھی ہندوستان مین [illegible]
شخص [illegible] انکے خیالات مین بھی تاریکی آجائے تو اسوقت دل کی [illegible]
قابل پسند نہ رہے گی۔ لیکن اسکے ساتھ ہی اُس [illegible]
[illegible] صدی مین ہندوستان کی حکومت [illegible]

واقعات ہوگا جتنا دن کو رات کہنا۔ اسی طرح مسلمانون کی موجودہ حالت
پر قیاس کرکے یہ راے قایم کرنا کہ گزشتہ صدیون کے مسلمان ایسے ہی
ناقابل تھے جیسے اب ہین بالکل بعید از عقل ہوگا۔ اب یہ مضمون ختم ہوتا اور خاتمہ
پر ایک حکایت بابر کی اس امر کے ظاہر کرنے کو لکھی جاتی ہے کہ بُرے سے بُرے
مسلمان بھی قانون اسلام کی پابندی سے عمدہ سے عمدہ افعال کرنے پر
مجبور ہوتے ہین۔ شرعی مسئلہ ہے کہ جب کوئی چیز کہین گری ہوئی ملے تو
پانے والے کو اصل مالک کی تلاش لازم ہے۔ کوئی شخص رعایا ہو یا پادشاہ
اس سے مستثنیٰ نہین ہے۔ بابر کے وقت مین ایک چینی قافلہ برف باری
کی وجہ سے تباہ ہوا۔ لاوارث مال کثیر المالیت بابر کے پاس پہونچا۔ بابر نے
اُس مال کو خزانہ شاہی مین داخل کرنے کے بجاے امانتاً علیحدہ رکھوایا۔ اور
چین مین آدمی روانہ کیا کہ وہ وہان جاکر شہر بہ شہر پتہ لگاے کہ جو قافلہ
تباہ ہوا کس حصہ سرزمین کا تھا۔ بالآخر مال کے مالکون کا پتہ لگا اور شکرگزاری
کے ساتھ وہ اپنے مال آکر لے گئے۔ بابر ظالم پادشاہون مین ہے اور اُسکے
یہ کردار ہین۔

مسلمانان چین ومجمع الجزایر

چین اور مجمع الجزایر کے مسلمانون کے حالات ابتک کچھ بھی بیان نہین کیے گئے
مسلمان مورخون نے ان مقامات کے مسلمانون سے بہت کم دلچسپی رکھی ہے لیکن زمانہ
حال کی یورپین تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مقامات کے مسلمان بھی اسلامی بنا
مین ہر وقت کے قابل ہین اور ہرگز اس قابل نہین ہین کہ اُنکے حالات سے بالکل بے پروائی

کیجاتے ۔ ابھی حال مین چین کے صوبہ یانان مین جب چینی مسلمانون نے سخت بغاوت کی تو یورپین مورخون نے ادھر توجہ کی بالخصوص روسی اور فرینچ مؤرخون نے اوسطرف توجہ کی ۔ پروفیسر بزیلیف نے روسی زبان مین جو خیالات چین کے مسلمانونکی نسبت ظاہر کیے ہین وہ بجنسہٖ ذیل مین نقل کیے جاتے ہین ۔

" اگر چین کے مسلمان اُن پردیسیونکی اولاد ہوتے جو مدت سے وہان آباد ہین تو البتہ ہمکو اس یقین مین کہ ایک روز کل چین مسلمان ہوجائیگا تامل ہوسکتا تھا لیکن برخلاف اسکے جب یہ دیکھتے ہین کہ وہان کے اصلی باشندون مین اسلام برابر ترقی کررہاہی توہمکو یہ سوال کرنا پڑتا ہی کہ یہ ترقی کب بند ہوگی اور کہانتک پہونچکر رک جائیگی ترکستان اور زنگیریا مین اگر مسلمانون سے ایک وسیع اسلامی عملداری قایم کرنے کے بعد بھی فروگزاشت کیگئی تو لازم ہی کہ چین خاص پر جہان اُنکے ہم مذہب ہر جگہ موجود ہین مسلمان ہمیشہ حملہ آور ہوتے رہین ۔ اگر فرض کیا جائے کہ آیندہ یہ ملک سلطنت چین کے تحت مین آجاوین گے تو کیا ایسا فرض کرنے سے اسلام وہان ضعیف ہوجائیگا؟ اس سوال کو ہم ابھی پیش نہین کرتے ۔ تھوڑے زمانہ کے لیے ۔ دس برس یا بالفرض ایک صدی کے لیے ملتوی کرتے ہین لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس اثنا مین بھی اسلام برابر اپنی ترقی جاری رکھے گا ۔ اپنے اغراض پورا کرنے کے لیے حسب مراد موقع کا منتظر رہیگا ۔ اور انجام کار وہ مقاصد حاصل کریگا جنکے حصول کے واسطے سعی بلیغ مین سرگرم ہی "

اسوقت مسلمانان چین کی آبادی زیادہ تر صوبہ کنشین ۔ یانان ۔ شانسی اور کانگسو مین ہی کل آبادی چینی مسلمانون کی عرصہ ہوا دو کرور سے زیادہ تھی ۔ بعض مورخان نے اسکی تعداد بہت گھٹا دی تھی ۔ اور بعض نے اس سے بھی زیادہ بیان کی تھی ۔

آنحضرتؐ نے اشاعت اسلام کے لیے جا بجا ایلچی روانہ کیے تھے وہاں کسی سفیر کا چین جانا مذکور نہیں ہے لیکن بیان کیا جاتا ہے اور بظاہر صحیح معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۶ھ میں وہاب ابو کبشہ شاہ چین کے پاس بھیجا گیا تھا۔ اسکی آمد بحری سفر کے ذریعہ سے ہوئی اسلیے ابو کبشہ صوبہ کنٹین میں جو بحر چین کے ساحل پر واقع ہے اترا۔ عربوں کی بحری تجارت اور ملکوں سے بہت پہلے سے قائم تھی۔ یہاں عرب سے حجاز کے باشندے مراد نہیں ہیں بلکہ شام اور یمن کے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عرب کے باشندے حضرت عیسیٰؑ کے پہلے سے لنکا کی راہ سے ساحل چین تک پہونچ گئے تھے۔ اور وہاب ابو کبشہ کا چین میں آنا غالباً تاجرانہ حیثیت سے تھا اور اسی ضمن میں دعوت اسلام کا خط بھی بھیجا گیا تھا کنٹن میں ابو کبشہ کی بڑی عزت ہوئی اور اسکے ہم مذہبوں کو تعمیر مسجد اور اعلان دین کی اجازت دیگئی۔ ابو کبشہ سنہ ۱۱ھ میں جب مدینہ واپس آیا تو رسول اللہؐ کی وفات ہوچکی تھی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ ابوبکرؓ کا جمع کیا ہوا قرآن ساتھ لیکر وہ پھر کنٹن کو گیا کنٹین میں اسکا مزار اب تک موجود ہے اسکی بنائی ہوئی مسجد بھی لابدی تغیر و تبدل کے بعد اب تک قائم ہے۔

خلفا کے وقت میں مسجد کے گرد مسلمان تاجروں کی بستی تھی اور بہت عزت کے ساتھ یہ لوگ وہاں رہتے تھے جس طرح ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان میں شاہان مغلیہ کے عروج میں بھی اپنی عدالت اور اپنا قانون ساتھ رکھتی تھی اسی طرح کنٹین کے مسلمان بھی اپنا قاضی الگ رکھتے تھے اور خلیفہ اسلام کے نام کا خطبہ پڑھتے تھے۔

سنہ ۷۵۷ء میں خلیفہ منصور نے چار ہزار عرب سپاہ تھانگ کی مدد کو ایک بغاوت کے فرو کرنے کو روانہ کیے تھے۔ جب بغاوت ختم ہوگئی تو عرب سپاہیوں نے ہمیشہ ملک کو

واپس جانے سے انکار کیا اور اس ذریعہ سے کنٹین میں مسلمانوں کی حیثیت و وقایم
ہوئی جو عربی پاشا کی گرفتاری کے بعد اب انگریزون کو مصر مین حاصل ہے
مسلمان دعوت اسلام کے ذریعہ سے نومسلمون کی تعداد بڑھاتے رہے چینی
عورتون کے بطن سے مسلمانون کی نسل بھی خوب بڑھی۔ شاہان چین کے
مغلیہ خاندان کے وقت مین مسلمانان چین کو باہر سے بھی مدد پہونچتی رہی۔
مغلیہ خاندان شاہی کے زوال پر گورنمنٹ چین نے اپنا یہ اصول قرار دیا کہ
غیر ملک کے لوگ آنے نہ پائین۔ ممکن تھا کہ یہ زمانہ مسلمانان چین کو دیگر بلاد اسلام
سے الگ کر کے تاریکی خیالات مین ڈال دیتا لیکن فی الواقع ایسا نہین ہوا۔
اور اب تو مسلمانون کی آزادی کچھ بڑھ گئی ہے کیونکہ گورنمنٹ چین نے غیر قومون سے
نفرت رکھنے کی پالیسی بدل دی ہے۔

ولید ابن عبد الملک کے زمانہ مین جو عربون کے انتہاے عروج کا زمانہ تھا
جب ایک طرف طارق نے اسپین فتح کیا۔ محمد ابن قاسم نے سندھ فتح کیا تو خراسان
کے حاکم قتیبہ بن مسلم نے دریاے جیحون عبور کر کے سمرقند و بخارا وغیرہ فتح کیے
اور مسلمانون کی فوج سرحد چین تک پہونچ گئی خاقان نے ایلچیون کو ایک رقم کثیر دیکر
خلیفہ اسلام کی بزرگی تسلیم کی۔ اور پھر نہ خاقان چین کو مسلمانون سے لڑنے کی جرأت ہوئی اور
نہ مسلمانون نے اتنی دور حکومت کرنے کی خواہش کی۔ مصالحت کی صورت قایم رہی
اور دعوت اسلام کے لیے راستہ کھلا رہا۔ پہلی مسجد کانسی مین ۷۴۲ء مین بنی۔
علاوہ ان مسلمانون کے جنکی تعداد دعاۃ اسلام کی بدولت اور مسلمان تاجرون کی
فیض صحبت سے بڑھتی رہی چنگیز خان کے زمانہ مین بھی مسلمانون کی آبادی بڑھ جانے کا

ایک سبب پیدا ہو گیا چنگیز خان کے تخت و تاراج سے بڑے بڑے امراجس طرح
کہ ممالک وسط ایشیا سے ہندوستان میں آکر پناہ گزین ہوئے اسیطرح کثرت
سے مسلمان چین میں جا کر آباد ہو گئے اور مسلمانان چین کی آبادی میں دفعتاً ترقی ہو گئی
صوبجات کانسو اور شانسی دونوں قریب ہی قریب ہیں آٹھوین صدی عیسوی
کے وسط میں کانسو مین بھی اسلام پھیلا۔ صوبہ کانسو کے فرمانروا خان سٹپوک کے مسلمان
ہونے پر اسلام نے یہان اور زور پکڑا۔
مغلیہ خاقانون کے وقت مین عبدالرحمٰن ۱۲۴۲ء مین چین کے شاہی خزانہ کا افسر تھا
سید اجل بخاری ۱۲۵۹ء مین خزانہ شاہی کا وزیر تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خاقان
چین کی طرف سے مسلمانان چین کو عہدہ ہا جلیلہ ملتے رہے ہیں اور قومون کے مسلمان
بھی وہان سلطنت کے ایک رکن سمجھے جاتے ہین۔ مفتوحہ قوم کی حالت مین نہیں مین
اسلامی سلطنتون کے زور گھٹنے پر مسلمانان چین کی حالت پولٹیکل معاملات مین کسیقدر
گھٹ گئی لیکن اب بھی بہت غنیمت ہے۔ مسلمانان چین کو بھی انتظام سلطنت مین عام
رعایا کی طرح حصہ لینے کا حق ہے۔ چین کے اصلی باشندون مین مذہبی تعصب کم ہے اسلیے
دعوت اسلام مین کوئی مزاحمت نہین ہوتی۔ اب بھی دعاۃ اسلام داعیون کی حیثیت سے اپنا کام کرتے
رہتے ہین۔
بحر الکاہل و بحر ہند کے بیچ مین چین اور برہما کے دکھن آسٹریلیا کے قریب تک
جو سیکڑون جزیرے چھوٹے بڑے قریب قریب واقع ہین اُنکے مجموعہ کو مجمع الجزائر کہتے ہین
ان جزائر مین بھی مسلمانونکی آبادی بہت دنون سے ہے جس طرح سیلون کی راہ سے عرب کشتین
صوبہ چین مین تجارت کی غرض سے پہونچے اسیطرح اور اُسی زمانہ مین تجارت کے ذریعہ سے

دعاۃ اسلام کا مجمع الجزائر مین آنا قیاس کیا جاتا ہی لیکن زمانہ معین نہین کیا جا سکتا تاریخ چین اس بارہ مین صاف نہین ہین۔ مجمع الجزائر کے مسلمان باعتبار مسلمانان چین کے زیادہ تر متشرع ہین۔ یہ لوگ بکثرت حج کرتے ہین اور ان حاجیون کے ذریعے سے مسلمانون کے مذہبی دستور مین فرق نہین پڑتا۔ یورپین مورخ حج کے فرض کی ماہیت اس ترقی کو دیکھ کر سمجھتے ہین اور مسایل اسلام کے نکات پر متحیر ہوتے ہین۔

ساتوین صدی عیسوی مین مسلمان تاجر ملک چین مین پہونچے اور آٹھوین صدی کے وسط تک چین مین بکثرت نظر آنے لگے اسکے بعد ان تاجرونکی حالت روز بروز بڑھتی گئی دسوین صدی سے پندرہوین صدی تک مشرقی ملکون کی تجارت پر عرب پورے طور پر قابض تھے چین کی بعض تاریخون سے پتہ چلتا ہی کہ آخر ساتوین صدی عیسوی مین سماترا مین عرب کی بستی قایم ہو گئی تھی۔ یہ تو ابتدائی حالت ہی اسکے بعد جب ہندوستان مین مسلمان پہونچے تو ہندی مسلمانون نے بھی سماترا مین آنا شروع کیا۔ چودہوین صدی عیسوی مین جب ابن بطوطہ نے اس جزیرہ مین قدم رکھا تو مذہب اسلام کو اسنے بہت بارونق پایا۔ وسط تیرہ صدی مین یہان کا فرمانروا بھی بت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہو گیا۔ یہان کے ایک بادشاہ کا نام ملک الصالح تھا سنہ ۱۲۹۶ء مین جزیرہ سماترا کے شہر سمدرا کا بادشاہ ملک ظاہر بن ملک صالح تھا۔ ابن بطوطہ نے اسکی تزک شان تشرع اور شجاعت کا تذکرہ کیا ہی۔ اسی زمانہ مین شریف مکہ نے بھی دعوت اسلام کے لیے ایک سیاح شیخ اسمعیل کو یہان بھیجا تھا۔

جاوہ مین بہ نسبت اور جزائر کے اسلام پیچھے پہونچا لیکن اب جاوہ کے مسلمان چند جزائر سے سب سے اچھی حالت مین ہین۔ حاجی پروا۔ مولانا ابراہیم۔ راذن رحمت۔ مولانا اسحاق۔ شیخ خلیفہ حسین۔ شیخ نور الدین ابراہیم۔ یہ لوگ دعاۃ اسلام مین زیادہ نامی گذرے ہین

فصل چہارم

اخلاق محمدی

آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ نوع انسانی کے ساتھ بے انتہا اچھا تھا۔ عام طور پر مسلمانون مین یہ مشہور ہے کہ آنحضرتؐ کا خلق لاثانی تھا۔ اور اسلیے جب یہ کہنا ہوتا ہے کہ حسن اخلاق کا مقتضا یون ہے تو مسلمان کہتے ہین کہ اخلاق محمدی کا مقتضا یون ہے۔ گویا اُنکے نزدیک حسن اخلاق کا سب سے اچھا نمونہ خلق محمدی ہے۔ ہم اس موقع پر اخلاق محمدی کی چند مثالین کتب احادیث سے منتخب کر کے مندرج کرتے ہین۔ اُنکے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ اخلاق مین آنحضرتؐ کس پایہ کے انسان تھے۔

پہلے کچھ مختصر تاریخی واقعات احادیث کے جمع ہونے کی بابت مندرج کیے جاتے ہین تاکہ ناظرین سمجھین کہ حدیث کیا شے ہے۔ قرآن ایک مجموعہ قانون اسلامی ہے۔ جسکو آنحضرتؐ کے وقت مین تمام مسلمانون نے حفظ کر لیا تھا اور بعد آپ کی وفات کے وہ کتاب کی صورت مین مدوّن کر لیا گیا۔ آج تک حافظون کا سلسلہ یکے بعد دیگرے مسلمانون مین چلا آتا ہے۔ اور نقل کے ذریعہ سے وہ کتابت کے سلسلہ مین بھی اب تک قایم ہے۔ تمام روے زمین کے مسلمان اُسکی صحت مین باہم متفق ہین۔ اور ایک لفظ کا بھی اختلاف کہین سے پایا نہین جاتا۔ بعد قرآن کے کتب احادیث کا رتبہ ہے۔ وفات پیغمبر سے بہت دنون کے بعد قرآن کے معنی سمجھنے کے لیے اور نیز بہت سے ملکی اور اخلاقی معاملات مین پیغمبر کی رائین اور اُنکے اقوال دریافت کرنے کے

لیے ضرورت داعی ہوئی کہ آنحضرتؐ کے اقوال بھی جمع کیے جائیں اور افعال بھی جو نبیؐ کے ساتھیون نے بیان کیے تھے وہ بھی یکجا کر دیے جائیں اس طرح سے صحابہ رسولؐ کی روایتین بواسطہ اور بلاواسطہ جمع کی گئین اُسکے جمع کرنے مین تواتر کا خیال رہا اور راویونکی جہان بین ہوئی۔ اسماء الرجال کا ایک علم ہی اس غرض کے لیے قایم ہوا۔ عربون کی قوت حافظہ غیر معمولی طور پر مضبوط تھی جیسا کہ تمام غیر قوم کے مورخ بھی تسلیم کرتے ہین اسلیے اس کام مین انکو بہت وقت اُٹھانا نہ پڑی۔ اس طرح جو کتابین حدیث کی قایم ہوئین وہ گویا تاریخی حقائق کی کتابین ہین۔ اور انکی صحت کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ اس مہذب زمانہ مین بھی اس اہتمام سے واقعات قلمبند نہین کیے جاتے لیکن باوجود اسکے مسلمانونکے نزدیک قرآن کی طرح خواہ مخواہ تمام حدیثون کا صحیح مان لینا جزو ایمان نہین ہے اور نہ فی الواقع وہ سب کی سب اس پایہ کی ہین۔ لاکثر حکم الکل کے اعتبار سے صحاح ستہ کی اکثر حدیثین اکثر مسلمانون کے نزدیک صحیح سمجھی جاتی ہین۔ گو چند امور زمانہ مابعد مین ایسے پیدا ہوئے جو بعض حدیثون کے مشتبہ ہونے کا خیال پیدا کر سکتے ہین۔ لیکن وہ امور اُن معاملات سے بالکل جدا ہین جو محض اخلاق سے تعلق رکھتے ہین اور اسلیے احادیث نبوی جہانتک اُنکو اخلاق سے تعلق ہے مسلمانون کے نزدیک اور اُن تمام دیگر قومون کے نزدیک جو اسلام کی ابتدائی تاریخ سے واقف ہین ذرا مشتبہ نہین ہین۔

انسان اپنے سے کمزور کے مقابلہ مین ہمیشہ بد تہذیب رہا ہے اور رہیگا گذشتہ زمانہ مین غلام کی حالت سب سے کمزور تھی اور اسلیے انکے ساتھ نیک

شخص بھی غلاموں کے مقابلہ مین ظالم تھا - لیکن آنحضرت اس کلیہ سے مستثنیٰ تھے وہ اپنے غلام کے مقابلہ مین اس درجہ مہذب تھے کہ کوئی دوسرا اپنی اولاد کے مقابلہ مین اس درجہ مہذب نہین ہو سکتا - اور یہی وجہ تھی کہ آنحضرت جب غلام کو آزاد کرتے تھے وہ آزاد ہو جانے پر بھی آپ کی خدمت سے جدا نہین ہوتا تھا - حضرت انس آنحضرت کے غلام تھے - انکا قول ہے کہ "مین نے دس برس تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی - آپ نے کبھی میرے کامون پر اُف بھی نہین کیا - حتیٰ کہ یہ بھی نہین کہا کہ فلان کام تم نے کیون کیا یا کیون نہ کیا" حضرت انس ایک دوسرے موقع پر کہتے ہین کہ "رسول اللہ کے عادات سب سے اچھے تھے - ایک روز آپ نے مجھے کسی کام کو بھیجا - مین نے کہا واللہ مین نہ جاؤنگا مگر دل مین جانا منظور تھا - اسکے بعد مین گھر سے نکلا اور بازار مین جہان چند لڑکے کھیل رہے تھے جا کر کھڑا ہو گیا - آنحضرت بھی وہان پہونچے اور پیچھے سے میری گردن پکڑلی - مین نے منھ پھیر کر دیکھا تو آپ نے ہنسکر فرمایا اے انس مین نے جہان بھیجا تھا وہان گیا - مین نے عرض کیا یا رسول اللہ اب جاتا ہون" - احادیث مین مذکور ہے کہ "آنحضرت نے کبھی اپنے ہاتھ سے کسی کو نہین مارا نہ غیر کو نہ اپنی بی بی کو نہ خادم کو - اللہ کی راہ مین جہاد البتہ کیا" آنحضرت خود ہی کمزورون پر مہربان نہین رہتے تھے بلکہ دوسرون پر بھی تاکید کرتے تھے کہ وہ زبردستون پر سختی نکرین -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جب خادم کھانا پکا کر لائے تو

چونکہ دھوان اور گرمی اُسی نے سہی ہے اسلیے اُسکو بھی اپنے ساتھ کھلانا چاہیے اگر کھانا کم ہو تو لقمہ دو لقمہ ہی اُسکو دیدینا چاہیے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو اپنے بے قصور لونڈی غلام کو تہمت لگائیگا قیامت مین اُسکو کوڑے لگین گے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" جو اپنے غلام کو بے قصور حد یا طمپانچہ مارے تو اُسکو آزاد کردے اور یہی اُسکا کفارہ ہے"

ابو مسعودؓ نے فرمایا" مین اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ پیچھے سے یہ آواز آئی "اے ابا مسعود جسقدر تجکو اس غلام پر اختیار ہے اللہ تعالی اس سے کہین زیادہ تجھپر اختیار رکھتا ہے" مین نے جو پھر کر دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا۔ مین نے عرض کیا" یا رسول اللہ مین نے اس غلام کو خدا کے واسطے آزاد کیا" آپ نے فرمایا" خبردار اگر تو آزاد نہ کرتا تو تجھے آگ مین جلنا پڑتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" (خدا کے بندون پر) آسانی کرو سختی نکرو۔ تسلی دو نفرت نہ دلاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو موسیٰؓ اور معاذؓ کو یمن کی طرف روانہ کیا تو فرمادیا" نرمی کرنا اور سختی نہ کرنا تسکین دینا۔ نفرت نہ دلانا اور آپس مین متفق رہنا اختلاف نہ کرنا"

آنحضرتؐ اپنے اہل وعیال پر بہت مہربان تھے اور انگریزی مقولہ ہے کہ نیک کام گھر سے شروع ہوتا ہے" ٹھیک ٹھیک آپ اسکا نمونہ دکھاتے تھے

انس فرماتے ہین "آپ کے صاحبزادے ابراہیم مدینہ طیبہ کے ایک گاؤن
مین پرورش پاتے تھے آپ اُنکے دیکھنے کو تشریف لیجانے تھے تو ہم لوگ
بھی آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔ ابراہیم کے رضاعی باپ پیشہ حدادی کرتے
تھے۔ دھوین سے انکا گھر بھرا رہتا تھا اور آپ اُس گھر مین تشریف لیجاتے تھے۔
احادیث مین مذکور ہے کہ جب آپ اپنے گھر مین تشریف لیجاتے تھے تو گھر والون
کی خدمت مین مشغول ہو جاتے تھے اور پھر نماز کے وقت باہر تشریف لیجاتے
تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "جو بندون پر مہربانی نہین
کرتا خدا بھی اُسپر مہربانی نہین فرماتا"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور مین گانون کا ایک شخص آیا۔
اُسنے (آپ کو بچون کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھکر) عرض کیا "آپ لوگ بچون کو
چومتے ہین؟ ہم لوگ تو کبھی نہین چومتے" آپ نے فرمایا "کیا مین اِس
بات کا مالک ہون کہ اللہ تعالی کو تیرے دل سے مہربانی نکالنے نہ دون۔
حضرت عائشہؓ فرماتی ہین "ایک فقیرن دو لڑکیان لیے ہوئے آئی اور
سوال کیا۔ اُسوقت میرے پاس ایک خرمے کے سوا اور کچھ بھی نہ تھا مین نے
وہی خرما اُسے دیدیا۔ اُسنے اُسکو دو ٹکڑے کرکے دونون لڑکیون کو دیا اور
آپ کچھ نہ کھایا اور چلی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو
مین نے یہ ماجرا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ "جسکو خدا لڑکیان دے اور
وہ اُسکے ساتھ سلوک کرے تو یہ لڑکیان اُس شخص کے لیے دوزخ کی

آگ سے بچانے والی ہوجائین گی۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے تین لڑکیون کی پرورش کی وہ اور مین قیامت مین یون آئین گا اور آپ نے اپنی دو انگلیان ملائین۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "یتیم کی خبر گیری کرنے والا وہ یتیم اپنا ہو یا پرایا جنت مین یون ہوگا" یہ فرما کر آپ نے اپنی شہادت اور بیچ کی انگلی کا اشارہ کیا اور ان دونون مین کچھ کشادگی رکھی۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "سفر عذاب کا ٹکڑا ہے کیونکہ معمولی سونے کھانے پینے سب مین فتور ڈال دیتا ہے تو جو اپنے سفر کی حاجت سے فارغ ہو جائے وہ اپنے بال بچون سے جلد آملے۔"

جعفرؓ کے بیٹے عبداللہ نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر سے واپس آتے تو شہر کے باہر ہی گھر کے بچے پہلے آپ سے ملنے جاتے۔ ایکبار آپ سفر سے تشریف لیے آتے تھے کہ لوگون نے پہلے مجھے آپ تک پہونچایا۔ آپ نے مجھے اپنی گود مین بٹھا لیا۔ پھر لوگ فاطمہؓ کے کسی صاحبزادے (امام حسنؓ یا امام حسینؓ) کو لائے تو آپ نے اپنے پیچھے بٹھایا۔ پھر تو مدینہ مین ایک سواری پر ہم لوگ تینون آدمی داخل ہوئے۔"

حضرت انسؓ اور ابو طلحہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر سے آئے۔ اس سفر مین آپ کے ساتھ اسی سواری پر ام المومنین بی بی صفیہؓ آپ کے پیچھے تھین۔"

آنحضرت غیرون کے ساتھ بھی بہت نرمی اور محبت سے پیش آتے تھے
بلکہ جاہلون کی جہالت سے بھی آپ کے برتاؤ مین کچھ فرق نہین آتا تھا۔
انس فرماتے ہین "ایک روز مین رسول اللہ کے ساتھ کہین جاتا تھا آپ
ایک کنارہ دار چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ ایک دیہاتی نے آپ کی چادر
اس زور سے کھینچی کہ آپ اسکی طرف کھنچ گئے اور مین نے دیکھا کہ گردن مین
خراش پڑ گئے تھے۔ اس دیہاتی نے کہا محمد اللہ کے مال سے کچھ مجھے بھی
دو۔ آپ اسکی طرف دیکھ کر ہنسنے لگے اور کچھ دلوا دیا" حدیثون مین مذکور
ہے کہ "رسول اللہ سے کبھی کوئی چیز ایسی نہین مانگی گئی کہ آپ نے نہین
فرمایا ہو۔ ایک مرتبہ آنحضرت حنین سے واپس آتے تھے کہ دیہاتی سائل
آپ کو چمٹ گئے اور آپ ہٹتے ہٹتے ببول کے درخت کے پاس پہونچے
آپکی چادر کانٹون مین الجھ گئی تو آپ ٹھہر کر فرمانے لگے "میری چادر مجھے
دیدو۔ اگر میرے پاس ان خاردار درختون کے برابر بھی گاے۔ بکری
اونٹ وغیرہ ہوتے تو مین ضرور تم لوگون کو دیڈالتا اور تم مجھے بخیل جھوٹا اور
بودا نہ پاتے۔ آنحضرت ادنی سے ادنی شخص کی بات بھی نہایت توجہ اور اطمینان
سے سُنتے تھے۔ مدینہ مین کسی کی ایک لونڈی تھی۔ عرض حال کرنے کو آنحضرت
کا ہاتھ پکڑ لیتی تھی اور جہان چاہتی تھی لیجاتی تھی۔

آنحضرت مین قناعت بہت تھی۔ حرص دنیا چھو بھی نہین گئی تھی۔ اسکے
متعلق آپ کے بہت سے مقولے حدیثون مین ہین منجملہ اُنکے چند
بیان کیے جاتے ہین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " خدا کی قسم دنیا کی نسبت آخرت کی نعمتون کے آگے ایسی ناچیز ہین جیسے کوئی شخص اپنی انگلی کو دریا مین غوطہ دے۔ پھر خود ہی دیکھے کہ وہ انگلی دریا سے کیا لیکر آئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مقام مین گذرے وہان ایک بکری کا بچہ چھوٹے کان والا مرا ہوا پڑا تھا۔ آپ نے اسکو دیکھکر صحابہؓ سے پوچھا " اسکو ایک درم پر خریدنا کسی کو پسند ہے " سب نے عرض کیا " اسکو کسی چیز کے بھی بدلے لینا پسند نہین ہے " آپ نے فرمایا " خدا کی قسم جسقدر یہ مردار تمھارے نزدیک ذلیل وخوار ہے خدا کے نزدیک دنیا اس سے کہین زیادہ ذلیل وخوار ہے "

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " دنیا مسلمانون کے لیے قید خانہ ہے اور کافرون کے لیے جنت ہے "

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " خدا کی قسم مجکو تم لوگون کے فقیر ہو جانے کا کچھ ڈر نہین ہے بلکہ ڈر یہ ہے کہ تم پر بھی تمھارے اگلون کی طرح دنیا پھیلائی جائیگی اور تم بھی انکی طرح اسپر جھک پڑوگے۔ پھر جیسا اس دنیا نے انکو تباہ کیا ہے ویسا ہی تمکو بھی تباہ کر چھوڑے گی "

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا کیا کرتے تھے کہ " الہی محمد کی آل کو بقدر قوت اور کفاف روزی دے "

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " جو مسلمان ہوا اور اس نے بقدر گذران روزی پائی اور خدا نے اسکو جسقدر دیا ہے اسپر اسکو قناعت بھی

پونجی کی بس وہی کامیاب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لوگ کہتے ہیں میرا مال۔ میرا مال۔ حالانکہ صرف تین قسم کے مال اُسکے ہیں۔ ایک وہ جسے کھا کر ختم کردیا۔ دوسرا وہ جسے پہن کر پرانا کردیا۔ اور تیسرا وہ جو کسی کو دیڈالا اور ذخیرہ آخرت بنایا۔ ان تینوں اقسام کے سوا جتنا مال ہے بندہ اُسکو دوسرون کے لیے چھوڑ جانے والا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا: "تم لوگون مین ایسا کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو۔" صحابہؓ نے عرض کیا: "ہم سب کو وارثون کے مال سے اپنا مال زیادہ پیارا ہے۔" آپ نے فرمایا: "بندے کا مال تو وہی ہے جسے اُسنے ذخیرہ آخرت کیا باقی جسقدر وہ چھوڑمرا اُسکے وارث کا مال ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "توانگری اور آسودگی مال و اسباب کی کثرت سے نہین ہوتی۔ توانگری دل کی توانگری ہے۔"

آج کل کے مسلمانون مین ایک نہایت ہی بُرا دستور یہ ہے کہ اپنے یگانون کے ساتھ سلوک کرنا باعث حسنات نہین سمجھتے۔ کچھ تو اسلیے کہ وہ اپنی جہالت سے غیرون کو دینا اچھا سمجھتے ہین اور کچھ اسلیے کہ وہ جانتے ہین کہ غیرون کو دینا زیادہ تر نامورئ کا باعث ہوگا۔ اسکے برعکس آنحضرتؐ نے ہمیشہ لوگون کو سمجھایا کہ اپنون کے ساتھ نیکی کرنا زیادہ اچھا ہے۔

کسی نے پوچھا یا رسولؐ اللہ سلوک کرنے کے لائق سب سے زیادہ کون ہے؟۔ آپ نے فرمایا: "تیری ماں" اُسنے کہا پھر کون؟ فرمایا۔ "تیری ماں"

اُس نے کہا پھر کون؟ فرمایا: تیری ماں۔ اُس نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تیرا باپ اور اُسکے بعد تیرے واسطے جسقدر زیادہ قریب ہون اُسیقدر اُنکے ساتھ زیادہ سلوک کرنا چاہیے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اُسکی ناک خاک آلودہ ہو۔ اُسکی ناک خاک آلودہ ہو۔ اُسکی ناک خاک آلودہ ہو۔" لوگون نے عرض کیا۔ "یارسول اللہ کسکی؟" فرمایا: "اُس شخص کی جو اپنی ماں اور باپ دونوں یا ایک کے بڑھاپے کا زمانہ پالے پھر بھی بہشت مین نہ جائے۔"

ابوبکرؓ کی بیٹی اسمٰاؓ نے کہا: قریش کی صلح کے زمانہ مین میری ماں آئیں اور وہ مشرکہ تھیں مین نے پوچھا یارسول اللہ میری ماں آئی ہین اور وہ اسلام سے بیزار ہین کیا مین اُنکے ساتھ بھی سلوک کرون؟" فرمایا "ہاں اُنکے ساتھ بھی سلوک کرو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے ہم لوگون پر ماں باپ کی نافرمانی اور زندہ لڑکی گاڑنے اور بخل اور گدائی کرنے کو حرام کیا ہے اور قیل وقال اور کثرت سوال اور اضاعت مال کو ناپسند کیا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ماں باپ کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے۔" لوگون نے پوچھا: "کیا کوئی اپنے ماں باپ کو بھی گالی دیتا ہے؟" فرمایا: "ہاں جب کوئی کسی شخص کے ماں باپ کو گالی دے گا تو وہ بھی اُسکے ماں باپ کو گالی دے گا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "نیکیوں میں بہت اچھی نیکی

[illegible] آدمی اپنے باپ کے بعد اُسکے دوستون کے ساتھ احسان کرے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "جسکو منظور ہو کہ اُسکی روزی مین برکت ہو اور عمر بھی دراز ہو اُسے چاہیئے کہ اپنے ناتے والون کے ساتھ سلوک کرے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "رحم ۔ رحمن سے نکالا گیا ہے اسلیے اللہ تعالی نے فرمایا۔ "اے رحم جو تجکو ملائے گا (یعنے ناتے دارون کے حقوق ادا کرے گا) مین بھی اُسکو اپنے ساتھ ملاؤن گا ۔ اور جو تجھے چھوڑے گا (یعنے ناتے والے کا حق ادا نہ کرے گا) مین بھی اُسے چھوڑ دونگا"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "ناتا توڑنے والا بہشت مین نہ جائے گا"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" بدلا لینے والا ملنے والا نہین ہے ملنے والا وہ ہے جسکے قرابت مند اُسکو چھوڑین اور وہ اُنکے ساتھ سلوک اور احسان کیے جائے"۔

ایک شخص نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ میرے قرابت مند ایسے ہین کہ مین تو اُنسے ملتا ہون اور وہ مجھے چھوڑتے جاتے ہین ۔ مین اُنکے ساتھ سلوک کرتا ہون اور وہ میرے ساتھ بُرائی کرتے ہین ۔ مین درگزر کرتا ہون اور وہ خواہ مخواہ زیادتی کرتے ہین ۔ آپ نے فرمایا" اگر ایسا ہی ہے جیسا تو کہتا ہے تو گویا تو اُنپر خاک ڈالتا ہے ۔ اور جب تک تو اسپر قایم ہے تجھ پر اللہ کی نگہبانی ہے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جب خدا کسی کو مال عطا کرے تو وہ پہلے اپنے اور اپنے گھر والون کے کام مین خرچ کرے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "خدا نے تمھارے بھائیون کو تمھارا ماتحت کیا ہے۔ تمھین اُنکو بھی اپنی ہی طرح کا کھانا کپڑا دینا چاہیے اور طاقت سے زیادہ کام اُنسے نہ لینا چاہیے۔ بھاری کام ہوا تو خود بھی مدد کردینا چاہیے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "آدمی کے گنہگار ہوجانے کو یہی بہت ہے کہ جسکا کھلانا اُسکے ذمہ ہے اُسکو نہ دے"

آنحضرتؐ اپنی زبان سے کبھی کسی کو برا نہین کہتے تھے اور لوگون کو تعلیم بھی ایسی ہی کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جو شخص مجھے اپنے دونون کلون اور دونون پاؤن کے درمیان کی چیزونکی ضمانت دے مین اُسکے لیے جنت کا ضامن ہوتا ہون"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "آدمی کبھی ایسی بات کہتا ہے کہ اللہ تعالی راضی ہوجاتا ہے اور اُسکے درجے بلند فرماتا ہے اور بندے کو اُس کہنے کی شان کی خبر بھی نہین ہوتی۔ اور کبھی بندہ ایسی بات بول اُٹھتا ہے جس سے خدا ناراض ہوجاتا ہے اور بندہ دوزخی ہوجاتا ہے۔ اور بندے کو اس بات کے کہنے مین کچھ کھٹکا بھی نہین ہوتا"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور مارڈالنا کفر ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہتا ہے تو اُن دونون میں سے ایک کافر ہوتا ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "کوئی کسی کو فسق یا کفر کی تہمت نہ لگائے اسلیے کہ اگر (جس کو تہمت لگائی ہے) وہ شخص فاسق یا کافر نہ ہوگا تو یہ سخت بات (فسق یا کفر) کہنے والے ہی پر واپس آئے گی"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "دو شخص جب آپس مین سخت کلامی کرتے ہین تو جب تک مظلوم کی سخت کلامی بڑھ نہین جاتی تب تک دونون کا گناہ سخت کلامی شروع کرنے والے پر ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تم لوگ قیامت مین اُس شخص کو نہایت ہی بدتر پاؤ گے جو دُنیا مین، ہر ایک کے سامنے اُسی کی سی باتین بنایا کرتا ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "چغل خور جنت مین نہ جائے گا"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جب تم تعریف کرنے والون کو دیکھو تو اُنکے مُنھ مین خاک ڈالو"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا "تم لوگ جانتے ہو غیبت کیا ہے؟" لوگون نے عرض کیا۔ "اللہ اور رسولؐ خوب جانتا ہے" فرمایا۔ "اپنے بھائی کا ذکر غائبانہ اس طرح پر کرنا کہ وہ سُنے تو اُسکا دل دُکھے یہی غیبت ہے" صحابہؓ نے عرض کیا "اگر وہ بات میرے بھائی مین ہو تب؟" فرمایا "جب ہی تو غیبت ہے اور نہ تو بہتان ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میری سب امت کو معافی
ہین ہے سوا اُسکے جو کھلے بند گناہ کرتی ہے اور یہ بڑی بے پروائی کی بات
ہے کہ انسان نے رات کو کوئی بُرا کام کیا اور خدا نے اُسکو چھپایا۔ مگر وہ خود صبح کو
اپنے یارون سے کہنے لگا کہ رات کو مین نے یہ کیا اور وہ کیا۔ اللہ تعالےٰ
نے تو رات کے گناہ کی پردہ پوشی کی اور اُس نے صبح ہوتے ہی گویا
اللہ کا پردہ فاش کردیا"

آنحضرت صلعم کوشش کرتے تھے کہ تمام انسان برابر ہوجائین۔ ایک کو دوسرے
پر کسی قسم کی ترجیح نہ رہے آپ پسند نہ کرتے تھے کہ موقع اور ضرورت سے زیادہ
کوئی اپنے آپ کو بڑھائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور مین ایک شخص حاضر ہوا اور وہ آپکو
بہترین خلق کہہ کر کلام کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا "بہترین خلق ہونا کچھ ابراہیم
ہی کی شان تھی"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میری تعریف مین ایسا نہ بڑھ
جاؤ جیسا نصاریٰ عیسیٰ کی تعریف مین بڑھ گئے ہین۔ مین تو خدا کا غلام ہون۔
بس مجھے اللہ کا غلام اور اللہ کا رسول (ایلچی قاصد) ہی کہا کرو"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی بھیجی ہے
کہ تم لوگ اسقدر عاجزی اور فروتنی کرو کہ کسی کو کسی پر شیخی باقی نہ رہے اور نہ کوئی
کسی پر ظلم کرے"

آنحضرت صلعم مین حلم۔ شرم۔ حیا۔ انکسار اور متانت بہت تھی۔ معدنیون مین سے

کہ کبھی آپ بیحیائی کی بات نہیں بولتے تھے۔ نہ غیبت کرتے تھے اور نہ کسی کو گالی دیتے تھے۔ غصہ کی حالت میں صرف اتنا فرماتے تھے۔ "اسکو کیا ہوا ہے اسکی پیشانی خاک آلودہ ہو" ایک مرتبہ لوگون نے عرض کیا "یا رسول اللہ آپ مشرکون کے لیے بددعا کیجیے" آپ نے فرمایا "مین اس کام کے لیے نہین بھیجا گیا ہون۔ مین رحمت کے لیے ہون" احادیث مین مذکور ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نئی دلہن سے بھی زیادہ شرمگین تھے۔ آپ جب کوئی چیز ناپسند کرتے تھے تو کچھ بولتے نہ تھے۔ صحابہؓ آپ کے تیور سے پہچان لیتے تھے" ہنسنے کا طریقہ آپ کا نہایت محمود تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہین "مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح ہنستے ہوئے کبھی نہین دیکھا کہ آپ کا منھ کھل گیا ہو اور حلق نظر آئی ہو۔ ہنسی کے وقت آپ مسکرایا کرتے تھے" حضرت عائشہؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ "رسول اللہ ہم لوگون کی طرح جلدی جلدی باتین نہین فرماتے تھے۔ آپ کی باتین ایسی ہوتی تھین کہ کوئی انکو گننا چاہتا تھا تو گن لیتا تھا" مذکور ہے کہ "آنحضرتؐ کو جب کسی دو کامون مین سے ایک کا اختیار دیا جاتا تھا تو آپ آسان ہی کام اختیار فرماتے تھے۔ گناہ کا کام ہوتا تھا تو سب سے زیادہ دور رہتے تھے۔ آپ نے کبھی کسی سے اپنا بدلا نہین لیا۔ مجرم خدا کی سزا ضرور کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کیا "مجھے کچھ نصیحت فرمایے" آپ نے فرمایا "غصہ نہ کر"۔ پھر اسنے کئی بار یہی بات کی۔ آپ نے فرمایا کیے "غصہ نہ کر"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ۔ "پہلوان تو وہ نہیں ہے جو لوگون کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے کو سنبھالے ۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ۔ "جسکے دل مین رائی برابر بھی ایمان ہوگا وہ دوزخ مین نرہے گا ۔ اور جسکے دل مین رائی برابر بھی شیخی ہوگی وہ جنت مین نہ جائے گا ۔" شیخی کا مضمون لوگون کی سمجھ مین نہ آیا تو کسی نے عرض کیا "آدمی اچھے کپڑے اچھے جوتے کو پسند ہی کرتا ہے ۔" آپ نے فرمایا "یہ نہین اللہ خود اچھا ہے اور اچھائی کو پسند فرماتا ہے ۔ شیخی یہ ہے کہ حق بات نہ مانے اور خدا کے بندے کو حقیر جانے ۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ۔ "قیامت مین اللہ تعالے تین قسم کے لوگون سے بات تک نہ کرے گا اور اُنکی طرف نگاہ کرم نہ فرمائے گا نہ اُنکو گناہ سے پاک کرے گا اور اُنکے لیے دردناک عذاب ہوگا ۔ (۱) بڈھا زناکار ۔ (۲) بادشاہ جھوٹا ۔ (۳) غریب مغرور ۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے کوئی مسلمان نہ کسی مسلمان پر ظلم کرے نہ اُسکو رسوا کرے نہ ناچیز جانے" آپ نے اپنے سینۂ مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا "پرہیزگاری یہان ہے ۔" پھر آپ نے تین بار فرمایا "انسان کے برے ہونے کو اسیقدر بس ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی حقارت کرے اُسکو ناچیز جانے ۔ مسلمان کی سب چیزین یعنی جان مال اور آبرو سب مسلمانون پر حرام ہین ۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز کے بعد آفتاب نکلنے تک (مسجد سے) نہین اُٹھتے تھے۔ جب آفتاب نکل آتا تو باہر تشریف لیجاتے تھے (اس درمیان مین) صحابہؓ جاہلیت کے وقت کی باتین بیان کرکے ہنستے تھے اور آپ مسکرایا کرتے تھے۔

آنحضرتؐ کو پڑوسیون کا بہت کچھ خیال رہتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "خدا کی قسم مومن نہین ہوا۔ خدا کی قسم مومن نہین ہوا۔ خدا کی قسم مومن نہین ہوا" لوگون نے پوچھا یا رسولؐ اللہ کون ؟" فرمایا "وہ شخص جسکے پڑوسی اُسکی شر سے نہ بچین"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جبرئیل پڑوسی کے بارے مین اسقدر حکم کرتے تھے کہ مین سمجھا اب عنقریب پڑوسی کو بھی وارث بنائین گے"

آنحضرتؐ کھانے کا بہت ادب کرتے تھے اور یہ ایک طور پر نعمت الٰہی کی شکرگزاری تھی۔ آپ بسم اللہ کہکر کھاتے تھے اور داہنے ہاتھ سے کھاتے تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مین تکیہ لگاکر نہین کھاتا۔ آپ کپڑے کا دسترخوان بچھاکر کھانا کھاتے تھے۔ گوشت مین آنحضرتؐ کو کدو کی ترکاری بہت پسند تھی۔ غذا آپ کی سادہ ہوتی تھی اور آپ بیل زیادہ کھاتے تھے لہسن پیاز کو آپ نے حرام نہین ٹھہرایا لیکن اُسکی بدبو کی وجہ سے اُسے ناپسند کرتے تھے۔

آنحضرتؐ کو جسم کی صفائی اور کپڑون کی صفائی کا بڑا خیال رہتا تھا۔

صاف کرنے کے لیے دن مین کئی مرتبہ مسواک کرتے تھے اور بالون مین
شانہ کرتے تھے اور تیل لگاتے تھے۔ مہمان نوازی آنحضرتؐ کو مرغوب تھی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "جو شخص اللہ پر
اور قیامت پر ایمان لایا اُسکو اپنے مہمان کا اکرام کرنا چاہیے۔ اور جو
کوئی اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو نہ ستائے اور
جو کوئی اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اُسکو یہ چاہیے کہ اچھی ہی بات
بولے یا چپ رہے۔ اور ایک روایت مین پڑوسی کے جملہ کے بدلے یہ ہے
"جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان لایا ہو اُسکو اپنے قرابت دارون کے
ساتھ ملا رہنا چاہیے"
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اللہ اور قیامت
پر ایمان لایا اُسکو اپنے مہمان کا اعزاز کرنا چاہیے۔ ایک رات دن تکلف کے
ساتھ مہمان نوازی کرے۔ اور مہمانی تین دن ہے اسکے بعد صدقہ ہے اور
مہمان کو اسقدر ٹھہرنا کہ میزبان تنگ ہو جائے حلال نہین ہے"
آنحضرتؐ بہت زاید متحمل اور صائب الراے تھے۔ حباب کہتے ہین کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر کے نیچے کملی رکھے ہوئے کعبہ کے سایہ مین
لیٹے ہوئے تھے۔ آپ نے مُشرکون سے بہت کچھ ایذا اور تکلیف پائی تھی۔
مین نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کفار پر بددعا کیون نہین کرتے یہ سنکر آپ اُٹھ بیٹھے
اور آپ کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور فرمانے لگے۔ اگلے لوگون مین ایسے ایسے لوگ
گذرے ہین کہ بے دین لوگ اُنہین سے کسی کو زمین مین گڑھا کھود کر کھڑا کرتے تھے

اور اُسکے سر پر آرہ چلا کر اُسکو دو ٹکڑے کر ڈالتے تھے لیکن اسقدر تکلیف بھی
اُس بندہ کو دین سے پھیرتی نہ تھی۔ اور کسی پر لوہے کی کنگھی اس سختی سے
کھینچتے تھے کہ وہ اُسکے گوشت کو طے کر کے پٹھے اور ہڈی تک پہونچتی تھی مگر
یہ سختی اُسکو دین سے پھیرتی نہ تھی۔ واللہ یہ دین ایسا کامل ہونے والا ہے
کہ سوار صنعا سے حضرموت تک اس امن اور امان سے چلا جائیگا کہ اُسکو خدا کے
سوا اور کسی کا خوف نہ ہوگا۔ یا اپنی بکریوں کے لیے وہ بھیڑیوں سے ڈرے گا
مگر افسوس کہ تم لوگ جلدی کرتے ہو"۔ یہ اُسوقت کی بات ہے کہ آنحضرتؐ کے
دل مین اصلاح قوم کا خیال پیدا ہوا تھا اور لوگ آنحضرتؐ کی باتین ما نتے
نہ تھے اور برا بھلا کہتے تھے۔ جو کام اُٹھایا گیا تھا اُسکا نتیجہ آپ سمجھتے تھے اور
ویسا ہی ظہور مین آیا۔ اسکے بعد جسقدر عربون نے ترقی کی اور ترقی کے ساتھ
تمام ملک مین امن و امان پھیلا یا سب پر روشن ہے۔

فصل پنجم

تمدن اور حسن معاشرت پر نصوص قرآنی

تمدن اور حسن معاشرت پر جتنی آیتین قرآن مین ہین ہم اُن سب کو ایک جگہ
لکھتے ہین۔ غیر مذہب والے بغور پڑھین اور سمجھین کہ قرآن نے کیسی کیسی مفید
باتین تعلیم کی ہین۔ مسلمان غور کرین کہ وہ کہان تک اُسکے پابند ہین۔

ہم نے بنی اسرائیل سے پکا قول لیا تھا کہ خدا کے سوا وہ کسی اور کی عبادت
نکرین۔ ماں باپ۔ رشتہ دارون۔ یتیمون اور محتاجون کے ساتھ سلوک کرنے مین
لوگون سے اچھی طرح بات کرین۔ نماز پڑھین اور زکوۃ دین۔ پھر تم مین سے

تھوڑے آدمیوں کے سوا اور سب منحرف ہو گئے تم بے پھرنے والے ہو۔ سورہ بقر رکوع ۱۰۔[1]

یہی نیکی نہیں ہے کہ نماز میں تم اپنا مُنہ پورب یا پچھم کرو بلکہ اصل نیکی اُنکی ہے

جو اللہ۔ روز آخرت۔ فرشتوں۔ آسمانی کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے

ہین۔ اور اللہ کی محبت مین اپنے مال۔ رشتہ دارون۔ یتیمون۔ محتاجون

مسافرون اور مانگنے والون کو دیتے ہین اور لوگون کی گردنین چھوڑاتے ہین

نماز پڑھتے ہین۔ زکوۃ دیتے ہین۔ اور جب کسی بات کا اقرار کرتے ہین تو پورا

کرتے ہین۔ سختی مین اور تکلیف مین اور خوف کے وقت ثابت قدم رہتے

ہین۔ یہی اسلام مین سچے ہین اور یہی پرہیزگار ہین۔[2] سورہ بقر رکوع ۲۲۔

خدا کی راہ مین خرچ کرو۔ اپنے ہاتھون سے خود کو ہلاکت مین نہ ڈالو احسان کرو

کہ اللہ احسان کرنے والون کو دوست رکھتا ہے۔[3] سورہ بقر رکوع ۲۴۔

مسلمانو اپنی خیرات کو احسان جتانے اور سائل کو ایذا دینے سے اُس

شخص کی طرح ضایع نہ کرو جو اپنا مال دوسرون کے دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے

اور اللہ اور روز آخرت پر یقین نہین کرتا۔[4] سورہ بقر رکوع ۳۶۔

---

[1] واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل لاتعبدون الا اللہ وبالوالدین احساناً وذی القربی والیتمی والمسکین وقولوا للناس حسناً واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ ثم تولیتم الا قلیلاً منکم وانتم معرضون۔

[2] لیس البر ان تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم الآخر والملئکۃ والکتب والنبیین واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوۃ واتی الزکوۃ والموفون بعہدہم اذا عاہدوا والصبرین فی البأساء والضراء وحین البأس اولئک الذین صدقوا واولئک ہم المتقون۔

[3] وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین۔

[4] یا ایہا الذین امنوا لا تبطلوا صدقتکم بالمن والاذی کالذی ینفق مالہ رئاء الناس ولا یؤمن باللہ والیوم الآخر۔

اگر خیرات ظاہر مین دو تو وہ بھی اچھا ہے۔ اور چھپا کر حاجتمندون کو دو تو یہ تمہارے لیے اور بھی اچھا ہے۔ ایسا دینا تمہارے گناہون کا کفارہ ہے۔ اللہ کو تمہارے اعمال کی خبر ہے۔ سورۂ بقر رکوع ۳۷۔

جس خدا کا تم واسطہ دیکر اپنے کتنے کام نکال لیتے ہو اسکا اور رشتون کا پاس ملحوظ رکھو۔ خدا تم پر نگران ہے۔ سورۂ نساء رکوع ۱۔

اللہ کی عبادت کرو۔ کسی کو اسکا شریک نہ سمجھو۔ اور ماں باپ۔ اقربا۔ یتیمون محتاجون۔ قرابت والے پڑوسیون۔ اجنبی پڑوسیون۔ پاس کے بیٹھنے والون مسافرون اور اپنے لونڈی غلام کے ساتھ احسان کرو۔ اللہ انکو دوست نہین رکھتا جو اتراتے اور بڑائی مارتے پھرتے ہین۔ بخل کرتے ہین اور دوسرون کو بھی بخل کرنے کی صلاح دیتے ہین۔ اللہ نے جو کچھ انکو اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپاتے ہین۔ ہماری نعمتون سے جو ناشکری کرتے ہین انکے لیے ہم نے ذلت کا عذاب طیار کر رکھا ہے۔ اور نیز ان لوگون کے لیے جو اپنے مال لوگون کے دکھانے کو خرچ کرتے ہین۔ نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہین نہ روز آخرت پر۔ شیطان جسکا ساتھی ہو وہ بہت ہی برا ساتھی ہے۔ سورۂ نساء رکوع ۶

---

۵ ان تبدوا الصدقت فنعما ہی وان تخفوہا وتوتوہا الفقراء فہو خیر لکم ویکفر عنکم من سیاٰتکم واللہ بما تعملون خبیر۔

۶ واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبا۔

۷ اعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا وبذی القربی والیتمی والمسکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالا فخورا الذین یبخلون ویامرون الناس بالبخل ویکتمون ما اتہم اللہ من فضلہ واعتدنا للکفرین عذابا مہینا والذین ینفقون اموالہم رئاء الناس ولا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الاخر ومن یکن الشیطن لہ قرینا فساء قرینا۔

مسلمانو! اللہ کا حکم مانو۔ رسول کا حکم مانو۔ اور جو تم مین صاحب حکومت ہین اُنکا بھی حکم مانو۔ اگر کسی وجہ سے تم آپس مین جھگڑ پڑو تو اللہ اور رسول پر ایمان لانے کی شرط یہ ہے کہ اُس امر مین اللہ اور رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو یہ تمھارے حق مین بہتر ہوگا۔ اور انجام کے اعتبار سے بھی بہت اچھا ہوگا۔ سورۂ نساء رکوع ۸۔

پھلون کو جب وہ پھلین تو کھاؤ۔ اور کاٹنے اور توڑنے کے دن خدا کا حق (زکوۃ) ادا کرو۔ لیکن فضول خرچی نہ کرو۔ فضول خرچ کرنے والون کو خدا دوست نہین رکھتا ہے۔ سورۂ انعام رکوع ۱۷۔

جان رکھو کہ تمھارا مال اور تمھاری اولاد بکھیڑے ہین اور خدا ہی کے پاس اجر عظیم ہے۔ سورۂ انفال رکوع ۳۔

مسلمانو! بہت سے عالم اور مشائخ دوسرون کے مال ناحق کھاتے ہین اور لوگون کو راہ خدا سے روکتے ہین۔ پیغمبر! تو اُن لوگون کو جو سونا اور چاندی جمع کرتے ہین اور راہ خدا مین خرچ نہین کرتے دردناک عذاب کی خوشخبری سُنا دے۔ سورۂ توبہ رکوع ۵۔

---

۵۸ یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر ذلک خیر واحسن تاویلا۔

۵۹ کلوا من ثمرہ اذا اثمر واتوا حقہ یوم حصادہ ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین۔

۶۰ واعلموا انما اموالکم واولادکم فتنۃ وان اللہ عندہ اجر عظیم۔

۶۱ یا ایہا الذین امنوا ان کثیرا من الاحبار والرہبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ والذین یکنزون الذہب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرہم بعذاب الیم۔

پروردگار کا قطعی حکم ہے کہ سوا اُسکے کسی کی پرستش نہ کرو۔ اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ اگر والدین یا اُنمین سے ایک تیرے سامنے بڑھاپے کو پہونچین تو اُنکے سامنے کبھی اُف نہ کرنا اور نہ اُنکو کبھی جھڑکنا۔ اور ادب کے ساتھ بات کرنا۔ اور محبت کے ساتھ اُنکے سامنے خاکساری کا پہلو لیے رہنا۔ اور دعا کرنا کہ اے پروردگار جس طرح اُنھون نے مجھپر رحم کرکے چھوٹے سے بڑا کیا اُسی طرح تو بھی اُنپر رحم کر۔ سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۳۔

رشتہ دار غریب اور مسافر کے حقوق دیتے رہو۔ اور دولت کو بیجا نہ اُڑاؤ۔ دولت کے بیجا اُڑانے والے شیطانون کے بھائی ہین اور شیطان اپنے رب کا ناشکر گزار ہے۔ اگر تم کو اپنے پروردگار کے فضل کے انتظار مین جسکی تمکو توقع ہو اُنسے مُنہ پھیرنا پڑے تو نرمی سے اُنکو سمجھا دو۔ اپنا ہاتھ نہ اتنا سکوڑو کہ گردن مین بندھ جائے اور نہ بالکل اُسکو پھیلا ہی دو کہ تم تہی دست ہوکر لوگون کی ملامت سُنتے بیٹھو۔ اے پیغمبر تیرا رب جسے چاہتا ہے اُسکی روزی فراخ کرتا ہے اور مقرر کرتا ہے۔ وہ اپنے بندون کو دیکھتا ہے اور باخبر ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۳۔

---

۱۵۱ وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا۔ اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما۔ واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیٰنی صغیرا۔

۱۵۲ وآت ذا القربیٰ حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا۔ ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین وکان الشیطان لربہ کفورا۔ واما تعرضن عنھم ابتغاء رحمۃ من ربک ترجوھا فقل لھم قولا میسورا۔ ولا تجعل یدک مغلولۃ الیٰ عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا۔ ان ربک یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر۔ انہ کان بعبادہ خبیرا بصیرا۔

افلاس کے ڈر سے تم اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ ہم ہی اُنکو اور تم کو روزی دینگے۔ اُنکا مار ڈالنا بڑا بھاری گناہ ہے۔ [۳۱۴] سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۴۔

زنا کے پاس نہ پھٹکنا یہ بیحیائی ہے اور بُرا چلن ہے [۳۱۵] سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۴۔

جسکا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے اُسکو ناحق قتل نہ کرنا [۳۱۶] سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۴۔

جب تک یتیم اپنی جوانی کو نہ پہونچے اُسکے مال کے پاس بھی نہ جانا مگر اس صورت مین کہ تمہارا جانا یتیم کے لیے بہتر ہو۔ [۳۱۷] سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۴۔

عہد پورا کیا کرو۔ کیونکہ قیامت مین عہد کی بازپرس ہوگی۔ [۳۱۸] سورۂ بنی اسرائیل ۴۔

اور جب ناپو تو پیمانہ کو پورا بھر دیا کرو اور تولو تو ڈنڈی سیدھی رکھ کر تولو۔ [۳۱۹] سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۴۔

جس بات کا تجکو علم نہ ہو اُسکے پیچھے نہ ہو کان۔ آنکھ اور دل ان سب سے پرسش (قیامت مین) ہوگی۔ [۳۲۰] سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۴۔

زمین مین اکڑ کر نہ چل کہ تو نہ زمین پھاڑ سکے گا اور نہ پہاڑون کی لمبائی تک پہونچ سکے گا۔ [۳۲۱] سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۴۔

---

[۳۱۴] ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقھم وایاکم ان قتلھم کان خطا کبیرا۔

[۳۱۵] ولا تقربوا الزنی انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا۔

[۳۱۶] ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق۔

[۳۱۷] ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ہی احسن حتی یبلغ اشدہ

[۳۱۸] واوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا۔

[۳۱۹] واوفوا الکیل اذا کلتم وزنوا بالقسطاس المستقیم۔

[۳۲۰] ولا تقف مالیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا۔

[۳۲۱] ولا تمش فی الارض مرحا انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا۔

اندھے - لنگڑے - بیمار - اور خود تمہارے لیے کچھ حرج نہین ہے کہ تم اپنے گھرون سے - اپنے مان باپ کے گھرون سے - اپنے بھائی بہنوں کے گھرون سے - اپنے اعمام یا عمات کے گھرون سے یا اپنے ماموُن اور خالاؤن کے گھرون سے یا اُن گھرون سے جنکی کُنجیان تمہارے پاس ہین یا اپنے دوستون کے گھرون سے کچھ کھاؤ - اور اسمین بھی کچھ گناہ نہین ہے کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ - جب گھرون مین جانے لگو تو اپنے لوگون کو سلام کرلیا کرو - سلام خدا کی طرف سے ایک عمدہ برکت والی دعاے خیر ہے - خدا اپنے احکام تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے کہ تم سمجھو - سُورۂ نور - رکوع ۸ -

ليس على الاعمى حرج ولا على الاعرج حرج ولا على المريض حرج ولا على انفسكم ان تاكلوا من بيوتكم او بيوت اٰبائكم او بيوت امهاتكم او بيوت اخوانكم او بيوت اخواتكم او بيوت اعمامكم او بيوت عماتكم او بيوت اخوالكم او بيوت خالٰتكم او ما ملكتم مفاتحه او صديقكم ليس عليكم جناح ان تاكلوا جميعا او اشتاتا فاذا دخلتم بيوتا فسلموا على انفسكم تحية من عند الله مبٰركة طيبة كذلك يبين الله لكم الاٰيٰت لعلكم تعقلون -

لوگون مین ارتباط و اتحاد پیدا ہونے کا بڑا عمدہ ذریعہ کھانا ہے اور اس آیت کا مقصود اصلی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان اس ذریعہ سے باہمی اتحاد بڑھائین اب بھی لوگون کا یہی حال ہے کہ جہان تک ہوسکتا ہے ایک دوسرے کے ہان کھانے مین مضایقہ کرتے ہین کہ ہم لالچی اور بدنیت نہ سمجھے جائین اور بعض لوگ مثلاً لنگڑے وغیرہ معذوری کی وجہ سے کنارہ کش رہتے ہین کہ حقیر نہ سمجھے جائین لیکن اگر یہ دستور زیادہ کثرت سے جاری ہو اور ایک نے دوسرے کے یہان کھالیا تو کچھ شک نہین کہ مسلمانون مین میل جول اور اتفاق پیدا کرنے کی عمدہ تدبیر ہو اور ما ملکتم مفاتحہ کا ایک محمل یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اکثر رشتہ دارون مین سے کوئی شخص کہین مہمان چلا جاتا ہے تو قریب کے رشتہ دار کو جسپر اسکا اعتبار ہے گھر کی کنجیان دیجاتا ہے اور منشأ یہ ایک طرح کی اجازت ہے کہ تمھین کوئی ضرورت ہو تو گھر سے لے لینا لیکن عموماً یہی سمجھنے والے خود اپنی طبیعت سے اجنبیت برتتے ہین ورنہ اگر صاحب خانہ کی غیبت مین ضرورت کی کوئی چیز لے لین تو وہ اگر خوش ہو مگر دنیا مین نفسانفسی پھیل گئی ہے نہ کوئی کسی کے ساتھ ایسی سخاوت کرنا چاہتا اور نہ معاوضہ کے ڈر سے کوئی ایسی سخاوت سے فائدہ اٹھاتا مگر اسلامی اخوت کو ترقی دینے کی ایک تدبیر خدا نے بتادی ہے - (مالک معفسر)

ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے - لیکن وہ اگر در پے ہوں کہ تو کسی کو میرا شریک سمجھے جسکے لیے تیرے پاس کوئی معقول دلیل نہیں ہے تو انکا کہنا نہ مان - تم سب کو ہمارے پاس آنا ہوگا اسوقت میں تم کو تمہارے عمل سمجھا دونگا - سورہ عنکبوت - رکوع ١ -

ماں جھٹکے جھٹکے اٹھا کر انسان کو پیٹ میں رکھتی ہے - اور دو برس کے بعد دودھ چھڑاتی ہے - اسلیے والدین کے حق میں ہمارا یہ حکم ہے کہ تم میرے شکر کے ساتھ اپنے والدین کا بھی شکر ادا کرو - سورہ لقمن - رکوع ٢ -

ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کی ہے - کس مشکل سے ماں پیٹ میں انسان کو رکھتی ہے - اور کس مشکل سے اسکو جنتی ہے - حمل اور دودھ پلانے کے ایام کم سے کم ڈھائی سال ہوتے ہیں - جب آدمی اپنی پوری قوت کو پہونچا اور چالیس برس پورے کیے تو وہ اللہ سے کہتا ہے کہ خدا مجھے توفیق دے کہ تو نے جو احسانات مجھپر اور میرے ماں باپ پر کیے ہیں انکا شکریہ ادا کرتا رہوں اور ایسے نیک عمل کروں کہ تو راضی ہو اور میری اولاد میں نیکبختی پیدا کر - میں تیری طرف رجوع ہوتا ہوں اور میں فرمانبردار بندوں میں ہوں - سورہ احقاف - رکوع ١ -

---

ووصینا الانسان بوالدیہ حسنا وان جاہدک لتشرک بی مالیس لک بہ علم فلا تطعہما الی مرجعکم فانبئکم بما کنتم تعملون -

ووصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وہنا علی وہن وفصلہ فی عامین ان اشکر لی ولوالدیک -

ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا حملتہ امہ کرہا ووضعتہ کرہا وحملہ وفصلہ ثلثون شہرا حتی اذا بلغ اشدہ وبلغ اربعین سنۃ قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین -

مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہیں - انہیں صلح کرا دیا کرو - اور اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحم کیا جائے - سورۂ حجرات رکوع ۱ - [۲۶]

مسلمانوں کوئی مرد کسی مرد پر نہ ہنسے - ممکن ہے کہ ہنسنے والے سے وہ بہتر ہو جس پر ہنسا جاتا ہے - اور نہ کوئی عورت کسی عورت پر ہنسے - ممکن ہو کہ ہنسنے والی عورت سے وہ بہتر ہو جو ہنسی جاتی ہے - آپس میں ایک دوسرے کو طعنے دو اور نہ ایک دوسرے کو نام دھرے - مسلمان ہونے کے بعد بد تہذیبی کا نام ہی برا ہے - اور ان حرکتوں سے جو باز نہیں آتے وہ ظالم ہیں - سورۂ حجرات [۲۷] رکوع ۱ -

مسلمانوں بہت شک کرنے سے بچتے رہو کیونکہ بعض شک گناہ ہو جاتا ہے - اور ایک دوسرے کی ٹٹول میں نہ رہا کرو - اور نہ پیٹھ پیچھے ایک کو دوسرا برا کہے - کیا کوئی تم سے گوارا کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے یہ تو ہرگز گوارا نہ کرے گا - سورۂ حجرات [۲۸] رکوع ۱ -

لوگو ہم نے تمکو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا - تمہاری ذاتیں اور گوتیں اسلیے ٹھہرا دیں کہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکے - لیکن تم میں شریف وہی ہے جو تم میں بڑا پرہیزگار ہے - سورۂ حجرات [۲۹] رکوع ۲ -

---

[۲۶] انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون -

[۲۷] یایہا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیرا منہم ولا نساء من نساء عسی ان یکن خیرا منہن ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فا...

[۲۸] یایہا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرہتموہ -

[۲۹] یایہا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا - ان اکرمکم عند اللہ اتقکم -

بیشک خیرات کرنے والون (مرد مومن یا عورت) اور قرض حسنہ دینے والون کو دونا ادا کر دیا جائیگا اور اُنکو بڑا اجر ملیگا۔ سورۂ الحدید۔ رکوع ۱۔

جان رکھو کھیل تماشہ ظاہری طمطراق۔ ایک کا دوسرے پر فخر کرنا۔ اور ایک کا دوسرے سے بڑھکر مال اور اولاد کا چاہنا بس یہی دنیا کی زندگی ہے۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے مینہ کہ اُس سے کفار کھیتی کو دیکھکر خوشیان کرتے ہین۔ پھر پک کر خشک ہو جاتی ہے۔ تو اُسکو دیکھتا ہے کہ زرد پڑگئی ہے۔ پھر آخر کار روندن مین آجاتی ہے۔ آخرت مین عذاب سخت اور خدا کی طرف سے معافی اور خوشنودی ہے دنیا کی زندگی نری دھوکے کی ٹٹی ہے۔ سورۂ الحدید۔ رکوع ۲

میرا جی چاہتا تھا کہ ان آیات قرآنی کی توضیح کرون اور لوگون کی موجودہ عادت سے بحث کرون کہ کہان تک وہ قرآن کے خلاف ہین۔ لیکن پھر مین نے خیال کیا کہ مین نے دخل دیا تو اثر جاتا رہے گا۔ آیات قرآنی کا ترجمہ محاورہ مین کر دیا گیا ہے۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ ہر ایک خود ہی پڑھے اور غور کرے تو اچھا۔ یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ باپ دادا کیا کرتے آئے صرف یہ دیکھنا چاہیے کہ جس قرآن کو ہم چومتے چاٹتے ہین جزد ایمان سمجھتے ہین وہ ہمکو کیا سکھاتا ہے۔ قرآن گویا کسوٹی ہے۔ ہر ایک اپنے دستور کو دیکھے کہ کھوٹا ہے یا کھرا ہے۔

ان المصدقین والمصدقت واقرضوا اللہ قرضا حسنا یضعف لھم ولھم اجر کریم۔

اعلموا انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد کمثل غیث اعجب الکفار نباتہ ثم یھیج فترٰہ مصفرا ثم یکون حطاما وفی الاٰخرۃ عذاب شدید ومغفرۃ من اللہ ورضوان وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور۔

فصل ششم

ماں باپ کی اطاعت

تمدنی حالت درست کرنے کے لیے ماں باپ کی خدمت اکسیر اعظم ہے
اسلام اس بارے میں آپ اپنی نظیر ہے۔ کسی زمانہ مین مسلمانون کو اپنی اس
تہذیب پر ناز تھا۔ لیکن اب کوئی جانتا بھی مین کہ ماں باپ کے کیا حقوق بچون پر
ہین۔ اگلے زمانہ مین لوگ جسقدر اپنے ماں باپ کے دوست اور عزیزون کا ادب
کرتے تھے اب اُسکا عشر عشیر بھی ماں باپ کے مقابلہ مین ظاہر نہین کیا جاتا۔ یہ
سب خوبیان مسلمانون سے جاتی رہین وہان یہ ادب بھی جاتا رہا۔
آنحضرتؐ کے والدین آپکے سن شعور کے قبل مر چکے تھے اور اسلیئے آنحضرتؐ
کو یہ موقع نہ ملا کہ اپنے طرز عمل سے دکھاتے کہ والدین کے ساتھ کیا برتاو کرنا
چاہیے۔ لیکن قرآن نے تمکو صاف بتا دیا ہے کہ بعد خدا اور رسول خدا کے
والدین کا درجہ ہے۔ جابجا اسکا ذکر ہے۔ اور ہر جگہ خدا پر ایمان لانے کے بعد
والدین کی اطاعت مکرم ہے اور اسکے بعد دیگر حسنات اور عبادات کا ذکر ہے۔
(دیکھو تمدن اور حسن معاشرت بزعم قرآنی باب اول فصل ۵۔ کتاب ہذا) اسکے
علاوہ کتب احادیث میں والدین کا بڑا احترام روا رکھا گیا ہے مدچند حدیثین
"اخلاق محمدی" باب اول فصل چہارم۔ کتاب ہذا مین بھی درج ہین۔ یہانتک کہ والدین
کے دوستون کا بھی لحاظ کیا گیا ہے۔ مصنوعی ماں باپ یعنے رضاعی ماں باپ
کے حقوق اور اُنکے احترام بھی حدیثون اور فقہ کی کتابون مین ذکر کیے گئے ہین۔
اس بارے مین مسلمانون کی انسانیت آپ اپنی نظیر ہے۔

پیغمبر خدا کے بعد مسلمانون نے آیات قرآنی اور اقوال نبی کے لحاظ سے
جس وجہ اپنے والدین کے حقوق کا خیال رکھا اگروہ تمام باتین حکایت کے
پیرایہ مین ایک جگہ جمع کر دی جائین تو ایک مستقل اور نہایت دلچسپ کتاب طیار ہو۔
بطور نمونہ کے ایک مشہور حکایت امام ابو حنیفہؓ کی اُنکی سوانح عمری سے یہان نقل
کی جاتی ہے۔

"امام صاحب کے والد نے امام کے سن رشد سے پہلے قضا کی۔ لیکن
والدہ مدت تک زندہ رہین۔ امام کو اُنکی خدمت گزاری کا پورا موقع ہاتھ آیا۔ وہ
مزاج کی شکی تھین اور جیسا کہ عورتون کا قاعدہ ہے وُعاظ اور قصاص کے ساتھ
نہایت عقیدت رکھتی تھین۔ کوفہ مین عمرو بن ذر ایک مشہور واعظ تھے اُنکے ساتھ
خاص عقیدت تھی۔ کوئی مسئلہ پیش آتا تو امام صاحب کو حکم دیتی تھین کہ عمر بن ذر سے
پوچھ آؤ۔ امام تعمیل ارشاد کے لیے اُنکے پاس جا کر مسئلہ پوچھتے تو وہ عذر کرتے
کہ آپ کے سامنے مین کیا زبان کھول سکتا ہون امام فرماتے کہ" والدہ کا یہی حکم ہے"
اکثر ایسا ہوتا تھا کہ عمر کو مسئلہ کا جواب نہ آتا اور وہ امام صاحب سے درخواست
کرتے کہ" آپ مجکو بتا دین۔ مین اُسی کو آپ کے سامنے دوہرا دون" کبھی کبھی
وہ اصرار کرتی تھین کہ مین خود چل کر پوچھون گی۔ خچر پر سوار ہوتی تھین۔ امام صاحب
پیادہ پا ساتھ ہوتے تھے۔ خود مسئلہ کی صورت بیان کرتین اور اپنے کانون
سے جواب سُن لیتین تب تسکین ہوتی۔ ایک دفعہ امام صاحب سے پوچھا کہ یہ
صورت پیش آئی ہے۔ مجکو کیا کرنا چاہیے۔ امام صاحب نے جواب بتایا۔ بولین
کہ تمہاری سند نہین۔ زرعہ واعظ تصدیق کرین تو مجکو اعتبار آئے۔ امام صاحب

آنکو لیکر رزفہ کے پاس گئے۔ اور مسئلہ کی صورت بیان کی۔ رزفہ نے کہا کہ
آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہین۔ آپ کیون نہین بتا دیتے۔ امام صاحب نے
فرمایا مین نے یہ فتوی دیا تھا۔ رزفہ نے کہا بالکل صحیح ہے۔ یہ سُنکر اُنکو تسکین
ہوئی اور گھر واپس آئین۔ ابن ہبیرہ نے جب امام صاحب کو بلاکر میر منشی مقرر کرنا
چاہا اور انکار کے جرم پر دُرّے لگوائے۔ اُسوقت امام صاحب کی والدہ زندہ
تھین۔ اُنکو نہایت صدمہ ہوا۔ امام صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مجکو اپنی تکلیف کا
چندان خیال نہ تھا البتہ یہ رنج ہوتا تھا کہ میری تکلیف کی وجہ سے میری والدہ
کے دل کو سخت صدمہ پہونچتا ہے۔"

یہان یہ لکھنا بے موقع نہین ہے کہ ہند کے مسلمان جہان اپنی تمام صفات بھولے
وہان والدین کا لحاظ کرنا بھی بھولے۔ ایک موقع پر ہمارے ایک ہندو دوست نے
کہا کہ مسلمانون نے ہمکو یہ سکھایا ہے کہ والدین کا لحاظ کرو۔ ورنہ ہمارے مذہب
مین تو والدین کی پرستش ہوتی ہے" اُسوقت کسی مسلمان نے کہا کہ "بوڑھے
باپ سے بجبر جائداد چھین لینے کا قانون ہندوؤن مین جاری ہے اور مسلمانون
مین یہ قاعدہ ہے کہ باپ اگر تمام جائداد سے بلا کسی وجہ کے اپنے بیٹے
کو محروم کر دے تو بجز خاموشی اُسے اور کوئی چارہ نہین ہے۔" خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ
تھا لیکن اسمین شک نہین ہے کہ تمام اخلاق حسنہ قوم کے یا خاندان کے معدوم ہو جاتے
ہین جب والدین کا احترام۔ قومی شعار یا خاندانی دستور نہین ہوتا۔ ایک انسان کا
دوسرے انسان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا گویا انتظام عالم کی خوبی ہے یا
خالق عالم کے منشاء کی پیروی ہے۔ اور وہ بات جو اسمین فرق لے بڑی ہوگی

ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہین کہ جو والدین کا ادب نکرے گا وہ دنیا مین کسی کا سچا دوست نہین ہوسکتا۔ اپنے استدلال کے مقدمات مرتب کرنے کے قبل ہم ناظرین سے یہ درخواست کرتے ہین کہ وہ اس مشہور مقولہ کو ازقسم علوم متعارفہ مان لین کہ بغیر ادب کے محبت نہین ہوتی۔ جب والدین کا ادب لڑکون پر نہوگا یا لڑکے والدین کا ادب کرنے کے خوگر نہونگے تو لڑکون کے دلون مین اتنی محبت والدین کی نہوگی جتنی بلحاظ والدین کی محبت اور انکے احسانات کے لڑکون کے دلون مین ہونا چاہیے جب لڑکون سے بے اعتنائی ظہور مین آئے گی تو والدین کی وہ محبت جو لڑکونکی عمر بڑھنے کے ساتھ خود بخود گھٹتی جاتی ہے جلد جلد گھٹنے لگے گی۔ جب لڑکون کو والدین کے ساتھ اور والدین کو لڑکون کے ساتھ محبت نہ ہوگی تو اسکا اثر بھائیون اور بہنونکی محبت پر بھی ضرور پڑے گا کیونکہ آنکی محبت والدین کی محبت کا ایک پرتو ہوتی ہے جس شخص نے اپنے والدین سے محبت نہ کی وہ والدین کی اولاد سے کیا خاک محبت کرے گا۔ اور جب بھائیون اور بہنون مین محبت نہ ہوگی تو انکی اولاد مین بالکل اجنبیت ہوگی۔ اسی طرح جس خاندان مین اسقدر قریبی رشتہ داریان نظرانداز رہین گی وہان صلۂ ارحام کا پاس رکھنا ہرگز لازمۂ حمیت نہوگا۔ اور جس قوم مین صلۂ رحم کا خیال نہین ہے اس سے ہمسایہ کے حقوق کی نگہداشت بھی نہ ہوگی اور حب الوطنی کی صفت تو قوم کی قوم مین عنقا ہوگی۔ یہ منطقی دلیلین نہین ہین غور کیجیے تو ازقسم بدیہیات ہین۔ دنیا مین جنکے ذریعہ سے ہم آئے یا جنکو ہم نے اول اول دنیا مین قدم رکھنے کے بعد دیکھا اگر انسے ہمکو انس نہین ہے تو ظاہر ہے کہ وہ تمام چیزین جو انکے ذریعہ سے ہمارے سامنے پیش ہوتی ہین بیگانہ معلوم ہونگی۔ جس خاندان یا قوم کی یہ کیفیت

ہوگی وہاں نفاق کا بھوت ہر دم سر پہ سوار ہوگا اور کبھی ترقی کے میدان میں بڑھنے نہ دے گا۔

خلاصہ یہ کہ والدین کی اطاعت صرف بمقتضائے شکرگذاری واجب نہیں ہے بلکہ اسلیے بھی واجب ہے کہ بغیر اسکے انتظام عالم کا ڈھیر ڈھیلا ہوجاتا ہے اسی لیے اسلام مین بعد خدا اور رسول خدا کے والدین کا درجہ قایم کیا گیا ہے اور یہ درجہ محض دکھانے کے لیے نہین ہے بلکہ اسکے متعلق احکام بھی ہین اور ان احکام سے پورے طور پر ان مدارج کی نگہداشت ہوتی ہے۔

ایک بات میرے ذہن مین ہے جسکا لکھ ڈالنا مین مناسب سمجھتا ہون۔ تمام دنیا پر روشن ہے کہ ہندوستان کے باشندے خلیق ہین۔ ملنسار ہین۔ محنتی ہین لیکن سچا خلق سچا انکسار سچی ملنساری کے ساتھ قومی اتفاق انمین نہین ہے۔ یہ جانتے ہی نہین کہ حب وطنی کیا شی ہے۔ تاریخ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑے سے شخصی اغراض پر بڑے بڑے قومی حقوق کے تباہ کرنے مین یہ ہمیشہ دلیر رہے ہے۔ ممکن ہے کہ اب نئی تعلیم نے اس خصوص مین کچھ انکی اصلاح کی ہو لیکن پچھلے حالات پڑھنے سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ حب وطن جو اور قومون مین ہمیشہ اعلی صفت سمجھی گئی ہے ہندوستان مین بالکل ہی معدوم تھی۔ یہان کے قدیم باشندون مین حب وطن کی بو تک نہین ہے حتی کہ ہندوؤن کی صحبت نے مسلمانون سے بھی یہ صفت فراموش کرادی۔ بہت سے مورخ خاصیت آب ہوا پر الزام رکھکر الگ ہوجاتے ہین اور کہتے ہین کہ یہان کی آب ہوا مین کمزوری لازم ہے۔ کمزوری کے ساتھ سستی ہی جاتی ہے اور سستی کے ساتھ حمیت اور غیرت کے ساتھ حب الوطنی بھی معدوم ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ توضیح صحیح ہو لیکن اسکے ساتھ ہی ایک دوسرا باعث بھی ہم قرین قیاس سمجھتے ہین وہ یہ ہے کہ

جب شاستر میں بیٹوں کو یہ حق دیا گیا ہی کہ وہ بوڑھے باپ سے اُنکی جائداد موروثی کا ایک جزو چھین لیں اور وہ راضی نہ ہو تو حاکم وقت کے ذریعے سے بجبر چھڑا لیں تو اس وجہ سے عزت والدین پر ہیجا بار گرا کرتا تھا اور اب بھی رہتا ہی۔ بوڑھے تجربہ کار باپ کو یہ حکم ہمیشہ نوجوان نا تجربہ کار بیٹوں کے مقابلہ میں کمزور رکھتا ہی اور اس کمزوری کے ساتھ وہ فطرتی محبت میں بھی عزت کمزوری پیدا ہوتی ہی جو باپ کو بیٹے کے ساتھ یا بیٹے کو باپ کے ساتھ ہونی چاہیے۔ اور پھر اس کمزوری کا نتیجہ یہ ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا کہ رشتہ ناتہ کا خیال نہیں رہتا ہمسایہ اور ہموطن کا پاس جیسا چاہیے نہیں ہوتا گویا قومی اتفاق کا تخم شروع ہی سے مارا جاتا ہی۔

ہندوؤں میں رامائن تعلیم اخلاق کی ایک عمدہ کتاب ہی۔ منجملہ اور باتوں کے یہ امر بھی اسمیں مذکور ہے کہ رام چندر جی کو اُنکے باپ نے بن وباس کا حکم دیا اور اُنھوں نے نہایت کشادہ پیشانی سے اس حکم کی تعمیل کی۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس سے لڑکوں کو والدین کے احکام ماننے کا سبق دیا گیا ہی۔ رامچندر جی کے والد بادشاہ وقت تھے اور بادشاہ کے حکم کی تعمیل ایک طور پر لازمی تھی۔ کسی بے بس باپ کے حکم کی تعمیل اُسکے لڑکے کی جانب سے دکھائی جاتی تو اس سے بھی زیادہ باثر ہوتی۔ ہم اپنے طور پر رامائن کے ناصحانہ سبق کو اور بھی عمدگی سے بیان کریں تو کیسا؟ ہم کہتے ہیں کہ رامائن میں یہ دکھایا گیا ہے کہ باپ کا دباؤ جب بیٹے مانتے ہیں تو تمام خاندان میں ایک فطرتی محبت نہایت اعلیٰ درجہ پر جوش کرآئی ہے۔ دسرتھ جی کا اشارہ پاکر فوراً رامچندر جی اگر اجودھیا کو نہ چھوڑ دیتے تو نہیں معلوم کیا کیا شکوے شکایت ہوتے۔ لیکن پہلے سے انکا باپ کے حکم پر رضامند ہو جانا

باپ کے دل مین الفت فرزندی کے جوش زن ہونے کا باعث ہوا۔
آپکی جلاوطنی کے دن نہایت پیار اور محبت سے باپ گنتا رہا۔ باپ
کی خالص محبت دیکھکر بھرت جی ولیعہد جدید کی سچی محبت مین بھی تحریک پیدا
ہوئی اور اُنھون نے نہایت ہی خلوص سے اپنے سوتیلے بھائی رامچندر
جی کے سامنے تاج و تخت پیش کیا۔ اور بڑے بھائی کا فرمان بردار ہو کر دنیا
مین رہنا اُس خلوص و محبت کے اعتبار سے جو خاندان کے اچھے برتاؤ سے
قایم ہوا تھا اُنکو مرجح معلوم ہوا۔ خلاصہ یہ ہے کہ انتظام عالم کا مدار اسپر ہے کہ والدین کو
اولاد سے محبت ہو اولاد کو والدین کا ادب ہو اور اس محبت اور ادب مین سچائی ہو اور سراپا خلوص ہو
احکام اسلام اس سچائی اور خلوص مین بے انتہا مدد پہنچاتے ہین۔ مزید توضیح کے لیے
آگے "شرکت خاندان" کی بھی فصل پڑھنا چاہیے۔

فصل ہفتم

صدقہ اور زکوٰۃ

(مصالح عام)

کُل مخلوقات کی حاجتون کے رفع کرنے کو زمین بنائی گئی ہے۔ دوسرے
حیوانات کی طرح انسان بھی اپنی تمام ضرورتون کو زمین ہی کی پیداوار سے
رفع کرتا ہے۔ لیکن انسان کے لیے جہان سب زحمتین ہین (اور واضح رہے
کہ یہ تمام زحمتین عقل انسانی کی وجہ سے پیدا ہین) وہان یہ بھی ہے کہ محنت
و مشقت کیے بغیر ان ضرورتون کے رفع ہونے کے وسایل پیدا نہین ہو سکتے
ان وسایل کے پیدا کرنے مین بالالتزام محنت کا صرف کرنا پیشہ کہلاتا ہے۔

کوئی کھیت بوتا ہے۔ کوئی کھیت کاٹتا ہے۔ کوئی کپڑا بنتا ہے۔ کوئی جوتہ بناتا
ہے۔ کوئی لکڑی ڈھوتا ہے۔ کوئی مکان بناتا ہے۔ کوئی کپڑے دھوتا ہے۔
کوئی کپڑے سیتا ہے۔ غرضکہ ہر فرد بشر کا کسی نہ کسی کام مین لگا رہنا انتظام
عالم قایم رکھنے کے لیے ضروری سمجھا گیا ہے۔ اگر تمام بنی نوع انسان بیکار
بیٹھنا اپنی عادت ٹھہرالین تو کام دنیا کا رُک جائیگا۔ اسی اصول پر مذہبی اخلاقی
تمدنی جماعتون نے اس مسئلہ کو بالاتفاق تسلیم کیا ہے کہ کسب معاش کے لیے
انسان کو کوئی نہ کوئی پیشہ کرنا ضرور ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہین۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک درکار اند — تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

لیکن اسکے ساتھ یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ دنیاوی کام کے لیے جتنے ضروری اعضا
ہمکو دیے گئے ہین انہین سے اگر ایک بھی بیکار ہو جائے تو ہم کوئی ذریعہ کسب
معاش کا قایم نہین رکھ سکتے۔ اندھے۔ لولے۔ لنگڑے۔ مخبوط۔ بڈھے۔ لڑکے
ان سب مین وہ قوت کسب معاش کی نہین ہوتی جو عموماً تندرست جوانون
مین ہوتی ہے۔ اسلیے اخلاقی جماعت نے ان بیچارون کی ضرورتون کا رفع
کرنا اُن لوگون پر فرض کفایہ ٹھہرایا ہے جنکے کسی عضو کو فطرت نے بیکار نہین کیا
اس غرض کے پورا کرنے کو صدقہ یا خیرات کہتے ہین۔ مفصلہ بالا تحریر سے ہمکو
یہ دکھلانا تھا کہ عقلاً خیرات لینے کے اہل کون لوگ ہو سکتے ہین۔ یہ ظاہر ہے کہ جن
لوگون کی تمام قوتین صحیح و سالم ہین انکو کوئی حق اسکا نہین ہے کہ بلا کسی معاوضہ
کے کوئی شے اپنے ابناے جنس سے طلب کرین اور اسلیے نہایت خوار وہ
لوگ ہین جو ہٹے کٹے ہین اور گداگری کو کسب معاش کے لیے ایک پیشہ سمجھتے ہین۔

ممکن ہے کہ ان کم ہمت اپاہجون کا گروہ پہلے بھی ہو۔ لیکن فی زماننا انکی
بہت بڑی کثرت دیکھی جاتی ہے اور زیادہ تر معزز لوگون کی نسلین اس پیشہ
کی عادی ہوتی جاتی ہین۔ ہندؤون مین برہمن۔ مسلمانون مین اُنکے متبرک مقامات
کے لوگ یا بزرگان دین کی اولاد زیادہ تر اسی حالت مین نظر آتی ہین۔ تھوڑے
دنون سے بعض بعض یورپین نے بھی ہند کے مختلف مقامات مین اس پیشہ
کو شروع کر دیا ہے۔ ہم بے تکلف یہ کہہ سکتے ہین کہ ان حضرات کو گداگری کے
طریقے سے روپیہ طلب کرنے کا کوئی استحقاق نہین ہے۔ اور صرف یہی نہین ہے
کہ وہ بلا حق ایک چیز مانگتے ہین بلکہ وہ اکثر اوقات دوسرے مستحقین کی حق تلفی کے
باعث ہوتے ہین۔ یہ تو ہماری قطعی راے ہے کہ انکو بلا طلب دینا سخت غلطی
ہے۔ لیکن اسمین تامل ہے کہ اگر وہ مانگ بیٹھین تو ہمین کیا کرنا چاہیے۔ ہم یہ
جانتے ہین کہ گو سوال کرنا ان تندرست سائلون کو ضرور بُرا ہے۔ لیکن ہمارے
لیے اظہار شکران نعمت کا یہی مقتضا ہونا چاہیے کہ کچھ نہ کچھ ضرور انکے ہاتھ پر رکھدین
لیکن یہ سمجھ کر کہ ہم ایسے شخص کو دیتے ہین جسکو لینے کا حق نہین ہے۔

ہمارے سامنے جب کوئی اندھا یا لنگڑا آکر کھڑا ہوتا ہے تو زبان حال سے
یہ درخواست کرتا ہے کہ اللہ نے ہمارے اور تمھارے دونون کے استعمال کے
لیے زمین بنائی ہے۔ ہم اپنی جسمانی ناقابلیت سے متمتع نہین ہو سکتے اور بقدر
ہماری کمی کے تمھاری تمتع مین افزایش ہوتی ہے اسیلیے تم ضمناً ہمارے حق کے
متصرف ہوئے۔ ہم اسوقت نہایت بھوکے ہین۔ ایک چھوٹا سا حصہ تم ہمارے
حق کا ادا کرو تو مناسب ہے۔ فرض کیجیے کہ اُسکے بعد ہی ایک دوسرا سائل عمرکون

ترکون یا ایرانیون کا بھیس بدلے ہوئے یا برہمن کے روپ مین نمودار ہوا اور جھوٹے سچ ادھر ادھر کی باتین بنا کر دو چار روپیہ حاصل کیے اور چلتا ہوا۔ یہ بیچارا اندھا ہنوز دہلیز کے کنارے لکڑی کے سہارے کھڑا ہوا ہے۔ اور دل مین کہہ رہا ہے کہ دنیا مین اللہ نے سبھی کو اندھا بنایا ہے کسی کو آنکھ کا اور کسی کو عقل کا۔

انسان کو جب اللہ پیٹ بھر کھانے کو دے تو اُسپر یہ دیکھنا فرض ہے کہ اُسکے پڑوس یا راہگذر یا شہر مین وہ کون کون لوگ ہین جنسے ذریعہ کسب معاش اللہ نے لے لیا ہے اور اغنیا کے امتحان کے لیے اُنھین بیچارہ بنا کر چھوڑ دیا ہے۔ جب ایسے محتاجون کا سامنا ہو تو اُنکو ہرگز ذلیل نہ سمجھنا چاہیے۔ اپنی حالت پر شکر گذاری چاہیے اور یہ سوچنا چاہیے کہ گھٹانا اور بڑھانا ہر وقت اللہ کے اختیار مین ہے۔ (تعز من تشاء و تذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شئی قدیر۔)

ہمارے نزدیک سب سے زیادہ جاہل اور سب سے زیادہ غافل اور سب سے زیادہ بے عقل وہ شخص ہے جسکا دل انسان کو بیچارگی کی حالت مین دیکھ کر بھر نہین آتا۔ صدقہ دینے کے جو طریقے اسوقت جاری ہین اسپر ہم ایک اجمالی بحث کرنا چاہتے ہین۔ بعض مقامات پر ہم نے دیکھا ہے کہ صدقہ دینے کے لیے لوگ ہفتہ مین ایک دن مقرر کرتے ہین اور اُسدن کے لیے صلاے عام مساکین کو دیجاتی ہے۔ اندھے۔ لولے۔ لنگڑے۔ بہرے گرد و نواح سے آٹھ صبح سے گیارہ بجے تک جمع ہوتے ہین۔ ان بیچارون کو سائبان مین تو جگہ ملنے سے رہی۔ دھوپ مین اُنکی ذلیل کی جاتی ہے۔ جس طرح تھیٹر مین انسان کو اچھی سے اچھی حالت مین

دکھانے کے لیے انتظام کیا جاتا ہے اُسی طرح انسان کو بُری سے بُری حالت میں دیکھنے کے لیے یہ نمائشگاہ بنائی جاتی ہے - ہم نے ایسے مجمع بارہا دیکھے لیکن جب ہم نے دیکھا ایک خاص صدمہ ہمارے دل پر پہونچا ہم اُن طبیعتوں پر نہایت تعجب کرتے ہین جنکو انسان کا بُری حالت مین دیکھنا بُرا نہین معلوم ہوتا - ہم نے بھی بارہا تفحص کی نگاہ سے دیکھا کہ ان بیچارون کو کیا دیا جاتا ہے لیکن کبھی ہم نے مقدار خیرات کو جو فی کس بیچاری ہے انسان کی ایک وقت کی خوراک کے سولھوین حصہ سے زیادہ نہین پایا ذی عقل اس طریقہ کو خالصۃً للّٰہ سمجھنے مین ضرور تامل کریگا۔

ایک عنایت فرما کے ساتھ ایک روز ہم کو شہر مین نکلنے کا اتفاق ہوا گذرگاہون مین جہان جہان لنگڑے لولے اندھے نظر آئے اُنکا ملازم گاڑی سے اُترکر کچھ پیسے اُن بیچارون کے ہاتھ پر رکھتا اور پھر چلتی ہوئی گاڑی مین سوار ہو لیتا تھا راہ مین کئی بار ملازم کو چڑھتے اُترتے دیکھ کر ہم نے اپنے عنایت فرما سے استفسار کیا کسی قدر اصرار کے بعد اُس کریم النفس نے یہ فرمایا کہ یہ بیچارے ہماری کمائی مین حق رکھتے ہین - جب ہم انکے پاس سے گزرتے ہین تو انکے حقوق ہمین یاد آجاتے ہین - ہماری ہدایت کے موافق ہمارے ملازم ایسے موقعون پر خرچ کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور رکھتے ہین اور ہمارا اشارہ پا کر دیدیا کرتے ہین - ہم اُن بھکمنگون کو دینا بالکل عبث سمجھتے ہین جنکے دینے کا نتیجہ صرف اسقدر ہے کہ چند سپید پوشون کے سامنے ہماری کم فہمی کو وہ سخاوت سے تعبیر کرتے ہین - ہم نے کہا جزاک اللّٰہ آپ کا طریقہ ضرور قابل تقلید ہے۔

ایک طریقہ ہم نے خیرات کا یہ بھی دیکھا ہے کہ ازدحام مین روپیہ پیسہ پھینک کر لوٹنے کا تماشہ دیکھا جاتا ہے۔ اس لوٹ مار مین عموماً وہ لوگ شریک ہوتے ہین جو خیرات لینے کے اہل نہین ہوتے۔ اس لوٹ مین اکثر آپس مین مار پیٹ بھی ہو جاتی ہے اور عموماً زبردست ہی کی جیت رہتی ہے۔ اس طریقہ کی نسبت ہم اتنا ہی لکھنا کافی سمجھتے ہین کہ جب جانورون کا لڑانا قبیح سمجھا گیا ہے تو آدمیون کا لڑانا کب مستحسن ہو سکتا ہے۔

بھائیو! روپیہ پیدا کرنے سے روپیہ کا موقع سے خرچ کرنا زیادہ مشکل ہے۔ دولت انسان کے ساتھ نہین جا سکتی۔ دولت جب ہی تک ہماری ہے کہ ہم کو اس کے خرچ کرنے کی قوت حاصل ہے جب تمہارے خرچ سے روپیہ بچے تو تم اسکو سمجھو کہ وہ دوسرون کا حق ہے۔ لیکن حقدارون کی تلاش مین کوشش کرو۔ پہلے اپنے عزیزون مین دیکھو کون کون محتاج ہین۔ پھر اپنے پڑوسیون اور شہر والون اور ملاقاتیون مین محتاجون کی تلاش کرو۔ یتیمون کو بھی حقدار سمجھو۔ مسافرون کے ساتھ بھی سلوک کرو۔ لیکن وہ مسافر نہین جو گداگری کی غرض سے سفر کرتے ہین۔

بعض مقامات پر تمام باشندون کی اتفاق راے سے محتاجون کے حقوق کی پوری حفاظت کی جاتی ہے۔ ہر شخص کچھ نہ کچھ ایک فنڈ مین حسب حیثیت جمع کرتا جاتا ہے اور اس فنڈ کے مہتمم ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر مستحقون کی خبر گیری کرتے ہین۔ کیا مبارک وہ شہر ہے جہان یہ دستور رائج ہے

اور کیسے خوش قسمت وہ لوگ ہین جو ان شہرون مین بستے ہین۔ ناظرین ان شہرون سے واقف نہ ہونگے کیونکہ ضعف اسلام کے ساتھ یہ شہر بھی معدوم ہو گئے ورنہ اسلام کے اچھے دنون مین تمام بلاد اسلام مین ایسا ہی دستور رہا اور اس طرح کے چندہ کو اصطلاح شرع مین زکوۃ کہتے ہین۔

(زکوۃ)

اسلام مین صدقہ دینے کا ایسا عمدہ طریقہ ہے کہ اسکی نظیر دنیا کی کسی گزشتہ یا موجودہ قوم مین نہین ہے۔ وہ طریقہ ہے زکوۃ دینا۔ زکوۃ کے لغوی معنے ہین "پاک کرنا" اصطلاح فقہ مین آمدنی کے ایک حصہ کا فقیرون مین تقسیم کر دینا یا زیادہ صحت کے ساتھ کہیے تو دوران حول کے بعد مال کا چالیسوان حصہ خیرات کرنا زکوۃ ہے۔ مشہور یون ہے کہ مال مزکی ضایع نہین ہوتا۔ اس قول کی اصلیت یون معلوم ہوتی ہے کہ ایک کے مال پر دوسرا حریص ہوتا ہے۔ ایک کا تمول دوسرے کے رشک حسد کا باعث ہوتا ہے۔ دوسرون کے مال پر چورون کے دندان طمع بھی تیز رہتے ہین۔ دہن سگ بہ لقمہ دوختہ بہ۔ انسان اپنے مال سے کچھ کچھ دوسرون کو بھی دیتا رہے تو لوگون کے رشک۔ حسد۔ طمع اور حرص مین خواہ مخواہ کمی ہوگی۔ جسکو نہ ملے گا اُسکے دل مین بھی دوسرونکی حاجت براری دیکھکر اچھے خیالات پیدا ہونگے۔

زکوۃ کا مال مساکین کو دیا جاتا ہے۔ پیٹ بھرون کے لیے یہ نہین ہے زیادہ تر اسکے مستحق وہ لوگ ہین جو کسب معیشت سے معذور ہین مانند اندھے لولے۔ کوڑھی جو کسب معاش نہین کر سکتے وہ گویا حقدار ہین اُن

لوگون کی کمائی مین جو اس طرح معذور نہین ہین - خدا نے زمین پیدا کی اور زمین کی ملکیت انسان کے سپرد کردی - انسان کا کام ہے کہ براہ راست یا بلا واسطہ زمین کی پیداوار سے اپنے حوائج رفع کرے - ملکی انتظام یا انتظام عالم کے قیام کے لیے قواعد بنے ہوئے ہین انکی پابندی کے ساتھ ہر شخص کو زمین سے مستفید ہونے کا مساوی حق حاصل ہے - اب جو معذور ہین لبقدر اُنکے غیر معذورین کے لیے ذرایع رزق بہتر سے ناپید ہو گئے - اور گویا غیر معذورین نے معذورین کے حقوق پر بھی تصرف کیا - مثلاً ایک گاؤن مین چار اشخاص پیشہ حدادی کرتے ہین اور اوسط آمدنی ان چارون کی چھ چھ روپیہ ماہوار کی ہے - ایک انمین سے اندھا ہو گیا تو لامحالہ گردونواح کے کام بجاے چار کے اب تین پر تقسیم ہونگے - اور ہر ایک کی آمدنی بجاے چھ کے آٹھ ہو جائے گی تو کیا اخلاقاً یہ مناسب نہین ہے کہ جو دو روپیہ کا اضافہ اس اندھے کی وجہ سے دوسرون کو ہوا ہے اُسمین سے برائے نام کچھ حصہ اس اندھے کا بھی مقرر کر دیا جائے - یہ ایک چھوٹی سی مثال ہے اسکو بڑے پیمانہ پر پھیلا کر تمام دنیا کے انتظامات کو خیال کر لیجیے -

اندھے لولے لنگڑے - کوڑھی اور شیخ فانی تو صریح معذور ہین مسافر بھی معذور سمجھا جاتا ہے کہ جب تک وہ سفر مین ہے کسب معاش کے ذرایع اسکے لیے بہت کم ہین - جو حضرات انقلاب زمانہ کی وجہ سے تنگدست ہو گئے ہین اور باوجود ہر طرح کی ذہانت اور محنت کے قرعہ قسمت ہمیشہ انکے خلاف ہی پڑتا ہے - وہ بھی جب تک مفلس ہین معذور اور محتاج سمجھے جائینگے

اب اِن معذورین کی پرورش گویا فرض کفایہ ہے اُن لوگوں پر جو معذور اور محتاج نہیں ہیں۔ شرع اسلام نے اس فرض کفایہ پر لوگون سے بجبر عمل کروانا حاکم وقت کے تعلق کر دیا ہے۔ اور یہ فرض کفایہ اپنی نوعیت مین بھی ایسا ہی ہے کہ حاکم وقت کی وساطت سے اسپر عمل کیا جائے۔ اسی لیے زکوۃ کا روپیہ لوگون سے وصول کر کے بیت المال مین جمع ہونا محکوم ہے اور بیت المال سے اسکا صرف ہونا مشروع ہے۔ آجکل ہندوستان مین بیت المال کے نہونے سے زکوۃ دینے والے مسلمان بہت کم ہین اور جو دیتے بھی ہین وہ علیحدہ علیحدہ اپنی خوشی سے دیتے ہین۔ نہ دینے سے یہ دینا نہین اچھا ہے۔ لیکن اگر شہر کے تمام زکوۃ دینے والے مسلمان زکوۃ کو ایک جگہ جمع کر دیا کرین اور وہان سے اکٹھا شہر کے تمام مساکین اور فقرا مین باقاعدہ تقسیم ہو تو بہت اچھا ہو۔ متفرق طور پر دینے سے کسی کو کچھ بھی نہین ملتا اور کسی کو ضرورت سے بہت زاید ملجاتا ہے۔ حالانکہ شرع مین کسی فقیر کو اسقدر دینا کہ وہ تونگر ہو جائے مکروہ ہے۔ جس کے پاس ایک دن کی غذا ہو اسکو سوال کرنا منع ہے۔ زیارت گاہون کے گداگر خیرات اور صدقہ کی وجہ سے بڑے متمول ہو جاتے ہین لیکن شرع محمدی نے اس طرح خیرات کے ٹکڑون سے متمول ہونا جائز نہین رکھا ہے۔

زکوۃ تو ایک لازمی صدقہ ہے۔ اسکے علاوہ بھی کوئی شخص محتاجون کو دیا کرے تو بڑا ثواب ہے۔ اس دینے کو جو ہر شخص کی مرضی اور خواہش پر چھوڑا گیا ہے صدقہ کہتے ہین۔ اور ان صدقات مین صرف صدقہ یوم عید الفطر

واجب ہے - یہ ایک خفیف مقدار غلہ کی ہے یعنی کسی قدر نصف صاع گیہون (تقریباً دو سیر گیہون) اور وہ بھی صاحب نصاب پر واجب ہے - ہر شخص کے لیے نہین -

بہرحال محتاجون کا دینا زکوۃ کے پیرایہ مین ہو یا صدقہ کے پیرایہ مین ہو نہایت ہی ضروری امر ہے - انسانیت کا مقتضا یہی ہے اور خود غرضی کے اصول سے بھی مناسب ہے - کیا معنی کہ جب تک تمام ہمسایہ یا شہر کے باشندے پیٹ بھر نہ کھائین گے اغنیا کو آرام سے سونا نصیب نہوگا - قحط کے زمانہ مین محتاجون کی کثرت جو بے لطفی اغنیا کے لیے پیدا کرا دیتی ہے اسکا تجربہ اور عمرگی سال کے متواتر قحط سے بخوبی ہوگیا ہے - جا بجا سڑکون پر اندھون اور بھکاریون کی نمائش نہایت ہی دلخراش نظارہ ہوتی ہے -

ہر مقام کے باشندے کچھ نہ کچھ خیرات یا صدقہ دیتے ہی ہین - اگر وہ اکٹھا جمع کرکے مستحقین مین تقسیم کرین تو بہت کچھ حالت شہر کی سدھر جاوے - بے قاعدہ صدقہ دینے کا یہ نتیجہ ہے کہ جا بجا بدنما حالت دکھائی دیتی ہے - شرع محمدی مین زکوۃ کے وصول کرنے اور اُسکے باقاعدہ خرچ کرنے کے مصالح ایسے عمدہ اصول پر مبنی ہین کہ اسکی مثال دوسری جگہ پائی نہین جاتی -

تھوڑے دنون کا ذکر ہے کہ مہاراجہ رنبیر سنگھ والی ریاست بلرام پور اودھ نے ایک محتاج خانہ جذامیون کے لیے بنوایا تھا - سیکڑون جذامی اسمین رہتے تھے - مکان بہت صاف تھا - انتظام بہت عمدہ تھا - جذامیون کے کھانے کپڑے کا اچھا بندوبست تھا - ہر موسم کے موافق غذا اور پوشش ملتی

تھی سنایت ہی آرام سے وہ رہتے تھے۔ ایک دن ایک شخص نے مجھ سے مفصل کیفیت اس محتاج خانہ کی بیان کی تو سنکر میرا جی بہت خوش ہوا۔ عرصہ سے میرا خیال تھا کہ ہر شہر کے باشندون کو چاہیے کہ چندہ کر کے ایک ایسا ہی مکان قریب شہر معذورین کے لیے بنوادین۔ اور جب تک وہان کا خرچ پورا نہ ہو لے دوسری ہر قسم کے خیرات اور صدقات بند رکھین۔ مین نے بہت تفصیل کے ساتھ تمام حالات سنے اور سنکر مجھے خیال آیا کہ مسلمانون کے بیت المال سے بھی یون ہی معذورین کی پرورش کا انتظام ہوتا تھا۔ اور اسی وقت یہ بھی ذہن مین آیا کہ ان محتاجون کی خبر گیری اور باہمی حسن معاشرت قایم رکھنے کے لیے اس سے بہتر کوئی صورت نہین ہو سکتی جو شرع نے زکوٰۃ کے پیرایہ مین قایم کی ہے۔

خیرات کی دو صورتین شرع مین ہین۔ ایک تو زکوٰۃ اور دوسرا صدقہ دونون صورتون مین محتاجون کو دیا جاتا ہے۔ لیکن اول صورت فرض ہے اور دوسری مستحب ہے کیا معنی کہ ہر متمول پر مال کا چالیسوان حصہ الگ کر کے اُس خزانہ مین داخل کرنا جس سے معذورین کی پرورش گورنمنٹ کرائے فرض ہے۔ اسلامی گورنمنٹ کا ایک کام یہ بھی ہے کہ وہ متمول لوگون سے زکوٰۃ و چندہ لیکر مساکین کی پرورش کے لیے فنڈ قایم رکھے۔ یہ فنڈ قحط فنڈ کا بھی کام دیتا ہے۔ معمولی مساکین اور معذورین کی بھی پرورش کرتا ہے۔ اسکے علاوہ جو صاحب کچھ صدقہ کرنا چاہین۔ تو

در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

جتنا چاہین وہ دین۔ لیکن اگر اُنپر زکوۃ واجب ہے تو پہلے زکوۃ دے اور
اسکے بعد جہان تک چاہین خیرات کرین۔ اسقدر توضیح کے بعد یہ مسئلہ شخص کی سمجھ
مین آسکتا ہے کہ اگر کوئی شخص کل مال کے قریب زکوۃ کی نیت سے بطور خیرات
کردے جب بھی زکوۃ اسپر سے ساقط نہین ہوتی۔ زکوۃ کا فنڈ جدا ہے اور
اسکے اغراض جدا ہین۔ ایک کو دوسرے سے ملانا نہین چاہیے۔

مین نے یہان اصول سے بحث کی ہے اور زیادہ تر اس کتاب مین میرا یہی
کام ہے۔ کسی کو مغالطہ نہ ہو اسلیے یہ کہنا بیموقع نہین ہے کہ اسوقت اسلامی
گورنمنٹ نہ ہونے سے زکوۃ کی فرضیت ساقط نہین ہے۔ یہ تیسرا رکن اسلام کا
ہے اور اسکی پابندی بہت ضروری ہے۔ ہر شخص کو زکوۃ نکالنا اگر اسکی حیثیت
اُسپر زکوۃ واجب کرتی ہے ضروری ہے۔ زکوۃ کی طرف سے مسلمان بہت
غافل ہین اور یہ انکی غلطی ہے۔ سال مین وہ بہت کچھ خیرات کرتے ہین لیکن
زکوۃ کے نام سے نہین دیتے۔ کیون؟ کاہلی! کون حساب کرے اور تقسیم
کرتا پھرے۔ لوگ سوچتے ہین کہ بیٹھے بٹھائے دردِ سر مول لینا کا ہے سود کرتا ہے
ہندؤن مین دیکھیے کہ ادنی بنیا بھی سال ختم ہونے پر اپنا حساب درست کرتا ہے
گزشتہ سال کی حالت خراب ہے تو آیندہ کے لیے وہ نصیحت پکڑتا ہے اور اگر
اچھی ہے تو اُسکا دل بڑھتا ہے۔ اور مسلمان امرا اُسوقت تک حساب جانچتے ہیں
جب تک اندرونی خرابیان لاعلاج نہو جائین۔ ایک یہ مصلحت بھی زکوۃ مین ہے
کہ سال کا سال حساب پاک و صاف رہتا ہے۔

اسوقت مہذب گورنمنٹون مین انکم ٹکس قایم ہے جو ایک طور پر زکوۃ کی طرح

وصول کیا جاتا ہے مثلاً جو انکم ٹکس ہندوستان مین ہے وہ شروع شروع ۵۰
روپیہ مین ایک روپیہ لیا جاتا ہے لیکن آگے چلکر چالیس سے کچھ زیادہ لیا
جاتا ہے اور زکوٰۃ کی یہ کیفیت ہے کہ جتنا ہی زائد مال ہو اتنا ہی کم لیا جاتا ہے۔
مثلاً چالیس بکری مین ایک بکری اور زائد بکریان ہون تو فی صد ایک بکری۔
انکم ٹکس اور زکوٰۃ کا مقابلہ ایک طور پر اور ہونا چاہیے۔ انکم ٹکس آمدنی پر لگایا جاتا
ہے اور زکوٰۃ مال پر فرض ہوتی ہے اگر مال تجارت مین نہ لگایا جائے جب
بھی زکوٰۃ فرض ہوگی۔ بظاہر یہ سختی معلوم ہوتی ہے لیکن سمجھنے کے بعد معلوم
ہوگا کہ اسمین بے انتہا مصلحت ہے۔

احکام شرعی محض احکام گورنمنٹ نہین ہین جو ملکی انتظام پر مبنی ہوتے ہین۔
بلکہ انمین بہبودی خلایق اور اخلاق حسنہ کی تعلیم بھی شامل ہوتی ہے۔ دیگر گورنمنٹ
کے مجموعہ احکام صرف انتظام ملکی سے تعلق رکھتے ہین۔ اور مجموعہ احکام شرع محمدی
دین و دنیا۔ اخلاقی۔ تمدنی۔ ملکی۔ مالی تمام متعلقات انسانی سے بحث کرتا ہے۔
آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تمام باتین سکھائین جن پر
عمل کرنے سے دنیا مین انسان کو سچی خوشی حاصل ہوسکتی ہے۔ انمین ایک
کسب معاش بھی ہے جو تمام خوشیون کی جڑ ہے۔ رزق تنگ ہے تو خوشی
کوسون دور ہے۔ پیٹ بھرا ہوا ہے تو اطمینان ہے۔ کسب معاش کے لیے
آنحضرتؐ نے و قرآن نے بہت زیادہ زور دیا ہے۔ ایک حرفت دوسری تجارت۔
زمین سے چیزین پیدا کرنے کے طریقے بھی حرفت مین داخل ہین۔ ان دونون
مین تجارت کو آنحضرتؐ نے مقدم رکھا ہے۔ ایک حصہ حرفت مین تو نو حصہ

تجارت مین وقت صرف کرنا چاہیے اسلیے نہین کہ عرب مین کاشتکاری نہ تھی بلکہ
اسلیے کہ فی الواقع نفس کاشتکاری تجارت کے مقابلہ مین کچھ نہین ہے۔ کاشتکاری
تو ایک مصنوعی طریقہ رزق کا ہے اور ایسے ہی اکثر مقامات مین پیدا کر لیا گیا ہو ورنہ
تمام ضروری چیزین انسان کے لیے خود جا بجا پیدا ہین۔ جانورون کے بال
انکی کھال انکے گوشت۔ مچھلیان۔ میوہ جات۔ معدنیات۔ اور نباتات یہ چیزین
جہان ہین بیقدر ہین اور جہان نہین ہین وہان بے انتہا معزز ہین۔ انکا ایک جگہ
سے دوسری جگہ پہونچا دینا کہ دنیا کی تمام چیزین بحصہ رسدی سب کے پاس پہونچ
جائین اسی کا نام تجارت ہے۔ تجارت سے بڑھکر کوئی چیز بنی نوع انسان
کے لیے بکار آمد نہین ہے اور نہ تجارت سے بڑھکر کسی چیز مین نفع ہے۔ بغداد
کی ایک نقل مشہور ہے کہ ایک بڑا تاجر مال تجارت لیکر چلا تو ایک بڑھیا سے مزاحاً کہنے
لگا۔ بی! تم کچھ روپیہ دو تو تجارت مین لگا دیا جائے۔ بڑھیا نے کہا کہ نفع کس
حساب سے ہوگا۔ تاجر نے کہا کہ ہر چھٹے مہینہ سرمایہ دوچند ہو جائیگا۔ بڑھیا نے
ایک آنہ پیسہ ہنسی ہنسی دیا اور تاجر نے اسے جیب مین رکھ لیا۔ وہ تاجر بغداد سے
یمن۔ یمن سے جاوا۔ جاوا سے چین۔ چین سے سیلون۔ سیلون سے
خلیج فارس۔ فارس سے مصر اور شام۔ شام سے جبل الطارق۔ غرضکہ تمام دنیا
مین پھرتا پھراتا کوئی بارہ برس کے بعد واپس آیا اور فی الواقع تجارت مین اسکو
نفع اتنا ہوا کہ قریب ہر چھٹے مہینے سرمایہ دونا ہوتا تھا۔ دو چار ہزار کے سرمایہ سے
وہ نکلا تھا اور اب دولت اتنی لایا کہ خلیفہ بغداد نے بھی کبھی آنکھ سے نہ دیکھی تھی۔
بڑھیا پر ملنے گئی تو تاجر نے دو چار ہزار روپیہ اسکو احساناً دینا چاہا۔ بڑھیا نے کہا

حضرت پانچ لاکھ لائیے۔ منافرین اسکو نہ سمجھیں گے اور نہ حساب لگانے کی تکلیف گوارا کرینگے اور اس طرح تجارت کے اندھا دھند منافع کے سمجھنے سے محروم رہینگے اسلیے حساب سمجھا دیا جاتا ہے۔ بارہ سال مین چوبیس ششماہیان ہوتی ہین۔ ایک آنہ کو چوبیس مرتبہ دونا کیجیے۔

نمبر	رقم	نمبر	رقم	نمبر	رقم	نمبر	رقم
(۱)	٢ر	(۷)	[illegible]	(۱۳)	[illegible]	(۱۹)	[illegible]
(۲)	۴ر	(۸)	[illegible]	(۱۴)	[illegible]	(۲۰)	[illegible]
(۳)	۸ر	(۹)	[illegible]	(۱۵)	[illegible]	(۲۱)	[illegible]
(۴)	[illegible]	(۱۰)	[illegible]	(۱۶)	[illegible]	(۲۲)	[illegible]
(۵)	[illegible]	(۱۱)	[illegible]	(۱۷)	[illegible]	(۲۳)	[illegible]
(۶)	[illegible]	(۱۲)	[illegible]	(۱۸)	[illegible]	(۲۴)	[illegible]

یہ حساب سے ساڑھے دس لاکھ کے قریب ہوئے بڑھیا خوشی مین ایک ششماہی بھول گئی تھی وہ صرف پانچ لاکھ کا تقاضا کرتی تھی۔ دیکھیے تجارت مین کیسا نفع ہے اگر محنت سے تجارت کی جائے تو سال مین سرمایہ کا دوگنا ہو جانا کچھ مشکل نہین ہے مستعدی سے تجارت کی جائے تو دولت کی انتہا نہ رہے گی۔ ہندوستان مین تو مثال موجود ہے کہ انگلستان کے تاجرون نے ہندوستان کی سلطنت لے لی۔ اب بتائیے اس تجارت کی طرف جس شرع نے عملی طور پر انسان کو مجبور کیا ہو اس سے اچھی کوئی بھی شرع ہو سکتی ہے۔ نہین۔ یہ شرع محمدی ہی نے سود کو حرام کیا ہے کہ لوگ سود پر چڑھین بہ نسبت تجارت کے نفع کم ہے۔ دوسرا مسئلہ خلق پر مبنی ہے روپیہ دین۔ پھر روپیہ پر زکوٰۃ لگادی کہ وہ گھر مین

بھی ترہنے پاتے ورنہ زکوٰۃ ہی وہ شے تھی جس نے [illegible]
تجارت کرنے پر مجبور کیا۔ آگے رو ک پیچھے ٹھونک گذشتہ کا سبق ملی قدم
نکالا جاتا ہے اسی طرح دنیا میں چلنے کا یہ راستہ شرع نے نکالا ہے مسلمان
جب تک احکام شرع پر عمل کرتے تھے دنیا میں ان سے زیادہ متمول کوئی قوم
نہ تھی۔ عربوں کی تجارت پیغمبر خدا کے مقولات پر عمل کرنے سے دسویں صدی
عیسوی تک اور اسکے مابعد زمانہ تک بھی ایسی تھی کہ پہلے کسی قوم کی نہ تھی اور نہ
اب کسی ایک قوم کے ہاتھ میں اس طرح تمام دنیا کی تجارت ہے جیسی کہ عربوں
کے ہاتھ میں تھی۔ ہم نے شرع محمدی کے احکام بے وجہ نظرانداز کر دیے ہیں ورنہ
اسکے اصول ہر حالت اور ہر قوم کے مناسب ہیں وہ اپنی برکتوں کے ساتھ ہر وقت
ہم کو مدد دینے کے لیے تیار ہے۔ یہ ہماری نادانی ہے کہ ہم انہیں بیکار سمجھے
ہوئے ہیں۔

(احادیث نبوی)

اسلامی ترقیوں کا سبب تھا اپنی آپ مدد کرنا اور اسلامی تربیت کا گر تھا
حتی الوسع دوسروں کا احسان نہ لینا۔ مسلمان دولت پیدا کرنے پر ضرور حریص تھے
لیکن اسکے ساتھ ہی طریقہ جائز پر عمل کرتے تھے اور خرچ کرنا بھی جانتے تھے۔
مسلمان گنج رکھتے تھے مگر بارگنج نہ تھے اور نہ حصول گنج کی فکر میں خود کو ہلاک کرتے
تھے۔ آج کل ترقی یافتہ قوموں میں جتنی پسندیدہ باتیں پائی جاتی ہیں وہ سب
مسلمانوں میں تھیں۔ اور وہ سب آنحضرتؐ کے فیض صحبت سے تھیں۔ اسلیے
مناسب ہے کہ اس بارہ میں آنحضرتؐ کے چند اقوال بھی بیان کیے جائیں۔

صدقہ لینا اچھا نہیں ہے لیکن حرام بھی نہیں ہے ۔ ہاں بغیر شرعی اجازت کے صدقے کے لیے سوال کرنا ممنوع و حرام ہے یہ احکام عام مسلمانوں کے لیے ہیں ۔ لیکن پیغمبر خدا نے اپنے اوپر صدقہ حرام کر رکھا تھا اور اپنے اہل بیت کو بھی صدقہ لینے نہیں دیتے تھے ۔ اہل بیت میں بعض کے نزدیک بنو ہاشم بھی شامل ہیں ۔ اور اسلیے تمام بنو ہاشم صدقہ لینے کے لیے نا قابل سمجھے جاتے تھے ۔ اس تخصیص کے اسباب بظاہر دو تھے ۔ ایک تو یہ کہ آنحضرتؐ صدقہ لیتے تو آپ کی ہدایتیں زکوٰۃ اور صدقات کے متعلق خود غرضی پر محمول سمجھی جاتیں ۔ اور دوسرے یہ کہ صدقہ کا لینا شان خودداری کے خلاف تھا ۔ اور نہ لینا بعض اوقات مساکین کے لیے ستم تھا ۔ آنحضرتؐ نے خود کو الگ رکھا لیکن عوام کے لیے ممانعت نہیں کی صریحاً ممانعت کرنا حرمت کی حد تک پہنچ جاتا اور یہ انتظام عالم کے خلاف ہوتا ۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ حسنؓ ابن علیؓ نے ایک خرمہ صدقہ کا منہ میں رکھ لیا ۔ آنحضرتؐ نے کہا تخ تخ ۔ یعنے تھوک دو اور ارشاد فرمایا تم نہیں جانتے کہ ہم لوگ صدقہ نہیں کھاتے ۔ صدقہ کھانے سے خیالات میں پستی اور ہمت میں کمی پیدا ہوتی ہے ۔ آنحضرتؐ نے ایک دوسرے موقع پر یوں فرمایا ہے کہ صدقہ لوگوں کا میل ہے ۔ محمدؐ اور اسکی آل و اولاد کے لیے حلال نہیں ہے ۔ آنحضرتؐ کے پاس جب کوئی چیز کھانے کے لائق کہیں سے آتی تھی تو آنحضرتؐ پوچھتے تھے "ہدیہ ہے یا صدقہ" اگر صدقہ ہوتا تھا تو صحابہ کو کھلا دیتے تھے خود نہ کھاتے تھے ۔ اور ہدیہ ہوتا تھا تو خود بھی کھاتے تھے ۔

ہدیہ اور صدقہ میں فرق کرنا ذرا مشکل ہے لیکن سمجھانے کے لیے یوں

کہہ سکتے ہین کہ صدقہ مین کسی قسم کے معاوضہ کی چشم داشت نہین ہوتی اور ہدیہ مین ایک امید موہوم معاوضہ پانے کی وابستہ ہوتی ہے جسے حساب دوستان دردل کہتے ہین۔ احادیث مین مذکور ہے کہ آنحضرتؐ دوسرون کا تحفہ قبول فرماتے تھے اور خود بھی تحفہ دیتے تھے۔ تحفہ اور ہدیہ ایک چیز ہے۔ آپس مین ایک دوسرے کو ہدیہ یا تحفہ دینا اخوت اسلامی کے استحکام کا باعث ہوتا ہے اور اسلیے مثل صدقہ دینے کے یہ بھی باعث ثواب سمجھا جاتا ہے۔ تحفہ اس شخص کو بھی دیتے ہین جسے حاجت نہ ہو۔ لیکن صدقہ صرف محتاج کو دینا چاہیے حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے انکو کوئی چیز دی تو انھون نے عذر کیا اور کہا کہ دوسرون کو مجھ سے زیادہ اسکی احتیاج ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "اسے لے لو پھر تمھین اختیار ہے۔ اپنے پاس رکھنا یا صدقہ کردینا جب کوئی مال بےخواہش اور بے طلب ملے تو لے لینا چاہیے۔ اور نہ ملے تو اسکی فکر بھی نہ کرنا چاہیے"

صدقہ مین جب معاوضہ کی کوئی امید نہین ہوتی تو دینے والا لینے والے کو محتاج سمجھتا ہے۔ اور لینے والے کی توہین ہوتی ہے۔ اگر مساکین کی حاجت پر لحاظ نہ ہوتا تو یہ جائز نہ رکھا جاتا۔ اسی لیے صدقہ لینا بوجہ مجبوری روا رکھا گیا ہے اور سوا چند صورتون کے عام طور پر سوال کرنا حرام قرار پایا ہے۔ مگر گداگری ایک شرعی جرم ہے لیکن ایسا جرم کہ اسکا مرتکب گنہگار رہے یعنی گنہگار نہو بلکہ مانگنے والا بدکار اور دینے والا نکوکار سمجھا جائے۔

قبیصہ سے روایت ہے کہ وہ کسی شخص کے ضامن تھے اور اس تمسک کے

لیے آنحضرت کے پاس آئے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ٹھہرو۔ زکوٰۃ کا مال آئیگا تو دیدینگے۔ اور اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ سوال کرنا صرف تین شخصوں کو حلال ہے:

(۱) اُس شخص کو جو کسی کے دین کا ضامن ہوا اور اسے دین تک سوال کرنا درست ہے۔

(۲) جس کسی کا مال تباہ ہو گیا ہو اُسکو محض اپنی گذران کا سامان کرنے کے لیے سوال کرنا درست ہے۔

(۳) جس کسی کو فاقہ کی نوبت پہونچی ہو اور اُسکی قوم کے تین ذی عقل اُسکی فاقہ کشی پر گواہی دیں تو اُسکو محض اپنی گذران کے سامان کرنے کے لیے سوال کرنا درست ہے۔

سوا ان تین کے کسی اور کو سوال کرنا درست نہیں ہے۔ اگر وہ سوال کرتا ہے تو حرام کھاتا ہے"

ایک دوسرے موقع پر آنحضرت نے فرمایا کہ جو شخص مال جمع کرنے کے لیے سوال کرتا ہے وہ آگ کا انگارہ مانگتا ہے۔ اُسے اختیار ہے کہ کم مانگے یا زیادہ۔ آنحضرت نے کسی موقع پر یہ بھی فرمایا تھا کہ جو کوئی ہمیشہ سوال کرتا ہے وہ قیامت کے دن اس ہیئت سے آئیگا کہ منہ پر ایک بوٹی گوشت بھی نہ ہوگا۔

اسوقت ہندوستان میں بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو گدائی اپنا پیشہ سمجھتے ہیں۔ مزدوری کسی قسم کی نہیں کرتے۔ گدائی کو پیشہ آبائی سمجھکر ناز کرتے ہیں۔ وہ ایک سلسلہ پر خود کو مذہبی رہنما سمجھتے ہیں۔ انھیں لوگوں کی شان میں

آنحضرتؐ کا قول ہے کہ جو شخص مال جمع کرنے کے لیے مانگتا ہے وہ آگ کا
انگارہ مانگتا ہے۔ اور دوسرا مقولہ بھی آنحضرتؐ کا انھین منگون کی شان مین ہے
کہ قیامت کے دن مُنھ پر ایک بوٹی گوشت بھی نہ ہوگا۔ اسلام مین گداگری جائز
پیشہ نہین ہے۔ ہماری پست ہمتی یہان تک پہونچی ہے کہ ہر شخص جو محنت و مزدوری
سے متنفر ہو کر بیحیائی اختیار کرتا ہے ہم اُسکو بجاے ذلیل سمجھنے کے معزز
سمجھتے ہین۔

بعض سائلون مین یہ بھی خرابی ہے کہ وہ سوال ہی نہین کرتے بلکہ اڑ جاتے
ہین اور خواہ مخواہ دوسرون کو مجبور کرتے ہین۔ یہ طریقہ اور بھی ناپسندیدہ ہے
آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ "سوال کرنے مین ضد نہ کیا کرو۔ کوئی مجھسے سوال
کرے اور مین اُسکے مانگنے سے بمجبوری اور بہ ناخوشی کچھ دون تو بخدا ایسا دینا
باعث برکت نہ ہوگا" حکیم ابن حزام سے روایت ہے کہ اُنھون نے آنحضرتؐ سے
کچھ مانگا۔ آنحضرتؐ نے کچھ دیا۔ اسکے بعد پھر مانگا تو آنحضرتؐ نے پھر دیا لیکن اکی
فرمایا۔ "حکیم سوال کرنے مین قناعت ملحوظ رہے تو برکت ہوتی ہے۔ لالچ مین
برکت نہین ہوتی۔ اسکی مثال یون سمجھو کھانا کھاتے جاؤ اور سیری نہ ہو۔ اوپر کا
ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے" حکیمؓ متنبہ ہوا اور اُنھون نے عرض کیا "یا رسول
اللہ خدا کی قسم اب مین عمر بھر کسی سے نہ مانگون گا" اس حدیث سے معلوم ہوتا
ہے کہ صدقہ کی حاجت ہو جب بھی قناعت کرنا چاہیے۔ عیب بھی کرنے کو ہنر
چاہیے۔ سوال کرنے مین خودداری مد نظر رہے تو ناملتا ہے۔

دنیا مین دو ہی طریقے کسب معاش کے ہین۔ محنت مزدوری سے

حاصل کرنا یا گدائی کرنا۔ باپ دادا کا ترکہ پانے والے یہ نہ سمجھیں کہ یہ کوئی تیسرا طریقہ کسب معاش کا ہے۔ جو دولت آج اُن تک پہونچی ہے اُنکے باپ دادا نے اُسکے پیدا کرنے مین بڑی محنت کی تھی محنت کبھی قومی ہوتی ہے اور کبھی شخصی۔ اگر کوئی قوم محنت کی عادی ہے تو قوم کی قوم متموّل ہو جاتی ہے اور پھر گئی گذری حالت مین بھی سیکڑون برس تک قومی تموّل قایم رہتا ہے۔ بہرحال محنت مین بڑی برکت ہے جو شخص معیشت حاصل کرنے مین محنت کرتا ہے وہ عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا "جو شخص اپنی پیٹھ پر لکڑی کے گٹھے رسی مین باندھ کر لاتا ہے اور اُسکو فروخت کرتا ہے تو اللہ اُسکی آبرو قایم رکھتا ہے۔ اور وہ اُن سے کہین اچھا ہے جو لوگون سے مانگتے پھرتے ہین کہین پاتے ہین اور کہین نہین پاتے"۔ آنحضرت نے اپنی قوم کو محنت و مزدوری کا سبق بہت اچھا دیا تھا۔ جس وقت ابتدا مین یہ سبق پڑھایا جاتا تھا لوگون کو سخت تکلیف تھی۔ آنحضرت فرماتے تھے گھبراؤ نہین جس راستے مین تمکو چلاتا ہون اگر تم اُسپر چلوگے تو عنقریب وہ زمانہ ہے کہ تم مین ایک بھی مفلس باقی نرہے گا۔ آنحضرت کا قول حدیثون مین یون منقول ہے "صدقہ دو۔ وہ زمانہ قریب ہے کہ صدقہ لیے ہوئے لوگ پھرینگے اور لینے والا نہ ہوگا سب یہی کہینگے۔ کل لاتے تو لیتے آج تو ہمکو حاجت نہین ہے"۔

صدقہ لینے کی توہین کرنا بھی ایک طور پر محنت و مزدوری کے لیے تاکید کرنا ہے۔ صدقہ لینے کو بارہا آنحضرت نے حقیر ٹھہرایا۔ مسجد نبوی کے منبر پر بارہا اسکا ذکر کیا۔ مثلاً آنحضرت نے کئی مرتبہ فرمایا کہ "اونچا ہاتھ نیچے ہاتھ سے

بہتر ہے۔ اونچا ہاتھ دینے والا ہے اور نیچا ہاتھ لینے والا ہے"
ایک مرتبہ بعض انصار نے آنحضرتؐ سے کچھ مانگا آپ نے دیا۔ پھر مانگا پھر دیا
یہانتک کہ جو کچھ آپ کے پاس تھا خرچ ہو گیا۔ تب آنحضرتؐ نے فرمایا "میرے
پاس جہان تک ہوگا مین تم سے دریغ نہ کرونگا لیکن جو شخص سوال سے بچتا ہے
خدا بھی اُسکو بچائے رہتا ہے۔ اور قناعت کرنے والون کو خدا بے پروا کر دیتا
ہے اور خدا اُسکو فی الواقع بے پروا اور صابر کر دیتا ہے جو بے پروا رہتا ہے
اور صبر کی خواہش رکھتا ہے۔ کوئی بخشش صبر سے بہتر اور فراخ تر کسی کو نہین
دی گئی ہے" اس سے یہ تو ظاہر ہی ہے کہ مانگنا معیوب ہے۔ اور پھر اس بیجا کی
سے مانگنا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور بھی بُرا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی معلوم
ہوتا ہے کہ گو آنحضرتؐ کو سایل کا مانگنا بُرا معلوم ہوا لیکن آپ دیتے ہی گئے

خدا بر تو پاشد تو بر خلق پاش

پر عمل کیا۔ انکار نہین کیا۔ اور بجائے ترش رو ہونے کے نصیحت کے پیرایہ مین
سمجھا دیا اور سمجھایا بھی تو سوال پورا کرنے کے بعد تاکہ مانگنے والا یہ نہ سمجھے کہ دینا منظور
نہین تھا ٹالنے کے لیے نصیحت شروع کر دی۔ لیکن یہ بھی واضح رہے کہ اس
حدیث کا منشا یہ نہین ہے کہ ایک مسلمان سے دوسرا مسلمان سوال کرے تو خواہ
مخواہ وہ پورا کر دیا جائے۔ آنحضرتؐ کی حالت دوسری تھی وہ قوم کے رہنما اور
پیشوا تھے۔ خدا کے پیغامبر تھے۔ بہت سی باتین اُنکے ساتھ مختص تھین۔ اگر
اسوقت کوئی یہ قصد کرے کہ مانگنے والے کو مایوس نہ کرے تو زندگی اُسپر
بار ہو جائیگی اور مسلمان ہونا وبال ہو جائے گا۔ آنحضرتؐ کے تمام اقوال پر جبکہ

راست قایم کرنا چاہیے کہ سخاوت کیا ہے بخل کیا ہے - اسراف کسے
کہتے ہیں اور ایک کے مال سے دوسرے فائدہ اٹھانے کے مستحق کن قیود
اور شرائط سے ہیں -

آنحضرتؐ کو بہ حیثیت پیغامبر ہونے کے مال جمع کرنا کتنا بے جوڑ تھا - اور
اسی لیے آنحضرتؐ دولت و مال جمع کرنے کی فکر نہیں کرتے تھے - وہ کام ایک
ساتھ کچھ نہ کرتے - لوگوں کو ہدایت کرتے یا مال کا جمع خرچ جوڑا کرتے یہی
سبب ہے آنحضرتؐ کی زندگی کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر آپ
ایسی حالت میں سوتے تھے کہ صبح کے لیے کچھ نہ ہوتا تھا - آنحضرتؐ نے ایک مرتبہ
فرمایا کہ " اگر احد کے پہاڑ کے برابر میرے پاس سونا ہو تو مجھے یہی اچھا
معلوم ہوگا کہ میں رات گذرنے کے قبل سب خرچ کر دوں اور اگر کچھ بچاؤں
تو اتنا ہی جو کہ ادائے دین کے لیے ضروری ہو " اس سے یہ تو معلوم ہوا کہ
سب مال جمع کرنا اور اسی کا ہو رہنا اچھا نہیں ہے - لیکن اسکا یہی مطلب
نہیں ہے کہ کسی مال کو تین دن تک اپنے پاس رکھنا معیوب ہے - چنانچہ
اسی مضمون کو زائد وضاحت کے ساتھ آنحضرتؐ نے دوسرے موقع پر
فرمایا " اللہ تعالی فرماتا ہے - اگر تمہاری ضرورت سے زائد ہو تو خرچ
کر ڈالنا بہتر ہے - رکھ چھوڑنا اچھا نہیں - اور ضروری اخراجات کے لیے
رکھنے میں برا نہیں ہے - اور دیتے وقت اسکا حق مقدم سمجھو جسکا نفقہ
[illegible] ہے " بخل کی مذمت اور سخاوت کی تعریف آنحضرتؐ نے
[illegible] آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بخیل اور سخی کو یوں سمجھو

دو شخص لوہے کے کورتے پہنے ہوئے ہوں اور ان کے دونوں ہاتھ سینہ اور
گردن سے لپٹے ہوں۔ سخی جب صدقہ کرتا ہے تو اُسکا کرتہ ڈھیلا ہو جاتا ہے
اور بخیل جب صدقہ کا ارادہ کرتا ہے تو اُسکا کرتہ تنگ ہو جاتا ہے اور زنجیر کے
حلقے اور بھی جکڑ جاتے ہیں۔" اس حدیث مین سمجھایا گیا ہے کہ دولت ایک
قسم کا بار ہے۔ سخی کو سخاوت مین اسلیے لطف آتا ہے کہ بار اُسکا ہلکا ہو جاتا
لیکن بخیل کو خرچ کرنے مین بے انتہا تکلیف ہوتی ہے اور وہ خرچ کے
نام سے ڈرتا ہے۔

کسی نے آنحضرتؐ سے پوچھا یا رسول اللہ صدقہ کا بڑا ثواب کب ہے
آپ نے فرمایا کہ "جب تم بھلے چنگے ہو اور مال جمع کرنے پر حریص ہو۔ محتاجی کا ڈر
ہو اور دولت کی خواہش ہو ایسے وقت کا صدقہ اللہ کو پسند ہے۔ صدقہ
دینے مین اسقدر تاخیر نہ کرو کہ جان نکلنے لگے اور تم تقسیم کرنے بیٹھو اُسوقت
تو وہ خود ہی دوسرون کا مال ہوتا ہے"۔

ابوذر سے روایت ہے کہ وہ ایک مرتبہ رسول اللہ کے پاس آئے
اور آنحضرتؐ دیوار کعبہ کے سایہ مین بیٹھے ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ
"رب کعبہ! وہ لوگ بڑے خسارہ مین ہین" ابوذر نے پوچھا کہ یا رسول
اللہ وہ کون لوگ ہین؟" آپ نے فرمایا "مالدار۔ مگر وہ مالدار نہیں جو ادھر ادھر
آگے پیچھے داہنے بائین خرچ کیا کرتے ہین۔ ایسے لوگ خسارہ مین نہین مگر
تعداد مین بہت کم ہین"۔

صدقہ دینے مین حتی الوسع مستحق کا خیال رکھنا چاہیے۔ لیکن اگر کسی غیر مستحق

صدقہ ملجائے تو صدقہ دینے والے کو پچھتانا نہ چاہیے کیونکہ دینا ہر حالت مین اچھا ہے۔ اسی کو آنحضرتؐ نے بر سبیل حکایت کسی موقع پر یون فرمایا ہے کہ کسی کو ایک شخص نے کچھ دیا۔ لوگ کہنے لگے کہ رات کا صدقہ چور کے ہاتھ لگا۔ دینے والے نے شکر خدا کا شکر کیا اور پھر صدقہ دیا۔ دوسرے دن معلوم ہوا کہ لینے والا بدکار تھا۔ دینے والے نے خدا کا شکر کرکے پھر تیسرے کو دیا۔ تو لوگون نے یہ کہا کہ ابکی پانے والا تونگر تھا مفلس نہین تھا۔ دینے والے کو خواب مین یہ سمجھایا گیا کہ چور صدقہ پاکر چوری سے کنارہ کرے اور بدکار شاید بدکاری سے باز آئے اور ممکن ہے کہ اُس تونگر کو صدقہ لینے کے بعد عبرت ہو اور وہ خود بھی راہ خدا مین خرچ کرنا شروع کرے"

خدا بر تو پاشد تو بر خلق پاش

کتنا سچا مقولہ ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ خدا نے تمکو دیا ہے تم بھی دوسرون کو دو۔ خدا تم کو نہ دیتا تو تم سے دوسرے کبھی نہ مانگتے۔ بات نہایت واجبی ہے جو کسی طرح غلط یا بے جوڑ نہین ہوسکتی مگر وقت یہ ہے کہ لوگ مالدار ہونے کے بعد یہ سمجھتے ہی نہین کہ خدا نے اُنکو دیا۔ بلکہ یہ سمجھتے ہین کہ محض قوت بازو یا زور تدبیر اُنھون نے پیدا کیا ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

کیمیا گر بہ غصہ مردہ و رنج ابلہ اندر خرابہ یافتہ گنج

اچھا مانا کہ دولت صرف زور تدبیر حاصل ہوتی ہے یا محض قوت بازو سے پیدا ہوتی ہے۔ لیکن تدبیر عمل مین لانے کی قوت تو خدا ہی نے دی ہے آنکھین اندھی ہون۔ کچھ نظر ہی نہ آئے تو تدبیر کہان صرف کیجائیگی یا ہاتھ پاؤن

بیکار رہون تو کمان سے قوت بازو آئے گی ـ بظاہر اسباب تندرستی تو خدا کے
دیے ہوئے ہین۔ ہر حالت مین یہی سمجھنا چاہیے کہ دولت خدا کی دی ہوئی ہے
اور خدا کے دیے ہوئے مال کو راہ خدا مین خرچ کرنا شکرگزاری اور بہادری
کی شان ہے۔ اسی مضمون کو آنحضرت صلعم نے بر سبیل تمثیل عوام کے سمجھانے
کے لیے حکایت کے پیرایہ مین یون بیان فرمایا ہے "بنی اسرائیل مین تین
اشخاص ہستہ ور محض تھے۔ ایک کوڑھی دوسرا گنجا اور تیسرا اندھا تھا خدا نے
انکی آزمایش کے لیے اپنا فرشتہ بھیجا۔ کوڑھی سے فرشتہ نے پوچھا تو کیا چاہتا ہے
اُس نے جواب دیا "اچھا رنگ۔ اچھا چہرہ اور گندگی کا دور رہنا"۔ خدا کی شان سب
کچھ اُسکی خواہش کے مطابق پورا ہو گیا۔ فرشتہ نے پوچھا اور کیا چاہتا ہے؟ اُسنے
کہا "ایک اونٹنی"۔ فرشتہ نے اُسکو ایک گابھن اونٹنی دیدی۔ اسکے بعد وہ گنجے
کے پاس گیا اور اُسکی خواہش پوچھی۔ اُسنے اپنی بیماری کے دفع ہونے کی
اوّل خواہش کی جب وہ دفع ہوئی تو ایک گابھن گاے مانگی وہ بھی مل گئی
آخر مین وہ اندھے کے پاس آیا۔ اندھے نے اول دو آنکھین مانگین اور پھر
ایک گابھن بکری طلب کی۔ خدا نے اُسکی خواہش بھی پوری کر دی۔ اور انکے
مال مین اسقدر برکت دی کہ اُنکے مواشی سے تمام جنگل بھر گیا۔ وہی فرشتہ
پھر اُن تینون کے پاس آیا۔ اول کوڑھی کے پاس گیا اور کہنے لگا "مین مسافر ہون
سامان سفر جاتا رہا ہے۔ اسوقت خدا اور تمھاری مہربانی کے سوا کوئی سہارا
نہین ہے۔ جس خدا نے تمکو کوڑھی سے اچھا کر کے اتنا سب مال دیا اُسی کی
راہ مین مین تم سے ایک اُنٹنی مانگتا ہون"۔ اُسنے کہا "میرے ذمہ خود ماکثر ملکے

حقوق متعلق ہین تمہارے دینے کو میرے پاس کہان ہے؟ فرشتہ نے کہا۔
مین تجھے پہچانتا ہون۔ تو وہی کوڑھی ہے جس سے لوگ نفرت کرتے تھے اور
کھانے کا ٹھکانا تجکو نہ تھا۔ خدا نے تجکو اُس حالت سے اِس حالت تک پہونچایا
پہلے کہان تھے وہ لوگ جنکے حقوق اب تیرے متعلق ہین؟ اُس نے جواب دیا
کہ یہ مال میرے بزرگون کے وقت سے چلا آتا ہے پہچاننے مین تو نے دھوکا
کھایا۔ فرشتہ نے بد دعا دی اور پھر وہ اپنی اصلی حالت پر عود کر آیا۔ پھر گنجے
سے ملاقات ہوئی۔ گنجے نے بھی ویسی ہی ناشکری کی اور اُسکا بھی وہی انجام
ہوا۔ اندھے کی نوبت آئی تو اندھے نے کہا۔ بیشک مین اندھا تھا اور خدا
نے مجھے بینا کیا۔ اُسکے نام پر جتنی بکریان تیرا دل چاہے لے لے۔ مین ہرگز
نہ روکون گا۔ فرشتہ نے کہا مین صرف تجکو آزماتا تھا مجھے ضرورت نہین ہے۔

صدقہ دینا۔ عفو تقصیر کرنا اور عاجزی کرنا ان تینون باتون کو آنحضرتؐ نے ایک
درجہ مین رکھکر ایک موقع پر یون فرمایا ہے کہ صدقہ دینے سے مال کم نہین ہوتا
قصور معاف کرنے سے قصور معاف کرنے والے کی عزت اور بڑھ جاتی ہے
اللہ کے واسطے فروتنی کرنے والے کا مرتبہ بہشت مین بلند ہوتا ہے۔

صدقہ کے لیے متمول ضروری نہین ہے۔ غریب سے غریب آدمی بھی
صدقہ کر سکتا ہے۔ اِس مضمون کو آنحضرتؐ نے ایک موقع پر یون فرمایا ہے کہ
سب مسلمانون کو صدقہ کرنے کا حکم ہے۔ لوگون نے عرض کیا کہ اگر کسی کے
پاس نہ ہو تو کہان سے صدقہ کرے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کمائے اور آپ سے
خود بھی سود مند ہو اور دوسرون کو نفع پہونچائے۔ ایک نے عرض کیا کہ وہ کما نہ سکے؟

آپ نے فرمایا کہ "حاجتمند غمگین کی مدد ہی کرے" لوگون نے کہا کہ مدد بھی نہ کر سکے۔ تو فرمایا "اچھی بات ہی بتائے۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو اپنی برائیون سے لوگون کو بچائے رہے کہ یہ بھی ایک صدقہ ہے" اسی مضمون کو کسی شاعر نے باندھا ہے۔

مرا ز خیر تو امید نیست شر مرسان

اور ایک موقع پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "آدمی کے جوڑ جوڑ پر ہر روز صدقہ لازم آتا ہے دو شخصون مین انصاف کر دینا صدقہ ہے۔ کسی کی مدد کرنا مثلاً کسی کو خود اسکی سواری پر سہارا لگا کر سوار کرا دینا یا اُسکا اسباب لدوا دینا بھی صدقہ ہے۔ اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے۔ نماز کے لیے قدم اُٹھانا بھی صدقہ ہے۔ رہ گزر سے تکلیف دہ چیزون کا ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔ ایک موقع پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اپنی بی بی کے ساتھ صحبت کرنا بھی صدقہ ہے۔ کسی نے عرض کیا وہ تو اپنی خواہش نفس پوری کرتا ہے صدقہ کیسا۔ آپ نے فرمایا "وہ ایسی خواہش کو حرام طور سے پوری کر سکتا تھا۔ اُسنے جائز طور پر پوری کی تو بیشک ثواب کا کام کیا" پھر ایک اور موقع پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "ایک فاحشہ عورت نے ایک کتے کو پیاس سے مرتا ہوا دیکھ کر اپنا موزہ اُتارا اور اوڑھنی مین اُسے باندھکر کتے کے لیے پانی بھرا۔ خدا نے اسکو اس نیکی کے صلہ مین بخش دیا" کسی نے پوچھا کہ جانورون کے ساتھ بھی سلوک کرنا باعث ثواب ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہان۔ ہر جاندار کے ساتھ سلوک کرنا باعث ثواب ہے۔

بعض آدمی ایسے ہین کہ گھر کے لوگ فاقہ کرتے ہین بھوکون مرتے ہین

اور وہ اپنے اسراف کی وجہ سے باہر بڑے سخی سمجھے جاتے ہین۔ پر وسیون کو قربانی کا گوشت تک نہین کھلاتے اور نام کے لیے راہ چلتون کو سب کچھ دے ڈالتے ہین۔ اسی کے متعلق آنحضرت نے خرچ کرنے کی تہذیب سکھائی ہے۔ چنانچہ آنحضرت نے فرمایا "بہترین صدقہ وہ ہے جو آسودگی کے ساتھ ہو اور پہلے اُسکو دے جسکا نفقہ اُسپر واجب ہے" دوسرے موقع پر آنحضرت نے فرمایا "جب کوئی مسلمان گھر والون کو حصول ثواب کی امید پر کچھ دیتا ہے تو اُسکو صدقہ ہی کا ثواب ہوتا ہے" تیسرے موقع پر آنحضرت نے فرمایا کہ "اگر تو خدا کی راہ مین دے۔ کسی کی گردن چھوڑانے مین خرچ کرے (یعنے کسی کو دین سے سبکدوش کرے یا غلامی سے آزاد کرا دے) مسکین کو دے اور اپنے گھر والون کو دے تو ان سب مین اُس مال کا زیادہ ثواب ملیگا جسکو تو نے اپنے گھر والون مین خرچ کیا ہے" ایک چوتھے موقع پر آنحضرت نے فرمایا کہ "بال بچون مین خرچ کرنا جہاد کے لیے جانور پالنے مین خرچ کرنا اور اپنے دوستون کے لیے خرچ کرنا تمام خرچون سے بہتر ہے۔"

ام سلمہ نے پوچھا یا رسول اللہ اگر مین ابو سلمہ کے لڑکون کو جو میرے بطن سے پیدا ہین کچھ دون تو ثواب مجھے ملے گا۔ آپ نے فرمایا ہان ملیگا۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ "قرابت مند کو دینے کا دوہرا ثواب ہے۔ ایک ثواب قرابت دوسرا ثواب صدقہ"

حضرت عائشہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ میرے دو پڑوسی ہین۔ انمین سے کسکو ہدیہ دون۔ آنحضرت نے فرمایا جسکا دروازہ زیادہ قریب ہو۔ ابوذر سے

روایت ہے کہ ایک دن اُنسے رسول اللہ نے فرمایا کہ جب شوربا پکاؤ تو پانی
زیادہ ڈالو اور اپنے پڑوسیون کو دو۔

مدینہ مین سب انصار سے زائد تر مالدار حضرت ابو طلحہؓ تھے انکا ایک باغ
بیروحا نام مسجد نبوی کے قریب تھا۔ وہ باغ نہایت ہی اچھا تھا۔ آنحضرتؐ
بھی اُس باغ مین اکثر جایا کرتے تھے۔ اور حضرت ابو طلحہؓ کو بھی وہ باغ بہت
پسند تھا جب یہ آیت اُتری "لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون" (جب تک اپنی
پیاری چیزون کو راہ خدا مین ندوگے نیکی کو نہ پہونچوگے) تو حضرت ابو طلحہؓ نے رسول اللہ
سے عرض کیا کہ اس باغ سے مجھے کوئی شے زائد تر پیاری نہین ہے مین نے
اسکو اللہ کے واسطے صدقہ کیا جہان آپ مناسب سمجھیے خرچ کیجیے۔ اس موقع
پر آنحضرتؐ اگر خود غرضی کو کام مین لاتے تو فرماتے بہت اچھا خدا کی راہ مین
وقف کردو۔ مین انتظام کرلون گا۔ اپنی مسجد کے پاس آپکو ایک باغ نہایت اچھا
مفت ہاتھ آتا تھا۔ مگر وہان تو خود غرضی چھو بھی نہین گئی تھی۔ تعلیم اخلاق حسنہ
اور اصلاح قوم مدنظر تھی۔ آپ نے فرمایا کہ "واہ واہ یہ مال تو بڑے فائدہ کا
ہے۔ میری راے یہ ہے کہ تم اُسے اپنے اقربا مین تقسیم کردو" ابو طلحہؓ نے اُسے
اپنے اقربا اور بنی اعمام مین تقسیم کردیا۔ آنحضرتؐ کی منصف مزاجی اور علو ہمتی
کو دیکھیے۔ یہ اُسوقت کا ذکر ہے کہ آنحضرتؐ کے ساتھ فاقہ کشون کی ایک
جماعت کثیر بہ لقب "مہاجر" آپ کے ساتھ تھی۔ اُنکو بہت ضرورت اس قسم کی
مدد کی تھی۔ آنحضرتؐ پر گویا اُنکا بار تھا۔ ابو طلحہؓ کیسا اچھا باغ ان مساکین کے لیے
دیتے تھے۔ مگر آنحضرتؐ نے عدل کو ہاتھ سے نہ دیا اور فرمایا کہ تمھارے اقربا

کیا کم محتاج ہین۔ ایک طرف تو یہ حدیث نبوی پڑھیے اور دوسری طرف حال کا ایک واقعہ ہمارا سنیئے۔ پانچ چار سال کا عرصہ گذرا۔ ایک بڑی مالدار بیوہ کو لوگون نے یہ رائے دی کہ وہ اپنی جائداد وقف کر دے۔ اس بیچاری بیوہ نے یہ سمجھ کر کہ راہ خدا مین دینا عزیزون اور رشتہ دارون کے دینے سے زائد تر ثواب کا موجب ہوگا۔ اپنی تمام جائداد کارخیر مین وقف کر دی۔ اور ایک غیر شخص کو متولی کر دیا اور اپنے تمام اقربہ کو جو اسکی حیات مین اسکی جائداد سے پرورش پاتے تھے بالکل محروم کر دیا۔ اتنے بڑے معاملہ مین کسی ایک شخص نے بھی اس بیچاری کو راہ راست نہ بتائی۔ ہم نے اخبارون مین پڑھا تو راولپنڈی سے کلکتہ تک تمام مسلمان اخبار اس کی فیاضی کے مدح خوان تھے بمبئی سے مدراس تک اسکا شہرہ ہوا اور وہان کے اخبارون نے بھی تعریف کا کوئی درجہ اُٹھا نہین رکھا۔ اُس زمانہ مین اخبار "الوقت" کے ہم اڈیٹر تھے۔ ہم نے تمام اخبارون سے اختلاف کیا اور یہ لکھا کہ اس بیچاری عورت کو شرعی معلومات نہ تھی۔ لوگون نے اسکو دھوکا دیا۔ وہ اپنے اقربہ کو دیتی تو اس سے کہین اچھا ہوتا۔ نقارخانہ مین طوطی کی آواز۔ ایک تنہا ہمارا لکھنا اور وہ بھی انتظام ہو جانے کے بعد۔ ہماری تحریر کا کوئی نتیجہ نہین نکلا۔ اس موقع پر ہمکو صرف یہ کہنا ہے کہ اسوقت تمام قوم کے ذہن مین یہ بات ہے کہ اپنے رشتہ دار کو کچھ دینا ثواب کا باعث نہین ہے۔ اور یہ خیال پیدا ہوا ہے خود غرض ناصحون اور واعظون کی بدولت کہ وہ اپنے ہی ایسون کو دینا باعث حسنات بتاتے ہین۔ کبھی یہ نہین سُناتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے بخشش اور کرم کے متعلق کیا کیا ہدایتیں کی ہین - ایک واقعہ ہمین اور
بھی یاد ہے کہ ایک مسلمان نے ایک بڑے مولوی صاحب کے پاس جو
خود بھی متمول اور مالدار تھے حاضر ہو کر یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ اپنی جائداد کا ایک
مسجد کے لیے وقف کرنا چاہتا ہے اور خود مولوی صاحب کو متولی کرنے آیا
ہے - مولوی کی باچھین کھل گئین کہ خوب شکار ہاتھ آیا - نہایت عجلت
کے ساتھ انھون نے قبالہ رجسٹری کرا لیا - اور یہ نہ پوچھا کہ تیرے چھوٹے
چھوٹے یتیم نواسے جنکی تو پرورش کرتا ہے تیرے بعد کیا کھائینگے - اپنی
تمام جائداد سے تو ان معصومون کو کیون محروم کرتا ہے ؟ -

فصل ہشتم

عربون کی بہادری

بہادری کے سمجھنے مین لوگون نے غلطیاں کی ہین یا یون کہیے کہ مختلف حالتون
مین اسکے مختلف معنی سمجھے گئے ہین - ایک ہی قوم اپنی ترقی کے زمانہ مین بہادری
کے معنے کچھ سمجھتی ہے اور تنزل کے وقت کچھ خیال کرتی ہے - اسلیے ہم بہادری کو
اُس معنی مین لیتے ہین جو ہر ایک قوم اپنے عروج کے زمانہ مین سمجھتی آئی ہے -
ظلم اور خونخواری کو بہادری نہین کہتے بلکہ بہادری اخلاق حسنہ کی ایک شاخ
ہے - یا یہ کہ تکمیل اخلاق حسنہ کا ایک نتیجہ ہے - جب کسی قوم مین حیا - حمیت -
خودداری اور راست بازی درجہ کمال کو پہونچتی ہے تو خود بخود وہ بہادر
ہو جاتی ہے - اور اگر اسکے ساتھ زور بازو بھی ہے تو کیا کہنا سونے مین سہاگہ
ہے لیکن محض خون بہانا کسی طرح بہادری نہین ہے - جلاد کو کوئی بھی بہادر

نہین کہتا۔ شکاری رات دن جان مارتے ہین۔ قصائی جان مارنے کا پیشہ رکھتے ہین۔ ڈاکو آدمیون کے قتل اور غارت پر ہر وقت مستعد رہتے ہین لیکن انھین سے کوئی بھی بہادر نہین کہلاتا۔

اسی طرح اپنی جان دینا بھی بہادری نہین ہے ورنہ خودکشی کرنے والے سب سے بڑے بہادر سمجھے جاتے۔ حالانکہ تمام عقلاے زمانہ اسپر متفق ہین کہ نوع انسانی مین سب سے زیادہ بودا وہ ہے جو اپنی جان دیکر دنیا کی زحمتون سے بچنا چاہتا ہے۔ بال بچے چھوڑکر پہاڑون اور جنگلون مین جا چھپنے والے دنیا کی زحمتون سے گھبراکر جان دینے والے۔ غصہ سے مغلوب ہوکر خودکشی کرنے والے یہ سب ایک ہی مد مین ہین اور دنیا کے کمزور ترین انسانون مین شمار کیے جانے کے لائق ہین۔ ہندوستان مین عورتین زیادہ خودکشی کرتی ہین ساس سے لڑائی ہوئی یا شوہر کی کوئی حرکت ناگوار گزری اور جان پر کھیل گئین۔ کنوئین مین کود پڑین یا کوئی زہریلی چیز کھالی۔ لڑائیون مین گھر سے ٹھان کر مرنے کے لیے نکلنا بھی بہادری نہین ہے۔ پروانے شمع پر جان دینے کے لیے حملہ کرتے ہین نہ کہ شمع کے گل کرنے کو۔ اگر پروانے بہادر ہین تو وہ لوگ بھی بہادر ہین جو گھر سے یہ سمجھکر نکلے ہین کہ بے مرے واپس نہ آئین گے۔

ہندوستان کے چھتری بہت بہادر مشہور ہین۔ لیکن میرے نزدیک گو وہ لڑنیوالی قوم سے ہین۔ جانبازی انکا پیشہ ہے۔ لیکن بہادری کو انسے کوئی نسبت نہین ہے اگر وہ بہادر ہین تو دنیا مین ہر ایک بہادر ہے اگر یہی بہادری ہے تو دنیا مین کوئی بھی بزدل نہین ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ مہابھارت کے چھتریون کو

بھی ہم بہادر نہین کہتے یا اُسکے قبل کے ہندوستانی بہادرون کے ہم قایل نہیں
ہین۔ ہم ہر قوم مین بہادری پاتے ہین۔ لیکن بہادرون کا وجود قومی عروج تک
محدود جانتے ہین۔ بہادری ایک ایسی شے ہے جسکو قومی عروج سے بہا نہا
تعلق ہے۔ ہندوستان مین جب عروج تھا تو یہان کے چھتریون نے بیشک
بڑے بڑے نمایان کام کیے۔ لیکن قومی عروج کے ساتھ جب قومی بہادری
بھی مٹ گئی تو ان چھتریون کے ساتھ بہادری کا لقب ایسا ہی رہ گیا جیسا کہ غدر
۱۸۵۷ء کے بعد بہت سے علاقہ دارون کے پاس جاگیر ضبط ہو جانے کے
بعد بھی پروانہ باقی رہ گئے۔
ہمکو حیرت ہے کہ جب یہان کے لوگ چھتریون کی بہادری کا ذکر کرتے ہین تو
اُسی زمانہ کے چھتریون کو یاد کرتے ہین جب اُنہین بہادری کا نام بھی نہ تھا۔ مثلاً
چھتریون کا اپنے لڑکے بالون کو تہ تیغ کر کے میدان جنگ مین جانا چھتریون کی
بہادری کے ثبوت مین پیش کیا جاتا ہے۔ شروع مین جب تاریخون مین ہم نے
پڑھا کہ فلان مقام کے راجپوت اپنی جورووں اور بچون کو تہ تیغ کر کے میدان
جنگ کی طرف بڑھے اور نہایت دلیری سے خود کو ملک پر قربان کر دیا تو ہمارے
دل مین انکی عظمت قایم ہوئی۔ لیکن اب غور کرنے سے معلوم ہوا کہ ایسا کم
ہمت شخص جو پہلے سے اپنی ناکامی فرض کر کے عورتون کو تہ تیغ کرتا ہے اور
ایسا شخص جو گھر کی عورتون کو اپنی جہالت سے اپنے اوپر پہلے سے قربان کرنے
مین باک نہین رکھتا وہ ایسی تنگ خیالی اور ایسی پست حوصلگی مین دشمنون سے
کیا ہتھیار کرے گا۔

ایک تاریخ مین ہم نے پڑھا ہے کہ اکبر کے زمانہ مین بڑے بہادر چھتری تھے
اور کبھی کبھی بعض اُنمین سے جوش بہادری مین تلوار کی نوک پیٹ مین گھسیڑ لیتے
تھے - اکبر نے ایک روز ایک تلوار ہاتھ مین اُٹھالی اور چاہا کہ اپنے پیٹ مین
مارلے اور لوگون پر ثابت کرے کہ وہ بہادری مین کسی طرح چھتریون سے کم
نہین ہے - ہمکو حیرت ہے کہ چھتریون کے اس فعل کو بہادری سے اُس مورخ
نے تعبیر کیا ہے - اور پھر اس سے زیادہ حیرت اس پر ہے کہ اُسنے اکبر کو اسدرجہ
جاہل تصور کیا - اگر یہ حکایت سچ ہے تو اسکو یون سمجھنا چاہیے کہ اکبر نے اپنے
چند ندیمون کو آزمانا چاہا "شرط عقل ست بدگمان بودن" پر اُسنے عمل کر کے
چند ارکین دولت کو جمع کیا اور چھتریون کی بہادری کا ذکر کر کے ایک جوش کی
حالت اپنے اوپر طاری کی اور تلوار کا پیٹ شکم پر رکھ کر دیوار سے قبضہ کو اڑایا -
اور ایسا ظاہر کیا کہ بادشاہ خود کو ہلاک کیا چاہتا ہے - ندیمون نے تلوار چھین کر
بادشاہ کی جان نہین بلکہ اپنی جان بچائی - اگر وہ ہان ہان کر کے تلوار پکڑ نہ لیتے
تو آن سب پر آبنتی - بادشاہ مجنون نہ تھا کہ اپنے کو ہلاک کرتا لیکن ممکن تھا کہ وہ
آیندہ اُن تماشہ بینون کی ہلاکت کے لیے مجنون بنجاتا یا کسی اور حکمت عملی سے
اُن سب کا خاتمہ کر دیتا -

بہادری کے لیے خیال مین قوت اور دل مین مضبوطی کا ہونا ضرور ہے - حیا
اور ہمت لازمی ہے - استقلال اور حمیت تو گویا اسکا جزو اعظم ہے - اتفاق اور
راستبازی گویا قومی بہادری کے پاؤن ہین - سیر چشمی - خودداری - عالی حوصلگی بہادری
کا جوہر ہے اسلیے بہادری کے لیے اتنی سب صفتون کا ہونا ضرور ہے اور یہ صفات

کسی قوم مین جمع نہین ہوتین جب تک اُسکے عروج کا وقت نہین آتا۔ قوم منکوب مین بہادری کا ہونا کسی طرح تجربہ تسلیم نہین کرتا۔

دنیا مین ایک سے ایک بڑھکر با اقبال قوم گزری ہے اور اسلیے ایک سے ایک بڑھکر بہادر بھی گزرے ہونگے۔ پرانے حالات بخوبی نہین معلوم ہوتے اور معلوم بھی ہون تو اُنپر وثوق کرنے کے ذرایع مفقود ہین۔ صرف ایک مسلمان ہین جنکی تاریخ از اول تا آخر صحت کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ اور جب کسی تاریخی واقعات کو بہ نظر وثوق دیکھنا ہو تو صرف یہ تلاش کرنا چاہیے کہ مسلمانون کی پرانی تاریخون مین یعنے اُن تاریخون مین جو اُنکی ترقی کے زمانہ مین لکھی گئین اُسکا پتہ لگتا ہے یا نہین۔ ہم جب مسلمانون کی تاریخ مین بہادرون کی تلاش کرتے ہین تو اُنمین بے انتہا بہادر پاتے ہین اور مسلمانون ہی مین ہمکو سچی بہادری نظر آتی ہے۔ انکے اخلاق حسنہ بہت درست تھے۔ اس لیے انکی عادت اور انکا قومی شعار بہادری مین بڑی مدد دیتا تھا۔

مثلاً ہندؤن مین یہ دستور تھا کہ شوہرون کے مرنے پر عورتین اپنی جان دے ڈالتی تھین اور جو زندہ رہتی تھین وہ بیوہ ہوکر مُردون سے بھی بدتر زندگی بسر کرتی تھین۔ ایک بہادر سے بہادر چھتری گھر سے نکلا اور بی بی نے رنڈاپے کی مصیبت یاد کرکے رونا شروع کیا۔ اس چھتری مین انسانیت ہے تو قوم افسر اور اپنے نام سے زیادہ بی بی کا پاس خاطر مد نظر رکھے گا۔ اب وہ چھتری میدان مین جاکر کیا خاک جان دے گا۔ اگر اُسے جان دینا ہے تو پہلے ہی سے روتے والون کا خاتمہ کرکے گھر سے نکلے گا اور پھر اپنی جان دیگر گھر والون کے

پاس دوسرے عالم مین پہونچ جانے کی کوشش کرے گا۔ بیچارہ چھتری بڑا شجاع ہے لیکن اسکے قانون تمدن کے نقص نے اُسے بے انتہا بودا بنادیا ہے۔ اب اسی کے ساتھ ایک مسلمان سپاہی کو دیکھیے کہ اُسکی بی بی اپنے شوہر مین بہادری کی صفت کو تمام صفات سے بالا سمجھتی ہے۔ گئی گزری حالت مین شیر افگن کی بی بی نورجہان ایک عرصہ تک جہانگیر کی زوجیت مین آنے سے محض اسلیے انکار کرتی رہی کہ شیر افگن ایسے بہادر کے بعد وہ جہانگیر کی بی بی کیا بنے۔ راجہ کی بی بی بننے سے وہ بہادر سپاہی کی بی بی بننا مرجح جانتی تھی عربون کی لڑائیون کی یہ کیفیت تھی کہ عورتین ہمت دلانے والے باجے بجاتی تھین اور گیت گاتی تھین۔ ایک عورت شوہر کا دامن پکڑے ہوئے قبل از وقت رو رہی ہے اور دوسری میدان جنگ مین اُسے لڑائی کے لیے مستعد کر رہی ہے۔ اب بتایئے یہ قومی شعار کہان تک دونون کے شوہرون کی شجاعت پر اثر ڈالے گا۔ یہین سے صاف عیان ہے کہ جن خاندانون مین عقد بیوگان کا دستور نہین۔ بے اُنمین میدان جنگ کی بہادری بھی مفقود ہوگی۔

لڑکون کو ماؤن سے ضرور محبت ہوتی ہے اور جب لڑکے کسی سخت مصیبت مین مبتلا ہوتے ہین تو اُنکو بسا اوقات خیال موت سے زیادہ تکلیف اپنی ماؤن کے غمگین ہونے کی ہوتی ہے۔ جہان قوم مین زور نہین ہوتا اور عورتون مین آزادی نہین ہوتی وہان کی مائین ایسی ہی ہوتی ہین جیسی کہ اس وقت ہندوستان کی مائین ہین۔ برخلاف اسکے عرب کی مائین اپنی عزت سمجھتی تھین جب اُنکے لڑکے قومی لڑائیون مین خود کو قوم پر نثار کرتے تھے۔ جہان گھر کے

تمام لوگ خواہشمند ہونگے کہ مرد میدان رزمگاہ مین اپنی بہادری دکھائے وہان
بودے سے بودا لڑنے والا بھی بہادر ہو جائیگا - اور جب ایک طرف مان بدر ہی
ہے۔ دوسری طرف بی بی دامن پکڑے ہوئے لڑکے الگ مُنہ لٹکائے ہوئے
بیٹھے ہین تو میدان جنگ کے عازم کو میدان جنگ مین جانا گویا سولی کا چڑھنا ہے
اور ایسی حالت مین وہ جیسی بہادری کرے گا ظاہر ہے۔

اکیلا چنا بھاڑ کیا پھوڑے گا - شخصی بہادری کسی شمار مین نہین ہے جب تک
قوم کی قوم بہادر نہ ہو - جب تک کسی قوم مین حمیت - خودداری - شرم نہ ہوگی
اُسمین حب وطنی پیدا نہ ہوگی اور جب تک حب وطنی نہ ہوگی اتفاق نہ ہوگا -
اور جب تک اتفاق نہ ہوگا بہادری نہ ہوگی - اگلے پچھلے حالات انسان کو بہادر
بناتے ہین جسطرح ناموافق ہوا مین بادبانی جہاز نہین چل سکتا اسی طرح کوئی
شخص اپنی بہادری نہین دکھا سکتا جب تک اُسکے ہمراز اُسکے مؤید نہون - اور
اسلیے وہ قوم بہادر نہین ہو سکتی جسمین اتّفاق اور حب وطنی نہین ہے -

اوہام باطلہ بھی بہت زیادہ بہادری کے منافی ہین - ایک شخص میدان جنگ
مین محض تلوار کے زور سے اور مشیّت ایزدی پر بھروسہ کرکے آیا ہے - اور
دوسرا ہے کہ چلتے وقت ساعت اُسکی نہین بنی - فال بد اور شگون بد سے
دل اُسکا لرز رہا ہے - خواب پریشان اس نے رات کو دیکھا تھا - جی ڈر رہا ہے
نجومیون نے اگر پہلے سے ڈرا دیا ہے تو ہاتھ پاؤن قبل از وقت رہ جاتے ہین
اور اگر خوشخبری سنا دی ہے تو وہ بدخبری سے بھی زیادہ بُرا اثر رکھتی ہے کہ قسمت
نے تکیہ کر لیا اور جانفشانی سے جی چرانے لگی [illegible] شخص [illegible]

تمام زحمتوں اور بکھیڑوں میں پھنسا ہوا ہے اُس جوانمرد کے مقابلہ میں بھلا کیا مقابلہ کرے گا جسکو صرف اپنی تلوار پر بھروسہ ہے۔

بُت پرستی بھی انسان کی بہادری میں فرق ڈالتی ہے۔ اگر بُت پرستی کے صرف یہ معنی ہیں کہ پروردگار کے دھیان کرنے کے لیے اس طرح کوئی شی سامنے رکھ لی جس طرح بچے الف بے لکھنا سیکھتے ہیں اور اُستاد سے تختی پر پہلے نقش بنوا لیتے ہیں اور پھر اُس پر قلم پھیرتے ہیں تو چنداں مضایقہ نہیں لیکن مشکل تو یہ ہے کہ اس اصول پر بڑے بڑے عقلا بھی قایم نہیں رہتے عوام کس شمار میں ہیں۔ بُت پرستی کا لازمہ ہے ہر زبردست چیز کی پرستش کرنا اور اس سے ایک طور پر خیال میں غلامی اور کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ دنیا کی تاریخ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی قوم بُت پرستی کی حالت میں اعلیٰ درجہ کی بہادر نہیں ہوئی۔ بُت پرستی سے ہم اوہام باطلہ کی پرستش مراد لیتے ہیں۔ شروع سے چلیے سکندر موحد تھا اسلیے یونان سے لیکر ہندوستان تک کوئی بھی اُسکے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکا۔ رومیوں نے گو کفر کی حالت میں ترقی کی لیکن عیسائیت پھیلنے کے بعد اُنکو مذہب عیسوی اختیار کرنا لازم آیا وہ سمجھے کہ بہادر عیسائیوں کے مقابلہ میں وہ نہ ٹھہر سکینگے اسلیے بہتر ہے کہ وہ خود عیسائی ہو جائیں۔ اُسوقت کے عیسائی نہ تثلیث کے قایل تھے اور نہ رومن کیتھولک کی طرح عیسائیت کو برائے نام قایم رکھتے تھے جب عیسائیوں میں اوہام باطلہ کی پرستش پھیلی تو مسلمان چند سال کی جہد کے بعد اس طرح اُنمیں تیر گئے کہ جس طرح صابون میں تار نکل جاتا ہے۔ عجم کے ستارہ پرست اور آفتاب پرست بھی اسلام کے موحدوں کا مقابلہ نہ کر سکے نہ کفار تاتار۔ نہ کفار مغول

تاب مقابلت لا سکے۔ ہندوستان مین بودھ مذہب کا زوال تھا۔ اور برہمنون کا مذہب
از سر نو بہیل چکا تھا۔ برہمنون کے معتقد راجپوت بھی مسلمانون کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اور
جب تک عربون کو عروج تھا تب تک کوئی قوم اُنکا مقابلہ نہ کر سکی۔ لیکن مسلمانون
مین اوہام باطلہ نے اپنا گھر کیا تو وہ بھی پست ہوتے گئے۔ کچھ روز تک نو مسلم
ترکون نے سچی توحید کے زور مین عربون کی گئی گذری حالت کو سنبھالا لیکن پھر وہ
بھی اُسی رنگ مین آگئے۔ عیسائیون کی طرح انمین خانقاہین بنگئین۔ بزرگان دین
کی پرستش شروع ہوئی۔ بُت پرستی نہین تو قبر پرستی ضرور قایم ہوئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ مغل
انسے اچھے ٹھہرے اور تمام بلاد اسلام پر انکا قبضہ ہو گیا۔ مسلمانون مین وہ توحید کی
صفت باقی نرہی جسکے سبب سے وہ بُت پرستون اور بگڑے ہوئے عیسائیون پر
فوق رکھتے تھے۔ کنانے مغل نے اپنی عالت کو تولا تو عیسائیون کے مقابلہ مین خود کو
قایم رکھنے کے لیئے سوا اس کے کوئی چارہ نہ دیکھا کہ توحید اسلامی کو وہ اپنے
دم سے ایک مرتبہ پھر رونق دیکر اسلام کی بہادریون کو از سر نو تازہ کرین۔ کچھ دنون
کے بعد نو مسلم مغلون نے بھی اوہام باطلہ کی پرستش شروع کی اور وہ زمانہ آیا کہ عیسائیون
کے مقابلہ مین وہ نیچا دیکھین۔ لیکن یہ معلوم رہے کہ اسلام کیسا ہی گیا گذرا تھا مگر
مسلمانون کے مقابلہ مین عیسائی کسی طرح بہادر نہین ہو سکتے تھے جب تک وہ
اپنے عقائد درست نہ کرتے۔ تمام عیسائیون کو لوتھر کا شکر گزار رہنا چاہیے جس نے
پروٹسٹنٹ مذہب نکال کر عیسائیون مین سچی آزادی اور سچی بہادری کی روح پھونکی
آج چارخمس سے بھی زیادہ یورپین لوگ موحد ہین۔ جو لوگ بپاس وضع پرانے
گرجاؤن کے معتقد ہین انمین بھی بہت سے لوگ پروٹسٹنٹ کے عقاید رکھتے ہین

اور جب اس ذریعہ سے عیسائیون مین مسلمانون سے کم اوہام باطلہ کی پرستش رہگئی تو اب وہ ضرور مسلمانون سے زیادہ بہادر ہین اور مسلمانون سے بڑھے تو گویا تمام دنیا سے بہادر ہین اور اسی لیے تمام دنیا مین اسوقت عیسائیون کا ڈنکا بج رہا ہے - اگر عیسائیون مین آج ویسی ہی تاریک خیالی ہوتی جیسی کہ انمین ابتداے اسلام کے وقت تھی تو یہ ترقی انکو نصیب نہ ہوتی۔

چین اور جاپان دونون قومین ایک ہی شاخ سے ہین ایک مین ایک مین اوہام باطلہ بڑھے ہوئے ہین اسلیے وہ ذلیل ہے اور دوسری مین اوہام باطلہ کم ہین اسلیے وہ معزز ہے۔

ہندوستان کے مسلمانون مین جب اوہام باطلہ حد سے زیادہ بڑھ گئے تو مرہٹون نے اسی طرح اُنپر قبضہ کرلیا جس طرح تفا مغل نے وسط ایشیا کے مسلمانون پر قبضہ کرلیا تھا - مرہٹون کی شاہنشاہی مین کوئی شبہ نہ تھا لیکن وہ اپنی شاہنشاہی زیادہ عرصہ تک قایم نہ رکھ سکتے تھے - یا تو وہ مسلمانون کی قدیم توحید اختیار کرکے نئے سر سے اپنی روحانی قوت اور اُسکے ساتھ ہی اپنی تمام قوتون کو ترقی دیتے یا کسی اور قوم کی اطاعت کرتے جو روحانی قوت مین اُنسے بڑھی ہوئی تھی - پچھلی صورت سامنے آئی اور عیسائیت کی طرف ہندوستان کی شاہنشاہی منتقل ہوئی - زور بازو کے ساتھ مرہٹے توحید مین بھی ترقی کرتے تو شاید آج وہی شاہنشاہ ہند ہوتے۔

تمام صفات حسنہ کے ساتھ مسلمانون مین ایک چیز نہایت ہی عجیب تھی جسنے انکو بے انتہا بہادر بنا رکھا تھا اور اسلیے اُنکے فتوحات عجائبات روزگار سمجھے جاتے

ہین یعنے وہ خود پر بھروسہ کرتے تھے اور اپنی قدر کرتے تھے۔ مثلاً ایک شخص غیر قوم کا ہے جس نے تمام دنیا کے نقصانات کسی مسلمان کو پہونچائے ہین۔ اُسکے بال بچے قتل کروائے ہین۔ اُسکا گھر جلا دیا ہے۔ اُسکی ایک آنکھ پھوڑ دی ہے۔ اُسکا مال واسباب لوٹ لیا ہے۔ بعد کوشش حالت جنگ مین وہ اس مظلوم مسلمان کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ اور یہ مسلمان اُسکو پٹک کر اُسکی چھاتی پر چڑھ بیٹھا ہے اور خنجر نکالکر چاہتا ہے کہ اُسکا کلیجہ نکال لے کہ وہ نیچے سے بولا "مین تمھارے خدا پر ایمان لاتا ہون یعنے مین تم سے رشتہ برادرانہ قایم کرنا چاہتا ہون" تو وہ مسلمان فوراً اُسکی چھاتی سے اوتر پڑے گا اور اُسکے قتل کرنے کو اپنے اوپر حرام سمجھے گا۔ اس کا اثر نیک صرف اُس ایک دشمن پر نہین بلکہ اُسکے کرورون ہمقوم پر پڑے گا۔ وہ سب کے سب مسلمانون کے اخلاق اور بہادری پر فریفتہ ہوجائین گے۔ وہ کیا شئے تھی جس نے مسلمان کو دشمن کی چھاتی سے الگ کر دیا۔ وہ صفت کیا تھی خود آپ اپنے اوپر بھروسہ کرنا تھا۔ وہ مسلمان سپاہی سمجھتا تھا کہ مجھ میں ایسے صفات ہین کہ میری صحبت مین رہنے کے بعد یہ میرا سچا دوست ضرور ہوجائیگا۔ مجھ سے دشمنی نہ کرے گا اور اگر کسی وقت اس سے مجنونانہ حرکت صادر ہوگی اور میری تمام خوبیون کو یہ نظر انداز کرے گا تو اسکے لیے مین پھر بھی کافی ہونگا اسلیے کہ مین رہ راست پر ہون یہی سچی بہادری ہے۔ اور جس شخص مین تمام اخلاق حسنہ جمع ہونگے اُس سے ایسی سچی بہادری ضرور ظہور مین آئے گی۔ تاریخین کہتی ہین کہ مسلمان اپنے عروج کے زمانہ مین ایسے ہی بہادر تھے اور اسی بہادری کے سبب سے اُنھون نے تمام دنیا مسخر کر لی تھی۔ اُنکے پاس نہ

کوئی جادو تھا اور نہ کوئی منتر تھا۔ وہ سچے بہادر تھے۔ تلوار سے جب وہ کسی کو زیر کرتے تھے تو اُسکے ذریعہ سے اُسکی تمام قوم مین اپنی سچی بہادری کا ڈنکا پیٹتے تھے۔ ہمین کوئی بتا دے کہ دنیا مین کوئی اور بھی ایسی بہادر قوم پیدا ہوئی ہے جسکا قومی قانون یا جنگی قانون اس قسم کی فیاضی دکھاتا ہو۔ اگر ناظرین نہین دکھا سکتے تو ہمارا کہنا بجا ہے کہ جو بہادری مسلمانون نے اپنے عروج کے زمانہ مین دکھائی تھی اُسکی نظیر ہم کہین نہین پاتے۔

فصل پنجم

غلامون کی حالت

غلامی کے انسداد کی طرف اخیر اٹھارہوین صدی مین انگریزون کو توجہ ہوئی اور نصف اُنیسوین صدی تک تمام یورپین سلطنتون نے اسے اکثر حصۂ زمین سے اُٹھا دیا۔ اسکے قبل آقا اور غلام کے پیرایہ مین جو برتاؤ ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ تھا وہ بہت ہی شرمناک اور دردانگیز تھا۔ بادی باری سے ہر ملک مین تہذیب آئی چمن دہر مین ہر ایک قسم کے اعلی سے اعلی پھول کھلے۔ لیکن غلام ہر وقت مواشی مین شمار کیے گئے۔ اُنکے گلستان مین کبھی بہار نہین آئی۔ خودغرضیون نے اُنکے حقوق کی طرف توجہ نہین ہونے دی۔ دین اسلام نے پہلے پہل اُنکے حقوق کی نگہداشت کی اور وہ بھی اُس زمانہ مین جبکہ ہر چہار طرف ان غلامون پر بے انتہا ظلم ہو رہے تھے۔ اسلام کا یہ احسان بنی نوع انسانی پر تاریخی یادگار مین شمار کیے جانے کے لائق ہے۔

رسولؐ خدا نے لوگون کو ادھر متوجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جو کوئی مسلمان بردہ

آزاد کرے گا تو اُسکے ہر عضو کے بدلہ مین آزاد کرنے والے کے اعضا کو
دوزخ کی آگ سے خدا آزاد کرے گا - ایک بحث یہ ہے کہ پیغمبر خدا نے
آئندہ کے لیے غلامی کو حکماً روک کر موجودہ غلامون کی آزادی کی یہ فکر کی یا
غلامی کا انسداد قطعی نہین کیا - اور اگر قطعی انسداد نہین کیا تو کن کن شرایط کے
ساتھ غلامی جائز رکھی یعنے پیغمبر خدا کے وقت مین اطراف عالم مین جتنے اقسام
غلامون کے تھے اسلام نے وہ سب اقسام جائز رکھے یا کچھ ترمیم بھی کی" اس
بحث کے لیے "اسلام اور غلامی" کا مضمون پڑھنا چاہیے - اس فصل مین صرف
یہ دکھانا ہے کہ مسلمانون کے غلامون کی حالت کیا تھی -

غلام جب آزاد ہو جاتے تو اُسمین اور آقا کے مدارج مین شرعاً کچھ فرق باقی نہین
رہتا - اخوت اسلامی کے اعتبار سے تو وہ پہلے بھی برابر تھا - آزاد ہونے پر شادی
بیاہ مین بھی وہ برابر کا بھائی سمجھا جاتا ہے - حضرت زید آزاد شدہ غلام حضرت خدیجہؓ
کے تھے جن سے آنحضرت صلعم نے اپنی پھوپھی زاد بہن زینب کا عقد کر دیا تھا - حضرت
بلال حبشی غلام تھے جنکو حضرت صدیقؓ نے آزاد کر دیا تھا مسلمانون مین وہ بڑے
پایہ کے صحابی سمجھے جاتے ہین - ہندوستان مین تو غلام بادشاہون کا ایک سلسلہ
ہی جاری تھا - بادشاہون نے غلامون کی اچھی تربیت کی - اپنی لڑکیان
اُنکے حوالہ کین اور مرنے کے بعد ہند کی سلطنت اُنکے لیے چھوڑ گئے - ہندوستان
کی تاریخون مین غلام بادشاہون کا ایک باب ہی جدا ہے اور ایک بہت بڑی
یادگار مسلمانون کے اخوت اسلامی کی ہے - کسی دوسری قوم مین اس سچی فیاضی
اور شفقت مزاجی کی مثال نہین ملے گی - گئی گذری حالت مین بھی مسلمانون نے

یہ وہ کام کیا ہے جو دنیا کی تاریخون کے صفحے اُلٹنے سے کہین اور جگہ دکھائی
نہین دیتا بجز مصر کے کہ وہان بھی سلاطین مملوک کا سلسلہ محض قانون اسلام کی فیاضیون کا نتیجہ تھا
جو کوئی کسی شرط کے ساتھ غلام آزاد کرے تو وہ مکاتب اور مدبر کے زمرہ مین
داخل ہو جاتا ہے۔ مکاتب اور مدبر کے احکام فقہ مین بہت شرح وبسط کے
ساتھ درج ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانون نے کہان تک انکی آزادی
کا خیال رکھا ہے۔ لونڈی سے اگر اولاد ہو جائے تو وہ لونڈی لونڈی نہین
رہجاتی وہ ام الولد کہلاتی ہے اور اُسکے بطن کی اولاد دوسرے لڑکون کے ساتھ
برابر کا ترکہ پاتی ہے اور مدارج مین مساوات کا درجہ رکھتی ہے۔ غلامون کی حالت
درست کرنے کے متعلق جو احسانات اسلام کے بنی نوع انسانی کے ساتھ ہین
دیگر مذاہب مین انکا عشر عشیر بھی پایا نہین جاتا۔ رعایتین ملاحظہ فرمائیے۔ بحالت
زنا اگر آزاد کے لیے سَو کوڑے ہین تو غلام کے لیے پچاس ہی کوڑے ہین۔
اسی طرح شراب پینے کے جرم مین آزاد کے لیے ۸۰ کوڑے ہین اور غلام کے
لیے ۴۰۔ فقہ مین غلامون کا آزاد کرنا معاصی اور جرایم کا فدیہ اور کفارہ مقرر ہوا ہے۔
مسلمانی گورنمنٹ نے جرمانہ کی رقم خزانہ عامرہ مین داخل کرنے کے عوض غلامون
کے آزاد کرنے کی ترغیب دی تھی جو فی الواقع مجرمون کے لیے مالی نقصان اُٹھانا
تھا۔ آنحضرتؐ نے جو سال وفات مین آخری اسپیچ مکہ مین دی اُسمین بھی غلامون کو
فراموش نہین کیا۔ اور قوم سے وصیت کی کہ غلامون کو اپنا سا پہناؤ اور اپنا سا کھلاؤ۔
حضرت عمرؓ نے اس پر اس سختی سے عمل کیا کہ لوگ مسلمان غلامون کی حالت پر رشک
کرنے لگے۔ چنانچہ بیت المقدس کی چڑھائی کے وقت جب حضرت عمرؓ نے

بیت المقدس کا سفر کیا تو ایک ہی اونٹ انکے اور انکے غلام کی شرکت مین تھا
دونون باری باری سے چڑھتے اترتے تھے اور جسوقت بیت المقدس کے
قریب سواری پہونچی تو وہ غلام کے سوار رہنے کی باری تھی۔ غلام اونٹ پر تھا
اور اُسکی مُہار ہاتھ مین لیے ہوئے حضرت عمرؓ دوڑ رہے تھے اور آگے آگے
ہیبت حق بتا رہی تھی کہ کامیاب مسلمانون کا یہ عدل ہے۔ واللہ اُسوقت
کے مسلمانون کے غلام زمانہ حال کے برادران خورد سے کہین اچھی حالت
مین تھے "سگ زر دباش برادر خورد مباش" اس زمانہ کے طرز تمدن کے لحاظ سے
بولا جاتا ہے۔

فصل دہم

عورتون کے متعلق نصوص قرآنی

قومی ادبار کے ساتھ کم ہمتی لازم ہے۔ اور کم ہمتی کے ساتھ کمزورون کے
حقوق کا غصب کرنا بھی ضروری ہے۔ عورتین مردون سے کمزور ہین اسلیے
قومی ادبار یا قومی تنزل کی حالت مین عورت کا غلامی کی حالت مین رہنا
ایسا امر یقینی ہے کہ دنیا کی کوئی تاریخ اس مکروہ نظارہ سے مستثنیٰ نہین ہے۔
عورتون کی حالت کو قومی مقیاس التہذیب کہین تو بجا ہے جب قوم نے
ترقی کی تو عورتون کی عزت نے بھی ترقی کی اور جب قومی تنزل شروع ہوا
تو عورتون کی عزت بھی کم ہونے لگی۔ دنیا کی تمام گزشتہ اور موجودہ قومون
مین یہ باتین گویا فطرت نے اصول موضوعہ کی طرح قایم کر رکھی ہین۔ عورتون
کی عزت دیکھ کر قوم کی تہذیب اور ترقی کا پتہ لگتا ہے۔ اور اُنکو ذلیل دیکھکر قوم کے

ادبار اور نکبت کا یقین کیا جا سکتا ہے۔ آج انگریزون مین جو عزت لیڈیون کی ہے یہ انکی جہالت کے زمانہ مین نہ تھی۔ یا جس بُری حالت سے ہم اپنے گھر کی عورتون کو رکھتے ہین ہماری دادیون کی لونڈیان بھی ایسی تباہ حالت مین نہ تھین۔ گھر کی چہار دیواریون مین انکو بند رکھنا یا کبھی جانورون کی طرح پنجڑون (ڈولیون) مین رکھکر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہونچا دینا ہم لوگ انتہا سے عزت سمجھتے ہین۔ حالانکہ یہ کوئی عزت نہین ہے بلکہ عزت ہے اُنکے حقوق کی حفاظت کرنا جسکو ہم بالکل پامال کرتے ہین اور اپنی جہالت سے اُسے اسلامی شعار سمجھتے ہین۔ یہ تقریر اسوقت بطور جملہ معترضہ کے لکھی گئی ہے اسکے متعلق مفصل تحریر دوسرے مواقع پر ہے۔ یہان صرف یہ لکھنا ہے کہ عرب اپنے زمانہ جاہلیت مین جتنا تہذیب اور ترقی کے میدان سے دور تھے اُتنے ہی اپنی ماؤن بیبیون۔ بہنون اور بیٹیون کے حقوق سے بھی غافل تھے۔ قرآن نے اُن عورتون کے حقوق کے متعلق جسقدر احکام صادر کیے انکو ہم ایک جگہ لکھکر مسلمانون کو بتانا چاہتے ہین کہ عورتون کے حقوق ہم پر کیا کیا ہین۔ اور غیر قومون کو دکھانا چاہتے ہین کہ مسلمانون پر یہ اعتراض کرنا کہ اُنکے قانون مین عورتون کے حقوق کی حفاظت نہین کی جاتی بالکل بہتان ہے۔

قرآن مین ایک سورۃ ہی "نساء" کے نام سے موسوم ہے جسمین جا بجا عورتون کے حقوق سے بحث کی گئی ہے۔ ہم سلسلہ وار اسمین سے ضروری آیتون کا ترجمہ نقل کرتے ہین اور اُنکے معنون کی توضیح کرتے ہین۔

عربون مین کثرت ازدواج کا دستور تھا۔ وہ عورتون کو مواشی کی طرح رکھتے

تھے کہ جتنی چاہیں گھر میں باندھ لیں اور لونڈیوں کی طرح انسے برتاؤ کرتے تھے کہ کھانا کپڑا دیا اور خدمت لی۔ گویا دس خادمہ گھر میں نہ ہوئیں دس بیبیاں ہوئیں۔ اسیطرح یہ تھا کہ رشتہ ناتے کی یتیم لڑکیاں انکی ولایت میں ہوتی تھیں تو انکی مٹی خراب ہوتی تھی وہ دوسروں سے انکا بیاہ کرتے نہ تھے خود اپنے ہی پاس رکھ لیتے تھے۔ تمام عورتیں تو دلفریب صورتیں نہیں رکھتیں لیکن مار الشباب فطرۃً ہر ایک کا دل آویز ہوتا ہے۔ دو چار مہینہ تک وہ یتیم لڑکیاں بی بی بنی رہیں۔ جب مار الشباب کے ساتھ انکی عزت گئی تو پھر خادمہ کی طرح گھر کا کام کرنے لگیں۔ قرآن میں سب کے پہلے ان برائیوں کی طرف توجہ ہوئی۔ چار عورتوں تک تعداد بیبیوں کی محدود کردی گئی اور اولیا کو حکم ہوا کہ جن یتیم لڑکیوں کو تم سمجھتے ہو کہ زیادہ عرصہ تک تم انکو خوش نہ رکھو گے انکے ساتھ نکاح نہ کرو عورتوں کا کال نہیں ہے۔ دوسری عورتیں کرو جنکے اولیا سوچ سمجھ کر تمھارے ساتھ بیاہنا پسند کریں اور تم پر بھی کچھ دباؤ رہے۔ چنانچہ سورۂ نساء کے اول رکوع میں خدا فرماتا ہے۔ "اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے متعلق تم سے انصاف نہ ہوگا تو انکے علاوہ اور عورتوں سے دو تین چار تک تم نکاح کر سکتے ہو اور اگر انمیں بھی عدل نہ کر سکو تو بس ایک بی بی کرو یا جو لونڈی تمھارے قبضہ میں ہو اسپر قناعت کرو۔ عدل نہ ہونے کی حالت میں یہی قرین مصلحت[1] ہے۔

[1] وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع فان خفتم الا تعدلوا فواحدة او ما ملکت ایمانکم ذلک ادنی الا تعولوا۔ پ رکوع ا۔

زمانہ جاہلیت مین ایک دستور یہ بھی تھا کہ عورتون کو مہر نہین دیتے تھے اور طلاق دینے مین آزاد تھے۔ مہر ادا کرنے کے وقت بخیل تھے۔ لیکن بیچاری عورتوں کے پاس کچھ دولت ہوتی تو اُسے پھسلا کر کھا جانے کے لیے بڑے مرد تھے۔ اس بیحیائی کے دفع کرنے کے لیے سورۂ نسار کے رکوع اول مین حکم ہوا۔ "عورتون کو اُنکے مہر خوشی خوشی دیدیا کرو۔ پھر وہ بخوشدلی اُسمین سے کچھ تم کو چھوڑ دین تو مزے سے کھاؤ۔"[ا]

جس طرح ہندوستان کے بدبخت مسلمان مان باپ اور اعزہ کے ترکہ سے عورتون کو محروم رکھتے ہین یہی کیفیت زمانہ جاہلیت مین بھی تھی۔ یہ بُرا دستور مٹانے کے لیے سورۂ نسار کے پہلے رکوع مین محکوم ہے " مان باپ اور رشتہ دارون کے ترکہ مین تھوڑا بہت جس طرح مردون کا حصہ ہے اسی طرح عورتون کا بھی حصہ ہے اور ٹھہرایا ہوا ہے۔"[ع] یعنے عورتون کا حصہ بھی ترکہ متوفی مین جسمین ہم دوسرون کو کم و بیش کرنے کا اختیار نہین ہے۔ خدا کہتا ہے کہ تم کم و بیش نہین کرسکتے اور ہم ہین کہ بالکل ہی ندارد کرنے کو مستعد ہین۔

شرع محمدی مین عورتون کا حصہ مردون سے نصف ہے۔ بھائی کو دو حصہ تو عورتون کو ایک حصہ دیا جاتا ہے۔ یہ کمی بیشی اس لحاظ سے ہے کہ مردوان پر اپنی بیبیون کا نفقہ فرض ہوتا ہے اور عورتون کو صرف اپنی فکر ہوتی ہے۔ اسیوجہ سے ہم لوگون کی یہ نیت ہے کہ لڑکیان کچھ بھی نہ پائین۔ صرف بھائیون کی نیت مین یہ

سلہ وآتوا النساء صدقاتهن نحلة فان طبن لكم عن شئ منه نفسا فكلوه هنيئا مريئا۔

سلہ للرجال نصيب مما ترك الوالدان والاقربون وللنساء نصيب مما ترك الوالدان والاقربون مما قل

فساد نہین ہوتا بلکہ بعض باپ بھی یہی چاہتے ہین کہ لڑکیان کچھ نہ پائین۔ اور یہ نہین سمجھتے کہ خدا فرماتا ہے:۔ اللہ تمھاری اولاد کے متعلق تمکو یہ بتاتا ہے کہ لڑکون کا حصّہ دو لڑکیون کے برابر ہے۔ پھر اگر لڑکیان دو سے زاید ہون تو ترکہ کا دو ثلث انکو بانٹا چاہیے۔ اور ایک ہو تو نصف*۔ زاید وضاحت کے لیے "توریث" کا مضمون پڑھنا چاہیے۔

ایام جاہلیت مین عورتون کے مقابلہ مین مردون کا ظلم بہت بڑھا ہوا تھا۔ حیا بالکل نہ تھی۔ کوئی مرجاتا تھا تو اسکی بی بی پر اسکے ورثا قبضہ کر لیتے تھے قبضہ تو اب ہند مین بھی کر لیتے ہین یعنے سسر اور دیور وغیرہ۔ رشتہ داران خاوند بیوہ خاندانی کو لونڈی کی طرح اپنی ملک جانتے ہین۔ فرق اتنا ہے کہ عرب مین زوجہ کی طرح رکھتے تھے اور یہان مواشی کی طرح رکھتے ہین۔ عرب مین ایسا بھی دستور تھا کہ بیواؤن کا عقد دوسرون سے کر دیتے تھے اور مہر خود تصرف کرتے تھے۔ یہ حالت پھر بھی ہندوستان کی موجودہ حالت سے اچھی تھی۔ خیر نکاح تو کر دیتے تھے۔ یہان تو نکاح بھی نہین کرتے۔ حبس دوام کی سزا اپنے گھر مین دیتے ہین۔ خدا ان سب مظالم کے مٹانے کے لیے فرماتا ہے:۔ مسلمانو! تمکو روا نہین ہو کہ عورتون کو میراث سمجھ کر انپر بجبر قبضہ رکھو۔ جو کچھ انکو ترکہ شوہری سے تم نے دیا ہو اُسے چھین لینے کے لیے انکو قید مین بھی نہ رکھو۔ ہان کھُلی ہوئی بدکاری کرتے ہو تو قید رکھنا مضایقہ نہین۔ عورتون کے ساتھ حسن سلوک سے رہو۔

سلہ* یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فان کن نساءً فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترک وان کان واحدۃً فلھا النصف۔ رکوع ۱۔

اگر کسی وجہ سے بی بی ناپسند ہو تو عجب نہین کہ تمکو ایک چیز ناپسند ہو اور اللہ اسمین بہت سی خیر و برکت دے[1]" اس آیت کے پچھلے حصہ مین نہایت ہی حکمت کی بات ہے یعنے عورتون کی پیدائش کی غرض اصلی یعنے توالد و تناسل کا ذریعہ تو سب مین یکسان ہے۔ باقی چیزین مختلف ہوتی ہین۔ کسی مین حسن زاید ہوتا ہے کسی کا بدن سڈول ہوتا ہے۔ ایک مین گفتگو کا مادہ ہے۔ دوسری مین انتظامی قوت بڑھی ہوئی ہے۔ ایک کو اپنے جسم کی صفائی کا زیادہ خیال رہتا ہے۔ دوسری ہے کہ وہ اپنے جسم سے بڑھ کر مکان کی صفائی کا خیال رکھتی ہے۔ ایک مرد کو باتون سے خوش رکھنے کی قابلیت رکھتی ہے۔ دوسری بیماری کی حالت مین خدمت کرنے کا سلیقہ جانتی ہے۔ غرضکہ مردون کے مذاق کے مطابق اور موقع اور محل کے اعتبار سے ممکن ہے کہ کسی عورت کی کوئی بات ایک وقت شوہر کو پسند نہ آئے اور شوہر بیدل ہو کر بی بی کی قدر نہ کرے تو خدا اسکے متعلق سمجھاتا ہے کہ کوئی ادا بی بی کی ناپسند ہو تو اسکو حقیر نہ سمجھو کیونکہ بہت سی باتین اُسمین ایسی ہو سکتی ہین کہ اُن سے آیندہ تم خوش رہو گے۔

عربون مین یہ بھی دستور تھا کہ جہان کوئی اچھی صورت نظر آئی تو پہلی بی بی کو فوراً الگ کر دیا اور جو کچھ اُسکو دے رکھا تھا سب واپس لیا اور وہی دوسری بی بی کے حوالہ کیا۔ ایک تو یہ بیحیائی تھی۔ دوسری کثرت ازدواج اور کثرت طلاق مین اس طرح بہ سہولت ہوتی تھی۔ عقلاً اور اخلاقاً یہ حرکت نہایت ہی

---

[1] یایہا الذین آمنوا لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرہاً ولا تعضلوہن لتذہبوا ببعض ما آتیتموہن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ وعاشروہن بالمعروف فان کرہتموہن فعسی ان تکرہوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا ۱۲ ۴

ناپسندیدہ تھی۔ خدا اسکو مٹانے کے لیے قرآن مین فرماتا ہے [۱] "اگر تمھارا ارادہ ہو کہ ایک بی بی کی جگہ پر دوسری بی بی کرو تو پہلی بی بی کو کتنا ہی مال دیا ہو لیکن اُسمین سے کچھ واپس نہ لینا۔ کیا بہتان لگا کر اور صریح بیجا بات کر کے اپنا دیا ہوا واپس لوگے۔ اور کیونکر واپس لوگے جبکہ باہم صحبت کر چکے ہو اور بیبیان تم سے پکا قول لے چکین ہین"۔

عرب مین یہ بھی دستور تھا کہ باپ کے مرنے پر لوگ سوتیلی ماؤن سے نکاح کر لیتے تھے۔ اس شرمناک دستور کے مٹانے کے لیے قرآن مین محکوم ہے [۲] "جو ہوا سو ہوا۔ آیندہ اُن عورتون سے نکاح نہ کرنا جنسے تمھارے باپ نے نکاح کیا ہو۔ یہ بڑی بیحیائی اور غضب کی بات ہے اور بہت ہی بُرا دستور ہے"۔

زن وشو کی تمدنی حالت کے متعلق قرآن مین یون محکوم ہے [۳] "مرد عورتون سے زبردست ہین اسلیے کہ مردون کو عورتون پر اللہ نے فضیلت دی ہے اور نیز اسلیے بھی کہ مرد عورتون پر اپنا مال خرچ کرتے ہین۔ نیک بیبیان مردون کا کہنا مانتی ہین اور اُنکی پیٹھ پیچھے حفاظت کرتی ہین کہ اللہ نے اُنکو یہ سلیقہ دیا ہے۔ جن بیبیون کے سر چڑھنے کا تمکو اندیشہ ہو تو تم اُنکو سمجھاؤ پھر ہمبستری موقوف کرو۔ بالآخر مار پیٹ سے پیش آؤ۔ پھر تمھاری اطاعت کرین تو تم بھی اُنپر کچھ دست رکھ کر سبیل نہ ڈھونڈھو۔ اللہ سب پر غالب اور بڑی قوت والا ہے۔ اور اگر تمکو جھگڑا اٹھتا نظر آئے تو ایک پنچ مرد کے کنبہ سے اور

---

[۱] وان اردتم استبدال زوج مکان زوج وآتیتم احداهن قنطارا فلا تاخذوا منه شیئا اتاخذونه بهتانا واثما مبینا وکیف تاخذونه وقد افضی بعضکم الی بعض واخذن منکم میثاقا غلیظا ۔ رکوع ۲۔

[۲] ولا تنکحوا ما نکح اباؤکم من النساء الا ما قد سلف انه کان فاحشة ومقتا وساء سبیلا ۔ رکوع ۲۔

ایک پنچ عورت کے کنبہ سے مقرر کرو۔ اگر وہ دونوں پنچ اصلاح چاہیں گے تو اللہ توفیق دے گا کہ وہ علیم اور خبیر ہے ۱؎

بعض گھروں میں زن و شو کی لڑائی بیوجہ بڑھ جاتی ہے۔ مرد اپنے کو غالب سمجھ کر کبھی کبھی عورتوں سے خوشامد کرانا چاہتا ہے۔ عورتوں میں مادہ خودداری بہت ہوتا ہے اور وہ مانع ہوتا ہے۔ ہنسی ہنسی میں بات بڑھ گئی اور برسوں کے لیے اور کبھی کبھی عمر بھر کے لیے نفرت پیدا ہو گئی۔ ان مواقع پر اگر دوسرے صلح کرا دینا چاہیں تو نہایت سہولت سے بات بنجاتی ہے۔ انسانی فطرت پر نظر کر کے خدا نے فرمایا ہے اور کیسی اچھی صورت بتائی ہے کہ زن و شو کی لڑائی میں دو پنچ جمع ہو کر تصفیہ کرا دیا کریں تو بہت سے مہلک اور خطرناک جھگڑوں کی جڑ قائم نہ ہونے پائے۔

فصل یازدہم

کارمنصبی

انسان جب نیکنام بننا چاہتا ہے یا خلایق کے سامنے سرخرو ہونے کا ارادہ کرتا ہے تو ایک بہت بڑی دقت اُسکے سامنے یہ پیش ہوتی ہے کہ بھلائی اور برائی کا امتیاز کرنا اس کو مشکل ہوتا ہے مثلاً رحم دل ہونا انسان کی بہت اعلی صفت ہے۔ لیکن قطاع الطریق کی گرفتاری اور سزادہی میں اگر پہلوتہی کی جائے

۱؎ الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم علی بعض وبما انفقوا من اموالہم فالصالحات قانتات حافظات للغیب بما حفظ اللہ واللاتی تخافون نشوزہن فعظوہن واہجروہن فی المضاجع واضربوہن فان اطعنکم فلا تبغوا علیہن سبیلا ان اللہ کان علیا کبیرا وان خفتم شقاق بینہما فابعثوا حکما من اہلہ وحکما من اہلہا ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینہما ان اللہ کان علیما خبیرا۔ ر ع ۵۔

تو شحنہ اور قاضی کے لیے یہ پہلو بھی رحیم المزاجی ہی کے اقتضا سے کیون نہ ہو
بدترین خصلت سمجھی جائے گی۔ ظالم اور سنگدل حکام کو اس بارہ مین کہین جہنم
ہوگی۔ نشتر اگر تیز نہ ہو تو برا ہے۔ مرہم مین زخم بھرانے کی صفت نہ ہو تو بیکار ہے
کبھی ایک ہی شخص دو مختلف حالتون مین متضاد اوصاف سے متصف ہو کر اچھا کہا
جاتا ہے۔ جیلر کو قیدیون کے پیٹ بھرنے کے لیے رحم دل ہونا چاہیے اور
حکم سزا کی تعمیل کے وقت سنگدل ہونا چاہیے۔ ان تمام باتون سے معلوم ہوا کہ
نرمی۔ سختی۔ رحیم المزاجی۔ قساوت قلبی۔ سستی۔ پھرتی۔ چالاکی۔ کاہلی کوئی اچھی
یا بری صفت انسان کی نہین ہے۔ بلکہ ایک ہی صفت ایسی ہے جو تمام انسانون
مین ہونا چاہیے اور اسی کے ہونے سے انسان اپنے نقصانات کی اور فطرتی
کمزوری کی تلافی کر سکتا ہے۔ وہ صفت کیا ہے۔ اپنی ڈیوٹی یا کار منصبی کا پہچاننا
اور اسکو پورے طور پر انجام دینا۔ مان کی ڈیوٹی ہے بچون کی پرورش کرنا باپ
کی ڈیوٹی ہے بچون کے لیے سامان احتیاج بہم پہونچانا۔ شوہر کا فرض منصبی یہ ہے کہ
بی بی کو خوش رکھے۔ بی بی کا کام ہے کہ شوہر کو راضی رکھے۔ کسی شخص مین تمام دنیا
کے اوصاف ہون۔ لیکن اپنی آزادروشی سے بچون کی خبر نہین لیتا یا بی بی کے
خوش کرنے کی فکر نہین کرتا تو ہم بے تکلف کہین گے کہ وہ بدترین خلایق ہے۔
بی بی حسین ہے۔ خوش مزاج ہے۔ شیرین مقال ہے باعصمت ہے سب
کچھ ہے لیکن اپنے شوہر کی اطاعت سے بغیر کسی معقول وجہ کے گریز کرتی ہے تو
وہ عورت ہرگز اس قابل نہین ہے کہ کوئی بھلا مانس اپنے گھر مین اسکا آنا پسند
کرے۔ کیونکہ شوہری حقوق کے بجا نہ لانے سے وہ ایک بہت بڑے جرم کی

مرتکب ہے اور اُسکی صحبت سے ممکن ہے کہ دوسری عورتون پر بھی اُس بارے مین بُرا اثر پڑے ۔"

پولیٹکل صیغہ مین بادشاہ سے لیکر ادنیٰ چوکیدار تک ہر ایک عہدہ دار کی ڈیوٹیان الگ الگ ہین۔ ہم جب کسی جج ۔ مجسٹریٹ ۔ پولیس مین ۔ وکیل ۔ مختار یا عملے کو اچھا یا بُرا کہنا چاہین تو سب کے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ اپنے منصبی کام کو کس طرح انجام دیتا ہے ۔ اگر وہ اپنی ڈیوٹی کو پورے طور پر انجام نہین دیتا تو انسانی سوسائٹی مین عزت کی نگاہ سے دیکھے جانے کے لائق نہین ہے ۔ دیانت دار ہے ۔ راست باز ہے ۔ سمجھدار ہے ۔ محنتی ہے سب کچھ ہے ۔ لیکن اپنے منصبی کام کو انجام نہین دیسکتا تو اُسے عہدے سے علیحدہ ہو جانا چاہیے ۔ اپنے عہدہ سے الگ نہین ہوتا اور پھر ڈیوٹی کے انجام دینے پر قوی نہین ہوتا تو ایسے ضعیف الخیال انسان کے تمام اوصاف ناپائدار ہین اور وہ کبھی اس قابل نہین ہے کہ دوسرے لوگ اُسپر بھروسہ کرین ۔

انسان کے ساتھ سیکڑون ہزارون ڈیوٹیان چپکی ہوئی ہین ۔ مثلاً ایک جج ۔ اب اس ضعیف الخلقت کی ڈیوٹیان ملاحظہ فرمایئے ۔ بی بی کی خاطرداری ماں باپ کی اطاعت ۔ بچون کی پرورش ۔ ملاقاتیون کے ساتھ اخلاق ۔ انفصال مقدمہ مین بے طرفداری ۔ وقت پر کچہری آنا ۔ کام سے جی نہ چُرانا ۔ روزکا روزکام ختم کر ڈالنا ۔ اہالی مقدمہ کو حیران نہ کرنا ۔ اپنے پچھلے دوستون کو یاد رکھنا ۔ محسنون کو فراموش نہ کرنا ۔ حق ہمسائیگی ادا کرنا ۔ بڑون کا ادب کرنا ۔ چھوٹون سے محبت کرنا ۔ لوگون سے بتواضع پیش آنا ۔" تا ہم کہتے چلے جائین تو دفتر ہو جائے اور

یہ مضمون ختم نہ ہو۔ غرضکہ سیکڑون ہزارون ڈیوٹیان اسکے متعلق ہین۔

ایک پرانے زمانے کے حاکم کی نقل ہے۔ وہ بدرجہ غایت غیر مستعد اور اپنے کار منصبی مین کاہل وجود تھا۔ رعایا سخت نالان تھی۔ ملازمت سرکاری مین تو آپکی یہ حالت تھی اور خانگی معاملات مین اسدرجہ رحم آپ کے مزاج مین تھا کہ جب چیونٹیان سوراخون سے نکلتی تھین تو یہ آٹا اپنے ہاتھ سے انپر چھڑکتے پھرتے تھے۔ صبح شام گھڑی دو گھڑی آپ کا یہی شغلہ ہوتا تھا۔ کبھی کبھی آٹے کی گولیان بنا کر تالاب کی مچھیون کو کھلانے چلے جاتے تھے۔ اپنے نزدیک تو وہ بڑا کام کرتے تھے۔ اور ممکن ہے کہ بعض بے دانشون کے نزدیک ممدوح بھی ہون لیکن اہل خرد انکو مالیخولیا مین مبتلا سمجھتے تھے۔ کیون ؟۔ اسلیے کہ جو سب سے اہم ڈیوٹی انکے متعلق تھی اُسکی پروا انکو کچھ نہ تھی اور چھوٹی ڈیوٹیون مین جنکے ڈیوٹی ہونے مین بھی کلام ہوسکتا ہے انکو اسقدر انہماک تھا۔ انسان کو اتنا وقت نہین ملتا کہ وہ اپنی تمام ڈیوٹیون کو پورے طور پر انجام دے سکے اور اسلیے ضرور ہے کہ وہ اپنی اہم ڈیوٹیون کا انتخاب کرے اور اُسکی بجا آوری مین منہمک رہے جس شخص مین اس انتخاب کی پوری قابلیت ہو وہی نوع انسانی کا مایہ ناز ہو۔ مسلمان اپنے زمانۂ ترقی مین اسیے کار منصبی کے سمجھنے مین آپ اپنی نظیر تھے۔ اور یہی امر انکو تمام عالم پر ہر امر مین غالب رکھتا تھا۔ اب بھی کوئی سیکھنا چاہے تو پورا سبق شرع محمدی ہی مین ملیگا۔

فصل سیزدہم

الرفیق ثم الطریق

اس مقولہ کا منشاء یہ ہے کہ کوئی کام کرنا ہو تو پہلے اُس ڈھب کا آدمی ڈھونڈھلو

راہ چلو تو سامان سفر کے پہلے راہ کے ساتھی کا بندوبست کرو۔ کوئی تجارت یا کوئی کاروبار کرنا ہو تو سب سے پہلے اُس کام کے لائق کسی ہوشیار گماشتہ کا بندوبست کرو۔ زمینداری کا شوق ہو اور زمینداری سے فائدہ اُٹھانا چاہو تو زمینداری کے لیے روپیہ نکالنے سے پیشتر ایسے کارندہ کی تلاش کرو جو رعایا کے طرز تمدن سے واقف ہو۔ رعایا سے لگان وصول کرنے اور اُنکو راضی رکھنے کے طریقہ جانتا ہو۔ سیر اور اُسکے متعلق تمام امور کے انجام دینے کی قابلیت رکھتا ہو۔ وکالت کا پیشہ کرنا ہی تو واقف کار محرر کی ضرورت اُسیقدر تسلیم کرو جتنی مفصلہ بالا کامون مین گماشتے اور کارندے تمکو اہم بتلائے گئے ہین۔ کچھ اچھے کامون کی تخصیص نہین۔ بُرے کام مین بھی جب تک تمہارا ساتھی ہوشیار نہین ہے رونق نہ ہوگی۔ چور چوری مین راہزن رہزنی مین۔ ڈاکو ڈاکہ زنی مین اُسی وقت پورے طور سے کامیاب ہوگا اور اُسکے نام کو اُسی وقت شہرت ہوگی جب جان نثار اور ہمت والے ساتھیون سے سابقہ پڑے گا۔ سکندر۔ جولیس سیزر۔ تیمور۔ نپولین بونا پارٹ۔ نادرشاہ۔ ان سلاطین کے کارنامے پڑھیے تو اچھا ہوتا ہے۔ کیا انہین کوئی خاصیت ایسی تھی جو دوسرے انسان مین ممکن نہین۔ نہین یہ کوئی عجیب الخلقت نہ تھے۔ یہین آپ ایسے آدمی تھے انکی قدر ہمت اور استقلال کے ساتھ شجاعت کی صفت بڑھی ہوئی تھی مگر اتنی کہ وہ اُنکو ہم سے الگ کر دے۔ مگر اتفاقات اُنکے مساعد ہوتے گئے اور وہ بڑھتے گئے۔ اور بڑا اتفاق تو ہم یہی سمجھین گے اور ہر ذی فہم ایسا ہی سمجھتا ہے کہ ان لوگونکو اچھے اچھے بہادر اور تجربہ کار ساتھی ملے اور اُنھون نے اُنکی بدولت اپنی شہرت کا جھنڈا آسمان پر جا گاڑا۔ دُنیا مین ہم اُسکو بڑا خوش نصیب سمجھتے ہین جو کوئی کام کرنا چاہے

اور اُس کام کے لایق اُسے آدمی ملجائے۔ اور نہایت بدبخت وہ شخص ہے کہ جس
اپنے کام کا منصوبہ کرے جس سے اُسکے ساتھیون کی طبیعت مناسب ہو یا مناسب
طبیعتون کے ساتھی اُسے میسر نہ آئین۔ لوگ سمجھتے ہین کہ دنیا مین سب سے
زیادہ بکار آمد چیز زر ہے۔ کسی کا شعر ہے۔

اے زر تو خدائی ولیکن بخدا ستار عیوب قاضی الحاجاتی

لیکن ہمارے نزدیک زر کو آدمی سے کوئی نسبت نہین ہی سب سے زیادہ قیمتی
چیز دنیا مین آدمی کی ذات ہے جس کسی کو کام کا آدمی ہاتھ آیا اسکو سمجھنا
چاہیے کہ بڑی نعمت ملی۔ آدمی کوئی بے کام نہین آدمی سب کام کے ہین۔
لیکن ہم کسی آدمی کو اپنے کام کا اُسی وقت کہین گے جب وہ ہماری مدد اُس
کام مین کرسکے جو ہمارا مرکز خاطر ہے۔ اگر ہم مہاجنی پیشہ کرتے ہین اور ساتھی
ہمین ملا چوروں کا سردار تو ہمارا دیوالہ نکلا دھرا ہے۔ ہم نے چوری کا پیشہ کیا اور
ہمکو ساتھی ملا ایک راستباز خدا ترس تو سمجھیے کہ اپنے ساتھ وہ ہمین بھی جیل خانہ لیجائیگا
ہم چاہتے ہین کہ رہزنی اپنا پیشہ ٹھہرائین اور ساتھی ہمارے بزدل اور ناتجربہ کار
ہین تو سمجھیے ہم دھرے بیٹھے ہین۔ آج کل ترقی کے بے انتہا وسایل اور بہت
ذرایع ہمارے سامنے ہین۔ نیا نیا علم اور نیا نیا شوق طبیعتون مین تقلید کا مادہ
ناعاقبت اندیشی ہمارے خمیر مین۔ ہر کام کرنے کو ہم سب کے پہلے طیار ہوتے
ہین۔ لیکن یہ نہین جانتے کہ ہم اسے کر بھی سکتے ہین "ہر کارے و ہر مردے"
اگر ہمارے کرنے کا کام نہین ہے تو کم سے کم ہمین اتنا تو سوچ لینا چاہیے کہ اس
کام سے مناسبت رکھنے والے پہلے ڈھونڈھ لیے جائین۔ پہلے نوابی عملداری

مین دو قسم کے لٹیرے تھے۔ ایک تو وہ جو جنگلون کے قریب رہکر راہزنی کرتے
تھے اور دوسرے لکھے پڑھون کی جماعت جو آجکل ٹھگون سے موسوم تھی۔
آخر الذکر اکثر شاہی عہدون یا شاہی ملازمون کا سہارا ڈھونڈھکر اپنا رنگ جماتے
تھے اور باستثناء چند مذہبی طلباء کے عموماً تمام لکھے پڑھے لوگ اسی گروہ مین داخل
تھے اور قطاع الطریق اپنے لکھنے پڑھنے کی غائت جانتے تھے۔ اب نئے
خیالات اور نئی تعلیم نے بہت کچھ اس بارہ مین اصلاح کی اور کرتی جاتی ہے
اب لوگون کے نزدیک یہ بات ذہن نشین ہوتی جاتی ہے کہ لکھنے پڑھنے کی یہ
غائت کہ دوات قلم لیکر کسی کچہری کا سہارا پکڑ لیا اور جھوٹ سچ مکر و فریب سے
دو پیسہ شام کو گھر لائے ناپسندیدہ بات ہے۔ اب طلباء مدرسہ نئے نئے منصوبے
باندھتے ہین۔ تجارت ایک نہایت وسیع شاخ ہے اُسکے مختلف شعبون پر غور
کرتے ہین۔ نئے نئے کارخانون کے اجرا اور حرفت وصنعت مین ترقی دینے کا
منصوبہ باندھتے ہین اگر زمانہ نامساعدت نہ کرے اور ناتجربہ کاریون سے نقصان
کی صورتین پیدا نہ ہون تو نہ معلوم یہ نوتعلیم یافتہ کیا کچھ نہ کر ڈالین۔ ایسی حالت مین
ہم اپنے ہونہار نوجوانون کے سامنے نہایت اُمید کے ساتھ عربون کا پرانا مقولہ
پیش کرنا اپنا انسانی فرض سمجھتے ہین اور اسیلیے ہم اس مضمون کو اُسی مقولہ پر ختم
کرتے ہین جسپر ابتدا کی تھی۔ "الرفیق ثم الطریق"

فصل سیزدہم

قومی امتیاز

قومی امتیاز ہندوؤن کے ساتھ مختص نہین ہے۔ ہر قوم مین اسکا وجود کم و بیش

پایا جاتا ہے - ہان صورتین مختلف ہوتی ہین - اس اختلاف صورت کی وجہ سے جتنا چاہو ہندؤن پر الزام رکھ لو - لیکن فیصلہ کرنا مشکل ہوگا کہ ہندؤن کا جو اعتراض تم پر ہے وہ صحیح ہے یا تم جو الزام ہندؤن پر عاید کرتے ہو وہ زیادہ باوقعت ہے -

فاتح و مفتوح مین قومی تفرقہ اور اُسکے ساتھ قومی امتیاز لازم ہے - ہندوستان کے قدیم فاتح آریہ (برہمن چھتری) لوگون نے جو سلوک اصل باشندگان ہند کے ساتھ کیا وہ ظاہر ہے - لیکن مسلمان کسی طرح ان آریون کو قابل الزام نہین ٹھہرا سکتے - جب انھون نے خود اپنے لیے اس الزام کو قایم رکھا اور اس طرح کہ اپنے مذہبی مسئلہ کو بھی بدل ڈالا - سئو مین ننانوے مسلمان ہند کے ایسے ہین جو برہمن اور چھتری کی چھوی ہوئی چیزون کو تر کھاتے ہین - لیکن اُن لوگون کی چھوی ہوئی چیز نگو نہین کھاتے جنسے برہمنون اور چھتریون کو نفرت ہے - حالانکہ جن مسلمانون کے نزدیک غیر موحدون کا چھوا ہوا کھانا کھانا روا ہے اور زیادہ تر مسلمان اسی عقیدے کے ہین - انکے نزدیک مذہب کے رو سے اس بارہ مین تمام غیر موحدون کا درجہ مساوی ہے وہ برہمن ہون یا چمار ہون -

عرب اپنی ابتدائی فتوحات مین دوسری قومون کو عجمی کہتے تھے - یہ عجمی کا لفظ ابتدا مین ویسا ہی سمجھا جاتا تھا جیسا انگریز ہندوستانیون کے لیے نیٹو کا لفظ استعمال کرتے ہین - مسلمانون مین کلمہ پڑھنے کے بعد غیر قوم کے ساتھ جو درجہ اخوت کا قایم ہوجاتا ہے اسکی نظیر دوسری قوم اور مذہب مین ملنا مشکل ہے اور عام طور پر یہی کہا اور سمجھا جاتا ہے کہ مسلمانون نے اپنے مسلمان بھائیون مین قومی امتیاز کا کبھی

خیال نہین کیا۔ لیکن پھر بھی دلون کی کیفیت کو کیا کیا جائے۔ مکہ اور مدینہ کے باشندے جو پیغمبر خدا کے وقت مین مسلمان ہوگئے تھے اُنکو عرب [illegible] مسلمانون پر ضرور ایک خصوصیت تھی۔ خود انہین بھی اہل بیت کا درجہ ضرور بڑا سمجھا جاتا ہے۔ یہ خصوصیت نسلون مین بھی منتقل ہوئی۔ مسلمانون مین پہلے اہل بیت اُسکے بعد مکہ اور مدینہ کے باشندے پھر عرب کے عام باشندون کا درجہ ہے۔ اسکے بعد اُن لوگون کا درجہ ہے جنکو عربون نے اسلام کی تعلیم دی تھی جہانتک عرب۔ ایران اور مصر کو تعلق ہے اِن مدارج پر بہت کم لحاظ ہوتا تھا اور ہوتا ہے۔ لیکن ہندوستان مین اس اختلاف نے بہت زیادہ رونق پکڑی۔ ہندؤن کی طرح برہمن۱ چھتری۲ ۔ ویش۳ ۔ شودر۴ کے سے درجے تو نہین قایم ہوئے۔ لیکن پھر بھی مسلمانون کی اعلی قوم کے چار درجے قرار پائے۔ شیخ۱ سید۲ ۔ مغل۳ ۔ پٹھان۴ ۔ عرب کے لوگ عموماً شیخ کہلاتے ہین۔ اور مغل ایک قوم ہے جسکو سلطنت مغلیہ کے نام سے بخوبی سمجھ سکتے ہین۔ اسکے بعد پٹھانون کا درجہ ہے جو افغانستان اور افغانستان کے گرد و نواح سے ہندوستان مین آئے یہ مدارج باعتبار اُس قوت کے نہین قایم ہوئے جو اِن قومون کو ہندوستان مین حاصل تھے۔ بلکہ باعتبار مدارج اسلام کے یہ درجے قایم ہوئے تھے اہل عرب اس وجہ سے قابل تعظیم ضرور تھے۔ کہ اسلام کا سچا نقشہ اُسی وقت تک قایم تھا۔ جب تک یہ عربون کے ہاتھ مین تھا۔

ہندوستان مین شیخون کی سلطنت شاید کبھی نہین ہوئی۔ مغلون اور پٹھانون کی سلطنت عرصہ تک رہی۔ لیکن شیخون کا درجہ ان بادشاہون اور ارکین سلطنت کے

دربار مین مذہبی رعایت سے ویسا ہی تھا جیسا ہندؤون کے تاج دربار مین [illegible]
کا۔ شیخ کوئی قوم نہین ہے بلکہ ایک تعظیم کا لفظ ہے جو اسلام کے قبل عرب مین اسی طرح
استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ مسٹر۔ یا سر کا لفظ انگریزی مین۔ معلوم نہین کہ ہندوستان
مین قوم کو اس لفظ سے کیون تعبیر کرنے لگے۔ زمانہ موجودہ مین شیخ کا لفظ جن
معنون مین استعمال کیا جاتا ہے یہان اُسکی تصریح کی ضرورت نہین ہے خلاصہ یہ
ہے کہ ہندؤون کی دیکھا دیکھی مسلمانون نے بھی ایک طور پر اپنی قوم کو ہندوستان
مین تقسیم کیا۔ اور یہ نہ سمجھے کہ قومی امتیاز کے مٹانے اور اخوت اسلامی قایم کرنے کو اسلام آیا تھا۔
یہ غلط ہے کہ انگریزون مین قومی امتیاز نہین ہے۔ جتنا ہندوستان مین یہ قومی
امتیاز کا لحاظ رکھتے ہین وہ مسلمانون اور ہندؤون کے خیال سے بھی بعض امور مین
بڑھا ہوا ہے۔ انکے یہان بھی تین درجے قایم ہوگئے ہین۔ یورپین۔ یورشین۔
نیٹوکرسچین (دیسی عیسائی) یورپین لوگ یورشین سے بھی بالکل علیحدہ رہنا چاہتے
ہین۔ یورشین گویا بین بین ہین۔ نیٹو کرسچین کے ساتھ جہان تک ہمکو واقفیت
اور تجربہ ہے کسی کام مین یورپین شرکت پسند نہین کرتے۔ طرز تمدن سے بالکل یہ
نہین معلوم ہوتا کہ انمین مذہبی اخوت ہے۔ مسلمانون مین ایک ادنی درجہ کا شخص
مسلمان ہونے پر جو درجہ حاصل کرسکتا ہے وہ بڑے سے بڑا نیٹو عیسائی ہوکر
عیسائیون مین حاصل نہین کرسکتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح ہر شخص اپنے کو
دوسرون سے اچھا سمجھتا ہے ویسے ہی ہر قوم اپنے کو دوسری قوم سے اچھا سمجھنے
کی خواہش رکھتی ہے اور جب اُس خواہش کے ساتھ تائید غیبی شامل
ہوئی تو قومی نخوت پیدا ہوئے بغیر نہین رہتی۔ اسی قومی نخوت کا نام ہے قومی امتیاز جو

مختلف حالتون مین مختلف طور پر ظاہر ہوتا رہتا ہے۔

اسلام کا بھی ایک زمانہ تھا اور مدت تک وہ زمانہ قایم رہا۔ تمام دنیا مین انکی عظمت تسلیم کیجاتی تھی لیکن قومی امتیاز کو وہ ہمیشہ برا سمجھتے تھے اور یہی ایک دنیا مین ایسی قوم ہوئی ہے جس نے اپنی ترقی کے زمانہ مین اسکا قایم رکھنا کیسا اسکے مٹانے کی فکر کی ہے۔

عرب زمانہ جاہلیت مین بھی خود کو دنیا کی تمام قومون سے شریف تر سمجھتے تھے اور اسبارے مین وہ بہت سخت تھے۔ اسلام نے جو انکا درجہ بڑھایا تو انکو اور تیز ہونا تھا لیکن یہ تعجبات اسلام سے ہے کہ بجاے تیز ہونے کے وہ اور نرم ہوتے گئے۔ غیر قوم کے ساتھ وہ اپنی لڑکی زمانہ جاہلیت مین بیاہتے نہ تھے۔ پیغمبر خدا نے اول اول خود اپنی پھوپھی زاد بہن کی شادی زید ابن حارثہ سے کی اور یہ امر اتنا مہتم بالشان قرار پایا کہ قرآن مین بھی اسکا تذکرہ آیا۔ قریش شروع شروع اسپر معترض ہوئے لیکن جب آنحضرت نے سمجھا دیا کہ اسلام مسلمانون مین اس امتیاز کا مٹانے والا ہے تو وہ سب چپکے ہو رہے اسکے بعد پیغمبر خدا کی نسل مین مفتوحہ قوم کی لڑکیان بیاہ کے ذریعہ سے داخل ہوئین اور اکثر آئمہ اطہار کی نسل سے پیدا ہوئے۔ خلفاے بغداد نے بارہا اپنی لڑکیان نومسلمون سے بیاہین اور جب تک مسلمانون کی ترقی کا زمانہ تھا اس قومی امتیاز کا مٹانا اور تمام مسلمانون کے ساتھ اخوت اسلامی کا مساوی درجہ پر قایم رکھنا وہ قومی شعار اور اپنی ترقیون کا سبب سمجھتے تھے۔ شاہان ہند کے اچھے دنون مین بھی اسکی تقلید ہوتی رہی۔ غلام بادشاہون کے سلسلہ مین جتنے بادشاہ ہوگئے انہین سے

اکثر سابق بادشاہ کے داماد تھے۔ بہت سی مثالین ایسی ہین کہ مسلمان بیاہ شادی
مین صرف کفو کا خیال رکھتے تھے اور وہ بھی لازمی طور پر نہین۔ غیر کفو مین بھی نکاح ہوتا
تو وہ بھی جائز تھا۔ کفو کے معنی صرف مساوات کے تھے یعنے طرز زندگی اور طریقۂ
بود و باش مین عورت اور مرد کا مساوی درجہ ہونا انکی آئندہ بہبود اور خیالات کے مساوات
کے لیے مناسب سمجھا جاتا تھا۔ اب جو دستور مسلمانون مین جاری ہے کہ پہلے ہڈی
دیکھتے ہین اسکے بعد تمول۔ علم اور اخلاق پر نظر ڈالتے ہی نہین یہ زمانہ حال کا دستور ہے
زمانہ عروج مین اسکی مثال نہین ملتی۔

کھانے پینے اُٹھنے بیٹھنے مین کسی قسم کا قومی امتیاز نہ مسلمانون مین پہلے تھا
اور نہ اب ہے۔ کلمہ پڑھتے یعنے اخوت اسلامی قایم ہوتے ہی نو مسلم تمام امور
مین جہانتک اُنکو قومی امتیاز سے تعلق ہے حقیقی بھائی کے برابر ہو جاتے ہین
اسلام کے پھیلانے مین اس صفت نے بڑی مدد دی تھی اور اب بھی اس سے
بڑی مدد ملتی ہے اگر کوئی تبدیل مذہب کرنا چاہے تو سب سے زیادہ سہولت
اُسکو اسلام اختیار کرنے مین حاصل ہوتی ہے۔ چین اور افریقہ مین جہان حکومت
اسلامی نہین ہے لیکن اسلام کو روز بروز ترقی ہے۔ اس اخوت اسلامی کے
اصول سے بڑی مدد ملتی ہے اور عیسائی مورخ اسکو حیرت اور پسند کی نگاہ سے
دیکھتے ہین۔

فصل چہاردہم

بخل اور اسراف

تعجب ہے کہ فرط فیاضی یا غائت سخاوت کو بھی لوگ بخل کہتے ہین۔ آدمی

جو کچھ پیدا کرے اُسے خود کھائے اور اپنے اعزہ کو نہ دے وہ بیشک بخیل ہے
خود بھی نہ کھائے تو اُس سے بڑھ کر بخیل ہے۔ خود کھائے اور دوسرون کو بھی
کھلائے یہ سخاوت ہے۔ خود نہ کھائے اور دوسرون کو کھلائے یہ غایت فیاضی
ہے۔ اب اگر کوئی اس سے بھی ترقی کر جائے یعنے نہ خود کھائے اور نہ دوسرون
کو اپنی آنکھ کے سامنے کھلا کر لطف حاصل کرے بلکہ دوسرون کے لیے اس طرح
دولت جمع کر جائے کہ وہ اُسکے مرنے پر متصرف ہون یعنے اُس لطف سے بھی
اپنے کو محروم رکھے جو اہل سخا کو احسان کرتے وقت حاصل ہوتا ہے تو اس
ہیر پا فیاضی کو بخل سے تعبیر کرین گے یا سخاوت سے؟ سوال نہایت ٹیڑھا ہے
عام طور پر ایسا شخص بُرا سمجھا جاتا ہے۔ لیکن گفتگو یہ ہے کہ ایسے بے نفس شخص
کو جو تمام عمر دوسرون کے لیے مزدور بنا رہا بجائے اصلح الصالحین کہنے
کے لوگ ابخل البخلا کیون کہتے ہین؟ ایسا شخص بُرا ضرور ہے لیکن ہرگز ہرگز
بخیل نہین ہے۔ اسکو بخیل نہ کہو۔ بدترین خلایق کہو۔ کس صفت سے یہ ایسے
ذلیل درجے مین قایم ہوا؟ یا کس اخلاقی بُرائی مین اسکا فعل داخل ہوا؟ اسکا
جواب آیندہ سطرون مین ہے۔ ہم اسکو بخل سے نکال کر اسراف مین داخل کرتے
ہین اور بجائے بخیل کے اسے مسرف ثابت کرتے ہین۔

ضرورت سے زیادہ کسی چیز کا صرف کرنا اسراف ہے۔ مسلمانون کے مذہب مین
اسراف بہت مذموم ہے۔ خدا نے بندون کو اپنی نعمتون کا محتاج بنایا اور نعمتین
اسلیے پیدا کین کہ بندون کی ضرورتین اُنسے رفع ہون۔ اگر ایک شخص ضرورت سے
زیادہ نعمت اپنے صرف مین لائے تو وہ گویا بقدر غیر ضروری صرف کے دوسرون کی

حق تلفی کرتا ہے مثلاً ایک قافلہ مین چار مشک پانی ہے اور سَو آدمیون کو دن بھر اسی سے اپنا خشک گلا تر کرنا ہے۔ مالک قافلہ کو غسل کی احتیاج ہوئی۔ دُو چار لوٹہ پانی اسکے نہانے کو کافی ہے۔ اب بجاے دُو چار لوٹہ پانی کے تمام مشک نہانے مین خالی کر دے تو کوئی اسکا ہاتھ پکڑنے والا نہین ہے۔ لیکن ایسا کرنے سے اسکو کوئی حظ نہین ملے گا اور دن بھر قافلے والے پیاس سے بیچین رہین گے۔ کوئی تعزیری قانون ایسا نہین ہے جو نہانے مین زیادہ پانی صرف کرنے کو روکے۔ لیکن اخلاقی قانون اس صرف بیجا کو اسراف بتاتا ہے اور سخت مذموم ٹھہراتا ہے۔

اسی طرح جاڑون کے موسم مین کوئی امیر دُو چار یا پانچ کمل بچھانے کی جگہ پر ہزار کمل تہ بہ تہ بچھا کر اُسپر آرام کرے اور ایسا کرنے سے مال کا جمع کرنا مقصود نہ ہو تو یہ فعل عبث بھی داخل اسراف ہے یعنے محلہ بھر کے لیے جسقدر کملون کی ضرورت تھی اُتنے کمل تنہا ایک شخص نے بلا ضرورت اپنے صرف مین رکھکر گویا تمام محلہ والون کے حقوق پر ایک گونہ تصرف بیجا کیا۔ لیکن تصرف بیجا کا الزام صریح طور پر عاید نہین ہوتا اسلیے اخلاق نے کہا اسے متصرف بیجا نہ کہو مُسرف کہو۔

ایک شخص کی عادت ہے کہ رات کو وہ تمام کمرون مین بے وجہ سیکڑون لیمپ روشن رکھتا ہے۔ یہان تک کہ وہ کمرے مین جا کر سو رہتا ہے جب بھی تمام کمرون مین سیرون تیل پھکا کیا ہے۔ اس بیہودہ حرکت کو کس مد مین داخل کرین گے؟

اسراف مین۔

املیے کو روز روشن شمع کافوری نہد ۔۔۔ زود بینی کش شب بیعن نباشد درچراغ

محض اسلیے نہین کہ کل خود اُسکے پاس مال نہ ہوگا تو اسکو تکلیف ہوگی۔ بلکہ اسلیے بھی

باری تعالیٰ نے اپنے بندوں کی آسایش کے لیے جو نعمتیں پیدا کی ہیں انکا بے ضرورت صرف کرنے والا نعمتوں کی قدر نہیں کرتا کفران نعمت کرتا ہے۔
مفصلۂ بالا مثالیں اس امر کے سمجھانے کو کافی ہیں کہ کسی شے کو ضرورت سے زیادہ صرف کرنا یا بے محل صرف کرنا اسراف کہلاتا ہے۔
اب جس نے دولت اسلیے رکھ چھوڑی کہ اُسکے مرنے پر دوسروں کے کام آئے وہ دولت کو بے محل صرف کرتا ہے اور اسلیے مسرف ہے۔ رکھنے والا تو اسلیے نہیں رکھتا کہ دوسرے صرف کریں لیکن نتیجہ پر نظر ڈال کر یہی کہا جاتا ہے کہ وہ دوسروں کے لیے جمع کرتا ہے۔ جمع کرنے والے کا خیال تو یہ ہوتا ہے کہ میں ہمیشہ زندہ رہونگا اور میں پیدا اسلیے کیا گیا ہوں کہ دولت جمع کرتا رہوں۔ وہ سعدی کے مقولہ کو کہ "مال برائے آسایش عمر است نہ عمر از برائے گرد کردن مال" کو نہایت ہی حقارت سے سنتا ہے۔ جیتے جی اپنے اور اپنے تمام متعلقین کے حقوق کو پامال کرکے مار گنج کی طرح خزانوں کی نگاہداشت کرتا ہے اور مرتے دم اپنے ورثا کو اجازت دے جاتا ہے کہ "مال مفت دل بے رحم" وہ خوب دولت اُڑائیں۔ اور بجائے شکرگزار ہونے کے صبح و شام مرنے والے کی بُرائیاں کیا کریں۔
"برائے نہادن چہ سنگ و چہ زر" جو لوگ آنکھ بند کرکے زمین میں روپیہ گاڑتے جاتے ہیں یا کسی اور طریقے سے دولت اس طرح بڑھاتے ہیں کہ محض جمع کرنا مقصود ہوتا ہے خرچ کرنا مدنظر نہیں ہوتا۔ تکلیف سے بسر کرتے ہیں بھوکوں مرتے ہیں۔ اپنے متعلقین کو بھوکا رکھتے ہیں۔ دن رات دولت

بڑھنے کی دعائیں کرتے ہیں۔ ایسے اشخاص بدنصیب ہیں یا محتاج نہیں ہیں۔ مفلس ہیں۔ غنی نہیں ہیں۔ فقیر ہیں۔ معزز نہیں ہیں ذلیل ہیں۔

لیکن اسکے ساتھ ہی اسراف بخل سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ بخیل صرف اپنے یا اپنے یگانون کے لیے بُرا ہے۔ مسرف اپنے اور اپنے یگانون کے لیے تو بُرا ہے ہی تمام دنیا کے لیے بھی بُرا ہے۔ اسراف کے ساتھ دنیا جہان کی بُرائیان لازم ہیں۔ مال کے بےموقع صرف کرنے سے کفران نعمت ہی کا الزام مسرف پر عاید نہیں ہوتا بلکہ وہ عملی طور پر چوری کرنے۔ جھوٹ بولنے۔ دغا دینے۔ فریب کرنے پر بھی مجبور رہتا ہے۔ جو شخص اپنے مال کی قدر نہیں کرتا وہ دوسرون کے مال کی بھی قدر نہیں کرتا۔ جو اپنی دولت کو مٹی سمجھتا ہے وہ دوسرون کے مال کو بھی مٹی سمجھتا ہے۔ اور دوسرون کی چیزین لینے مین اُسے اتنا بھی دریغ نہین ہوتا جتنا مٹی کے ڈھیلے اُٹھانے مین پرہیزگارون کو ہوا کرتا ہے۔ "اللہ مسرفون کو ہرگز پسند نہین کرتا"[1] اس سے زیادہ اور کیا مذمت مسرفون کی ہوسکتی ہے۔

قرآن مین اسکے متعلق نہایت ہی معتدل حکم حکمتون سے بھرا ہوا منصوص ہے "خرچ کرنے والے فضول خرچی نکرین اور نہ بہت تنگدستی کرین۔ انکا خرچ دونون کے بین بین میں ہو"[2]

فصل[3] پانزدہم

حسن پرستی

حسن پرستی کے معنی ہیون اچھی چیزون کا پسند کرنا تو کیا کہنا کچھ ایسے معاف ہون۔ مگر

---

[1] ان اللہ لا یحب المسرفین۔ (سورۂ انعام رکوع ۱۷)
[2] والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما (سورۂ فرقان رکوع ۶)

صاف ہون۔ نکلنے والے اچھے ہون۔ جوتے بگڑے نہ ہو۔ بال صاف ہون۔ چمن کا شوق ہو۔ پھولون سے رغبت ہو۔ مکان کی چیزین ترتیب سے رکھی ہوئی ہون۔ جنکو یہ دُھن ہے اُنکے اوقات اچھے ہین اور اخلاق اچھے ہین۔ لوگ عزت کی نظرون سے اُنکو دیکھتے ہین اور وہ بھی فی الجملہ دنیا ایسی دار الحزن مین خوش رہ سکتے ہین۔ اور اگر حُسن پرستی سے خوبصورت عورتون کا نظارہ مراد ہے تو اسکا شیدا ہمیشہ غیر مطمئن رہتا ہے اور سب کی نظرون مین ذلیل ہوگا یہ نہایت بُری حاجت ہے۔ خدا اس سے بچائے۔ جسکو اسکا خبط ہوا وہ دین اور دنیا دونون سے گیا۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔ نہ ادھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے
گئے دونون جہان کے کام سے ہم۔ نہ اِدھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے

یہ شعر شاعرون کی معمولی ٹر ہے اور اس موقع پر خوب چسپان بھی نہین ہے۔ لیکن یہان اس غرض سے نقل کیا کہ شاعر کچھ نہ سہی حُسن پرستی کے تو اُستاد ہوتے ہین۔ گویا اُستاد فن کہتا ہے کہ حُسن پرستی مین وصال صنم تو ہوتا نہین۔ خدا البتہ کھو جاتا ہے۔ صنم سے مراد ہے محبوب مرغوب اور خدا سے مجازاً اشارہ ہے اخلاق حسنہ کی طرف تو معنی یہ ہوئے کہ تمام اخلاق حسنہ تو خاک مین مل گئے۔ لیکن کوئی صورت قابل اطمینان نظر نہین آئی۔

یہ مضمون اور وضاحت سے یون ذہن نشین ہو سکتا ہے کہ عورتین فی الواقع حسین نہین ہین۔ صرف یہی نہین کہ پھول کلے غنچے۔ درخت کی نئی نئی پتیان بعض جانورون کے چھوٹے چھوٹے بچے عورتون سے حسین تر ہین۔ بلکہ اپنی نوع مین بھی

مردون سے عورتین نا حسن مین گری ہوئی ہین - ماء الشباب کی ملمع کاری ایک
خداداد شے ہے - جوانی سے اُترنے پر دو ہمسن مرد و عورت کا مقابلہ کیا جائے تو
مرد بدرجہا عورتون سے حسن مین بڑھے ہوئے نظر آئین گے - آخری عمر کو
لیجیے - کوئی ساٹھ برس کا بڈھا ہو جسکی ڈاڑھی اور سر کے سفید بال چمکتے ہون
ڈاڑھی متقطع ہو - پیشانی پر بزرگی کا نور ہو - تو اُسکی باتین سُنکر یا اُسکا چہرہ دیکھکر
لطف آجاتا ہے - لیکن اسی سن کی کوئی عورت کسی طرح اس مرد کے حسن کا
پاسنگ بھی نہین ہوسکتی - ہر گھر مین اسکا تجربہ ہوسکتا ہے - ساٹھ سال کا
بھائی اپنی پچاس سالہ بہن سے اگرچہ وہ کیسی ہی سڈول اور بیڈول ہو بڑا خوشنما
معلوم ہوگا - جانورون مین بھی عموماً نر مادہ سے خوشنما ہوتا ہے - چرند - پرند - بحری -
بری - صحرائی - کوہی جتنے جاندار ہین سب مین بلا استثنا نر مادہ سے حسین نظر
آتا ہے - زیادہ لکھنے کی ضرورت نہین ہے - یہ بات مانی ہوئی ہے کہ تمام مخلوقات
مین نر بہ نسبت مادہ کے حسین تر ہوتا ہے - حتی کہ علم نباتات جاننے والے
جو درختون اور پودون مین نر اور مادہ کا امتیاز کرسکتے ہین اس کلیہ کو بھی بطور قانون
قدرت کے مشاہدہ کرتے ہین - اب معلوم ہوا کہ عورتون کا حسین نظر آنا محض نظر
کا دھوکا کھانا ہے اور اس فریب دہی مین قانون قدرت کی مشاطہ گری قابل
حیرت ہے - ماء الشباب کی بدولت ہی عورتون کی طرف اور بیتابی دل مردون کی
طرف یہ دو بلائین قانون قدرت کا اشارہ پاکر اسلئے تخریب انسانی کی درپے
ہوتی ہین کہ خدا کی پناہ - عقل ہی ایک شے ہے جو اُسوقت انکا مقابلہ کرسکتی ہے
اور جسکی مدد سے انسان اپنی شرافت قایم رکھ سکتا ہے - جب مردون کے عیوب

سے شباب کی خول اتر جاتی ہے اُسوقت مردوں کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس غلط فہمی مین تھے۔

مار الشباب کی یہ کیفیت ہے کہ تمام عورتون مین یہ ایک وقت مساوی طور پر فطرت سے عطا کیا جاتا ہے۔ اور اسکے قیام کا زمانہ بہت ہی تنگ اور محدود ہوتا ہے۔ عالم شباب مین تمام عورتین ایک درجہ رکھتی ہین۔ شباب جانے پر بادی النظر مین تفاوت مدارج پیدا ہوتا ہے لیکن جتنی چیزین کہ مردون کو فی الواقع راستبازی کے ساتھ خوش رکھ سکتی ہین وہ پھر بھی قایم رہتی ہین۔ مار الشباب ایسی بیکار اور خود غرض چیز کی پیروی مین عورتون کے دیگر اخلاق حسنہ کی قدر نکرنا ایک حد تک بیدانشی ہے۔ مار الشباب کی ابلہ فریبیون پر نظر کرکے دانشمند کا یہ کام ہے کہ اسکو ذلت کی نظر سے دیکھے۔ ایک عورت پر ہم آج جان دیتے ہین۔ اور جانتے ہین کہ کل یقیناً مار الشباب اسکا ساتھ چھوڑ دے گا تو ہم بھی نظر پھیر لین گے۔ آج ہم جسکے لیے مٹے جاتے ہین کل بے حمیتی کا پتھر دل پر رکھ کر اسدرجہ کو اُس سے کنارہ کشی کرین گے کہ نام سے نفرت اور صورت سے وحشت پیدا ہوگی۔

مار الشباب کے ساتھ بھی یہ جھگڑا ہے کہ کسی کی آنکھ نے ہمکو بیقرار کرکے اُس تک پہونچایا تو پھر گندہ دہنی نے ہمکو بھگایا۔ کسی کے تبسم پر ہم جان و دل فدا کر رہے تھے لیکن جب دیکھا کہ وہ تبسم ہمارے ساتھ مختص نہین ہے تو بے انتہا کشیدگی پیدا ہوئی۔ آنکھون نے تو ہمکو بلایا۔ لیکن قریب جانے پر دانتون کی ناہمواری اور سلسلۂ سخن کی بے ترتیبی نے پھر ہمکو بھگایا۔ کبھی ظاہری حسن سب پر بالا نظر آتا ہے اور کبھی عصمت سب سے بڑی صفت معلوم ہوتی ہے۔ بہت سی مثالین ایسی ہین کہ

آوارہ مزاج حضرات مختلف وجوہ سے اپنی بیبیوں کو کبھی ایک نظر بھی نہیں دیکھتے تھے سگ گربہ بلی یا اور گھر کے پلے ہوئے جانوروں سے تو کبھی ملتفت بھی ہوتے تھے۔ بی بی کا درجہ ان جانوروں سے بھی کم تھا۔ بیبیاں گویا جمادات سے بھی بدتر تھیں۔ ستون خانہ سے بارہا تکیہ لگا کر بیٹھے ہونگے لیکن بی بی سے کبھی اتنی بھی قربت نہیں ہوئی۔ ان ظالم مردوں کے مرض الموت میں جو خدمتیں اُنکی بیبیوں نے انجام دیں وہ نمونہ حیرت تھیں۔ بعضوں چارپائی کے نیچے کتوں کی طرح بیٹھی رہتیں اور ستون خانہ کی طرح رات رات بھر سرہانے کھڑی رہیں۔ مرنے والے نے خدا سے دعا کی کہ خداوندا میرے اعمال ایسے نہیں ہیں کہ میری نجات ہو اور جنت نصیب ہو لیکن اگر تو نکوکاروں کے صدقہ میں مجھ ایسے ناپاک طینت کی خطائیں معاف کر کے جنت دینا چاہے تو میری صرف یہ تمنا ہے کہ اُسمیں بجائے بہت سی حوروں کے صرف یہی ایک جان نثار بی بی مجکو ملے۔

اوپر کی تحریر سے معلوم ہوا کہ عورتیں فی الواقع حسین نہیں ہوتیں۔ لیکن اگر وہ بظاہر حسین ہوں یا ماہ الشباب کی گلکاریوں سے حسین معلوم ہوں جب بھی حسن اخلاق حسن عادات وغیرہ بہت سے امور خارجی ایسے ہیں جو حسن صورت سے کہیں زیادہ قابل قدر ہیں اور سب کا کسی ایک عورت میں جمع ہونا غیر ممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔ خدا اپنے تمام عطیات کسی ایک انسان میں ہرگز جمع نہیں کرتا وہ بحجتہ رسدی مساوات کے ساتھ تقسیم کرتا ہے۔ کسی کو ایک چیز دیتا ہے تو دوسرے کو دوسری چیز عطا کرتا ہے اسقدر جاننے کے بعد ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ خود کو شراب پینے یا افیون کھانے کا عادی بنانے سے بدرجہا بُرا ہے حسن پرستی کا خوگر کرنا۔ جنکو اسکی چاٹ ہے وہ کبھی

کسی عورت سے خوش نہین رہتے ہمیشہ موجودہ حالت سے مالاتر حالت کی فکر رکھتے ہین اور مرتے دم تک مایوسی کی حالت مین بسر کرتے ہین اور ناکام رہتے ہین۔

ماحصل ان تمام باتون کا یہ ہے کہ عورت قانون قدرت کے سے ایک مرغوبا چیز ٹھہرائی گئی ہے اور اسلیے مردون کے دلون مین ایک خاص قسم کی کشش عورتون کی طرف ہے جس سے عورتین بادی النظر مین حسین معلوم ہوتی ہین۔ لیکن یہ حسن ایک خارجی چیز ہے اگر عورتین بذاتہٖ حسین ہین۔ اور حسن کوئی چیز ہے تو وہ خود اُنکی ذات مین ہے۔ جو اپنی بیبیون پر قناعت کرینگے تو اُنکی نظرون مین بیبیان تمام جہان کی عورتون سے حسین معلوم ہونگی۔ اور اپنی بیبیون کو چھوڑ کر جو حسن کی تلاش مین چکر لگائینگے تو نظرون سے گھر کی عورتین گرجائینگی اور باہر کی عورتین حسین نہ معلوم ہونگی۔ نوجوانون کو اس بلاے حسن پرستی سے بچانے کے لیے سب سے عمدہ حکمت شرع محمدی نے یہ نکالی کہ بنظر شہوت یعنی بے ضرورت جائز کسی نامحرم عورت کی طرف دیکھنا مردون پر قطعاً حرام (ناجائز) کر دیا اور اسلیے بلاد اسلام مین جہان احکام شرعی کی پابندی ہے بلاے حسن کے ستائے ہوئے بہت کم ملتے ہین۔

فصل شانزدہم

جہاد

جہاد کے معنی ہین کوشش کرنا۔ جہاد فی سبیل اللہ کے معنی ہوئے خدا کی راہ مین کوشش کرنا۔ مقاتلہ فی سبیل اللہ کو بھی جہاد بولتے ہین۔ اسمین شک نہین کہ جہاد مسلمانون پر فرض ہے۔ لیکن فرضیت کے سمجھنے مین اور اُسکی نوعیت دریافت کرنے مین عوام مین غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ بعض جُہلا سرحد کے غیر مذہب والونکو

قتل کرنے کو جہاد سمجھتے ہین - حالانکہ یہ غلطی ہی نہین ہے بلکہ گناہ کبیرہ ہے -
پہلے ہم جہاد کی فرضیت کو ظاہر کرین گے اور اسکے ساتھ ہی اسکی نوعیت کا
بتائینگے - بعد ازان یہ بتائینگے کہ اسوقت مذہب کے لیے کوئی جہاد کرنا چاہے تو کیا کرے -
انسان انسان کا دشمن ہوتا ہے - اور ہر انسان کو انسان کے مقابلہ مین حملہ
کرنے اور حملہ روکنے کی ضرورت ہوتی ہے - انتظام قایم رکھنے کے لیے ہر ایک
گورنمنٹ اپنے بنائے ہوئے قانون سے یا قانون ربانی کے ذریعہ سے اُن
حملہ آورون کے حملون کی دیکھ بھال کرتی رہتی ہے - کبھی کبھی ایک گروہ یا قوم کو دوسرے
گروہ یا قوم کے مقابلہ مین خود سبقت کرنا پڑتی ہے - غرضکہ ایک گورنمنٹ دوسری
گورنمنٹ کے مقابلہ مین دستور زمانہ کے مطابق ہمیشہ لڑتی بھڑتی رہتی ہے اور
جس گروہ کی وہ قایم مقام ہوتی ہے اُس سے فوج قایم کی
جاتی ہے - اس فوج کے قایم کرنے کی صورتین مختلف ہین - کہین تو روپیہ
کا لالچ دیا جاتا ہے اور کبھی بجبر بھرتی ہوتی ہے - اس مہذب زمانہ مین بھی یورپ
مین دونون طریقے جاری ہین - کہین تو رعایا کو آزادی ہے کہ فوجی نوکری کرے
یا نہ کرے اور کہین فوجی خدمات ہر شخص پر لازم ہین اور خاندان یا قبیلہ سے اشخاص
کے منتخب کرنے کے قواعد بنے ہوئے ہین - مسلمانون کے قانون مین یہی
پچھلا طریقہ زیر عمل تھا کہ ہر شخص پر فوجی خدمت انجام دینا قومی فرض تھا جسکو دوسرے
لفظون مین فرض کفایہ کہتے ہین - گورنمنٹ کو انتخاب کا اختیار دیا گیا تھا اور رعایا
پر یہ فرض تھا کہ جب امیر فوجی خدمت طلب کرے تو وہ بے عذر دوڑے لیکن
اسکا ہرگز ہرگز یہ منشا نہ تھا اور نہ ہوسکتا ہے کہ ہر ایک بجاے خود ہتھیار لیکر اُٹھ کھڑا ہو کہ

ہموطنون کے لیے لڑنے جاتے ہین - امیر کے لیے بھی شرطین ہین اور قیود ہین
شیعہ مذہب مین تو امیر ملنا بہت مشکل ہے - سنیون کے نزدیک گو امین
آسانی ہے لیکن نہ یہ کہ ہر ایک شخص خود بالاقتدار ہوا اور لڑنے کے لیے آدمیون کو
جمع کرنا شروع کر دیا اور امیر ہو گیا - امیر کے لیے بادشاہ عادل ہونا - اغراض جائز
اور مہذب کے لیے لڑنا وغیرہ وغیرہ بہت سی شرطین ایسی ہین کہ مشکل سے
کوئی امیر کہا جا سکتا ہے - مفصل بیان کے لیے فقہ کی کتابین پڑھیے - مختصر یہ
ہے کہ دلی کے بہادر شاہ کے پاس جو فوج غدر مین جمع ہو گئی تھی اور بہادر شاہ
کو انگریزون کے مقابلہ مین لڑنے کے لیے آمادہ کیا تھا تو اس سے بہادر شاہ
امیر المومنین اس مقصد کے اغراض کے لیے نہ تھے اور نہ انکے ساتھ ملکر لڑنے
والے مجاہد سمجھے جاتے تھے - کیونکہ بہادر شاہ اور انکے ساتھی جسقدر حکومت
کی صلاحیت رکھتے تھے اس سے کہین زیادہ انکی جانب مخالف انگریزون مین
اسکی صلاحیت تھی - ہمارے دعوی کے ثبوت مین آیۃ قرآنی موجود ہے اور
بالکل فطرت کے مطابق ہے - "ہم زبور مین پند و نصیحت کے بعد لکھ چکے ہین کہ
ہمارے نیک بندے سلطنت زمین کے وارث ہونگے [۱]"

مضمون کو مکمل کرنے کے لیے تمام آیات قرآنی جو جہاد کے متعلق ہین ایک جگہ
کر دی جاتی ہین -

"مسلمانو! تم پر جہاد کرنا فرض کیا گیا ہے - تمکو ناگوار ہوگا - لیکن ممکن ہے کہ تمکو

[۱] ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون - سورۃ الانبیاء
رکوع ۷ -

ایک چیز بُری معلوم ہو اور تمھارے حق مین وہ بہتر ہو اسی طرح ممکن ہے کہ ایک چیز تمکو بھی معلوم ہو اور فی الواقع وہ تمھارے حق مین بُری ہو۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہین جانتے۔[۵۲]

"جن مومنون نے اللہ کی راہ مین ہجرتین کی ہین اور جہاد کیے ہین وہ رحمت خدا کی آس لگائے بیٹھے ہین اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔[۵۳]"

مسلمانو! خدا کی راہ مین لڑو اور جانے رہو کہ اللہ سنتا اور سمجھتا ہے۔[۵۴]"

"جو لوگ اللہ کی راہ مین مارے گئے ہین اُنکو مرا ہوا نہ خیال کرنا۔ یہ اپنے پروردگار کے پاس جیتے ہین اور رزق پاتے ہین۔ اور جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے اُنکو دیا ہے اُسپر خوش ہین۔ اور جو لوگ ابھی اُنمین آکر شامل نہین ہوئے ہین اُنکی نسبت یہ خیال کرکے خوشیان مناتے ہین کہ اُنکو بھی کسی طرح کا خوف نہ ہوگا اور نہ غم ہوگا یہ اللہ کی نعمت اور فضل پر خوشیان کرتے ہین اور نیز اس امر پر بھی خوش ہین کہ اللہ مومنون کا ثواب ضایع ہونے نہین دیتا۔[۵۵]"

"جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور راہ اللہ کی راہ مین اپنے جان و مال سے جہاد کیے اُن لوگون کا اللہ کے پاس بڑا درجہ ہے اور یہی منزل

---

۵۲ کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم وعسی ان تکرھوا شیأ وھو خیر لکم وعسی ان تحبوا شیأ وھو شر لکم واللہ یعلم وانتم لا تعلمون۔ سورہ بقرہ رکوع ۲۶۔

۵۳ ان الذین امنوا والذین ہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ اولئک یرجون رحمت اللہ واللہ غفور رحیم بقرہ

۵۴ وقاتلوا فی سبیل اللہ واعلموا ان اللہ سمیع علیم۔ سورہ البقرۃ رکوع ۳۱۔

۵۵ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون فرحین بما اتٰہم اللہ من فضلہ ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بہم من خلفہم الا خوف علیہم ولا ہم یحزنون یستبشرون بنعمۃ من اللہ وفضل وان اللہ لا یضیع اجر المومنین۔ سورہ ال عمران رکوع ۱۷۔

مقصود کے سبب پہنچنے والے ہیں ۵۶"

"اہل کتاب سے بھی لڑو جبکہ وہ خدا کو نہیں مانتے - روز آخرت کا اعتبار نہیں کرتے - اور نہ اللہ اور اللہ کے رسول کی حرام کی ہوئی چیزون کو حرام سمجھتے ہیں نہ دین حق تسلیم کرتے ہیں انسے بھی لڑ و یہانتک کہ وہ ذب کر اپنے ہاتھون سے ورسے جزیہ دین ۵۷"

"پیغمبر کافرون سے اور منافقین سے جہاد کر اور انپر سختی کر - انکا ٹھکانہ دوزخ ہے کہ وہ بُری جگہ ہے ۵۸"

یہ آیتین اسوقت اُتری تھین جب مسلمانون کو بے لڑے اپنی زندگی وبال تھی جیسا کہ "سیف اور اسلام" فصل سیوم کتاب ہذا مین مشرح بیان کیا گیا ہے اسکے بعد بھی ان آیتون کے ذریعہ سے بادشاہان عادل نے فوج اسلام سے بڑے بڑے کام لیے اور کچھ ایسے حکمران بھی ہوئے کہ خود تو نا اہل تھے مگر ان آیتون سے انھون نے کام خوب نکالے - اب بھی جہان تمام شرطین پائی جائین مسلمانون کے لیے کیا تمام دنیا کی زندہ قومون کے لیے امر حق کے لیے لڑنے سے زیادہ اچھی کوئی دوسری زندگی نہین ہے لیکن جو لوگ اسوقت زمانہ امن مین شوق جہاد فی سبیل اللہ رکھتے ہیں انکے

۵۶ الذین امنوا وہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ باموالہم وانفسہم اعظم درجۃ عند اللہ واولیک ہم الفائزون - سورہ التوبہ رکوع ۳ -
۵۷ قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الاخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون - سورہ التوبہ رکوع ۴ -
۵۸ یاایہا النبی جاہد الکفار والمنفقین واغلظ علیہم وماوٰہم جہنم وبئس المصیر - سورہ التوبہ رکوع ۱۰ -

لیے سب سے اچھی صورت یہ ہے کہ وہ جہاد بالا سوال کرین تمام یورپ اور امریکا کے لوگ اسوقت ذی علم ہین غیر متعصب ہین اور مذہب حق کی تلاش مین ہین اگر اسلام کے مسائل توضیح کے ساتھ تمام مذاہب سے مقابلہ کر کے مختلف السنہ مین شایع کیے جائین تو ہمارے نزدیک یہ ایک جہاد ہے اور باعتبار زمانہ بہترین جہاد ہے۔

فصل ہفتم

مسلمانون کے احسانات دنیا پر

"سیف اور اسلام" مین ہم نے مابعد زمانہ کے مسلمانون کو بہت برا بھلا کہا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی ہم نے یہ بھی ظاہر کر دیا ہے کہ یہ برا بھلا کہنا شیشہ اسلام کی نظر سے ہے ورنہ مسلمانون کا برے سے برا بادشاہ بھی اپنے ہمعصر بادشاہون مین اچھے سے اچھا رہا ہے۔ اس معمہ کے سمجھانے کے لیے مختلف زمانہ کے مختلف واقعات کا انتخاب ہم درج ذیل کرتے ہین اور دکھاتے ہین کہ تمدنی حالت مین مسلمانون نے غیر قومون کے ساتھ کیا کیا احسانات کیے ہین اور انکی روش کس درجہ کو بے تعصبانہ رہی ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ اصلی خوبیان اسلام کی رسول اللہ اور خلفاے اربعہ کے زمانہ تک تھین لیکن اسکے بعد بھی جب تک عربون کے ہاتھ مین عنان حکومت تھی حالت بہت غنیمت تھی اور تمدن اسلام نہایت اعلی حالت مین تھا۔ یورپ کے علما جب مسلمانون کی تعریفین کرتے ہین تو زیادہ تر بغداد کی سلطنت اسپین کی سلطنت یاد کرتے ہین کہ یہی دو مشہور سلطنتین عربون کی تھین اور فتوحات سے قطع نظر کرکے تمدنی حالت مین دنیا کی مختلف قومون کے لیے بے انتہا باعث برکت تھین اور گویا تمام دنیا

مین تہذیب پھیلنے کا سبب تھین۔

ایک زندہ فرنچ محقق ڈاکٹر گستاولی بان اپنی کتاب حالات عرب کے دیباچہ مین لکھتا ہے۔ "عربون کے تمدن مین جسقدر زیادہ خوض کیا جائے اُسی قدر نئے واقعات پیدا ہوتے جاتے ہین اور اُسی قدر مطلع صاف ہوتا جاتا ہے۔ تھوڑی ہی سی تحقیق کے بعد ثابت ہو جاتا ہے کہ ازمنہ متوسطہ مین یونان اور روم کے تمدن کا علم عربون ہی کے ذریعہ سے پھیلا تھا اور پانچ سو برس تک ممالک یورپ کے مدارس عربون ہی کی تصنیفات سے زندہ رہے۔ اور کیا لحاظ ترقی و دولت اور کیا بلحاظ ترقی علمی و عملی وہ عرب ہی تھے جنھون نے یورپ کو مُہذب بنایا اور جب اُن کی تحقیقات علمی اور اُنکی ایجادون پر نظر ڈالی جاتی تو معلوم ہوتا ہے کہ ایسی قلیل مدت مین اُنسے زیادہ کسی قوم نے ترقی نہین کی۔ اور جب اُنکی صنعت وحرفت پر نگاہ ڈالی جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ اُنکے صنائع مین ایک ندرت اور جدت ہے جسکا مقابلہ نہین ہو سکتا"۔

"عربون کے تمدن کی بنیاد ڈالنے والی ایک ایسی قوم تھی جو خود کسی قدر وحشی تھی اس قوم نے عرب کے ریگستان سے نکل کر ایران۔ یونان اور روم کی سلطنتون کو زیر و زبر کردیا اور ایک ایسے عظیم الشان ملک کی بنا ڈالی جو ہندوستان سے اندلس تک منتہی ہوتا تھا۔ اس قوم نے ایسے حیرت انگیز کام کیے ہین جنکی یادگارین تعجب اور وجد مین ڈالتی ہے"۔

جس طرح پورانے زمانے مین تمام اہل یورپ کو وہ جرمن ہون۔ فرنچ ہون انگلش ہون یا اٹالین ہون اہل فرنگ کہتے تھے اور ہندوستان مین فرنگی بولتے

تھے۔اسی طرح تمام مسلمانون کو وہ کسی ملک کے ہون اہل یورپ عرب کہتے تھے جسقدر حصہ ملک کا مسلمانون کے قبضہ مین آتا تھا وہان کے باشندے اور سرحدی قومین سمجھتی تھین کہ عرب خدا کی ایک نعمت مجسم ہین لیکن دور کے باشندے جنکو عربون کا تجربہ نہ تھا عربون کی نسبت ایسے ہی نفرت انگیز خیال رکھتے تھے جیسا کہ تمام دنیا کے باشندون کی نسبت چینیون کا خیال ہے۔ہان اب رفتہ رفتہ علم کی ترقی سے خیالات بدلتے جاتے ہین اور لوگ سمجھتے ہین کہ عربون کا زمانہ ایک رحمت خدا کا زمانہ تھا جو عرصہ تک اکثر حصہ زمین پر مبذول رہا۔

ابتداے اسلام کے وقت یمن سے اور تمام اطراف عالم سے تجارت ہوتی تھی اور پیغمبر خدا ہی کے زمانہ مین مسلمان تاجرون کے ذریعہ سے چین مین اور پھر وہان سے کچھ دنون کے بعد مجمع الجزائر ہند مین اسلام پہونچ گیا تھا۔پھر ابوجعفر خلیفہ عباسی کے عہد مین یعنے دوسری صدی ہجری کے شروع مین چین کی بغاوت فرو کرنے کو جو مسلمان سپاہی بھیجے گئے وہین رہ گئے اور اُنکے ذریعہ سے اور نیز چند دیگر ذرایع اور اسباب سے خشکی کی راہ سے بھی غربی چین مین اسلام پھیلا۔

یورپین مورخ لکھتے ہین کہ چین کے مسلمانون کی ایمانداری بالکل مُسلّم ہے اور اُسکی مثالین بیان کرنے کے بعد لکھتے ہین کہ چین کے مسلمانون مین حق پرستی اور دیانت داری کا نہایت درجہ خیال ہے۔اِن مین جو سرکاری ملازم ہین اُن سے رعیت خوش بھی ہے اور اُنکی عزت بھی کرتی ہے اور جنھون نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا ہے وہ نہایت نیکنام ہین۔اصول مذہبی نے اُنھین متحد بنا دیا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب کے سب ایک بڑے خاندان کے اجزا ہین

جو آپس میں ایک دوسرے کی حفاظت اور اعانت کرتے ہیں۔ ان امور سے
اُنکا تفوق چین کے اور مستوطن اقوام پر ثابت ہوتا ہے۔ باوجود اپنی ابتدائی حالت
کے محض اُس ہمدردی کی بدولت جو اُنھوں نے نازک وقتوں میں اپنے
اختیار کردہ وطن کے ساتھ کی اور نیز اُس دینی اخوت کی وجہ سے جو اُنکے افراد
مین ہے بہت کچھ اُنھوں نے ترقی کی ہے برخلاف اس کے اور مذاہب
خارجہ ہیں جو چین میں آئے اور چلے گئے یا محض چند روز ٹھہرے"!
آنحضرتؐ کی نسبت یورپین مورّخوں نے حضرت علیؓ کی وساطت سے ایک
قول نقل کر کے یون لکھا ہے کہ "حضرت کا قد مبارک میانہ تھا۔ سر مبارک بڑا اور ریش
مبارک گھنی جسم کی کاٹھی سے قوت اور توانائی نمودار تھی۔ چہرۂ مبارک بھرا ہوا اور شہابی
رنگ تھا۔ پیشانی اور ریش مبارک کے چند سفید بالون سے بمشکل آپ کے سن
مبارک کا اندازہ ہوسکتا تھا۔ آپ کے خصائص روحانی نے آپ کو تمام عالم پر فوقیت
دی ہے۔ کثرت عبادت نے آپ کو فضول کلام سے متنفر کر دیا تھا۔ اور آپ اکثر اوقات
خاموش رہتے تھے۔ چہرہ مبارک سے اعلیٰ درجہ کی نیکی نمودار تھی اور مزاج میں
بے حد خلق اور انصاف تھا۔ اجنبی۔ دوست۔ قوی اور ضعیف ہر ایک پر آپ کی نظر
برابر تھی۔ مساکین کے ساتھ آپ کو خاص محبت تھی اور جس طرح سے آپ غربا کو
اُنکے افلاس کی وجہ سے ذلیل نہیں سمجھتے تھے اُسی طرح امرا کی قدر اُنکے مال
کی وجہ سے نہیں کرتے تھے۔ آپ کو اپنے صحابہ اور ملاقاتیوں کی ہمیشہ دلجوئی اور خاطر
منظور تھی کہ صحابہ کو آپ کبھی سخت جواب نہ دیتے تھے اور جو کوئی ملاقات کو آتا تھا اُسکی بات
بے انتہا صبر و تحمل کے ساتھ سُنتے تھے۔ اور جب تک وہ نہ اُٹھتا تھا خود کبھی اُٹھنے کا قصد نہ

فرماتے تھے اسی طرح جب کوئی حضرت سے مصافحہ کرتا تو آپ کبھی اپنا ہاتھ پہلے نہ کھینچتے۔ جب کوئی آپ سے کسی معاملہ میں گفتگو کرتا تب بھی آپ کی یہی عادت تھی کہ خود پہلے علیحدہ نہ ہوتے۔ آپ اکثر صحابہ کی ملاقات کو تشریف لیجاتے تھے اور اُنکی احوال پُرسی فرماتے تھے۔ آپ اپنی بکریوں کو خود دوہتے تھے۔ زمین پر بیٹھتے تھے اور اپنے کپڑے اور نعلین اپنے دست مبارک سے سیتے تھے۔ اور پیوند لگاتے تھے۔ آپ ہمیشہ مساکین کو اپنے پاس جمع کرتے تھے۔ اور یہ لوگ اہل الصفہ کے نام سے مشہور تھے۔ یہ بیچارے بے خان ومان عرب تھے جنکا نہ گھر تھا نہ ٹھکانا تھا۔ یہ راتوں کو مسجد نبوی میں سو رہتے تھے اور دن کو بھی وہیں رہتے تھے۔ چونکہ مسجد کا چھپر اُنکا اوڑھنا بچھونا تھا اُنھیں اہل الصفہ کہتے تھے۔ جسوقت حضرت کھانا کھاتے تو انمیں سے دو ایک کو اپنے ساتھ کھلاتے اور باقی کو اپنے صحابہ پر تقسیم فرما دیتے تھے۔ تاکہ اُنھیں وہاں اذوقہ ملجائے۔

حضرت عمر کے قاصد نے جو تقریر شاہ ایران سے کی اُس سے بخوبی عیان ہے کہ ملک پر کیا احسان اسلام نے کیا وہ تقریر یہ ہے " اے بادشاہ ہم ایسی ذلیل حالت میں تھے کہ ہم میں بعض اشخاص اپنا پیٹ کیڑے مکوڑے اور سانپ گوہ کھاکر بھرتے تھے۔ بعض اپنی بیٹیوں کو اسوجہ سے مار ڈالتے تھے کہ اُنھیں اپنے کھانے میں شریک کرنا نہ پڑے۔ جہالت اور بُت پرستی کی تاریکی میں گرفتار بے قانون اور بے لگام ہمیشہ ایک دوسرے کے دشمن۔ ہمارا شغل یہی تھا کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کو لوٹیں اور تباہ کریں۔ یہ تھی ہماری پہلی تصویر۔ لیکن اب ہم ایک نئی قوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک شخص پیدا کیا ہے جو خاندانی شرافت

مین۔ فہم وادراک مین تمام عرب پر فایق ہے اور اللہ نے اُسے اپنا نبی برحق اور رسول بنایا۔ اُسی رسول کے ذریعے اللہ نے ہم سے کہا۔ مین ہون اللہ واحد صمد خالق کون ومکان میرے رحم نے تمھارے لیے ایک راہبر بھیجا ہے تمھین راہ راست پر لانے کے لیے جس راہ کی وہ تمھین ہدایت کرتا ہے وہ تمھین اس عذاب سے بچا لے گی جو مین نے آخرت مین کافرون اور گنہگارون کے لیے مقرر کیا ہے اور تمھین میرے عرش کے سامنے مقام آسایش تک پہونچا دے گی۔ اس تعلیم نے بتدریج ہمارے دلون پر اثر کیا اور ہم نے اپنے پیغمبر کی ہدایت کو قبول کیا۔ ہم نے مان لیا کہ ہمارے پیغمبر کا کلام اللہ کا کلام ہی اور اسکے احکام اللہ کے احکام ہین اور جس مذہب کی اُسنے ہمین تعلیم کی وہی ایک سچا مذہب ہے۔ اُسنے ہمارے ادراک کو چمکا دیا۔ اُسنے ہماری جماعت مین اخوت پیدا کی اور ہمارے لیے اپنی فہم خداداد سے قانون مقرر کیے"

اس سے بھی زیادہ پُراثر وہ تقریر ہے جو شاہ نجاشی کے دربار مین جعفر طیار نے کی تھی دیکھو صفحہ ۵۴۔ کتاب ہذا۔

ایک یورپین مورّخ لکھتا ہے مسلمانون کا تمام مذہب اس چھوٹے سے جملہ "لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ" مین ہے جسکی جامعیت حیرت انگیز ہے۔

ڈاکٹر گستاولی بان مسلمانون کی ملک گیری کی نسبت لکھتے ہین کہ خلفاء اشدین جس ملکی خوش تدبیری کو کام مین لائے وہ ما فوق اُنکی سپاہ گری اور اُس فن حرب کے تھی جسے اُنھون نے اس آسانی سے سیکھ لیا تھا۔ شروع ہی سے اُنھین ایسی اقوام سے کام پڑا جن پر سالہا سال سے مختلف حکومتون نے

نہایت بے رحمی سے ظلم کر رکھا تھا اور اس مظلوم رعایا نے نہایت خوشی کے ساتھ ان نئے ملک گیرون کو قبول کر لیا جنکی حکومت مین اُنھین بہت زیادہ آسائش تھی۔ مفتوح اقوام کے ساتھ طریقہ عمل کیا ہونا چاہیے نہایت صاف اور صریح طور پر مقرر کردیا گیا تھا اور خلفاے اسلام نے ملکی اغراض کے مقابلہ مین ہرگز بزور شمشیر دین کو پھیلانے کی کوشش نہین کی۔ بلکہ بعوض اسکے کہ وہ بہ جبر اپنے دین کی اشاعت کرتے جیسا کہ بار بار کہا جاتا ہے وہ صاف طور پر ظاہر کردیتے تھے کہ اقوام مفتوحہ کے مذاہب رسوم اور اوضاع کی پوری طرح سے عزت کی جائے گی۔ اور اس آزادی کے معاوضہ مین وہ اُنسے ایک بہت خفیف سا خراج لیتے تھے جو اُن مطالبات کے مقابل مین جو ان اقوام کے پورانے حکام ان سے وصول کیا کرتے تھے نہایت کم تھا۔"

"کسی ملک پر فوج کشی کرنے سے پہلے عرب ہمیشہ اپنے سفیرون کے ذریعہ سے صلح کی شرائط بھیجا کرتے تھے اور یہ شرائط جن کا ذکر المکین نے کیا ہے علی العموم اُسی قسم کی ہوا کرتی تھین جو عمرو نے ۱۳ھ ہجری مین باشندگان غزہ کے سامنے جو اُسوقت محصور تھے پیش کی تھین اور یہ شرائط مصریون اور ایرانیون دونون سے کی گئی تھین۔ وہ شرائط ذیل مین لکھی جاتی ہین:"

"ہمارے حاکم نے ہمین حکم دیا ہے کہ اگر تم قانون اسلام نہ قبول کرو تو ہم تمھارے ساتھ جنگ کرین۔ پس تم بھی ہم مین مل جاؤ اور ہمارے بھائی بن جاؤ۔ اور ہمارے منافع اور ہمارے منصوبون مین شریک ہو جاؤ۔ اسکے بعد ہم تم سے کوئی بُرائی نہ کرین گے لیکن اگر تم یہ کرنا نہین چاہتے تو تم ہمین اپنی

زندگی تک ایک سالانہ خراج بالالتزام دیا کرو۔ اسکے بعد ہم تمھارے بدلے تمام اُن لوگون سے لڑین گے جو تمھین ستانا چاہین یا کسی طرح تمھارے دشمن ہون۔ اور ہم اپنے معاہدہ پر مضبوط رہین گے اگر تمھین یہ بھی منظور نہین ہے تو پھر ہم مین اور تم مین بجز تلوار کے کوئی چیز نہین رہتی اور ہم تم سے اُسوقت تک جنگ کرتے رہین گے جب تک اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا نہ کرلین"

بیت المقدس کی فتح کے وقت حضرت عمر کا اخلاق ہم پر ثابت کرتا ہے کہ ملک گیران اسلام مفتوح اقوام کے ساتھ کیسا نرم سلوک کرتے تھے اور یہ سلوک اُس مدارات کے مقابل مین جو صلیبیون نے اسی شہر کے باشندون سے کئی صدی کے بعد کی نہایت حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عمر اس شہر مقدس مین بہت تھوڑے اشخاص کے ساتھ داخل ہوئے اور آپ نے سفرونیس بطریق سے درخواست کی کہ مقامات مقدسہ کی زیارت مین آپ کے ہمراہ چلے۔ اُسی وقت حضرت عمر نے منادی کرادی کہ"ہم ذمہ دار ہون کہ باشندگان شہر کے مال اور اُنکی عبادت گاہون کی حرمت کی جائے اور مسلمان عیسائی گرجون مین نماز پڑھنے کے مجاز نہ ہونگے"

جو سلوک عمرو نے مصریون کے ساتھ کیا وہ اس سے کم نہ تھا۔ اُس نے باشندگان مصر سے وعدہ کیا کہ اُنھین پوری مذہب کی آزادی۔ پورا انصاف بلا رو رعایت اور جائداد کی ملکیت کے پورے حقوق دیے جائین گے اور اُن ظالمانہ اور غیر محدود مطالبون کے عوض مین جو شاہنشاہان یونانی اُن سے وصول کیا کرتے تھے صرف ایک سالانہ جزیہ لیا جائے گا جسکی مقدار فی کس تقریباً دس روپیہ تھی۔ رعایائے صوبہ جات نے ان شرائط کو اسقدر غنیمت سمجھا

کہ فوراً عہد وپیمان مین شریک ہوگئے اور جزیہ کی رقم اُنھون نے پیشگی ادا کر دی۔ عُمّال اسلام اپنے عہد وپیماں در حبہ مستحکم رہے اور اُنھون نے اُن رعایا کے ساتھ جو ہر روز شاہنشاہ قسطنطنیہ کے عاملون کے ہاتھون سے انواع اقسام کے مظالم سہا کرتی تھی۔ اس طرح کا عمدہ برتاؤ کیا کہ سارے ملک نے بہ کشادہ پیشانی دین اسلام اور زبان عربی کو قبول کر لیا۔ مین بار بار کہونگا کہ یہ وہ نتیجہ ہے جو ہرگز بزور شمشیر نہین حاصل ہوسکتا۔ اور عربون سے پہلے جن اقوام نے مصر پر حکومت کی وہ ہرگز یہ کامیابی نہ حاصل کرسکین۔

رسولؐ اور صحابہ رسول کے وقت کے اکثر واقعات «سیف اور اسلام» مین درج ہوچکے ہین۔ یہان مابعد کے واقعات لکھے جاتے ہین۔

جزیرہ سایپرس امیر معاویہ کے وقت مین مسلمانون کے قبضہ مین آگیا تھا اور دریاے جیحون کے پار سمرقند تک مسلمان پہونچے تھے۔

سنہ ہجری کی دوسری صدی مین فوج اسلام فرانس کے ملک مین دریاے لوار تک پہونچی لیکن چارلس مارٹل سے شکست کھاکر جنوبی فرانس مین ٹھہر گئی اِس شکست کی نسبت مورخین نے لکھا ہے کہ اسنے مسلمانون کو تمام یورپ مین گھسنے سے روکا۔ لیکن محققین کا یہ خیال ہے کہ شمالی یورپ کو بوجہ کثرت برودت کے مسلمانون نے پسند نہین کیا اور اسلیے پھر اُدھر متوجہ نہین ہوئے۔

خاندان بنو امیہ کے تباہ ہونے پر بنو عباس کے زمانہ مین دو مستقل سلطنتین مسلمانون کی قایم ہوگئین۔ اسپین مین بنو امیہ کی ایک شاخ نے سرسبزی حاصل کی اسکے سوا تمام بلاد اسلام کی شاہنشاہی بنو عباس سے متعلق تھی۔ ساحل افریقیہ سے

سرہند تک اور دوسری طرف سرحد چین تک حکومت تھی۔ شاہنشاہ قسطنطنیہ خراج گزار تھا اور شارلمین شاہنشاہ فرانس کا ایلچی اظہار اطاعت کے لیئے دربار میں آیا تھا۔ بجز فرانس اور قسطنطنیہ کے اور کوئی بادشاہ یورپ کا اسوقت قابل لحاظ نہ تھا۔ چینی حکومت علیحدہ تھی لیکن وہان کی بغاوت بھی مسلمانون ہی نے فرو کی تھی۔ اب مسلمانون کی حکومت تمام دنیا مین تسلیم کی جائے تو کیا بیجا ہے۔

سنہ ہجری کی تیسری صدی مین حکومت اسلام کے اجزا جدا ہونے لگے۔ اسپین مین تو علیحدہ خلافت قایم ہی تھی۔ ایران بھی الگ ہوگیا۔ افغانستان جدا ہوگیا۔ خود بغداد کے مشرق مین بہت سی حکومتین قایم ہوئین۔ رفتہ رفتہ مصر کی حکومت الگ ہوگئی۔ افریقیہ بالکل جدا ہوگیا۔

چوتھی صدی مین بجاے بغداد کے قاہرہ مین زیادہ رونق تھی۔ اندلس مین طلیطلہ۔ غرناطہ۔ قرطبہ کے مشہور دار العلوم مین تمام دنیا کے طلاب جمع ہوتے تھے۔ خود یورپ کے عیسائی اکثر شریک ہوتے تھے۔

پانچوین صدی مین سلجوقی ترکون نے زور پکڑا اور چھوٹی چھوٹی اسلامی سلطنتون کی جگہ پر ایک بڑی شاہنشاہی کی بنیاد وسط ایشیا مین قایم ہوئی۔ جنگ صلیبی بھی اسی صدی مین شروع ہوئی۔ بعض یورپین مورخون نے لکھا ہے کہ ترکون کا مذہبی تعصب جنگ صلیبی کا باعث ہوا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ سلطنت بغداد کے کمزور ہونے پر یورپ سے دباؤ مسلمانون کا اٹھ گیا اور کچھ انقلاب زمانہ نے عیسائیون کو جگایا۔ عیسائی اپنے مذہبی مقام کو مسلمانون کے قبضہ مین دیکھ کر اسکے چھڑا لینے کی فکر مین ہوئے کئی مرتبہ یہ لڑائیان ہوئین جنمین تمام یورپ کی عیسائی سلطنتین ملکر لڑئین۔

مسلمانون کی قوت کے اندازہ کرنے مین عیسائیون نے غلطی کی تھی بہت سی لڑائیون کے بعد عیسائیون نے اپنی کمزوری تسلیم کی ۔ لیکن اُسی وقت سے عیسائیون مین ایک تحریک پیدا ہوئی اور وہ تحریک روشن خیالی کی طرف منجر ہوئی ۔ اُسوقت ترکون کی روز افزون ترقی کی وجہ سے عیسائیون کو تاب مقابلہ نہ تھی ۔ اور جب وہ مقابلہ کرنے کے قابل ہوئے تو مذہبی تعصب اُنمین باقی نرہا اور اسلیے پھر جنگ صلیبی کے ختم ہونے کے بعد عیسائیون نے بیت المقدس لینے کا خیال نہین کیا ۔

پانچوین صدی مین سسلی اور اٹلی سے اسلامی خاندان خارج کیا گیا اور عیسائیون نے اندلس مین بھی کچھ کامیابی حاصل کی اور جنوبی فرانس سے قبضہ مسلمانون کا اُٹھ گیا لیکن ایشیا مین مسلمانون کا زور کئی صدیون تک پھر بھی قایم رہا اور بہت زورون سے قایم رہا ۔

چھٹی صدی مین صلاح الدین مصری نے فلسطین کو جسمین بیت المقدس واقع ہے پھر عیسائیون سے نکال لیا اسمین جرمنی ۔ فرانس اور انگلستان کے بادشاہ شریک تھے لیکن صلاح الدین نے اُنکی متفقہ قوت کو شکست دی ۔ اسکے بعد اور بھی کئی ایک صلیبی لڑائیان ہوئین ۔ ساتوین لڑائی مین فرانس کا بادشاہ سنٹ لوئی مسلمانون کی قید مین آگیا تھا ۔ اسی ساتوین صدی مین چنگیز خان مغل نے ایشیا کے ملکون پر حملے کیے اور بغداد تک اپنے فتوحات پھیلائے ۔

سنہ ہجری کی آٹھوین صدی کی تاریخ ترکون اور مغلون کی باہمی لڑائی سے بھری ہوئی ہے ۔ انمین سے ہر ایک مسلمان تھا اور عربون کی ایشیائی سلطنت کا دعویدار تھا جسکو زائل ہوئے کئی صدیان گذر چکی تھین ۔

سنہ ہجری کی نوین صدی مین عربون کی حکومت اور انکے تمدن کا پورا اخراج اندلس سے بھی ہوگیا۔

سنہ ہجری کی دسوین صدی مین عربون کی دنیاوی حکومت کا پورا خاتمہ ہوگیا محض انکا دین انکا تمدن انکی زبان رہگئی۔ مغلون نے بلاد اسلام کے شرقی حصہ پر اور ترکون نے مغربی حصہ پر قناعت کی۔ گو مغربی ترکون نے عیسائیون کے مقابلہ مین نمایان فتوحات حاصل کرکے قسطنطنیہ کو دار السلطنت قرار دیا اور گرتے گرتے زمانہ حال مین وہ پھر سنبھل گئے۔ لیکن مغل مشرق مین اپنی اعلی حکومت زائد عرصہ تک قایم نہ رکھ سکے۔ عربون کے عروج مین مسلمان تمام دنیا پر حکمران رہے۔ ترکون اور مغلون کے زمانہ مین اہل اسلام صرف شریک غالب کی حیثیت رکھتے تھے۔ اور اب جیسی حالت ہے ظاہر ہے۔

اجمالی بیان ختم ہوا۔ اب کسی قدر تفصیلی حال لکھا جاتا ہے۔

شام مین رومیون کی سلطنت سات سو برس سے تھی۔ یہ ملک عربون نے خلیفہ اول کے وقت مین فتح لیا۔

بیت المقدس فتح ہونے پر مسلمان نہایت حسن سلوک سے عیسائی باشندون کے ساتھ پیش آئے اس موقع کو ڈاکٹر گستاولی بان یون لکھتے ہین کہ خلیفہ گویا تن تنہا مدینہ سے ایک اونٹ پر سوار ہوکر روانہ ہوئے۔ انکا سارا سامان یہ تھا ایک مشک پانی کی ایک تھیلی میں تھوڑے چاول اور سوکھا میوہ۔ رات دن چلکر حضرت عمرؓ بیت المقدس پہونچے اور وہان آکر شہر کے باشندون کے ساتھ بے انتہا نرمی سے پیش آئے۔ مذہب۔ رسوم۔ عادات اور مال ومتاع کی پوری آزادی انکو دی اور ایک سب خفیف سا

جزیہ آنپر مقرر کیا"۔

"عربون نے اسی قسم کی ہمدردی کل بلاد شام کے ساتھ برتی اور وہان کے باشندون نے بھی بہت آمادگی کے ساتھ انکی حکومت قبول کرلی اور بالآخر اکثر انمین سے مذہب عیسوی کو چھوڑکر اپنے ملک گیرون کے دین اور زبان کو اختیار کرلیا"۔

"عربون کی حکومت مین رہ کر شام نے پھر وہ سرسبزی حاصل کرلی جو سالہاے دراز سے مفقود ہوگئی تھی۔ خلفاے بنی امیہ وعباسیہ کے زمانہ مین شام کا تمدن ایک اعلیٰ درجہ پر پہونچ گیا۔ عربون نے اپنی رعایا کے ساتھ نہایت انصاف اور انسانیت سے برتاؤ کیا۔ اور انکو پوری آزادی مذہب کی دی۔ انکے عہد حکومت مین کلیسۂ شرقی اور مغربی دونون کے رئیس الاساقفہ کو اسقدر آرام ملا جو انھین اسوقت تک ہرگز نصیب نہ ہوا تھا۔ شام کے تمام بڑے شہر بیت المقدس۔ صیدون دمشق۔ صور بہت ہی سرسبز ہوگئے۔ اور حرفت اور فلاحت نے بے انتہا ترقی کی"۔

یورپین مورخون کا خیال ہے کہ عربون کے زمانہ حکومت مین شام جس طرح سرباتون مین بڑھا ہوا تھا ویسا ہی اب ترکون کے عہد مین گرا ہوا ہے۔ ایک حد تک یہ کہنا صحیح ہے لیکن اسمین ترکون کا قصور کم ہے زیادہ تر دیگر اقوام کی خطا ہے جیسا کہ آیندہ ہم دکھائینگے۔

شام مین بنوامیہ کے عہد تک دمشق دارالسلطنت رہا۔ ایران حضرت عمرؓ ہی کے وقت مین فتح ہوا تھا۔ ایران اور عرب کی سرحد پر بنو عباس کے عہد مین بغداد بسایا گیا اور دارالسلطنت قرار پایا۔ ہارون رشید اور مامون رشید کے وقت مین بغداد کو بڑی رونق تھی۔ فتوحات ختم ہوچکے تھے یا یون کہیے کہ ملکون کی فتوحات

سے مسلمان تھک چکے تھے اور تہذیب ملک کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ صنعت و حرفت اور علوم و فنون کا چرچا تھا۔ چارلس بزرگ شہنشاہ نے کہ بہی گویا تمام یورپ کا شہنشاہ تھا۔ ہارون رشید کے پاس اپنے سفیر بھیجکر نہایت ادب سے یہ خواہش کی کہ بیت المقدس کے عیسائی زائرون کا بندوبست کیا جائے۔ سفیرون کو ہارون رشید نے اسی طرح خوش کیا جس طرح ایک مہذب بادشاہ سے اُمید کیجا سکتی ہے اور چارلس کو چند چیزین بطور تحفہ کے بھیجین جنمین ایک گھڑی تھی جو بجتی تھی اور وقت بتاتی تھی۔ چارلس اُسوقت تک رومیون کے تمدن کی تجدید کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن یہ دیکھکر کہ اُسکے دربار کا کوئی شخص بہی اس گھڑی کے کیل کانٹے نہین سمجھتا اُسنے چاہا کہ مسلمانون کی تہذیب کی تقلید کیجائے ہارون الرشید کے وقت مین تمام یونانی علوم قدیمہ عربی مین از سر نو زندہ کیے گئے۔ ہندیوان کی بکار آمد کتابین بہی کچھ کچھ ترجمہ ہوئین۔ اسی کے عہد مین سسلی اور اسپین کی طرح بغداد بہی مسلمانون اور دیگر اقوام کے لیے دار العلوم قرار پا گیا تھا۔ یا یون کہیے کہ آیندہ چلکر اسپین اور سسلی مین بہی بغداد ہی کی تقلید ہوئی۔

ہارون رشید نے تمام بلاد اسلام کا انتظام کیا۔ سڑکین بنائی گئین۔ ڈاک کا انتظام کیا گیا۔ نامہ بر کبوترون کی ڈاک بہی قائم کی گئی۔ جس طرح آج کل یورپ مین ڈاک کا صیغہ نہایت اہم خیال کیا جاتا ہے۔ بغداد مین بہی اسی طرح اس صیغہ کا بڑا اہتمام کیا گیا تھا اور بغیر اسکے اتنی وسیع سلطنت کا جسکی نظیر بدو عالم سے آج تک نہین ملتی انتظام بہی تو نہین ہو سکتا تھا۔

ڈاکٹر گستاولی بان نے مسلمانون کے علم دوست ہونے کے متعلق لکھا ہے

کرنے عربوں مین علم حاصل کرنے کی خواہش اسدرجہ تھی کہ خلفاے بغداد ہر ایک ملک
سے دنیا کے مشہور علما اور اہل کمال کو اپنے دارالسلطنت مین جمع کرتے تھے۔
ایک خلیفہ نے تو شہنشاہ مشرق سے محض اس غرض سے اعلان جنگ کیا کہ وہ
ایک مشہور رضی...س کو بغداد مین درس دینے کے لیے بھیجنے پر مجبور ہو جائے"۔

ہارون رشید کی فوجی قوت کا اندازہ اُس خط سے ہو سکتا ہے جو اُس نے
یونان اور روم کے بادشاہ نیسی فورس قسطنطنیہ کو لکھا تھا۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ہارون الرشید امیر المومنین کی طرف سے بنام رومی کتّے
نیسی فور کے۔ او کافر کے بچے مین نے تیرا خط پڑھا میرے جواب کا متوقع نرہ۔ تو دیکھ
لے گا کہ کیا ہوتا ہے"۔ شاہ قسطنطنیہ جو یونان اور روم کا جانشین ہوتا تھا خلیفہ بغداد
کو خراج دیتا تھا۔ شاہزادی ایرنی شاہ قسطنطنیہ کو نیسیفورس نے قید کر لیا اور خود
تخت پر بیٹھ کر ہارون الرشید کو لکھا کہ اب مین آیندہ خراج نہ دونگا۔ اُسکے جواب مین
ہارون الرشید نے وہ خط بھیجا جسکا ذکر اوپر آیا۔ خط کی عبارت کسی قدر غیر مہذب ہے
اُس زمانہ کی حالت کے مطابق یہ تحریر چندان بےموقع نہ تھی لیکن عربون کی سی
مہذب قوم کے لیے بہت ہی بدنما تھی۔ بظاہر خلیفہ کی اسقدر تیز تحریر کی وجہ یہ تھی
کہ نیسی فورس خود عیسائیون مین نہایت بیرحم اور بُرا خیال کیا جاتا تھا۔ اسنے بغاوت
کے ذریعہ سے قسطنطنیہ پر قبضہ کیا تھا اور پھر خلیفہ سے بھی مُنہ آنا چاہا۔ خلیفہ نے
اُسے مُنہ لگانا پسند نہین کیا اور بجاے جواب لکھنے کے درشت الفاظ مین اطلاع
تحریری بھیجدی کہ فوج جاتی ہے۔ غرضکہ ہارون الرشید کی فوج نے تمام ملک کو
زیر و زبر کر ڈالا اور نیسی فورس کو خراج دینا ہی پڑا۔ اگر مسلمانون کی تہذیب دیکھنا ہے

تو چارلس شہنشاہ فرانس کے ساتھ جو برتاؤ ہارون الرشید کا ہوا اُسے پڑھنا چاہیے
ہارون الرشید اور مامون رشید کے زمانہ مین سرحد چین سے بحر اٹلانٹک تک
مسلمانون کی حکومت تھی۔ یورپین مورخ لکھتے ہین کہ یہ ملک نہ فقط قوت مین بلکہ
تمدنی ترقی مین بھی تمام دنیا پر فوقیت رکھتا تھا۔

خلفاے عباسیہ کا خاندان بغداد مین بطور پیشواے مذہب کے ساتوین صدی
تک قایم تھا۔ اسکا خاتمہ ہلاکو خان بادشاہ مغل کے ہاتھ سے ہوا۔ معتصم باللہ آخر خلیفہ
بغداد مارا گیا۔ شہر مین قتل عام ہوا۔ دولت لٹی۔ کتابین کچھ جلا دی گئین کچھ دجلہ
مین پھینک دی گئین۔ قطب الدین حنفی لکھتے ہین کہ دجلہ مین اتنی کتابین پھینکی
گئین کہ آمد و رفت کے لیے وہ پل بن گئین اور تمام پانی سیاہ ہو گیا۔

ڈاکٹر گستاولی بان لکھتے ہین کہ خود ہلاکو خان جس نے بغداد لوٹا اور آخیر عباسی
خلیفہ کی لاش شہر کی فصیل سے لٹکائی عربون کی حیرت انگیز ترقی سے جو اُسکی
نظرون مین ایک نئی چیز تھی اسقدر تعجب مین آیا کہ خود اسکا حامی اور محافظ بن گیا۔ مغلون
نے عربون کے مدارس مین علوم حاصل کیے اور اُنکے مذہب اور اُنکے تمدن کو
اختیار کیا۔

حضرت عمرؓ خلیفہ دوم کے عہد مین عمرو بن عاص کی سپہ سالاری سے مصر فتح ہوا
ہوا تھا۔ مصر کو جس طرح مسلمانون نے فتح کیا اور جیسا اچھا برتاؤ اُسکے باشندون کے
ساتھ کیا اُسکے متعلق تمام یورپین مورخ رطب اللسان ہین۔ ڈاکٹر گستاولی بان لکھتے
ہین کہ مذہب۔ قانون اور رسوم و رواج کی آزادی کے بدلے اور نیز انکی حفاظت
اور امن و امان کے بدلے جسکا اطمینان دلایا گیا گیارہ روپیہ فی کس جزیہ طلب کیا

یہ شروط نہایت آمادگی سے منظور کرلی گئین - صرف اُن باشندون نے جو یونانی تھے اور جنمین سپاہی سرکاری ملازم اور پادری شامل تھے اس شرط کو نامنظور کیا اور اُنھون نے بھاگ کر اسکندریہ مین پناہ لی جسکا محاصرہ عربون نے چودہ مہینے تک کیا اور اس مدّت مین تیس ہزار عربون کی جانین تلف ہوئین - باوجود اس نقصان عظیم کے عمرو شہر کے باشندون کے ساتھ نہایت ملائمت سے پیش آیا - اُسنے اُنکے کل بغاوت کے فعلون کو معاف کردیا اور اُنکا عذر قبول کرکے دلجوئی کرنے کی کوشش کی - اُسنے نہرون اور بندرون کی مرمت کی اور زر خطیر عمارات اور ابنیہ مین صرف کیا - کتب خانہ اسکندریہ کے جلانے کا جو الزام عمرو پر لگایا جاتا ہے مین اُسکی بابت اسی قدر کہون گا کہ اس قسم کا وحشیانہ فعل عربون کے اوضاع و عادات کے اسقدر خلاف تھا کہ تعجب ہوتا ہے کہ اس قسم کی مہمل کہانی لتنے دنون تک رایج رہے اور قبول کی جائے - ہمارے زمانہ مین اس واقعہ کی تردید ایسی عمدہ طور پر ہوگئی ہے کہ اسپر زیادہ بحث کی ضرورت نہین - نہایت آسانی کے ساتھ اور بہت ہی صاف اور صریح حوالون کے ذریعہ سے ثابت ہوسکتا ہو کہ عربون سے بہت پہلے خود عیسائیون نے اسکندریہ کے بُت پرستون کے کتب خانون کو اُسی اہتمام کے ساتھ برباد کردیا تھا جس اہتمام کے ساتھ اونھون نے اُنکی مورتین توڑ ڈالی تھین اور اسوجہ سے عربون کے زمانہ مین کتابین باقی ہی نہ تھین جو جلائی جاتین ؟

جس طرح انگریزون نے ہندوستان مین شروع شروع اور اب بھی رسم و رواج مین بالکل مداخلت نہ کی ملک کو ملک کے دستور پر چھوڑا بالکل لیسا ہی

برتاؤ مسلمانون نے مصر مین کیا تھا اور جس طرح انگریزون نے شروع شروع دستور ملکی مین رسم ستی بند کیا اُسی طرح مسلمانون نے مصر کا یہ دستور بند کیا کہ ہر سال ایک جوان خوبصورت ناکتخدا لڑکی اپنے والدین سے بجبر لیجاتی تھی اور دریاے نیل مین وہ اسلیے پھینک دی جاتی تھی کہ دریاے نیل اپنے سیلاب مین جسپر ملک کی مرفہ الحالی مبنی تھی بخل نہ کرے۔

یہ امر بھی تاریخون سے ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ ہی کے زمانہ مین عیسائیون کا بطریق مسلمانون کی طرف سے مقرر کیا گیا اور مسلمانون کے شہر مین بھی عیسائیون کو کلیسا بنانے کی اجازت دی گئی۔ مسلمانون پر یہ الزام کہ وہ دوسرون کی عبادتگاہونکا گرانا واجب سمجھتے تھے بالکل ہی غلط ہوا جاتا ہے۔

مصر سے مسلمان تجارت کی وجہ سے نہایت ہی ہمدردی اور مسلمانون کے عہد مین انکا تمول بے مثل ہو گیا تھا۔ اسوقت شاید کوئی ملک اسقدر مالدار نہ تھا اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ دنیا کی تمام تجارتون کے ٹھیکہ دار تھے۔ شمال کے تمام جہاز مصر مین رکتے تھے اور جنوب کے بھی تمام جہاز مصر کے بندرون مین پہونچتے تھے۔ نہر سویز نہ تھی اور نہ دوسری قومون کی مداخلت تھی۔ مصر کے بادشاہ اس طرح تمام دنیا کی تجارتون پر حکمرانی کرتے تھے۔ ۔ مصری عرب خود بھی ملک التجار رہتے تھے۔ اس تجارت مین تنزل واسکو ڈاگاما کی وجہ سے ہوا جس نے کیپ آف گڈ ہوپ سے ہوکر ہندوستان سے ۔ مالابار مین اپنا جہاز پہونچایا۔ اس نئے راستہ نے مصر کے تمولون کو نقصان پہونچایا۔ عربون نے بہت زور لگایا کہ پرتگیزون کو ہند مین جمنے نہ دین لیکن پرتگیزون کو وہ ہرگز نہ روک سکے اور یہی وہ زمانہ ہے

کہ عربون کی بحری تجارت مین پرچگیز رقیب ٹھہرے - اور پرچگیزیون کی دیکھا دیکھی یورپ کی اور قومین بھی جہازرانی مین بڑھنے لگین اور عرب بحری تجارت مین گھٹنے لگے -

اسپین کے باشندون کے ساتھ عربون نے وہی سلوک کیا جو اُنھون نے شام اور مصر مین کیا تھا اُنکا مال اُنکے کلیسے اُنکے قوانین آئین دیے اور یہ روا رکھا کہ اُنکے ہمقوم حکام اُنکا انصاف کرین - اور ایک خفیف سالانہ جزیہ اُنپر مقرر کیا جو امرا سے ایک دینار سرخ اور غربا سے نصف دینار تھا - یہ شرائط اسقدر نرم تھے کہ رعایا نے بخوشی اُنکو قبول کر لیا -

عربون نے اندلس مین فتوحات ختم کرنے کے بعد ملک کے تمدن پر نظر کی - زراعت مین ترقی کی - سڑکین بنائین - مدرسے قایم کیے - تحقیقات علمی کے مقامات بنائے - یونانی کتابون کے ترجمہ شایع کرکے مثل بغداد کے ان علوم قدیمہ مین از سر نو جان ڈالی - حرفت اور تجارت کا بھی ایسا ہی زور و شور رہا - معدنیات - اسلحہ - ریشمی کپڑے - شکر اور مدبوغ چمڑے یہان سے دوسرے ملکون مین بکثرت روانہ کیے جاتے تھے - عربون مین زراعت کی صلاحیت تمام کامون سے بڑھ کر تھی - اسوقت تک اسپین مین آبپاشی کے ذرایع مسلمانون کی یادگار ہین گو اسپین مسلمانون کے چلے جانے کے بعد ویران ہوگیا ورنہ مسلمانون کے عروج کے زمانہ مین یہ ملک تمام یورپ پر فوق رکھتا تھا - یورپ کے مختلف لوگ یہان آکر علوم پڑھتے تھے - دور دور کے بادشاہ یہان کے اطبا سے علاج کرنے آتے تھے اور عربون کی تہذیب پر بھروسہ رکھتے تھے -

مذہبی تعصب اسپین کے عربون مین بالکل نہ تھا۔ عیسائی نہایت آرام سے رہتے تھے۔ عیسائی سلطنتون مین یہودیون کو تکلیف تھی اسلیے وہ بھی ہر جگہ سے آکر اسپین مین بکثرت آباد ہو گئے تھے۔ مسلمان نصرانی عورتون سے برابر بیاہ کرتے تھے۔ عبدالرحمن ثالث شاہ اسپین کی مان نصرانیہ تھی۔ غرضکہ چند صدیون مین عربون نے اسپین کو علمی اور مالی ترقی کے لحاظ سے بدل دیا اور اُسکو یورپ کا سرتاج بنا دیا۔ محض مالی اور علمی اعتبار سے نہین بلکہ اخلاقی اعتبار سے بھی کہ عیسائیون کو اُنھون نے ایک بیش بہا خصلت انسانی سکھائی۔

مسلمانون کے میل جول سے قبل یورپ کی بہادری وحشیانہ حالت مین تھی فطرت انسانی کی عزت نہ کرنا وہ بہادری سمجھتے تھے۔ جنگ ڈویل اب تک اُس بہادری کی یادگار ہے۔ عربون کی بہادری باقاعدہ تھی۔ وہ اصول سپہ گری سمجھتے تھے کمزور کا خیال رکھتے تھے۔ مفتوح کے ساتھ مہربانی کرتے تھے۔ عہد وپیمان کا ازبس خیال رکھتے تھے۔ یورپ کے عیسائیون نے انھین اسپین کے عربون سے سچی بہادری کا سبق سیکھا۔ اُسوقت کے عربون مین بہادر ہونے کے لیے دس خصلتین ضروری سمجھی جاتی تھین شمشیر زنی۔ تیر اندازی۔ نیزہ بازی شہسواری طاقت جسمانی۔ فصاحت شاعری۔ خوش اخلاقی۔ شجاعت۔ سخاوت۔ یورپین مورخ بھی معترف ہین کہ اسپین کے مسلمانون مین یہ خصلتین اعلی درجہ پر تھین۔ مثلاً اپنے زمانہ انحطاط مین مسلمان والی قرطبہ نے طلیطلہ کا محاصرہ کیا جو اُسوقت ایک عیسائی شہزادی کی حکومت مین تھا۔ اس محصور شہزادی نے ایک قاصد سے کہلا بھیجا کہ "کیا عورتون پر حملہ کرنا بہادری کا شیوہ ہے"؟ عرب سپہ سالار نے فوراً

محاصرہ اٹھا لیا۔

آجکل جو بہادری اور تہذیب فن جنگ مین پائی جاتی ہے اسکے متعلق ہونے کا فخر مسلمانون کو حاصل ہے۔ [illegible] یورپ کی بہادری زندہ آگ مین جلانا۔ کتون سے یا اور درندے جانورون سے انسان کو ہلاک کروانا وغیرہ وغیرہ تھی۔ قساوت قلبی کا نام گویا بہادری تھا۔ اسکو بخوبی سمجھنے کے لیے [illegible] یورپ کی بہادری "فصل ہشتم کتاب ہذا" دیکھنا چاہیے۔

مصر بسبب غلامون کی تجارت کے ہی زمانہ اسلام مین مالدار تھا۔ بربر اور افریقیہ کے غلام اکثر [illegible] فروخت [illegible] مین [illegible] کیے جاتے تھے [illegible] تو ایسے گورے غلام نہین [illegible] آزاد [illegible] غلامون کی تجارت معروف [illegible] مسلمان [illegible] تجارت کرتے تھے لیکن اس اعتبار سے کہ تمام بحری تجارت پر حکومت ایک زمانہ مین مسلمانون کو حاصل تھی۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ غلامون کی تجارت پر بھی انکی حکمرانی تھی [illegible] مسلمانون نے اپنے زمانہ حکومت مین تمام دنیا پر مختلف احسانات کیے ہین جہان سیکڑون فائدے پہونچانے وہان یہ ایک نقصان بھی سہی۔ نہین [illegible] مسلمان اس بارے مین بھی فائدہ پہونچاتے تھے مسلمانون مین غلامی مذہباً بہت ہی محدود حالت مین تھی "اسلام اور غلامی" مین تفصیلی خیالات ظاہر کیے جائینگے۔ یہان غلامی ان [illegible] مین [illegible] جاتی ہے جو مسلمانون نے اپنے عہد حکومت مین برابر جاری رکھی۔ مسلمان ملکی لڑائیون مین غیر قوم کو جب قید کرتے تھے تو انکو جیل خانہ مین نہین رکھتے تھے بلکہ معاوضہ جنگ یا معاوضہ شخصی لیکر چھوڑ دیتے تھے یا ثواب عاقبت کے لیے آزاد کر دیتے تھے کیونکہ

گئی ہے ورنہ عرصہ تک یہ جائز کمائی سمجھی جاتی تھی۔ مسلمان اپنے عروج یا انحطاط
کے زمانہ مین اس قسم کے قزاق نہ تھے۔ شخصی بحث نہین ہے بلکہ قومی شعار کا تذکرہ
ہے کہ انکی قوم نے کبھی اسکو جائز نہین رکھا۔ ان بحری قزاقون سے مسلمان بردہ
ضرور خرید کرتے تھے۔ لیکن یہ خریداری اعانت بالواسطہ سے الگ کرکے دیکھی جائے
تو غلامون کے ساتھ بے انتہا سلوک کرنا تھا۔ ایک طور پر اور بھی یہ مسلمان نوع انسانی
کے محسن تھے کہ جب کبھی وحشی قومین باہم لڑتی تھین تو وہ قیدیون کو محض اسلیے ہلاک
نہین کرتی تھین کہ مسلمانون کے ہاتھ انکو فروخت کرنے سے زر نقد وصول ہوتا تھا۔
کچھ قومین ایسی بھی بیان کی جاتی ہین جو اپنے دشمنون کو کھا جاتی تھین وہ مردم خوار
قومین بھی طمع زر سے بجاے کھانے کے مسلمانون کے ہاتھ اپنے غلام بیچ ڈالتی
تھین۔ اسوقت اس مہذب زمانہ کا ذکر نہین ہے۔ انگلستان نے اور اُسکی دیکھادیکھی
تمام یورپ نے غلامی اُٹھاکر نوع انسانی پر بیشک بڑا احسان کیا ہے۔ لیکن جس زمانہ
کا ہم ذکر کرتے ہین اُس زمانہ مین مسلمانون نے غلامون کی تجارت قایم رکھکر بھی نوع
انسانی پر ویسا ہی احسان کیا تھا جیسا کہ اب بردہ فروشی بند کرنے سے کیا جاتا ہی۔

اسپین مین فن تعمیر بہت زیادہ رونق پر تھا۔ مسلمانون کے وقت کی عمارتین عیسائیون
نے خراب کر ڈالین اور اب خود انکو اسکا افسوس ہے۔ بچی بچائی عمارتین جو رہگئی ہین
وہ دیکھنے والون کو بے انتہا حیرت مین ڈالتی ہین۔ اسوقت پانچ پانچ چھ چھ سو برس
کی عمارتین ایسی موجود ہین کہ گویا اسی صدی مین بنائی گئی ہین۔ بہت سی عمارتین
ایسی بھی ہین جو آج تک سنگ مرمر کی سمجھی گئی تھین اور اب حال ہین پانچ چھ سو برس
کے بعد یہ معلوم ہوا ہے کہ اصلی سنگ مرمر انمین نہین لگا تھا بلکہ مصالح سے مصنوعی

سنگ مرمر بنایا گیا تھا۔

جزیرہ سسلی مین بھی مسلمانون کی حکومت تین سو برس تک تھی۔ مامون رشید کے بعد جب دور دور کے صوبہ دار خود مختار ہو چلے تو منجلہ ان خود مختار صوبہ دارون کے شمالی افریقہ کے صوبہ دار نے عربی اور بربری مخلوط النسل قوم کی ایک سلطنت قایم کی۔ یہ سلطنت بغداد اور اسپین سے الگ تھی۔ یہان کے مسلمانون نے سسلی مین تیسری صدی کی ابتدا مین لڑائی کر کے ایک مستقل سلطنت قایم کی جسمین بالآخر مالٹا سسلی وغیرہ جزائر یورپ مع جنوبی اٹلی کے شامل ہو گئے تھے۔

ڈاکٹر گستاولی بان لکھتے ہین کہ "اگرچہ مصر اور اندلس کا سا تمدن عربون نے اس جزیرہ مین قایم نہین کیا پھر بھی انھون نے یہان بڑی ترقی کی تھی۔ عربون کے زمانہ مین سسلی کی حالت علم حرفت اور اخلاق مین اُس حالت سے جو انکے جانے کے بعد رہگئی تھی بہت زیادہ عروج پر تھی"۔ سسلی مین مسلمان تین سو برس تک حاکم ہو کر رہے اور پھر سو برس تک محکوم ہو کر رہے۔ زمانہ حکومت مین یورپ بھی اُنکا باجگزار تھا اور حالت محکومی مین وہ اپنے فاتحین کے مشیر تھے۔ اٹلی اور اُسکے گرد ونواح مین انکی وجہ سے بہت کچھ تہذیب پھیلی۔

جس طرح محمود غزنوی کے حملون نے ہندوستان مین مسلمان کو بدنام کیا اسی طرح بربری مسلمانون کے حملون نے شروع شروع سسلی مین مسلمانون کو ضرور بدنام کیا۔ مصر۔ شام۔ اسپین۔ بغداد کی طرح رعایا کی دلجوئی مین انھون نے وہ نمونہ نہین دکھلایا جسکے لیے وہ مشہور تھے۔ اسکی وجہ صرف یہ تھی کہ سسلی مین مستقل حکومت قایم کرنے کا ارادہ مسلمانون نے نہین کیا تھا اور اسلیے وہان اُنکی گورنمنٹ بہت مہذ

نہ تھی۔ لیکن تاہم بھی ان مسلمانون کی گورنمنٹ سسلی مین یورپ کی تمام ہم عصر گورنمنٹون سے اچھی تھی جسکے ثبوت مین ہم یورپ کا ایک خط نقل کرتے ہین۔

مسلمانون کا سسلی مین آنا اُسوقت ہوا تھا جب قسطنطنیہ کے گورنر شعبئہ سسلی کو ایک امیر البحر نے مار ڈالا تھا اور پھر امیر البحر کے مقابلہ مین تمام باشندے باغی ہو رہے تھے مسلمان یہان پر امیر البحر کی مدد کو آئے تھے لیکن پھر یہین رہ گئے جب تک یہ یہان تھے سسلی کو اپنا وطن نہین سمجھے اور نہ زیادہ مستقل حکومت قایم کی اور اسیلیے بالآخر یہان کے عیسائیون نے نارمن سے بمقابلہ عربون کے مدد چاہی۔ نارمن نے مسلمانون کو مغلوب کیا لیکن وہ باوجود عیسائی ہونے کے عیسائیون کے حق مین عربون سے بھی سخت تر ثابت ہوئے۔ اس بلا کو خود عیسائیون نے بلایا تھا سب سے زیادہ ثابت ہوا یہ نارمنون کی دشمنی عربون کی دشمنی سے بدتر سے بدتر سے تو انھون نے پوپ سے پناہ مانگی۔ پوپ نے بہت کوشش کی بالآخر نارمنون سے کفر کا فتوی دیا۔ لیکن اس جنگ جو قوم نے اپنی قوت کا سوت کے ساتھ ایک بھی نہ سنی۔ اخیر مین پوپ نے شاہ قسطنطنیہ کے نام ایک چٹھی بھیجی جو ذیل مین ہے۔

لیو نہم پوپ روم کی چٹھی شاہ قسطنطنیہ کے نام

"میرے بیٹے آرگیل! روس کے ایلچیون کی داستان سُنکر میرے دل کو سخت صدمہ ہوا۔ نارمنون کی خودسری اور شرارت۔ انکا ظلم وجور بلکہ اس سے بھی بدتر سے دیکھ کر مین نے ارادہ کرلیا کہ اطالیہ کو ان اغیار کے ظلم سے نجات دون۔ نارمن طیش کی حالت مین کسی چیز کو نہین مانتے۔ وہ عیسائیون کا گلا کاٹتے مین اور انپر انواع واقسام کے تشدد کرتے ہین۔ یہ انسانیت سے اسدرجہ گذرے ہوئے ہین کہ نہ تو عورتین عمر کا

پاس ہے اور نہ مرد و زن کا۔ یہ اولیا کے کلیسون کو لوٹ لیتے ہین۔ ان مین آگ لگا دیتے ہین اور اُنکو برباد کر دیتے ہین۔ ہر ایک چیز کو وہ لوٹتے ہین۔ مین نے اُنہین بارہا ملامت کی ہے۔ اُنہین روکا ہے ان سے منت و سماجت کی ہے۔ انہین خوف خدا دلایا ہے لیکن کیا اچھا کسی عقلمند نے کہا ہے کہ جسے خدا گمراہ کرے وہ کبھی راہ پر نہین آتا اور دیوانہ باتون سے نہین مانتا۔ اب مین نے بہ مجبوری ان ناقابل برداشت اغیار کے ساتھ لڑنے پر کمر باندھ لی۔ اور یہ لڑائی جائز اور متبرک لڑائی ہی کیونکہ مین اسکو حفاظت دین اور حفاظت خلایق کے لیے اختیار کرتا ہون"

شاہنشاہ قسطنطنیہ نے کچھ خیال نہین کیا تو دوسرے بادشاہان یورپ کے پاس اُسنے چٹھیان بھیجین۔ جب کسی نے سماعت نہ کی تو اُسنے خود بڑے اہتمام سے لڑائی کی اور بالآخر نارمنون کے ہاتھ قید ہوا اور بڑی بڑی سخت شرطون کے بعد چھوٹا۔ اب یہ وہ زمانہ آیا کہ سسلی اور اُسکے گرد و نواح کے جزائر جو نارمن کے قبضہ مین تھے اور جو مسلمانون کے قبضہ مین تھے۔ نارمنون کے مظالم اپنے ہمذہب عیسائیون کے ساتھ کھلے کھلے طور پر تھے۔ خانقاہون کو لوٹنا۔ راہبون کا قتل کرنا انکے لیے معمولی بات تھی۔ بالآخر وہ لوگ بھی عادی ہو گئے تھے۔ نارمنون نے جہان پایا راہبون کو قتل کیا اور راہبون نے جہان نارمنون کو نماز پڑھتے ہوئے پایا مار ڈالا۔ مسلمانون کی خانہ جنگیون نے جس طرح آگے چل کر مسلمانون کا خاتمہ اسپین مین کیا اُسی طرح سسلی مین بھی مسلمانون کی سلطنت کا خاتمہ [illegible] مین ہوا۔ لیکن مابعد کے عیسائی بادشاہون نے مسلمانون کے صلاح و مشورہ سے اُنکے تمدن اور حکومت کے قاعدون کی پابندی کے ساتھ عرصہ تک سسلی مین حکومت کی اور اسی طرح

مسلمانون کے تمدن کا بہت بڑا اثر عیسائیون پر پڑا۔ بعض مورخون نے بغداد اور اسپین کے مسلمانون کی طرح سسلی کے مسلمانون کو بھی حسن معاشرت اور طریقہ تمدن سکھانے مین یورپ کا اُستاد مانا ہے۔

فرانس مین بھی مسلمانون کی عملداری دُوسو برس تک تھی۔ عبدالرحمن نے نصف فرانس تک فتح کر لیا تھا اور ٹوڈر کی لڑائی مین چارلس مارٹل نے مسلمانون کے بڑھنے کو روکا۔ یا یون کہیے کہ چارلس مارٹل کے مقابلہ کرنے کے بجاے مسلمان یہ مناسب سمجھے کہ مال غنیمت کو وہ اسپین تک پہونچا دین۔ چارلس مارٹل کے مقابلے کو بعض یورپین مورخ مسلمانون کے سیلاب بلا کا روکنا تصور کرتے ہین۔ اور بعض مورخ سیلاب رحمت کا روکنا خیال کرتے ہین۔ اسپین مین تہذیب کا ستارہ صدیون تک چمکتا رہا اور بمقابلہ اسپین کے تمام یورپ جہالت کی تاریکی مین پڑا ہوا تھا۔ یہ ایک امر مسلمہ ہے۔ اب بعض خیال کرتے ہین کہ اگر مسلمان اور بھی بڑھتے تو مثل اسپین کے اور حصئہ یورپ کے بھی روشن ہو جاتے یعنے شمالی یورپ تاریکی مین نرہتا اگر چارلس مارٹل مسلمانون کا بڑھنا روک نہ دیتا۔ صائب الراے مورخین کا یہ قول ہے کہ ٹوڈر کی لڑائی مسلمانون کے رُک جانے کے لیے محض ایک حیلہ تھی۔ مسلمان شمالی فرانس اور نیز اُسکے اور شمال یورپ مین جانا پسند نہین کرتے تھے۔ سرد آب و ہوا ان کو ناپسند تھی اور وہ اسی وجہ سے آگے نہین بڑھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دو صدیون تک فرانس جنوبی پر قبضہ اسپین کے مسلمانون کا اُسی طرح تھا جس طرح قطب الدین ایبک سے قبل سلاطین غور و غزنی ہند کی بادشاہت کرتے تھے یعنے انکی حیثیت فاتحین گورنمنٹ کی تھی اور ملک کی تمدنی حالت سے اُنکو دلچسپی نہ تھی۔ اسلیے عرب کے

تمام ممالک مفتوحہ مین صرف جنوبی فرانس ایسا ملک ہے جسپر مسلمانون نے اپنی تمدنی برکت بہت کم پھیلائی ہے - لیکن پھر بھی جنوبی فرانس مین مسلمانون کی بدولت بہ نسبت شمالی فرانس کے صنعت و حرفت اور تجارت مین زیادہ تر ترقی تھی - اس سے انکار نہین ہوسکتا کہ اسپین سے اول اول اکتساب علوم کرنے کی وجہ سے تمام فرانس مین رفتہ رفتہ روشنی پھیلی اور مسلمانون کے زوال کے بعد عیسائی سلطنتون مین فرانس ہی نے اول اول مہذب گورنمنٹ کا خطاب حاصل کیا -

خلاصہ یہ کہ مسلمانون نے جتنے ممالک فتح کیے وہ عموماً دو قسم کے تھے ایک تو وہ جنمین کسی زمانہ مین مہذب قومون کی حکومتین رہ چکی تھین - دوسری وہ جہان مہذب قوم کا کبھی سایہ بھی نہ پڑا تھا - پہلی قسم کے ممالک مین بجز ارکین دولت کے اور سب کے سب از قسم بہایم سمجھے جاتے تھے گویا ارکین دولت کی آسایش اور آرام بہم پہونچانے کے لیے وہ مواشی تھے - اور دوسرے قسم کے ممالک کے باشندے آزاد تھے - مگر انکی آزادی بہایم سے کم نہتھی جیس طرح جنگلون مین مواشی کے گلے چرتے پھرتے ہین اُسی طرح ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے الگ زندگی بسر کرتا تھا اور مُٹ بھیر ہوجانے کی حالت مین درندون کی طرح آپس مین لڑتا تھا - مسلمانون کے احسانات اگر بالاختصار بیان کرنا چاہین تو اتنا کہنا کافی ہے کہ پہلے قسم کے ممالک کو یعنے شام - مصر - اسپین - فرانس - اٹلی - جزائر متعلقہ اٹلی - ارمن روم - ایران - افغانستان اور ہندوستان کو اسلام نے غلامی سے آزاد کردایا - اور دوسرے قسم کے ممالک یعنے افریقہ - ترکستان - تاتار خاص - چینی تاتار - مجمع الجزائر وغیرہ کے باشندون کو حیوان سے انسان بنایا

یورپ کے باشندون کے ساتھ تو مسلمانون نے اتنا بڑا احسان کیا کہ خود کو بھی
اُنکے مقابلہ مین نیچا کر دیا - چین ایک ایسا ملک ہے جو ہمیشہ مُہذب ملک سے
دور رہا - غیر ملکون کی تہذیب کا سایہ بھی اُسپر کبھی نہین پڑا - وہان کے باشندے
بقدر ضرورت حرفت و صنعت شروع سے جانتے ہین اور جتنا جانتے ہین اُسپر
ہمیشہ قانع رہے - مذہبی خیال مین وہ ہمیشہ بودے رہے اور اسیلیے اپنے
ملک سے باہر کبھی وہ اپنی روشنی نہ دکھا سکے - بودھ مذہب نے وہان پہونچکر اپنا
قبضہ اسلیے کر لیا کہ اسکے قبل وہان کوئی مذہب نہ تھا - بودھ مذہب اعلیٰ مذہب
نہین ہے - مذہب کے دو حصے ہین (۱) ایک اعلیٰ قوت سے اپنے کو نیچا سمجھنا -
(۲) تمام دیگر قوتون سے اپنے کو اعلیٰ سمجھنا - مذہب اسلام مین یہ دونون اجزا
موجود ہین - لیکن بودھ مذہب مین صرف دوسرا جزو ہے - ان اجزا کی تفصیل
ہم علمی مباحث کے باب مین بیان کرینگے یہان ہم صرف یہ کہتے ہین کہ چین
مین مسلمانون کے ذریعہ سے یہ پہلا جزو بھی پہونچا - چینیون نے جو اسکو اتنے
روز تک قایم رکھا اسمین مسلمانون کے میل جول کے برکات کو بھی بڑا دخل تھا -
پروفیسر بریلیف نے جو خیالات مسلمانان چین کی نسبت ظاہر کیے ہین ہم نے اس
کتاب کے صفحہ ۲۴۸ مین اُسکا ترجمہ نقل کیا ہے اُسکے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ
کہ چین مین مسلمانون نے کیا کیا اور کیا کر رہے ہین - باشندگان ہندوستان کے ساتھ
مسلمانون نے جو احسانات کیے ہین وہ بھی کچھ کم نہین ہین - مسلمان جسوقت یہان
آئے چھوٹون پر بڑون کے مظالم بہت بڑھے ہوئے تھے - پرستش نہایت سادہ
تھی - عورتون کے حقوق بالکل پامال تھے - مذہبی سختیان بہت زیادہ پھیلی ہوئی تھین

نیا امت مین تاریکی تھی ہجرباشندے مسلمان ہوگئے انکا تو کچھ ذکرہی نہین جو مسلمان
نہین ہوئے انکی حالت نے بھی ہر اعتبار سے مسلمانون کے عہد مین بہت زیادہ ترقی
کی۔ اب بھی مسلمانون کی آبادیون مین جو ہندو بستے ہین اُنکے اطوار اور طرز ماند و بود اُن
ہندوؤن سے جنکو مسلمانون کی صحبت نصیب نہین ہوئی کہین زیادہ مہذب و شایستہ
ہین۔ بحث اور حجت کی ضرورت نہین ہے ایک سرسری خیال تمام باشندگان ہند
کی حالت کا کیا جائے تو بخوبی سمجھ مین آجائے گا کہ ہم کیا کہتے ہین۔ مگر اس خیال کے
وقت دہ صور مین علٰحدہ رکھی جائین جنکو انگریزی تعلیم نے درست کر دیا ہے۔ غرضکہ
کوئی تسلیم کرے یا نکرے مسلمانون کے جو احسانات عالم پر ہین وہ از قسم بدیہات ہین

فصل سیزدہم

جنگ صلیبی

جنگ صلیبی نے بھی انتہا کی تہذیب یورپ مین پھیلائی اور یہ تہذیب مسلمانون سے
اکتساب کی گئی ہے مفصل بیان ذیل مین پڑھنا چاہیے۔

جنگ صلیبی دنیا کے اہم واقعات سے ہے۔ دو سو برس تک یورپ کے تمام
عیسائی اپنی متفقہ قوت کے ساتھ شاہان مصر اور شام سے لڑتے رہے کہ فلسطین۔
بیت المقدس کو مسلمانون سے چھڑالین۔ لیکن بالآخر وہ ناکام رہے۔ ان لڑائیون
کو کروسیڈ کہتے ہین جسکا ترجمہ "جنگ صلیبی" ہے۔

دوسری صدی ہجری مین شارلیمن نے ہارون الرشید سے عیسائیون کے
لیے فلسطین کی زیارت کی اجازت لی تھی اور ہارون الرشید نے نہایت خندہ
پیشانی سے اسے منظور کیا تھا۔ اسکے قبل مسلمانون کے فتوحات کی ابتدا تھی

عیسائی جلتی ہوئی آگ میں کودنا پسند کرتے تھے اور ایک طرح پر زیارت کا خیال ہی اُنکے دل سے نکل گیا تھا لیکن امن قایم ہونے پر جس طرح شارلمین کی درخواست پسندیدہ تھی اُسیطرح ہارون الرشید کی اجازت بھی مقتضاے انسانیت تھی جبتک عربون کا زمانہ تھا زیارت مین نہایت سہولت ہوتی تھی۔ کچھ تو عربون کا رعب تمام یورپ پر اس طرح چھایا ہوا تھا کہ عیسائی زایرین اعتدال سے بڑہ نہین سکتے تھے اور کچھ عربون کا طرز تمدن اس قسم کا تھا کہ عیسائیون کے خلاف مزاج کوئی بات ہو نہ سکتی تھی۔ سوءاتفاق سے دونون باتون مین انقلاب پیدا ہوا۔ فرانس سے مسلمانون کی حکومت اُٹھ گئی۔ سسلی مین مسلمان عیسائیون کے محکوم ہوگئے۔ ایشیا مین اسلامی سلطنت کے ٹکڑے ہوگئے۔ یہ حالت دیکھ کر عیسائیون کا دل بڑھا اور وہ مسلمانون کی نسبت سمجھنے لگے کہ یہ ایسی قوم نہین ہے کہ کسی طرح مغلوب نہو سکے۔ اب زائرین بیت المقدس ذرا شان و شوکت سے آنے لگے۔ یہان عربون کی حکومت اُٹھ چکی تھی۔ ترکمانون مین عربون کی سی سیر چشمی ان معاملات مین نہ تھی وہ عیسائیون کی آزادی دیکھ نہین سکتے تھے۔ رفتہ رفتہ زائرونکی بھی نوعیت بدل گئی۔ اب وہ بڑی تعداد مین آنے لگے۔ انکا آنا گویا ایک فوج لیکر ملک پر حملہ کرنا تھا۔ پوپ نے بڑے بڑے گناہون کا کفارہ زیارت بیت المقدس قرار دیا تھا اسلیے ان زایرین مین بڑے بڑے جرایم پیشہ ہوتے تھے اور مذہبی خیالات کے لوگ کم ہوتے تھے وہ جب اپنے غول سے آتے تھے تو ایسے ہی آزاد ہوتے تھے جس طرح ہندوستان مین محرم کا ہر ایک تعزیہ دار ایک سپاہی ہوتا ہے۔ حاکم فلسطین نے انکی بیجا آزادی کو انسداد کیا ہے اور رفتہ رفتہ بے لطفی بڑھتی گئی۔ بالآخر پیٹر ایک شخص نے اپنے کو پیشواے مذہب بناکر پوپ سے فلسطین کو مسلمانون سے چھوڑانے کا فتویٰ لیا اور تمام یورپ کو متفق کرکے

بیت المقدس کے لیے لڑنے پر آمادہ کیا۔ اس تحریک کی وجہ سے بہت سی لڑائیاں
ہوئیں جنکا سلسلہ دو سو برس تک قایم رہا۔ پیٹر تو دو سو برس تک زندہ نہین رہا لیکن جو تعصبات
روز بروز بڑہتے گئے انکا دو سو برس تک قایم رہنا مستبعد نہ تھا۔ بالآخر عیسائیون نے دو سو
برس کے بعد جب خوب خیال کیا کہ ابھی مسلمان اتنے گرے ہوے نہین ہین کہ دنیا مین
انکی عظمت تسلیم نہ کی جائے۔ تب کہین سلسلہ جنگ منقطع ہوا۔

اول اول جتنی فوج عیسائیون نے جمع کی تھی کہ اگر انمین ذراسی بھی شایستگی ہوتی تو
تمام دنیا وہ فتح کرسکتے تھے۔ تیرہ لاکھ فوج سے تمام یورپ کے امرا اور سلاطین فلسطین کی
طرف چلے تھے۔ رسد لیکر نہین چلے تھے اسلیے رسد کے لیے اُنھون نے پہلے عیسائیون
ہی کو لوٹا اور اُنکے ممالک غارت کیے اور بالآخر عیسائیون کے گوشت سے اُنکو پیٹ بھرنے
کی نوبت آئی۔ اس طرح وہ کیسے کرو فلسطین تک پہونچے وہ بھی مسلمانون کے لیے بہت تھے
بالخصوص ایسی حالت مین کہ بغداد اور مصر کی نا چاقیون سے اسلامی حکومت مین بے انتہا
کمزوریان پیدا کر رکھی تھین۔ عیسائی فتحیاب ہوئے لیکن اُنکو اس فتحیابی سے کوئی بڑا
فائدہ نہین پہونچا بجز اسکے کہ وہ فلسطین پر ۸۸۔ برس تک قابض رہے۔ اس اثنا مین اِن
عیسائیون کی وجہ سے شام کا ملک جو حرفت صنعت اور زراعت مین بےمثل تھا پامال ہوا
اور ایسا پامال ہوا کہ پھر پنپ نہ سکا۔ مورخین لکھتے ہین کہ عربون کے تمدن کا شام سے اُٹھ
جانا شام کی بربادی کا سبب ہوا لیکن صحیح یہ ہے کہ اگر عیسائیون کے ہاتھ سے یہ ملک تباہ
نہ ہوتا تو ترک بھی اسکی حالت بدستور قایم رکھ سکتے تھے۔

مسلمانون پر یہ شکست بہت شاق گزری اور آہستہ آہستہ اُنھون نے اپنی کمی پوری
کرنا شروع کی۔ ایک مسلمان سپہ سالار صلاح الدین نے پہلے اپنے کو مصر کا مرجع بنا لیا

بغداد کا بادشاہ بناکر اور اس طرح مسلمانون کی متفرق قوتون کو یکجا کر کے شام کی مستقل حکومت اور عیسائیون کے اخراج کا ارادہ کیا۔ صلاح الدین کو فتح ہوئی اور اُسنے تمام یورپ پر ثابت کر دیا کہ مسلمان تمام قومون مین اسلیے شجاع کہے جاتے ہین کہ انمین تہذیب کا مادہ بڑھا ہوا تھا۔ عیسائیون کی سابق زیادتیان صلاح الدین کے پیش نظر تھین کہ ایک مسلمان کو بھی بیت المقدس مین عیسائیون نے زندہ نچھوڑا تھا حتی کہ عورتون اور بچون کو بھی مار ڈالا تھا۔ اور جب مارنے سے انکے ہاتھ تھک گئے تھے تو آگ مین جلا ڈالا تھا۔ لیکن اسکے عوض مین اُسنے اپنی باری مین تمام عیسائیون کے ساتھ نہایت ہی رحم کا برتاؤ کیا۔ ایک جان بھی نہین ماری بلکہ ایک خفیف رقم جزیہ کا اقرار لیکر سب کو پوری آزادی دیدی۔ اسکے بعد چھ لڑائیان اور ہوئین اور اکثر مین یورپ کی متفقہ قوتین شریک بھی ہوئین لیکن مسلمانون کو عیسائی نہ ہٹا سکے۔ غرضکہ دو سو برس تک یہ طوفان بے تمیزی برپا رہا۔ ان لڑائیون کو صلیبی جنگ کی جگہ یورپ اور ایشیا کی لڑائی کہین تو بجا ہے۔ اس دو سو برس کے عرصہ مین بہت سی باتین پیدا ہوگئین۔ مثلاً پوپ کا پیشوائے مذہب ہونا اس صلیبی جنگ کی وجہ سے عام طور پر تسلیم کیا گیا۔ فرانس اور اٹلی کی حکومت نہایت کمزور ہوگئی تھی۔ اس جنگ نے اُنکی قوتین بڑھا دین اسلیے کہ تمام چھوٹے چھوٹے امرانے اپنی اپنی جاگیرین بیچ کر لڑائی مین خرچ کر دیا چھوٹی چھوٹی جاگیرون کے مٹ جانے سے شہنشاہی کو قوت پہونچگئی۔ برخلاف اسکے جرمنی کی قوت گھٹ گئی کہ وہان خود گورنمنٹ نے بہ نسبت جاگیردارون کے زیادہ دلچسپی ظاہر کی تھی۔

اس مذہبی جنگ کے ختم ہونے پر عیسائیون مین ایک مذہب مقلدین لوتھر کا نکلا جو عیسائیون کی موجودہ حالت قابل اصلاح سمجھا۔ جنگ صلیبی کی وجہ سے عیسائی قومین قتل وخونریزی مین بہت بیباک ہورہی تھین۔ جو بیدردی مسلمانون کے مقابلہ مین پوپ کے مقلدین روا رکھتے تھے۔ اب وہی بیرحمی مقلدین لوتھر یعنے پرٹسٹنٹس کے مقابلہ مین روا رکھی گئی اور ایک عرصہ تک یورپ اپنی وحشیانہ حرکتون سے تمام عالم کو حیرت مین ڈالے ہوئے تھا۔

پرٹسٹنٹس کا مذہب قریب قریب اصول مین اُسی طرح عیسائی مذہب کی اصلاح کرتا ہے جس طرح اسلام نے چاہی تھی اور ان معنون مین اسلام کو بھی مذہب عیسوی کا مصلح کہین تو بہت ٹھیک ہے۔ پرٹسٹنٹس نے یورپ کو بہت فائدہ پہونچایا۔ یورپ نے اسلام نہین اختیار کیا لیکن اس اصلاح بغیر انکا کام بھی نہین چلا یعنے جب تک یہ مذہب انھون نے اختیار نہین کیا تھا وہ ترقی نہین کرسکے۔ محض ضد سے انھون نے اسلام نہین قبول کیا۔ لیکن جنگ صلیبی کے میل جول نے جب انپر انکی کمزوری ثابت کردی تو اسلام سے ملتے جلتے خیالات کی پیروی انھون نے مقلدین لوتھر بنکر اختیار کی۔ شروع شروع اس مذہب والون کو بہت کچھ دقتین اُٹھانا پڑین لیکن بالآخر کامیابی ہوئی اور اس کہنے مین ہمکو کوئی شرم نہین ہے کہ پرٹسٹنٹس بعض اوہام پرست مسلمانون سے مذہبی عقاید مین بہتر ہین اور یہی وجہ انکی ترقی کی ہے۔

اس جنگ صلیبی کی بدولت ایک نفع مسلمانون کو یہ بھی پہونچا کہ اُنھون نے مسلمانون کا تمدن سیکھا اور آنکی شائستگی اختیار کی سلطنت سسلی اور اسپین سے

درس گاھون مین عیسائیون کا آکر تعلیم پانا یورپ کی عام خلقت پر ایسا اثر نہین ڈال سکتا تھا جیسا اس میل جول نے ڈالا۔ تمام یورپ کے مختلف حصّون کے اہل حرفہ زراعت پیشہ اور تجارت پیشہ مسلمانون سے ملے روشن ہو کر سمی مہذب ملک مین آکر انھون نے آنکھین کھولین اور عجائبات دنیا دیکھے۔ عربون کی شاندار زندگی جو ترقی حرفت کا سبب ہوتی ہے پسند کی۔ اور مسلمانون کی خوبیون پر نظر کی اور واپس جانے کے بعد تمام یورپ مین ایک نئی تحریک پیدا کی۔ دوسو برس کی لڑائیون نے اُنکو سمجھا دیا کہ دوسری قوم پر حکومت کرنا جبتک شایستگی نہوگی ممکن نہین ہے۔ جنگ صلیبی ختم ہونے پر دُو صدیون تک یورپ نے تمام چیزون مین ترقی کرنے کے بعد محسوس کیا کہ خیالات کی ترقی بغیر قومی ترقی نہین ہو سکتی بالآخر لوتھر نے جدید خیالات قایم کیے جنمین بجز مسئلہ تثلیث کے وہ تمام باتین جو خلاف اسلام تھین خلاف عقل سمجھی گئین۔ مسئلہ تثلیث بھی بہت محدود معنون مین رہگیا اور رفتہ رفتہ اسمین بھی اصلاح ہوتی گئی۔ غرضکہ آنحضرتؐ کی تعلیم نے جو اثر قوم پر مہینون اور برسون مین کیا وہ مارٹن لوتھر کی تعلیم نے صدیون مین کیا۔ اور وہ بھی ناکمل۔ اور اب جو کچھ عیسائیون کے پاس ہے اُسکو اُنھون نے مسلمانون سے گویا وام لیا ہے۔ لیکن اسمین شبہ نہین ہے کہ وہ دنیاوی حالت مین مسلمانون سے اچھے ہین۔ اسلیے نہین کہ اُنکے قواعد مضبوط تر ہین۔ بلکہ اسلیے کہ جو کچھ اُنکے پاس ہے اُسپر وہ مضبوطی سے قایم ہین۔ ہمارے پاس سب کچھ ہے مگر ہم مین مضبوطی نہین ہے۔ اعتقادات اور خیالات کی استواری مفقود ہو گئی ہے۔

فصل نوزدہم

اخوۃ اسلامی

ایک غریب اندھے سے کسی نے پوچھا بھئی کھیر کھاؤ گے۔ اُس نے کہا
مین نے تو کبھی کھائی نہین ہے اور نہ جانتا ہون کہ کیسی ہوتی ہے۔ پوچھنے والے
نے کہا دودھ اور چاول سے بنتی ہے اور نہایت سفید ہوتی ہے۔ اندھے نے
کہا سفید کیسی۔ اُسنے کہا۔ کیا یہ بھی نہین جانتے بگلہ کے پر کی طرح سفید براق
ہوتی ہے۔ اندھے نے کہا بگلہ کیسا ہوتا ہے اُسنے کہا صلاح نشد بلا شداب
مین تمھین بگلہ کیسے سمجھاؤن۔ بگلا ایک پرند ہے بڑی گردن اوپر سے خم اور یہ کہکر
اپنا ہاتھ ٹیڑھا کیا اور اندھے کے ہاتھ پر رکھ دیا اندھے نے گویا بگلہ کی گردن ٹٹول
کر کہا۔ یہ تو بڑی ٹیڑھی کھیر ہے مجھ سے کھائی نہ جائے گی جب سے ٹیڑھی کھیر
ضرب المثل ہے۔ اس حکایت سے یہ نتیجہ صریح اخذ ہو سکتا ہے کہ جو چیز دیکھنے
سے تعلق رکھتی ہے وہ زبان کے سمجھانے سے سمجھ مین نہین آسکتی۔ خدا
نے فرمایا ہے "انما المئون اخوۃ" (مسلمان بھائی بھائی ہین) یعنے ایک مسلمان
دوسرے مسلمان کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ رکھے جیسا ایک بھائی دوسرے بھائی
کے ساتھ رکھتا ہے۔ اب جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ اُسوقت عرب مین ایک بھائی کا
دوسرے بھائی کے ساتھ کیسا برتاؤ تھا تب تک اس آیت کے معنی سمجھ مین نہین
آسکتے۔ اگر ہندوستان کے بھائیون پر خیال کرین تو آیت کا مفہوم خبط ہو جاتا ہے
یہان تو پہلے بھائی بھائی سے لڑے گا پھر کہین غیر سے لڑے گا۔ ابتدا گھر ہی
سے ہو گی۔ کیا معنی کہ اشتراک خاندان کا بُرا دستور تمام ہندوؤن اور مسلمانون

مین یکسان قایم ہے۔ پیشواے خاندان تمام دنیا کے جھگڑے بکھیڑے اپنے
سر رکھتے ہے اور دیگر اشخاص خانہ دنیا و مافیہا سے خبر نہین رکھتے اگر انکا کچھ مشغلہ
ہے تو صرف یہ کہ پیشواے خانہ کی طرف سے دل مین صد ہا کدورتین جمع کرتے
جاتے ہین اور منہ سے کچھ نہین کہتے۔ اندر ہی اندر جب خوب مواد پک لیا تو ایک مرتبہ
خانہ جنگی کی ٹھہری اور اُسکے بعد جدائی ہوئی۔ بے لڑے بھڑے پیشواے خانہ
بندگان حلقہ بگوش کو آزاد نہ کرے گا اور نہ بندگان زر کی رسگسند زر باش برادر زہر د مباش
گلو خلاصی کرے گا۔ گویا ہر ایک کو دنیا کے جھگڑون مین پڑنے کے قبل اپنے بھائی یا
اور قریبی رشتہ دارون سے جو بھائی کی مد مین ہین لڑنا فرض ہے۔ اب ایسی حالت
مین ہم کیا سمجھا سکتے ہین کہ اخوت اسلامی کی بنیاد دین اسلام نے کس بیش بہا
اصول پر قایم کی تھی۔ جب اخوۃ کی عظمت ہمارے دل مین نہین ہے تو
اخوۃ اسلامی ہم کیا سمجھین گے۔

عرب مین گو جہالت تھی لیکن اُنکے تمدن نے برادرانہ حقوق کی حفاظت
نہایت اعلی درجہ پر کی تھی۔ حالت ماند و بود اُنکی نہایت سادہ تھی۔ بالغ ہونے
کے بعد ہر ایک بھائی خود کمانے کھانے کی فکر کرتا تھا اور بیاہ شادی جب
ہی کرتا تھا کہ خود مین بار عیالداری اُٹھانے کی استطاعت پاتا تھا۔ امیر غریب
سب ہی مین ہوتے ہین اور فطرتی محبت کا مقتضا کم و بیش سب مین ہوتا ہے۔
شرکت کی وجہ سے جو دلون مین بغض اور کینہ کی گرہین پڑ جاتی ہین۔ عرب مین
انکا نام بھی نہ تھا۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کی تنگدستی مین دستگیری کرتا تھا طرفین
سے اظہار خلوص و احسانمندی ہوتا تھا۔ فطرتی محبت مین انکا طریق عمل بیحد

قوت پہونچاتے تھے۔ علاوہ اس حسن معاشرت کے ایک خاندان کو دوسرے خاندان سے یا ایک قبیلہ کو دوسرے قبیلہ سے لڑنے کی ضرورت ہوتی تھی اور اسوقت تمام اہل خاندان سردار قوم کی ماتحتی مین اپنا مرنا جینا عزت اور فخر کا باعث سمجھتے تھے۔ اگر کسی ایک کو دوسرے قبیلا کا کوئی شخص مارتا یا گالی دیتا تھا تو صرف اُسکے بھائی بھتیجے نہین بلکہ کُل قوم کے نوجوان اُسکی مدد کو ازخود کھڑے ہوجاتے تھے اور کسی قسم کا بار احسان نہین رکھتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ آج جسکی مدد کو ہم کھڑے ہوتے ہین وہ کل ہماری مدد کو اسی طرح کھڑا ہوگا۔ بھائیون کا قوت بازو ہونا عربون ہی کے تمدن مین پایا جاتا تھا۔ دوسری جگہ اسکی مثال نہین ملتی ہان اسکے قریب قریب ایک شے ہندوستان مین ہم پاتے ہین کہ مقدمہ بازی کے لیے جتنے جھوٹے گواہ چاہیے لے لیجیے۔ مشہور ہے کہ زمینداری کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے اور تنہا جھوٹ بولنے سے کامیابی نہین ہوسکتی جب تک دس پانچ گواہی دینے والے ساتھ نہ ہون۔ اسلیے ایک کا دوسرے کی طرف سے گواہی دینا کسی قسم کا احسان رکھنا نہین ہے بلکہ آپس کی تمدنی حالت کا مقتضا ہے۔

اگر اس تقریر سے عرب کے بھائیون کے باہمی برتاؤ کا نقشہ ناظرین کے ذہن مین کچھ آیا ہو تو وہ سمجھین کہ شرع محمدی نے خاندانی اخوۃ کو وسیع پیمانے پر پھیلا کر یہ حکم دیا کہ جتنے لوگ دائرہ اسلام مین آتے جائین وہ ایک ماں باپ کی اولاد یا ایک خاندان کے افراد ہوجائین۔ اُسوقت مسلمانون کا یہ سلسلہ تھا کہ ایک کلمہ گو دوسرے کلمہ گو کا جوٹھا پانی پیتا تھا۔ جوٹھا کھانا کھاتا تھا۔ انکی دولت۔ ثروت

اور ہنر کا کچھ امتیاز نہ تھا۔ امیر سے امیر ایک ادنی غریب سے فروتنی کے ساتھ پیش آتا تھا کوئی شخص دولت کی وجہ سے خود کو زیادہ معزز نہین سمجھتا تھا اگر عزت تھی تو کبرسنی کی تھی یا علم کی۔ غریب سے غریب مسلمان کی عزت تمام متمول مسلمان اُتنی ہی کرتے تھے جتنی اُسکے چھوٹے بھائی یا لڑکے کرتے تھے۔ غریب سے غریب۔ فقیہ۔ محدث یا حافظ قرآن بڑے بڑے امیرون کے دربار مین محترم سمجھا جاتا تھا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی نسبت یا عیب جوئی نہین کرتا تھا۔ ایک کو خوشحال دیکھ کر دوسرا خوشیان مناتا تھا۔ حسد کا نام بھی انمین نہ تھا۔ کسی ایک بھائی کے گھر دولت کا آنا ہر ایک عین اپنے گھر دولت کا آنا تصوّر کرتا تھا۔ غیر قومون سے اگر ایک مسلمان نے بھولے سے بھی کوئی وعدہ کیا یا کسی بات مین زبان دیدی تو تمام مسلمان اسے عین اپنا وعدہ کرنا اور اپنی زبان دینا تصوّر کرتے تھے۔ اس اخوۃ نے بے انتہا اتفاق پیدا کر دیا تھا۔ پیغمبر خدا کے زمانہ مین اور صحابہؓ کرام کے زمانہ مین اس اخوۃ نے ایسے ایسے کام بنائے کہ یورپین مورخ پڑھکر حیران ہو جاتے ہین۔ تمام باتین انکی سمجھ مین آجاتی ہین لیکن یہ بات سمجھ مین نہین آتی کہ انسان ایسے متلون خود غرض اور کمزور مخلوق کو نبی ؐ نے کس طرح اخوۃ اسلامی کی رسّی سے جکڑ کر مستقل مزاج۔ فرشتہ خصلت اور زبردست قوم بنادی تھی۔

زمانہ مابعد مین جہان سب چیزون مین ضعف آیا اخوۃ اسلامی مین بھی ضعف آیا اور اب تو صرف لفظ ہی لفظ ہے اسمین کوئی مفہوم ہی نہین ہے۔ کالبد ہے روح نہین ہے۔ مگر خدا کا شکر ہے اور ہزار ہزار شکر ہے کہ اس زمانہ انحطاط مین بھی جو اخوۃ مسلمانون مین ہے وہ اور کسی مذہب مین نہین ہے۔ آج کوئی شخص

جاپان یا چین کا رہنے والا - اسٹریلیا - برما - امریکا یا دنیا کے کسی حصّہ کا باشندہ ہمارے سامنے آکر کھڑا ہو ہم اُسکی زبان سے ناآشنا ہون - صورت اُسکی بالکل غیر مانوس ہو - کسی قسم کی مناسبت ہم سے نہ ہو - لیکن وہ صرف " لا آلہ الا اللہ محمد رسول اللہ " ہمارے سامنے کہدے تو ایک مرتبہ ہماری رگون مین اخوۃ اسلامی ضرور جوش زن ہو جائے گی - ہم اجنبیت کا خیال نکرین گے - یہ بھی نہ سوچین گے کہ وہ ہمارے لیے کوئی بلا ساتھ لایا ہے یا پیغام شادمانی سُنانے آیا ہے - رات کو اُسکے ساتھی ڈاکہ مارنے آئین گے تو یہ پھاٹک کھول کر اُنکو گھر مین بلالے گا یا ہمارے ساتھ رہکر یہ ہمکو کوئی عمدہ سبق دے گا اور ہماری حفاظت کرے گا - یہ بھی ضرور نہین ہے کہ ہم خود پکّے مسلمان ہون - ارکان مذہب جانتے ہون - اسلام سے ہمکو محبت ہو ان چیزون کی ضرورت نہین ہے - ہماری آؤ بھگت کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے کہ ہم نے مسلمان کے گھر جنم لیا ہے اور ہمارے سامنے ایک اجنبی کلمہ پڑھتا ہوا آیا کہ ہم بے سمجھے بوجھے اُس سے چمٹ جائین گے اور دسترخوان پر کھانا بچھا کر کہین گے آیئے ! بسم اللہ ہاتھ دھوئیے !! - ہم یہ نہین کہتے کہ ہم اُسکے ساتھ بیوفائی نکرین گے اگر اُسکی تقدیر مین گردش ہے تو سب کے پہلے ہم ہی اُسکی تخریب کے اسباب بھی پہونچائین گے - یہ ہماری موجودہ بُرائیون کا دوسرا رُخ ہے لیکن ایک مرتبہ ہم اپنے اظہار اخلاق سے اُسکا دل ضرور خوش کردین گے اور اگر وہ کسی غیر مذہب کا ہے اور تعصبہ کرکے ہم سے ملا ہے جب بھی ہم اُسکے دل مین ایک مرتبہ یہ جتا دینگے کہ پیغمبر کے وقت مین جو اخوۃ اسلامی کی آگ روشن کی گئی تھی اُسکی خاکستر مین اب بھی ذرا ذرا سی چنگاریان موجود ہین اور دنیا کا کوئی مذہب اس بارہ مین اس

درجہ فیاضی ہین ہے۔

آیات قرآنی

"سب ملکر مضبوطی سے اللہ کا ذریعہ پکڑے رہو اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہو اللہ کا وہ احسان یاد کرو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اور اُسنے تمھارے دلون مین الفت پیدا کی اور اُسکے فضل سے تم بھائی بھائی ہوگئے" آل عمران[1] ۱۱۔

"خدا سے موسیٰ نے کہا کہ میرے گھر والون مین سے میرے بھائی ہارون کو میرا بوجھ بٹانے والا بنا کر اُن سے میری ڈھارس بندھا اور میرے کام مین اُنکو شریک کر" طٰہٰ[2] ۲

"لے پالکون کو اُنکے حقیقی باپون کے نامون سے پکارا کرو یہی بات اللہ کے نزدیک زیادہ قرین انصاف ہے۔ لیکن اگر تمکو اُنکے باپ معلوم نہ ہون تو خیر وہ تمھارے دینی بھائی اور تمھارے دوست ہین" سورۂ[3] احزاب رکوع ۱۔

"مسلمان آپس مین بھائی بھائی ہین۔ اپنے دو بھائیون کے درمیان تم صلح کروا دیا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو کہ تم پر رحم کیا جائے" سورۂ[4] حجرات رکوع اوّل۔

"پیٹھ پیچھے ایک کو دوسرا بُرا نہ کہے کیا کوئی تم مین سے گوارا کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے یہ تو ہرگز گوارا نہ کرے گا۔ سورۂ[5] حجرات رکوع ۲۔

---

[1] واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً۔

[2] واجعل لی وزیراً من اہلی ہارون اخی۔ اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری۔

[3] ادعوہم لآبائہم ہو اقسط عند اللہ فان لم تعلموا آباءہم فاخوانکم فی الدین وموالیکم۔
عرب مین بھی تبنیت کا دستور تھا اسکو اسلام نے مٹا دیا۔ قرآن مین ہے کہ اللہ نے تمھارے لے پالکون کو تمھارے بیٹے نہین بنائے یہ تو تمھارے منہ کی بات ہے (سورۂ احزاب رکوع ۱) پھر اسکے بعد خدا نے فرمایا کہ اگر تبنیت سے لے پالک کو پکارنا ہو تو اُنکے اصلی باپ کا بیٹا کہکر پکارو ورنہ بھائی کہکر پکارو کہ وہ تمھارے دینی بھائی ہین اور تمھارے دوست ہین۔

[4] انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون۔

[5] ولا یغتب بعضکم بعضاً ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً فکرہتموہ۔

باب دوم

تعزیرات

فصل بشتم

جرایم

اسلامی تعزیرات کا اگر زمانہ حال کے مہذب ممالک کے قانون سے مقابلہ کیا جائے تو جزئیات مین بہت سے اختلاف پائے جاتے ہین۔ گو اصول مین یعنے امن قایم رکھنے کے اغراض مین دونون یکسان ہین۔ اسلام مین کوئی بات جدید نہین قایم ہوئی ہے۔ تمام باتین وہی ہین جو قبل سے مہذب قومون مین رائج تھین۔ اسلام نے ذرا عمدہ ترتیب دیدی اور اسکی پابندی سختی سے کی۔ مثلاً اس زمانہ مین زنا کوئی جرم نہین ہے اور اسلام مین یہ جرم بعض حالتون مین مستلزم القتل ہے۔ اور یہ سزا صرف اسلام نے قایم نہین کی ہے۔ دنیا کی اکثر مہذب قومون مین باوقات مختلف یہی سزا زنا کی تھی۔ اسی طرح اور بھی بہت سی باتین ہین کہ وہ اسلام مین جرم تھین اور زمانہ حال مین جرم نہین ہین۔ بظاہر اسلام کی سختی ناپسندیدہ معلوم ہوتی ہے محض اسلیے کہ اسکے خلاف سننے اور سمجھنے پر طبیعت مائل اور عادی ہو رہی ہے۔ لیکن غور کرنے سے وہ مصالح سمجھ مین آجاتے ہین جنپر یہ احکام مبنی ہین۔ موقع موقع سے انکا بیان کیا جائیگا۔

اور دوسرے چند جرایم ایسے ہین جو زمانہ حال مین سنگین ترین جرایم سمجھے جاتے ہین لیکن اسلام مین وہ اتنے سنگین نہین ہین۔ مثلاً قتل اور ضرر شدید۔ قتل عمد کی سزا قتل اور نہین تو حبس دوام جسقدر ضرورت بہ شیوع اسوقت مہذب گورنمنٹون مین لازم ہے اور اسلام

مین یہ محکوم ہے کہ مقتول کا وارث اگر کچھ ہرجہ (دیت) لیکر خون معاف کردے تو پھر قاتل کی سزا نہین ہوسکتی - ان سنگین جرایم مین اسلام کی نرمی کے وجوہ بھی موقع موقع سے بیان کیے جائین گے۔

اسمین تو ذرا شک نہین کیا جاسکتا کہ دنیا مین جب اسلامی قانون جاری تھا تو نہایت امن وامان تھی اور اس مین بھی شک نہین ہے کہ اسوقت یورپ مین علی الاعلان جہان ہین وہان بھی امن قایم ہے ایسے دو متضاد قانون اپنی اپنی جگہ پر امن قایم رکھین یہ خلاف عقل معلوم ہوتا ہے - اس بحث کا طے کرنا اسوقت ہمارا مقصود اصلی ہے۔ اس بحث کے سمجھانے کے لیے ہم طب یونانی اور طب انگریزی کا مقابلہ کرتے ہین - لایق طبیبون کے نہونے سے عمدہ دواؤن کے نہ ملنے سے جدید تحقیقات اور جدید الات کی کمی سے - علم تشریح کی محرومیت سے طب یونانی اسوقت نکمی ہورہی ہے - لیکن یہ کوئی نہین کہہ سکتا کہ طب یونانی اپنے اصول مین طب انگریزی سے بڑی ہے - گو دونون کے طرز عمل مین زمین وآسمان کا فرق ہے - طب یونانی زیادہ تر دفع اسباب کی فکر رکھتی ہے - اور طب انگریزی دفع مرض کی - کہنے کو یہ دو لفظ بہت آسانی سے کہے گئے - مگر انھین پر تمام اختلافات کی بنیاد قایم ہے - اور صحت قایم رکھنے کے لیے سچھیے تو دونون مین کچھ اختلاف نہین ہے - دونون طریقون سے مریض اچھے ہوتے ہین - اسی طرح اسلامی طریقہ سے جرایم کے اسباب کا استیصال کیا جاتا ہے اور حال کے قانون کے مطابق خود جرایم کا استیصال کیا جاتا ہے - مثلاً جتنے جرایم دنیا مین پیدا ہوتے ہین عموماً اُنکے اسباب بیشتر قریب زناکاری - شراب خواری - اشتعال دینے والے الفاظ - جھوٹے اتہامات لگانے والے بیانات ہوتے ہین - اسلیے اسلام نے

این کو جرم ناقابل راضی نامہ قرار دیا اور گورنمنٹ کو اسکا مستغیث ٹھرایا۔ چوری بھی اسی قبیل سے ہے۔

اور وہ جرم جو فی الواقع دوسرے جرایم کے اسباب نہین ہوتے انکا بدلہ لینا ضرر رسیدہ کی راے پر چھوڑا۔ زید نے اگر عمر کی اُنگلی کاٹ ڈالی تو عمر کو اختیار ہے کہ اُتنی ہی اُنگلی وہ زید کی کٹوالے۔ حتی کہ قتل مین بھی ایسا ہی ہے۔ مقتول کو تو کچھ تکلیف نہین پہونچی اُسکو ایک دن مرنا تھا مرگیا۔ تکلیف اسکے ورثا کو البتہ پہونچی۔ اب ورثا کو اختیار ہے کہ کچھ معاوضہ (دیت) لیکر قاتل کو چھوڑ دین۔ یا اپنے سامنے اُسکو قتل کروا کر دل اپنا ٹھنڈا کر لین۔

سزا دینے مین زیادہ تر خود گورنمنٹ کی غرض ہوتی ہے یعنے وہ تمام جرائم جن سے امن مین خلل پڑنے والا ہو گورنمنٹ کے مخالف ہوتے ہین۔ اگر قتل عمد اور ضرر شدید مین گورنمنٹ کا سزا دینا یقینی نہ ہو۔ اور اُدھر زنا۔ شراب خواری۔ دشنام دہی وغیرہ مین بھی گورنمنٹ دست انداز نہ ہو تو انتظام کسی طرح قایم نہین رہ سکتا۔ گورنمنٹ تماشہ ہو کر رہجاے گی۔ چنانچہ اسلامی سلطنتون کے ضعف مین جرایم کی کثرت کی یہی وجہ تھی کہ ام الجرایم کی طرف توجہ نہ تھی۔ اور قتل اور ضرر شدید مین قانون پہلے ہی سے نرم تھا۔ پھر امن قایم رہے تو کیونکر۔ بعضون کا یہ خیال ہوگا کہ قتل اور ضرر شدید مین راضی نامہ اور مصلحانہ ہونے سے گورنمنٹ کو نقصان پہونچیگا اور نہایت بدامنی قایم رہے گی۔ ہم ایک حد تک ہمزبان ہین یعنے جہان ام الجرایم پر گورنمنٹ کی نظر سخت نہ ہوگی وہان قتل اور ضرر شدید کا جرم قابل راضی نامہ ہونا بیشک نہایت بے موقع ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ آج کل جن ممالک مین زنا اور میخواری وغیرہ سنگین جرائم نہین

ہین وہان قتل عمد اور مضر رشدیکے جرایم قابل راضی نامہ نہین ہین۔ یہ خوب واضح رہے کہ قانون کیسا ہی ہو جب تک اُسکا انفاذ پورا پورا نہ ہوگا وہ مفید نہین ہوسکتا۔ پچھلے زمانہ مین اسلامی قانون کا دَور انفاذ ہندوستان مین ہوتا تھا اور تمام خرابیان تھین۔ بمقابلہ اسکے انگریزی قانون کا پورا پورا انفاذ گو وہ جزئیات مین اسلامی قانون سے مختلف ہے کہین اچھا اثر دکھاتا ہے اور ہر طرف امن امان ہے۔

رہزنی

رہزنی سب سے بڑا جرم اسلام مین ہے اور اُسکی سزا بھی بہت سخت ہے۔ اگر کوئی رہزنی کا قصد رکھتا ہے یعنے رہزنون کی صحبت مین ہے۔ لیکن ہنوز مرتکب نہین ہوا ہے اور گرفتار ہوگیا تو اُسکو اُسوقت تک قید رکھنا چاہیے کہ وہ توبہ کرے یہ حکم اپنی نوعیت مین ویسا ہی ہے جیسا کہ ضمانت نیک چلنی نہ داخل ہونے کی صورت مین آج کل برٹش گورنمنٹ کی عدالتون سے قید کا حکم صادر ہوتا ہے لیکن اگر مجرم کچھ اور ترقی کرگیا ہے یعنے رہزنی کی حالت مین کچھ مال بھی لے چکا ہے تو بالحاظ قلیل وکثیر کے اسکا داہنا ہاتھ اور داہنا پاؤن کاٹا جائیگا۔ جیسا سنگین جرم ہے ویسی ہی سزا بھی سخت دیجائیگی تاکہ لوگون کو عبرت ہو۔ اور اگر کسی ٹھگ نے کسی کو جان سے مارا ہو تو قتل کی سزا دیجائیگی اور اس حالت مین مقتول کے ورثا کو خون معاف کرنے کا حق نہ ہوگا۔ اسلام مین یہ قاعدہ ہے کہ قتل کی صورت مین ورثائے مقتول اگر معاوضہ لیکر خون معاف کردین تو قاتل چھوٹ جاتا ہے۔ اسلیے کہ بہت سی صورتین قتل کی ایسی ہوتی ہین کہ غصہ یا غلط فہمی یا اتفاق سے آدمی خون کر بیٹھتا ہے اور پھر پچھتاتا ہے جسطرح برٹش لاءمین گورنمنٹ کو خون معاف کرنے کا اختیار ہے۔ اسی طرح

اسلام مین ورثا کو اختیار ہے لیکن اگر کوئی رہزن کسی کو مار ڈالے تو پھر یہ جرم کسی طرح قابل رعایت نہین ہوتا اور نہ مقتول کے ورثا کو خون معاف کرنے کا حق ہوتا ہے - جرم ثابت ہونے پر قاتل بھی ضرور قتل کیا جاتا ہے۔

عبرت دلانے کے لیے اگر ضرورت معلوم ہو تو قاضی یہ حکم دے سکتا ہے کہ مجرم لٹکا دیا جائے اور خنجر سے اُسکا شکم چاک کر دیا جائے۔ یہ سزا وحشیانہ ہے لیکن اگر جرائم پیشہ وحشی ہین تو ایسا کرنا نامناسب نہین ہے۔ خاص خاص حالت مین ایسا کرنا محکوم ہے نہ کہ ہر حالت مین - برٹش گورنمنٹ کی آمد کے قبل اودھ مین گونڈہ کا جنگل اور حیدرآباد جاتے ہوئے وسط ہند کی پہاڑیان ڈاکوؤن سے بھری ہوئی تھین - اُس زمانہ مین احکام شرع پر عمل نہین ہوتا تھا - یہی وجہ بدامنی کی تھی برٹش گورنمنٹ نے بڑی کوشش سے سب ڈاکوؤن کو زیر کیا کسی کو مار کر اور کسی کو جاگیرین دیکر - اب ہندوستان مین تمام امن ہے - اب موجودہ حالت مین کسی ڈاکو کو جنگل مین شکم چاک کر کے لٹکا دینا ہرگز ضروری نہین ہے - لیکن قانون تو ہر حالت اور ہر موقع کے لیے ہوتا ہے - جن اقوام مین ابھی تک آدمی کا کچا گوشت چبانا درست ہے اُنکے لیے قانون کا وحشیانہ ہونا کسی طرح بیجا نہین ہو سکتا - رعایا کی تہذیب کے ساتھ گورنمنٹ کی تہذیب ترقی کرتی ہے وحشی قوم کے ساتھ سزا دینے کا قاعدہ مہذب ہو تو وقت پیدا ہوتی ہے ۔

زنا

اسلام مین زنا کاری سنگین جرائم سے ہے - رہزنی کے بعد اسی کا درجہ ہے زنا کے سنگین جرائم ہونے کے وجوہ شروع مین بالاجمال بیان کیے گئے ہین

اسکے علاوہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جو زانی مستوجب سزا ہوتا ہے وہ فی الواقع
دنیا مین رہنے کے قابل نہین رہتا اور بیحیائی مین جانورون سے بڑھا ہوا ہوتا
ہے۔ زنا مین سزا ہونے کی دو ہی صورتین ہین۔ یا یہ کہ چار اشخاص گواہی دین
یا زانی خود چار مختلف مواقع پر اقبال جرم کرے۔ گواہی کی حالت مین یہ شرط ہی
کہ گواہون کے عادل ہونے کی تحقیق کی جائے اور گواہون سے سوالات
جرح کرکے صاف کرلیا جائے کہ بوسہ وکنار کو تو گواہون نے زنا نہین سمجھا۔
اب جو شخص ایسا بیحیا ہے کہ چار شخصون کے سامنے روز روشن مین زنا کرتا
ہے اور چارون گواہ علانیہ حالت زنا دیکھتے ہین تو ایسے بے حیا کی سزا ضرور
ہونا چاہیے اور اقبال جرم کی صورت یہ ہے کہ چار مرتبہ زانی اقبال کرے اور
اخیر تک اقبال پر قایم رہے اگر سزا کے وقت بھی اقبال سے مکر جائیگا تو سزا ساقط
ہوجائے گی۔ اور اقبال کی حالت مین بھی قاضی کو سمجھا دینا چاہیے کہ تونے محض
بوسہ وکنار پر تو کفایت نہین کی یا شبہہ سے تو صحبت نہین کی۔

زنا کی سزائین دو قسم کی ہین۔ اگر زانی یا زانیہ نکاح صحیح کے ذریعہ سے کبھی
پہلے صحبت کرچکے ہین تو انکو سنگسار کرنا چاہیے یعنے پتھرون سے مار ڈالنا چاہیے۔
ان پتھرون سے مارنے کی یہ صورت ہے کہ پہلے گواہ پتھر مارین اگر گواہ تامل کرین
تو سزا موقوف ہوجائے گی۔ جرم گو سنگین ہے مگر سزا دینے مین بہت تاخیر کی جاتی ہے
اور اہتمام بلیغ رہتا ہے کہ کوئی بے قصور سزا نہ پاجائے۔

اگر زانی یا زانیہ کبھی پہلے نکاح صحیح کے ذریعہ سے صحبت نہ کرچکے ہون تو صرف
سو کوڑے مارکر چھوڑ دینا چاہیے۔ غلامون کے لیے بجائے سو کے صرف

پچاس کوڑے ہین۔

بہت سی صورتین ایسی رکھی گئی ہین کہ سزا لازم نہین آتی مثلاً شبہ کی حالت مین یا غلط فہمی کی حالت مین زنا کیا جائے۔ یا زنا کے لیے کسی عورت کا نقد معاوضہ مقرر کیا جائے تو سزا لازم نہین آتی۔ اسکے متعلق زاید توضیح کے لیے "زنا کاری" فصل ۲۲ پڑھیے۔

دشنام دہی

جس طرح زنا سنگین جرایم سے ہے ویسے ہی اتہام زنا بھی سنگین جرم ہے جو کوئی ایسی تہمت دوسرے کو لگائے تو ۸۰ کوڑے اگر وہ آزاد ہے اور ۴۰ کوڑے اگر غلام ہے سزا مقرر ہے۔ دو گواہون کے اظہار سے یا مجرم کے ایک مرتبہ اقبال جرم کرنے سے جرم ثابت سمجھا جاتا ہے۔ اس تہمت کو اصطلاح شرع مین قذف کہتے ہین۔ جب تک ضرر رسیدہ خواستگار نہ ہو سزا نہین دیجاتی۔ لیکن خواستگار ہونے کے بعد اسکو حق معاف کرنے کا نہین ہے۔ معاف کرنے سے سزا باطل نہین ہوتی کیونکہ گالی گلوج ام الجرایم سے ہے کہ بہت سے جرایم اس سے متفرع ہوتے ہین۔ ہر بڑے جھگڑے کی بنیاد یون ہی آہستہ آہستہ قایم ہوتی ہے اسلیے شرع نے شروع ہی مین سختی روا رکھی ہے۔

سر چشمہ شاید گرفتن بہ بیل   چو پر شد نشاید گزشتن بہ پیل

اسی طرح یہ بھی روا نہین ہے کہ باہم گالی گلوج کر کے ہنگامہ برپا کیا جائے چنانچہ اگر زید کو عمر زانی کہے اور زید اسکے جواب مین عمر سے کہے کہ تو زانی ہے" تو دونون کو سزا دیجائیگی۔ اگر زنا کے اتہام کے سوا کوئی اور دشنام دہی جائے تو اسکی سزا

۴ کوڑون سے ۳۹ کوڑون تک ہے اور کمی بیشی حاکم وقت کی راے پر ہے اسکو سزاے تعزیری یعنے تادیب و توبیخ کی سزا کہتے ہین۔

چوری

اسلام مین چوری کی سزا داہنے ہاتھ کا کاٹنا ہے۔ اور اگر دوبارہ کرے تو بائین پاؤن کا کاٹنا ہے۔ یہ سزا بہت سخت ہے اور بظاہر وحشیانہ معلوم ہوتی ہے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ وحشیانہ نہین ہے۔ چوری کی یہ سزا محض تنبیہ کے لیے محکوم ہے ورنہ شرعی شرائط ایسے ہین کہ بہت کم صورتون مین ایسی سزا دیجاتی ہے۔ یعنے قیدین ایسی لگائی گئی ہین کہ جلدی ہاتھ کٹنے کی نوبت نہین آتی۔ اور جہان کہین ایک کا ہاتھ کٹا تو پھر دور دور تک چور چوری کرنا چھوڑ دیتے ہین۔ کٹا ہوا ہاتھ لوگون کو تنبیہ یا عبرت دیتا رہتا ہے۔ سہ بارہ چوری کی صورت مین قید اور تعزیر ہے۔ قید کی سزا اسلام مین بہت کم ہے۔ آزادی زندہ قومون مین سب سے زیادہ عزیز سمجھی جاتی ہے۔

فقہا نے دس درم سے کم مالیت کی چوری مین ہاتھ کاٹنا روا نہین رکھا ہے اور چوری کی نوعیت اور حالت مین اتنی قیدین لگائی ہین کہ جو کوئی بھولے چوکے ایک آدھ مرتبہ چوری کرے وہ ہاتھ کاٹنے کی سزا نہین پاتا۔ تمام شرطون اور قیدون کے منطبق کرنے سے وہی چور اس سزا کے قابل ٹھہرتے ہین جو بڑا نے مشاق ہین مثلاً جیب کترنے والے ہین یا نقب زنی کے ذریعہ سے چوری کرنے کے عادی ہین۔

قتل و ضرب شدید

جان سے مارڈالنے کی چار صورتین ہین۔ اول قتل عمد دوم قتل شبہ عمد سوم

قتل خطا۔ چہارم قتل بہ سبب۔

مہلک آلہ سے ہلاک کرنا یا آگ سے جلا کر مار ڈالنے کو قتل عمد کہتے ہیں۔ مہلک آلہ سے مراد تیز اور دھار دار چیزیں ہیں۔ اسمین قصاص لازم آتا ہے یعنے قاتل بھی جان سے مارا جاتا ہے۔ بشرطیکہ وارث مقتول خون معاف نہ کردے کیونکہ معاف کردینے کی صورت مین قصاص جاتا رہتا ہے۔

آلہ مہلک کے سوا اور چیزون سے قتل کرنے کو قتل شبہ عمد کہتے ہین اور اس صورت مین کفارہ اور دیت مغلظہ لازم آتی ہے۔

قتل خطا کی تعریف لفظ ہی سے ظاہر ہے یعنے بھول چوک سے کسی کو مارنا اسمین بھی کفارہ اور دیت لازم آتی ہے۔

قتل بہ سبب وہ ہے جسمین قاتل قتل کا سبب بعید ہو مثلاً کنوان کھدوایا اور اسمین کوئی گر پڑا یا پتھر رکھا اور اس سے کوئی ٹھوکر کھا کر گرا اور مر گیا۔ ایسی صورت مین صرف دیت لازم آتی ہے۔

اول تین صورتون مین قاتل مقتول کا وارث نہین ہو سکتا۔

ضرر شدید کی حالت مین ضرر رسیدہ کو اختیار ہے کہ وہ قصاص طلب کرے اور اس حالت مین حاکم وقت ضرر رسیدہ کو جتنا ضرر پہونچا ہے اتنا ہی ضرر ضرر رسانندہ کو بھی پہونچائیگا۔ یعنے مظلوم کا ہاتھ ٹوٹ گیا ہے تو ظالم کا بھی توڑ دیا جائیگا اور مظلوم کا دانت ٹوٹتا ہے تو ظالم کا بھی دانت توڑ دیا جائے گا۔

اوپر جسقدر مسائل لکھے گئے اسنے صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ اسلام نے [illegible] کے کیا قاعدے تھے۔ فقہ کے تمام مسائل جاننے کے لیے ناظرین یہ تحریر کافی نہیں

بیان مین بہت ہی اختصار کیا گیا ہے۔

ان تمام مضامین پڑھنے کے بعد حسب ذیل باتین خصوصیت کے ساتھ سمجھنے کے لایق ہین۔ ورنہ بادی النظر مین یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب جرایم اور سزائین اسقدر محدود حالت مین ہین تو اسلامی قانون اپنے اچھے دنون مین امن قایم رکھنے کے لیے کیونکر کافی ہوا ہوگا۔

(۱) اسلام مین اسباب جرم کے روکنے کی زاید کوشش کی گئی ہے جیسے زنا۔ شراب خواری۔ استعمال الفاظ اشتعال طبع وغیرہ سنگین جرایم ہین۔

(۲) آثمانی جرم سرزد ہونے کی حالت مین توبہ۔ انفعال اور معافی مانگنے کا نتیجہ سزا سے زاید مفید سمجھا گیا ہے۔

(۳) اس امر کا خیال رکھا گیا ہے کہ جتنی تکلیف ظالم دوسرے کو پہونچاوے اتنی ہی اسکو بھی برداشت کرنا پڑے گی۔

(۴) چوری کی اگر عادت پڑ گئی ہے تو مدرجہ مجبوری چوری کرنے مین مدد دینے والے اجزاے جسم یعنے ہاتھ پاؤن کاٹ ڈالے جائین۔ زنا کی حالت مین جتنی سخت شرطین ثبوت جرم کے لیے لگائی جاتی ہین ویسی ہی ہاتھ پاؤن کاٹنے مین بھی۔ حتی الوسع شرع سے سزا دینے مین نرمی کی جاتی ہے۔

(۵) شرع مین قید کی سزا بہت کم محکوم ہے۔ عربون کے نزدیک آزادی یعنی چھوٹ جانے کے مقابلہ مین اور تمام مصیبتین آسان تھین۔

(۶) شرع محمدی کی اکثر سزائین دوسرون کو عبرت دلانے والی ہین۔ اور یہی زیادہ تر سزا دینے کا ماحصل ہوتا ہے۔

(۷) جرایم کی قسمین گو کم ہین۔ لیکن سزا کے ساتھ اخروی عذاب کا ڈر بھی لگا ہوا ہے۔ اصول ایسے رکھے گئے ہین کہ لوگ عذاب آخرت سے ڈرین اور جرایم پیشہ نہ ہونے پائین اور کسی سے بھول چوک ہو جائے اور وہ پھر توبہ کر لے تو اسکی خطا سے چشم پوشی کی جائے۔

بیشک یہ ہمارا دین ہے اور یہ ہمارا ایمان ہے کہ سزا دہی اور انسداد جرایم طریقے جو شرع محمدی مین محکوم ہین وہ بہت مناسب ہین۔ صرف آنکھ بند کر کے ہم اسکے ماننے والے نہین ہین بلکہ دلایل اور برہان سے ہم خود ایسا سمجھتے ہین اور دوسرون کو سمجھا سکتے ہین۔ لیکن اسکے ساتھ یہ بھی مانتے ہین کہ یہ باتین اب صرف کتابی رہگئی ہین خارج مین اب انکا وجود نہین ہے۔ مسلمانون کی عملداریان عملی طور پر انکے فواید دکھانے کو طیار نہین۔ دیکھیے قطاع الطریقی بدترین جرایم سے ہے۔ لیکن مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے بیچ مین فقیر اپنی گدڑی بھی بچا نہین سکتا اگر قافلہ والون کی مدد نہ ہو۔ سو قت مہذب ملکون کے قوانین شرع محمدی کے سے بہتر نہ سہی لیکن انپر باقاعدہ عمل ہونے کا نتیجہ ہے کہ راس کماری سے کوہ ہمالیہ تک اور برہما سے کشمیر تک بڑھیا سونا اچھالتی جائے بلکہ جہاز مین بیٹھکر لندن تک یہ کر آئے جب بھی کوئی نہ پوچھے گا کہ بڑھیا کیا لیے جاتی ہے۔ اندرین صورت ہمکو شکرگزاری اور احسانمندی کے ساتھ ماننا پڑتا ہے کہ ان کتابی مسایل سے جن پر خارج مین کہین عمل نہین ہوتا برٹش گورمنٹ کے قانون تعزیری جنکے ذریعہ سے ہم چین سے بسر کرتے ہین بہت زیادہ بکار آمد اور قابل قدر ہین۔

فصل بست و یکم

سزاے موت

ہم پہلے اُس اصول سے بحث کرنا چاہتے ہین جسپر تمام سزائین مبنی ہین اسکے بعد سزاے موت سے بحث کرین گے اسلیے کہ جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ سزا کیون دیجاتی ہے اُسوقت تک سزاے موت کے وجوہ مناسب طور سے بیان نہین کیے جا سکتے۔

فرض کیجیے کہ ایک شخص نے کسی کو مارا اور اُسکا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ اب بتایئے کہ اگر مجرم ۲ برس قید کر دیا گیا تو مضروب کو کیا نفع ہوا۔ ہم جہان تک غور کرتے ہین اس سزا سے مضروب کو کچھ فائدہ نہین ہوا اور قید کیا معنی اگر مجرم کا ہاتھ بھی توڑ دیا جائے۔ تاہم مضروب کو اُس سے نفع نہین ہو سکتا۔ ہان کوئی ایسا فعل کیا جائے جس سے مضروب کا ہاتھ اپنی اصلی حالت پر آ جائے تو البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مضروب کو نفع ہوا۔ یا اُسکی تکلیف دور ہوئی۔ اگر ہاتھ توڑنے کی سزا ہاتھ توڑنا قرار دی جائے تو دو دلقعے مضرت رسان ہوے یعنی ایک کو تو ہاتھ توڑ کر مجرم نے بیکار کر دیا تھا دوسرے کو (مجرم کو) حاکم وقت نے سزا دیکر نکما کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گروہ انسان مین دو شخص بیکار ہو گئے اور مضروب ویسے کا ویسا رہ گیا[1]۔ اس لیے یہ کہنا پڑتا ہے کہ واقعی سزا کا کوئی نفع مضروب کو نہین ہوتا اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ قانون نے سزا اس غرض سے نہین مقرر کی ہے کہ مضروب کو نفع پہونچے۔

---

[1] اگر یہ کہا جائے کہ سزا اس اصول پر ہے کہ جسقدر تکلیف مضروب کو ہوئی ہے اُتنی ہی تکلیف مجرم کو بھی دیجائے تو یہ بھی ایک لغویات ہے مجرم کو رنج یا تکلیف ہوئی بھی تو مضروب نے کیا نفع اُٹھایا۔

غرضکہ سزادہی اس اصول پر نہین ہے کہ سزا دینے سے ضرر رسیدون کو
کچھ نفع پہونچے۔ بلکہ سزادہی کی صرف یہ غرض معلوم ہوتی ہے کہ ایک کو سزا پاتے
ہوئے دیکھ کر سیکڑون ہزارون آدمی عبرت پکڑین گے اور اسی طرح ملک مین امن قایم
رہے گا اور اگر سزا اُٹھا دی جائے ہر ایک خود مختارانہ روش اختیار
کرے کوئی روک تھام نہ کی جائے تو انسان نے جس حد تک تہذیب مین
ترقی کی ہے وہ سب ایکدم سے مٹ جائے۔

اب یہ بات غور کرنے کے لایق ہے کہ امن قایم رکھنے کی ضرورت کس موقع پر پیش آتی
ہے۔ ہم ایک مثال دیتے ہین اور یہ سوال کرتے ہین کہ اس حالت مین جسکو ہم خیال
مین بتائین گے انسداد کی ضرورت عقلاً ہے یا نہین۔

ایک نہایت چھوٹا ملک ہے جسمین کُل دو کرور آدمی ہین۔ سلطان اور اراکین سلطنت
اور رعایا کل تعلیم یافتہ۔ عالی خیال اور مہذب ہین اخلاقی اصول کو سب کے سب
نہایت عمدگی اور خوبی سے برتتے ہین۔ اور اپنے اپنے مذہب کے اوامر ونواہی
پر نہایت احتیاط اور التزام سے عمل کرتے ہین۔ کیا ایسے ملک مین بھی انسداد کی
ضرورت ہے؟۔ اور ایسے ملک کے لیے قوانین تعزیری وضع نہ کرنے سے کوئی
نقصان ہوسکتا ہے؟ عقل سلیم کا یہی جواب ہوگا کہ نہ ضرورت ہے اور نہ نقصان ہوگا
ایسے لوگون مین وقوع جرم ہی کا قیاس نہین ہوسکتا۔ اگر اتفاقاً وقوع جرم ہو بھی
جائیگا۔ تو اُنکے اخلاقی اصول۔ احکام مذہب۔ تہذیب اور تعلیم اُنکو متنبہ کرنے کے واسطے
کافی ہے۔ اور اُنکا کانشنس خود ہی اُنکو بتائے گا کہ یہ فعل جو وقوع مین آیا ہے نہایت
قبیح ہے۔ خیر اس مرتبہ تو اتفاق سے ہوا آیندہ ایسا نہ کرنا چاہیے۔ تہذیب اور

اعلیٰ تعلیم انسان کے کانشنس پر ایسا صیقل کر دیتی ہے کہ انسان کو وہ ہر وقت صلاح نیک دیا کرتا ہے۔ اور افعال قبیح کے نتایج کی مضرتین بتاتا رہتا ہے۔

ان باتون پر غور کرنے سے ضرور یہ نتیجہ مستخرج ہوتا ہے کہ تعزیری قوانین غیر مہذب اور جاہل اقوام کے لیے ہین۔ جس قوم کی تربیت۔ تعلیم اور تہذیب اعلیٰ درجہ کی ہے اُسکے لیے عمدہ آلہ انسداد کا کانشنس ہے۔ اور اگر معاملہ کی ایسی حالت ہو کہ کانشنس ہدایت نہین دیسکتا یعنے غایت اشتعال طبع باعث ہوا ہو۔ تو ایسی صورت مین سزاے قانونی کا خوف بھی کوئی نفع نہین دیسکتا۔ جب انسان اپنے افعال کے نتایج سمجھنے کی قابلیت نہین رکھتا تو سزاے قانونی کے ڈر کا بھی اُسپر کچھ اثر نہوگا اور جن اصول پر سزا کے قوانین وضع کیے گئے ہین وہ فضول ہوجائین گے۔

اب سزاے موت کو دیکھیے۔ ایک شخص نے ایک کو مار ڈالا۔ بس ایک واقعہ ہوگیا۔ حاکم کو کیا ضرورت ہے کہ وہ کسی کو سزا دے۔ جو فعل وقوع مین آیا وہ ایک شخص خاص کے خلاف تھا حاکم کا اُسمین کیا نقصان ہوا کہ وہ ایسے جرم مین مدعی ہو کر سزا دیتا ہے اگر سزا دینے کا کوئی حق ہے تو مقتول کے اعزہ اور اقربا کو ہے جسکا نقصان ہوا حاکم کیون دست اندازی کرتا ہے۔ مقتول کے اعزا قاتل کو مار ڈالین گے یا نہ مارین گے حاکم کیون اس فکر مین ہے کہ اسکا بدلا لیا جائے۔ ہمارے خیال مین تو حاکم کا تعلق صرف اس وجہ سے پیدا ہوسکتا ہے کہ اُسکی رعایا مین ایک کم ہوگیا۔ اگر انسداد نہوگا تو اسی طرح کم ہوتے ہوتے اُسکی سلطنت ہی تباہ ہو جائیگی۔ پہلے قاتل کو مقتول کے اعزا مار ڈالین۔ اسکے بعد قاتل کے اعزا مقتول کے اعزا کو مار ڈالین تو اسی طرح درجہ بدرجہ قصص ہوتے ہوتے آخر کو قاتل اور بادشاہ کی ذات ہی زندہ رہجائین گے اور سب

ملک عدم کو تشریف لیجائینگے - اب ایک بادشاہ اور ایک آخری قاتل بکر کیا رہ گئے اسی نتیجہ کے رد کرنے کی غرض سے حاکم یا بادشاہ اسے جائز نہین رکھتا کہ اسکی رعیت روز بروز کم ہوتی جائے۔

اس فعل کے روکنے کی کوئی اور عمدہ تدبیر نہین تھی بجز اسکے کہ قوانین تعزیری مرتب کیے جائین اور عام اشتہار دیا جائے کہ جو شخص کسی کو قتل کرے گا اسکی بھی جان بادشاہ لیگا تاکہ لوگ ڈرین اور ایسا فعل نکرین تاکہ ملک مین امن قایم رہے اور رعایا کی تعداد مین کمی واقع نہو۔

اس اصول کے مان لینے پر بہت بڑی دقت یہ پیش آتی ہے کہ قاتل نے کسی بادشاہ کی ایک رعایا کو قتل کیا - اب اگر قاتل اس جرم مین مارڈالا جائے تو مقتول کو کوئی نفع ہے کیونکہ وہ تو مر ہی گیا اب دنیا مین امن قایم ہو یا آگ لگے اسکو کچھ مطلب نہین - اور مقتول کے اعزا کو کوئی فائدہ قاتل کے قتل کرنے سے ہوگا مقتول تو واپس آ ہی نہین سکتا - اور نہ قاتل کی روح مقتول کے جسم مین ڈال کر مقتول زندہ کیا جا سکتا ہے - حاکم قاتل کو مارڈالے تو کیا اور نہ مارے تو کیا - یہ تو مقتول اور مقتول کے اعزہ کا حال ہوا - اب بادشاہ یا حاکم کے نفع کو دیکھیے قاتل کے فعل ناگہانی سے بادشاہ کی رعیت مین ایک فرد کی کمی واقع ہوئی - اب اگر بادشاہ بھی قاتل کو مارڈالے تو دو کی کمی ہوئی - اگر کسی قریہ مین صرف بیس آدمی ہین تو دس قاتلون نے اپنی بیہودہ حرکت سے مارڈالے اور دس کو خود حاکم نے مارے بس تنہا حاکم وقت کی ذات رہ گئی -

کوئی معقول وجہ ذہن مین نہین آتی کہ کیون سزائے موت دیجائے ایسا

قانون جاری رکھنے سے برابر خلقت کی کمی کا احتمال ہے سزاے موت سے کوئی نفع سمجھ مین نہین آیا نقصان البتہ دکھائی دیتا ہے۔

ہان ایک اہم امر سیاست ہے جس سے امن قایم رہتا ہے۔ بادشاہ یا حاکم کو ایسا قانون مرتب کرنا چاہیے جس سے ملک مین امن رہے۔ کوئی کسی کو تکلیف نہ دے۔ بادشاہ کی رعیت کسی طرح کم نہ ہونے پائے۔

مجرمون کو ڈرانے اور انسداد آیندہ کے لیے جان کا بدلہ جان لینا قرین عقل ہے۔ جب کوئی قتل کرے گا تو اسکو بھی اپنے پھانسی پانے کا خوف ہوگا۔ ممکن ہے کہ اپنی جان کے خوف سے کسی کو کوئی قتل نہ کرے مگر اسمین بھی بعض صورتین ایسی ہین کہ قتل کرنے کے پہلے قاتل یہ سوچ لیتا ہے کہ مار ڈالو بھی نا کہ حاکم ہماری بھی جان لے گا۔ اسوقت قانون کا کچھ خوف نہین رہتا۔

مفصلہ بالا خیالات نہایت پریشان طور پر ظاہر کیے گئے ہین۔ اس طرز کے اختیار کرنے سے صرف یہ مقصود ہے کہ مختلف دماغون کے خیالات سزاے موت کے متعلق ظاہر کر دیے جائین۔ ماحصل سب کا یہ ہے کہ سزاے موت وحشی قومون کے لیے بہ نسبت مہذب قومون کے زیادہ ضروری ہے کچھ تو اسلیے کہ ورثاے مقتول کے دلون کو قاتل کے سزا پانے سے ٹھنڈک پہونچے اور کچھ اسلیے کہ لوگون کو عبرت ہو۔ لیکن سب سے زیادہ اسلیے کہ تمدن کو اسکی سخت احتیاج ہوتی ہے بغیر سیاست کے سلطنت قایم نہین رہ سکتی اور بغیر سلطنت کے ملک مین امن قایم نہین ہو سکتا سزاے موت بعض مہذب ملکون مین نہین دیجاتی ہے یا دیجاتی ہے تو بہت کم۔ طریقہ سزا کا کہین گردن مارنا ہے کہین پھانسی دینا ہے اور کہین [illegible]

کام مین لائے جاتے ہین۔ ہندوستان مین سزاے موت قتل عمد کی صورت
مین محکوم ہے۔ لیکن اسکے ساتھ عدالت کو اختیار ہے کہ اسے جلاوطنی
سے بدل دے۔ اسکے بعد گورنمنٹ کو اختیار دیا گیا ہے کہ روداد مقدمہ
سے الگ ہوکر سزاے موت کو معاف کردے یا بدل دے۔ اسلام مین بھی سزاے
موت کے متعلق ایسی صورتین رکھی گئی ہین کہ قاتل باوجود ثبوت جرم کے
قتل کی سزا نہ پائے۔ ہر قتل کی سزا موت نہین ہے اور جن صورتون مین سزاے
موت ہے انہین بھی ورثاے مقتول کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ معاوضہ
لیکر قاتل کی سزا سے درگزر کرین۔ یہ حکم صرف اس بنیاد پر ہے کہ تہذب
گردہ مین حتی الوسع سزاے موت کم ہو اسلیے کہ قومی تہذیب خود ایسے سخت
جرایم کے انسداد مین مدد پہونچائے گی لیکن اگر کوئی قتل وغارتگری
اپنا پیشہ ٹھہرالے اور اس طرح اپنے کو وحشیون مین داخل کرے تو پھر ورثاے
مقتول کی سفارش قاتل کو کچھ نفع نہین پہونچا سکتی۔ ایسے نڈر اور بیباک بدخصلت
کا نوع انسانی مین رہنا کسی طرح گوارا نہین ہوسکتا۔

فصل بست و دوم

زناکاری

زناکاری اسلام مین سنگین جرم ہے۔ جیسا کہ جرایم مین مذکور ہوا ہے۔ لیکن اس
مہذب زمانہ مین یہ کوئی جرم نہین ہے۔

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

لوگ کہتے ہین کہ زنا مقتضاے فطرت انسانی ہے۔ اسکا روکنا اور وہ بھی اس سختی کے

ساتھ کہ بعض بعض صورتون مین مجرم کا قتل کرنا ضروری ہو بادی النظر مین بُرا معلوم
ہوتا ہے - اس اعتراض کے رفع کرنے کے لیے اس مسئلہ کا مزید توضیح کے ساتھ
بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے - چونکہ زنا ضد ہے نکاح کی - اسلیے اس مضمون کے
سمجھنے کے لیے پہلے اغراض نکاح جاننا چاہیے - اور نکاح مین جو شرعی سہولتین
ہین انکو سمجھنا چاہیے - اسکے بعد خود ہی سمجھ مین آ جائے گا کہ اس بارہ مین شرعی آزادیان
جس طرح نہایت ہی پسندیدہ ہین اُسی طرح شرعی احکام سزا بھی سراسر حکمت اور
انصاف سے بھرے ہوئے ہین -

اغراض نکاح

اغراض نکاح کیا ہین ؟ - قبل اسکے کہ ناظرین ہمارا جواب ملاحظہ کرین خود سوچین
کہ فطرت نے جہان قوت مباشرت انسان مین ودیعت کر دی ہے وہان یہ خیال
بھی ودیعت کر دیا ہے کہ زن و شو کی یکجائی عقد نکاح کے ذریعہ سے ہو تو اچھا ہے
نکاح کے طریقے مختلف ہین لیکن ماحصل سب کا ایک ہی ہے - یعنی دنیا مین
کوئی فرقہ یا کوئی قوم ایسی نہین ہے جسکے نزدیک یہ خیال مستحسن نہ ہو یا طبعیت ثانی
کے طور پر یہ امر مقتضائے انسانیت نہ ہو کہ ہر مرد کو کسی خاص زن کا شوہر ہونا چاہیے
اور ہر عورت کو کسی خاص مرد کی بی بی بننا چاہیے - اب فرمایئے وہ کیا خدمت ہے
جسکو فطرت کی جو بغیر اسکے پوری نہین ہوتی تھی کہ خواہ مخواہ فطرت نے ایک کو دوسرے
کی بی بی قرار دینے مین اسدرجہ سفارش کی ہے - یا دوسرے الفاظ مین وہ کیا
اغراض فطرت ہین جو بغیر نکاح ہوئے ناتمام رہتے ہین -

کسی زمانہ مین بہ حیثیت وکیل سرکار مجھے عدالت سشن مین ایک ایسے مقدمہ

مین پیروی کر نا پڑی جسمین ایک شریف ہندو خاندان کی پانزدہ سالہ دختر پر یہ الزام تھا کہ وہ ارہر کے کھیت مین لڑکا جنی اور وہین اُس زندہ لڑکے کو مار کر چھوڑ آئی - حالات مقدمہ یہ تھے کہ وہ لڑکی کم سنی مین بیوہ ہو گئی تھی - اور ملکی رواج کے مطابق پھر اسکا بیاہ کسی دوسرے سے ہو نہین سکتا تھا - بیاہ کرنا رواج ملکی کے خلاف تھا - اور فطرت کے زور کا دبانا اُسکے اختیار سے باہر تھا - نتیجہ اس کشمکش کا یہ ہوا کہ وہ زنا کر نے پر جو مقتضاے بشریت ہے مجبور ہوئی اور حاملہ ہو گئی - کیونکہ مباشرت کی حالت مین حمل قرار پانا اگر کوئی خاص امر مانع نہ ہو لازم ہے - کم سن لڑکی استقاط حمل کے طریقون سے ناواقف تھی یا اسپر غور کر رہی تھی کہ زمانہ وضع حمل آپہونچا - لڑکی اپنے نان ونفقہ مین دوسرون (گھر والون) کی محتاج تھی - وہ خود کوئی سرمایہ جداگانہ نہین رکھتی تھی - اس نے دیکھا کہ گھر والے جب خود اسکی کفالت سے گھبراتے ہین تو اسکے بچہ کی پرورش کیا کرین گے - چپکے سے بادل ناخواستہ لخت جگر کو زندہ درگور دفن کر آئی اگر اُسکو یہ معلوم ہوتا کہ گھر والے اُسکے لڑکے کے کفیل ہونگے - یا مرد زانی یہ کہتا کہ "جو ہوا سو ہوا نہ گھبرا مین تیرے بچے کا ساتھ دونگا" تو ہرگز یہ نوبت نہ آتی - غرضکہ وہ بچہ محض اسلیے مارا گیا کہ اُسکا کوئی پرورش کرنے والا نہ تھا - یہ خیال غلط ہے کہ لڑکی نے اُسکو شرم کی وجہ سے مارا - یہ بالکل غلط سراسر غلط ہے - شرم کا مادہ اُس مین ہوتا تو غیر مرد کے سامنے وہ برہنہ ہونا اور اپنے دامن عصمت کو آلودہ کرنا کب پسند کرتی - یا اگر اُسمین کچھ شرم تھی بھی تو جاتی رہی تھی - نو مہینہ تک پیٹ پھولا رہا - اپنے پرائے - گھر والے گاؤن والے قرب وجوار والے سب ہی واقف ہو گئے تو اب شرم کہان باقی رہی - ہرگز وہ بچہ شرم کا شکار نہین ہوا - وہ صرف ناداری کا

شکار ہوا۔ اُس لڑکی کو اپنی پرورش کے لالے پڑ گئے تھے۔ گھر والون کی بھری ہوئی نظر مین دیکھ کر وہ اپنی گزر اوقات مشکل سمجھتی تھی۔ لڑکے کی پرورش اور پرداخت کہان سے کرتی۔ اُسی وقت میرے ذہن مین یہ بات اچھی طرح جم گئی ہا اور اب تک مین اپنی راے پر قایم ہون کہ عورتین کسب معاش کے ناقابل ہین اور بالخصوص اولاد ہونے کی حالت مین تو اور بھی کچھ دنون پہلے سے اور کچھ دنون مابعد تک وہ بالکل ہی ناقابل ہو جاتی ہین۔ مرد کی حالت اور حیثیت فطرتاً ایسی رکھی گئی ہے کہ وہ اپنی اور اپنے بال بچون کی پرورش بخوبی کر سکتے ہین۔ اور عقد نکاح کی غرض صرف یہ ہے کہ باپ اپنی اولاد کا کفیل ہو جائے۔ انگریزی قانون مین ولدالحرام کی پرورش بھی باپ پر فرض ہوتی ہے لیکن ولدالحرام کے باپ کا تعین کرنا آسان نہین ہے۔ اور نہ فطرتاً ایسے باپ کو خود پرورش اولاد کی طرف کچھ بھی توجہ ہوتی۔

انسان خلقتاً کمزور پیدا ہوا ہے اِس مضمون کے سمجھنے کے لیے وہ مضمون پڑھیے جسکا عنوان ہے "انسانی کمزوریان"۔ انسان کے بچّون کی پرورش دوسرون پر پیدایش کے ساتھ ہی لازم آتی ہے۔ مان کو فطرتی محبت جو دیگئی ہے وہ پرورش کے لیے کافی نہین ہے۔ صرف محبت سے کام نہین چلتا۔ پرورش کے لیے سرمایہ درکار ہے اور مان کے پاس سرمایہ نہین ہوتا اور نہ ہو سکتا اور اسلیے باپ پر پرورش کرنے کے لیے سرمایہ فراہم کرنے کا بار ڈالا جاتا ہے۔ باپ کا تعین آسان نہین ہے اور اسلیے عقد نکاح اس تعین مین آسانی بہم پہونچانے کے لیے ضروری خیال کیا گیا ہے۔ شادی بیاہ یا عقد نکاح ہر مذہب اور ہر فرقہ مین کہین نہ کہین ہی پابندی کے ساتھ لازم ہو کر کہین سنت نبوی ہو کر اور کہین اخلاقی حیثیت سے

سوسائٹی کا فرض ہو کر فرض یا واجب ضرور قرار پاتا ہے اور سب کی غرض صرف اتنی ہی ہے کہ جو اولاد زن و شو کی یکجائی سے پیدا ہو وہ ماری ماری نہ پھرے۔

نکاح میں سہولتیں

شرع محمدی میں نکاح کے لیے بے انتہا سہولتیں بہم پہونچائی گئی ہیں اور ان تمام سہولتوں کی غایت صرف یہ ہے کہ لوگ زنا سے بچیں۔ مثلاً

(۱) شرع محمدی میں یہ تاکید ہے کہ جب لڑکیاں بالغ ہوں اور کفو ملجائے تو اولیا کو چاہیے کہ پھر وہ عقد میں تاخیر نہ کریں۔ لیکن یورپ میں ایسا نہیں ہے۔ لڑکیاں شباب سے اتر جاتی ہیں تب بیاہ کرتے ہیں۔ معاصی سے توبہ کرنے کے زمانہ سے انکے شادی بیاہ کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ ہم اس طرز کو ناپسند کرتے ہیں اور سخت ناپسند کرتے ہیں۔ یورپ میں اسکے متعلق جو اخلاقی برائیاں ہیں دنیا میں کوئی بھی انکی تائید نہیں کرسکتا۔ لیکن اسقدر ہم کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتے کہ ہندوستان کے مقابلہ میں جہاں بیاہ کے بعد بدکاریاں شروع ہوتی ہیں یورپ میں سوسائٹی کا یہ دستور کہ بیاہ کے معاہدہ کی عزت فریقین تاابد قایم رکھتے ہیں اور بیاہ ہو جانے کے بعد بہت کم زنا سے تعلق رکھتے ہیں ضرور نسبتہً قابل پسند ہے۔

(۲) شرع محمدی میں نکاح کے لیے صرف دو گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ کسی رواج یا رسم کی پابندی نہیں ہوتی۔ عیسائیوں میں زمانۂ حال تک آزادی اور تہذیب کے نکاح کے لیے پادری ہی کا ہونا ضروری ہے۔ اس سختی کے مٹانے کے لیے سول میرج ایکٹ جاری ہوا۔ جس سے عیسائی اور

دوسرے فرقہ والے برابر رشتہ مند ہو سکتے ہین۔ لیکن اسمین بھی عدالت کا توسط ضروری
ٹھہرتا ہے۔ ہندوؤن کے سابق طریقہ بیاہ کو چھوڑکر آج کل جو طریقے نافذ ہین
اُنمین اولیا کی رضامندی اور کبھی کبھی فریقین کی رضامندی کے علاوہ چند رسوم
ایسے ہین کہ جب تک انکی پابندی نہ ہو بیاہ جائز نہین سمجھا جاتا۔ اسی طرح بہت
سی مختلف شرطین اور قیدین دنیا کے مختلف فرقون مین پائی جاتی ہین۔ دنیا
مین کوئی مذہب اور آزاد قوم سوائے مسلمانون کے ایسی نہین ہے جسمین مرد عورت
سے کہے کہ مین تجھ سے نکاح کرتا ہون اور عورت کہے کہ مین نے منظور کیا۔ دو گواہون
نے یہ کہتے سن لیا بس نکاح ہوگیا۔ جہان احکام سزا متعلقہ زنا مین سختی رکھی گئی ہے
وہان نکاح مین آسانی بھی ایسی ہے کہ کیون کوئی زنا کرے جس سے زنا کرنا ہے
اُس سے نکاح ہی کیون نہ کرلے بلکہ سزاے زنا کی سختی کی ایک وجہ یہ بھی ہے
کہ لوگ سزاے زناکاری کے خوف سے نکاح کی طرف مائل ہون سیدھا
راستہ چھوڑ کر ٹیڑھا راستہ اختیار نہ کرین۔

(۴) خاندان مین بیاہ شادی ہونے سے اولاد کمزور ہوتی ہے اور قوم کی
قوت گھٹتی ہے۔ اسی اصول پر اکثر اقوام عالم مین باستثنار سابق ایرانیون کے
خاندان مین شادی بیاہ ہونا ممنوع ہے۔ لیکن اسلام نے محض انسانی کمزوریون
پر لحاظ کرکے اور انسانی خواہشون کو گمراہ کرنے والی سمجھ کر یہ اجازت دی ہے کہ صرف
اپنے مان باپ اور اُنکی اولاد کے سوا سب سے نکاح درست ہے۔ دودھ
کی وجہ سے جو رشتہ اسی طرح قایم ہون وہ مستثنیٰ ہین باقی سب سے نکاح
درست ہے اس آزادی کی وجہ صرف یہ ہے کہ اگر برادری کی کسی لڑکی سے

خواہش نکاح پیدا ہو تو شرع کی سختی بجاے نکاح کے زنا کی طرف رغبت نہ دلائے
یہین یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ قریب کی رشتہ داری شرع نے مستحسن نہین سمجھی ہے
آنحضرت کی گیارہ بیبیون مین سے صرف ایک بی بی حضرت زینب آنحضرت کے
خاندان کی تھین اور انکو بھی آنحضرتؐ نے ایک غیر شخص زید کے ساتھ پہلے بیاہ تھا
بیوہ ہونے پر کسی مصلحت سے آپ نے اپنی زوجیت مین داخل کرلیا۔ اب ہندوستان
مین جو یہ رسم جاری ہے کہ لوگ حتی الوسع خاندان ہی مین شادی بیاہ کرتے ہین
یہ دستور اس انحطاط کے زمانہ مین قایم ہوگیا ہے ورنہ پہلے ایسا دستور نہ تھا اجازت
صرف اسلیے دی گئی تھی کہ شاید میلان طبع ہو جائے تو شرعی مزاحمت باعث ارتکاب
معصیت نہ ہو یہ غرض اس اجازت سے ہرگز نہ تھی کہ قریب قریب کے رشتون مین
شادی بیاہ کرکے نسل کمزور کی جائے۔

(۴) عقد بیوگان کا دستور مسلمانون مین ہے۔ عورتین آزاد ہین کہ بیوہ بننے
کے چوتھے مہینے جس سے چاہین دوسرا عقد کرلین۔ ہندؤون کی طرح مسلمان
بیوائین عقد ثانی سے محروم نہین رکھی گئی ہین۔ اور اسلیے وہ سر زنا کی تمثیل
جسکا ذکر شروع مین کیا گیا ہے مسلمانون کے یہان نہ پیدا ہونا چاہیے۔ اور اب
بدقسمتی سے مسلمانون مین بھی ہندوون کی دیکھا دیکھی عقد بیوگان کی ممانعت ہے
تو شرع محمدی اسکی ذمہ دار نہین ہے۔ شرع محمدی صرف زبان حال سے
یہ کہتی ہے کہ جس سوسائٹی نے زنا کی سزا قتل تجویز کی تھی اُسکے وہم مین بھی یہ
بات نہ تھی کہ کوئی زمانہ اسکی اولاد پر ایسا ہوگا کہ عقد بیوگان ممنوع ہوگا۔

یہان پر ایک حکایت کتنا مناسب حال معلوم ہوتا ہے۔ میرے زمانہ طالب العلمی

مین ایک مولوی صاحب ایک شہر مین روسا کی طرف سے چندہ پر نماز پڑہانے
اور وعظ کہنے کے لیے مقرر تھے - لوگ اُنکی طرف بہت گرویدہ تھے اور اُنکو بڑا
بزرگ سمجھتے تھے - اتفاق سے کسی نے اپنے گھر مین وعظ کہنے کو بلایا - اور
اُس گھر مین ایک جوان لڑکی بیوہ ہوگئی تھی - لڑکی نے مذہبی وعظ و نصیحت مولوی
صاحب کے مُنہ سے سُن کر یہ راے قایم کی کہ اگر اُسکے درد کی دوا ہے تو مولوی
صاحب کے پاس ہے - ایک درمیانی عورت سے پیغام مولوی صاحب تک
پہونچا - چند دنون مین وہ لڑکی اپنے گھر سے مولوی صاحب کے پاس آگئی
اور مولوی صاحب نے اس لڑکی کو وطن لیجانے کا ارادہ کیا - لوگون کو جب
یہ خبر ہوئی تو مولوی صاحب کے گھر پر چڑھائی کی گئی - کسی نے مولوی صاحب
کی ناک کاٹنے کا ارادہ کیا اور کسی نے جان سے مار ڈالنے کا قصد ظاہر کیا -
خیر مولوی صاحب تو اپنی جان لیکر اور نوکری سے ہاتھ دھوکر راہی وطن ہوئے
اور لڑکی پھر بدستور اپنے اولیا کے سول جیل مین پہونچادی گئی اور بات گئی گزری
ہوئی - ایک روز ایک دوسرے مصنوعی مولوی صاحب بیچارے مجرم مولوی صاحب
کی بُرائی کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اگر ایسے مقدس آدمی سے یہ ہوا تو
پھر اور کس پر اعتبار کیا جائے - اور اسکے ساتھ یہ شعر بھی پڑھنے لگے -

اے بسا ابلیس آدم رو کہ ہست پس بہر دستے نباید داد دست

مین اس زمانہ مین فقہ پڑھتا تھا یسائل نکاح سے واقف تھا - مین بول
اُٹھا کہ آپ لوگون کی سمجھ کا پھیر ہے - مولوی صاحب نے یہی ایک کام میرے نزدیک
تمام عمر مین اچھا کیا تھا جس سے آپ اُنکو گردن زدنی قرار دیتے ہین کیا معنی کہ اُنکا

نماز پڑھاتا اور وعظ کہتا تو اُجرت پر۔ تھا اگر نماز نہ پڑھاتے اور وعظ نہ کہتے تو پیٹ
کی روٹی کیونکر چلتی۔ کسی غیر مذہب والے کو بھی تنخواہ دیجیے تو بطور نقال کے وہ
پانچ مرتبہ نماز پڑھا جائے گا اور وعظ سنا جائیگا۔ ہان یہ کام جو انھون نے کیا کہ
ایک نوجوان لڑکی کو قید فرنگ سے آزاد کرنا چاہا اسمین انکی سعی بیریا سمجھی جائے
تو بجا ہے۔

برآوردن کار امید وار ٭ بہ از قید بندی شکستن ہزار

شعر تو کچھ بہت حسب حال نہ تھا لیکن مصنوعی مولوی صاحب کے شعر کے جواب
مین کوئی شعر پڑھنا مجھے بھی ضرور تھا اور سوا اس شعر کے اور کوئی اُسوقت
یاد نہ آیا۔ مین نے اسی سلسلہ مین کہا کہ یہ تو صورت ہے کہ مولوی صاحب نے
اس لڑکی کو خلاصی دی اور ارادہ کیا کہ کسی شریف کے ساتھ لیجاکر بیاہ دین گے
لیکن اگر مولوی صاحب نے حنفی طریقہ پر دو گواہون کے سامنے اُس عورت
سے نکاح کر کے اُسکو خود اپنے اوپر حلال کر لیا تھا تو اب اولیا پر اس لڑکی کے
قید کرنے کے علاوہ ایک دوسرا الزام یہ بھی عاید ہو گا کہ مولوی صاحب سے اُنکی
زوجہ منکوحہ کو بجبر چھین لیا۔ اس کہنے پر سامعین نے جو کچھ مجکو برا بھلا کہا یا مصنوعی
مولوی صاحب مجھ پر جسقدر خفا ہوئے سب کے بیان کی ضرورت یہان نہین ہے
صرف یہان یہ کہنا ہے کہ یہ حکایت مین اب تک نہین بھولا ہون اور نہ بھول سکتا
کیونکہ اسلام کے زمانہ انحطاط مین تمام باتین اُلٹی ہی دکھائی دیتی ہین اور ہر موقع
پر مجکو خواہ مخواہ وہ واقعہ یاد آجاتا ہے۔ یہان اس حکایت کہنے کی غرض صرف
یہ ہے کہ وسعت نظر کے ساتھ ناظرین دیکھین کہ نکاح بیاہ مین شرع محمدی نے

کس درجہ آسانی اور کسقدر آزادی قایم رکھی ہے - اور اسقدر آسانیون کے ہوتے ہوئے پھر کوئی جو بکی طرح زنا کرنا چاہے تو کیون نہ اُسپر سختی کی جائے۔

(۵) دنیا کی کسی قوم مین طلاق کے متعلق یہ آزادی نہین ہے جو اسلام مین ہے ہندؤن مین تو طلاق ہے ہی نہین - حتی کہ عنین محض کے ساتھ کسی عورت کا بیاہ ہوجائے جبھی عورت اس سے الگ نہین ہو سکتی - ہندؤن کا قانون تو خیر قابل لحاظ بھی نہین ہے - اب رہا یورپین قانون - غور کیجیے تو وہ بھی ناقص ہے وہان طلاق تو جائز ہے مگر فریقین کی مرضی پر اسکا انحصار نہین ہے - عدالت کے حکم پر اسکا مدار ہے - اور عدالت کا حکم عورت کے زانیہ ثابت ہونے پر ہوتا ہے ابھی حال مین ایک مقدمہ اخبارون مین چھپا ہے کہ عورت اپنا زانیہ ہونا بیان کرتی تھی اور شوہر کہتا تھا کہ ہان عورت سچ بولتی ہے جب بھی عدالت نے طلاق روا نہین رکھی - بالآخر عورت کو پیرس کے ہوٹل مین جاکر منیجر کے سامنے زنا کرانا پڑا - اور جب منیجر نے عدالت مین آکر چشم دید شہادت زنا کی دی اُسوقت زن و شو مین علیحدگی ہوئی -
اسلام مین جس طرح نکاح کے لیے کسی رسم یا رواج کی پابندی نہین ہے اسی طرح طلاق کے لیے بھی کوئی قید نہین ہے - مرد نے عورت کو ناپسند کیا اور تین مرتبہ کہدیا کہ مین نے تجکو طلاق دی یعنے ترک کیا - پھر وہ عورت اُسپر حرام ہوجاتی ہے اور چوتھے مہینے کسی غیر سے عقد کرنے کی مجاز ہوجاتی ہے - زن و شو کی باہمی نارضامندی ایسی شے ہے کہ اسکی بدولت زندگی طرفین کی تلخ رہتی ہے اسکے وجوہ جو کچھ ہوتے ہین وہ زائد تر انھین دونون کے سمجھنے کے ہوتے ہین غیر انکو سمجھ نہین سکتا - اسلیے شرع نے مردون کو طلاق دینے مین پوری آزادی

دہی سبب ہے عورتون کے لیے صرف اتنی قید لگائی ہے کہ وہ مردون کو راضی کرلیں۔ خلع کے مسئلہ مین رضامندی حاصل کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہی۔ اگر زید کی بی بی نے عمر کو پسند کیا اور عمر نے بھی اُسکو پسند کرلیا ہے تو ایسی حالت کے لیے بھی شرع نے ایسا رستہ نکال دیا ہے کہ زید کی بی بی عمر کے ساتھ جائز تعلق رکھ سکتی ہے۔ گو یہ صورت پسندیدہ نہین ہے لیکن زنا کرنے سے تو یہ کہین اچھا ہے کہ عمر کچھ مال زید کی بی بی کو دے اور زید کی بی بی اپنے شوہر کو مال کی طمع دکھا کر اُس سے طلاق حاصل کرے ہم پھر کہتے ہین کہ گو یہ صورت شرع مین جائز رکھی گئی ہے لیکن اخلاق کے خلاف سمجھی گئی ہے حتی الوسع کسی کو اسپر عمل نہ کرنا چاہیے لیکن اسپر عمل نہ کرنے کی وجہ سے زنا کی نوبت آنے والی ہے تو شرع بتاتی ہے کہ زنا نہ کرو بلکہ یون عمل کرو اور باوجود ان سہولتون کے بھی زنا کے قریب جاؤ گے تو بڑی ہی سخت سزا دیجائیگی۔

(۶) مسلمانون کے بعض فرقہ نے طلاق کی آسانیون کو زیادہ تر وسعت دیکر موقت نکاح کی صورت پیدا کرلی ہے یعنی یہ فتوی دیدیا ہے کہ معین زمانہ کے لیے نکاح کرلینا جائز ہے حتی کہ گھڑی دو گھڑی یا دن دو دن کے لیے بھی۔ اب تو آزادی کی انتہا ہو گئی۔ لیکن اس صورت مین بھی مہر لازم کردیا گیا ہے۔ اولاد پیدا ہو تو اسکی پرورش باپ پر فرض ہوتی ہے اور مثل معمولی اولاد کے وہ ترکہ بھی پاتی ہے۔ عورت کو عدت کے دن پورے کرنے ہوتے ہین تاکہ اولاد کے باپ کا تعین کرنا دشوار نہ ہو۔

شرع محمدی قانون ربانی ہے یعنے جس نے فطرت انسانی قایم کی ہے

اسی نے قانون تعزیری بھی بنا دیا ہے کہ فطرت انسانی کے خلاف کرنے والے
کی یہ سزا ہے۔ شرع محمدی کہتی ہے کہ ہر طور پر آزادانہ بسر کرو۔ لیکن اصول مین
پکے رہو اور مردانہ زندگی کرو۔ عورتون سے مباشرت بہت مرغوب ہے لیکن
اسکے ساتھ پرورش اولاد کی پخ بھی تو لگی ہوئی ہے۔ اگر اس لذت کو چاہتے ہو
تو اس بار کو بھی اُٹھاؤ۔ اور اگر اس بار سے بچ کر چورون کی طرح اپنی خودغرضی کا
اظہار کروگے اور یون انتظام عالم کو توڑنا چاہو گے تو تم نہین توڑ سکتے تمھاری
سزا ایسی سخت تجویز کی جائیگی کہ کبھی کبھی وہ تمھاری ہلاکت تک منجر ہوگی حالت
زنا مین تو مردون کی سزا اس اصول پر ہوتی ہے جو ابھی بیان کیا گیا۔ اور عورتون
کی سزا اسلیے ہوتی ہے کہ زناکاری کا جُرم قرار پانا محض عورتون کے نفع کے
لیے ہے مرد تو اپنا مطلب حاصل کرکے الگ ہو جاتے ہین زحمت مین عورتین
پڑ جاتی ہین۔ زناکاری کی سزا کا نتیجہ لازمی یہ ہوگا کہ لوگ زنا سے بچ کر نکاح کرینگے
اور نکاح کرنے سے عورتون کے مدارج بڑھین گے۔ عورتون کی اور عورتون کی
اولاد کی پرورش کی اچھی صورت پیدا ہوگی۔ اب عورتین شرع کے ان تمام سلوک
کو بھلا کر زناکاری مین مردون کی معین بنین تو شرع محمدی کہتی ہے کہ ایسے ناسپاس
معین جرم کی سزا بھی مثل مجرم کے کرو تاکہ پورے طور پر ارتکاب جرم کا استیصال ہو اور
انتظام عالم کے توڑنے والون کا گروہ قوی نہ ہونے پائے۔

سمجھانے کا ایک پہلو تو وہ تھا جو ہم نے اوپر اختیار کیا اور دوسری صورت یہ ہے
کہ زناکاری ام الجرایم ہے کیونکہ سیکڑون جرایم اس سے پیدا ہوتے ہین۔
حیا جو جوہر انسانی ہے اس سے بالکل جاتی رہتی ہے۔ اور اس جوہر لطیف کے

سے چلے جانے سے انسان شیطان کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے اشتعال طبع کے اسباب بہم پہونچتے ہیں۔ عقل انسانی جاتی رہتی ہے۔ شروع مضمون میں جو واقعہ ہم نے لکھا اس سے صریح ظاہر ہے کہ اس زنا کی بدولت بے گناہ بچہ قتل کیا گیا اور بالآخر عورت کو بھی قتل اولاد کے جرم میں پھانسی دی گئی۔ اگر شروع ہی میں زانی اور زانیہ کو بید لگائے جاتے یا قتل کی سزا دیجاتی تو ایسے ایسے سیکڑون ہزارون جرایم کا وقوع میں آنا بند ہو جاتا۔ دیکھنے والون کو عبرت ہوتی اور ہزارون آدمی نصیحت پکڑتے۔ ہمارا تجربہ کہتا ہے کہ زناکاری کی بدولت چوریان ہوتی ہین۔ ہنگامے ہوتے ہین۔ مارپیٹ ہوتی ہے۔ کتنے خون ہوتے ہین۔ کیا کچھ نہین ہوتا سمجھنے کے لیے یہ کیا کم ہے کہ مفصلۂ بالا واقعہ مین دو جانین تلف ہوئین۔ لڑکا زندہ درگور کیا گیا اور ماں نے پھانسی پائی۔ اگر زانی اور زانیہ کی سزا شروع ہی مین ہو جاتی تو کیا اس آخری نتیجہ سے زیادہ اسمین سختی تھی؟ سختی دونون مین روا رکھی گئی۔ ایک مین سختی کا فائدہ محدود رہا۔ دوسرے مین ام الجرایم کے انسداد کی وجہ سے فائدہ غیر محدود ہوتا۔

ایک تیسری صورت اور دیکھیے۔ زناکاری سے امراض متعدی پیدا ہوتے ہین یا اسکی بدولت جرایم کا عارضہ کبھی تو ریشہ مین چلتا ہے۔ اگر درخت کی ایک شاخ مین کیڑے لگ گئے اور باغبان کو معلوم ہوا کہ تمام پھل اسکے یقیناً کانے ہونگے تو اس شاخ کو کاٹ ڈالنا کسی طرح نامناسب نہین ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ دوسری شاخین اسکے ذریعہ سے خراب جائین گی تو اس شاخ کا کاٹنا تمام کامون سے مقدم ہوگا۔ اسی طرح انسان اگر کوئی ایسا فعل کرتا ہے جس سے بنی نوع انسانی

مین متعدی امراض کے پھیلنے کا اندیشہ ہے تو اس فعل کے رد کرنے کے لیے ہر مناسب تدبیر جو نوع انسانی کو فائدہ پہونچانے والی تصور کی جائے گی۔ اور اگر اس غرض کے پورا کرنے کے لیے کوئی سختی عمل مین لائی جائے تو وہ سختی اس اعتبار سے کہ اس سے فواید بیشمار حاصل ہونگے ہرگز ناپسندیدہ نہ سمجھی جائیگی

جہان تک ممکن ہوا ہم نے شارع کے اغراض کے ظاہر کرنے مین کوشش کی لیکن ہم نہین کہہ سکتے کہ ہمکو شارع کے تمام مصالح سمجھنے مین پوری کامیابی ہوئی یا نہین۔ لیکن اسقدر خوب سمجھنا چاہیے کہ اگر شرع کے مسائل پر ادھورا عمل کیا جائے یعنے نکاح اور طلاق مین روا جاً یا قانوناً سہولت نہ رکھی جائے اور زنا کی سزا مین سختی کی جائے تو پھر مسلمانون کے قانون سے زیادہ تر کوئی دوسرا قانون اس دنیا مین نوع انسانی کا ستانے والا نہ ہوگا اور اسلیے ہم کہہ سکتے ہین کہ ہند کی موجودہ حالت مین انگلستان کی پوری آزادی بھی واضعان قانون یہان روا رکھین تو اصول شریعت محمدیہ کے خلاف نہین ہے۔

کسی قدر اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا جائے تو اچھا۔ شرع محمدی تمام قوانین عالم سے افضل ہے لیکن اسکی افضلیت جب ہی ہے کہ اسپر پورا پورا عمل کیا جائے۔ ادھورا عمل ہو تو دوسرے قوانین اس سے کہین اچھے ہین۔ انگلستان مین زناکاری کوئی جرم نہین ہے صرف اخلاقی جرم ہے اور فریق ثانی کو یہ حق پیدا ہوتا ہے کہ وہ افتراق کرالے۔ ہندستان مین شرعی قانون جاری تھا ہنود بھی اس معاملہ مین کسیقدر سخت تھے۔ اسلیے ہندستان مین پبلک کی راے کے موافق شوہر کے مستغیث ہونے پر بی بی کی زناکاری قابل سزا ٹھرائی گئی ہے

اب ہم یہ دکھاتے ہین کہ بعض اوقات مستغیث کا استغاثہ بھی سزا دہی کے لیے نامناسب ہوتا ہے اور اسلیے مثل انگلستان کے ہندوستان مین بھی یہ قانون نرم ہو جائے تو اچھا۔

شرع کا ایک مسئلہ یہ ہے کہ نابالغ لڑکیون کے اولیا بھی نابالغ لڑکیون کا نکاح کر سکتے ہین۔ انگلستان مین ایسا نہین ہوتا۔ وہان نابالغ لڑکیون کا عقد ہوتا ہی نہین۔ ہندوستان کے مسلمانون مین شرع کا یہ مسئلہ تو زیر عمل ہے کہ نابالغ لڑکیان بیاہی جائین۔ مگر دوسرا جزو اس مسئلہ کا کہ وہ بالغ ہونے پر یعنے دم دیکھنے پر اگر نارضامندی ظاہر کرین تو عقد باطل ہو جاتا ہے۔ اسپر کبھی عمل نہین کیا جاتا۔ لڑکیون کو آزادی نہین دی جاتی۔ قوم مین آزادی نہین ہے۔ شرعی حقوق سے لڑکیان محروم رکھی جاتی ہین اسلیے گویا سوسائٹی کے قانون نے اسکو محال اور غیر ممکن کر دیا ہے کہ کوئی لڑکی بالغ ہونے پر اپنی مرضی سے حاکم وقت کے سامنے جاکے کہ مجبوری ولیکا پڑھایا ہوا نکاح قبول نہین ہے۔ عورتون کی کمزوریون سے یون فائدہ اٹھایا جاتا ہے کہ بارہ برس کی لڑکیان پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ برس کے بڈھون کے ساتھ بیاہی جاتی ہین۔ مسلمان مالدار لڑکیون کے اولیا اس طمع سے کہ جلد بیوہ ہوکر لڑکی گھر مین آجائے گی جائداد باہر نہ جائے گی نامناسب عمر کے شوہر تلاش کرتے ہین۔ اور غریب لڑکیان تو ہندوون اور مسلمانون دونو کی لیکن مسلمانون کی نسبتہً زیادہ تر اس طمع سے بڈھون کے ساتھ بیاہی جاتی ہین کہ جلدی سے بیوہ ہوکر ارث سسرال کی جائداد لیکر وہ میکہ مین آبیٹھین گی۔ اب یہ کوئی راز نہین ہے واقعات ہین جنکو سب جانتے ہین۔ بہت سی مثالین مل سکتی ہین کہ اولیا شادی بیاہ کے

وقت جانتے ہین کہ لڑکیان اس پیوند سے خوش ہونگی لیکن اس خیال سے کہ
لڑکیان بے زبان ہوتی ہین وہ جو کچھ چاہتے ہین کر گذرتے ہین۔ بیچارے ہندوؤن
کے یہان تو عورتون کی تائید مین کوئی قانون ہی نہین ہے اور ہے بھی تو پورا نا
لامعلوم۔ مسلمانون کے یہان قانون زندہ موجود ہے مگر اُسکا ہونا نہونے سے بدتر
ہے۔ قوم کی راے مین وہ قانون باعث نفرت ہے اسپر عملدرآمد نہین ہے پھر
اسکا وجود بجز اسکے کہ بعض بعض اوقات برانگیختگی اور بے لطفیان پیدا کرے (مفصل
بیان کے لیئے "توریث" ملاحظہ طلب ہے) اور کسی کام کا نہین ہے۔

مین اپنے تجربہ کی ایک مثال بیان کرتا ہون کہ۔ ایک مالدار عورت نے اپنی
لڑکی ایک نامناسب شخص سے بیاہی پھر نہ معلوم کیا سمجھ کر افتراق کا مسئلہ پوچھنے
لگی۔ مین مشیر قانونی تھا۔ مین نے راے دی کہ لڑکی دم دیکھنے پر دو گواہون کے
سامنے اپنی نارضامندی فوراً ظاہر کرے تو عدالت افتراق کرا دے گی۔ مین نے
یہ اہتمام بھی کیا کہ جھوٹے گواہ پیدا نہ ہونے پائین۔ ایک مولوی کو مین نے تعینات
کیا کہ وہ لڑکی کو سمجھا دین کہ دم دیکھتے ہی نارضامندی ظاہر کرنا ہو تو ظاہر کردے
ڈیڑھ برس تک اسکے بلوغ کا انتظار کیا گیا۔ ہر مہینہ مین ایک مرتبہ یاد دہشت
لڑکی کی تازہ کی جاتی تھی۔ بالآخر وہ لڑکی بالغ ہوئی۔ گواہ اظہار نارضامندی
کے گذرے افتراق ہوا۔ یہ سب کچھ ہوا مگر میرا اطمینان پھر بھی نہین ہوا کہ لڑکی نے
صاف صاف اظہار اپنی راے کا دم دیکھتے ہی کیا ہوگا۔ اور گواہ معنوی نہ تھے
نکاح کے وقت تو لڑکیان ہان کہتی ہی نہین۔ کتنے آدمی پوچھنے والے بھی رہتے
ہین اور پھر لب پر مہر سکوت پیر سے قیاس مین کیسے آجاتے کہ لڑکی آدمی

رات کو اٹھکر لوگون کو جگائے گی کہ وقت آگیا مین تمکو گواہ کرتی ہون کہ مین اپنے
ولیکے پڑھائے ہوئے نکاح سے ناخوش ہون ۔ جو تربیت یا تعلیم آج کل غیر قوم
کی لڑکیون کو نصیب ہوتی ہے وہ ہرگز اس قسم کی آزادی انکو نہین دے سکتی ۔
پردہ نشین شریف زادیون کی اس حالت کو عدالتون نے بھی بخوبی اندازہ کیا
ہے ۔ معاملات مین ان شریف زادیون کے اقوال کی پابندی اُنکے خلاف
بہت کم کیجاتی ہے وہ اپنے معاملات کے سمجھنے کے قابل نہین خیال کیجاتی ہین ۔
اُنکی جائداد پر دوسرون کا قبضہ مخالفانہ بھی مشکل سے مانا جاتا ہے ۔ بہرحال
قانون نے اُنکے ساتھ بہت کچھ رعایت کی ہے ۔

اب سوال یہ ہے کہ ساٹھ برس کے بوڑھے کے ساتھ کم سن بیاہی جائے
اور بالغ ہوکر علیحدہ ہونا چاہے تو ہوسکتی ہے یا نہین ۔ جواب مین کہا جائے گا
کہ ہان شرعاً ہوسکتی ہے ۔ اور عدالت ہائے ہند بھی کہتی ہین کہ ہوسکتی ہے مگر
جو قانونی شرائط ہین انکے پورا کرنے سے وہ لڑکی یقیناً قاصر ہے اور اسلیے عملی
طور پر یہ جواب ہونا چاہیے کہ نہین ۔ اب اس حالت مجبوری مین اُس قاعدہ
کی جو شرع نے مقرر کردیا ہے لڑکی پابندی نکرے بلکہ بالغ ہونے کے بعد
چپکی سے خود ہی الگ ہوجائے تو ایسا کرسکتی ہے یا نہین ؟ ہرگز نہین ۔ جو مین
ہوگا عرفاً ضرور قابل سزا ہوگا ۔ اب شرعی قانون کے نافذ کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ
لڑکی باقاعدہ علیحدہ ہونے سے یقیناً ممنوع رہے گی اور بے قاعدہ الگ ہونے
کی صورت مین اسکا معین جسکے بھروسہ پر وہ الگ ہوگی یقیناً مجرم ہوگا ۔ اور اسطرح
پردہ نشین لڑکی کو ہمیشہ کے لیے ایک شخص کی حراست ناجائز مین رہنے پر مجبور ہوگی

اور اسکے لیے کوئی چارہ کار نہ ہوگا - اب اگر ایسی حالت مین انگلستان کا قانون نافذ ہوتا یعنے اسکے معین و مددگار کو سزا نہ دی جاتی تو بیجا جراست سے خلاصی پانے کی وہی ایک صورت تھی ناظرین فیصلہ کرین کہ ایسی حالت مین انگلستان کا قانون افضل ہے یا ہمارا -

ہرگز یہ افسوس نہ ہونا چاہیے کہ مسلمانون سے حکومت جاتی رہی - حکومت سلطنت کوئی ضروری چیز نہین ہے اور نہ انسان کی سچی مسرت کے لیے اسکی حاجت ہے دولت بھی مسلمانون مین بہت کم ہے اور اسکی بھی پروا نہ ہونا چاہیے - قوت لایموت سے زاید ملنا ایک طور کا جنجال ہے - اگر رنج ہے تو صرف یہ ہے کہ دنیا مین سچی مسرت کے ساتھ رہنے کے لیے جو قانون مسلمانون کے لیے بنا تھا مسلمان خود اسکو کھلونا سمجھے ہوئے ہین - جس جزو کو چاہتے ہین لیتے ہین اور جس جزو کو چاہتے ہین چھوڑتے ہین - آدھا تیتر آدھا بٹیر - اسلیے انکا موجودہ قانون سب سے اچھے قانون ہونے کے بجاے سب سے بدتر قانون ہو رہا ہے - میرے بیان مین کوئی لغزش ہو تو ناظرین معاف کرین گے -

بک گیا ہون جنون مین کیا کیا کچھ   کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

بیان کی ایک اور روش

(۱) آدمی کے بچے پیدا ہونے کے بعد مدت تک اپنی حیات قایم رکھنے کے لیے دوسرون کی اعانت کے محتاج رہتے ہین -

(۲) عورتین فطرتاً کسب معیشت کی قابلیت نہین رکھتین اور اسلیے بچون کی پرورش مین وہ مردون کی محتاج ہین ؟

(۳) جوان عورتون مین دلفریبی کی صنعت ایسی ہے کہ اُن سے بے نیاز ہونا طاقت بشری سے باہر ہے -

(۴) عورتون سے مردون کا غیر مستقل اور چند روزہ تعلق بہت سے جھگڑون کا سبب اور مختلف عوارض جسمانی کا باعث ہوتا ہے -

مفصلہ بالا امور پر نظر ڈال کر اخلاقی سوسائٹیون نے بیاہ کو ضروری اور زنا کو ناپسندیدہ ٹھہرایا - ملکی قانون نے بھی اسکی تبعیت کی - ایسا زمانہ بھی گذر گیا کہ عموماً زنا کی سزا قتل تھی - اور اب بھی بہت سی قومین ایسی ہین کہ وہان قتل ہی زنا کی سزا تجویز کی جاتی ہے -

توریت سے پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل کے عروج مین یعنے جب بنی اسرائیل کے قانون پر تمام مہذب دنیا مین عملدرآمد ہوتا تھا زنا کی سزا قتل تھی - وہی سزا مسلمانون کی شرع مین بھی قایم رکھی گئی کہ چند شرایط صادق آنے پر زانی اور زانیہ کو اتنے پتھر مارے جائین کہ وہ مرجائین - یعنی جس طرح ضابطہ فوجداری میز تعمیل سزاے موت کو یون لکھا ہے کہ گلو بستہ اتنی دیر لٹکا رکھو کہ جان نکل جائے ویسے ہی مسلمانون کے ہان اس جرم مین سزاے موت دینے کا قاعدہ یہ ہے کہ پتھرون سے اتنا مارے کہ مجرم (زانی اور زانیہ) پتھر سے چھپ جائین یا مرجائین پُرانی تاریخین پڑھیے تو معلوم ہو کہ پہلے تمام دنیا مین یہ جرم ایسا ہی سنگین سمجھا جاتا تھا -

زمانہ حال کی اکثر گورنمنٹون نے اس جرم کی سزا مین تخفیف مدنظر رکھنا شان تہذیب سمجھا ہے - اور اب صرف نیم وحشی قومون مین یہ جرم سنگین رہ گیا ہے -

لیکن ہم اس پالیسی کے بالکل مخالف ہین ہمارے نزدیک نیم وحشی قومین اس خصوص مین مہذب قومون سے کہین اچھی ہین - یا انکو نیم وحشی کہین تو وہ ان کو بھی ایسا ہی کہہ سکتے ہین - گورنمنٹ کے خلاف جو امر کیا جائے وہ کتنا ہی چھوٹا سہی - مگر مصلحت ملکی پر نظر ڈال کر اسکی پاداش مین سخت سزائین دیجاتی ہین - ویسے ہی گورنمنٹ حقیقی باری تعالی یا دوسرے لفظون مین قانون قدرت کی خلاف ورزی جس امر سے لازم آئے اسکو سب سے بڑا جرم سمجھنا چاہیے - ہر مذہب اور ہر ملت کی کتب ربانی مین یہ جرم ہمیشہ سنگین سمجھا گیا ہے کسی گورنمنٹ کو یہ زیبا نہین ہے کہ قانون قدرت کی خلاف ورزی کو وہ اپنی سلطنت کے قواعد کی خلاف ورزی سے کم سمجھے - یہان ایک بحث یہ پیدا ہوتی ہے کہ اس طرح قانون قدرت کی خلاف ورزی لازم بھی آتی ہے یا نہین - مہذب (زمانہ کے) لوگ قانون قدرت کی خلاف ورزی اسکو نہین کہتے - لیکن مقدمات مندرجہ عنوان کے دیکھنے کے بعد غالباً کوئی ذی فہم ایسا کہنے کی جرأت نہ کرے گا

انگلستان کے قانون مین (اور یہی کیفیت تمام یورپ کی ہے) بدکاری کوئی جرم فوجداری نہین ہے - لیکن ہندوستان کے طرز تمدن کے لحاظ سے اور ہندوستان کی قدیم عادات کی رعایت اور سابق قوانین کے اعتبار سے یہان بعض بعض حالتون مین زانی مجرم سمجھا جاتا ہے - لیکن سزا اسکی اگلے زمانہ کے اعتبار سے بہت کم رکھی گئی ہے -

مسلمانون مین قتل و زنا دونون کا درجہ مساوی ہے - یہ دونون جرم ہین اور دونون کی سزائین موت ہے مگر افسوس ہے آن نام کے مسلمانون پر جو برائی

عورتوں سے بدکاری کرنے کو کوئی خفیف سا بھی اخلاقی جرم نہیں سمجھتے۔ لوگ اپنی
مذہبی کتابیں اولٹ کر دیکھیں اور پچھلی اُمتوں کی سوانح عمریوں کو اپنے موجودہ زمانوں
سے مقابلہ کریں اور شرم سے گردن جھکائیں۔

کیسا بُرا زمانہ آیا! میخواری اور بدکاری کو لوگ جرم نہیں سمجھتے۔ بُرا نہیں جانتے
چھپانے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ اسکا بیان کرنا اور علانیہ ارتکاب کرنا فخر اور مباہات
خیال کرتے ہیں۔ حتی کہ اسی کے تذکروں سے اسوقت جلسوں کی رونق سمجھی جاتی
ہے۔ افسوس! صد افسوس!! شرم! ہزار شرم!!!۔

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

قتل، سرقہ، نزاعین، رشک، اسقاط حمل، حبس بیجا، جبر ناجائز۔ یہ سب
جرایم تو بدکاری کے آگے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ ان سب سے الگ ہو کر صحت
جسمانی کے متعلق غور کیجیے۔ شہر کے کسی طبیب یا ڈاکٹر سے پوچھیے تو معلوم ہو کہ
سو میں نوے باشندے بدکار ہیں۔ اور نوے بدکاروں میں سب نہیں تو پچاسی
ضرور ایسے ہیں جو بدکاری کی وجہ سے امراض متعدی میں مبتلا ہیں۔ ذرا طبیبوں سے
اس بارہ میں گفتگو کیجیے تو معلوم ہو کہ قانون قدرت کی خلاف ورزی نے بالفعل
کیسی سخت مصیبت نوع انسانی پر ڈال رکھی ہے۔ جیسے بعض نالوں سے درخت
پھل لگے نہیں کہ سڑنے شروع ہوئے۔ یہی کیفیت نوجوانوں کی ہے۔ آپ اُن کو
ہنستے کھیلتے دیکھتے ہیں وہ آپس میں کلیلیں کرتے ہیں تو آپ سمجھتے ہونگے کہ یہ خوش
ہیں۔ ہیں۔ ہیں۔ ہرگز نہیں۔ ذرا بھی نہیں۔ یہ وہ اُٹھا کر دیکھیے تو معلوم ہو کہ ان نونہالوں
میں کی جڑ کمزور۔ تنے سڑے ہوئے۔ پتوں کی سبزی دو ایک روز کی مہمان ہے

جڑین اندر سے کھوکھلی ہو گئی ہین۔ عنقریب چمن سے یہ الگ کر دیئے جائین گے یا
چوب خشک کی طرح زمین مین گڑے کھڑے رہین گے۔ ان نوجوان حسینون کے حسن کو
زمانہ شباب مین طبعاً اور عقلاً کیسا کچھ تسکین بخش اور مفرح ہونا چاہیے۔ خفقان قلب کے
لیے معجون شیخ سے زیادہ پر اثر۔ بیکسی اور تنہائی مین سب سے بڑا مونس۔ لیکن
بے اعتدالیون کے باعث وہ زہر ہلاہل سے بھی زیادہ برا ہے۔ اور مونس کی
جگہ وہ سانپ اور بچھو سے بھی زیادہ پر خطر ہے۔ کتنا بڑا کفران نعمت ہے۔ خدا کی
نعمت کو جو ہم اپنی بے تمیزیون سے بگاڑتے ہین سخت باز پرس ہم سے ہو گی۔
اور زیادہ تر قوم کے لیڈرون اور پیشواؤن سے جو باوجود قدرت کے قومی اصلاح
کی طرف توجہ نہین کرتے۔

اب تمام دنیا مین گورنمنٹون نے طرز حکمرانی بدل دیا ہے۔ پچھلے زمانہ کی طرح
اخلاقی امور مین مداخلت کرنے سے وہ حتی الوسع گریز کرتی ہین اور چاہتی ہین
کہ لوگ اپنے طور پر اصلاح کی کوشش کرین۔ مہذب ملکون مین علاوہ کھانے
پینے کے کسب معاش۔ بچون کی پرورش مختصر یہ کہ غم روزگار کے سوا قومی اصلاح
یا قومی بہی خواہی کے متعلق بھی کچھ نہ کچھ کام ہر شخص کو کرنا ہوتا ہے۔ ہندوستان کے
تعلیم یافتہ نوجوانون نے بھی اس طرف توجہ کی ہے۔ کہین تعلیم کے لیے کمیٹیان
ہوتی ہین۔ کہین عقد بیوگان کی فکر ہے۔ کچھ لوگ مذہب کی پرانی متبرک رسمون
کے زندہ کرنے کی فکر مین ہین کسی کو ناپسندیدہ رسمون کے مٹانے کی ادھیڑ بن
ہے۔ ہم یہ چاہتے ہین کہ بدکاری اور میخواری کے مٹانے کی طرف بھی لوگ
توجہ کرین۔ اسکے متعلق کمیٹیان ہون تو کم سے کم اتنا اثر ضرور ہوگا کہ لوگ ان

بلا ئیون کو علانیہ ارتکاب کرنا برا سمجھین گے۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ یہ ایک مشہور بات ہے کہ بُرے کام کا اعلان کرنا بُرائی کو کئی درجہ بڑھا دیتا ہے۔

فصل بست و سیوم

شراب خواری

دنیا کے اکثر مذاہب اور کل اخلاقی سوسائٹیون نے شراب خواری کو ناجائز ٹھہرا رکھا ہے۔ پھر بھی نادان ہی نہین کتنے ذی عقل اسکے ہاتھون تباہ ہین۔ انگریزی سوسائٹی سے ہمکو ذاتی واقفیت نہین لیکن سُنتے ہین کہ انگریزون مین اسکا رواج اس طرح پر ہے جیسے ہم لوگون مین چاے پان یا حقہ کہ چھوٹے بڑے سب ہی بے تکلف اسکا استعمال کرتے ہین کیونکہ انھین مذہبی قید نہین ہے اور ملکی آب و ہوا کے اعتبار سے بسا اوقات دوا بھی استعمال کرنا پڑتی ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی ہم یہ بھی تسلیم کرین گے کہ انگریز عموماً اسکی مقدار پر لحاظ رکھتے ہین اور بہ نسبت ہندوستانیون کے وہ بہت کم اسکی بدولت برباد جاتے ہین۔

انگریزون کی تقلید سے جہان بہت سی بھلائیان ہم لوگون مین آئین وہان یہ برائی بھی پیدا ہوئی کہ شراب خواری کا دستور بڑھتا جاتا ہے جس سے قوم کے بہی خواہون کو سخت تشویش ہے۔ کیا شراب خواری کا دستور ہندوستان مین پہلے نہ تھا؟ ضرور تھا لیکن چند متمول شہرون مین محدود تھا اور عوام کے دلون مین اسکی طرف سے رکاوٹین تھین۔ اب یہ بلا ہندوستان کے چھوٹے بڑے تمام شہرون مین پھیلتی جاتی ہے اور دلون سے رکاوٹ اور آنکھون سے حیا گھٹتی جاتی ہے۔ اسکے اسباب پر ہمکو یہان غور کرنا نہین ہے وجہ تو کھلی ہوئی ہے کہ جہان مذہبی قیود سے انسان آزاد

جڑین اندر سے کھوکھلی ہو گئی ہین - عنقریب چمن سے یہ الگ کر دیے جائین گے یا
چوب خشک کی طرح زمین مین گڑے کھڑے رہین گے - ان نوجوان حسینون کے حسن کو
زمانہ شباب مین طباً اور عقلاً کیسا کچھ تسکین بخش اور مفرح ہونا چاہیے - خفقان قلب کے
لیے معجون شیخ سے زیادہ پُراثر - بیکسی اور تنہائی مین سب سے بڑا مونس - لیکن
بے اعتدالیون کے باعث وہ زہر ہلاہل سے بھی زیادہ بُرا ہے - اور مونس کی
جگہ وہ سانپ اور بچھو سے بھی زیادہ پُرخطر ہے - کتنا بڑا کفران نعمت ہے - خدا کی
نعمت کو جو ہم اپنی بے تمیزیون سے بگاڑتے ہین سخت باز پُرس ہم سے ہوگی -
اور زیادہ تر قوم کے ریفارمرون اور پیشواؤن سے جو باوجود قدرت کے قومی اصلاح
کی طرف توجہ نہین کرتے -

اب تمام دنیا مین گورنمنٹون نے طرز حکمرانی بدل دیا ہے - پچھلے زمانہ کی طرح
اخلاقی امور مین مداخلت کرنے سے وہ حتی الوسع گریز کرتی ہین اور چاہتی ہین
کہ لوگ اپنے طور پر اصلاح کی کوشش کرین - مُہذب مُلکون مین علاوہ کھانے
پینے کے کسب معاش - بچون کی پرورش مختصر یہ کہ غم روزگار کے سوا قومی اصلاح
یا قومی بہی خواہی کے متعلق بھی کچھ نہ کچھ کام ہر شخص کو کرنا ہوتا ہے - ہندوستان کے
تعلیم یافتہ نوجوانون نے بھی اس طرف توجہ کی ہے - کہین تعلیم کے لیے کمیٹیان
ہوتی ہین - کہین عقد بیوگان کی فکر ہے - کچھ لوگ مذہب کی پرانی متبرک رسمون
کے زندہ کرنے کی فکر مین ہین کسی کو ناپسندیدہ رسمون کے مٹانے کی اُدھیڑبُن
ہے - ہم یہ چاہتے ہین کہ بدکاری اور بیحیائی کے مٹانے کی طرف بھی لوگ
توجہ کرین - اسکے متعلق کمیٹیان ہون تو کم سے کم اتنا اثر ضرور ہوگا کہ لوگ ان

برائیوں کا علانیہ ارتکاب کرنا برا سمجھیں گے۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ یہ ایک مشہور بات ہے کہ برے کام کا اعلان کرنا برائی کو کئی درجہ بڑھا دیتا ہے۔

فصل بست و سیوم ۲۳

شراب خواری

دنیا کے اکثر مذاہب اور کل اخلاقی سوسائٹیوں نے شراب خواری کو ناجائز ٹھہرا رکھا ہے۔ پھر بھی نادان ہی نہیں کتنے ذی عقل اسکے ہاتھوں تباہ ہیں۔ انگریزی سوسائٹی سے ہمکو ذاتی واقفیت نہیں لیکن سنتے ہیں کہ انگریزوں میں اسکا رواج اس طرح پر ہے جیسے ہم لوگوں میں چاے پان یا حقہ کہ چھوٹے بڑے سب ہی بے تکلف اسکا استعمال کرتے ہیں کیونکہ انھیں مذہبی قید نہیں ہے اور ملکی آب و ہوا کے اعتبار سے بسا اوقات دوا بھی استعمال کرنا پڑتی ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی ہم یہ بھی تسلیم کرینگے کہ انگریز عموماً اسکی مقدار پر لحاظ رکھتے ہیں اور بہ نسبت ہندوستانیوں کے وہ بہت کم اسکی بدولت برباد جاتے ہیں۔

انگریزوں کی تقلید سے جہاں بہت سی بھلائیاں ہم لوگوں میں آئیں وہاں یہ برائی بھی پیدا ہوئی کہ شراب خواری کا دستور بڑھتا جاتا ہے جس سے قوم کے بہی خواہوں کو سخت تشویش ہے۔ کیا شراب خواری کا دستور ہندوستان میں پہلے نہ تھا؟ ضرور تھا لیکن چند متمول شہروں میں محدود تھا اور عوام کے دلوں میں اسکی طرف سے رکاوٹیں تھیں۔ اب یہ بلا ہندوستان کے چھوٹے بڑے تمام شہروں میں پھیلتی جاتی ہے اور دلوں سے رکاوٹ اور آنکھوں سے حیا گھٹتی جاتی ہے۔ اسکے اسباب پر ہمکو یہاں غور کرنا نہیں ہے وجہ تو کھلی ہوئی ہے کہ جہاں مذہبی قیود سے انسان آزاد

ہوا ایرانیون نے ساتھ کیا - ہمین اُن برائیون کے نتائج بد کا فوٹو کھینچنا ہے جسے دیکھکر شاید کچھ تنبیہ حاصل ہو اور نہ بھی ہو تو ہم سوسائٹی کے فرض سے ادا ہوئے جاتے ہین -

ہندوستان مین دو قومین زیادہ آباد ہین - ہندو اور مسلمان - ہندؤن کے تمدنی برتاؤ سے ہم خوب واقف ہین - اعلی قسم کے ہندؤن مین شراب خوار ذات سے باہر کر دیے جاتے ہین - اور بھگتون کا ایک متبرک فرقہ اسکو نجس جانتا ہے - مسلمانون مین تو یہ مذہبًا حرام کی گئی ہے -

عقل ہی ایک ایسی شے ہے جو انسان اور حیوان مین مابہ الامتیاز ہے اور انسان کا نیچر اس طور پر رکھا گیا ہے کہ ایک دم کے لیے اس سے عقل جدا کر لی جائے تو اُسکو زندگی بسر کرنا دشوار ہو جائے - شراب کا پہلا کام ہے عقل کا سلب یا کم کرنا اسلیے ذی ہوش اسکے قریب جانا انسان کے نیچر کا بگاڑنا سمجھتے ہین اور ہرگز اسکو پسند نہین کرتے کہ ایک غیر چیز کی خاطر جوہر انسانی ضائع کیا جائے -

کبھی کبھی ہمکو خیال آتا ہے کہ شراب پینے والے کوئی بڑے دل و دماغ کے لوگ ہونگے اور اپنی جرأت اور بہادری کے سامنے پس و پیش یا عاقبت اندیشی کو ہیچ جانتے ہونگے - ہمین کوئی اندھیری کوٹھری مین بھیجتا ہے تو بے چراغ لیے ہم ہرگز نہ جا سکینگے - سانپ - بچھو - کیڑے مکوڑے سبھی طرح کے جانورون کا خوف لگا رہیگا - شراب پی کر دنیا مین رہنا اندھیری کوٹھری مین بے چراغ جانے سے ہرگز کم نہین ہے دنیا کی کوٹھری کے لیے نیچر نے عقل ہی کو چراغ بنایا ہے - کیا یہ شرابی شراب پیتے وقت یہ نہین سوچتے کہ اسکے بعد شدت نشہ مین وہ کسی جرم کے مرتکب نہ ہو جائین یا کسی بلاے ناگہانی مین نہ پھنس جائین - کیا یہ شرابی دوسرے

شرابیون کو دیکھکر عبرت حاصل نہین کرتے اور یہ نہین سمجھتے کہ شراب پینے کے بعد انکو بھی یہی سوانگ بھرنا پڑتا ہے۔ کہین سڑکون پر پڑے ہین۔ کتا منھ چاٹتا ہے۔ قے کی ہے اور پھر اُسی کی نجاست مین کپڑے لت پت ہین۔ گھر مین ماں۔ بہن۔ بیٹی۔ سب ہی طرح کی عورتین ہوتی ہین۔ کہین ستر عورت کھل گیا عورتین منھ پھیر کر الگ ہو گئین۔ بعضین کھڑی ہین اور آپ بڑوسن کا سراپا سُنا رہے ہین۔ کوئی عورت سامنے آگئی اور آپ سر ہو گئے۔ نہ چھوٹے بڑے کا خیال نہ اپنے بیگانے کا پاس۔

ناسمجھ بچّون کو چُھری سے کھیلنے نہین دیتے۔ لڑکون کو کوئین یا دریا کے کنارے جانے سے روکتے ہین۔ روئی کو آگ سے بچاتے ہین۔ نمک کو پانی سے دور رکھتے ہین۔ لیکن دل و دماغ اور عقل انسانی کو شراب سے جو مضرتین پہونچتی ہین انکا خیال یہ شرابی نہین رکھتے اور ایسی موٹی بات نہین سمجھتے۔ سمجھتے کیون نہین لیکن شامت اعمال سے دھیان نہین کرتے۔

شراب پینے والون پر لوگ بھروسہ نہین رکھتے۔ امانت کی صفت ا دنہین تسلیم نہین کرتے۔ عوام کی نظرون مین انکا وقار نہین ہوتا۔ اپنے بیگانے عزت نہین کرتے۔ سیکڑون طرح کے ذاتی اور مالی نقصانات اسکی بدولت اُنھین اُٹھانے پڑتے ہین۔ اور ان سب کے عوض مین ملتا کیا ہے؟ تھوڑی دیر کے لیے سرور جو طبّی اور مذہبی خیال سے ہر طرح پر مضر صحت اور مخرب اخلاق ہے۔ ہان ایک بات اسکی بدولت حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ بنگیرون کے نزدیک شرابخوار سخی سمجھا جاتا ہے۔ ہم نے بنگیرون کی قید اسلیے لگائی کہ سمجھ دار

اور اہل مذہب ایسے سخی کو کو مسرف کا خطاب دیتے ہین۔ اور اسراف سیکڑون طرح کی برائیون کی خود جڑ ہے۔ چوری۔ دغا بازی۔ دروغگوئی۔ خیانت یہ تمام باتین اسراف کے ساتھ ساتھ چلتی ہین۔

غرضکہ بوجوہ مفصلہ بالا شراب خواری اسلام مین ام الجرایم سمجھی گئی ہے اور اسکے لیے سزا مقرر ہے۔ شراب پینے والون کو ۸۰ کوڑے لگائے جاتے ہین۔ اور غلام ہونے کی صورت مین صرف ۴۰ کوڑے۔ جرم شراب خواری قابل راضی نامہ یا صلح نامہ نہین ہوتا۔ حاکم وقت گویا مدعی ہوتا ہے۔ طریقہ سماعت شہادت اور ضابطہ عدالت یہ ہے کہ جب کوئی شراب انگوری پیے ہوئے گرفتار ہوا اور اُسکے مُنھ سے بو آتی ہو۔ یا یہ کہ سواے شراب انگوری کے کوئی اور شراب پی کر بدمست ہو اور ۲ شخص شراب پینے کی گواہی دین یا وہ خود ایک بار اقرار کرے تو ہوش درست ہونے کے بعد اور یہ معلوم کرکے کہ اُسنے اپنی خوشی سے پی تھی اسکی سزا ہوتی ہے۔

فصل بست و چہارم

جھوٹی قسمین

جھوٹ بولنا یا جھوٹا وعدہ کرنا یا وعدہ خلافی کرنا یا جھوٹے واقعہ کو قسم کھا کر سچ باور کرانا یہ سب شرع محمدی مین بڑا گناہ قرار پایا ہے۔ گو حاکم وقت کو دست اندازی کا اختیار نہین دیا گیا ہے جب تک کہ اور طور پر حق العباد کا اتلاف لازم نہ آتا ہو مگر اخروی عذاب سے شرع مین بہت ڈرایا گیا ہے۔ جھوٹ بولنا کسی حالت مین مسلمانون کو روا نہین ہے۔ جھوٹ بولنے کے بعد نادم ہونا چاہیے۔ خدا سے

پناہ مانگنا چاہیے۔ توبہ کرنا چاہیے کہ وہ غفور رحیم ہے۔ لیکن اگر کسی فعل کے
کرنے یا نکرنے پر خدا کی قسم کھا کر پھر اُسکی خلاف ورزی کی گئی ہے تو شارع محض
توبہ کرنے کو کافی نہین سمجھتا بلکہ تاوان ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ یہ تاوان حاکم وقت
کے ذریعہ سے نہین وصول کیا جاتا بلکہ خاطی پر لازم ہوتا ہے کہ وہ خود اپنی سزا اسطرح
کرے کہ ایک بردہ آزاد کرے یا دس مساکین کو کھانا کھلادے یا دس مساکین کو کپڑا
پہنائے اور اگر ناداری اجازت نہ دے تو پیہم تین روزہ رکھے۔ اور اسی عمل کو
کفارہ گناہ کہتے ہین۔

بطور کفارہ کے اگر کچھ اسلام نے خرچ کرنا واجب ٹھہرایا ہے تو اُسکی صورت
یہ ہے جو بیان کی گئی یہ نہین کہ چھپکلی بدن پر گری اور لوگون نے تجویز کیا کہ اتنا
اُرد اور اتنا تیل خیرات کیجیے۔ سفر مین چلے تو فقیرون کے لیے امام ضامن کا
پیسہ باندھ لیا کشتی پر سوار ہوئے تو کچھ حضرت خواجہ خضر کی نذر کی۔ ہمارے اعتقادات
کی کمزوریون نے یہ کفارے لازم کیے ہین اور اگر شرک بھی اس ضعف ایمان
کے ساتھ ہے تو سمجھیے کہ ضلالت اور گمراہی کی یہ راہین ہین۔

ایک نئے خیال والے کی دختر کا نکاح تھا۔ نئے خیال والے کیون کہا جائے
یون کہیے کہ ایک پکے مسلمان واقف احکام الٰہی کے گھر برات آنے والی تھی
سمدھی سے اُسنے کہلا بھیجا کہ لوگ کم آئین مجھے جو کچھ خرچ کرنا ہے وہ لڑکی
کے جہیز مین خرچ کرون گا۔ جواب آیا کہ اتنے ہاتھی اتنے گھوڑے اتنے کہار
اتنے آدمی ضرور جائینگے اور آپ کو سامان کرنا ہوگا۔ بیچارے مولوی نے
جواب مین لکھا بھئی سیکڑون جانور اور ہزارون آدمیون کو کھانا کھلانے کا حکم جو

محکوم پا گیا ہے وہ میرے سر پر اور آنکھوں پر ہے تشنگ آمد عنت آمد پر عمل کرنا ہی ہوگا لیکن محکوم یہ تو بتلا دیا جائے کہ کس گناہ کا یہ کفارہ ہے۔ جھوٹی قسم کھانے مین تو صرف دس مساکین کا کھلانا محکوم ہے کیا لڑکی پیدا کرنا اس سے بھی بڑا گناہ ہے کہ ہزار رن مساکین کے علاوہ جانورون کا کھلانا بھی لازم قرار دیا جاتا ہے یہان یہ کہنا بے موقع نہین ہے کہ برات لیجانے کا دستور اور بیٹی والے سے بجبر ناخواندہ مہمانون کی مہمانداری کرانے کا قاعدہ شرع کے خلاف ہے۔ بیاہ شادی مین اگر کوئی خرچ شرع نے روا رکھا ہے تو وہ طعام ولیمہ ہے یعنے شوہر اگر اپنے بیاہ کی خوشی مین اور بی بی ایسی نعمت پانے کے شکریہ مین اپنے چند احباب کو بقدر وسعت کچھ کھلائے تو مسنون ہے۔ دوسرون سے کھلانے کی فرمایش نہ مستحب ہے نہ مسنون ہے۔ تعزیرات ہند کے مطابق استحصال بالجبر البتہ ہے۔

فصل بست و پنجم

جرایم پر نصوص قرآنی

(قتل و قصاص وغیرہ)

مومنون! کوئی مارا جائے تو جان کے بدلے جان کا حکم ہے۔ آزاد کے بدلے آزاد۔ غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔ پھر جس کسی کو اسکا بھائی مسلمان معاف کردے تو دستور کے مطابق خوش معاملگی کے ساتھ خون بہا ادا کرنا چاہیے۔ تمھارے پروردگار کی طرف سے یہ آسانی اور مہربانی ہے۔ پھر اسکے بعد جو زیادتی کرے تو اسکے لیے دردناک

عذاب ہے - سورہ بقر رکوع ۲۲ -

مسلمان کو کسی مسلمان کا دیدہ و دانستہ مار ڈالنا روا نہیں ہے اور جو کوئی ایسا
کرے وہ ایک مسلمان بردہ آزاد کرے اور وارثان مقتول کو اگر وہ درگزر کریں خونبہا
دے - اگر مقتول تمہارے دشمنوں میں سے ہے اور وہ خود مسلمان ہے تو ایک
مسلمان بردہ آزاد کرنا ہوگا اور اگر مقتول انہیں سے ہے جنکے ساتھ تمہاری صلح
ہے تو قاتل کو چاہیے کہ وارثان مقتول کو خونبہا ادا کرے اور ایک مسلمان بردہ
بھی آزاد کرے اور جسکو مقدرت نہو وہ لگاتار دو مہینے تک روزہ رکھے - توبہ کا
یہ طریقہ اللہ کا ٹھہرایا ہوا ہے - اللہ علیم اور حکیم ہے - جو کوئی مسلمانوں کو دیدہ و
دانستہ مار ڈالے گا اسکی سزا دوزخ ہے جسمیں وہ ہمیشہ رہے گا اور اسپر اللہ کا
غضب نازل ہوگا اور اللہ کی پھٹکار پڑے گی - اللہ نے اسکے لیے بڑا عذاب
تیار کر رکھا ہے - سورہ نساء رکوع ۱۳ -

ہم نے تورات میں یہود کو تحریری حکم دیا تھا کہ جان کے بدلے جان آنکھ کے
بدلے آنکھ - ناک کے بدلے ناک - کان کے بدلے کان - دانت کے بدلے

---

۵۱ یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی فمن عفی له
من اخیه شیء فاتباع بالمعروف واداء الیه باحسان ذلک تخفیف من ربکم ورحمة فمن اعتدی
بعد ذلک فله عذاب الیم -
عرب میں یہ دستور تھا کہ اگر زبردست کمزور کو مار ڈالتا تھا تو اس سے بازپرس نہیں ہوتی تھی اور کمزور اگر
زبردست کو قتل کرتا تو قاتل کے گھر کے کئی آدمی ہلاک ہوتے بلکہ کئی عورت قتل کر [illegible] ہوں یا کوئی غلام مجرم
ہوتا تو اسکے گھر کے مردوں اور آقاؤں کے سر [illegible] کہا جاتا تھا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ نا انصافی ہے جو قتل کرے اسی کو
سزا دی جائے -

۵۲ وما کان لمؤمن ان یقتل مؤمنا الا خطأ ومن قتل مؤمنا خطأ فتحریر رقبة مؤمنة ودیة مسلمة الی اهله الا ان
یصدقوا فان کان من قوم عدو لکم وهو مؤمن فتحریر رقبة مؤمنة وان کان من قوم بینکم وبینهم میثاق فدیة
مسلمة الی اهله وتحریر رقبة مؤمنة فمن لم یجد فصیام شهرین متتابعین توبة من الله وکان الله علیما حکیما ومن
یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم خالدا فیها وغضب الله علیه ولعنه واعد له عذابا عظیما -

دانت۔ اور زخمون کے بدلے زخم ہے پر کوئی معاف کردے تو وہ اُسکے لیے کفارہ گناہ ہوگا۔ خدا کی اُتاری ہوئی کتاب کے مطابق حکم نہ دینے والے بے انصاف ہین۔ سورہ مائدہ [٥٣] رکوع ۷۔

(زنا)

مسلمانو! تمھاری عورتین بدکاری کی مرتکب ہون تو اُنکی بدکاری پر اپنے لوگون مین سے چار کی گواہی لو۔ اگر وہ تصدیق کرین تو اُن عورتون کو گھرون مین بند رکھو یہان تک کہ موت اُنکا کام تمام کردے یا اللہ اُنکے لیے کوئی اور راستہ نکالے۔ سورہ [٥٤] نساء رکوع ۳۔

عورت اور مرد زنا کرین تو اِن دونون مین سے ہر ایک کے سَو دُرّے مارو اگر تم اللہ اور روزِ آخرت کا یقین رکھتے ہو تو اللہ کے حکم کی تعمیل مین تمھین اُنپر ترس نہ کرنا چاہیے۔ سزا دیتے وقت مسلمانون کی ایک جماعت موجود رہے ×× ہر پاکدامن عورتون پر تہمت لگانے والے چار گواہ نہ لاسکین تو اُنکو اسّی دُرّے مارو اور کبھی اُنکی گواہی نہ قبول کرو۔ یہ لوگ بدکار ہین۔ سورہ [٥٥] نور رکوع ۱۔

---

[٥٣] وکتبنا علیہم فیہا ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص فمن تصدق بہ فہو کفارۃ لہ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الظلمون وقفینا علی اثارہم بعیسی ابن مریم مصدقا لما بین یدیہ من التورۃ واتینہ الانجیل فیہ ہدی ونور ومصدقا لما بین یدیہ من التورۃ وہدی وموعظۃ للمتقین ولیحکم اہل الانجیل بما انزل اللہ فیہ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الفسقون

[٥٤] والتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشہدوا علیہن اربعۃ منکم فان شہدوا فامسکوہن فی البیوت حتی یتوفہن الموت او یجعل اللہ لہن سبیلا

یہ راستہ آگے چلکر سورہ نور مین یون محکم ہوا ہے۔

[٥٥] الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ ولا تاخذکم بہما رافۃ فی دین اللہ ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر ولیشہد عذابہما طائفۃ من المؤمنین الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحہا الا زان او مشرک وحرم ذلک علی المؤمنین والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدوہم ثمنین جلدۃ ولا تقبلوا لہم شہادۃ ابدا واولئک ہم الفسقون۔

احادیث مین یون مذکور ہے کہ کنوارے مرد یا کنواری عورت سے ارتکاب زنا ہو تو سو دُرّے (۴)

(چوری)

مرد چوری کرے یا عورت چوری کرے تو اسکی پاداش مین اُنکے ہاتھ کاٹ ڈالو یہ تعزیر خدا کی طرف سے ہے۔ وہ زبردست حکمت والا ہے۔ سورۂ مائدہ رکوع ۶۔[۵۶]

(رشوت)

آپس مین ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ مال کو حاکمون کے پاس رسائی کا ذریعہ ٹھہراؤ کہ لوگون کے مال مین سے تھوڑا بہت جو کچھ ہاتھ آئے جان بوجھ کر ناحق ہضم کرو۔ سورۂ بقر رکوع ۲۳۔[۵۷]

(شراب خواری اور قماربازی)

پیغمبر لوگ شراب اور جوے کے بارے مین دریافت کرتے ہین تو اُنسے کہدے کہ ان دونون مین بڑا گناہ ہے اور لوگون کے لیے فائدہ بھی ہین مگر فایدہ سے گناہ (نقصان) بڑھ کر ہے۔ سورۂ بقر رکوع ۲۷۔[۵۸]

مسلمانو! جب تم نشہ کی حالت مین ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ۔ یہان تک کہ جو کچھ کہو اُسکو سمجھ سکو (یعنے نشہ اتر جائے)۔ سورۂ نساء رکوع ۷۔[۵۹]

---

(۵۴) اور دیا ہے جو کہ ایسا کرین تو وہ سنگسار کیے جائین۔ کتب سیر مین یون مذکور ہے کہ زنا کی حالت مین سنگسار کرنا حضرت موسی کے وقت سے محکوم تھا۔ توریت مین حکم تھا لیکن عملدرآمد نہین تھا۔ ایک مالدار یہود کے لڑکے نے کسی عورت سے زنا کیا۔ یہودیون نے چاہا کہ دونون صرف رسوا کرکے چھوڑ دیے جائین یا کسی کی سزا نہ دیجائے اور آنحضرت سے بیان کیا کہ توریت مین ایسا ہی محکوم ہے۔ آنحضرت نے کہا کہ توریت مین ضرور رجم کی سزا ہوگی۔ یہودیون نے بہیر پھیر کے اپنا مطلب توریت سے نکالنا چاہا لیکن عبداللہ ابن سلام کی موجودگی مین وہ کامیاب نہو سکے توریت نے بھی رجم ہی کا فتوی دیا اور وہ دونون سنگسار کیے گئے۔

[۵۶] والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیہما جزاء بما کسبا نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم۔

[۵۷] ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بہا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون۔

[۵۸] یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر ومنافع للناس واثمہما اکبر من نفعہما۔

[۵۹] یا ایہا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون۔

مسلمانو! شراب - جوا - بت اور پانسے ناپاک شیطانی کام ہین - ایسے ہر کام سے تم بچتے رہو تاکہ فلاح پاؤ - شیطان چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کی وجہ سے تم مین باہم دشمنی اور بغض پیدا کرا دے اور یاد الٰہی اور نماز سے تمھین باز رکھے - کیا تم یہ سُنکر بھی باز نہ آؤ گے - سُورہ مائدہ رکوع ۱۲

باب سوم

عبادات

فصل بست و ششم

وضو اور غسل

ہاتھ پاؤن اور مُنھ دھونے کا نام وضو ہے - خاص خاص صورتون کے سوا ۲۴ گھنٹہ مین پانچ مرتبہ وضو کرنا مسلمانون پر لازم ہے - یورپ مین ۲۴ گھنٹہ مین ایک مرتبہ غسل یعنی نہاتے ہین - ہندو بھی عموماً ایک مرتبہ اور کبھی کبھی دو مرتبہ ہر روز نہاتے ہین - مسلمانون کا پانچ مرتبہ وضو کرنا ثبوت اس امر کا ہے کہ مسلمانون مین تمام قومون سے زائد صفائی کا خیال رہتا ہے - نہانے مین ایک عیب یہ ہے کہ کبھی کبھی حالت جسم اور بارہا موسم یا ملکی آب و ہوا روزانہ نہانے سے بُرے نتائج پیدا کرتی ہے - لیکن وضو خاص خاص امراض کے سوا کسی حالت مین مضر صحت نہین سمجھا جاتا اور تفریح طبع جو نہانے کی علت غائی ہے وہ وضو سے بخوبی حاصل ہوتی ہے - جنابت مین مسلمان ضرور غسل

۱؎ یایہا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ فہل انتم منتہون -

کرتے ہین اور ساتوین روز جمعہ کو مذہباً اُن کو نہانے کی تاکید ہے ہر روز پانچ مرتبہ منہ ہاتھ اور پاؤن دھونا اور اسکے ساتھ مسواک کا برابر استعمال کرنا ساتوین روز غسل کرنا خوشبو لگانا کس درجہ مناسب اور معتدل احکام طریقہ اسلامی کے ہین۔

اس سے انکار نہین ہو سکتا کہ معزز ہنود روز غسل کرتے ہین اور یورپین صاحب بھی روز غسل کرتے ہین انکے مقابلہ مین وہ تارک الصلوٰۃ مسلمان جو نماز کی غرض سے وضو نہین کرتے یا کبھی کبھی انہین کے اثر سے ساتوین روز کے غسل میں بھی سستی کرتے ہین ناصاف معلوم ہوتے ہین۔ اسلام مین اسوقت ضعف ہے۔ اس لیے اسلام کے تمام وصف چھپ گئے ہین۔ جس قوم کو اپنی صفائی پر ناز تھا۔ تمام زمانہ مین جو لوگ جسکی صفائی کا دم بھرتے تھے آج وہ تمام ہندوستان کے باشندون مین گندے اور نامبارک سمجھے جاتے ہین۔ سمجھنے والون کا قصور نہین ہے قصور ہمارا ہے کہ جو چیز ہم مین قابل قدر تھی وہ ہم نے الگ رکھدی۔ انسان انسان سب برابر ہین خوبیون کی چادر ہین ایک کو دوسرے سے ممتاز رکھتی ہین جب مسلمانون نے اپنی قومی شعار کی چادر اتار پھینکی تو انکا قومی امتیاز بھی جاتا رہا۔ اس موقع پر مین ایک نقل بیان کرتا ہون جسکو سن کر ناظرین افسوس کرین گے۔

مین (مصنف کتاب) ایک روز صبح کی گاڑی مین لکھنؤ پہونچا اور ایک ضرورت سے مجکو اسی وقت چوک جانا ہوا۔ ایک گھنٹہ دن چڑھ چکا تھا جب مین ایک مسلمان نانبائی کی دوکان پر جا کھڑا ہوا۔ میرے پیچھے ایک ہندو دلال بھی آ پہنچا تھا۔ بگیسو رہا تھا اُسکی بی بی جاگتی تھی۔ بی بی نے مجھے مونڈھے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ لیکن وہان اسقدر گندگی تھی کہ مین بیٹھ نہین سکتا تھا۔ پانی کے گھڑے۔ میلے کپڑے۔ حقہ کی راکھ۔

کھانے کے برتن۔ آلات حرفت سب ایک ہی جگہ تھے۔ وہ عورت انکھیں ملتی جاتی تھی اور میرے بیٹھنے پر اصرار کر رہی تھی۔ مین نے نہایت ہمدردی سے پوچھا کہ اگر پانی کے گھڑے الگ رکھ دیے جائین اور سویرے سے یہ مقام جھاڑ ڈالا جائے کہ ذرا مکھی دور ہو جائے تو تمھارا کچھ حرج ہے؟۔ بیٹھنے کو فرمایش کرتی ہو لیکن بیٹھنے کے لایق جگہ نہین بناتین۔ مین یہ کہتا ہوا وہان سے چلا۔ دلال نے مجھ سے کہا۔ "حضور مسلمان ایسے ہی گندے ہوتے ہین"۔ دلال مجھے ضرور ہندو سمجھا اور وہ محض اسلیے کہ مجکو اُسنے گندگی سے متنفر پایا۔ اب نتیجہ اس حکایت کا صاف عیان ہے کہ اس ہندو دلال کے ذہن مین یہ امر جما ہوا تھا کہ مسلمان صاف نہین رہتے اور جو کوئی گندگی سے متنفر نظر آئے اسکی نسبت مسلمان نہ ہونے کا قیاس کرنا چاہیے۔ یہ حکایت لکھنو کی ہے جہان سے مسلمانی حکومت اٹھے ہوئے نصف صدی سے کچھ زاید زمانہ نہین ہوا۔ حکومت عیب پوشی کرتی رہی۔ حکومت جانے پر عیوب کھل پڑے۔ ہماری خوشنما صورت اُسی وقت قابل دیکھنے کے ہو سکتی ہے جبکہ ہم احکام اسلام کے پورے طور پر پیرو ہون ہم نے نماز کو ڈھکوسلا او مُلّاؤن کی تقلید سمجھ کر چھوڑ دیا گھنٹہ دن چڑھے سو کر اُٹھے۔ اُٹھنے پر بھی کھانے کے وقت تک منھ دھونے کی نوبت نہین آئی۔ ایک طرف تو ہم ہین دوسری طرف ہندو ہین کہ نہا دھو یا رو دھا نو رکے تڑکے گنگا ملتے ہوئے اُٹھے۔ لٹیا ہاتھ مین لی دھوتی کندھے پر رکھی حاجت بشری سے فارغ ہو کر دریا مین اشنان کیا چوٹی جھاڑتے دھوتی کندھے پر ڈالے چلے آتے ہین۔ حالت کتنی ہی بدنما ہے لیکن بدن صاف ہے صبح کی ہوا کھا چکے ہین۔ دل و دماغ کو تفریح حاصل ہوئی ہے جی خوش ہے۔

طبیعت کام کرنے پر مائل ہے۔ یہی وہان نہ ہوگی تو ہمارے یہان ہوگی کہ جہان بھیکرون نے بیہرن چڑھنے تک مسواک تک نہین کی ہے۔ لیکن واضح رہے کہ یہ حالت مسلمانون کی اب ہے۔ اسکے پہلے یہ حالت انکی نہ تھی اور اب بھی جہان کہین احکام شرع پر انکا عمل ہے حالت افلاس میں بھی یہ صفائی اور پاکیزگی مین آپ اپنی نظیر ہین۔ اس اُجڑی حالت کا بھی ایک نقشہ ملاحظہ کیجیے۔

مجکو ایک مرتبہ مئو کی راہ سے گورکھپور آنے کا اتفاق ہوا ریل کے اوقات پہلے سے معلوم نہ تھے اسلیے سفر ایسی ٹرین مین ہوا کہ مئو اسٹیشن پر مجکو پانچ گھنٹے کے لیے ٹھہرنا پڑا۔ مئو ضلع اعظمگڈھ مین مشہور قصبہ ہے۔ جولاہے اسمین بستے ہین اتفاق کے مشہور بلوہ کی وجہ سے مئو اور بھی مشہور ہوگیا ہے کہ یہان کے چند جولاہون نے اس بلوہ مین ہندو بلوائیون کے جم غفیر کا مقابلہ نہایت استقلال کے ساتھ کیا تھا۔ میرا جی چاہا کہ اس مشہور قصبہ کی سیر کرنا چاہیے۔ یہ قصبہ متعدد ٹولون مین تقسیم ہے اور سب ٹولے ملکر ایک شہر کا مقابلہ کرتے ہین۔ اس شہر مین سب کے پہلے میری نظر ایک جولاہہ پر پڑی جو اپنے گھر مین بیٹھا ہوا سوت جوڑ رہا تھا مین سیدھا اسکے پاس پہونچا اور نہایت معمولی مسافر کی حیثیت سے جاکر اُسکے برابر بیٹھ گیا۔ اُسنے نام پوچھا مین نے بتایا۔ اُسنے کچھ زاید دریافت کرنا چاہا تو مین نے اغماض کیا۔ بہرحال اُسنے یہ سمجھ کر کہ مین مسلمان مسافر ہون اپنے لڑکے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ [illegible] شربت لیکر آیا۔ شربت تو اپنی نوعیت مین اعلیٰ درجہ کا نہ تھا مگر [illegible] کا ظرف نہایت صاف اور طریق لانے کا نہایت پسندیدہ تھا۔ مین نے بلا ضرورت اسکے پیشہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] نہین کی۔ میزبان کا [illegible] نہایت

صاف پایا - دیواریں پاکیزہ مٹی سے لپی ہوئیں - گندگی کا کہیں نام نہیں - میرا جی وہاں
بہت خوش ہوا - میں نے قصبہ کے حالات دریافت کرنے شروع کیے سننے سے
میں نے راے قائم کی کہ اگر یہاں انہیں جولاہوں کے چندہ سے کپڑہ بننے سوت
کاتنے روئی درست کرنے کی کل قائم کی جائے تو بہت مناسب ہوگا - میں نے اس کے
متعلق جو اپنے خیالات ظاہر کیے تو میرا میزبان بہت محظوظ ہوا - اور اپنی ہی قصبہ میں
ایک متمول جولاہے کے گھر مجھے لے گیا وہاں بیسوں آدمی جمع تھے جو اپنے تھان
بیچنے کے لیے لائے تھے - یہ وہ مقام تھا جہاں کم پونجی والے زائد پونجی والوں کو مال
دے آتے تھے اور وہ اپنے طور پر باہر روانہ کرتے تھے یا بیوپاریوں کے ہاتھ اکٹھا فروخت
کرتے تھے - میری تقریر سننے کے لیے بہت سے لوگ جمع ہوگئے اور بہت توجہ سے
میری بات سنی - میری یہ راے تھی کہ متمول لوگ بڑے بڑے حصہ خرید کریں اور ادنی
درجہ کے لوگ چھوٹے چھوٹے حصہ لیں لیکن شریک کل جولاہے ہوں - جو لوگ اب
بمبئی اور کلکتہ جاتے ہیں وہ آیندہ خود اپنی مشینوں میں کام کریں - یورپین کاریگر جو بلائے
جائیں اُنسے متمول جولاہوں کے لڑکے کام سیکھیں اور کام سیکھنے پر مشین بالکل اپنے
ہاتھوں میں رکھیں یہ بات ایسی تھی کہ کہیں سے نامقبول نہیں ہوسکتی تھی جولاہوں نے
سب نے اسکو پسند کیا - افسوس ہے کہ مجکو پھر وہاں جانے کی فرصت نہیں ملی ورنہ اگر
میں دو چار مرتبہ کوشش کرتا تو ضرور ایک صورت قائم ہوجاتی - بہر حال میں ان
لوگوں سے ملکر نہایت خوش ہوا - وہ لوگ نہایت صاف ستھرے تھے - کپڑے پہنے
ہوئے بھی تھے تو صاف اور پاک تھے - چہرہ پر گرد اصل نہ تھا - روشنی معلوم ہوتی تھی
ہاتھ پاؤں صاف تھے - ... وضو کرنے کی برکت تھی - علاوہ انکے ... م سے

تمام درودیوار قصبہ کے صاف تھے۔ گلیان اور راستے ایسے صاف تھے کہ مین نے
شہرون مین بھی جہان میونسپلٹی کا قانون جاری ہے یہ صفائی نہین دیکھی۔ مسجدین
اس قصبہ کی زیادہ تر خام تھین لیکن نہایت پاکیزہ حالت مین تھین۔ دیوارین صاف
تھین۔ فرش زمین پر نہ خاک تھی نہ تنکا تھا۔ مٹی کے بدھنے صاف تھے۔ ڈول
چمڑے کا بھی درست تھا۔ شہر کی مسجد ان سے کہین زیادہ وہان رونق تھی [illegible] کی کیا
تھی۔ صرف یہ کہ کل باشندے نمازی ہین سب وضو کرتے ہین صاف رہتے ہین
اور جب خود صاف ہین تو صاف چیزین بھی پسند کرتے ہین۔ اسلام کی صفائی اُنکے
درودیوار سے ٹپکتی ہے اور بلا وہ شہر یا قصبہ جہان کے اکثر باشندے پیر دان سے
تک آنکھون کا میل صاف نہین کرتے کیا خود صاف رہین گے اور کیا گھر کی چیزین
صاف رکھین گے۔ اب جن حضرات کا یہ خیال ہو کہ مسلمان میلے ہین اور میلی حالت
مین رہتے ہین وہ ہنود کے غریب فاقہ کش جولاہون کی حالت جا کر دیکھین۔

جملہ معترضہ کے طور پر مفصلہ بالا باتین بیان کی گئین۔ اب اصلی مضمون کی طرف
مراجعت کی جاتی ہے۔ واضح رہے کہ وضو قرآن مین محکوم ہے۔ آیۂ قرآنی یہ ہے
"فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین" نحوی ترکیب نے
اس آیۃ کے معنون مین اختلاف پیدا کیا ہے۔ ہاتھ منہ دھونا بالاتفاق فرض ہے۔ سر پر
مسح کرنا یعنے سر کے گرد بھیگے ہوئے ہاتھ سے جھاڑ ڈالنا بھی بالاتفاق فرض ہے۔ اختلاف
صرف پاؤن مین ہے۔ اکثر علماے اسلام پاؤن کا دھونا فرض بتاتے ہین اور بعض
یہ کہتے ہین کہ پشت پا کی گرد جھاڑ ڈالنا یعنے پاؤن پر مسح کرنا کافی ہے۔

غسل جنابت [illegible] مین [illegible] ہے بعض [illegible] حدیثی [illegible]

پیغمبر خدا عیدین اور جمعہ کے دن برابر غسل کرتے تھے۔ اسلیے ان ایام مین غسل ضروری سمجھا جاتا ہے۔ مردہ کو دفن کرنے کے قبل غسل دینا واجب ہے۔ حج کے دنون مین بھی بروز عرفہ غسل واجب ہے۔ احرام باندھنے کے پہلے بھی غسل واجب ہے عیدین جمعہ اور حج کا غسل بظاہر اسلیے ضرور ہے کہ گندگی سے ہوا کے خراب ہو جانے کا احتمال رہتا ہے اور دوسرون کی تکلیف کا اندیشہ ہوتا ہے۔

غرضکہ نہانے دھونے کے احکام اسلام مین شرح و بسط کے ساتھ بیان کیے گئے ہین اور شرع نے بڑا اعتدال ملحوظ رکھا ہے اگر انپر عمل کیا جائے تو نہایت صفائی کے ساتھ آدمی رہ سکتا ہے۔ جسم کو صاف اور طبیعت کو مفرح رکھنے کے لیے اسقدر پانی کا استعمال کافی ہے جتنا کہ اسلام نے ضروری ٹھہرا دیا ہے اور اگر کچھ اور مبالغہ کیا جائے تو بھی کہین شرع مین ممانعت نہیں ہے۔ دن بھر مین بیس مرتبہ غسل کیا جائے تو شرع کے خلاف نہین ہے۔ ہان جہان کہین پانی بآسانی میسر نہین آتا وہان پانی کو فضول گرانا اس طرح کہ ذی حق اس سے محروم رہین البتہ داخل اسراف ہے اور یہ ایک بالکل جدا مسئلہ شرع کا ہے۔

فصل بست و ہفتم

تیمم اور مسح

بجاے دھونے کے تیمم اور مسح کرلینا بھی جابجا محکوم ہے۔ صرف حدیث نبوی سے یہ ثابت نہین ہے۔ قرآن مین بھی حکم ہے۔ بعض اسکی مصلحت نہین سمجھتے اسلیے تصریح کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔

جہان کہین پانی میسر نہ آسکے اور اسلیے وضو یا غسل ممکن نہ ہو وہان شرع محمدی

وضو یا غسل کی جگہ تیمم کا حکم دیتی ہے۔ کف دست کو پہلے پاک مٹی یا خاک پر پھیر کر دونون ہاتھون پر اور منہ پر پھیرنا تیمم کہلاتا ہے۔

علم طب سے جو واقف ہین انپر پوشیدہ نہین ہے کہ انسان کے تمام جسم پر مسامات ہین اور ان مسامات سے بدن کا زہر نکلا کرتا ہے۔ بدن کا دھونا اس زہر کے رفع کرنے کے لیے لابدًا ضروری ہے۔ وہ زہر گو اپنی نوعیت اور مقدار کے لحاظ سے ایسا نہین ہے کہ اسکا ایک جگہ عرصہ تک رہنا تیزاب کا کام کرے لیکن پھر بھی اسکا رفع ہونا بے انتہا تفریح بخشتا ہے۔ صرف ہاتھ اور پاؤن سے وہ دفع کیا جائے جب بھی بہت تسکین ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ وضو یعنے ہاتھ پاؤن منہ کا دھونا نصف غسل کا کام دیتا ہے۔ جس طرح شارع نے بجاے غسل کے وضو قایم کیا ہے اسی طرح پانی نہ ملنے کی حالت مین بجاے تمام بدن کے مل ڈالنے کے صرف ہاتھ اور منہ کا رگڑ ڈالنا یا پونچھ ڈالنا بتایا ہے۔ ہاتھ یا کپڑا اگر کسی جسم پر رگڑا جائے تو وہ ضرور میل لینے سے اچھا ہے۔ لیکن واضح ہے کہ شارع نے پانی نہ ملنے کی صورت مین تیمم کا حکم دیا ہے اسی طرح بجاے ہاتھوں کے رومال سے منہ پونچھنا شاید زیادہ فرحت بخش ہو۔ لیکن شرع اسلام کے قواعد آسانی اور سہولت پر مبنی ہین کہ جنکے پاس کپڑا ہو اور جنکے پاس کپڑا نہ ہو دونون سے یکسان تعلق رکھے کپڑے والون کے لیے تیمم کا طریقہ جدا رکھنا اور جنکے پاس کپڑے نہ ہوان انکے لیے دوسری طرز رکھنا اس اصول کے خلاف ہوتا جس نے تمام بنی نوع انسان کو ایک رشتہ مین باندھنا چاہا تھا اور جس نے ایک رشتہ مین عملی طور پر باندھ کر دکھا بھی دیا۔ اسے ایک بات یہ رہی جاتی ہے کہ پانی ملنے کی کیا ضرورت ہے وہ لیتے ہی ہاتھ پھیر لے [illegible] ہے ہم۔

حاصل ہوتی ہے یہ کہنا بیشک صحیح ہے لیکن بعض وقت بغیر مٹی کے منھ اور ہاتھ کی
چکناہٹ رفع نہین ہوتی۔ مٹی مین ایک خاص قوت پاک کرنے کی ہے اور یہ تو
کوئی مسئلہ بہت باریک نہین ہے تجربہ سے اسکو تعلق ہے۔ پہلے وضو کیجیے پھر
تھوڑی دیر مین مٹی سے تیمم کیجیے پھر ذرا ٹھہر کر خالی ہاتھ منھ پر پھیریے تجربہ خود بتادے گا کہ
وضو مین سب سے زیادہ تفریح ہے اسکے بعد تیمم کا درجہ ہے پھر خالی خولی ہاتھ پھیرنے کا۔

واضح رہے کہ تیمم کرنے کا یہ مطلب نہین ہے کہ تمام منھ مین خاک لپیٹ لی جائے
منھ پر بعد تیمم کے خاک ظاہر نہین ہوتی اور اگر کبھی کچھ خاک ظاہر بھی ہوئی تو اسکو
آسانی سے جھاڑ سکتے ہین تیمم سے مقصود ہے کثافت کا رفع کرنا اور تفریح پیدا کرنا
چہرہ کا خاک آلودہ کرنا مقصود نہین ہے اور نہ چہرہ تیمم سے کبھی خاک آلودہ یا بدنما ہوتا ہے

تر ہاتھوں کو سر پر پھیرنا مسح راس کہلاتا ہے۔ اور وضو کا ایک رکن یہ بھی ہے۔ سر پر ہاتھ
پھیرنے کی غایت صرف بالون کی گرد کا صاف کرنا ہے۔ صفائی جسم اسلام مین بہت
ضروری امر ہے اسکے متعلق جو توضیح وضو کے بیان مین کی گئی ہے قابل ملاحظہ ہے

مین نے ایک محفل مین دیکھا کہ ایک یورپین جنٹلمین جیبی رومال سے اپنے
جوتے کی خاک جھاڑ رہا تھا۔ ملازم اسکا موجود نہ تھا اسلیے منھ پونچھنے کے رومال سے
اسنے جھاڑن کا کام لیا۔ اسنے رومال کا گرد آلودہ ہونا گوارا کیا لیکن بھری محفل مین جوتے
پر گرد کا رہنا پسند نہ کیا۔ اسوقت دفعتاً میرا ذہن منتقل ہوگیا مسح علی الخفین کے مسئلہ کی طرف
یعنے جبکہ نماز مین جوکوئی جوتا پہن کر جانا چاہے اسکو چاہیے کہ نم ہاتھ جوتوں پر پھیرے
اور اس طرح اسکی گرد جھاڑ ڈالے اسی کو اصطلاح شرع مین مسح علی الخفین کہتے ہین
یعنے جن لوگون کے پاؤن مین بوٹ ہون اور انکو اتارنا منظور نہ ہو وہ وضو کے وقت

بجاے پاؤن دھونے کے صرف بوٹ پر نم ہاتھ پھیر لین یعنی اُسکی خاک جھاڑ ڈالین تو کافی ہے۔

فصل بست و ہشتم

اذان

جب مدینہ کے مسلمان تعداد مین بڑھتے گئے تو نماز کے لیے بُلانے مین کسی قدر اہتمام کرنا پڑا۔ دس بیس تیس تک توخیر کوئی ایسی ضرورت نہین ہوئی لیکن جب مومنین کی تعداد ہزار دن تک پہونچی تو اعلان بغیر کام چلتا نظر نہین آیا۔ لوگون کا انتظار کیا جاتا تو اغفار کرنے والون کو حید تکلیف ہوتی اور باوجود انتظار کے بھی جو لوگ پیچھے جاتے اُنکو الگ گلہ ہوتا۔ اب خیال یہ پیدا ہوا کہ لوگون کے خبر کرنے کے لیے کوئی تدبیر سوچنا چاہیے۔ مختلف تجویزین پیش ہوئین۔ کسی نے آگ جلانے کی صلاح دی کہ آگ کی روشنی دیکھ کر لوگ جمع ہو جایا کرین گے۔ کسی نے یہ کہا کہ ناقوس یا گھنٹہ سے اعلان کیا جائے۔ اسلام کی ابتدائی حالت جیسی سادہ اور دلکش تھی وہ ان ڈھکوسلون کی پابند نہ ہوسکی۔ کثرت راے اسپر قرار پائی کہ بلند مقام پر کھڑا ہوکر کوئی شخص پکار دیا کرے بس اتنا ہی کافی ہے اب پکارنے کے الفاظ کیا ہون اسپر غور ہونے لگا چند شخصون نے کچھ الفاظ بتائے اور کہا کہ اُنھون نے عالم خواب مین ان الفاظ کے ساتھ اذان دیتے ہوئے سنا ہے۔ وہ الفاظ منظور کیے گئے۔ اور آج تک نماز کے پہلے انھین الفاظ سے نماز کو پکارتے ہین یا یہ کہ ان کو نماز شروع ہونے کی اطلاع دیجاتی ہے۔ وہ الفاظ یہ ہین۔

"اللہ اکبر اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔ اشہد ان محمد رسول اللہ حی علی الصلوٰۃ

حی علی الفلاح الله اکبر لا اله الا الله؟

- الله اکبر (یعنے خدا سب سے بڑا ہے) اسکے بعد موذن "اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا رسول الله" کہتا ہے جسکے معنی یہ ہین (مین گواہی دیتا ہون کہ سوائے اللہ کے دوسرا معبود نہین ہے اور مین گواہی دیتا ہون کہ محمد اللہ کا پیغمبر ہے) اس کہنے سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ سننے والے سمجھ جائین کہ پکارنے والا کوئی مسلمان ہے اور پھر دعا ان کرین کہ یہ مسلمان کیا کہتا ہے۔ اسکے بعد موذن اصلی مطلب زبان پر لاتا ہے یعنے وہ پکارتا ہے "حی علی الصلوة حی علی الفلاح" (آؤ نماز کو آؤ کہ اسمین فلاح ہے) اسکے بعد وہ تکبیر او تہلیل یعنے (الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله) کہکر اپنی صدا کو ختم کرتا ہے۔

عیسائیون کی جماعت کو نوبت تو مدت سے نصیب رہی تو اذان کو بے تکلف بگل کہہ سکتے ہین [illegible] کہ اس [illegible] مین بگل فوج کو اتنا جلد مستعد نہین کرتا جتنا پہلے زمانہ مین اذان مسلمانون کو مستعد کرتی تھی اذان سننے کے ساتھ ہی ہر شخص اپنے گھر سے نکل پڑتا تھا۔ گویا اذان کیا تھی جو لوگون کو کھینچ لاتی تھی ناظرین نے کسی گنجان آبادی مین آگ لگتے دیکھا ہوگا تو انکی آنکھون کے سامنے وہ منظر ابتک موجود ہوگا کہ آگ کے شعلے بلند ہوتے ہی تمام محلے کے لوگ اپنے گھر سے نکل پڑے تھے اور چند منٹ مین وہ لوگ جلتی ہوئی آگ کے گرد آتش پرستون کی طرح حلقہ باندھکر کھڑے ہو گئے تھے۔ بس یہی کیفیت اذان [illegible] نے اسلام کے مسلمانون کی تھی جب تک اسلام کی یہ حالت رہی تھا۔ اس [illegible] عرب [illegible] آسکے [illegible]

موذن [illegible] اذان دیتے [illegible] کیفیت [illegible] ایک [illegible] انگریزی

مستغرق الحسان ہین کہ صبح کے وقت اذان کے سادے سادے چند الفاظ کیسی
کیفیت پیدا کرتے ہین جو بالکل سُننے ہی سے تعلّق رکھتی ہے بیان مین بہت
نہین ہے کہ اُن الفاظ سے جو جذبات پیدا ہوتے ہین یا جو سمان بندھتا ہے وہ
پورے طور پر بیان ہو سکے۔

ہم نے ابتک یہ دکھایا کہ مسلمانون مین اذان کیا چیز ہے اور اُسکے بعد یہ دکھاتے
ہین کہ اب لوگ اسے کیا سمجھتے ہین۔ ہندوستان کی آدھی مسجدین تو ایسی ہین جنہین ہرسون
اذان نہین ہوتی اور جو مسجدین آباد ہین اُنمین بہ کثرون کی حالت یہ ہے کہ محلے کے
کسی ایک نمازی سے اُسکی رونق ہے۔ وہی بیچارہ موذن۔ امام۔ مقتدی سب کچھ ہے
گھڑی رات رہے آکر اذان دیتا ہے اور پھر گھڑی دن چڑھے اشراق کی نماز پڑھ کر نکلتا ہے
لیکن کوئی بھی ایسا نہین ملتا جو اس غریب کا ساتھ دے۔ فجر اور عشا کا کیا ذکر ظہر عصر
اور مغرب کی نمازوں مین بھی محلہ والے شریک نہین ہوتے۔ موذن نے اذان دی لیکن
اذان دینے سے اسکا مقصود کبھی یہ نہین ہوتا کہ لوگ آواز سُنکر جمع ہون۔ یہ مقصود ہونے
کیون لگا جب وہ جانتا ہے کہ پڑوس والے اسے دھیان مین نہین لاتے۔
اذان دینا شعار اسلام ہے یہ تو نہین کہا جاسکتا کہ بے اذان دیے نماز پڑھ لی جائے
لیکن غور طلب یہ ہے کہ جب موذن کو یقیناً معلوم ہے کہ برسون "حی علی الصلوۃ" کہتے
گذر گئی لیکن کسی فرد بشر نے بھی سمجھ سے بلا ۔ اخ تصور کیا اگر وہ صرف اتنا ہی کہہ دیتا
کہ ارے بھائی ذرا سُن جاؤ تو کتنے آدمی جمع ہو جاتے اور نماز پڑھتے یا نہ پڑھتے لیکن
بلانے سے آ ضرور جاتے۔ تو اب یہ گفتگو ہے کہ جان بوجھ کر ہر ایک رکن دین کی توہین
اور تفضیح کرانا کہان تک مناسب ہے۔ اب تیسری قسم مین وہ مسجدین داخل ہین جہان

موذن الگ ہین۔ امام جدا نوکر ہین یا معین ہین۔ جماعتین ہوتی ہین۔ مصلیون
سے صحن مسجد بھر جاتا ہے۔ جہان اسلام کا چرچا عرصہ تک رہا ہے اور مسلمانون کی
آبادی زیادہ ہے وہان مسجدین زیادہ تر اسی قسم کی ہین۔ اول اور دوم قسم کی مسجدین
زیادہ تر ہندوستان کے اُن حصون مین ہین جہان مسلمان کم آباد ہین۔ مذہبی جوش
مین مسجدین بنوادی گئی ہین۔ لیکن گرد و نواح کے باشندون مین اسلام نے اس طرح
جگہ نہین پکڑی کہ مسجد کے آباد رکھنے والے اکٹھا ہو سکین۔ خیر انکا تو کوئی شمار نہین۔
تیسری قسم کی مسجدین جہان ہین اور پانچون وقت بلاناغہ انمین اذان ہوتی ہی وہان
کے مسلمانون کی نسبت بھی ہم کہہ سکتے ہین کہ سَو مین پچاس ایسے ہونگے جو اذان کی
ماہیت سے واقف ہون۔ اذان پر کیا موقوف ہے۔ بہت سے ارکان مذہب ایسے
ہو رہے ہین کہ لوگ بطور رسم و رواج کے انکی پیروی کرتے ہین۔ اصل مذہب کے طور پر
اُنکو ماننے والے کم ہین۔ یون سمجھیے کہ قرآن تو مسلمانون کا دین ہے۔ ایمان ہے
جو کچھ ہے وہی ہے کئی تہ کپڑون مین لپیٹ کر اُسے سب سے اونچے طاق پر اد۔
وہان بھی سب کتابون کے اوپر لوگ رکھتے ہین لیکن جو کچھ عظمت ہے اُسکی جلد اور
کاغذ کی ہے۔ اُسکے معنون کی بھی وقعت دل مین ہو ایسے مسلمان بہت کم ہین سَو
مین نوے کم مسلمانون کے ایسے ہین جو اپنے کو شرک سے مستثنی نہین کہہ سکتے
ہین۔ توریث کے عمدہ قانون کو دل سے بُرا جاننے والے اکثر ملین گے۔ عورتون کے
حقوق جو قرآن مین قایم ہین اُنکو دل سے ناپسند کرنے والے بہت ہین۔ یہ لوگ
رسم و رواج کے مقابلہ مین آیات قرآنی کو باوقعت نہین سمجھتے۔ خلاصہ یہ کہ قرآن کو
اُن خوبیون کی وجہ سے جو اسمین ہین (یعنی ہمیشہ پر قانون مسلمانون کے عقیدہ کے مطابق)

بہت کم لوگ تعظیم کرتے ہین - ہان باپ دادا کو چومتے چاٹتے دیکھا ہے اسلیے
ظاہری تعظیم کرنے مین منافقون کی طرح سچے مسلمانون کو شرماسکتے ہین - جب اصل
قرآن کی یہ حالت ہے تو اذان کی نسبت یہ پوچھنا کہ اسکے سچے استعمال کو لوگ کہان
تک ٹھیک طور پر جانتے ہین - عبث ہے - آیات قرآنی کو سمجھ کر انپر عمل کیا جانے ایسا
بہت کم ہے اور یہ بہت زیادہ رائج ہے کہ دوا کے طور پر لوگ انکو استعمال کرتے ہین
اکثر گھرون مین دعا اور تعویذ سلب مرض مین حکیمون اور ڈاکٹرون کی دوائون سے
کہین زیادہ موثر سمجھا جاتا ہے - اور سچا اسلام گویا انہین عقیدون کے ساتھ
محدود مانا جاتا ہے - ہمارے کہنے کا منشا یہ نہین ہے کہ آیات قرآنی کو دوا کی جگہ
کام مین لانا نادانی ہے - خدا کی قدرتون مین کسی کو دخل نہین ہے اور نہ تاثیر اشیا
پر کسی فرد بشر کو پورا عبور ہو سکتا - لیکن اسقدر تو ہم ضرور کہین گے کہ یہ آیات دوا کی
طرح کام مین لانے کے لیے بنائی نہین گئی تھین - انکے بنانے کے اصل اغراض
کچھ اور تھے جن پر دھیان کرنے والے اب بہت کم ہین - مثلاً "ان اللہ علی کل
شی قدیر" (اللہ ہر چیز پر قادر ہے) جنگل مین کسی مسافر پر شیر حملہ کرے اسکو بچاؤ کی کوئی
صورت نظر نہ آوے اور اسلیے وہ دل کڑا کر کے کہے کہ اللہ سب پر غالب ہے (ان اللہ
علی کل شی قدیر) اور شیر پر تلوار کا وار کرے یون اس ایت قرآنی سے اپنے خیالات
کی مضبوطی اور دل مین جرات پیدا کرے تو کہا جائے گا کہ اسنے شارع کے اغراض
کی تکمیل کی - لیکن بجاے حملہ کرنے کے وہ چپ چاپ آنکھ بند کر کے بیٹھ رہے اور
منہ سے اس آیت کو پڑھتا جائے اور عقیدہ یہ رکھے کہ اس آیت کے اثر سے شیر کی
آنکھین بند ہو جائین گی اور وہ مجھے دیکھ نہ سکے گا تو یہ ضرور کہا جائے گا کہ آیت کا

استعمال اچھے طور پر نہین کیا گیا۔ ممکن ہے کہ اس آیت مین آنکھ پھوڑنے کی بھی
تاثیر ہو ہمکو کسی کے ذاتی عقیدہ سے بحث نہین ہے۔ لیکن یہ ہر شخص سمجھے گا اسکا
وضع کرنا تسخیرکی آنکھ پھوڑنے کے لیے نہین تھا بلکہ اسلیے تھا کہ اس سے لوگون کی
عقیدت اللہ کی طرف بڑھے اور دلون مین مضبوطی پیدا ہو۔ اسکو دوسرے طور پر
یون سمجھنا چاہیے کہ کسی کو نہایت عمدہ کپڑا سر مین باندھنے کے لیے دیا جائے اور وہ
اُس سے اپنا میز صاف کرے۔ گو میز صاف کرنے کا کام بھی اُس کپڑے سے نکل
سکتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ وہ اس کام کے لیے بنایا نہین گیا تھا اور اسلیے یہ ضرور
کہا جائیگا کہ اُس شے کا بُرا استعمال کیا گیا۔

جہان مختلف امراض کی دوا مین آیت قرآنی سے کام لیا جاتا ہے وہان بعضے
کے دور کرنے مین لوگ اذان کو مؤثر سمجھتے ہین۔ ہم یہ نہین کہہ سکتے کہ اس کام کے
لیے اذان کب سے مُراشوگھی گئی ہے اور نہ ہم یہ کہتے کہ مسلمانون کا خیال اس بات
مین غلط ہے یون کہا جاسکتا ہے کہ منہ ہاتھ دھونے (یعنے وضو کرنے) نماز پڑھنے
صاف کام کرنے اور صفائی رکھنے سے یعنے عمدہ مشاغل سے کثافتین پیدا
نہین ہوتین اور اسلیے مسلمان جہان رہتے ہین یا دوسرے لفظون مین جہان تک
اذان کی آواز پہونچتی ہے یہ بلائین (بیماریان جو کثافت سے پیدا ہوتی ہین)
پاس نہین آتین۔ لیکن اسکے ساتھ یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ کہنا کہان تک شاعرانہ خیال
کا پیرایہ رکھتا ہے۔ ممکن ہے کہ انھین خیالات نے لوگون کو وہ متوجہ کیا ہو کہ
یہ جو الفاظ نماز کے لیے بلانے کو موضوع کیے گئے تھے اُنسے بھوت کے بھگانے
کا کام لینا بھی ... ہے ... تو ... اس کام کے لیے اذان

کبھی موضوع نہین ہوئی لیکن ہم نہین کہہ سکتے کہ نماز کے بعد (اور وہ بھی دو ن کی نماز کے بعد نہین) تمام نمازیون کا مل کر اذان دینا اور اس سے دفع امراض وبائی کا خیال رکھنا کس زمانہ کی اختراع ہے۔ جہان لوگ اذان کو اذان نہین سمجھتے بغرض ان تو کوئی ایسا ہرج نہین ہے لیکن جہان اذان کو اذان سمجھتے ہین وہان اس طرح پکارنا کسی طرح مناسب نہین کہا جا سکتا کہ نماز ہو چکنے کے بعد پھر نمازیون کو بلاتے ہین اور دل مین مقصود یہ رکھتے ہین کہ ہماری آواز پر نمازی نہ آئین بلکہ بلا نکل جائے۔

فصل بست و نہم

نماز

نماز فارسی ترجمہ صلوۃ کا ہے۔ نہایت ضروری رکن اسلام کا ہے۔ تمام مذاہب میں اخلاقی امور اصول موضوعہ یا علوم متعارفہ کی طرح پائے جاتے ہین۔ مثلاً چوری۔ دغابازی۔ زنا۔ کبر۔ حسد۔ رشک۔ جھوٹ تمام مذاہب مین مذموم ہین۔ راستبازی خوش معاملگی۔ حب قومی۔ تمام مذاہب مین پسندیدہ ہین۔ اسی طرح خدا کے وجود کے متعلق بھی موحدین مسلمانون سے متفق ہین۔ پھر جو چیز اسلام کو ممتاز کرتی ہے وہ عقاید مین رسالت کا ماننا اور عملیات مین نماز کا پڑھنا ہے۔ اسلام نے جو طریقہ بندگی کا قرار دیا ہے یعنے نماز پڑھنا وہ تمام دوسری قومون اور مذاہب کی پرستش کے طریقہ سے جدا ہے۔ پہلے ہم بتاتے ہین کہ نماز کیا چیز ہے اور اس کے احکام کیا ہین۔ پھر بتائین گے [illegible]

ہم بتاتے ہین [illegible] مسلمان [illegible] [illegible] وتیرہ [illegible]

خدا کی یاد کرے - اس خاص طور پر یاد کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ چار مرتبہ خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو - جھکے - اور جھکنے کے بعد سجدہ کرے - نماز کے اوقات یہ ہیں -
(۱) صبح دن نکلنے کے قبل - (۲) دوپہر کے بعد شام تک - (۳) شام سے دن چھپنے تک (۴) دن چھپنے سے اندھیرا ہونے تک - (۵) اندھیرا ہونے سے صبح تک - بعض حالتوں میں اور بعض آئمہ کے نزدیک ہر حالت میں (۲) کو (۳) کے ساتھ اور (۴) کو (۵) کے ساتھ ملا کر پڑھتے ہیں - صبح کا وقت بہت تنگ ہوتا ہے اٹھنے اٹھانے میں دن نکل آنے کا احتمال رہتا ہے اسلیے آسانی کے خیال سے بجاے چار رکعتوں کے دو رکعتیں اسوقت رکھی گئیں اور دن چھپنے کا وقت بھی تنگ ہوتا ہے ذرا دیر ہوئی کہ تاریکی چھا گئی اسلیے ایک اسوقت بھی کم کر کے صرف تین رکعتیں رکھی گئیں - ان پنج وقتہ نمازوں کو جماعت سے یعنے بہت سے مسلمانوں کا ایک ساتھ ہو کر پڑھنا نہایت درجہ کی سختی کے ساتھ محکم ہے - بیمار پر مرتے دم تک نماز فرض رہتی ہے - بیمار بیٹھ کر - لیٹ کر - آنکھ کے اشارہ سے پڑھتا ہے - جنگ میں بھی وقت آجائے تو نماز معاف نہیں ہے - آگے فوج لڑتی ہے اور پچھلی فوج نماز پڑھتی ہے پھر لڑنے کی فوج پیچھے نماز پڑھنے کو چلی آئی اور پیچھے کی فوج آگے چلی گئی - تمام شہر کے لوگ ایک جگہ ہو کر جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھتے ہیں - سال میں دو مرتبہ دور دور کے مسلمان قریب شہر صحرا میں جمع ہو کر نماز عیدین پڑھتے ہیں اور ایام حج میں تمام دنیا کے مسلمان مکہ میں اکٹھے ہو کر عید الضحیٰ کی نماز پڑھتے ہیں - مردہ کو دفن کرنے کے پہلے نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے اسمیں رکوع و سجود نہیں ہوتا مگر جماعت ہوتی ہے - سورج گرہن اور چاند گرہن کے وقت بھی نماز پڑھی جاتی ہے - اسکو نماز کسوف و خسوف کہتے ہیں تعداد رکعات

حالت مین شہر کے باہر جمع ہو کر نماز پڑھنا اور خدا سے دعا مانگنا مسنون ہے خوف کی حالت مین بھی نماز پڑھی جاتی ہے۔ طہارت کی حالت مین ستر عورت چھپا کر اور وضو کر کے نماز کے لیے کھڑا ہونا چاہیے نماز مین زائد تر "اللہ اکبر" (اللہ سب سے بڑا ہے) کہا جاتا ہے۔ اسمین سورہ الحمد بھی پڑھنا فرض ہے۔ اسکے علاوہ کچھ اور آیت قرآنی بھی پڑھتے ہین جسمین موقع محل اور حضور قلب کے اعتبار سے طوالت بھی ہو سکتی ہے اور اختصار بھی ہو سکتا ہے۔ یہان موقع ہے کہ نماز کے تمام عربی الفاظ اور عربی عبارت کا ترجمہ کر دیا جائے۔

• اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے)۔

• ثنا و تعوذ" (اے اللہ تو پاک ہے اپنی تعریفون کے ساتھ اور تیرا نام برکت والا ہے اور تیرا مرتبہ بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہین ہے۔ مین پناہ مانگتا ہون اللہ کے راندے ہوئے شیطان سے)۔

• بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" (رحم والے بڑے مہربان اللہ کے نام سے شروع کرتا ہون)

• سورہ فاتحہ" سب تعریف اللہ کے واسطے ہے جو پروردگار عالمین ہے بڑا مہربان ہے۔ نہایت رحم والا ہے۔ قیامت کے دن کا مالک ہے۔ اے اللہ ہم تجھی کو بندگی کرتے ہین اور تجھی سے مدد چاہتے ہین۔ ہمکو سیدھی راہ چلا جن پر تیرا فضل ہے اُنکی راہ۔ نہ ایسی راہ جنپر تیرے غضب کے مارے اور گمراہ لوگ چلتے ہین[۱]۔

---

[۱] الحمد للہ رب العالمین۔ الرحمٰن الرحیم۔ مالک یوم الدین۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ اہدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔

"سورۂ فیل" تو نے دیکھا نہیں کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ کیا انکا مکر غلط نہیں کر دیا؟ انپر غول کی غول چڑیاں بھیجیں جنھوں نے انپر کھنگر کی کنکریاں پھینک کر انکو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا۔[٥١]

"سورہ قریش" قریش جاڑے اور گرمی میں سفر کرنے کے خوگر بنائے گئے ہیں اب انکو اسکے شکر میں چاہیے کہ اس خانہ کعبہ کے پروردگار کی عبادت کریں کہ وہی انکو بھوک میں کھانا کھلاتا ہے اور خوف سے انکو امن دیتا ہے۔[٥٢]

"سورہ ماعون" تو نے قیامت کے جھٹلانے والے کو دیکھا۔ یہی تو یتیم کو دھکیلتا ہے اور محتاج کے کھانے کی تاکید نہیں کرتا۔ خرابی ہے اُن نمازیوں کی جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔ ریا کرتے ہیں اور ماعون کو روکتے ہیں۔[٥٣]

"سورہ کوثر" ہم نے تجھکو کوثر دی۔ اپنے رب کی نماز پڑھ اور قربانی کر تیرا دشمن بے نام ونشان ہو جائیگا۔[٥٤]

"سورہ کافرون" تو کہہ۔ کافرو۔ میں تمھارا معبود نہیں پوجتا۔ اور نہ تم میرا معبود پوجتے ہو۔ نہ ہم تمھارا معبود پوجیں گے۔ اور نہ تم ہمارا معبود پوجوگے۔ تمکو تمھارا دین ہے اور مجھکو میرا دین ہے۔[٥٥]

---

٥١ الم تر کیف فعل ربک باصحب الفیل۔ الم یجعل کیدھم فی تضلیل وارسل علیھم طیرا ابابیل ترمیھم بحجارۃ من سجیل۔ فجعلھم کعصف ماکول۔

٥٢ لایلف قریش۔ ایلفھم رحلۃ الشتاء والصیف۔ فلیعبدوا رب ھذا البیت۔ الذی اطعمھم من جوع وامنھم من خوف۔

٥٣ ارایت الذی یکذب بالدین۔ فذلک الذی یدع الیتیم ولا یحض علی طعام المسکین فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون۔ الذین ھم یراءون ویمنعون الماعون۔

٥٤ انا اعطینک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ھو الابتر

٥٥ قل یایھا الکفرون۔ لا اعبد ما تعبدون ولا انتم عبدون ما اعبد۔ ولا انا عابد ما عبدتم۔ ولا انتم عبدون ما اعبد۔ لکم دینکم ولی دین۔

"سورۂ نصر" جب اللہ کی مدد اور فتح آئی اور تو نے دیکھا کہ لوگ فوج فوج اللہ کے دین میں داخل ہوتے ہیں، تو اب اللہ کی خوبیاں اور اسکی پاکی بیان کر اور اس سے بخشش مانگ۔ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے[۳۰۷]۔

"سورۂ لہب" ہلاک ہو جائیں دونوں ہاتھ ابو لہب کے اور وہ خود بھی ہلاک ہو۔ اسکا مال اور اسکی کمائی اسکے کام نہ آوے۔ اب وہ اور اسکی چغلی کھانے والی بی بی جسکے گلے میں مونج کی رسی ہے یہ دونوں دہکتی آگ میں داخل ہونگے[۳۰۸]

"سورۂ اخلاص۔ تو کہہ کہ وہ اللہ ایک ہے۔ بے نیاز ہے۔ نہ جنا اور نہ جنا گیا۔ اسکا ہمسر کوئی نہیں ہے[۳۰۹]۔

"سورۂ فلق" تو کہہ کہ مخلوق کی برائی۔ شب تار کی ظلمت کی برائی۔ گرہوں میں پھونکنے والی عورتوں کی برائی اور حاسد کے حسد کی برائی سے میں پیدا کرنے والے صبح کی پناہ میں آیا[۳۱۰]۔

"سورۂ ناس" تو کہہ میں آدمیوں کے رب آدمیوں کے بادشاہ آدمیوں کے معبود کی پناہ میں آیا وسوسہ ڈالنے والے خناس کی برائی سے جن ہو یا آدمی[۳۱۱]۔

"سمع اللہ لمن حمدہ" (اللہ سنتا ہے جو اسکی تعریف کرتا ہے)۔

---

۳۰۷ اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا۔ فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا۔

۳۰۸ تبت یدا ابی لہب وتب۔ ما اغنی عنہ مالہ وما کسب۔ سیصلی نارا ذات لہب وامراتہ حمالۃ الحطب۔ فی جیدہا حبل من مسد۔

۳۰۹ قل ھو اللہ احد۔ اللہ الصمد۔ لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد۔

۳۱۰ قل اعوذ برب الفلق من شر ما خلق ومن شر غاسق اذا وقب ومن شر النفثت فی العقد ومن شر حاسد اذا حسد۔

۳۱۱ قل اعوذ برب الناس۔ ملک الناس۔ الہ الناس۔ من شر الوسواس الخناس الذی [illegible]

"ربنا لک الحمد" (اے ہمارے پروردگار تعریف تیرے لیے ہے)۔

"سبحان ربی العظیم" (میرا پروردگار عظیم پاک ہے)

"سبحان ربی الاعلی" (میرا پروردگار اعلی پاک ہے)۔

"التحیات" ۱ تحیات صلوات طیبات اللہ کے لیے ہے۔ اے نبی سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں آپ پر نازل ہوں۔ سلام ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے دوسرا معبود نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اسکے بندہ اور اسکے رسول (بھیجے ہوئے) ہیں۔

"اللھم صل الخ" ۲ اے اللہ رحمت بھیج محمد پر اور آل محمد پر جیسا کہ تو نے رحمت بھیجی ابراہیم اور آل ابراہیم پر۔ تو بیشک لائق حمد ہے اور بزرگ ہے۔ اے اللہ برکت نازل کر محمد اور آل محمد پر جیسا کہ تو نے برکت نازل کی ابراہیم اور آل ابراہیم پر تو بیشک لائق حمد ہے اور بزرگ ہے۔

"دعاے قنوت" اے اللہ ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں، اور تجھ سے بخشایش چاہتے ہیں۔ تجھ پر ایمان رکھتے ہیں اور تجھ پر بھروسہ کرتے ہیں اور تیری نیک تعریف کرتے ہیں۔ تیرا شکر ادا کرتے ہیں تیری ناشکری نہیں کرتے ہیں۔ اور تیرے نافرمانوں کو الگ کرتے اور چھوڑ دیتے ہیں۔ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیری ہی نماز پڑھتے ہیں اور تجھی کو سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف دوڑتے

---

۱ التحیات والمبارکات والصلوٰۃ والطیبات للہ۔ السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ۔

۲ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم انک حمید مجید اللھم بارک علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم انک حمید مجید۔

ہین اور بندگی کرتے اور تیری رحمت کے امیدوار رہتے ہین۔ تیرے عذاب سے
ڈرتے ہین تیرا عذاب نافرمانون کا شامل حال ہے۔[1]

نماز پڑھنے کے مصالح دینی و دنیوی پر نظر کیجیے۔

انسان آخر کہین سے آیا ہے اور پھر اسکو کہین جانا ہے۔ یہان کے چند روزہ
قیام مین اپنے اصلی وطن کو بھلا دینا نہ چاہیے۔ اس اصلی وطن کا حال تو جب تک
انسان دنیا مین ہے معلوم نہین ہوسکتا۔ لیکن ہر مذہب مین مانا گیا ہے کہ لانے والا
خدا ہے اور اسلیے خدا کی یاد اور اسکا دھیان رکھنا گویا اس رسی کو تھامے رہنا ہے
جو اس عالم مین ہمکو لائی ہے اور جسکے ذریعہ سے ہمکو پھر یہان سے جانا ہے انسان
کے ہمراہ نفس امارہ کی بلا ایسی بیڈھب ہے کہ انسان سے زیادہ ترکزور کوئی چیز دنیا
کی نہین ہے ذرا چوکا اور گیا۔ اگر کوئی چیز اسکی بچانے والی یا جادہ مستقیم پر اسکی قایم
رکھنے والی ہے تو وہ یاد خدا ہے۔ خدا کی دو بڑی قدرتین پیدا کرنا اور مارنا خدا کے نام
کے ساتھ ساتھ ذہن مین آتی ہین۔ خدا کی یاد حیات اور موت کی یاد سے گویہ وابستہ
ہے۔ خدا کا دھیان بغیر موت کے دھیان کے نہین آسکتا اور نہ موت کا دھیان
بغیر خدا کے دھیان کے آسکتا ہے۔ خدا کا دھیان کرنا گویا موت کا دھیان کرنا ہے
دنیا کی تمام برائیان پیدا ہوتی ہین موت کے بھول جانے پر اور موت کی یاد ان
برائیون سے باز رکھتی ہے۔ موت نہایت لازمی چیز ہے لیکن ہر شخص جب تک زندہ ہے
وہ سمجھتا ہے کہ اسکو مرنا نہین ہے۔ موت ایسی لابدی اور بدیہی چیز سے انسان ایسا

---

[1] اللھم انا نستعینک ونستغفرک ونؤمن بک ونتوکل علیک ونثنی علیک الخیر ونشکرک ولا نکفرک ونخلع ونترک من یفجرک اللھم ایاک نعبد ولک نصلی ونسجد والیک نسعی ونحفد ونرجو رحمتک ونخشی عذابک ان عذابک بالکفار ملحق۔

ذہنی عقل غافل ہے۔ یہی بڑا ثبوت انسان کی کمزوری کا ہے۔ جب یہ معلوم ہوا کہ موت
کی یاد دنیا کی تمام برائیون سے انسان کو بچا سکتی ہے تو انسان کے لیے موت کی
یاد سے بڑھ کر اور کوئی چیز اخلاقی حیثیت سے بکار آمد نہین ہے۔ خدا کی یاد کرتے
کرتے خدا سے محبت پیدا ہو جاتی ہے اور اسوقت خدا کا دھیان بغیر موت اور
حیات کے خیال کے بھی ہوتا ہے۔ مگر یہ خاص خاص مدارج ہین جیسا کہ حضرت
یوسف کے قصہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب زلیخا نے بیحجاب ہونے کے قبل بت کی
آنکھ چھپانا چاہا تو حضرت یوسف کو گیان ہو گیا اور وہ سوچے کہ زلیخا اپنے بت سے
شرم کرتی ہے اور مین خدا سے شرم نہ کرون۔ بہرحال تمام دنیا کے مذاہب خدا کی
یاد کو ایک بڑا رکن مذہب کا خیال کرتے ہین۔ قرآن مین جا بجا خدا کو یاد کرنے کا حکم ہے
اور اس تاکید کے ساتھ کہ اٹھتے بیٹھتے لیٹے ہوئے ہر وقت خدا کی یاد کرو۔ اس یاد کرنے
کے علاوہ نماز پڑھنے کا بھی قرآن مین جا بجا حکم ہے۔ جسکو حدیث نبوی اور فعل
نبی کے ساتھ ساتھ دیکھنے سے وہ طریقہ نماز کا شروع معلوم ہوتا ہے جسکو مختصر طور
پر ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ ہم یہ نہین کہتے کہ نماز ہی مین یاد خدا ہو سکتی ہے ہم
صرف یہ کہتے ہین کہ اگر نماز کی صورت خاص قایم نہ ہوتی تو خدا کی یاد کا طریقہ تا مدت
اور موکد طور پر قایم نہ رہتا جتنا کہ اب قایم ہے۔ دیگر مذاہب کے طریقہ پرستش یا طریقہ
یاد الہی کو دیکھیے۔ خدا کا راگ گاتے ہین۔ باجا بجاتے ہین۔ بانی خدا کی یاد مین
گاتے ہین۔ پھول پتی چڑھاتے ہین۔ کبھی کبھی روشنی بھی یاد الہی کے وقت کرتے
ہین۔ حبس دم کر کے بیٹھتے ہین۔ مراقبہ کرتے ہین۔ کسی چیز کو دھیان کرنے کے لیے
خدا فرض کر لیتے ہین۔ اور بہیر اظہار خلوص کرتے ہین۔ یہ طریقے تو سادہ سادہ

ہین - انکے علاوہ علم طب جاننے والے یاد خدا کے لیے علم تشریح مین بے انتہا نکتے پاتے ہین - علم نباتات مین بھی لا انتہا باتین خدا کی یاد دلانے والی ہین اسکے جاننے والے خدا کی یاد اور معرفت کا بڑا سبق لیتے ہین -

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

علم ہئیت کے جاننے والون کو بھی بہت سی باتین خدا کی صنعت کی ایسی معلوم ہین کہ وہ خدا کو اس ذریعہ سے یاد کرنا چاہین تو بڑے پکے مومن ہوجائین - غرضکہ بہت سے طریقے خدا کی یاد کے ہین جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اور اُنھین سے بعض ایسے ہین کہ اسلام کے خلاف نہین ہین اور حکم قرآن کے موافق ہین اللہ کی یاد کرنے مین اُن طریقون پر عمل کیا جاسکتا ہے اور کیا جاتا ہے - لیکن یہان صرف یہ دیکھنا ہے کہ نماز کی صورت مین جو طریقہ شرع اسلام نے مختص کردیا ہے وہ سب طریقون سے افضل ہے یا نہین - دلیل اور برہان کی ضرورت نہین ہے - ہر ایک کا وجدان بہترین شہادت ہے صرف توجہ دلانا ہمارا کام ہے - خیال کیجیے! خدا کا دھیان دلمین کرکے دست بستہ باادب کھڑے ہوجائیے - رکوع کیجیے سجدہ کیجیے - الفاظ جو عموماً پڑھے جاتے ہین اُنکا ترجمہ اوپر کردیا گیا ہے - اُنسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس درجہ خدا کی وحدانیت اور اُسکے جلال و جمال کی تصدیق پر مبنی ہین اور حضور قلب کے لیے جو بندگی کی جڑ ہے کتنا عمدہ ذریعہ ہے - اب ہر شخص فیصلہ کرسکتا ہے کہ یاد الٰہی کا طریقہ اس سے بڑھ کر دوسرا ہو نہین سکتا -

اب دنیوی مصالح [illegible] - [illegible] سلطانی [illegible]
سے اور مسلمانون کو [illegible]

نہ اسوقت ہے نہ کبھی تھی نہ آیندہ خیال مین آسکتی ہے۔ پانچ وقت مسجد مین مؤذن
اذان نہین دیتا گویا فوج کی حاضری کے لیے بگل بجاتا ہے۔ بگل سننے کے ساتھ
ہی جس طرح تمام فوج والون کو یکجا ہوجانا واجب ہے اُسی طرح محلہ کے تمام مسلمانونکو
یکجا ہوجانا چاہیے۔ نماز ایک طریقہ قواعد فوج کا ہے پیغمبر صاحب صف سیدھی کرنے
مین بے انتہا توجہ فرماتے تھے فوجی قواعد کی بنیاد اسلام سے ہے اسکے پہلے
لڑائیون مین صف آرائی کا قاعدہ ناقص تھا یا بالکل نہ تھا۔ عیدین مین کلکتہ کے
میدان قلعہ مین جاکر مسلمانون کی نماز دیکھیے تو معلوم ہو کہ کس درجہ باشوکت اور باقاعدہ
مسلمانون کی قواعد معلوم ہوتی ہے۔ اسلام کے رو سے تمام مسلمان فوج کے
سپاہی تھے اور یہی نماز انکی فوجی قواعد تھی۔ جمعہ کی نماز مین گویا کُل شہر کے باشندون
کی ایک جگہ قواعد ہوتی ہے۔

سال مین دو مرتبہ عیدین کے روز سالانہ قواعد ہوتی ہے جسمین آس پاس کے
مسلمان بھی جمع ہوتے ہین اور عمر بھر مین ایک دفعہ مکہ مین جاکر حاضری دینا لازم کیا گیا ہی
ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان آخر اب بھی ہین اور ہند کے بڑے بڑے
پرانے اسلامی شہرون مین ابھی تک جمعہ اور جماعت کا دستور چلا جاتا ہے۔ اس نماز
کے دینی اور دنیاوی فائدے تو کچھ بھی دکھائی نہین دیتے۔ وہ کیا ایسی اخلاقی بھلائیان
ان مسلمانون مین ہین جو اور بے نمازی قومون مین نہین ہین۔ یہ سوال اُسوقت کیا
جاتا جب اسلام کے اچھے دن تھے تو جواب دینا ہمکو آسان تھا اور اُسوقت کوئی
سوال ہی کرنے والا پیدا نہ ہوتا جب بھلائیان آنکھون سے بدیہی طور پر دکھائی دیتی
تھین اور غیر قومون کے جوق جوق اسلام مین شریک ہونے سے آپ اپنی دلیل

نقصین۔ اسوقت جب مسجدون مین بجاے قوت اسلامی بڑھانے کے دل دوسرن
کی غیبت کرنے کے لیے جمع ہوتے ہین۔ آمین بالجہر اور رفع یدین پر لڑنے جھگڑنے
کو آتے ہین دوسرون کی تحقیر کرنے مین اپنی بڑائی سمجھتے ہین۔ تو ہم بھلائیان کیا دکھا سکتے
ہین دوسرے یہ کہ فی زمانا نماز پڑھنے والے جب توحید کے دلدادہ نہین ہین۔
خدا اور خدا کے رسول کی بتائی ہوئی شریعت کے شیدا نہین ہین تو پھر اس
جمعیت مین نہ وہ برکت ہے اور نہ وہ بھلائیان جن کے تذکرہ سے کتابین بھری پڑی ہین
مگر پھر بھی خدا کا شکر ہے کہ اس گری ہوئی حالت مین بھی اس جماعت اور جمعہ کی وجہ سے
جو حالت مسلمانون کی ہے آج دنیا کی تمام دوسری گری ہوئی قومون سے بدرجہا
اچھی ہے۔

جس طرح انگریزون کا شعار قومی ہے کہ جب چار آدمی اکٹھا ہوئے تو کھانے کا چرچا
ضرور ہوتا ہے۔ اسی طرح اگلے مسلمان اپنی ہر جماعت مین نماز ضرور پڑھتے تھے۔ دیکھیے
محلہ کی پنج وقتہ حاضری مین نماز لازم ہے۔ ہفتہ وار جماعت مین بھی نماز ضروری ہے۔
رمضان کے روزون کے ختم ہونے کی عید مین جب جمع ہوتے ہین تو نماز پڑھتے ہین
قربانی کی طیاری کرنے کے قبل نماز مین شریک ہوتے ہین۔ مردہ دفن کرنے کو جمع ہوتے
ہین جب بھی نماز پڑھتے ہین۔ مینہ کے لیے دعا مانگنے پر بھی نماز پڑھتے ہین عرب
کے قرب وجوار مین شمس پرستی کا مذہب تھا شمس ہی کو لوگ خدا جانتے تھے۔ رات کو
اسکا چھپ جانا عوام کے لیے اسکے زوال کی کافی نشانی نہ تھی۔ آفتاب و ماہتاب کے
غروب سے جو بیوقری انکی خلیل اللہ سمجھے تھے لوگون کے دل وہ سبق بھول گئے تھے
اسلیے مسلمان انہین گرہن لگنے پر خدا کی پرستش کرتے تھے اور یہ ظاہر کرتے تھے کہ وہ

خالق عالم جس نے سورج کو اندھیرا کر دیا قابل پرستش ہے جسکے سورج کی غلامی [illegible]
پذیر روشنی۔ سورج گرہن اور چاند گرہن بیشک قدرت ایزدی کا ایک کرشمہ ہے جو ہمی
اس تقریب مین پرستش کرتے ہین۔ فرق اتنا ہے کہ ہنود سورج اور چاند کی پرستش
کرتے ہین اور مسلمان اُس خدا کی پرستش کرتے ہین جس نے انکی روشنی ماند کر دی [illegible]
دعا کرتے ہین کہ خدا اپنے غضب سے ہمکو بچا۔

علاوہ اِن نمازون کے اور بہت سی نمازین مسلمان اپنی خوشی سے بھی پڑھتے ہین
جنکو نماز نفل کہتے ہین۔ فرض نمازون کے آگے پیچھے بھی نفلین پڑھتے ہین۔ دوسرے
وقتون مین بھی جب جی چاہا پڑھتے ہین روزہ مین بعد نماز عشا جماعت سے تراویح پڑھتے
ہین۔ مگر ان نفلون مین سب سے اچھی نفل آدھی رات کے بعد والی ہے جسکو تہجد کہتے
ہین اسلام مین سختی نہین رکھی گئی ہے۔ آدھی رات کو اُٹھ کر تہجد پڑھنا اکثرون پر گران گزرتا ہے
اسلیے فرضیت کا حکم نہین ہوا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد برابر پڑھتے تھے
جن لوگون کو تہجد پڑھنے کی عادت ہے وہ جانتے ہین کہ اسمین جو تفریح قلب
کو حاصل ہوتی ہے وہ مفرحات جالینوس کھانے سے بھی نصیب نہین ہو سکتی
رات کا سناٹا نیلگون آسمان ستارون کی قندیلین۔ انکی ٹمٹماتی ہوئی روشنی کا سمان
ہوا مین خنکی اور تازگی۔ باد صبا کی ابتدا۔ عالم سے گرد و غبار رفع۔ لبون کی جنبش سے
جو کثافت دن کو ہوا مین پیدا ہو گئی تھی وہ سب دفع۔ زمین سے آسمان تک نور ہی
نور۔ پھر اُس وقت جو خدا کی نماز پڑھے گا۔ خدا کا راگ گائے گا۔ یا اور طور پر خدا کو یاد کریگا
وہی اس مزے سے واقف ہو سکتا ہے۔ پاؤن پھیلا کر سونے والے کیا جانین کہ
انکی [illegible] [illegible] [illegible] والون نے کیا کمایا۔

ہم نے اوپر لکھا ہے اور کہنے کی بھی ضرورت نہیں معمولی سمجھ کا آدمی ذرا غور کرنے سے
خود معلوم کرسکے گا کہ خدا کی عبادت کا طریقہ نماز سے اچھا ہو نہیں سکتا - لیکن ہم خاص طور
پر نماز جنازہ کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہین - ہندوؤن کے جنازہ کے آگے رام نام
ست ہی کی آواز بلند رہتی ہے - بعض مسلمان اس آواز سے عموماً گھبرا تے ہین - مگر
اس پیارے نام اور پیاری صدا سے ہم بہت خوش ہوتے ہین - جنازہ کے ساتھ
نقیب پکارتا جاتا ہے " رام نام ست ہی " اسی کو ذرا اور بڑھا کر قرآن مین خدا فرماتا
ہے " کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام " (دنیا کی سب چیزین فانی
ہین صرف ذات باری جو صاحب جلال واکرام ہے رہجائیگی) - خلاصہ یہ کہ گو ہم " رام نام
ست " کی آواز بہت پسند کرتے ہین لیکن انصاف کے ساتھ دیکھنے کے بعد یہ ماننا
پڑتا ہی کہ جنازہ کو سناٹے کے ساتھ اُٹھانے مین اور سب مسلمانون کے یکجا ہو کر نماز
پڑھنے مین اور نماز پڑھنے کے بعد مردہ دفن کرنے مین جو شان پیدا ہوتی ہے وہ آہستہ
مین بولنے سے پیدا نہین ہوتی - جنازہ چلا ہر ایک سکوت مین ہے - سب کے چہرون
پر عبرت چھائی ہوئی ہے عجب تعزیہ کی سی کیفیت ہے - پھر صف بستہ ہو کر نماز جنازہ پڑھی
بعد ازان سلام پھیر کر مردہ کو خدا کی حفاظت مین سونپ کر گھر واپس آئے - اس طرز
مین رنگ ہی دوسرا ہے - اور معلوم ہوتا ہے کہ اپنے رب کی پہچاننے والی یہی ایک
قوم مسلمانون کی ہے - شرع کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ ۷ برس کی عمر مین لڑکون کو نماز
پڑھانا چاہیے اور دس برس کی عمر تک جو لڑکے اوس پر راغب نہون انکو مار کر بھی وقت
نماز پڑھانا چاہیئے - ہر ایک ماں باپ بلکہ ہر فرقہ مین لڑکون کو عمدہ کام کے لیے مار نا روا ہی اور جب
نماز کی تعلیم ایک عمدہ تعلیم اخلاق کی ہے تو اسپر زیادہ سختی کرنا بیجا نہین ہوسکتا - ہم کو ہم

یون بھی سمجھا سکتے ہین کہ لڑکے جہان اسکول مین لکھنا پڑھنا سیکھتے ہین وہان کرکٹ
جمناسٹک اور قواعد بھی سیکھتے ہین اسکول سے نکل کر لڑکا گھر بھاگ جائے اور قواعد
مین شریک نہو اُس پر تنبیہ ہیڈ ماسٹر کی روا ہے اسی طرح پنج وقتہ نماز مین مسلمان
بچون کا مسجد مین نہ جانا۔ اولیا کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ اُنکی تنبیہ کرین۔

فصل ششم

روزہ

روزہ (صوم) اسلام مین کوئی نئی بات نہین ہے۔ دوسرے ادیان مین بھی تھا
اور ہے۔ عرب۔ شام۔ ارض روم۔ اور مصر کے انبیا برابر اسکی تاکید کرتے تھے
ہندوؤن کے مذہب مین بھی روزہ محکوم ہے۔ اسمین ضرور کوئی نفع ہے جبھی
اکثر شریعتون نے اسے روا رکھا ہے چار فائدے اسمین کھلے کھلے ہین اور ممکن ہے
کہ انکے علاوہ اور بھی ہون۔

اول۔ سب سے بڑی نعمت خدا کی تندرستی اور ہوا کے بعد غذا اور پانی ہے
پھر اُسکے بعد عورتون کی صحبت ہے۔ اور انہین چیزون کا صبح سے دن چھپے تک اپنے
اوپر حرام کرنا روزہ رکھنا ہے۔ یہ چیزین نایاب نہین ہین بوقت حاجت سبھی پاتے
ہین اور بافراط پاتے ہین۔ اور اسلیے وہ انکے اصلی مزہ سے ناآشنا رہتے ہین

منعم کے شکر مین بھی ہلائین کبھی کبھی تمہارا لذت دنیا زبان نہین

جس خدا نے یہ نعمتین بندون کو دین وہ ضرور مستحق ہے کہ اُسکا شکر ادا کیا جائے
وہ کسی کے شکر کا بھوکا نہین ہے لیکن ہمکو شان عبدیت کا اظہار کرنا چاہیے خدا ایسے
دانندہ راز خفی و جلی کا جھوٹا شکر یہ بھی زیبا نہین۔ بھوک نہین ہے جبراً و قہراً کھانا

پیٹ مین ٹھونس رہے ہین جی نہین چاہتا دوسرون کے اصرار سے کھاتے ہیں
اور الحمد للہ کہتے جاتے ہین۔ خدا کا شکر کرنا ہے تو خدا کی نعمت کی قدر کرو جب
نہایت ہی صادق اشتہا ہو تو کھانا کھاؤ اور پانی پیو کہ بُری سے بُری غذا تم کو اچھی
سے اچھی غذا معلوم ہو اور ہر بن مو سے تمہارے خود بخود خدا کی احسانمندی
اور شکر گزاری کا اظہار ہو۔

دوم۔ مشہور ہے کہ کم ناخوش ذائقہ نہین ہوتا بھوکا اُسے خوش ذائقہ بتاتی ہے
ہر شخص عمدہ غذا کا طالب ہے اور دولت کے ساتھ عمدگی کے مدارج بڑھتے جاتے
ہین۔ ناداری کی حالت مین مہینون گوشت نہین ملتا تھا اور حالت سدھرتے ہی
بکری کا گوشت دونون وقت ملنے لگا پھر اور ترقی ہوئی تو مرغ کا گوشت بھی دستر
خوان پر آنے لگا۔ اب معمولی مرغ کے گوشت کا مزہ بھی جاتا رہا۔ مرغ دانہ خور کی تلاش
ہوئی۔ گھر کے اندر ہی مرغ پالنے اور دانہ کھلانے کا سامان کیا گیا تھوڑے دنون کے
بعد اسکا مزہ بھی ساقط ہو گیا۔ جو مزہ پہلے بازار کے معمولی گوشت مین تھا اب وہ
مرغ دانہ خور مین بھی نہین ہے۔ اب یہ رائے ہوئی کہ مرغ اور مشک کی یخنی مینا چاہیے
اور اسمین بھی رفتہ رفتہ یہ تکلف ہوا کہ بجائے یخنی کے عرق بننا چاہیے جو پانی کی
طرح پی لیا جائے تا آخر عرق مین دانہ اے انگور بھی شامل ہوئے اور معدہ نے
جواب دیا۔ اب رسائی کس چیز مین مزہ ہے روزہ دار مسلمان اپنی کھڑکی سے
بڑی ہین بعد نماز معمولی روٹی کی ... اور مرغ دانہ خور کے کباب
کھانے ... دونان اپنے کھانے مین مزہ پاتے ہیں ایک دوسرے کے
کھانے پر ... ہین ہے ... اپنی ... خوش ہے کھانے پینے مین

جو مزدور روزہ داروں کو ملتا ہے دوسرے اسکا اندازہ نہین کرسکتے -

سوم - ہر مسلمان کو فوج کے سپاہیون کی سی جفاکش اور مستعد زندگی رکھنا چاہیے
دنیاوی کام جتنے ہین سب مین محنت کی ضرورت ہوتی ہے - ہر سال مین ایک
مہینہ رمضان کا اس جفاکشی اور مستعدی کی مشاقی کے سبب رکھا گیا ہے - دن
کام کرنے کا وقت ہے اسلیے دن ہی مین روزہ فرض ہوا - ہندوون کی طرح
رات کا روزہ مسلمانون مین فرض نہین ہے - آج کل انگریزی فوجون مین ہندوستانی
انگریزی سپاہیون سے زیادہ ممدوح ہین اسکی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان کے لوگ
کھانے پینے کا اہتمام کم کرتے ہین - اور انگریزون کی طرح یہ نہین چاہتے کہ معدہ
کبھی خالی نہو - ہندوستانی سپاہی رات دن مین صرف دو مرتبہ کھاتے ہین اور وقت
پڑجائے تو ایک نہ بھی نہین کھاتے - مرہٹون کی لڑائی مین بعض اہل الراے کہتے تھے
کہ ان مرہٹون سے جہان بھیگے ہوئے چنون سے فوج اور گھوڑے دونون کی غذا
ہوتی ہے لڑنا آسان نہین ہے - انگریزی آلات حرب اور قواعد فوجی مین یورپین
سپاہیون کو فوق ہے وہ تکلیف برداشت کرنے مین ہندوستانی سپاہی کہین بڑھے
بڑھے ہوے ہین غرضکہ تکلیف برداشت کرنا سپاہیون کا ایک جوہر ہے - دنیا کے تمام
کامون مین محنت اور جفاکشی لازم ہے جو شخص جفاکش اور محنتی نہین ہے وہ گویا اپنی
خلقت مین ناقص ہے - روزہ سے یہی مقصود ہے کہ لوگ بھوک کی تکلیف برداشت
کرنے کے عادی ہون - وقت آجائے تو گرسنگی انکے کاروبار مین حارج نہو
ابھی حال مین ترکون اور یونانیون کی لڑائی ہوئی ہے - خدمت صدری سے یورپین
سپاہیون نے ترکون کو قوم بہادر کا خطاب ... کو دیا! اور ان سے ثابت کردیا کہ

ترک ابھی تک اپنی حالت سنبھالنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ ترکوں نے اس لڑائی
میں بڑی نمایاں فتح حاصل کی اگر یورپ کی سلطنتیں بیچ میں نہ پڑتیں تو یونان ترکوں
کے قبضہ میں آجاتا۔ یورپ کے رسے زنوں نے اس فتح کا سبب یہ لکھا ہے کہ
کو سامان رسد کی کمی دونوں طرف تھی لیکن ترک روزہ رکھ کر بسر کر سکتے [illegible] تھے
اسکے مقابلہ میں یونانی سپاہی جو کئی مرتبہ کھانے کے بغیر نہیں رہ سکتے تھے ٹھہر
نہ سکے۔

چہارم۔ یورپ کے تمام افعال بغیر کسی استثنا اور بغیر کسی امتیاز کے خوشنما ہوتے
ہیں۔ اس اعتبار سے انگریزوں کا اشتہا مرغوب کھانا آج کل پسند کیا جاتا ہے
اور ہندوستان کے مسلمان اکل و شرب کی جدید تہذیب۔ ہمدرد کی رو سے سولہ
صورت کو عجب پاکر سب خیالات پر ترجیح دیتے ہیں۔ انگریز صبح اٹھ کر کافی پیتے ہیں
پھر چاشت کا کھانا (بریک فاسٹ) دو بجے ٹفن یا لنچ۔ شام کو ڈنر اور کبھی کبھی سوتے
وقت سپر۔ یہ سب پانچ مرتبہ ہوئے۔ انگریزی تعلیم یافتہ نوجوان اس اندھا دھند کھانے
کے سامنے صبح سے شام تک منہ بند کیے ہوئے بیٹھنے کو لغو تصور کرتے ہیں اور مرض صحت
جانتے ہیں۔ چونکہ عادت طبیعت ثانی ہوتی ہے جو شخص چھ مرتبہ کھانے کا عادی ہو
وہ اگر دن رات میں صرف دو ایک مرتبہ کھائے تو ممکن ہے کہ طبیعت بے لطف
ہو جائے۔ لیکن ایسی خراب عادت ہی کیوں ہو۔ خود کو اسقدر کھانے کا پابند کرنا
گویا ایک بڑی زحمت سر پر لینا ہے۔

کھانا طاقت پیدا کرنے کے لیے ہے نہ کہ وبال جان ہونے کے لیے۔ بار بار
کھانے سے طاقت میں کوئی مدد نہیں ملتی ایک مرتبہ سیر ہو کر کھا لینا اور اسکا ہضم

کرلینا ذرا ذرا بار بار کھانے سے اچھا ہے۔ یون بھی سمجھ سکتے ہین کہ شکاری جانورون
کھانے کا وقت معین ہوتا ہے اور مواشی رات دن چرا کرتے ہین۔ ایک مرتبہ پیٹ بھرکر
دس بارہ گھنٹے کے لیے کھانا کھا لینا اس سے کہین اچھا ہے کہ ہر تیسرے گھنٹہ کچھ کچھ
ضرور کھایا جائے۔ بار بار کھانا ملتا بھی نامناسب ہے۔ انگریز ذرا ذرا کھاتے ہین۔
پیٹ بھرکر کھاتے ہین تو ہرگز صحت قایم نہ رہ سکے۔ طب یونانی کے رو سے غذا دو دن
مین تین مرتبہ کھائی جائے تو البتہ ہضم صحیح ہوگا یعنے ہر سولہ گھنٹہ کے بعد غذا کرنا مناسب
ہے۔ روزہ کے دنون مین ملک او موسم کے اعتبار سے پیٹ خالی رہنے کا اوسط زمانہ
۱۴ گھنٹہ ہوتا ہے۔ ۱۶ گھنٹہ سے ۲ گھنٹہ کم۔ یہ خیال کرنا کہ روزہ مضر صحت ہے بالکل غلط
ہے۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ روزہ سے صحت مین مدد ملتی ہے۔ صوم رمضان جذب
اخراج رطوبت بن مسہل کا کام دیتا ہے اور معدہ کو خود بخود ہر سال درست کر دیتا ہے
یہ روزہ فاقہ کشی نہین ہے مسہل ہے۔ چورن ہے۔ جوارش جالینوس ہے جسم
کی تمام برائیان معدہ کے فساد سے پیدا ہوتی ہین۔ اس روزہ کے ذریعہ سے
معدہ درست رہتا ہے تو روزہ کو وبال جان نہ سمجھنا چاہیے بلکہ یہ خیال کرنا چاہیے
کہ حفظان صحت کا یہ اصول اس روزہ کے ذریعہ سے اسلامی فوج و اسلامی جماعت
مین قایم کیا گیا تھا۔

ہم یہ تسلیم کرین گے کہ آغاز صوم مین کبھی کبھی زکام یا درد سر کی شکایت ہوجاتی
ہے وہ بھی روزہ رکھنے سے نہین بلکہ زیادہ تر افطار کی بے اعتدالیون سے لیکن اس
نقص کے ساتھ جب وہ فواید دیکھے جائین جو معدہ کے قوت ہضم بڑھانے کے متعلق
مترتب ہوتے ہین تو یہ چھوٹی چھوٹی شکایتین وسواس شیطانی سے زیادہ نہ رکھین گی۔

یعنی انسان میں دو قوتیں شامل ہیں قوۃ بہیمی اور قوۃ ملکوتی۔ ان دونوں کو اعتدال کے ساتھ رکھنا تکمیل انسانیت ہے۔ ہر مذہب کی غایت ان قوتوں کے اعتدال کا قایم رکھنا ہے۔ مذہب اسلام کہتا ہے کہ اس اعتدال کو مذہب اسلام ہی سب سے زیادہ مدنظر رکھتا ہے۔ نہ تو اسلام کا روزہ بہت سخت ہے۔ اور نہ ایسا ہے کہ خلوے معدہ بھی نہونے پایا کہ دوسری غذا پہونچ گئی۔ یا صرف خاص خاص غذاؤں کا پرہیز ہوا پھر تو وہ روزہ داری نہوئی استبدال کی تیاری ہوئی کہ گوشت روٹی کی جگہ دودھ مقرر ہوگیا۔ غلہ کی جگہ صرف میوہ جات کھانے لگے۔ روزہ داروں کو صبح کے ناشتہ کے وقت ذرا سا خیال آب و دانہ کا ہوتا ہے پھر اُس وقت کے گزر جانے پر اشتہا کا اضطراب جاتی رہتی ہے اور ایک قسم کی تفریح اور بدن میں سبکی معلوم ہوتی ہے۔

اندرون از طعام خالی دار تا درو نور معرفت بینی

اسطرح قوۃ ملکوتی میں ترقی ہوتی ہے۔ تزکیہ نفس کا مقدمہ ہے شکم کو ہر وقت عمر عیار کی زنبیل نہ رکھنا دوپہر کے بعد جو خاص لطف روحانی حاصل ہوتا ہے اسکو روزہ دار ہی جانتے ہیں اور بالخصوص وہ روزہ دار جو خوشی سے روزہ رکھتے ہیں اسلام نے افطار صوم کا وقت تکلیف شروع ہونے کے قبل آجاتا ہی ضعف جسمانی جو مضر صحت ہوسکتا ہی پیدا ہونے نہیں پاتا۔ ایام روزہ میں علاوہ صحت جسمانی کی ترقی کے اخلاق حسنہ بھی ترقی کرجاتے ہیں۔ یہاں اُن لوگوں کا تذکرہ نہیں ہے جنھوں نے نطرتی ضرورت کے علاوہ اپنی غلطی سے اپنے کو افیون یا تمباکو وغیرہ اشیاے نشئی کا عادی بنا رکھا ہے اور اچھی خاصی حالت میں دایم المرض ہو رہے ہیں۔ ایسے لوگ روزہ میں غصہ بہت کرتے ہیں اور روزہ کے شاکی بھی ہوتے ہیں لیکن حق ہے کہ ان لوگوں کو

وہ لطف محسوس نہو جو روزہ سے عموماً ہوتا ہے یا انکے اخلاق میں روزہ کی وجہ سے وہ ترقی نہو جو ہونا چاہیے۔ مگر ان مستثنیات سے روزہ کے اصول مین کوئی فرق نہین آتا اور نہ اسکی بہتری مین حرف آسکتا۔

فصل سی و یکم

عبادات کے متعلق نصوص قرآنی

وضو اور تیمم

ایمان والو جب تم کو نشہ ہو تو جب تک اپنی بات نہ سمجھنے لگو نماز کے قریب نجاؤ اور ناپاک ہو تو باستثناء حالت سفر کے بلا غسل کے نماز کے قریب نہ جاؤ۔ اگر تم بیمار یا مسافر ہو یا تم مین سے کوئی پاخانے سے آئے یا عورتون کو چھوے اور پانی نہ ملے تو پاک مٹی کا قصد کرو۔ اپنے منہ اور ہاتھ پر مسح کرو۔ اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ سلہ سورہ نساء رکوع ۷ -

نماز

ایمان والو جب نماز کو اٹھو تو اپنے منھ اور کہنیون تک دونوں ہاتھ دھوؤ، اور سرون کو مسح کر ڈالو اور ٹخنون تک پیر دھو ڈالو اور اگر جنب ہو تو پاک ہو جاؤ۔ اگر تم بیمار یا مسافر ہو یا تم مین سے کوئی پاخانہ سے آئے یا عورتون سے تم نے جماع کی اور پانی نہ ملا تو زمین پاک کا قصد کرو اور اپنے منھ اور ہاتھون کو اس سے ملو اللہ کا یہ ارادہ نہین ہے کہ تم پر تنگی ڈالے لیکن وہ یہ چاہتا ہے کہ تمکو

سلہ یا ایہا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون ولا جنبا الا عابری سبیل حتی تغتسلوا وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لامستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوھکم وایدیکم ان اللہ کان عفوا غفورا۔

پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر پوری کرے تاکہ تم شکر گزار ہو۔ سورۂ مائدہ[۵۲] رکوع ۲

روزہ

ایمان والو تم پر روزے کا حکم ہوا جیسا کہ تم سے اگلون پر ہوا تھا۔ شاید تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ چند گنتی کے دن روزے رکھو۔ تم مین جو مریض ہو یا سفر مین ہو وہ اتنے ہی روزے دوسرے دنون مین رکھ لے۔ اور جنکو طاقت* نہین ہے روزہ رکھنے کے عوض وہ ایک فقیر کو کھانا دیا کرین۔ اور کوئی شوق سے زیادہ نیکی کرے تو اچھا ہی ہے۔ تمھین عقل ہے تو روزے رکھنے مین تمھاری ہی بھلائی ہے۔ روزہ رکھنے کا دن رمضان کا مہینہ ہے جس مین قرآن نازل ہوا جو لوگون کے لیے ہدایت ہے اور راہ و تمیز کی کھلی ہوئی نشانی ہے۔ اس مہینہ مین جو مقیم ہو وہ روزہ رکھے اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر مین ہو اتنے ہی روزے اور دنون مین رکھ لے۔ اللہ تم پر آسانی ہی کرنا چاہتا ہے مشکل نہین چاہتا۔ گنتی کے دنون کو پورا کرو۔ اللہ نے تمکو راہ بتائی اسپر اُسکی بڑائی کرو شاید تم احسان مانو۔ سورۂ بقر[۵۳] رکوع ۲۳

---

۵۲ یاایہا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوہکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین وان کنتم جنباً فاطہروا وان کنتم مرضیٰ او علیٰ سفر او جاء احد منکم من الغائط او لمستم النساء فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً طیباً فامسحوا بوجوہکم وایدیکم منہ ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطہرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون۔

۵۳ یاایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ ایاماً معدودات فمن کان منکم مریضاً او علیٰ سفر فعدۃ من ایام اخر وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین فمن تطوع خیراً فہو خیر لہ وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ہدی للناس وبینٰت من الہدیٰ والفرقان فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ ومن کان مریضاً او علیٰ سفر فعدۃ من ایام اخر یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علیٰ ما ہدیٰکم ولعلکم تشکرون۔

* ابتدائے اسلام مین یہ حکم تھا کہ جو روزہ نہ رکھے وہ ایک مسکین کو کھانا دے جسکی نصف صاع گیہون یا ایک صاع کوئی دوسرا غلہ لوگون نے تخمینہ کیا ہے۔ لیکن پھر یہ آیت منسوخ ہو گئی۔ یہی وہ بیان کرتے ہین جو طاقت نہین رکھتے [illegible] طاقت ہو سمجھتے ہین اور جو طاقت نہین ہے ترجمہ کرتے ہین [illegible] طاقت مین [illegible] کو ترجمہ کرنے والے [illegible] کو محذوف [illegible] تے ہین [illegible]

صلوۃ وزکوۃ

نماز پڑھو زکوۃ دو رکوع کرنے والون کے ساتھ رکوع کرو۔ سورہ بقر رکوع ۵

صبر اور نماز سے استعانت چاہو۔ اسمین دشواری ہے مگر ان عاجزی کرنے والون کو نہین جنکا یہ خیال ہے کہ اپنے رب سے انکو ملنا ہے اور اُس کے پاس پھر جانا ہے۔ سورہ بقر رکوع ۵۔

نماز پڑھو۔ زکوۃ دو۔ جو کام اچھا کروگے اللہ کے پاس اُسے پاؤ گے۔ تمہارے کام کو اللہ دیکھتا ہے سورہ بقر رکوع ۱۳۔

خیال رکھو اپنی نمازون کا خصوصاً بیچ والی نماز کا۔ اور اللہ کے آگے ادب سے کھڑے رہو۔ اگر تمھین کوئی ڈر ہو تو پیادہ یا سواری پر چلتے ہوئے نماز پڑھو پھر جب امن پاؤ تو اللہ کا شکر کرو کہ تمھین جو معلوم نہ تھا اُس نے سکھایا۔ سورہ بقر رکوع ۳۱۔

تم جب سفر کرو تو نماز کا قصر کرنا تمکو گناہ نہین ہے اگر ڈر ہو کہ کافر تمکو ستائینگے۔ بیشک کافر تمہارے صریح دشمن ہین۔ اور جب تو (اے پیغمبر) مسلمانون مین ہو اور نماز کے لیے انکو کھڑا کرے تو چاہیے کہ ایک جماعت انکی تیرے ساتھ ہتھیار لیے کھڑی رہے پھر جب سجدہ کر چکین تو پیچھے ہٹ جائین۔ اور پھر دوسری جماعت جس نے نماز نہین پڑھی تھی وہ آئے۔ اور چاہیے کہ اپنا بچاؤ اور اپنا ہتھیار ساتھ رکھین۔ کافر چاہتے

سٓه ۵ واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وارکعوا مع الراکعین۔
سٓه ۵ واستعینوا بالصبر والصلوۃ وانہا لکبیرۃ الا علی الخاشعین الذین یظنون انہم ملاقوا ربہم وانہم الیہ راجعون۔
سٓه ۱۳ واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ان اللہ بما تعملون بصیر۔
سٓه ۳۱ حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی وقوموا للہ قانتین فان خفتم فرجالا او رکبانا فاذا امنتم فاذکروا اللہ کما علمکم ما لم تکونوا تعلمون۔

ہین کہ تم کسی طرح اپنے ہتھیارون اور اپنے اسباب سے غافل ہو تو وہ تم پر ٹوٹ
پڑین۔ تم کو مینہ سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو کوئی گناہ نہین کہ تم اپنے ہتھیار کھول ڈالو
اور اپنا بچاؤ کرلو۔ اللہ نے ذلت والا عذاب کافرون کے لیے طیار کیا ہی۔ جب
نماز پڑھ چکو تو اللہ کو کھڑے بیٹھے اور لیٹے یاد کرو۔ اطمینان کی حالت مین نماز ادا
کرو۔ بیشک یہ نماز مومنون پر وقت مقرر کیا ہوا حکم ہے۔ انکا پیچھا کرنے سے تم
ہمت نہ ہارو اگر تم بے آرام ہو تو وہ بھی تمھاری طرح بے آرام ہین اور تمکو جو امید
اللہ سے ہے اُنکو نہین ہے۔ اللہ دانا اور حکمت والا ہے۔ سورۂ نساء رکوع ۱۵۔

مسلمان وہی ہین کہ جب اللہ کا نام لیا جائے تو انکے دل دہل جائین اور
جب آیات الٰہی اُنھین سُنائی جائین تو اُنکے ایمان مین ترقی ہو اور ہر حال مین
اپنے پروردگار پر بھروسہ کرین۔ نماز پڑھین اور جو ہم نے انکو دے رکھا ہے اُسمین
سے خرچ کرین۔ سورۂ انفال رکوع ۱۔

دن کے شروع اور آخر اور اوایل شب مین نماز پڑھو۔ نیکیاں گناہ دور کرتی ہین
ذکر کرنے والون کے لیے یہ یاددہانی ہے۔ سورۂ ہود رکوع ۱۰۔

---

۵۸ واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰة ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا
ان الکفرین کانوا لکم عدوا مبینا۔ واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰة فلتقم طائفة منھم معک
ولیاخذوا اسلحتھم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتات طائفة اخری لم یصلوا فلیصلوا
معک ولیاخذوا حذرھم واسلحتھم ود الذین کفروا لو تغفلون عن اسلحتکم وامتعتکم فیمیلون
علیکم میلة واحدة ولا جناح علیکم ان کان بکم اذی من مطر او کنتم مرضی ان تضعوا اسلحتکم وخذوا
حذرکم ان اللہ اعد للکفرین عذابا مھینا۔ فاذا قضیتم الصلوٰة فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی
جنوبکم فاذا اطماننتم فاقیموا الصلوٰة ان الصلوٰة کانت علی المؤمنین کتبا موقوتا۔ ولا تھنوا فی ابتغاء
القوم ان تکونوا تالمون فانھم یالمون کما تالمون وترجون من اللہ ما لا یرجون وکان اللہ علیما حکیما۔ ن
۵۹ انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم ایٰته زادتھم ایمانا وعلی ربھم یتوکلون
الذین یقیمون الصلوٰة ومما رزقنٰھم ینفقون۔
۶۰ واقم الصلوٰة طرفی النھار وزلفا من الیل ان الحسنٰت یذھبن السیات ذلک ذکری للذاکرین۔

آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نمازین پڑھا کرو اور صبح کو بھی
نماز صبح کا وقت نور ظہور کا وقت ہے - اور رات کے ایک حصۂ مین تہجد بھی پڑھو
یہ تمھارے لیے نفل ہے - عجب نہین کہ تمھارا پروردگار تمھین مقام محمود مین پہونچا
دے - سورۂ بنی اسرائیل رکوع ٩ - [١١]

اپنے گھر والون کو نماز کی تاکید کرو اور اُسکے پابند رہو - ہم تم سے کچھ روزی
نہین مانگتے - ہم تمھین روزی دیتے ہین - اچھا انجام پرہیزگاری کا ہے - سورۂ طٰہٰ
رکوع ٨ - [١٢]

ایسے لوگ صبح و شام اُسکی عبادت کرتے ہین جنکو سوداگری اور خرید فروخت
خدا کے ذکر نماز کے پڑھنے اور زکوۃ کے دینے سے غافل نہین کرتی - یہ لوگ اُس
دن سے ڈرتے ہین جب دل اور آنکھین اولٹ جائینگی - سورۂ نور رکوع ٥ - [١٣]

نماز پڑھو زکوۃ دو - رسول کی اطاعت کرو کہ تم پر رحم کیا جائے - سورۂ نور رکوع [١٤]

پیغمبر یہ کتاب جو تمھاری طرف دی گئی ہے اُسکی تلاوت کرو اور نماز پڑھو - نماز بیحیائی
اور ناشایستہ حرکتون سے روکتی ہے - یاد خدا بڑی چیز ہے - اور جو تم کرتے ہو اللہ
جانتا ہے - سورۂ عنکبوت رکوع ٥ - [١٥]

١١؎ اقم الصلوۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل وقران الفجر ان قران الفجر کان مشھودا ۝ ومن اللیل فتھجد بہ نافلۃ لک عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا ۝

١٢؎ وامر اھلک بالصلوۃ واصطبر علیھا لا نسئلک رزقا نحن نرزقک والعاقبۃ للتقوی -

١٣؎ فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ یسبح لہ فیھا بالغدو والاصال رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ یخافون یوما تتقلب فیہ القلوب والابصار -

١٤؎ واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون ۝

١٥؎ اتل ما اوحی الیک من الکتب واقم الصلوۃ ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر واللہ یعلم ما تصنعون -

باب چہارم

شخصی معاملات اور ضابطہ عدالت

فصل سی و دوم

شرکت کاروبار

انسان اپنی خلقت مین ایک دوسرے کا محتاج پیدا ہوا ہے۔ بنی نوع انسانی کو
باہم مل جل کر کام کرنا ناگزیر ہے۔ کوئی قوم کوئی فرقہ کوئی ملک ایسا نہین ہے جہان
چند آدمیون کا ایک دل ہوکر شرکت باہمی سے کاروبار کرنا محمود نہ خیال کیا جاتا ہو۔ یہی شرکت
کبھی اتفاق کے لفظ سے تعبیر کی جاتی ہے۔ بہرحال یہ مسلم ہے کہ دنیاوی کاروبار
مین ایک انسان کا دوسرے انسان سے مدد مانگنا یا بہ شرکت اسکے کام کرنا لابدی ہے
اب بحث یہ ہے کہ کن کن امور مین شرکت مناسب ہے۔

اعاظم امور مین شرکت کے نفع یا اسکی ضرورت سے انکار نہین کیا جاسکتا اور کیونکر
کیا جائے۔ جب دنیا مین کوئی فرد بشر اس سے بے نیاز نظر نہین آتا۔ گفتگو صرف یہ ہے
کہ خانگی امور مین بھی شرکت نفع بخش اور آسایش رسان ہوسکتی ہے۔ یہان شرکت سے
مراد ایک کا دوسرے سے مدد حاصل کرنا نہین ہے۔ ورنہ یہ حالت تو کسی صورت مین
مضر نہین سمجھی جاسکتی اور نہ کوئی شخص اپنے کو دوسرون کی اعانت سے کسی حالت مین
مستغنی کرسکتا۔ ہم ماندودبود کی شرکت سے بحث کرتے ہین [illegible]
مین وہان ہزارون مضرتین بھی ہین۔ اسکی بدولت بغض [illegible] ترقی ہوتی ہے [illegible]
[illegible] پیدا ہوتے ہین [illegible] نفاق کی صورت پیدا ہوتی ہے [illegible] دوسرے [illegible]

کرنے لگتا ہے۔ اسلیے ہمت اور جفاکشی سلب ہو جاتی ہے۔ آدمی نکما ہو کر رہ جاتا ہے
ان سب باتون پر نظر ڈال کر یہ بات مستحسن خیال کی گئی ہے کہ خانگی اور جزوی معاملات
مین شرکت سے گریز کیا جائے۔ قومی باتون مین۔ اہم معاملات مین یا ایسے کام مین
جسکو عوام سے تعلق ہو شرکت بیشک نفع بخش ہوتی ہے۔ بلکہ انسانی ترقی کا مدار اسی
پر ہے۔ لیکن خانگی معاملات مین اس سے جتنا نفع حاصل ہوتا ہے اُس سے کہین
زیادہ زحمتین اُٹھانا پڑتی ہین۔ تمام عالم کے باشندون کے طرز تمدن پر نظر ڈالنے
سے معلوم ہوتا ہے کہ دانشمند قومین اپنے خانگی معاملات مین شرکت سے بہت زیادہ
اجتناب کرتی ہین اور اس قسم کی شرکت کو اُم الخبائث جانتے ہین۔ انگریزون کو دیکھیے
کہ وہ اپنے خاندان والون سے کس طرح برتاؤ کرتے ہین۔ اپنے یگانے بھائی بھتیجے
سے شرکت رکھنا کیسا وہ حتی الوسع یہ چاہتے ہین کہ باپ بیٹے بھی یکجا نرہین۔ بیٹے
ذرا ہوشیار ہوئے کہ کسی بورڈنگ ہوس مین داخل کیے گئے۔ وہان سے نکلے تو فکر
معاش مین پڑے مگر باپ سے بالکل الگ ہو کر۔ معیشت کی صورت نہ بنی تو گھر بسانے
کی سوجھی لیکن وہ بھی کبھی باپ سے بھی استمزاج کیے بغیر۔ انہین باپ بیٹے کی یکجائی
کا زمانہ بہت مختصر ہوتا ہے۔ جب تک بیٹا خود معاش پیدا کرنے کے قابل نہوگا باپ اُسکا
سب کچھ گوارا کرے گا خرچ سے ضرور مدد دے گا۔ لیکن یہ نہوگا کہ بیٹے باپ کے
ساتھ سکونت اختیار کرین اور اس طرح باپ کی آزادی مین خلل ڈالین۔ یہان اُن
حالتون کا تذکرہ نہین ہے کہ باپ اپنے کسب معاش یا اجاسے پیشہ مین دلسوز مددگار
یا معاونین کا محتاج ہو اور اس غرض سے وہ اپنے بیٹون کی معیت مرجح تصور
کرے۔ اس قسم کی یکجائی ممالک یورپ مین بھی دیکھی جاتی ہے۔ مگر اس طور پر بیٹے

اور باپ کی شرکت وہین تک قایم رہے گی جہان تک غرض مشترک کو تعلق ہے
اسکے خانگی معاملات پھر بھی علیحدہ علیحدہ ہونگے۔

انگریزون مین اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کے پاس کسی منصبی
کام کے انصرام مین (ملنے کی غرض سے نہین) اگر ٹھہر گیا تو چلتے وقت خانساماں سے
خرچ خوراک کا بل پیش کر دیا۔ ہم لوگون کا طرز تمدن اسکو بہت ہی مکروہ بتاتا ہے۔
لیکن فی الواقع یہ ہماری بھول ہے اسمین کوئی رستکراہ نہین۔ یہ معاملہ کی صفائی ہے
جب تک ہم خود اپنے قوت بازو سے کماتے ہین دوسرے کا احسان کیون لین۔ یا
جبکہ وہ ہماری بخششون کا محتاج نہین ہے تو ہم اسکے ساتھ کیون سلوک کرین۔
تحایف اور ہدایا کا بھیجنا۔ خاندہ مہمان ہونا یہ دوسری باتین ہین جنسے محبت کو ترقی
ہوتی ہے۔ لیکن جب ہم کسی دنیاوی کام کی غرض سے کہین آئین تو کیا ضرور ہے
کہ کسی عزیز کے گھر ہی ٹھہرین کوئی دوسری جگہ ٹھہرنے کے لایق عمدہ میسّر نہ آئے
اور اسلیے اپنے کسی رشتہ دار کے پاس جا اوترین تو یہ کیا کہ خواہ مخواہ اُسپر اپنے
خرچ کا بار بھی ڈالین۔

ہندوستان مین شرکت کا معاملہ بالکل نرالا ہے۔ اب تو کچھ ترسم ہو چلی ہے
ورنہ پہلے تین تین اور چار چار پشتین گزر جاتی تھین مگر خاندان کی حالت مشترک رہتی
تھی۔ کبھی کبھی ممبرون کی تعداد سیکڑون تک پہونچ جاتی تھی لیکن کاروبار مشترک رہتا
تھا۔ خاندان مین ایک ہی شخص امام یا پیشوا ہوتا تھا باقی سب مقتدی ہوتے تھے
یا نیم غلام ہوتے تھے۔ اس قسم کا طرز تمدن بیشک مصلحتون پر نظر ڈال کر اختیار کیا
گیا تھا۔ مصالح سے ہمکو اسوقت گفتگو نہین ہے۔ کہنا یہ ہے کہ نفع سے ضرر بڑھا

ہوا ہے۔ ہندوستان مین آزادی بہت کم ہے ہمتین پست طبیعتین بجھی ہوئیں۔ خیالات محدود۔ دل غلامون سے بھی زیادہ کمزور۔ لوگ کہتے ہین کہ ہندوستان کی آب وہوا کا یہ اثر ہے۔ ممکن ہے کہ ایسا بھی ہو لیکن ان برائیون کے پیدا کرنے مین یہ طرز تمدن ضرور شریک غالب ہے۔

عربون کے اصول بھی انگریزون سے ملتے جلتے ہین وہ اپنے خانگی کاروبار مین کسی کی شرکت پسند نہین کرتے۔ ہر ایک عرب اپنا مال اپنے قبضہ اور اختیار مین ایک کو دوسرے سے لگاؤ نہین۔ حتی کہ زن وشو کے درمیان بھی مال و دولت اور اثاثہ کی تفریق ہوتی ہے۔ اس برتاؤ کے اثر سے جو سچی خوشی۔ سچی آزادی اور بے فکری (جسکو لطف زندگانی کہتے ہین) عربون کو اس گئی گذری حالت مین بھی حاصل ہے وہ بیان کرنے کی چیز نہین ہے بلکہ آنکھون سے جا کر دیکھنے کی چیز ہے۔

برٹش عدالتین ہمیشہ ملکی رسم ورواج کی پابند ہوتی ہین۔ ہندوؤن مین شرکت خاندانی اس درجہ عام ہے کہ ہر ایک خاندان ہنود کی نسبت قانونی قیاس شرکت کا قایم ہوتا ہے اور خاندان کا منقسم ثابت کرنا اس فریق کے ذمہ ہوتا ہے جو ایسا بیان کرے۔ یہ اصول ہمارے نزدیک بہت زیادہ ترقی کا مانع ہے۔ تجارت کرنے نوکری کرنے یا کسی اور اعلی ذریعہ سے غیر ملکون کا سفر کرکے دولت پیدا کرنے مین ہر سمجھدار کو یہ خطرہ ہو سکتا ہے کہ اسکی محنت میں حصہ لینے کی غرض سے وہ لوگ اٹھ کھڑے ہونگے جو چچیرے بھائی یا اس سے بھی دور کے رشتہ دار ہین۔

ہند کے مسلمانون نے بھی اپنے پڑوسیون کا طرز تمدن اختیار کیا اور انہین

میں اس قسم کے شوق اور خیالات بہت زیادہ پھیل گئے - اگر ایک شخص ذرا فارغ البال ہے تو تمام کنبہ کا اُسپر بار ہے - وہ ترقی کرنا چاہتا ہے مگر کنبہ پروری کا بوجھ ہے کہ اُسے ابھرنے نہیں دیتا ہے - لوگ اس قسم کے سلوک کو نہایت مستحسن سمجھتے ہیں اور مفلس اعزّہ اپنے اس استعمال بیجا کو عیب نہیں سمجھتے - لیکن ہمارے نزدیک منعم اور منعم لہٗ دونوں برسر خطا ہیں - اگر ہمکو خدا مالدار کرے تو دوسروں پر احسان کرنا اقتضاے شکران نعمت ہے - لیکن گفتگو یہ ہے کہ احسان کا پیرایہ اور شکران نعمت کا طریقہ کیا ہے - کوئی غریب بھائی ہمارا ہے تنگدست ہو تو ہمکو چاہیے کہ اُسکے لیے کاشتکاری کا بندوبست کرا دیں - بیل مول لے دیں - کھیت ٹھہرا دیں - گھر - اثاثہ اور کچھ دنوں کے کھانے کا سامان مہیا کرا دیں اور پھر اُس سے کہدیں کہ تم الگ اپنے بال بچّون میں آزادی کے ساتھ بسر کرو - اگر وہ اس ڈھب کا نہیں ہے تجارت کا خواہشمند ہے یا کسی حرفت و صنعت کی طرف اُسکی طبیعت راغب ہے یا نوکری کرنا چاہتا ہے تو ویسا سامان کر دیں - اگر سچ پوچھیے تو سچّے سلوک کی یہ سب صورتیں ہیں - باقی رہی مروجہ صورت - وہ ہمارے نزدیک نہ سچّی سخاوت ہے نہ پوری ہمدردی بلکہ ایک قسم کی ریاکاری اور خاصی فرعونیت ہے - کوئی غریب بھائی مدد کے لیے آیا اُسکا کھانا مقرر کر دیا - دونوں وقت وہ "مگس خوان اغنیا بودن" کا مصداق ہے لوگوں میں مشہور ہے کہ فلان رئیس کے دسترخوان پر بیسیوں آدمی روٹی کھاتے ہیں تمام کنبہ کا بار اُسکے سر پر ہے - نام تو بہت بڑا پایا لیکن فی الواقع جو کچھ کیا اپنی خودغرضی ہے - یہ جتنے گھر میں بھرے ہوئے ہیں غلام سے بھی بدتر حالت میں ہیں اور نوکروں سے بھی زیادہ کام کرتے ہیں -

ہم مختلف پیرایہ سے ثابت کرسکتے ہین کہ شرکت اسباب و تعلقات کیسے مضرت پہونچاتی ہے۔ لیکن یہ بحث چندان محتاج ثبوت نہین ہے۔ کم ہمتین ہماری تحریر سے اتفاق کرین گے۔ اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہین کہ اس شرکت کے مسئلہ نے انگریزی عدالتون یا انگریزی انصاف پر کیا اثر ڈالا۔

ایک تو بندہ، خاندان مشترکہ کی صورت ہے۔ کبھی تو پیشواے خاندان دوسرے اکثر درمیون کی حق تلفی چاہتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بے تعلق اشخاص اپنے متمول رشتہ دارون کی کسوبہ جائداد مین حصہ لینے کی غرض سے اُسے خواہ مخواہ اپنا پیشوا ٹھہراتے ہین دیوانی اور فوجداری کے مقدمات کی مسلین اُلٹی جائین تو نہ معلوم کتنے مقدمہ ایسے نکلین گے جنکی بنیاد یہین سے شروع ہوئی ہے۔

دوسری صورت اشتراک کی یہ ہے کہ اکثر دیہات کی پٹی داریان مشترک ہین کمبخت یا زبردست حصہ دار چاہتا ہے کہ آسامی اُسی کے اختیار مین رہے۔ دوسرے حصہ دارون کا وہ خواہ مخواہ منیجر بنا رہے جتنے ہین سب اسکے دست نگر رہین۔ ادھر دوسرے اکثر حصہ دار چاہتے ہین کہ اپنا رنگ علیحدہ جمانا چاہتے ہین اور یہی آگے چل کر سبب شرکت ہے نفاق کا۔ اگر غور سے دیکھیے اور کل نزاعات کے ابتدائی اسباب پر نظر ڈالیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جتنے مقدمات دیوانی۔ فوجداری اور کلکٹری عدالتون مین دائر ہوتے ہین انہین سے نصف اسی پٹی داری مشترک کے سبب سے قایم ہوتے ہین۔ ان دفترون کے مٹانے کے لیے تقسیم کا ایک چارہ کار قانونی ہے مگر اسکی کارروائی مین تاخیر اتنی ہوتی ہے اور فریق متمول کو جائز و ناجائز کارروائی کے مواقع اتنے ملتے ہین کہ ورثہ کا تقسیم کے نام سے گھبراتے ہین کیونکہ تقسیم کے قبل چھوٹی

حصہ داری کی صنعت قایم بھی رہتی ہے - مالگزاری گھر سے دینا نہین پڑتی -
قسم مین کہین بنجر اور ناقابل زراعت زمین حصہ مین آگئی تو سرکاری مالگزاری بھی گھر
سے دینا پڑے گی - گو اس قسم کے معاملات بہت کم ہوتے ہین مگر وہ حصہ دارون کے
لیے تقسیم سے اچھا کوئی چارہ کار نہین ہے مگر ناسمجھ لوگ اس عمدہ چارہ کار کے اختیار
کرنے سے بہت زیادہ گریز کرتے ہین اور ایک سیدھی راہ کے بھولنے سے ایسے
ایسے نقصان اٹھاتے ہین کہ ناگفتہ بہ -

یہان تک تو شرکت کاروبار کی مذمت ہی مذمت بیان کی گئی - اب کچھ اسکی
بھلائیان بھی لکھنا چاہیے - شرکت کاروبار صرف خانگی معاملات مین یا جزئیات مین ناکامیاب
ہے ورنہ بڑے معاملات مین شرکت ہی ایک ایسی چیز ہے جسپر کامیابیون اور ترقیون
کا مدار ہے - یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ جتنا ہی ہم کو چھوٹے معاملات مین شرکت کا شوق
ہے اتنا ہی بڑے بڑے معاملات مین شرکت سے نفرت ہے - ہم جانتے ہی نہین
کہ بڑے بڑے معاملہ مین شرکت سے دنیا کی دوسری قومین کیا کیا منافع اٹھاتی ہین.
ہندوستان مین مشترک کاروبار کی ایک بہترین یادگار موجود ہے کہ ایسٹ انڈیا
کمپنی نے ہندوستان کی حکومت اسی ذریعہ سے حاصل کرلی - لیکن ہم سے کبھی یہ
نہوگا کہ کوئی کوٹھی شراکتی قایم کرکے کچھ اپنا جوہر دکھائین - انگریزون نے شہ بڑھانے
کو ہندوستان مین بھی سیکڑون لمیٹڈ کمپنیان قایم ہوگئین - لیکن کامیاب زیادہ تر
انہین کمپنیون کو ہوئین جو انگریزون کے ہاتھون مین تھین یا جنمین شریک غالب یورپین
تھے -
اب ہم یہ دکھاتے ہین کہ شرع محمدی نے ان دونون قسمون کی شرکتون کی نسبت

کیا بتایا ہے - اسمین شبہ نہین کہ خانگی معاملات کی شرکت اسلام نے بہت [illegible]
ناپسندکی ہے اسکے ثبوت مین خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا برتاؤ [illegible]
مین پیش کیا جاسکتا ہے۔ آنحضرت کے متعدد ازواج مطہرات تھین جنمین سے
ہرایک کے مکانات جدا تھے اور کھانے پینے کا سامان بھی علیحدہ تھا۔ باری باری
سے آنحضرتؐ ازواج مطہرات کے گھرون مین شب باش ہوتے تھے اور خود آنحضرتؐ
کا قیام بھی اپنے ازواج کے گھرون مین گویا بطور مہمان کے ہوتا تھا یعنے آنحضرتؐ کی
چیزون اور ازواج مطہرات کی چیزون مین امتیاز کیا جاتا تھا۔ اور ہر ایک کو اپنے اسباب
مین آزادانہ حقوق حاصل تھے - اسکے بعد حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے ساتھ جو
برتاؤ آنحضرتؐ کا تھا وہ بھی قابل لحاظ ہے۔ حضرت علیؓ چچازاد بھائی آنحضرتؐ کے
تھے اور آنحضرتؐ نے مثل فرزند کے اُنکی پرورش کی تھی۔ حضرت علیؓ کے ماں باپ
مرچکے تھے سواے آنحضرتؐ کے کوئی دوسرا اُنکا مربی نہ تھا۔ آنحضرتؐ نے جب
اپنی چھیتی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو اُنکے ساتھ بیاہا تو حضرت علیؓ سے اُنکا اثاثہ بکوا کر پہلے خانہ
داری کا سامان مہیا کروالیا تب کہین حضرت فاطمہؓ کو اُنکے حوالہ کیا۔ آنحضرتؐ کو بیٹی
اور داماد کی روٹی دو بھر نہ تھی بلکہ محض اپنے طرز عمل سے یہ تعلیم کرنا مقصود تھا کہ شادی
کرنے کے بعد زن و شوا اپنے کنبہ سے علیحدہ ہوکر رہین گے جب ہی وہ آزادی کا لطف
اٹھاوینگے اور دین و دنیا کے فائدے حاصل کرسکین گے۔ مزید توضیح کے لیے
"اُخوۃ اسلامی" فصل نوزدہم کتاب ہذا پڑھنا چاہیے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی بڑے
بڑے امور مین مسلمانون کے اشتراک پسند کرنے سے ظاہر ہے کہ پیغمبر اور بعد پیغمبر
کے خلفا [illegible] کل بلاد اسلام کے تنہا شہنشاہ تھے ۔ معاویہ اور حضرت علیؓ کی

چند روزہ لڑائیاں نظر انداز کی جائیں تو بنوامیہ بھی سو برس کے قریب تمام بلادِ
اسلام پر تنہا قابض تھے۔ فرانس سے لیکر ہندوستان اور تاتار تک جہاں اب اُس
تہذیب کے زمانہ میں بھی بیسیوں شاہنشاہ جُداجُدا حکومت کرتے ہین تنہا بنوامیہ
حکمران رہے۔ بنوعباس بھی شروع شروع تمام بلادِ اسلام پر قابض رہے کچھ دنون
کے بعد اندلس نکل جانے پر بھی تمام افریقہ و ایشیا کے بلادِ اسلام پر اپنے عروج کے
زمانہ مین تنہا بنوعباس کی حکومت تھی۔ ان حکومتون کا یہ نہ سمجھیے کہ بادشاہ کوئی
چیز نہین ہوتا۔ ارکین دولت حکومت کی جان ہوتے ہین۔ مشرق سے مغرب تک
جتنے ارکین دولت تھے وہ نسل عرب سے تھے۔ باپ دادا سے وہ سبق سنتے
آئے تھے جنمین رسول اللہ نے اہم کامون کو بالاتفاق انجام دینے کی بابت تاکیدین
کی تھین یہ اُسی سبق کا اثر تھا کہ جب تک مسلمانان عرب باحکومت تھے کبھی اُنکو یہ خیال
بھی نہین آیا کہ وہ علیحدہ علیحدہ حکومتین کرین لیکن وہی ملک جب دوسری قوم کے
حاکمون اور گورنرون کے ہاتھ آیا تو وہ شرکت کے برکات نہ سمجھ سکے اور جا بجا خود
مختارانہ روش اختیار کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ یہ بھی واضح رہے کہ جب تک
سلطنت عربون کے ہاتھ مین تھی بادشاہ سلطنت کو کاروبار شراکت سے بڑھ کر کوئی
چیز نہین سمجھتا تھا اور نہ خود کو کوٹھی شراکتی کے نمبر سے بڑھکر جانتا تھا اور یہی وجہ ہے
کہ تمام یورپین مورخ بالاتفاق کہتے ہین کہ دنیا کی شہنشاہی عربون سے اچھی کسی نے
نہین کی۔ سلاطین اسلام نے زمانہ مابعد مین جو حالت اختیار کی وہ اُس طرز سے
بالکل جُداگانہ تھی جسپر سلاطین عرب قایم تھے اور یہی وجہ روز بروز انکے انحطاط کی ہوئی
غرضکہ جس طرح اسوقت دنیا کی زندہ قومین تمام معاملات مین شرکت پسند کرتی ہین

اور بڑے بڑے کاموں مین شرکت کی دلدادہ ہین۔یہی نصیب تمام عالم کا عروج مین تھی۔رہے نام اللہ کا۔کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام ؎

فصل سی و سیوم

توریث

نکاح اور وراثت یہ دو باتین انتظام عالم قایم رکھنے کے لیے نہین تو تمدنی حیثیت کو اعلی درجہ پر رکھنے کے لیے بہت ہی اہم ہین۔مسلمانون کو اسپر ناز تھا کہ ان دو حیثیات پر انکے قانون اتنے عمدہ اور مستحکم اصول پر قایم ہین کہ اپنا نظیر نہین رکھتے۔" نازتھا" کا یہ مطلب ہے کہ اب اس پر ناز نہین ہے بلکہ اسکے برعکس خودمند کے مسلمانون کا تو یہ خیال ہے کہ خدا نے اگر قرآن مین کچھ غلطی کی ہے تو وہ انھین مسئلون کے متعلق کی ہے۔ہمارے نزدیک جن لوگون کے خیالات ایسے ہون وہ ہرگز ہرگز مسلمان نہین ہین۔ہم مسلمان ہوکر شراب پئین۔بدافعال کے مرتکب ہون۔سود کھائین اور دل مین سمجھین کہ ہم برا کرتے ہین تو ہم صرف گنگار ہین دائرہ اسلام سے خارج نہین ہوئے لیکن اسکے ساتھ اگر ہم یہ خیال کرین کہ شراب ایسی پاک اور عمدہ چیز قرآن مین "من عمل الشیطان" لکھی گئی ہے۔یہ تو سراسر نامناسب ہے۔زنا کرنے والون کے لیے جو سخت سزا قرآن مین لکھی ہوئی ہے ہرگز مناسب حال نہین ہے۔سود کھانے کو اکل نار لکھا ہے۔یہ بالکل ہی مصلحت عامہ کے خلاف ہے۔تو ہمارا یہ سمجھنا یہی معنی پیدا کرے گا کہ قرآن کے احکام موجودہ زمانہ کے موافق نہین رہے۔اب ایک دوسرا نبی اور ایک دوسری کتاب نازل ہونا چاہیے جو موجودہ منورترین کو سمجھے اور موجود

عدالت کے موافق ہو جب ہمارا یہ اعتقاد اپنے مذہب اور اپنی مذہبی کتاب کی نسبت
ہوا تو ہم مسلمان کہاں رہے۔ اقرار باللسان صرف ایک منافقانہ نقل رہگیا تصدیق
بالقلب کہاں رہی۔ اور ہم بے اسکے مسلمان کس طرح ہوئے۔ قرآن کو دل سے
ناپسند کرین اور اُسکے حکم کو خلاف مصلحت جانین اور پھر مسلمان کے مسلمان بنے
رہین۔ اچھا اسلام ہے۔

ابتداے اسلام مین ایک یہودی اور ایک مسلمان مین کچھ جھگڑا ہوا۔ یہودی
آنحضرت محمدؐ کو رسول اللہ نہین مانتا تھا۔ لیکن اُنکو ایک اچھا منصف تسلیم کرتا تھا مسلمان
نام کا مسلمان تھا۔ لیکن دل سے منافق تھا۔ اُس خاص جھگڑے مین وہی برسر خطا تھا۔
اسلیے اُسے کسی منصف مزاج کی بھی ضرورت نہ تھی۔ یہودی نے آنحضرتؐ کو
فیصلہ کے لیے ثالث مقرر کیا۔ مسلمان اس خیال سے راضی ہوگیا کہ شاید مذہبی
خیال سے آپ میرے موافق فیصلہ کرین گے۔ جب آنحضرتؐ نے اُس منافق
مسلمان کے خلاف فیصلہ کیا تو وہ راضی نہ ہوا اور عمرؓ بن الخطاب کے پاس یہودی
کو ہوا لایا اور چاہا کہ یہان سے دوسرا فیصلہ اپنے موافق صادر کرائے۔ عمرؓ بن الخطاب
کو جب معلوم ہوا کہ یہ مسلمان برسر خطا ہے اور پیغمبر خدا کے فیصلہ کو غلط سمجھ کر مجھ سے
اسکے خلاف امید رکھتا ہے تو وہ اندر مکان کے چلے گئے اور تھوڑی دیر مین ننگی تلوار
لیکر نکلے اور اُس منافق کو قتل کر دیا اور کہا یہ اب حق اور باطل مین فرق ہوگیا۔
زبانی فیصلہ سے یہ مردود کبھی راضی نہ ہوتا۔ اسی واقعہ سے حضرت عمرؓ کو الفاروق
خطاب دیا گیا۔ مسلمان ہو کر جو توریث کے متعلق جو لوگ ایسا سوچتے ہین او ان کا خدا
سولؐ کی اتنی نعمین کہ ... [illegible]

نکاح کے متعلق جو خوبیان مذہب اسلام مین رکھی گئی ہین اُنکا بیان فصل
"نکاح" مین ہوگا۔ یہان صرف مسائل توریث اور اُنکی خوبیان بیان کی جاتی ہین۔

آیات قرآنی

"ماں باپ اور رشتہ دارون کے ترکہ مین مردون کا حصہ ہے اور اسی طرح عورتون کا بھی تھوڑا بہت ماں باپ اور رشتہ دارون کے ترکے مین حصہ ہے اور ٹھیرایا ہوا ہے تقسیم ترکہ کے وقت رشتہ دار یتیم اور مساکین آموجود ہون تو اُنکو بھی اُسمین سے کچھ دیدیا کرو اور نرمی سے گفتگو کرو۔ سلہ سورۂ نساء رکوع ۱۔

"تمھاری اولاد کے حق مین اللہ بتاتا ہے کہ مرد کو دو عورتون کے برابر حصہ دیا جائے۔ اور اگر عورتین ہی ہون تو دو سے زیادہ کو ترکے کی دو تہائی۔ اور اگر ایک ہو تو اُسکو آدھا۔ میت کے ماں باپ مین سے ہر ایک کو (اگر اس میت کے اولاد ہو) ترکے کا چھٹوان حصہ۔ اور اولاد نہ ہو اور ماں باپ دونون وارث ہون تو ماں کو ایک ثلث اور میت کے بھائی بہنین ہون تو ماں کو ایک سدس۔ ترکہ کی تقسیم ادائے وصیت (اگر میت نے وصیت کی ہو) یا قرض کے بعد ہے تم نہین جانتے کہ تمھارے باپ اور بیٹون مین سے کون تمکو زیادہ نفع پہونچائے گا۔ اللہ کی طرف سے حصے مقرر ہین کہ وہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اگر تمھاری بیبیان اولاد نہ چھوڑین تو تمکو نصف ترکہ ملے گا۔ اور اولاد ہو تو چوتھائی۔ ترکہ کی یہ تقسیم ادائے وصیت (اگر میت نے وصیت کی ہو) یا قرض کے بعد ہے۔ اور تمھارے ترکہ مین تمھاری

سلہ للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منہ او کثر نصیبا ... قولا معروفا۔

بیبیوں کا حصہ اگر تمھاری اولاد نہ ہو تو ایک چوتھائی ہے - اور اولاد ہو تو آٹھواں حصہ
ترکہ کی یہ تقسیم ادائے قرض یا تعمیل وصیت کے بعد ہے - اگر میت نے کچھ وصیت
کی ہو - کوئی مرد یا عورت بے اصل و فرع ہو اور اخیافی بھائی یا بہن چھوڑے تو ان دونوں
میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ - اور اس سے زیادہ ہوں تو وہ ایک ثلث میں شریک
ہیں - ترکہ کی یہ تقسیم بعد ادائے قرض یا تعمیل وصیت کے ہے اگر میت نے وصیت
کی ہو اور ضرر رسانی نہ ہو - یہ اللہ کی وصیت ہے - اللہ دانا اور بردبار ہے - اللہ کی
یہ حدیں ہیں جو کوئی اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرے گا - اُسے اللہ
جنت میں داخل کرے گا جسکے نیچے نہریں جاری ہیں اور جہاں ہمیشہ رہنا ہوگا
اور یہ بڑی کامیابی ہے - جو کوئی اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور
اللہ کی حدوں سے بڑھ جائیگا اُسے اللہ دوزخ میں ڈالے گا - اور اُسپر ذلت
کا عذاب ہوگا" سورۂ نساء[له] رکوع ۲ -

"ماں باپ اور رشتہ دار جو کچھ چھوڑیں اُسکے حق دار ہم نے ٹھہرا دیے
ہیں - اور جن لوگوں کے ساتھ تمھارے عہد و پیمان ہیں کچھ حصہ اُنکو

له یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فان کن نساء فوق اثنتین فلہن ثلثا ما ترک وان کانت واحدۃ فلہا النصف ولابویہ لکل واحد منہما السدس مما ترک ان کان لہ ولد فان لم یکن لہ ولد وورثہ ابواہ فلامہ الثلث فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین اباؤکم وابناؤکم لا تدرون ایہم اقرب لکم نفعا فریضۃ من اللہ ان اللہ کان علیما حکیما ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لہن ولد فان کان لہن ولد فلکم الربع مما ترکن من بعد وصیۃ یوصین بہا او دین ولہن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلہن الثمن مما ترکتم من بعد وصیۃ توصون بہا او دین وان کان رجل یورث کلالۃ او امراۃ ولہ اخ او اخت فلکل واحد منہما السدس فان کانوا اکثر من ذلک فہم شرکاء فی الثلث من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین غیر مضار وصیۃ من اللہ واللہ علیم حلیم تلک حدود اللہ ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنت تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا وذلک الفوز العظیم ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیہا ولہ عذاب مہین

بھی دیدو۔ ہر چیز اللہ کے پیش نظر ہے۔" سورۂ نساء ۵ رکوع ۔

"پیغمبر! لوگ تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تو کہدو کہ اللہ کلالہ کے بارے میں تمکو حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی مرد لاولد مرجاوے اور اُسکی بہن موجود ہو تو بہن کو اُسکے ترکہ کا آدھا۔ بہن لاولد مرجائے تو اُسکے کل مال کا وارث بھائی ہوگا۔ اگر بہنیں دو ہوں تو دونوں کو ترکہ کا ۲/۳ (ثلث) ملے گا اور اگر بھائی بہن ہوں کچھ مرد اور کچھ عورتیں تو دو عورتوں کے برابر ایک مرد کا حصہ ہوگا۔ تمہارے بہکنے کے خیال سے اللہ تم سے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔ وہ سب کچھ جانتا ہے۔" سورۂ نساء رکوع ۲۴۔

ان آیات قرآنی سے فقہا نے مختلف صورتیں پیدا کرکے مسائل وراثت کو اتنا عمدہ طور پر ظاہر کیا ہے کہ کسی طرح اس سے اچھی صورت پیدا نہیں ہوسکتی مختصر یہ ہے کہ جنکے حصے قرآن میں معین ہیں وہ ذوی الفروض کہلاتے ہیں انکے حصے دینے کے بعد عصبات کو جو عموماً ایک جدی ہوتے ہیں حصہ ملتا ہے بعد ازاں ذوی الارحام پاتے ہیں جسمیں دوری اور مادری رشتہ دار شامل ہوتے ہیں۔

سورۂ نساء میں چند مقامات پر آپ زیادہ غور کیجیے۔ رکوع میں خدا نے

ولکل جعلنا موالی مما ترک الوالدان والاقربون والذین عقدت ایمانکم فاتوہم نصیبہم ان اللہ کان علی کل شیء شہیداً۔

مسلمان جب مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے گئے تھے رشتہ داروں سے قطع تعلق ہوگیا تھا اُسوقت آپس میں لوگوں سے منہ بولا بھائی چارہ کرلیا تھا پھر جب اسلام پھیلا ہر ایک کے شرعی وارث موجود ہوگئے اور آیت توریث بھی نازل ہوچکی تھی تب یہ حکم ہوا کہ جن سے عہد و پیمان ہو یا جن سے حسن سلوک ہو انکو بھی کچھ جیتے جی دیدو یا مرنے کے بعد انکے حق میں وصیت کردو۔ وصیت کی فصل میں مشرح بیان کیا جائیگا کہ وصیت کیا مصالح ہیں اور کتنی مقدار ... ایک ثلث سے زیادہ ... [illegible]

... یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ ان امرؤ ہلک لیس له ولد وله اخت فلها نصف ما ترک وهو یرثها ان لم یکن [illegible] ... فان کانتا اثنتین فلهما الثلثان مما ترک [illegible] فللذکر مثل حظ الانثیین [illegible] واللہ بکل شیء علیم۔

مردون کا حصّہ عورتون سے دوچند قرار دیا ہے - اب اسپر بھی مرد شکر نہ کرین تو سخت نافرمانی ہے - اولاد کے ہوتے ہوئے والدین کو حصّہ دینا بعض جہلائے عرب کو پسند نہ تھا اسلیے ان نافہمون کے لیے وسط رکوع مین خدا کہتا ہے "تم نہین جانتے کہ تمھارے باپ اور اولاد مین سے کون تمکو زیادہ نفع پہونچائے گا" اسکا منشاء یہ ہے کہ خدا تم سے زیادہ سمجھتا ہے - تم لوگ یہ خیال نہ کرو کہ میراث کیون تقسیم ہوتا تو اچھا ہوتا - ان مین سے مرتبہ تردید اس خیال کی بھی ہوتی ہے کہ بیٹون کے ہونے سے یا بیٹون مین جائداد کے رہنے سے بقائے نام رہے گا اور مورث کو کچھ نفع پہونچے گا - اسکے بعد ہی خدا کہتا ہے "یہ اللہ کی طرف سے حصّے مقرر ہین کہ وہ جاننے والا حکمت والا ہے" یعنے یہ حصے جو مقرر ہین خدا کے مقرر کیے ہوئے ہین - کوئی اس سے عدول نہ کرے - کسی کے دل مین خیال نہ گذرے کہ یہ حصّے مصلحت وقت کے خلاف ہین - کوئی ایسا بے ادب خیال دل مین لائے گا تو خدا کو معلوم ہو جائے گا - وہ دلون کی بات جانتا ہے - کیا تمکو خدا کے حکیم ہونے مین شبہ ہے - اور تم سمجھتے ہو کہ تم خدا سے اچھا قانون بنا سکتے ہو - ہرگز نہین - خدا نے اخیر مین کہدیا کہ دین یا وصیت تقسیم ترکہ سے پہلے جب ہے قابل لحاظ ہے کہ اسمین ضرر نہ ہو یعنے جب محض ورثا کی محرومی کے لیے وصیت یا دین عاید نہ کیا گیا ہو - سیدھے سیدھے طور پر سمجھا کر پھر حکم خدا پر چلنے والون کے لیے جنت کی بشارت دیکر انسان ایسے سرکش مخلوق کے لیے اخیر رکوع مین پھر خدا صاف صاف کہتا ہے کہ "جو کوئی اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اللہ کی حدون سے بڑھ جائے گا اسے اللہ دوزخ مین ڈالیگا اور اسپر ذلت

کا عذاب ہوگا۔" اب وہ حضرات جو خدا کے حکم اور خدا کے وعدون کو محض امر موہوم سمجھتے ہین حقوق غصب کرنے مین نڈر ہین مرنے کے بعد خوب سمجھ جائینگے کہ خدا کے وعدے کیسے سچے ہین لیکن افسوس کہ اسوقت کی سمجھ کچھ کام نہ دیگی۔

مذہب اسلام نے توریث کا قانون بنانے مین مفصلۂ ذیل امور پر لحاظ رکھا ہے۔

(۱) ایک کو دوسرے کی کمائی یا دوسرے کے مال مین کوئی حق نہین ہے ہر ایک کو اپنی محنت اور مزدوری پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ متوفی کے اعزہ کو محض اسلیے ترکہ دیا جاتا ہے کہ متوفی کے بعد اسکے مال کے تصرف کے لیے کوئی انتظام نہ ہوگا تو جھگڑے پیدا ہونگے۔

(۲) مرنے والے کی دولت اسکے تمام اعزہ مین جہان تک ہوسکے متفرق ہوکر تقسیم ہونا چاہیے کہ وہ تمام لوگ فائدہ اٹھاسکین جو اسکی حیات مین متمتع ہوتے تھے یا متمتع ہونے کا حق رکھتے تھے۔

(۳) عورتون کو خود کمانے کے ذریعے بہت کم ہین، اسلیے انکے حقوق تخفیف کے ساتھ قرآن مین محکوم ہوئے

(۴) اس لحاظ سے کہ مردون پر دوسرون کے نان ونفقہ کا بار ہوتا ہے مردون کا حصہ عورتون سے دوچند رکھا گیا ہے۔

(۵) شرع مین یہ بہت ناپسندیدہ سمجھا گیا ہے کہ ایک شخص ضرورت سے بہت زیادہ متمول ہوجائے اور دوسرا بہت زیادہ مفلس ہوکر بسر کرے۔ شرع کے احکام مرادہ نہ ساوات پیاہتے ہیں اسلیے متوفی کے ترکہ مین جو بہت سے حصے کردیے

(۶) قرآن مین ظاہر ہے کہ جب کوئی مرے اور ترکہ تقسیم ہونے لگے تو اتقا
شکرگزاری یہ ہے کہ ورثاے شرعی اپنا حصہ لینے کے قبل اُن تمام اقربا اعزہ اور
پڑوسیون کو کچھ کچھ دیدین جو وقت تقسیم کے موجود ہون۔ یہ حکم نہایت تاکید کے ساتھ
بیان کیا گیا ہے اسلیے فرض نہین ہوا۔ لیکن اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل اسلام
کے نزدیک مورث کے ترکہ مین حصہ لینے کی نوعیت کیا ہے۔ بعض کمینہ خصلت
جو مورث کی دولت پاسنے مکسوبہ مال سے زیادہ اپنا حق قایم کرکے اسکے مرنے
کے متمنی بیٹھے رہتے ہین اُنکو اسلام نہایت ہی ناپاک سمجھتا ہے۔

ہنود کا قانون

ہنودون مین خاندان مشترکہ ہو تو لڑکیان بیاہی ہوئی ہین یا نا ترکہ نہین پاتین بیٹے
کی موجودگی مین ماں باپ بالکل محروم رہتے ہین۔ خاندان مشترکہ مین تو عورتون کا حق
کچھ بھی نہین ہوتا اور جب ہوتا ہے تو ایسا کہ خاندان کے منقسم ہونے کی حالت مین کل
کی بیاہی ہوئی بی بی کُل پر قبضہ کرلیتی ہے اور ماں باپ مُنہ تاکتے رہجاتے ہین۔ ایسے
یہان بہنین کسی حالت مین وارث نہین ہوتین کھینچ کھانچ کر بھانجون کو تو بیشک
عدالتون نے ورثا مین شامل کردیا ہے لیکن بہنین ہنوز محروم ہین۔ جائداد ضبط
سرکار ہوجائے گی مگر بہن کو نہ ملے گی۔ عجب قانون ہے۔ معلوم نہین ہوتا کہ ہنود
مقننون کو عورتون سے کیون ایسی خلش تھی۔ اس موقع پر مجھے ایک گفتگو یاد آتی
ہین (مؤلف) ایک روز اپنے ایک ہندو دوست سے گفتگو کر رہا تھا۔ وہ اپنے
یہان کے مسئلہ توریث کی بیجا تائید کرتے تھے اور مین اُنکے نقائص بیان کرتا تھا
اسی اثنا مین اُسکے بھتیجے [illegible] ہوگیا [illegible]

اپنے دوست سے کہا کہ خدانخواستہ آپ مرجائین اور سوا اپنی بہن کے اور کوئی رشتہ دار نہ چھوڑین تو آپ کی تمام املاک یہ بابا جی جو پیچھے کھڑے ہین پا سکتے ہین لیکن آپ کی بہن نہین پائے گی - اسپر میرے دوست نے پوچھا یہ کیونکر ممکن ہے مین نے کہا یہ تو بہت صاف مسئلہ ہے ہر ایک اس سے واقف ہے کہ بہنین کسی صورت سے وارث نہین ہوتین - بہن کے لیے مرد بنجانا دشوار ہے - اور جب تک وہ عورت ہے محروم رہے گی - لیکن بابا جی ممکن ہے کہ کوئی جھوٹے گواہ عدالت مین گزران کر خود کو آپ کا گور بھائی ثابت کردین اور جائداد کے مالک ہوجائین - خیر اسکا جواب تو ہمارے دوست سے بن نہ آیا - لیکن انھون نے یہ کہا کہ "تم کو یہ عجب دھن ہے کہ خواہ مخواہ اپنی شرع کے مسائل کو تمام دنیا کے قوانین پر افضل سمجھتے ہو یہ عیب تمھاری طرح اور بھی چند مسلمانون مین پایا گیا ہے - آج کل چند ہندو بھی ایسے ہین جو اپنے مسائل کو تمام عالم سے فوقیت دیتے ہین - تم ایسے محبان قوم کو مالیخولیا ہوگیا ہے کہ گئے گزرے زمانہ کی باتین اس زمانہ مین پیش کرتے ہو اور موجودہ تہذیب سے مقابلہ کرتے ہو - جو بات پہلے تھی وہ ضرور مناسب وقت تھی - لیکن اب زمانہ بدل گیا - زمانہ کے موافق جو باتین ہین اب وہی قابل تقلید ہین - پرانی باتون پر حاشیہ چڑھانا بالکل کار بے سود ہے" مین نے اسکے جواب مین جو کچھ کہا اسکا خلاصہ بیان کرنا مضمون سے کسی قدر الگ ضرور ہوجاتا ہے لیکن خالی از دلچسپی نہین ہے -

مین نے کہا کہ "مین مسلمانون کے موجودہ قواعد اور مراسم کو ہرگز عمدہ ثابت کرنے کی کوشش نہین کرتا - اگر مین ایسا کرون تو میری غلطی ہے - اور اسی طرح اپنے

[illegible]

لیکن اسکے ساتھ ہی اگر ہم یہ دعویٰ کرین کہ اسپنے عروج کے زمانہ مین اسلام کے تمام مسائل پُراز حکمت تھے تو بیموقع نہین ہے۔ اور اسی طرح ہنود اگر یہ دکھانا چاہیں کہ اپنی ترقی کے زمانہ مین ہنود مین تمام خوبیان ہر قسم کی موجود تھین تو بھی بیموقع نہین ہے۔ بیشک ہندؤن کے زمانہ عروج کو گزرے ہوئے اتنا عرصہ ہوا کہ وہ اپنے عروج کی تمام باتین جان نہین سکتے اور نہ یہ سمجھ سکتے کہ کیا حالت اُنکے تمدن کی زمانہ عروج مین تھی۔ پھر بھی جہان تک اُنکے علما دریافت کر سکے اُنھون نے اچھی طرح ثابت کر دیا کہ زمانہ عروج کے عادات اور مراسم زمانہ حال سے بالکل مطابق نہین ہین اور جو برائیان اسوقت ہین وہ انکی ترقی کے زمانہ مین ہرگز ہرگز نہ تھین برخلاف اسکے مسلمانون کی یہ حالت ہے کہ ابھی تین صدی قبل تک تمام عالم پر یہ روشن تھا کہ مسلمانون کی رفتار گفتار عقاید عبادات۔ معاملات اور تمدن دوسرون کے لیے قابل تقلید تھے اور دنیا مین کوئی تمدن مسلمانون کے تمدن کے برابر نہ تھا۔ ابھی زمانہ نے کوئی بہت بڑا پلٹا نہین کھایا ہے۔ وہی لیل و نہار ہین اور وہی رفتار زمانہ ہے۔ مسلمان اپنی خوبیان چھوڑ بیٹھے اور تاریکی مین آگئے۔ ہونہار قومون نے انکی خوبیان اختیار کرلین اور روشنی مین آگئین۔ عربون نے جو روشنی فرانس سے سرہند تک اور یمن سے سرحد چین تک ایک دل ہوکر پھیلائی اور بعد ازان کسیقدر تنزل کے ساتھ لیکن پھر بھی دوسری قومون سے کہین بڑھ چڑھ کر مسلمانون کی مختلف طاقتون نے اس روشنی کو خلیج بنگالہ تک پورب مین اور سرحد برہنی اور آسٹریا تک مغرب مین وسعت دی۔ اگر اُس روشنی کے اسباب کا ہم ذکر کرین تو یہ تحقیقات علمی بالکل لیاقت [illegible] داخل ہو گی یا ہرگز نہین۔ ہم صرف یہ دکھاتے ہین کہ

ہیرے کو اگر وہ تین سو برس تک کسی خاکستر مین دبے رہنے سے اپنی اصلی آب و تاب کھو نہین سکتا۔ ہمارا یہ کہنا بالکل بے تعصبانہ ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ جس طرح دو نقطون کے درمیان مین خط مستقیم ایک ہی ہو سکتا ہے اُسی طرح دنیا مین ترقی کرنے کی راہ مستقیم جسے راہ خدا کہتے ہین اصولاً ایک ہی ہے۔ جس راہ پر ہنود اپنی ترقی کے زمانہ مین چلے اُسی راہ پر یونانی اور رومی اپنے اچھے دنون مین چلے۔ مسلمان بھی اپنے زمانہ عروج مین اُسی راہ پر تھے اور عیسائی بھی اس زمانہ کے اُسی راہ پر ہین۔ بیشک اسوقت کے عیسائی اپنی رفتار مین موجودہ مسلمانون سے زیادہ تر راہ مستقیم پر ہین لیکن اس امر کو ہم کیا کوئی ذی عقل کبھی نہین تسلیم کر سکتا کہ کبھی راہ مستقیم پر مسلمان نہ تھے اور اسی طرح یہ بھی کوئی نہین کہہ سکتا کہ ہنود کبھی اس راہ مستقیم پر نہ تھے۔ ہم کوئی نئی بات نہین کہتے ہین بلکہ صرف یہ کہتے ہین کہ ان مسلمان بھی اُسی راہ مستقیم پر تھے۔ اسپر اگر ہم اتنا اور ستزاد کردیں کہ یہ راہ مستقیم جب مسلمانون کے زیر مشق تھی تو زیادہ تر بارونق تھی تو بیجا ان بیموقع نہ ہوگا۔ ہزار برس تک مسلمانون کا قرآن تمام کرۂ ارض پر اپنی روشنی پھیلائے ہوئے تھا جسکی نظیر دنیا کی تاریخ مین نہین ملتی۔ احکام قرآن پر غیر قومین بھی اُنکی خوبیون کے لحاظ سے مفتون تھین۔ اور کبھی انکو یہ خیال نہین ہوتا تھا کہ اُنپر کوئی کسی قسم کا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اب اگر اُنپر زمانہ کی گردش سے کچھ خاک پڑ گئی ہے اور ہم اُس خاک کو جھاڑ کر عوام کے سامنے اُنکی خوشنما صورتین پیش کرتے ہین تو یہ کوئی انوکھا کام نہین ہے اور نہ اسمین کسی قسم کی ہٹ دھرمی ہے

یورپ کا قانون

یہ بات صرف اہل اسلام مین ہے کہ یورپ۔ ایشیا۔ افریقہ جہان کہین وہ ہین

کی توریت قرآن کے موافق ہے - اگروہ غیر قوم کی رعایا ہین جب بھی توریت مین
مسائلین انکے درمیان انھین کا قانون جائز رکھتی ہین - اسے برکات اسلام مین شمار
کرنا چاہیے - ورنہ یورپ ایسے مہذب ملک کے عیسائیون کے لیے جتنے ممالک ہین
اتنے ہی قانون ہین بلکہ ایک ہی ملک مین مختلف جائدادون کے لیے مختلف قوانین
جاری ہین - مثلاً انگلستان مین زمینداریون کا قانون جدا ہے اور دیگر مال واسباب
اور زر نقد کے لیے جدا ہے - وہان زمینداری مین جائداد اور خطاب ہمیشہ بڑے
لڑکے کو ملتا ہے - اگر باپ نے دوسری اولاد کے لیے کچھ وصیت کر دی
تو خیر ورنہ بڑے بیٹے کی مرضی پر ہے کہ اپنے بھائی بہنون کے ساتھ کچھ سلوک کرے
یا نکرے اسی کے قریب قریب تعلقداران اودھ کے لیے بھی گورنمنٹ نے قانون
بنا دیا ہے - ہندوؤن مین راج بھی بڑے لڑکے کو ملتا ہے لیکن شاید یہ فرق ہے
کہ ہندوستان کے راجہ قانوناً مجبور ہین کہ اپنے بھائی بہنون کی خورش اور پوشش کا سامان
کرین - انگلستان کے پیرس اس پابندی سے بھی غالباً آزاد ہین انگلستان مین زمینداری
کا قانون زمانہ جاہلیت کی یادگار ہے - کیا نی کہ جب رومنس انگلستان سے چلے
گئے تو برٹنس (قدیم باشندگان انگلستان) نئے فاتحین اینگلو سیکسن کی غلامی مین آئے
جنھون نے انگلستان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے آپس مین بانٹ لیے اور ان ٹکڑون
کے باشندون کو زمین کی ملکیت مین کچھ حق نہین دیا - بعد اینگلو سیکسن کے جب نارمن
آ گئے تو انھون نے بھی یہی طریقہ قائم رکھا اور بجاے اینگلو سیکسن سردارون کے
نارمن سردار مختلف ٹکڑون کے قابض اور حاکم ہو گئے - اسی اثنا مین جب سلطنت
مستقل ہو گئی تو تمام سردار رکن سلطنت قرار دیے گئے [illegible] یہ مجرات

نہ کی کہ اُن سرداروں کے حقوق زمینداری مین کچھ مداخلت کرے اور نہ زمانہ جاہلیت کے اس قاعدہ کو کہ ہمیشہ خلف اکبر تنہا قابض رہے وہ مٹا سکے۔ تہذیب پھیلنے پر تو شاہان حکومت مین فرق آگیا لیکن تورث کا قاعدہ بدستور قایم رہا کہ زمینداری تنہا خلف اکبر کو ملے۔ اگرچہ ترمیم ہوئی تو اتنی کہ وصیت کا اختیار مورث کو دیا گیا اور تہذیب کے ساتھ اس وصیت کرنے کا دستور بھی بڑھتا رہا لیکن وصیت کا موقع نہ ملنے کی حالت مین جو حق تلفی اکثر اولاد کے حق مین ہو سکتی ہے اُسکا کوئی تدارک ابتک نہ ہوا۔ برخلاف اسکے مسلمانون نے خلافت قایم کرتے ہی دل کڑا کر کے امیر و غریب سب کو اصول انصاف کی ایک رسی مین باندھ لیا اور سمجھے کہ انصاف ہی کرنے مین سلطنت کو قوت پہونچے گی اور شخصی تشخصات سے بجاے مدد پہونچنے کے ضعف آنے گا۔ شاہ غسان کی حکایت مشہور ہے کہ وہ عیسائی بادشاہ تھا اور دایرہ اسلام مین داخل ہو گیا تھا حضرت عمرؓ کے سامنے وہ ایک بازاری آدمی کے مقابلہ مین فریق مقدمہ بنا۔ غیرت مند اپنی عزت اُس معمولی آدمی سے کچھ زیادہ نہ پاکر جب شاہ غسان گھبرایا تو حضرت عمرؓ نے اُسے آگاہ کیا کہ اسلام تشخصات کا مٹانے والا اور تمام نوع انسانی کو ایک راہ پر چلانے والا ہے۔

علاوہ زمینداریون کے اور جائداد کی نسبت انگلستان کا قانون اور نیز یورپ کے دیگر ممالک کے قوانین ہندوؤن کے قوانین سے بدرجہا اچھے ہین اور ممکن ہے کہ بہت سی باتین مسلمانون سے لیگئی ہون سیوا ترکہ کا بہت سے حصون مین تقسیم ہونا اور ایک وقت مین ذکور اور اناث اور چھوٹے بڑون کو ملنا مسلمانون کی طرح انھین بھی ہے۔ ورنہ یورپ کے ایام جاہلیت مین بجز اسکے کہ اُسکی بعض ترکہ کا

مختلف حصّون مین تقسیم ہونا اور مختلف رشتہ دارون کو ملنا زمانہ امن کا مہذب دستور
لوٹ کھسوٹ مین کہان پیدا ہو سکتا تھا - اور اگر یہ کہا جائے کہ رومن لا کی تقلید تمام یورپ
مین کیگئی ہے تو پھر اختلاف کا باعث کیا ہے - بہرحال رومن لا کا اثر مسلمانون کی تمامیہ
ملکی رسم و رواج - مقننون کی رائین سب ملکر مختلف حالتین مختلف مقامات پر
پیدا ہو گئین - ہم چند مسایل تو رہیث کا مقابلہ کرکے فرق دکھاتے ہین - اچھے برے
کی نسبت ناظرین رائین قایم کرین - یورپ مین اولاد ذکور اور اناث کو برابر حصّے ملتے
ہین - اور مسلمانون مین مردون کو عورتون سے دوگنا ملتا ہے - مسلمانون مین مردونکو
دوگنا اسلیے نہین ملتا کہ مرد عورتون سے زیادہ پیارے سمجھے گئے ہین بلکہ اسلیے کہ انکو
عورتون سے زیادہ احتیاج ہوتی ہے - مردون پر بیبیون کا نان و نفقہ فرض ہوتا ہے
اور عورتون پر اپنے شوہرون کا کھلانا فرض نہین ہے بلکہ اپنی اولاد کی پرورش کا بار بھی
انپر نہین ہوتا یہ بھی شوہرون ہی کے سر پر ہوتا ہے - فرانس مین اقربا کی موجودگی مین شوہر کو
کچھ ترکہ نہین ملتا - انگلستان مین سب کا سب شوہرون ہی کو ملجاتا ہے - اسلام مین یہ معتدل
رکھا گیا ہے کہ اگر اولاد ہو تو شوہر کو چوتھائی اور اولاد نہ ہو تو نصف - نصف سے زیادہ وہ
نہین پاتا - فرانس مین زوجہ کو بھی اقربا کے ہوتے ہوئے ترکہ نہین ملتا - یہ تو ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ فرانس مین زن و شوئی کے حقوق اتنے بھی نہین ہوتے جتنے
مسلمانون مین مدخولہ عورتون کے ہو سکتے ہین کیونکہ مدخولہ عورتون پر کبھی کبھی منکوحہ کا
قیاس ہوتا ہے تو وہ زوجہ بنکر وارث ہوتی ہین - انگلستان مین زوجہ تنہا ہو تو اُسے نصف
ملتا ہے اور باقی [illegible] چلا جاتا ہے - مسلمانون کے یہان [illegible] کے چوتھے
ہوسکے [illegible]

حیادم ہے لیکن دوسرے رشتہ دارون کے ہونے کی حالت مین سب کا سب بیٹے
کو ملجائیگا۔ انگلستان مین اگر زوجہ اور زوجہ کی اولاد ہو تو زوجہ کو ایک تہائی ملتا ہے [۱] اور
مسلمانون مین ایسی حالت مین ایک ثمن ملتا ہے۔ یہ کمی عورتون کے مدارج گھٹانے
والی نہین ہے بلکہ اور ورثا کے حقوق کی نگہبانی کرنے والی ہے۔ علاوہ برین تعداد
مہر ایک ایسی چیز ہے جو تقسیم ترکہ پر مقدم ہے اور تعین مہر کا اختیار بیبیون کو اور اُنکے اولیا
کو پہلے سے حاصل ہوتا ہے اِس لحاظ سے مسلمانون کا ایک ثمن انگلستان کے ایک ثلث
سے تمام جوانب پر نظر کرکے کسی طرح کم نہین ہے۔

دیگر مختلف قومین

بعض قومین دنیا مین ایسی ہین کہ انمین مردون کو وراثت پہونچتی ہی نہین۔ اس خیال
سے کہ مرد خود کما سکتے ہین متوفی کا سارا ترکہ عورتون کو دیا جاتا ہے۔ پارسیون مین لڑکیون
کا حق اتنا مضبوط ہے کہ انکے مرنے پر اُنکے شوہر قایم مقام ہوتے ہین یعنے داماد اور بیٹے
برابر کے حصہ دار ہوتے ہین۔ ابھی حال مین بمبئی ہائیکورٹ سے ایک مقدمہ کا فیصلہ ہوا ہے
جسمین یہ بحث تھی کہ داماد اگر پہلی بی بی کے غم کو دل سے بھلا کر دوسری شادی کرے
جب بھی وہ پہلی بی بی کے خاندان مین حصہ پا سکتا ہے؟ حکام نے تجویز کیا کہ جب
داماد وارثون کے زمرہ مین داخل ہے تو اُسکا رنڈوا رہنا یا نہ رہنا کوئی فرق نہین ڈالتا
اب اِن قوانین کے مقابلہ مین شرعی قانون کا اعتدال ملاحظہ کے قابل ہے۔ کہین
عورتین کچھ پاتی ہی نہین اور کہین مردون کے برابر پاتی ہین اور بعض جگہ مردون کو محروم
کرکے سب کا سب پاتی ہین۔ مسلمانون کا اعتدال قابل قدر ہے کہ وہ ہر حالت مین
باقی رہتی ہین لیکن مردون سے [illegible] اور یہ کمی بیشی [illegible] جسکا ذکر [illegible] آچکا ہے

اب اس پہ بعض جاہل مسلمان باوجود دعوی مسلمانی کے ہندوؤن کے قانون کی پیروی کرتے ہین - اپنی طمع سے اندھے - گونگے - بہرے ہو رہے ہین تو وہ "ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارہم غشاوۃ" کے مصداق نہین ہین تو کیا ہین -

ہند کے مسلمان

ہند کے جاہل مسلمان توریث کے متعلق ہندوؤن کی پیروی کرتے ہین - اور تعجب تو یہ ہے کہ بعض لکھے پڑھے مسلمان بھی اس بارہ مین قرآن کو ناقص تصور کرتے ہین - برٹش گورنمنٹ کی عدالتون کی وجہ سے شرع محمدی کے احکام انمین بجبر نافذ کیے جاتے ہین ورنہ خود فراموش رعایا کا بس چلتا تو اب تک کبھی یہ معدوم ہوگئے ہوتے جن مسلمان خاندانون مین ہندوؤن کی پیروی سبارہ مین اچھی سمجھی جاتی ہے انکی تمدنی حالت ہندوؤن سے بھی بدتر ہے کیونکہ اشتراک خاندان اور حق نان ونفقہ یہ دو باتین تو مسلمانون مین پیدا ہوتی نہین اور بااسکے متعلق کیے ہوئے ہندوؤن کا قانون وراثت جب مسلمان گھرون مین نافذ ہوجاتا ہے تو آدھا تیتر آدھا بٹیر بہت ہی برا ہوتا ہے - ہندوؤن کے دیگر عادات اور مراسم کے اعتبار سے انکے لیے انکا قانون زیادہ تکلیف دہ نہین ہے مگر مسلمانون کے لیے تو وہ بہت ہی مخرب اخلاق ہے - مثلاً ایک ساتھ دو لڑکیان رام کلی اور زبیدہ (ایک ہندو اور دوسری مسلمان) بیاہی گئیں دونون ساتھ بیوہ ہوئین اور بیوہ ہونے کے بعد وہ دونون بارہ برس تک اپنے میکے مین رہ گئین - رام کلی تو ترکہ شوہری پا نہین سکتی تھی - ہان زبیدہ پاتی لیکن ہندوؤن کے رسم جہل سے متاثر ہوکر سسرال والون نے اُسے ترکہ شوہری مین حصہ دینا پسند نہین کیا - اب بعد وہ بہ ... کے

دونون کے میکے والے مفلس ہوگئے اور وہ سسرال چلین۔ رام کلی ترکہ
پا سکتی تھی لیکن یہان قبضہ پانے کا حق اسکا ایسا زبردست تھا کہ جب تک جیتی رہتی
نافذ کرا سکتی تھی۔ انگریزی عدالت موجود تھی سسرال والون کی کیا مجال کہ عذر کرتے
یہ گئی اور نہایت پیار سے اسکی آؤبھگت ہوئی۔ زبیدہ جو پہونچی تو سسرال
والون نے ڈولی تک اُترنے نہین دی۔ وہ جانتے تھے کہ شوہری ترکہ مین
ایک ربع اُس کا تھا جو تمادی ایام کی نذر ہوگیا اب اسے گھر مین ٹھہرا کر کون
بکھیڑا پیدا کرے۔ کل کو ہمارے قبضہ کی نوعیت پر بحث ہوگی تو اسکا ڈولی سے
اُترنا غضب ڈھاوے گا۔ دس گواہ محلہ کے گزر جاوینگے کہ برابر آمد و رفت
لگی رہتی تھی اور سسرال والون کا قبضہ موافقانہ تھا۔ ہندوؤن مین لڑکیان ترکہ نہین
پاتین لیکن ترکہ کے عوض مین شادی کے قبل اور شادی کے بعد انکو۔ اُنکے شوہرون کو
اور اُنکی اولاد کو رسم و رواج کے پیرایہ مین مختلف مواقع پر بہت کچھ ملا کرتا ہے مسلمانون
کی لڑکیان ان چیزون سے محروم رہتی ہین اپنے دستور کے مطابق اور پھر آئندہ چلکر
ترکہ پدری سے محروم رہتی ہین ہندوؤن کے دستور کے مطابق اور اس طرح اپنی
ہندو بہنون سے زیادہ گھاٹے مین رہتی ہین۔ ہندوؤن مین عورتون کو ترکہ پدری کا
خیال بھی نہین ہوتا اور اسلیے جو کچھ بطور خیرات اور حسنات کے پاتی ہین بے انتہا
شکرگزار رہتی ہین اور خوش رہتی ہین اور اسطرح اُنکی تمدنی حالت پر اچھا اثر پڑتا ہے
مسلمان لڑکیان احکام شرع کے مطابق امیدوار رہتی ہین اور بھائیون کے ساتھ
خود کو برابر کا پٹی دار جانتی ہین۔ اور جب ملنے کے وقت ٹکا سا جواب پاتی ہین تو
کدورت پیدا ہوتی ہے۔ اور باہمی محبت مین فرق پڑتا ہے اور یون بہت کچھ

سبب مطعونین کا سامان پیدا ہوتا ہے۔ اس حالت تذبذب سے تو یہ بہتر ہے کہ مسلمان ایک دل ہوکر گورنمنٹ سے قانون پاس کرالین کہ شاستر کے مطابق اُنکے حقوق کا تصفیہ ہوا کرے۔ ذرا ہیٹی ہوگی لیکن ہمیشہ کے لیے خلش تو رفع ہوجائیگی۔ ایسی ہی اور بہت سی مثالین ہین جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جن مسلمانون کے گھرون مین دیکھا دیکھی دھرم شاستر کے توریثی مسائل جاری ہین وہ بہت ہی بدقسمت ہین۔

غرضکہ مختلف قوم کے مختلف قوانین ہین۔ ہر ایک سماج خود اپنے قانون کو سب سے اچھا سمجھتا ہے۔ مسلمان کہتے ہین کہ شرعی توریث کے قاعدے دُنیا کے تمام گذشتہ اور موجودہ قوانین سے اچھے ہین۔ ممکن ہے کہ غیر مذہب والے بھی دلائل اور نتائج پر غور کرکے یہ کہین کہ مسلمانون کا قانون وراثت بیشک افضل القوانین ہے۔ لیکن مسلمانون کے لیے ایسا عقیدہ رکھنا تو گویا اُنکے دین اور ایمان کا جزو ہے۔ بہت سے مسلمان ایسے ہین کہ جب خود غرضی متعلق ہوئی اور طمع سے آنکھون پر اندھیری چھائی تو پھر اُنکے نزدیک اچھے اور بُرے کا فرق نہین رہتا۔ طعنین الجھتی ہین اور دل مین سوچتے ہین کہ ہندؤن کے قانون ہمارے قانون سے کہین اچھے ہین۔ اور یہ نہین سمجھتے کہ اتنا خیال گذرتے ہی اسلام نے خیرباد کہہ دیا۔ جب شرعی احکام بُرے ٹھہرے تو اُسکا بنانے والا حکیم مطلق نہ رہا۔ اب یا اللہ کے حکیم مطلق ہونے سے انکار کیا جائے یا قرآن کے کلام ربانی ہونے سے انکار کیا جائے یہی دو صورتین ہین اور دونون صورتون مین دائرہ اسلام سے آدمی خارج ہوجاتا ہے۔ اس قسم کے وسوسے زیادہ تر اُسوقت پیدا ہوتے ہین

جب فریق مقابل کمزور ہو۔ مثلاً کوئی متمول شخص گیارہ لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑکر فوت کرے تو لڑکون مین باہم کوئی مناقشہ نہ ہوگا ایک دوسرے سے دبتا رہے گا لیکن وہ بیچاری لڑکی سب کی آنکھون مین کھٹکے گی۔ اگر یہ اپنا حصہ چھوڑ بھی دے تو لڑکون کے حصہ مین کوئی افزونی نہوگی۔ محض جزو قلیل۔ کل ترکہ کا تیئسوان حصہ اُس بیچاری کو ملنے والا ہے۔ لڑکی ہر کہ بھائیون پر فدا ہورہی ہے۔ جان نثار کیے دیتی ہے۔ اور بھائی ہین کہ اپنے متوفی والدین کو روز صبح اٹھکر صلواتین سناتے ہین کہ پیدا ہوتے ہی کمبختون نے جو اسکا گلا گھونٹ دیا ہوتا تو آج اس بلا سے ہمکو چھٹکارا ہوتا۔ فریق مقابل کی کمزوری بھی بسا اوقات جرایم کی جرأت کراتی ہے۔ بہنون کا باشرم ہونا پردہ نشین ہونا فطرتاً بانس اور کمزور ہونا بھائیون کو بے رحم۔ غاصب اور کمینہ خصلت بنادیتا ہے۔ بھائی بھائی کا حق مارنے کی جرأت نہ کرے گا لیکن بہنون کے مقابلہ مین نیک سے نیک بھائی بھی بعض اوقات بڑے سے بڑا دشمن ہوجاتا ہے

افسوس یہ ہے کہ زیادہ تر یہ خرابیان اُن خاندانون مین دیکھی جاتی ہین جو معزز کہلاتی ہین اور ریاست اور شرافت قدیم زمانہ سے انکے گھرانے مین چلی آتی ہے بہنون کے حق مین بے رحم زیادہ تر ایسے ہی خاندان مین ملین گے۔ کوئی پندرہ برس کے قریب ہوئے کہ ایک بڑے ذی علم اور اعلیٰ خاندان کے ایک شخص پر بہن نے پدری حق کا دعویٰ رجوع کیا تھا۔ مدعا علیہ نے مدعیہ کے بہن ہونے سے صاف انکار کردیا۔ گواہون کی کیا کمی تھی۔ فریقین کی طرف سے گواہ پیش ہوئے۔ مدعیہ اور اسکے گواہون کا یہ بیان تھا کہ فریقین ایک باپ کی اولاد ہین اور ایک ہی ماں کے بطن سے پیدا ہوے اور ایک ہی ماں کی گود مین پلے۔ مدعا علیہ اور اسکے گواہون کا بیان تھا

تھا کہ مدعیہ کی ماں بھیک مانگتی ہوئی مدعی علیہ کے باپ کے گھر آکر نوکر ہوئی اور اسوقت یہ لڑکی گود میں تھی۔ اسقدر تعلق بھی مدعا علیہ بیان نہ کرتا۔ لیکن دقت یہ تھی کہ اکثر خطوط میں وہ مدعیہ کو بہن لکھ چکا تھا۔

مدعیہ کے وکیل نے۔ مدعا علیہ کے اظہار کے وقت مدعی علیہ سے پوچھا کہ اگر مدعیہ کا شوہر مدعیہ کو طلاق دیدے تو تم اُس سے عقد کر سکتے ہو؟ یہ سوال پوچھنا تھا کہ مدعا علیہ کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا۔ تمام جسم سے عرق جاری ہوگیا۔ عدالت نے یہ کہکر روک دیا کہ اس آبرو باختہ کی کہانتک بے عزتی کروگے ہم مقدمہ سمجھ چکے ہین غرضکہ مرافعہ اولی سے مدعیہ کا دعوی ڈگری ہوا اور جب تک اپیل سے فیصلہ صادر نہین ہوا۔ مدعا علیہ نے شرم سے اپنی صورت دوستون کو نہین دکھائی۔ عدالت رنگ ہاروں۔ عدالت اپیل کے حاکم نے دعوی مدعیہ کا ڈسمس کردیا۔ لنظر ہر شخص اس خیال سے کہ اگر مدعیہ بہن ہوتی تو ہرگز انکار نہ کیا جاتا۔ حاکم عدالت نے شاید اپنی طبیعت پر قیاس کیا۔ زمانہ کے رنگ کا لحاظ نہین کیا۔

ایسی صورتین تو بہت پیدا ہوتی ہین کہ بہن نے دعوی کیا اور بھائی نے بہن کے وجود سے انکار کردیا۔ اب ہم اُن جانخراش صورتون کی طرف ناظرین کو توجہ دلاتے ہین جب یتیم لڑکیان اپنے بھائیون کے قبضہ مین آجاتی ہین بعض کمبخت بھائی ایسے ہین جو جائداد نکل جانے کے خوف سے اُن بیچاری بہنون کا بیاہ نہین کرتے اور کبھی ارادہ بھی کرتے ہین تو اس شرط سے کہ نکاح کے قبل لڑکی کل جائداد کا ہبہ نامہ بھائی کے نام لکھدے۔ لڑکیان پردہ نشین ہین لیکن تا کہان تک نادان رہینگی۔ آخرش وہ بھائیون کی خواہشون سے واقف ہوکر تیار ہوتی ہین بنا بر ...

جب فریق مقابل کمزور ہو۔ مثلاً کوئی متمول شخص گیارہ لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑ کر فوت کرے تو لڑکون مین باہم کوئی مناقشہ نہ ہوگا ایک دوسرے سے دبتا رہے گا لیکن وہ بیچاری لڑکی سب کی آنکھون مین کھٹکے گی۔ اگر یہ اپنا حصہ چھوڑ بھی دے تو لڑکون کے حصہ مین کوئی افزونی نہ ہوگی۔ محض جزو قلیل۔ کل ترکہ کا تیئسوان حصہ اُس بیچاری کو ملنے والا ہے۔ لڑکی ہر کہ بھائیون پر فدا ہو رہی ہے۔ جان نثار کیے دیتی ہے۔ اور بھائی ہین کہ اپنے متوفی والدین کو روز صبح اُٹھ کر سلواتین سناتے ہین کہ پیدا ہوتے ہی کمبختون نے جو اسکا گلا گھونٹ دیا ہوتا تو آج اس بلا سے پیچھا چھوٹا ہوتا۔ فریق مقابل کی کمزوری بھی بسا اوقات جرایم کی جرأت کراتی ہے۔ بہنون کا باشرم ہونا پردہ نشین ہونا فطرتاً بانَس اور کمزور ہونا بھائیون کو بے رحم۔ غاصب اور کمینہ خصلت بنا دیتا ہے۔ بھائی بھائی کا حق مارنے کی جرأت نہ کرے گا لیکن بہنون کے مقابلہ مین نیک سے نیک بھائی بھی بعض اوقات بڑے سے بڑا دشمن ہو جاتا ہے

افسوس یہ ہے کہ زیادہ تر یہ خرابیان اُن خاندانون مین دیکھی جاتی ہین جو معزز کہلاتی ہین اور ریاست اور شرافت قدیم زمانہ سے انکے گھرانے مین چلی آتی ہے بہنون کے حق مین بے رحم زیادہ تر ایسے ہی خاندان مین ملین گے۔ کوئی پندرہ برس کے قریب ہوئے کہ ایک بڑے ذی علم اور اعلیٰ خاندان کے ایک شخص پر بہن نے پدری حق کا دعویٰ رجوع کیا تھا۔ مدعا علیہ نے مدعیہ کے بہن ہونے سے صاف انکار کر دیا۔ گواہون کی کیا کمی تھی۔ فریقین کی طرف سے گواہ پیش ہوئے۔ مدعیہ اور اُسکے گواہون کا یہ بیان تھا کہ فریقین ایک باپ کی اولاد ہین اور ایک ہی مان کے بطن سے پیدا ہوئے اور ایک ہی مان کی گود مین پلے۔ مدعا علیہ اور اُسکے گواہون کا بیان تھا

تھا کہ مدعیہ کی ماں بھیک مانگتی ہوئی مدعی علیہ کے باپ کے گھر آکر نوکر ہوئی اور اُس وقت
یہ لڑکی گود میں تھی - اسقدر تعلق بھی مدعا علیہ بیان نہ کرتا - لیکن دقت یہ تھی کہ اکثر
خطوط میں وہ مدعیہ کو بہن لکھ چکا تھا -

مدعیہ کے وکیل نے - مدعا علیہ کے اظہار کے وقت مدعی علیہ سے پوچھا کہ اگر مدعیہ کا
شوہر مدعیہ کو طلاق دیدے تو تم اُس سے عقد کر سکتے ہو؟ یہ سوال پوچھنا تھا کہ
مدعا علیہ کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا - تمام جسم سے عرق جاری ہو گیا - عدالت
نے یہ کہکر روک دیا کہ اس آبرو باختہ کی کہانتک بے عزتی کروگے ہم مقدمہ سمجھ چکے ہیں
غرضکہ مرافعہ اولیٰ سے مدعیہ کا دعویٰ ڈگری ہوا اور جب تک اپیل سے فیصلہ صادر نہیں
ہوا - مدعا علیہ نے شرم سے اپنی صورت دوستوں کو نہیں دکھائی - عدالت رنگ ہا
دارد - عدالت اپیل کے حاکم نے دعویٰ مدعیہ کا ڈسمس کر دیا - لہٰذا ہر شخص اس خیال سے
کہ اگر مدعیہ بہن ہوتی تو ہرگز انکار نہ کیا جاتا - حاکم عدالت نے شاید اپنی طبیعت پر قیاس
کیا - زمانہ کے رنگ کا لحاظ نہیں کیا -

ایسی صورتیں تو بہت پیدا ہوتی ہیں کہ بہن نے دعویٰ کیا اور بھائی نے بہن
کے وجود سے انکار کر دیا - اب ہم اُن جانخراش صورتوں کی طرف ناظرین کو توجہ
دلاتے ہیں جب یتیم لڑکیاں اپنے بھائیوں کے قبضہ میں آجاتی ہیں بعض کمبخت
بھائی ایسے ہیں جو جائداد نکل جانے کے خوف سے اُن بیچاری بہنوں کا بیاہ نہیں
کرتے اور کبھی ارادہ بھی کرتے ہیں تو اس شرط سے کہ نکاح کے قبل لڑکی کل جائداد
کا ہبہ نامہ بھائی کے نام لکھدے - غریب ان پردہ نشین ہی ہیں لیکن کہانتک نادان
رہینگی - آخر وہ بھائیوں کی خواہشوں سے واقف ہوکر [illegible] شادی ہی نہیں چاہتی

ظاہر کر ہی دیتی ہین اور دل مین سمجھتی ہین کہ اگر اس پدری دولت کی بدولت
عمر کنواری بیٹھا رہنا ہے تو اس نزول سے افلاس اچھا ہے۔ کتنا بڑا درد ہے
کہ ایک کنواری پردہ نشین لڑکی اپنی تمام پدری جائداد سے دست برداری کا وثیقہ
لکھ کر دے سکے بدلے مین اپنے نکاح کی نسبت بھائی کی رضامندی مول لیتی ہو بعض
بعض صورتین ایسی بھی دیکھنے مین آئی ہین کہ بہنون کی شادی کم حیثیت لوگون سے
محض اسلیے کر دی گئی کہ بہن کو نا جنس کی صحبت کے غم سے اتنی فرصت نہ ملے کہ
وہ اپنے حقوق طلب کرنے کی کوشش مین مصروف ہو۔ یا یہ کہ بہن کے شوہر کو کبھی
برابری کا دعوی نہو سکے اور نہ بہن اس شرم سے کبھی سر اُٹھا سکے۔ معاذ اللہ

اے بسا ابلیس کادم روے ہست

غرضکہ وہ حالت ناگفتہ بہ ہوتی ہے جبکہ بے مان باپ کی لڑکیان کبھی کبھی اپنے
بیحیا اور طماع بھائیون کی ولایت مین آجاتی ہین۔

ایک صورت بھائیون کے اختیار مین یہ بھی ہے کہ والدین سے جیتے جی
کوئی ایسی تحریر کرالین جس سے آیندہ زمانہ مین بہنون کو نقصان پہونچے۔ مگر اس
صورت مین اکثر ناکامی ہوتی ہے۔ ایک تو شرعاً والدین کو یہ اختیار نہین دیا گیا ہے
کہ وہ اپنے ترکہ کی نسبت کوئی انتظام قرآن کے خلاف کرین اور دوسرے یہ کہ والدین
سے یہ کب ہو سکتا ہے کہ اپنے بچون مین امتیاز کرین۔ اُنکے نزدیک دونون آنکھین
برابر ہونی چاہیئین لیکن زمانہ انحطاط ہے جو کچھ ہو جائے تعجب نہین ہے۔ بعض
ایسے بودے دل کے بھی ہوتے ہین جنکو اولاد ذکور کی گفتگو مسحور کر لیتی ہے یا تو
اُنکی تنگ خیالی رہبر بنا جاتی ہے اور وہ بے تکلف اپنی اولاد اناث کی حق تلفی کے

یا نزدیک رہنا کچھ فرق ڈالتا ہے۔ قرآن میں ہر ایک کے حصے صاف طور پر بتا دیئے ہیں۔

بعض صورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ اپنی خدمت اطاعت اور احسانات سے
غیار اعزہ سے بڑھ کر ہو جاتے ہیں۔ اسلیے شرع نے یہ اجازت دی ہے
اور یہ اجازت نہایت عدل اور انصاف پر مبنی ہے کہ مورث اپنی ایک ثلث جائداد کو
غیار کے حق میں وصیت کر سکتا ہے۔ لیکن بقیہ دو ثلث جائداد کی نسبت اسکو کوئی
کسی قسم کا حق نہیں دیا گیا ہے۔ نہ وہ کسی وارث کو محروم کر سکتا ہے اور نہ وارثوں
کے حق میں خلاف شرع تقسیم کی ہدایت کر سکتا ہے۔ وہ مجاز نہیں ہے کہ ورثا کے
حق میں کوئی وصیت کرے۔ جس خدا نے مرنے والوں کو متمول بنا رکھا تھا اسی
خدا نے یہ بھی ٹھہرا رکھا ہے کہ مرنے کے بعد دولت کس کی طرف منتقل ہوگی۔
سب سے عمدہ وصیت نامہ قرآن ہے اور سب سے عمدہ تحریر قرآن کی
آیتیں ہیں۔ جو کوئی مسلمان ہو کر قرآن سے عمدہ وثیقہ اپنی اولاد کے حق میں
لکھتا ہے وہ گمراہ ہے۔ دنیا میں رسوائی اور خدا کے یہاں ذلت اور پھر یہ بھی
نہیں کہ تمام دقتوں کے بعد کسی طرح کامیابی بھی حاصل ہو۔ عدالتوں میں کسی
طرح توریث اور وصیت کے متعلق کوئی امر خلاف شرع جائز نہیں رکھا جا سکتا ہے
جو شخص اپنے ترکہ کی نسبت یہ چاہے کہ قرآن کے خلاف اسکی تقسیم ہو اسکے لیے
صرف دو ہی صورتیں ممکن ہیں۔ یا تو وہ اپنا مذہب بدل ڈالے یا جائداد کو ایسی جگہ
چھپا کر رکھ دے کہ بجز معہود ذہنی اشخاص کے دوسرے پتہ نہ پا سکیں۔ جو لوگ دوسروں
کے حق تلف کرنے کے لیے حیلے بہانے ڈھونڈھتے ہیں اور قرآن اور حدیث کے

میت کے احکام کے ہوتے ہوئے تاویلیں ڈھونڈھتے ہیں اور دوسروں کے حق ملنے کی تدبیریں سوچتے ہیں وہ گمراہ ہیں ۔

ہدایہ کی عبارت ذیل میں نقل کیجاتی ہے جس سے حدیث نبوی اور مسئلہ فقہ دونوں معلوم ہوجائیں گے۔

" ولا تجوز لوارثہ لقولہ علیہ السلام ان اللہ تعالیٰ أعطی کل ذی حق حقہ الا لا وصیۃ لوارث - ولانہ یتاذی البعض بایثار البعض ففی تجویزہ قطیعۃ الرحم ولانہ حیف بالحدیث الذی رویناہ ترجمہ اگر کوئی شخص وارثوں کے حق میں وصیت کرے تو جائز نہیں نہیں ہے کیونکہ پیغمبر خدا کا صریح قول ہے کہ " خدا نے تمام وارثوں کے حق معین کردیے ہیں۔ معلوم رہے کہ وارثوں کے حق میں وصیت درست نہیں ہے ایک کو ترجیح دی جائے گی تو دوسرے کو خواہ مخواہ اذیت پہونچے گی۔ اور ایسا کرنے سے قطع رحم لازم آتا ہے۔ اور علاوہ بریں حدیث مذکرہ بالا کے رو سے ایسا کرنا ظلم ہے" ۔

عام طور پر جہلا میں یہ مشہور ہے کہ مرنے والے کو وصیت کرکے مرنا چاہیے اپنے بعد جھگڑا لگا رکھنا نہ چاہیے یہ خیال جہاں تک ورثا کے حق میں وصیت کرنے کی بابت ہے اور زیادہ تر ایسا ہی ہوتا ہے بالکل غلط اور سراسر گمراہی ہے۔ جب توریث کی آیتیں اتریں تو اب مسلمانوں کے لیے ایسی وصیتوں کا خیال کرنا ضلالت ہے۔ ہاں دوسروں کا قرض باقی ہو تو اُسکے ادا کی بابت ضرور وصیت کردینا چاہیے یا اگر غیروں کا بار احسان ہو یا دوسروں سے کچھ وعدہ کیا ہو یا دوستوں کے حقوق خدمت ہوں تو احسان کا بدلہ احسان ہے مرنے کے قبل اُنکے لیے

وصیت کرنا مناسب ہے۔ لیکن وصیت ایک ثلث سے زیادہ کی نہو۔
اگر زیادہ کی بابت ہوگی تو احکام شرع اُسے باطل کر دینگے۔ قرآن مین سورہ
بقر کے بائیسوین رکوع مین وصیت کا تذکرہ ہے۔ لیکن تمام مفسرین اس آیت
کی نسبت متفق البیان ہین کہ یہ آیت آیات توریث کے قبل اوتری تھی اور جب
آیات توریث مین تمام ورثا کے حصے بیان کر دیے ہین جیسا کہ کتاب ہذا کی فصل
توریث مین مذکور ہے تو پھر اس آیت کے مطابق وصیت کرنے کی ضرورت نہ تھی
وصیت کیے بغیر بھی وہ بات حاصل ہو جائیگی جسکی بابت وصیت کرنے کا حکم
کیا گیا تھا۔ عربون کی حالت یہ تھی کہ مثل ہندوؤن کے اولاد ذکور تمام ترکہ پا جاتی تھی
ہو جاتی تھی۔ متوفی کے والدین کو کچھ نہین دیتے تھے اور نہ دیگر رشتہ داران قریبی
کو کچھ دیتے تھے اُس وقت یہ حکم ہوا۔

"مسلمانو! تمکو حکم دیا جاتا ہے کہ تم مین سے کسی کے سامنے موت آموجود ہو اور
وہ کچھ مال چھوڑنے والا ہو تو ماں باپ اور دوسرے رشتہ دارون کے حق مین معمولی
طور پر وصیت کرے۔ خدا سے ڈرنے والون پر اُنکے رشتہ دارون کا یہی حق ہے
پھر جو کوئی وصیت سُنکر اُسے بدل دیگا تو اُسکا گناہ انھین بدلنے والون پر ہے
بیشک اللہ سُنتا اور جانتا ہے۔ سورہ بقر رکوع ۲۲۔[1]

اسکے بعد جب ماں باپ اور دیگر رشتہ دارون کے حصے بھی معین کر دیے گئے
تو اس آیت کے مطابق عملی طور پر وصیت کرنے کی ضرورت نرہی بلکہ منسوخ ہوگئی

---

[1] کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین
فمن بدلہ بعد ما سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ ان اللہ سمیع علیم

بیانات کے بلیے یہ آیت قایم رہ گئی ہے یہ کہ علاوہ اولاد ذکور کے مان باپ اور دیگر متعدد اماں سے کے حقوق کی حفاظت کی طرف شرع محمدی میں بہت کچھ خیال کیا گیا ہے۔

فصل سی و پنجم ۳۵

بیع

ایک چیز کا دوسری کے بدلہ میں دینا بیع کہلاتا ہے اور اگر کوئی بدلہ دوسری کی جانب سے نہو تو اسکو ہبہ کہتے ہیں۔ بیع کے مسائل شرع محمدی میں بہت طوالت سے بیان کیے گئے ہیں۔ بہت سی صورتین ایسی ہین کہ فریقین جائز کر بیع عمل میں آئے لیکن شرع بیع کے جواز کو روکتی ہے۔ شرع میں یہ حکم ہے کہ گھر کے فروخت کرنے سے کیا کیا چیزیں فروخت ہو جاتی ہیں۔ پھلکو بیچنا کہان تک جائز ہے۔ بے دیکھے ہوئے چیز ان کی خرید و فروخت کن شرائط سے ہوا ہے۔ بیع میں عیب ظاہر ہونے کی صورت میں کیا کرنا چاہیے۔ بیع ناجائز سے متعلق واپسی زرثمن کے احکام۔ اقالہ بیع یعنے بیع کے واپس کرنے کا بیان تولیہ کا بیان یعنے خریدنے کے ساتھ ہی دام کے دام پر بیچ ڈالنا یا نفع پر بیچنا جسکو مرابحت کہتے ہیں۔ مال منقول و غیر منقول کی تفصیل۔ ربوا یعنے سود خواری کی ممانعت۔ اُن حقوق کا بیان جو داخل بیع ہوتے ہیں۔ مبیع اگر کسی غیر کی ظاہر ہوگیا ہو۔ سلم کا بیان یعنے پہلے قیمت کا دیدینا۔ اور کچھ دنوں کے بعد مال کا لینا وغیرہ وغیرہ بہت سی باتین شرع محمدی مین بیع کے متعلق بیان کی گئی ہیں جنکے [illegible] کرنے مین چندان دلچسپی نہیں ہے۔ اتنا جاننا کافی ہے کہ شخص

خود قرآن سے احکام بیع بہت طوالت سے بیان ہوگئے ہین اور مسلمان
فقیہون کی نہایت نکتہ چینی اور انصاف پسندی مسایل بیع پڑھنے سے ظاہر ہوتی ہے
اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانون کی عالمگیر حکومت کے زمانہ مین حقوق طے کرتے وقت
کیسی باریک نظر سے معاملات دیکھے جاتے تھے - ان تمام مسایل پر سرسری نظر ڈالنے
سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مفصلۂ ذیل امور پر لحاظ رکھا جاتا تھا -

(۱) ایک انسان دوسرے انسان سے ناجائز فائدہ نہ اُٹھائے -

(۲) کوئی معاملہ قمار بازی کے طور پر نہ کیا جائے -

(۳) مال عرب بیش عرب رہے -

(۴) جہان تک ممکن ہو معاملہ صاف رہے اور سادہ رہے آیندہ کے
لیے تنازعون اور جھگڑون سے دور رہے - گویا یہ چھ اصول معاملات کی بنیاد ہین جن

آیات قرآنی

"مسلمانو! جب تم ایک میعاد مقرر تک اُدھار کا لین دین کرو تو اُسکو لکھ لیا کرو
یا تمھارے درمیان مین کوئی دوسرا لکھنے والا انصاف کے ساتھ لکھ دیا کرے
لکھنے والے کو انکار نہ کرنا چاہیے جیسا اللہ نے سکھایا ہے لکھ دیا کرے - اور قرضدار
کو چاہیے کہ لکھاتا جائے اور اللہ سے کہ وہی اُسکا کارساز ہے ڈرتا رہے - اور
کچھ کمی بیشی نہ کرے - اگر مقروض کم عقل ہو - معذور ہو یا خود نہ لکھ سکتا ہو تو اُسکا
ولی انصاف سے لکھا دے - اپنے لوگون مین سے اطمینان کے لائق دو گواہ
کر لو اگر دو مرد نہ ہون تو ایک مرد اور دو عورتین کیونکہ ایک بھول جائے گی تو دوسری
یاد دلا دے گی - گواہ جب بلائے جائین تو وہ انکار نہ کرین - میعاد تک معاملہ چھوٹا ہو

ہٰذا اُسکے لکھ لینے مین کاہلی نہ کرو۔ خدا کے نزدیک یہ بہت ہی منصفانہ کارروائی
ہے اور گواہی کے لیے بھی یہی طریقہ بہت ٹھیک ہے اور زیادہ تر قرین قیاس
ہے کہ تم اس طرح آیندہ شاید شبہہ نہ کروگے۔ ہان سوداگر نقد ہو جسکو تم لیتے
دیتے ہو تو اُسکے نہ لکھنے مین کچھ گناہ نہین۔ خرید و فروخت کرو تب بھی گواہ کرلیا
کرو۔ کاتب کو اور گواہ کو کوئی نقصان نہ پہونچے اگر ایسا ہوگا تو یہ تمھاری شرارت ہے۔
اللہ سے ڈرتے رہو۔ رب تمکو معاملہ کی صفائی سکھاتا ہے۔ وہ سب کچھ جانتا ہے اگر تم
سفر مین ہو اور تمکو کوئی لکھنے والا نہ ملے تو رہن بالقبض کرلو۔ جب تم سے ایک
دوسرے کا اعتبار کرتا ہے تو جسکا اعتبار کیا گیا ہے اُسے چاہیے کہ قرض دینے
والے کی امانت ادا کرے اور خدا سے جو اُسکا پروردگار ہے ڈرے۔ شہادت
کو نہ چھپاؤ جو چھپاتا ہے وہ دل کا کھوٹا ہے۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو سب معلوم ہے[1]
سورۃ البقر رکوع ۳۹ ۔

لین دین خرید و فروخت تمام معاملات کی نسبت کتنے مختصر طور پر سب باتین اصول
کے طور پر بیان کردی گئی ہین یعنے جب ایک دوسرے سے لین دین کرے تو حدود

سلہ یا ایہا الذین آمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ ولیکتب بینکم کاتب بالعدل ولا یاب
کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ فلیکتب ولیملل الذی علیہ الحق ولیتق اللہ ربہ ولا یبخس منہ
شیئا فان کان الذی علیہ الحق سفیہا او ضعیفا او لا یستطیع ان یمل ہو فلیملل ولیہ بالعدل واستشہدوا
شہیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامراتان ممن ترضون من الشہداء ان تضل احدہما فتذکر
احدہما الاخری ولا یاب الشہداء اذا ما دعوا ولا تسئموا ان تکتبوہ صغیرا او کبیرا الی اجلہ ذلکم اقسط عند اللہ
واقوم للشہادۃ وادنی الا ترتابوا الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ تدیرونہا بینکم فلیس علیکم جناح الا تکتبوہا واشہدوا
اذا تبایعتم ولا یضار کاتب ولا شہید وان تفعلوا فانہ فسوق بکم واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ واللہ
بکل شیء علیم وان کنتم علی سفر ولم تجدوا کاتبا فرہان مقبوضۃ فان امن بعضکم بعضا فلیؤد الذی اؤتمن
امانتہ ولیتق اللہ ربہ ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ واللہ بما تعملون علیم

لکھ دے یا دوسرے سے ٹھیک ٹھیک لکھوا دے - لکھنے والے کو چاہیے کہ جیسا اسے
لکھنا آتا ہے حتی الوسع ٹھیک ٹھیک لکھ دے - اور دوسرے سے لکھوانے کی حالت
میں مقروض کو چاہیے کہ وہ لکھوائے اور ٹھیک ٹھیک لکھوائے - مقروض غیر مکلف
ہو تو اسکے اولیا ہی کام کریں - معاملات کے وقت دو گواہ ٹھہرالینا بھی محکم ہے - عورتوں
کا حافظہ کمزور ہے اسلیے اس بارہ میں وہ دو ایک مرد کے برابر ہین - میعادی معاملات جتنے
ہون اسلیے آیندہ انکی بحث پیدا ہونے والی ہو وہ چھوٹی ہو یا بڑی لکھنا ضرور ہے خدا
کے نزدیک [illegible] زیادہ درست اور ٹھیک ہے اور گواہ مقرر کرنا بھی بہت مناسب ہے اور
اس [illegible] سبب ہے کہ آیندہ شک وشبہ پیدا نہ ہوگا - ہان دم نقد سودا ہو ایک ہاتھ سے
دیا اور دوسرے ہاتھ سے لیا تو تحریر کی ضرورت نہیں ہے - خرید و فروخت
کرتے وقت بھی گواہ کرلو - گواہ کو یا کاتب کو حیران نہ کرنا چاہیے کیونکہ انکے ذریعہ سے
مدد ملتی ہے - یہ سب طریقے جو بتائے گئے اسلئے معاملہ میں صفائی پیدا ہوتی ہے
سفر [illegible] اگر لکھنے والا نہ ملے تو حالت میں قرض [illegible] کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ کچھ
نقد یا اسکی چیز رہن رکھ دی لیکن رہن سے رہن سود [illegible] مراد نہیں ہے - جب اس
طرح ایک دوسرے پر اعتبار کرکے قرض دیتا ہے تو چاہیے کہ بدمعاملگی سے اپنے امین
میں فرق نہ آنے دے - خدا سے ڈرنا چاہیے وہ کارساز ہے - نیت درست ہوگی تو
وہ اسے قرض کی صورت بھی نکال دے گا - تمام معاملات میں شہادت کی تاکید
ہے تو شاہدوں کو بھی چاہیے کہ وہ شہادت نہ چھپائیں - دل کے کھوٹے شہادت
چھپاتے ہیں - [illegible] کے دل [illegible] - فقہا نے ان آیات سے بہت
سے مسائل نکالے ہیں - یہاں بیان [illegible] قرآن میں مذکور نہیں ہے

مشاہدات کم سے کم دو شاہد شرعاً ضرور ہوتے ہین - اب بھی انگریزی عدالتون مین بہت سی
دستاویزین ہین جو بغیر دو گواہون کی شہادت کے کالعدم سمجھی جاتی ہین - بہت سے
معاملات ایسے ہین کہ وہ اگر تحریر نہ کیے جائین اور گواہون کی گواہی نہ ہو تو آج کل
کی انگریزی عدالتین اُنھین کالعدم سمجھتی ہین - قرآن مین گواہ کر لینا اور لکھ لینا نہایت
افضل سمجھا گیا ہے اور قرآن مین اسکی بابت سخت تاکید ہے جیسا کہ مفصلہ بالا آیتون
سے ثابت ہے - لیکن فقہا نے ان آیات کو اسبارہ مین محض ترغیب دلانے والی سمجھا ہے
انکے نزدیک اسکا یہ مطلب نہین ہے کہ اگر قاضی کے سامنے معاہدہ کرنے والا یہ بیان
کرے کہ مین نے معاہدہ کیا اور معاہدہ سے فائدہ بھی اُٹھایا لیکن معاہدہ تحریری نہین ہوا
اور دو گواہون کی گواہیان نہین ہوتین اسلیے وہ مجھ پر واجب التعمیل نہین ہے تو
اُسپر سے معاہدہ کی پابندی اُٹھا دی جائے -

خرید و فروخت مین عربون کی تہذیب

اگر قومی تمدن کسی مضبوط اور سچے اصول پر مبنی نہین ہے تو دولت کے ساتھ اسراف
لازم ہے - جب دولت بڑھتی ہے تو ساتھ ہی اسراف بھی بڑھتا ہے - معلمان اخلاق نے
اسراف سے بہت کچھ ڈرایا ہے - لوگ دھیان نہین کرتے ورنہ یہ سمجھتے کہ اسراف دولت
کی بنیاد کا گرانے والا ہے - جس طرح دولت حاصل ہونے کے بعد دولت کی حرارت
یعنی نخوت کا پیدا ہونا لازمی ہے - ویسے ہی یہ بھی لازم ہے کہ کچھ دنون کے بعد دولت
کی قدر دلون سے جاتی رہتی ہے اور اسی کا نام اسراف ہے - دولت کی قدر
نہ کرنے کی ایک صورت [illegible] طرح کی [illegible]

آج کل انگلستان مین دولت کی کثرت ہے اور اسلیے وہان کے باشندے اسراف
کی بلا مین گرفتار ہین ۔ وہان اسراف کی صورتین مختلف ہین ۔ ہم صرف اُس صورت سے
بحث کرنا چاہتے ہین جو خرید و فروخت سے متعلق ہے ۔ وہان کے اہل دول جب کسی
دوکان مین چیزین خریدنے جاتے ہین تو نقد قیمت ادا کرنا شان کے خلاف جانتے ہین
اور لیڈیان تو قیمت بھی نہین دریافت کرتین گئین اور پسند کی چیزین اُٹھا لائین ۔ دُکاندار
نے جو بیجا ہی قیمت لکھ لی ۔ بے ایمان تاجرون کا تو ذکر نہین ۔ دیانتدار تاجر بھی ایسے
سودے مین سود ۔ سرمایہ ۔ حیرانی اور محنت بھی کچھ دل مین جوڑ کر بھاؤ دونا کر
لیتے ہین ۔ امرا کی دیکھا دیکھی غربا بھی وہی چال چلے ۔ نقد قیمت دیکر سودا لینا گویا مسافر یا
مجہول الاسم ہونے کی دلیل ہے ۔ یہی طریقہ ہندوستان مین بھی جاری ہوا ہے ۔ جو
ہندوستانی دکانین انگریزی دکانون کے طور پر یہان کھلی ہین انمین بھی یہی دستور
اختیار کیا گیا ہے ۔ چھوٹی چھوٹی دکانین جنمین [illegible] دس بیس روپیہ کھاتا پی کر بکتا
ہے انمین بھی ضرور ہے کہ دس پندرہ روپیہ ماہوار کا محرر بل بنانے کے لیے مقرر ہو
پانچ پانچ روپیہ کے دو ایک چپراسی تقاضے کے لیے نوکر ہین ۔ ہمارے نزدیک
یہ طریقہ نہایت ہی ناپسندیدہ ہے ۔ روپیہ کا مال خواہ مخواہ ڈیڑھ روپیہ کو اس طرح لینا پڑتا
ہے ۔ علاوہ گرانی کے خریدار کے لیے ایک یہ آفت ہے کہ اُٹھا دینا اسکو اکھرتا ہے
اور اکثر اوقات وہ بآسانی نہین دے سکتا ۔ [illegible] ساکھ معمول ہونے کی دقتین وہ
نہ سمجھ سکتے ہین جو صاحبون کی بٹی لیمپ [illegible] وغیرہ چھوٹی چھوٹی چیزون
کی [illegible] نوکری پیشہ انگریزون کا اثاثہ [illegible] مین نیلام ہوتے دیکھتے ہین اگر
[illegible] کا نقصان نہین ہوتا بلکہ دکاندارون کا بھی ہوتا ہے گو وہ

غیر ممکن الوصول رقموں کا بڑا حصہ دوسرے خریداروں پر پھیلا لیتے ہونگے۔ لیکن جب شرع سے نا وہ بند ہی نا پسند ہیں تو اِن بیچاروں کا بھی دم ناک میں ہو جاتا ہے۔ یوں ظاہری چمک دمک دیکھیے لیکن حساب دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ درخت کا اندرونی حصہ بالکل شکر کھوکھلا ہو گیا ہے۔ ذرا تیز ہوا چلی اور گرا۔ بڑے بڑے شہروں میں انسالونسی کورٹ میں جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ دکانداروں پر کیا گزرتی ہے۔ اس زمانہ کے دستور نے ہند کی تجارت کا لطف کم کر دیا ہے۔ اور یہ ناپسندیدہ طریقہ جانبین کے لیے مضر ہے۔ اگر نقد قیمت دیکر خریداری کی جائے تو مال سستا ملے اور آیندہ وقتیں نہ ہوں۔ دکاندار خریداروں کو دعائیں دیں اور خریداروں کو کبھی دقت کا سامنا نہ ہو۔ عرب اپنے زمانہ عروج میں ملک التجار تھے نہ قرض لیتے تھے اور نہ قرض پر معاملہ کرتے تھے یہ "مال عرب پیش عرب" مثل مشہور ہے۔ اب بھی بعض بلاد اسلام میں پرانے طریقے پر مسلمان تجارت کرتے ہیں اور نہایت آزادی اور بےفکری سے مال بیچتے ہیں۔ خود بھی خوش رہتے ہیں اور خریداروں کو بھی خوش رکھتے ہیں۔

فصل سی و ششم

ہبہ

صدقہ اور ہدیہ کا بیان اور اِن دونوں کا فرق فصل ہفتم کتاب ہذا میں مفصل مذکور ہوا ہے۔ یہاں ان دونوں کے متعلق احکام فقہ بیان کیے جاتے ہیں۔

صدقہ اور ہدیہ کے لیے فقہ میں ایک ہی لفظ "ہبہ" کا مستعمل کیا جاتا ہے۔

ہبہ ہمیشہ بغیر عوض کے ہوتا ہے اور جو بعوض ہوتا ہے وہ بیع کے حکم میں ہے ہبہ نہیں ہے۔ ہبہ مثل اور معاملات کے کبھی دھوکے سے بھی ہو جاتا ہے مثلاً کوئی

باؤ ڈال کر یہی خوشامد کرکے اور کبھی فریب دیکر لوگ اپنا کام نکال لیتے ہین۔ اگلان
صورتون مین ہبہ کرنے والے کو ہبہ کے واپس لینے کا اختیار نہ دیا جائے تو نہایت
بے انصافی ہوگی۔ ہر ملک کے قوانین مین یہ امر مذکور ہے کہ فریب۔ دغا۔ غلط
بیانی۔ دباؤ۔ داب ناجائز سے یا بدحواسی کی حالت مین کوئی معاملہ کیا جائے تو
کالعدم ہے اور اسلیے ہبہ بھی ان صورتون مین خواہ مخواہ کالعدم ہو جاتا ہے۔
شرع محمدی نے اور معاملات کے ساتھ ہبہ کے احکام اسبارہ مین شامل نہین کیے
ہین بلکہ اسکے لیے جدا احکام ہی مبنی بر عدل و انصاف بنا دیے ہین جیسے یہ
محکوم کر دیا ہے کہ ہبہ تکمیل نہین ہوتا جب تک واہب اپنا قبضہ اٹھا نہ لے۔ اور
موہوب لہ ہبہ کو قبول کرکے شی موہوبہ پر اپنا قبضہ نہ کر لے۔ اس کلیہ سے مستثنیٰ
ہے تو صرف وہ صورت جبکہ زوجہ یا اولاد نابالغ کے حق مین ہبہ کیا جائے۔ ہبہ کے
قابل شرع محمدی مین وہی چیز سمجھی گئی ہے جسپر قبضہ ہو سکتا ہو اور واہب اُسپر
وقت ہبہ کے قابض ہو۔ واہب کے حق مین اسقدر سہولتین اور رعایتین محکوم ہین
پھر بھی حنفیون نے (جنکا قانون اکثر بلاد اسلام مین نافذ ہے) خیال کیا کہ ممکن ہے کہ
واہبون کے حق مین اس طرح پورا انصاف نہو اور اسلیے حکم صریح نافذ کیا کہ
ہبہ کسی طور پر نافذ ہو جانے کے بعد واہب کو اختیار ہے کہ شئے موہوبہ واپس کرے
(۱) بشرطیکہ شئے موہوبہ ضایع نہوئی ہو (۲) موہوب لہ کی ملکیت سے خارج
نہوئی ہو۔ (۳) واہب مر نہ گیا ہو۔
(۴) شئے موہوبہ مین ترقی نہوئی (۵) شئے موہوبہ مین تبدیلی واقع نہوئی ہو۔
(۶) واہب اور موہوب لہ مین رشتہ زناشوئی نہو۔ ہبہ ـ

یہ وجہ ہے کہ ہندوستان میں بہت ابری ہبہ بجوہات شدہ (۵) ہبہ کے عوض میں بدلا لیا گیا ہے۔

غرضکہ جب ایک شے ہبہ منت میں دیجاتی ہے تو لینے والے پر فرض ہے کہ وہ دینے والے کا ہمیشہ شکرگزار رہے اور اُسکی نیت بدلنے نہ دے اور خوب سمجھ بوجھ کر اطمینان کی حالت میں لے تاکہ معاملہ کی صفائی میں ذرا بھی شبہ نہ رہے۔ شرع محمدی کا یہ مسئلہ بھی قابل قدر ہے کہ مرض الموت میں اگر کوئی شے ہبہ کی جائے تو صرف ایک تہائی اُسکی موہوب لہ کو پہونچتی ہے ایسا ہبہ وصیت ہوجاتا ہے۔

اب دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ورثا کے حق میں ہبہ درست ہے یا نہیں - اگر ہبہ سے اولاد کے سوا دوسرے ورثا کو محروم کرنا ہے تو ہبہ کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ لیکن اگر ہبہ سے مقصود ہو ایک اولاد کو دینا یا زیادہ دینا اور دوسری اولاد کو کم دینا یا نہ دینا تو ایسی ہبہ کے جواز میں اختلاف ہے فقہا جواز کا فتوی دیتے ہین لیکن اخلاقاً ثابت برا بتاتے ہین اور بعض محدثین ایسی ہبہ کو شرع سے کالعدم قرار دیتے ہین۔

اِس اختلاف کی وجہ قول رسولؐ کے معنی سمجھنے پر مبنی ہے جسکا تصریح بیان کرنا ہم مسلمانون کی ہدایت کے لیے مناسب سمجھتے ہین -

نعمان اجلۂ انصار رسول اللہؐ سے تھے انکے باپ بشیر نے انکو ایک غلام دینا چاہا۔ چونکہ پیغمبر خدا نے اصول اسلام اپنی صحبت سے سب کے دلون میں جما دیا تھا۔ اسلیے اس ہبہ کے جواز مین اُن سب کو شبہ ہوا اور اُنھون نے چاہا کہ پیغمبر کے پاس جاکر اُنکو گواہ کرین اور اس طرح دریافت کرلین کہ اس ہبہ مین کوئی نقصان تو نہیں ہے - پیغمبر نے سنکر ہبہ کو ناجائز بتایا اور نعمان کو جو غلام بشیر سے ملا تھا

پھر وہ بشیر کے پاس واپس آ گیا۔

"نعمان کے باپ نے رسول اللہ صلعم کے پاس آ کر کہا کہ میں نے اپنا ایک غلام نعمان کو دیا ہے۔ رسول اللہ صلعم نے کہا کیا اپنے تمام لڑکوں کو تم نے ایسا ہی غلام دیا ہے۔ نعمان کے باپ نے جواب دیا کہ نہیں۔ پیغمبر خدا نے کہا کہ واپس لو"[1]

اور ایک روایت میں کہا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں عدل کرو (صحیح البخاری الجلد الثالث کتاب الہبہ)[2]۔

حدیثیں بالفاظ اور بمعنی دونوں طرح منقول ہوئی ہیں۔ راویوں کا حافظہ اکثر لفظوں کو بھول کر معنی کا خیال رکھتا تھا۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ اصل راوی نے کبھی بالفاظ روایت کی اور کبھی بمعنی مختلف دنوں میں مختلف سننے والوں کے ذریعے سے اختلاف شروع ہوا۔ جب حدیثوں کی تدوین کا وقت آیا تو جمیع اقوال منقول احتیاطاً قلمبند کر لیے گئے۔ غرضکہ پیغمبر خدا کے منہ سے جو الفاظ نکلے انکو مختلف کتب احادیث میں یوں لکھا ہے۔

"رسول اللہ نے فرمایا "اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں عدل کرو" "

(تمام کتب احادیث میں)[2]

"رسول اللہ صلعم نے کہا "ہبہ واپس لے لو" "۔ (صحیح بخاری[3] اور صحیح مسلم)

"رسول اللہ صلعم نے کہا "مجھے گواہ نہ کرو کہ میں جور و ستم کا گواہ نہ بنوں گا" (مسلم[4])

---

[1] ان اباہ اتی بہ الی رسول اللہ صلعم فقال انی نحلت ابنی ہذا غلاما کان لی فقال لہ رسول اللہ صلعم اکل ولدک نحلتہ مثل ہذا فقال لا قال فارجعہ وفی روایۃ قال رسول اللہ صلعم اتقوا اللہ واعدلوا فی اولادکم۔

[2] فقال رسول اللہ صلعم اتقوا اللہ واعدلوا فی اولادکم۔

[3] فارددہ یا فارجعہ

[4] فلا تشہدنی فانی لا اشہد علی جور۔

"اس امر میں میرے سوا کسی دوسرے کو گواہ کرو۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ یقین حق ہی پر گواہ ہو سکتا ہوں" (جامع صحیح مسلم و سنن نسائی)۔

"یہ میں تم اپنی اولاد کو برابر سمجھو جیسا کہ تم چاہتے ہو کہ وہ سب تمھاری اطاعت برابر کریں" (صحیح مسلم)۔

"تمھاری اولاد کا یہ حق ہے کہ تم اُنکے ساتھ عدل کرو۔ مجکو تم ظلم پر گواہ نہ کرو۔ تم چاہتے ہو کہ وہ تمھاری اطاعت برابر کریں؟ بشیر نے کہا ہاں۔ آنحضرت نے فرمایا تو تم عدل نہ کرو گے تو وہ اطاعت نہ کریں گے۔ (احمد)۔

"میرے سوا کسی اور کو گواہ کرو" (سنن نسائی)۔

"اپنے گواہ ہونا آنحضرت مکروہ سمجھے" (سنن نسائی)

"کیا اپنی اولاد میں تم نے برابری کا خیال نہیں رکھا" (سنن نسائی)۔

"اولاد میں مساوات کا خیال رکھو" (ابن حبان)

"واپس لے لے" (موطا امام مالک)

"میں گواہی نہیں دیتا لیکن حق پر" (عبد الرزاق)

"لڑکوں کا یہ حق ہے کہ تم اُنکے ساتھ عدل کرو جیسا کہ تمکو یہ حق ہے کہ وہ

شه فاشهد علی هذا غیری۔ لیس یصلح هذا فانی لا اشهد الا علی حق۔
سه اعدلوا بین اولادکم فی النحل کما تحبون ان یبروا بکم فی البر۔
شه ان لبنیک علیک من الحق ان تعدل بینهم فلا تشهدنی علی جور اتحب ان یکونوا الیک فی البر سواء قال بلی قال فلا اذن۔
شه فاشهد علی هذا غیری۔
سه فکره ان یشهد۔
شه الا سویت بینهم۔
سه سووا بینهم۔
سه فارجعه۔
سه لا اشهد الا علی حق۔

تمھاری بھی اطاعت کریں۔ (سنن ابی داود[14])

ان تمام اقوال مختلفہ پر لحاظ کر کے جو نتیجہ علماے متقدمین نے نکالا ہے وہ یہ ہے:

"سب کا ایک ہی مفہوم ہے یعنے مساوات کا حکم اور اسکے خلاف کرنے کی ممانعت[15] اور تصریح اس امر کی کہ جب تک مساوات نہ ہو تو وہ جائز نہیں ہے اور ظلم ہے۔ اور اسکے بطلان کا حکم فحواے عبارت سے عیاں ہے" (حافظ ابن حجر)۔

"اگر ان دلیلوں سے منع نہیں سمجھا گیا تو پھر معلوم نہیں کہ کسی دلیل سے سمجھا جائیگا" (شوکانی[16])۔

"اس سے مساوات اور عدل کا وجوب نکلتا ہے کیونکہ یہ امر کی جگہ پر ہے اور امر مقتضی ہے وجوب کو" (ابن رشد[17])۔

"ان سب سے یہی نکلتا ہے کہ اولاد میں سواے تسویہ کے یعنے انکے حقوق مساوی رکھنے کے سوا اور کچھ جائز نہیں ہے" (امام[18] احمد بن سلیمان در اصول الاحکام)

امام احمد بن سلیمان نے ایک قول ابن عباس کا نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ دینے میں اپنی اولاد کے ساتھ مساوات کا خیال رکھو۔ اگر ایک کو ترجیح دینے کا اختیار ہوتا تو میں لڑکیوں کو ترجیح[19] دیتا"۔

یہیں یہ لکھنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جتنی باتیں اوپر بیان کی گئیں وہ سب فقہا

---

۱۴ ان لھم علیک من الحق ان تعدل بینھم کما ان لک من الحق ان یبروک۔

۱۵ کلھا ترجع الی شی واحد قد اشتمل علی الامر بالتسویۃ والنھی عن المخالفۃ والتصریح بعدم صحۃ الھبۃ التی لا تسویۃ فیھا وانھا من الجور والتنبیہ علی البطلان بالفحوی۔

۱۶ اذا لم تفد ھذہ الادلۃ المنع فلا ادری ای دلیل یفیدہ۔

۱۷ دل ذلک علی وجوب المساوات والعدل لانہ ورد مورد الامر والامر یقتضی الوجوب۔

۱۸ دل علی انہ لا یجوز الا التسویۃ بین الاولاد۔

۱۹ سووا بین اولادکم فی العطیۃ فلو کنت مفضلا فضلت البنات۔

صلاحیت ہیں وہ باطل ہے۔

"تجکو تو بھلا معلوم ہوگا کہ اولاد تیری طاعت میں مساوی ہوں" (الیسرک ان یکونوا فی البر سواء) اس سے مقصود آنحضرت کا یہ تھا کہ اولاد میں تفضیل کرنا سبب [illegible] یعنی نافرمانی کا ہوگا۔ عقوق اکبر کبیرہ ہے اور اکبر کبائر کا جو باعث ہو وہ ضرور [illegible] باطلات اور [illegible] ہوگا۔

"میں فضیلت دیتا تو لڑکیوں کو فضیلت دیتا" (لو کنت مفضلا لفضلت البنات) اور عربی قاعدہ سے [illegible] معلوم ہوا۔

"میں کسی کو ترجیح نہیں دیتا اسلئے لڑکیوں کو ترجیح نہیں دیسکتا" (لکنی لا افضل [illegible] البنات) اس سے تفضیل کی نفی اور بطلان کی دلیل صریح و اعجز [illegible] [illegible] ظاہری ہے دوسری روایت ہے۔ نعمان [illegible] حدیثات اور شرع محمدی کے اعتدال اور اصول پر نظر کرنے سے ثابت [illegible] ہے کہ اولاد میں ہبہ کے وقت مساوات [illegible] واجب ہے۔ جس ہبہ میں مساوات بین الاولاد نہ ہو وہ کالعدم [illegible] باطل ہے۔

میں یہاں پر علامہ محمد ابن اسمعیل امیر یمانی کی کتاب سبل السلام فی شرح بلوغ المرام مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی [illegible] صفحہ ۴۸ کا ترجمہ نقل کرتا ہوں۔

"باب الہبہ۔ حدیث اول۔ نعمان بن بشیر سے روایت ہے۔ اسکا باپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے اپنے اس بیٹے (نعمان)

سلہ باب الہبۃ۔ الحدیث الاول۔ عن النعمان بن بشیر ان اباہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال انی نحلت

کو اپنا یہ غلام دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اپنی تمام اولاد کو تم نے
یوہین دیا ہے۔ بشیر نے کہا۔ نہین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ ہبہ
واپس لے لو۔ اور ایک روایت مین نعمان کا بیان ہے کہ میرا باپ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچا کہ آنحضرتؐ کو اس ہبہ پر گواہ کرے۔ آنحضرتؐ
نے پوچھا ایسا ہی ہبہ تمام اولاد کے حق مین تم نے کیا ہے۔ میرے باپ نے
کہا نہین۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے حق مین عدل
کرو۔ پھر میرا باپ واپس آیا اور وہ ہبہ پھیر لیا۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ اور مسلم کی
ایک روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ میرے سوا کسی اور کو گواہ کرو۔ اور پھر
فرمایا تمکو اچھا معلوم ہوگا کہ سب اولاد بدرجہ مساوی اطاعت کرے۔ بشیر نے کہا
ہان۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ تم عدل نہ کروگے تو وہ اطاعت بھی نہ کرے گی۔ یہ
اصل حدیث کی عبارت ہوئی۔ اس پر علامہ یمانی رحمۃ اللہ تعالی شرح لکھتے ہین کہ اس

ابني هذا غلاما كان لي فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اكل ولدك نحلت مثل هذا فقال لا فقال
رسول الله صلى الله عليه وسلم فارجعه وفي رواية فانطلق ابي الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يشهده على صدقتي فقال
افعلت هذا بولدك كلهم قال لا قال فاتقوا الله واعدلوا بين اولادكم فرجع ابي فرد تلك الصدقة متفق عليه
وفي رواية لمسلم قال فاشهد على هذا غيري ثم قال ايسرك ان يكونوا اليك في البر سواء قال بلى قال فلا اذن الحديث
دليل على وجوب المساواة بين الاولاد في الهبة وقد صرح به البخاري وهو قول احمد واسحق وآخرين وانه باطلة مع عدم المساواة
وهو الذي يفيده الفاظ الحديث من امره صلى الله عليه وسلم بارجاعه ومن قوله اتقوا الله واعدلوا بين
اولادكم وقوله فلا اذن وقوله لا تشهدني على جور واختلف في كيفية التسوية فقيل بان تكون عطية الذكر
والانثى سواء وهو ظاهر قوله في بعض الفاظه ايسرك ان يكونوا في البر سواء ولفظ سووا بينهم والحديث ابن عباس
سووا بين اولادكم في العطية فلو كنت مفضلا احدا لفضلت النساء اخرجه سعيد بن منصور والبيهقي باسناد حسن وقيل التسوية
ان يجعل للذكر مثل حظ الانثيين على حسب التوريث وذهب الجمهور الى ان الامر بالتسوية للندب وقالوا في
الاعتذارات عن الحديث ذكرها الشارح عشرة اعذار كلها غير ناهضة وقد كتبنا في ذلك رسالة جواب سؤال اوضحنا
فيها قوة القول بوجوب التسوية وان الهبة مع عدمها باطلة۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہبہ کرنے مین تمام اولاد کو مساوی درجہ مین رکھنا
واجب ہے اور بخاری نے بھی اسی کی صراحت کی ہے۔ احمد اور اسحق وغیرہ
کی بھی یہی راے ہے اور یہ بھی بیان ہے کہ جس ہبہ مین مساوات بین الاولاد نہو
وہ باطل ہے۔ الغرض حدیث دیکھو۔ آنحضرت کا حکم دینا کہ ہبہ واپس لے لو اور پھر
فرمانا کہ اللہ سے ڈرو۔ اولاد کے درمیان عدل کرو۔ آپ کا فرمانا۔ تو وہ اطاعت
بھی نکرین گے۔ آپ کا ارشاد کہ مین تمہارا گواہ نہین ہوتا۔ ان سب سے یہی
پیدا ہے۔ ہان مساوات کی صورت مین البتہ اختلاف ہے۔ بعضون نے کہا
مرد اور عورت کو برابر دینا چاہیے کیونکہ حدیث کے الفاظ صریح یہی معنی رکھتے ہین
مثلاً نسائی کے نزدیک عبارت یہ ہے "کیا تو نے اولاد مین مساوات نہین
رکھی" ابن حبان کے نزدیک حدیث کا قول یہ ہے "اولاد مین مساوات کرو"
ابن عباس کی حدیث یون مشہور ہے "اپنی اولاد مین تسویہ برابری رکھو۔ اگر
کسی کو مین فضیلت دیتا تو عورتون کو فضیلت دیتا" سعید بن منصور اور بیہقی نے بسناد
حسن نقل کیا ہے اور بعض لوگون کی راے ہے کہ تسویہ یون ہونا چاہیے کہ مردونکو
حالت ہبہ مین دو عورتون کے برابر دیا جائے جیسا کہ توریث کی حالت مین حصہ
ملتا ہے اور بہت سے لوگون کی راے ہے کہ تسویہ واجب نہین ہے
بہتر ہے۔ حدیث مین انھون نے تاویلین کی ہین اور ایسی حجتین لکھی ہین جنمین
ایک بھی مقبول نہین ہے۔ [illegible] نے [illegible] بطور سوال و جواب کے لکھا ہے
اور خوب توضیح سے یہ ثابت کیا ہے کہ وجوب تسویہ کی راے قوی تر ہے۔ اور جس
ہبہ مین تسویہ نہو وہ باطل ہے"

پیدا ہوجاتی ہین - اب اگر باپ کو اجازت دیجائے کہ وہ دوسرے ورثا کے حق مین ہبہ کرکے اپنی لڑکی کو محروم کرے تو اس سے خواہ مخواہ لڑکی کو شکوہ کا موقع ہوگا - امید ہی پیدا ہوجانے سے تو شکوہ کا موقع ہوتا ہے - شکوہ اکثر نفرت اور عداوت تک منجر ہوتا ہے - باپ کو وصیت سے روک کر یون ہبہ کی اجازت دینا گویا ایک جھوٹی کارروائی کرنے کی اجازت دینا ہے - اور یہ اور بھی برا ہے - غیر مساوی ہبہ کے عدم جواز کا حکم نہ ہوتا جب بھی یہ قیاس ہونا چاہیے تھا کہ ہبہ غیر مساوی مصالح شرعی کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ہے لیکن یہان تو صریح حدیث نبوی موجود ہے نہ اسمین تاویل کی گنجایش ہے اور نہ کچھ بھی پس و پیش کا موقع ہے -

ہندؤن کا یہ قانون ہے کہ باپ اپنے بیٹون کی مرضی بغیر کسی کو خاندانی جایداد دے نہین سکتا اگر دے تو ایسا دینا کالعدم ہے - یہ مسئلہ شاستر کا انگریزی عدالتون مین بہت زیادہ بارونق کردیا گیا ہے - اب عام طور پر یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ باپ کے حقوق محدود ہین - اس وجہ سے باپ کو محدود حالت مین رکھنا مسلمانون کے اصول شرع مین کسی طرح مستحسن نہین سمجھا جاسکتا لیکن ایک اولاد کو بہ محرومی دوسری اولاد کے کچھ دینا بہت ہی برا ہے جیسا اوپر بیان کیا گیا اور عقل بھی کہتی ہے کہ یہ ممانعت نہایت ہی عدل و انصاف پر مبنی ہے - ہم اپنی اس تحریر مین قوم کے ذی فہم مسٹر جسٹس امیر علی اور مسٹر جسٹس بدرالدین طیب جی قانونیان وقت کو توجہ دلاتے ہین کہ اگر انکے نزدیک محدثین کی رائین جو اوپر بیان کی گئی ہین صحیح ہین تو وہ کیون اس امر کی کوشش نہ کرین کہ اس مسئلہ شرع کا نفاذ ہو اور باپ کے اختیارات اس بارہ مین محدود کیے جائین بالخصوص ایسی حالت مین کہ عورتون کے حقوق کی طرف سے مسلمان چشم پوشی

"صدقہ اور زکوۃ" کے متعلق فصل ہفتم مین کہا گیا ہے کہ مفت دینا ہو تو اقربا اور پڑوسیون کو دینا چاہیے - یہان تک کہ ابوطلحہ نے ایک باغ اہل صفہ کے خرچ کے لیے دینا چاہا اور حضرت نے کہا کہ اپنے اقربا کو دو کہ وہ زیادہ مستحق ہین - پھر دوسری جگہ پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ تبوک مین سامان فوج درست کرنے کے لیے جب چندہ لیا گیا تو حضرت عثمانؓ نے وہ سب کا سب مال دیدیا جسکو وہ تجارت کے لیے شام کی طرف بھیجنے والے تھے - حضرت ابوبکرؓ نے وہ تمام مال یہ جو اسوقت انکے گھر مین تھا اور کہا کہ بال بچے خدا کے سپرد کر دیے اور حضرت عمرؓ نے اپنی آدھی دولت حوالے کر دی - یہ سب وہ نہایت خوشی سے آنحضرتؐ نے قبول فرمایا ان امور سے صاف اور صراحت عریان ہے کہ موقع اور محل کو ہر وقت دیکھنا چاہیے اور نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ قومی کام مسلمانون مین بہت زیادہ رفعت تصور کیا گیا ہے ۔

شرکت کا رو بار (فصل سی و دوم) مین ظاہر کیا گیا ہے کہ مسلمانون مین شخصی معاملات اور قومی معاملات دو مختلف اصول پر مبنی تھے اور اسی سبب سے انکو ترقی کے میدان مین بہت کچھ مدد ملتی تھی - وہین یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ مسلمانون مین قومی خیالات بہت زیادہ تھے اور بغیر اسکے وہ اس درجہ پر نہین پہونچ سکتے تھے جس پر پہنچے تھے بعضون کا خیال ہے کہ بادشاہون کی سطوت اور سیاست ارکین دولت کو مطیع رکھتی تھی اور اسلیے حکومت کا ڈھیلا ہونے نہین پاتا تھا - یہ خیال بالکل غلط ہے - اراکین دولت اور دور دست کے گورنرون اور صوبہ دارون اور دیگر حکام ماتحت کو قومی خیال اتنا تھا کہ کہین سے سرکشی کا وہم بھی دلون مین نہین آتا تھا - یہ امر قابل حیرت ہے کہ تین چار سو برس تک پورب سے پچھم تک تمام اچھے حصے دنیا کے عربون کے قبضے

وقف کرنے کا یہ منشا ہے کہ وقف کرنے والا جیتے جی مختار کل بنا رہے اور اسکے
عوام کو یا اخلاف کا حق ہو تو ایسے وقف سے وصیت کے احکام متعلق ہونگے
اور صرف ایک ثلث تک وقف نافذ ہوگا۔ یہ مسئلہ عام اصول انصاف پر مبنی ہے
کسی کو یہ حق نہین ہے کہ اپنے ورثاے شرعی کو ایک ثلث ترکہ سے زیادہ کی
نسبت محروم کرے۔ ہندوستان مین جہان تمام باتین نام کے لیے ہین وہان وقف
کا مسئلہ بھی برائے نام جاری ہے۔ زیادہ تر تو یہ ہوتا ہے کہ جب مرنے کے دن قریب
ہوے تو کسی جائدار کو خیال گذرا کہ جائداد خاندان سے باہر نہ جائے اور وارثون
کی بدبختیون سے صاحبون کے پاس جائے اسلیے اُسنے اپنی جائداد کا وقف نامہ
تحریر کیا اور وقف نامہ مین یہ لکھا کہ جیتے جی واقف مختار کل ہے اور اُسکے بعد
اولاد ذکور مین سے سب سے بڑا لڑکا مہتمم ہوگا اور آمدنی اولاد ذکور مین بحصہ مساوی
تقسیم ہوگی۔ اولاد اناث کو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر یہ خیال آیا کہ کار خیر بھی لکھ دینا چاہیے تو یہ
لکھ دیا کہ ہمیشہ کو چاہیے کہ دروازے پر جو مسجد ہے اُسمین ایک پیسہ روز کا تیل روشنی
کے لیے متولی دیا کرے۔ ایسا وقف شرعاً کالعدم ہوتا ہے۔ برٹش گورنمنٹ کی
[illegible] مین خدا دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرے کہ اُسکی بدولت ایسے اوقاف
پریوی کونسل تک کالعدم قرار پائے اور شرع محمدی کی شرم رہگئی ناعاقبت
اندیش خودغرضون کی بدولت اُسکی توہین نہین ہونے پائی۔

فصل سی و ہشتم ۳۸

نکاح

مسلمانون مین نکاح نہ تو ہندوون کی طرح کوئی مذہبی رسم ہے اور نہ دیگر قومون کی

کی طرح گلے کی پھانسی ہے۔ بے توالد اور تناسل کے انتظام عالم قائم نہین رہ سکتا اسلیے فطرت نے مردون کو عورتون کا اور عورتون کو مردون کا خلقتاً شیدا بنایا ہے مردون کو عورتون کی طرف اور عورتون کو مردون کی طرف مایل ہونے مین جو جنون فریفتگی۔ بدحواسی یا سراسیمگی پیدا ہوتی ہے اُس سے بہت بڑا سبق خالق عالم کی صناعیون کا حاصل ہوتا ہے۔ یہان قانون قدرت کی تشریح کرنا نہین ہے بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ اگر خلقت مین کوئی نقص نہین ہے تو مرد عورت بغیر نہین رہ سکتا اور نہ عورت بے مرد کے چین سے رہ سکتی اور دونون کی یکجائی ناگزیر ٹھہرتی ہے۔ اس یکجائی کی نوعیت دو ہی قسم کی ہو سکتی ہے۔ عورتین مردکی ہو کر رہین یا حیوانات کے سے تعلقات رکھین کہ غرض حاصل ہوئی اور جدائی ہوگئی۔ پچھلی صورت زنا ہے پہلی صورت نکاح ہے۔ زنا فی الواقع ایک نہایت برا فعل ہے جسکی پوری توضیح "زنا" (فصل ۲۲ بابت دوم) مین کی گئی ہے۔ یہان اُسکے اعادہ کی ضرورت نہین ہے لیکن اس مضمون کو پورے طور پر سمجھنے کے لیے اُسے ضرور دیکھ لینا چاہیے۔ اب یہان صرف یہ کہنا ہے کہ زنا سے بچنا اور پھر فطرت کے اقتضا کو بھی پامال نہ ہونے دینا بس اسی کا نام نکاح ہے۔ نکاح کی صورتین مذہب۔ ملت۔ ملکی رواج اور قومی خصائل کے اعتبار سے مختلف ہین۔

ہندوون مین مذہبی رسم ہونے کی وجہ سے بچون کا بیاہ گڈا گڑیا کے بیاہ سے زیادہ ہرگز نہین ہے۔ یورپ مین عمر کا بہترین حصّہ گزر جانے پر نکاح ہوتا ہے۔ خیر یہ چندان معیوب نہین ہے جتنا یہ امر ناپسندیدہ ہے کہ وہان دیکھ بھال مین ضرورت سے زائد آزادی برتی جاتی ہے۔ ہند کے مسلمانون کی تو

تو کوئی سند نہین لیکن انکی مذہبی کتاب اور علماے مذہب کے طرز عمل سے یہ
بات پائی جاتی ہے کہ گو باپ صغرسنی مین بھی اسپنے بچون کو بیاہ سکتا ہو لیکن
سن شعور کو پہونچنے کے بعد بیاہ کا ہونا زیادہ تر پسندیدہ ہے اور ایسا ہی ہوتا بھی ہے
باہمی پسند کے لیے شرع مین دوسرے دیکھ بھال لینے کی بھی اجازت ہے - اور ہم
سمجھتے ہین کہ یہ اعتدال شرع محمدی کا مزید قابل پسند ہے -

صغرسنی کی شادی کا عام طور پر رواج دینا ایسے نکاحون کو جا ہے وہ کیسے
ہی مصلحت پر مبنی ہون بالکل ہی ناجائز قرار دینا - عمر کا اتنا بڑھا دینا کہ اخلاق مذموم
اپنا گھر کر لین - پسند کے متعلق فریقین کی مطلق العنانی کی کوئی حد نہ ہو یہ باتین ایسی
نہین ہین کہ انکی برائیان بیان کی جائین جب ہی سمجھ مین آئین - ہان ایک بات
ضرور قابل لحاظ ہے کہ زن و شو کی ناموافقت تمام برائیون پر بالا ہے - انتظام
عام مین جسقدر اس سے فتور پڑتا ہے کسی چیز سے نہین پڑتا - مسلمانون مین نکاح
کی غرض سے باہم ایک دوسرے کا دیکھنا گو درست ہے مگر نہ اتنا کہ ایک دوسرے
کے حسن و قبح سے بخوبی واقف ہو جائے اور آیندہ کے لیے تمدنی خرابیون کی
روک تھام ہو - ان خرابیون کے رفع کرنے کے لیے مسلمانون نے طلاق اور
خلع کی آزادی عطا کی اور یورپین قومون نے اپنی تہذیب کے زمانہ مین کورٹ
شپ کی آزادی روا رکھی - یہ دونون طریقے نامحمود ہین لیکن مجبوری ہے کہ بغیر انکے
چارہ نہین ہے - طلاق اور خلع کی آزادی سے کورٹ شپ کی آزادی مزید بدی
ہے - لیکن ہندوستان مین جو یہ طریقہ جاری ہے کہ ایک طرف طلاق اور خلع کی ممانعت
ہے اور دوسری طرف صغرسنی کی شادی کا رواج ہے - کبرسنی مین بھی بیاہ جو لوگ

ایک کو دوسرے کے دیکھنے کی اجازت ہوتی اور نہ اپنی آزادانہ رائے ظاہر کرنے کا حکم ہوتا۔ اس وجہ سے طریقہ مذکورۂ کورٹ شپ کا طریقہ بہرحال اچھا ہے۔

ہندوستان کے مسلمانون مین شادی بیاہ

مسلمانون مین نہ تو عیسائیون کی طرح چرچ۔ پادری۔ رجسٹری اور سارٹیفکٹ کی ضرورت ہوتی اور نہ ہندوؤن کی طرح بیس گھٹراگ کا نام بیاہ ہے۔ دو گواہون کے سامنے فریقین یا دکلاے فریقین نے ایجاب و قبول کیا اور نکاح ہوگیا۔ مہر لازمی ہے لیکن منہ سے اسکا اقرار بھی ضرور نہین ہے وہ از خود واجب ہو جاتا ہے لیکن صریح قرارداد ہو جائے تو اچھا۔ پیغمبر خدا نے حضرت علیؓ کے نکاح مین خدا کی تحمید کی تھی۔ نکاح کی ضرورت اور مقدرات باری تعالی کی توضیح کی تھی۔ وہ وقت اور تھا اور ضرورت اور تھی۔ لیکن سُنّت نبوی کے لحاظ سے وہ خطبہ ہر نکاح مین پڑھ لیا جائے تو اچھا ہے۔

ہندوستان کے مسلمانون مین آج کل جو طریقہ نکاح کا رائج ہے اُسمین حشو و زوائد کو بہت دخل ہے۔ شرعی نکاح یا مسنون نکاح مین بہت زیادہ سادگی ہونا چاہیے ذرا بھی لغویات کو دخل ہوگا تو مسنون طریقہ جاتا رہے گا۔ ناچ اور گانا نکاح سے ایک جُدا شے ہے۔ بیاہ کو اسکے ہونے نہ ہونے سے کوئی تعلق نہین ہے اسکا وجود لہو و لعب مین داخل کیا جائیگا اور نہ ہوگا تو کہا جائے گا کہ لہو و لعب کو دخل نہ تھا۔ لیکن نکاح کو مسنون طریقے سے انجام دینے کے لیے تمام باتون مین سُنّت نبوی کی تقلید ضرور ہے۔ رسول اور صحابہؓ رسول کے زمانہ مین جس طرح عقد نکاح ہوتا تھا وہ سیر کی کتابون سے ظاہر ہے۔ اگر اُس سے کچھ زیادہ اہتمام کیا جائیگا تو رسول اللہ

کی پیروی باقی نہین رہے گی۔

بیاہ مین کھانا کھلانے کا بھی دستور شروع ست ہے لیکن وہ اس طرح سے ہے کہ دولھا اپنے احباب کی ضیافت کرتا ہے۔ اس کھانے کو اصطلاح شرع مین طعام ولیمہ کہتے ہین۔ ہزار یا پانچ سو یا دو چار ہزار آدمی دولھن کے گھر براتی بنکر کھانا کھانے کے لیے جائین اور بغیر اس جماعت کے بیاہ ہو ہی نہ سکے اسکا وجود کہین بھی مسلمانون کی قدیم تاریخ مین پایا نہین جاتا اور نہ اب بھی دیگر بلاد اسلام مین کہین اسکا چرچا پایا جاتا ہے۔

راجپوت کبھی بجبر بیاہ کرتے تھے۔ کبھی کبھی وہ عورتین لڑ کر چھین لاتے تھے اجنبی خاندانون مین عموماً بیاہ کرتے ہین۔ اور اسلیے بہت سے نزاعی امور طے کرنے کے لیے دولھا کے ساتھ ایک جماعت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اجنبی خاندانون مین دور دور شادیان ہونے سے سفر دراز کرنا ہوتا ہے اور راہ کے مخدوش ہونے کی حالت مین براتی بنکر ساتھ جانا گویا ایک قسم کی فوجی مدد ہے۔ اب اس زمانہ مین ہندون کے لیے بھی براتیون کا جانا فضول سا ہوگیا ہے اور مسلمانون کے لیے انکی نقلید کسی زمانہ مین مناسب حال نہ تھی اور اب تو شرعی برائیون کے علاوہ جہالت کی بو آتی ہے۔ ہم نہین سمجھتے کہ ایک مسلمان سیکڑون ہزارون آدمیون کی جماعت کے ساتھ اول اول سسرال مین قدم رکھنے کا کب عذبہ سمجھ سکتا ہے۔ اس بُری رسم نے مسلمانون کے گھرون مین ایسی مضبوط جڑ پکڑی ہے کہ باسانی جاتی ہوئی نظر نہین آتی۔ اس جہالت کی بھی کوئی انتہا ہے کہ دو حقیقی بھائی باہم سمدھی ہونا چاہئیں تو یہ لازم ہوگا کہ بیٹے والا ہزارون آدمی راہ چلتے جنکے کبھی کی رسم نہین اسلیے جمع کرے

کہ وہ دوسرے بھائی کے گھر پر دھاوا کریں اور پھر یہ غیر ممکن ہے کہ ان ناخواندہ مہمانوں کے کھلانے پلانے میں دونوں حقیقی بھائی آپس میں لڑ نہ جائیں۔ تجربہ سے دیکھا گیا ہے کہ کوئی برات ایسی نہیں ہوتی کہ سمدھیوں میں شکر رنجی نہ ہو۔ رسم و رواج کی پابندیوں میں یہی تو برائی ہے کہ آزادی جاتی رہتی ہے۔ سچی خوشی مفقود ہوتی ہے اور دلوں میں کدورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ افسوس کہ بیاہ شادی میں برات لیجانے کی رسم بند نہیں ہوتی۔ قوم نے خوب سمجھ لیا ہے کہ بیٹی پیدا کرنے کے جرم میں اسکے بیاہ کے دن سیکڑوں ہزاروں آدمیوں کو ضرور کھلانا پڑے گا۔ اور کھانے والوں کی تعداد کھلانے والوں کی مرضی پر منحصر نہ ہوگی۔ بلکہ ایک غیر شخص کا یہ کام ہوگا کہ جتنے آدمیوں کو چاہے مدعو کرے۔ یہ نئی قسم کا اکارہ گناہ ہے جسکا ذکر کہیں فقہ کی کتابوں میں نہیں ہے اور ایک نئی قسم کی دعوت ہے جسکا تذکرہ کسی اخلاقی کتاب میں پایا نہیں جاتا۔

گو شرع کے مطابق مراتب ایجاب و قبول اب بھی نہایت سیدھے سادے طور پر ادا ہوتے ہیں۔ لیکن زن و شو کی مقاربت کے پہلے عورتیں وہ تمام رسمیں پوری کرلیتی ہیں جو ہندوؤں کے فیض صحبت سے انمیں پیدا ہوئی ہیں۔ اس غلط فہمی میں اکثر اصحاب گرفتار دیکھے گئے کہ باہر ناچ گانا ہوا اور اندر سب کچھ ہوا تو وہ سمجھے کہ شرعی نکاح ہوا۔ اندرون خانہ جو رسمیں ادا ہوتی ہیں انکو بالتفصیل دیکھنا ہو تو جناب مولوی علی امام بیرسٹر پٹنہ کی بہن کی تصنیف شایع ہوئی ہے اُسے پڑھنا چاہئے اور اُسکے پڑھنے کی بھی کیا ضرورت ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ اُسکے گھر کیا ہوتا ہے مرد عورتوں کے مقابلہ میں خود کو کیوں مجبور محض سمجھتے ہیں؟ بعض جگہ تو عورتیں ناحق بدنام کیجاتی ہیں۔ عورتوں سے زیادہ مرد رسم و رواج کے بندے ہوتے ہیں

اگر سیدھے سادے طور پر نکاح کیا جائے تو تین فائدے صریح پیدا ہونگے
اول مذہبی خیال سے خدا خوش ہوگا۔ دوم زحمتون سے نجات ہوگی۔ سوم
زیر باری سے چھٹکارا ہوگا۔ خدا کی خوشی کی نسبت کچھ لکھنا فضول ہے یُنہہ سے
تو خدا کی خوشی سب ہی چاہتے ہین لیکن ایسے بہت کم دیکھے گئے جو خدا کا
خوش کرنا دل سے چاہتے ہون اور جو حضرات ایسے ہین زکیون کہ زمانہ ایسون
سے خالی نہین ہے) اُنکو اس تحریر سے بے نیازی ہے اُنکو کسی کے کہنے سننے
کی ضرورت نہین ہے وہ ہر وقت خیال کرتے رہتے ہین کہ اُنکے افعال اور اعمال
سُنت نبوی سے نہ زیادہ ہون اور نہ کم ہون۔

شادی بیاہ کی زحمتون کی نسبت ایک حکیم صاحب کے مقولات قابل
سُننے کے ہین۔

" بھئی لڑکا بالغ ہوا اور نسبت بھی پکی ہو گئی ہے۔ لیکن شادی بیاہ کے
گھنراگ سے میرا جی گھبراتا ہے۔ ہزار پانچ سو روپیہ مجھ سے کوئی لیکر بانی مین پھینک
دے تو مجھے منظور ہے لیکن یہ منظور نہین ہے کہ چار مہینے کے لیے اپنے ضروری
کام چھوڑ کر مین گھر پر بیٹھون اور سامان کرنا شروع کرون۔ جن صاحبون نے یہ دردسر
خریدا ہے اُنکی صورت میرے سامنے ہے۔ ایک آدمی لکڑی کٹوانے کو تعینات
ہے۔ سوکھی لکڑی ملتی نہین گیلا درخت کٹے تو جلد سوکھ نہین سکتا۔ اچھا گھی بازار
مین نہین ملتا۔ دیہات سے منگوانے کا بندوبست نہین ہو سکتا۔ بازار کا میدہ
اچھا نہین ہوتا۔ اور گیہون پسوانے کی زحمت سے جی اُلجھتا ہے۔ گوشت معالمہ
تو مول مل سکتا ہے۔ دیگ مانگے کی ہون تو کام چلے۔ صرف ایک دیگ نہین

دری - جاجم - فتیلسوز - لیمپ - چارپائیان - تخت ایک کسرپٹ کا پورا سامان کس سے اور کہان سے مانگا جائے - یہ تو باہری سامان ہین جنکا انصرام مردون کے لیے چندان مشکل نہین - غضب تو یہ ہے کہ سُنار ٹُبوا گُنا منوانے کا باکون اُٹھائے کپڑا - زیور مختلف چیزین - دو چار ہون تو تفصیل لکھی جائے - سیکڑون چیزین کہان تک بیان کی جائین - خزانہ قارون - عمر نوح صحت آدم میسر آئے جب بھی وقت پر ایک نہ ایک چیز ضرور گھٹے گی اور کوشش ناکافی ثابت ہوگی -

مجھ سے تو یہ کھٹراگ نہ ہو سکے گا - یا دوسرے لفظون مین مین تو اتنا جاہل نہین ہون کہ خوشی سے اسکو منظور کرلون - جب تک میرے سر مین دماغ - دماغ مین عقل اور عقل مین نیک و بد کی تمیز ہے مجھ سے تو یہ غلطی کبھی نہ ہوگی - مین صاف لفظون مین دُلھن کے باپ کو لکھون گا کہ مین شرعی خیال کا آدمی ہون - اور اپنے لڑکے کو بھی مین نے شرعی تعلیم دی ہے - خلاف شرع مین بال برابر بھی کوئی کام نہین کرسکتا - لڑکا حاضر ہے جب چاہیے بلوائیے اور نکاح پڑھوا دیجیے - میری شرکت بھی غیر ضروری ہے - نکاح جسکا ہوگا وہ جائیگا - مجھے خدمتگارون کی طرح ساتھ جانا کیا ضرور ہے - اگر سُنت نبوی کی تقلید منظور ہے تو بسم اللہ ورنہ نہین تو آپ کوئی دوسری نسبت ڈھونڈھیے - آپ سُنت رسول کی پیروی مین توہین سمجھتے ہین تو مین آپ سے ناتہ رشتہ قایم کرنے مین اپنی توہین تصور کرتا ہون "

مالی زیرباری کی نسبت زیادہ لکھنے کی ضرورت نہین ہے - ہزارون لاکھون گھر برباد ہو گئے - رسم ورواج کی پابندیون نے بڑے بڑے ہوشیار والدین سے اتنا خرچ کروایا کہ جب دُلھن گھر مین بیاہ کر آئی تو دولھن کے گہنے بیچ کر دونون

وقت کی روٹیاں ان بہم پہونچانے کے سوا اور کوئی سہارا نہ رہا۔ کوئی متمول شخص یہ کہے کہ میرے گھر کا مال ہے خرچ کرتا ہون تو کیا برا کرتا ہون۔ اسکے جواب مین کہا جائے گا کہ اگر خدا نے آپ کو دولت دی ہے تو خوشی سے خرچ کیجیے۔ مفلسون کو دیجیے اعزہ کو دیجیے۔ لڑکی کے لیے زیور بنوا دیجیے۔ کپڑے تقسیم کیجیے کھانے پکوا دیجیے۔ لیکن بیہودہ رسمون کے ساتھ اڑا کر خرچ نہ کیجیے کہ خدا کو برا لگے اور آپکی دیکھا دیکھی کتنے غریب بھائی برباد ہون۔

وقت تو یہ ہوتی ہے کہ ایک گھر بیاہ ہوتا ہے تو کنبے ناتے کے تمام گھرون پر تردد پیدا ہوتا ہے۔ خواہ جنکے پاس کھانے کو بھی نہین ہے اپنا اسباب بیچتے ہین اور یہ نہین گوارا کر سکتے کہ برادری مین ناموسی ہو اور جہان وہ اپنے بھائی کی ہر موقع سے تمام رسومات مین خرچ کرنے کو تیار ہون وہان وہ کچھ بھی نہ کرین۔ ایک گھر مین شادی اور دس گھرون کی بربادی۔ جہان ایک کے گھر اسی قسم کی تقریب پیش ہوتی ہے تمام ناطہ بھائیون کو فکر دامنگیر ہوتی ہے۔ جب مسلمانون مین تمول تھا تو خیر کسی طرح نبھی جاتی تھی۔ اب اس تنگ زمانہ مین فضول رسمون کی پابندیون سے تباہی والی رسمون مین مسلمان گرفتار ہین وہ ناگفتہ بہ ہین۔

یہ سب باتین کچھ نئی نہین ہین سبھی جانتے ہین اور ہر ایک اس سے بھی زیادہ سوچتا سمجھتا اور بیان کر سکتا ہے۔ لیکن سچی جرأت (مورال کرج) کے نہ ہونے سے سوچتے سب کچھ ہین لیکن کرکے کچھ دکھا نہین سکتے۔ ہندوستانی تعلیم تو یہی تھی ہی۔ پرانی لکیر کے فقیر لکیر مدین تھے۔ نئی تعلیم والے روشن خیال رکھنے والے بھی مورال کرج سے عاری نظر آتے ہین تو تعجب ہوتا ہے۔ نئی تعلیم والون نے رسم و

رواج کے مثانے کی طرف توجہ نہین کی تو سوا اسکے اور کیا کہا جائے کہ اُنمین کوئی جرأت نہین ہے۔ نہین! نہین!! ہم نے غلطی کی۔ انگریزون کی مسرفانہ طرز زندگی جنکی نظرون مین خوش آیند ہے وہ پرانی رسمون کو جو زیادہ تر اسراف نہ ہی ہین دل سے ناپسند نہین کرتے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ جہلا کے منھ سے یہ سن کر مقصود ہو کہ فلان صاحب نے تمام عمر انگریزون سے برابر صحبت رکھی لیکن بہت سے خیال اور وضعدار ہین کہ ملک کی قدیم رسمون کی وقعت اب تک تسلیم کرتے ہین۔ قوم کے اخلاق یا اُنکی طرز زندگی مین جتنی برائیان ہین جہالت کی وجہ سے ہین۔ قوم کے علما اور روشن خیال حضرات) پر بہت بڑا الزام ہے کہ وہ قوم کی حالت درست کرنے مین کوشش نہین کرتے اور نہ اپنی روشن خیالی سے دوسرونکو فائدہ پہونچاتے ۔

ازدواج مین بے احتیاطی

ازدواج ایسے اہم کام کے متعلق جو بے احتیاطیان ہندوستان مین روا رکھی جاتی ہین وہ شمار سے باہر ہین۔ اصول رضامندی کے متعلق جو بے احتیاطیان ہوتی ہین وہی ہم اسوقت دکھانا چاہتے ہین۔

دنیا کے کسی معاملہ مین غالبا اتنی بے پروائی نہ کی جاتی ہوگی جتنا انتخاب زوج یا زوجہ مین روا رکھی جاتی ہے۔ بہت افسوس کی بات ہے کہ تمام عمر کے لیے ایک جھگڑا خرید لیا جاتا ہے۔ لیکن انجام پر مطلق نگاہ نہین ہوتی۔ والدین کے حوصلے زوج کی ناتجربہ کاری۔ فرط شوق ظاہری مراسم یہ سب امور اکٹھا ہو کر اس طرح نوجوان کو بے بس کر دیتے ہین کہ اُنسے کچھ بن نہین پڑتی اور آیندہ زندگی پر غور کرنے کی

انھین ذرا بھی مہلت نہین ملتی۔ وہ ہرگز یہ نہین سوچتے کہ اسوقت کا جو کنا عمر بھر بوفادار...
والدین کو کیا انھین بہو کے دیکھنے کا شوق یا خانہ آبادی سے مطلب ہوتا ہے آفت
تو اسپر آتی ہے جسکو تمام عمر نباہ کرنا ہے اور تھوڑی دیر کے لیے سعادت مند
بننے کی خوشی مین ہمیشہ کے لیے بلاے جان خرید تا ہے۔ والدین کو بیاہ نے
سے جسقدر سروکار رہتا ہے اسکا اندازہ اُن لوگون کے مذاق سے بخوبی ہو سکتا ہے
جو اولادی کی وجہ سے گڑیا گڈے یا باغ اوکرنوٹین کے بیاہ سے اپنے دل
کے حوصلے نکالتے ہین۔

بیاہ کے بعد انسان کو نئی دنیا مین قدم رکھتا ہوتا ہے اور اپنے طرز زندگی
مین ایک بڑا عظیم الشان انقلاب ہمیشہ کے لیے پیدا کرنا ہوتا ہے۔ نہایت افسوس ہے
کہ اس انقلاب کے پیدا ہونے کے قبل نشیب و فراز پر پورے طور سے نگاہ نہ
ڈال لی جائے۔

زن و شو مین اگر اُنس نہین اخلاص نہین تو انکی زندگی خود دوبھر ہو جاتی ہے
بیاہ کے بعد خود ہی اُنس پیدا ہو رہے گا یہ خیال صریحی ناعاقبت اندیشی ہے انسانی
طبیعت کا یہ بھی ایک خاصہ ہے کہ اپنے پسند کی عیب پوشی اور دوسرے کے
پسند کی عیب جوئی کی طرف اسکا نظرتی میلان رہتا ہے۔ اب آپ یہ خیال
کر سکتے ہین کہ یہ دونو باتین مسئلہ ازدواج کے متعلق کیسے کچھ زہریلے اثر یا نتائج
پیدا کر سکتی ہین۔

جس کسی کو اپنی اہلیہ سے اُنس نہین ہوتا ہم سمجھتے ہین کہ سچی خوشی اُسے کبھی
نصیب نہین ہوتی ہاور اسکی لطف سے ہمیشہ محروم رہتا ہے جو منزل خوشی کی ہےبدلی آئ...

نیچر نے پیدا کر رکھا ہے۔ مردون پر جو بنیادی ترددات کے بار پڑتے ہین اگر
کوئی شے انکی مٹانے والی پیدا ہے یا جو مردون کے غم غلط کرنے مین ید طولی رکھنے
کا دعوی کر سکتی ہے وہ صرف اُن فرمانبردار بیبیون کی ذات ہے جنکے ساتھ اُنکے
شوہرون کو انس ہے۔ فطرت اس امر کو چاہتی ہے کہ مردون کو سب سے زیادہ پیاری اُنکی
عورتین ہون۔ لیکن ہندوستان مین قضیہ منعکس ہے۔ یہان کے طرز معاشرت پر
نظر ڈال کر ہم یہ کہہ سکتے ہین کہ سو مین دس بھی ایسے نہ نکلین گے جنکو اپنی بیبیون سے
عشق ہو۔ ہمارے ملک مین بیبیون کے ہوتے ہوئے دوسری غیر عورتون سے تعلق
رکھنا اتنا معیوب نہین سمجھا جاتا جتنا اور ملکون مین ہے اسکی وجہ ایک یہ بھی ہو سکتی ہے
کہ جس امر کی طرف کل سوسائٹی کا رجحان ہو وہ معیوب کس طرح سمجھا جائے۔ حالت تو یہ ہو
رہی ہے کہ جو بیاہ ماں باپ کے ذریعہ سے ہوتا ہے وہ سمجھا جاتا ہے کہ گھر کی حفاظت
کے لیے والدین نے ایک لونڈی خرید کردی ہے۔ باقی رہا بی بی بننے کا حق یہ اُسکو
حاصل ہوگا جو اپنے پسند سے مستقل یا غیر مستقل طور پر آگے چل کر منتخب کی جائے گی
یہ بڑی شرمناک بات ہے۔ لیکن لڑکے بھی ایک اعتبار سے مجبور ہین۔ ماں باپ کے
انتخاب پر کھانے پینے کا مدار تو ہو نہین سکتا۔ ازدواج کا سا نازک معاملہ محض ماں باپ
کی پسند سے کیونکر مان لیا جائے۔ ایجاب وقبول کا کہنا تو لفظی اطاعت تھی لیکن دل
کس طرح ایک نامعقول حکم کی تعمیل کے لیے ہمیشہ حاضر رہے۔ والدین جو اپنے لڑکون
کے بیاہ کے بارے مین دخل دیتے ہین یا لڑکون کے امتزاج کو مقدم نہین سمجھتے
وہ سخت غلطی کرتے ہین۔

ہم اس امر کے قائل نہین ہین کہ ماں باپ کو غیرون کے تعلق سے محبت ہوتی ہے

ماؤن کی محبت البتہ فطرتی ہے اور باپ کے دل مین اُسی کے اسباب سے محبت پیدا
ہوتی ہے۔ لطف انگیز ملاقاتون کے پے درپے واقع ہونے سے ایک محبت کی
صورت پیدا ہوجاتی ہے۔ اور محبوب کا محبوب بھی پیارا معلوم ہوتا ہے۔ باپ کی محبت
لڑکون سے اسی مسئلہ پر متفرع ہے۔ باپ کا اگر محض یہ خیال ہے کہ اُسکے لڑکے
بڑے ہوکر ہماری ضعیفی مین کام آئینگے تو یہ محبت نہین خودغرضی ہے ہر ایک
سمجھ سکتا ہے کہ لڑکون سے غیر مانوس رہنا بی بی سے اُنس نہونے کا نتیجہ لازمی ہے
چھوٹے چھوٹے بچے کودرہے ہین میٹھی میٹھی باتین کرتے ہین۔ ماؤن کا دل بھولا نہین
سماتا۔ پیاری پیاری آواز اور پیاری پیاری ادا۔ اگر باپ بھی اِسمین شریک ہوجائے
توکیسی سچی خوشی حاصل ہو اور فطرت کو یانکیں کو پہونچے۔ لیکن کیسا بدبخت وہ باپ ہے
جسکو لڑکون کا کودنا ناگوار گذرتا ہے اور اُسکے دل کڑھنے کا سبب ہوتا ہے۔ یہ کیون؟
سبب ظاہر ہے بی بی سے اُنس نہ تھا تو لڑکون سے کیا اُنس ہوگا۔ والدین کے
دلون مین بے لطفیون کے تخم تھے ان لڑکون کے پیدا ہونے سے وہ جم گئے
اور لڑکون کے ساتھ وہ بھی بڑھتے گئے اور اس طرح نئی نئی زحمتین بڑھتی گئین۔
اور مرتے دم تک یہ رنج ساتھ رہا۔

جب نئی بہو بیاہ کر گھر مین آتی ہے اور اول اول ساس کی نظر اُس پر پڑتی ہے
وہ حالت ایسی نہین ہوتی کہ تحریر مین آسکے۔ پیٹ مین لڑکون کا رہنا اُنکے پیدا ہونے
کی دقتین اُنکی پرورش کے جھگڑے اُنکی مختلف حالتون کے انقلابات یہ سب باتین
اُن ماؤن کو یاد آجاتی ہین اور وہ سمجھتی ہین کہ آج اُن ساری زحمتون کا نتیجہ نکلا لیکن
تلخکامیاں جو آئندہ اُنکے پیارے لڑکون کے نصیب مین ہین اُنکا ایک پتلا بناکر اُسیوقت

لُٹن ہو گے برابر رکھ دیا جائے تو شاید ان ماؤں کی روح بدن سے نکل جائے
لیکن افسوس اسوقت امتیاز نہیں ہوتا۔ وہ بچاری [illegible] کے سبب آہستہ آہستہ ترشیں شروع
ہوتی ہیں۔ ساس الگ خفا۔ نند الگ جدا رنجیدہ۔ میاں ہیں کہ کبھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے
بیٹے کو بچرا ہوا دیکھ کر ماں بھی پھر گئی۔ [illegible] کی نظر کو غنڈہ [illegible] نے بھی تاڑ لیا۔ اب [illegible]
ہے کہ لونڈیوں سے بھی بدتر اسکی زندگی ہے۔ لڑکے کے سبب سے تو جیسے اسکا دل
بہل گیا لیکن وہ بھی اسی وقت تک کہ لڑکے ہوشیار نہیں ہوئے۔ سمجھ آنے پر وہ بھی
ایسی ماں کو بہ نفرت دیکھنے پر مجبور ہونگے جسکو سارے کنبے کی نظروں میں وہ ذلیل پاتے
ہیں۔ اب غور کیجیے تو ان تمام خرابیوں کا باعث یہی ہے کہ بیاہ کرنا انکی پسند پر نہیں چھوڑا گیا
تھا جنکو فی الواقع اسکی احتیاج تھی۔ یا دوسرے لفظوں میں جنکو پسند کرنے کا حق تھا۔

محرمات نکاح

جن عورتوں سے نکاح درست نہیں ہے انکی تصریح قرآن میں کر دی گئی ہے
سورۂ نساء رکوع ۴ میں مذکور ہے
"اپنے باپ کی منکوحات سے نکاح نہ کرنا مگر جو ہو چکا۔ ہو چکا۔ بڑی بے حیائی
غضب کی بات اور بہت ہی برا دستور تھا۔ مسلمانو! تمہاری مائیں [illegible] بیٹیاں
پھوپھیاں خالائیں بھتیجیاں بھانجیاں [illegible] دودھ پلائی مائیں۔ دودھ شریکی بہنیں
بیبیوں کی مائیں اور جن بیبیوں سے تم ہمبستر ہو چکے ہو ان کی لڑکیاں
جو عالماً تمہاری گودوں میں پرورش پاتی ہیں یہ سب تم پر حرام ہیں [illegible]
بیبیوں کے ساتھ تم نے ہمبستری نہیں کی تو انکی لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرنا تمہیں گناہ
نہیں ہے۔ اور تمہاری بہوئیں بھی تم پر حرام ہیں اور دو بہنوں کا بھی ایک ساتھ نکاح

مین جمع کرنا حرام ہے مگر جو پہلے ہو چکا اسکا معاف کرنے والا اللہ ہے وہ بڑا مہربان ہے۔ سورۂ نسا رکوع ۴۔

حدیثون سے ثابت ہے کہ خالہ بھانجی اور پھوپھی بھتیجی کا نکاح مین جمع کرنا بھی حرام ہے۔

ابتدائے خلقت مین نکاح کے متعلق کسی قسم کی قید ہو ہی نہین سکتی تھی لیکن دنیا کی آبادی بڑھنے اور عقل شعور حاصل ہونے پر یہ سمجھا گیا کہ قریب کی رشتہ داریون مین باہم شادی بیاہ کا ہونا نسل کی کمزوری کا سبب ہوتا ہے۔ نباتات مین بھی یہی کیفیت ہے۔ قلم لگانے سے پھل بڑے اور میٹھے ہوتے ہین پودے ایک جگہ سے اکھاڑ کر دوسری جگہ لگائے جاتے ہین تو پھل زیادہ آتے ہین اور اچھے ہوتے ہین انھین خیالات سے ہندوؤن کے نزدیک جہان تک دو خاندان کا ایک مورث کی نسل سے ہونا سمجھا جائیگا انمین شادی بیاہ قطعاً ممنوع ہوگا اسی کے قریب قریب لیکن کسی قدر سہولت کے ساتھ یورپ کا بھی دستور ہے۔ ایران کے قدیم باشندون مین قربت کا پرہیز نہ تھا یہانتک کہ بیٹیون اور بہنون کے ساتھ بھی وہ بیاہ کر سکتے تھے۔ شرع محمدی نے اعتدال ملحوظ رکھکر صرف قریبی رشتہ داریون مین باہمی ازدواج ناپسند ٹھہرایا۔

کفار عرب مین یہ دستور تھا کہ کمسن عورتین اگر باپ کے نکاح مین ہوتی تھین تو سمجھی بیٹے باپ کے مرنے پر انھین اپنے نکاح مین داخل کر لیتے تھے۔ اس رسم قبیح کو شرع محمدی سے بالکل مٹا دیا اسی کی نسبت قرآن مین اشارہ ہے کہ خیر جو ہو چکا وہ ہو چکا۔ آیندہ ایسی بیحیائی نہ ہونے پائے۔

شرع محمدی نے قریبی رشتہ داریوں میں نکاح کو اس درجہ مذموم ٹھہرایا کہ رضاعت (دودھ پلانے) سے جو رشتہ داریاں پیدا ہوتی ہیں ان میں باہمی نکاح جائز نہیں رکھا۔ اس مسئلہ سے شرع محمدی کی وسعت نظر کا ثبوت ہوتا ہے۔ ولادت اور رضاعت دو تعلقات بہت قریبی ہیں۔ ان دونوں میں حرمت نکاح کا لحاظ اور خیال رکھنا اسی لیے ہے کہ مسلمون کی نسل میں کمزوری آنے نہ پائے۔ یون بھی کہہ سکتے ہین کہ سب سے بڑا احسان انسان پر بعد ماں کے اور رضاعی کا ہے۔ رشتہ داران رضاعی میں باہمی نکاح کو حرام کرکے رضاعت کا احترام مسلمانون میں اصول فیاضی اور اصول اظہار احسانمندی پر جو قومی ترقیون کی جان ہے قایم کیا گیا ہے اور یہ وہ بات ہے کہ دنیا کی کسی قوم مین اسکی نظیر نہیں ہے۔

قریبی رشتہ داریوں میں نکاح کا جائز ہونا یہ مطلب نہیں رکھتا کہ خاندان کی لڑکیاں خواہ مخواہ خاندان ہی میں رہیں یہ جواز محض اسلیے ہے کہ اگر کسی وجہ سے ایسا نکاح ہو تو شرعی تحریم مانع نہو۔ یہ ضرور نہیں ہے کہ جو چیز جائز ہو اسپر خواہ مخواہ عمل بھی کیا جاوے پیغمبر خدا کے وقت مین اور نیز مابعد آپکے بھی غیر خاندان مین شادی کرنا پسند کیا جاتا تھا شادی بیاہ مین ایک کفو ہونا بیشک مناسب تصور کیا گیا ہے۔ کفو کا مطلب ہم شرافت اور حیثیت مین مساوی ہونا۔ کفو کے لحاظ رکھنے سے یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک دادا کی اولاد آپس مین خواہ مخواہ بیاہ شادی کرے اس طرح ضرور نسل خراب جاتی ہے

[1] ولا تنکحوا ما نکح اباؤکم من النساء الا ما قد سلف انہ کان فاحشۃ ومقتا وساء سبیلا۔ حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم واخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الاخ وبنات الاخت وامہاتکم اللتی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ وامہات نسائکم وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بہن فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف ان اللہ کان غفورا رحیما۔

کفو کا یہ مطلب ہے کہ نابالغ کی لڑکی حتی الوسع بالغ کے گھر بیاہ کر جائے کہ تاکہ دونو
شوہر کے لیے راحت کا سامان ہوگا۔ عاقل کی لڑکی جو ہمیشہ علم میں بسی رہی اور جاہلوں
سے کھیلتی رہی اگر بیاہ کر نابالغ کے گھر جائے گی تو جھگڑے کی بُرائی سے بالغ کو ایسا
پریشان رکھے گی کہ اُسے چین نہ آئے گا۔ پیغمبر خدا نے اپنے بہت سے عقد کیے لیکن
خاندان میں صرف ایک عقد کیا اور وہ بھی نہایت مجبوری سے۔ حضرت زینب پھوپھی زاد
بہن کو آپ نے زید سے بیاہا۔ زید نے حضرت زینب کو طلاق دی تو حضرت زینب
ملول ہوئیں۔ حضرت زینب کو پہلے بھی اس نکاح میں تامل تھا اسلیے کہ حضرت زید خیال
جاہلیت سے ذات میں ہیٹے سمجھے جاتے تھے۔ آنحضرتؐ نے اخوت اسلامی کی
مساوات اپنے ہی گھر سے قایم کرنا چاہی اور اسلیے حضرت زینب نے آنحضرتؐ کی
خاطر سے زید کے ساتھ بیاہا جانا پسند کیا۔ حضرت زید کے طلاق دینے پر آنحضرتؐ کو
حضرت زینب کی دلجوئی کے لیے اُنکو اپنے نکاح میں لینا انسب معلوم ہوا۔

دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا صریح قرآن میں منع ہے۔ آنحضرتؐ
نے اسی اصول پر بی بی کی حیات میں اُسکی بھتیجی یا بھانجی سے بھی عقد کرنا منع کردیا ہے
آنحضرت نے اسی اصول پر بی بی کی حیات میں اُسکی بھتیجی یا بھانجی سے بھی عقد کرنا
منع کردیا ہے۔ اسمیں مصلحت یہ ہے کہ اتنی قریب کی رشتہ داریوں میں اس قسم کا برتاؤ
مستحسن نہیں معلوم ہوتا۔ بی بی کا احترام اس امر کا مقتضی ہے کہ اسکے جیتے جی اُسکے
قریب رشتہ داروں سے نکاح نہ کیا جائے۔ لیکن بیبیوں کے مرنے کے بعد یہ حرمت
شرعی قایم نہیں رہتی۔ اسبارہ میں بھی مسئلہ شرعی نہایت معتدل حالت رکھتا ہے ورنہ
یورپ میں بی بی کے مرنے کے بعد بھی سالیوں کے ساتھ نکاح درست نہیں سمجھا گیا

جانا بھی کسی صورت کے بعد سالی ست بیاد لرنا تمدنی حالت کے اعتبار سے
کبھی کبھی بہت مناسب تصور کیا جاتا ہے چنانچہ پارلیامنٹ مین اسے جائز
کر دینے کی بابت کئی مرتبہ بل پیش ہوے اور بڑے بڑے مباحثے ہوئے۔ ابھی
قانون پاس نہین ہوا لیکن عام خلقت کا رجحان ہے کہ ایسا ضرور ہونا چاہیے۔

فصل سی و نہم ۳۹

مہر

مسلمانون مین طلاق کا دینا بہت آسان امر ہے۔ کثرت ازدواج کا بھی ان مین
دستور ہے۔ یہ دونون بجاے خود دو سخت بلائین ہین۔ لیکن یہ دونون بلائین اسلام
نے اپنے گھر مین اسی طرح پال رکھی ہین جس طرح لوگ چوہون کے مارنے کے
لیے بلیان پالتے ہین۔ ان دونون بلاؤن سے سخت تر بدکاری ہے۔ زناکاری
کی روک تھام کسی طرح نہین ہو سکتی اگر ہو سکتی تھی تو صرف انھین دو چیزون کے قایم
رکھنے سے۔ ان دو چیزون کا قایم رہنا عورتون کے حقوق اور آزادیون کو بالکل ہی
نیست و نابود کر دیتا تو ایسے عورتون کے حقوق کی حفاظت کے لیے مہر قایم کیا گیا
دنیا مین جسقدر تکالیف ہین انمین سے اکثر کا سد باب روپیہ سے ہو سکتا ہے۔ زنا کو
سخت ترین جرایم قرار دیکر مردون کو شریعت نے نکاح کی طرف مایل کیا۔ عورتین نکاح
کے ساتھ کثرت ازدواج اور سہولت کے سایل سنکر گھبراتی ہین تو شریعت نے عورتون کے
کان مین چپکے سے کہدیا کہ مردون کو تمھارے اختیار مین ہم کیے دیتے ہین جتنا
چاہو مہر مقرر کرو۔ مگر اتنا کس بات سے۔ نابالغ بیویون کے اولیا کا حق نہین ہوتا خود
عورتین اسکو باتی ہین۔ چاہین شروع ہی مین لے لین یا بار دین شوہرون کی گون پڑ

قایم رکھین۔ یا کچھ سے نہین اور کچھ باقی کار رکھین۔ کتنا صاف مسئلہ ہے۔ بیشن اسکے سمجھنے
مین عملدرآمد مین! اسکے اغراض اور اسکی پالیسی کے جانچنے مین جو غلط فہمیان قوم سے
اور قوم بھی ایسی ویسی بازاری خلقت نہین۔ اچھے اچھے سمجھدارون سے۔ عدالتون
سے۔ اور قانونی پیشون سے ظہور مین آتی ہین۔ وہ بہت زیادہ کثیر الوقوع ہین اور
بہت کچھ فرائض انسانی کے خلاف ہوتی ہین۔ جب خود مسلمان بہت کم ایسے ہین جو اس مسئلہ
کو بخوبی سمجھ سکین تو دوسری قوم کے لوگ جو مسلمانون سے معاملے کرتے ہین اور اس طرح
مسئلہ دین مہر کے متعلق جو معاملات پیش آنے پر انکے نفع اور نقصان کو بھی اسی مسئلہ سے
عارضی طور پر وابستگی پیدا ہو جاتی ہے بھلا کیا سمجھین گے۔ سبب یہ ہے کہ لوگون کو اس
بحث کے متعلق ایسی تدبیر واقفیت حاصل نہین ہے جو ہونا چاہیے اور اسلیے شاید
کوئی دوسرا شرعی مسئلہ اس بارہ مین دین مہر کا سا کم نصیب اور بدبخت نہ ہوگا۔

سب سے پہلے ہم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ قدرت نے مرد کو کمانے کے لیے پیدا کیا ہے
اور عورتون کو اسلیے پیدا کیا ہے کہ وہ مردون کی کمائی مین حصہ لین اور انکے بخت کی
شریک بنین۔ مردون کی آرام و آسایش کے۔ بیوی سے بڑھکر کوئی دوسری چیز
نہ پیدا ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔ مشہور ہے "ہر کہ زن ندارد۔ آسایش تن ندارد" باعتبار
قومی حالت کے ان عورتون کا مردون کے قبضہ مین آنا مختلف پیرایہ مین ہوتا ہے ہم
یہان سمجھنے کے لیے ہندو۔ عیسائی اور مسلمان تین قومون سے بحث کرتے ہین۔

ہندوؤن کے نزدیک نکاح ایک مذہبی رسم ہے۔ نجات آخرت کے لیے نکاح
ضرور ہے (کیونکہ لڑکا نہوا تو پنڈدان دینے کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا) اور نکاح کا ہندو ایک
ایسا مضبوط عقد ہے جو کسی طرح ٹوٹ نہین سکتا۔ طلاق کا کہین دھرم شاستر مین

ذکر نہین بیاہ سے بعد عورت اور مرد اس طرح ایک دوسرے کے بخت کے شریک ہو جاتے ہین کہ کسی طرح انفصال ممکن نہین ہوتا - یون عورت خود مرد کو چھوڑ بیٹھے اور مرد چپکا ہو رہے تو وہ بات ہی جدا ہے - لیکن وہ بجبر دونون ہنا چاہین تو کوئی امر مانع نہین ہے - ہندوؤن اور انگریزون کے دستور اس بارہ مین قریب قریب یکسان ہین - فرق صرف اسقدر ہے کہ زناکاری کی حالت مین طلاق دیدینے کا قاعدہ انگریزون نے بیان فرمایا تھا جو قانون سے - اور ایک بی بی کے ہوتے ہوئے دوسری بی بی کرنے کے قاعدہ کو انگریزون نے اپنے نزدیک باقتضاے تہذیب ناجائز ملکہ جرم قرار دے رکھا ہے - ان دونون قومون مین عورتون کا مہر کچھ نہین ہوتا لیکن اس مہر نہ ہونے کی کمی یون پوری ہو جاتی ہے کہ مرد عورت کو طلاق نہین دے سکتا اور اولاد ذکور نہ ہونے کی حالت مین بیوائین اپنے شوہرون کا کل ترکہ پاتی ہین - جیتے جی اگر نان نفقہ مین مرد کمی کرے تو دربار عدالت کھلا ہوا ہے عدالت بھی ایسی ویسی نہین - فوجداری - فورا آٹھ آنے کی درخواست پر پچاس روپیہ ماہوار تک (حسب حیثیت) نان و نفقہ مقرر ہو جاتا ہے - اور اجراے ڈگری مین یہ آسانی ہے کہ ہر مہینہ پولیس نے پکڑ کر میان سے بی بی کا وظیفہ دلوا دیا - میان نے ذرا پہلوتہی کی کہ جیل کی صورت دیکھنا نصیب ہوئی - مہاجنون کا روپیہ نہ دیا تو دیوالیہ پن کی درخواست بھی ہو سکتی ہے - اسمین دیوالیہ پن بھی نہین جب تک ادا نہ کر سکے اوس سے چھٹکارا نہین - بی بی کی جو تعدی پر ناک رگڑ کر اوسکو راضی کیا جاوے یا قتل انسان مستلزم سزا کی پاداش مین جو سزا ہوتی ہے یعنے جلا وطنی خودکشی سے قبول کر لی جاوے غیر ملک مین پناہ لی جاوے ورنہ ہندوستان مین تو پولیس کے وارنٹ سے کہین

چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔ بتائیے ہندوؤں اور عیسائیوں کی عورتوں کو جو حقوق وصول نفقہ کے حاصل ہیں کیسے مستحکم ہیں جس آسانی سے ڈگری ہوتی ہے اور جس طریقہ سے اجرائے ڈگری عمل میں آتی ہے وہ ان لوگوں کو بھی نصیب نہیں جو مردوں کو فاقہ کش دیکھ کر روپیہ دیتے ہیں اور اسٹامپ اور رجسٹری سے پوری چوکسی کر لیتے ہیں۔

اب ذرا مسلمانوں کے قانون ملاحظہ فرمائیے کہ مرد ہر وقت بلا قصور عورت کو طلاق دے سکتا ہے اور ضابطہ فوجداری کے احکام سے گویا مسلمانوں کی قوم مستثنیٰ ہے۔ بی بی نے نان نفقہ کا سمن جاری کرایا اور میاں نے ایام عدت کا خرچہ عدالت کی میز پر رکھ کر اور با علان تین مرتبہ عورت کو طلاق دیکر سیدھا گھر کا رستہ لیا اور صرف تین لفظوں میں سارا مرحلہ طے ہو گیا۔ مسلمانوں میں عموماً نان و نفقہ کا دعویٰ وہی عورتیں کرتی ہیں جو اس طرح طلاق پانے کو اپنا چارہ کار سمجھتی ہیں۔

مسلمانوں میں عورتوں کو کل ترکہ شوہری کسی حالت میں نہیں ملتا زیادہ سے زیادہ ربع ورنہ معمولی طور پر ایک ثمن (آٹھواں) ملتا ہے۔ دیکھیے وراثت کے مسئلہ میں اور کل ترکہ کے نہ پانے میں مسلمان عورتوں کی حالت کس درجہ ہندو اور عیسائی عورتوں سے گھٹی ہوئی ہے۔

یہاں ایک بات اور یاد رکھنے کے لایق ہے کہ مطلقہ عورتوں کو پھر دوسری سے نکاح کرنا آسان نہیں ہوتا ہندوستان میں تو شامت اعمال سے یہ قریب قریب حرام سمجھا جاتا ہے۔ لیکن جہاں نکاح رواج ہے وہاں بھی زن بیوہ یا مطلقہ سے لوگ مجبوری کی تقدیر میں ورنہ عام طور پر ہر ایک ایسی ہی عورت کا متلاشی رہتا ہے جو کسی شوہر کا منہ نہ دیکھ چکی ہو۔ عورتوں میں سب سے زیادہ قابل قدر اور قیمتی چیز بادی النظر میں اس کا شباب ہے جس کو

دوسرے لفظوں میں نیچر (فطرت) کے بہنے سے یا عورت کے جال سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ مار الشباب چلے جانے کے بعد نہ عورتوں میں اپنی طرف دلون کے کھینچنے کی طاقت باقی رہتی ہے۔ نہ مردوں کی زبان پر یہ مصرعہ رہتا ہے۔

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

ایک بات اور بھی قابل لحاظ ہے کہ ہندوستان کی مسلمان عورتیں نکاح کے بعد ہر وقت طلاق کے ڈر سے لرزاں رہتی ہیں۔ اپنے حقوق کے طلب کرنے میں کبھی دلیری سے کام نہیں لے سکتیں اور ساری عمر گویا لونڈیوں کی طرح سے بسر کرتی ہیں۔

معصلۂ بالا تقریر سننے کے بعد ناظرین سمجھے ہونگے کہ مسلمان عورتون کا سا بدبخت کوئی دوسرا مخلوق نہیں ہے حالانکہ یہ امر صحیح نہیں ہے۔ عورتون کے جتنے حقوق شرع میں ہیں اگر انمین دست اندازی نہ کی جائے تو وہ بھی مردوں کی طرح آزاد اور خوش رہ سکتی ہیں۔ کیونکہ آیندہ تمام مصیبتون کے مقابلہ کرنے کے لیے مسلمان عورتون اور اُنکے ولیون کو یہ اختیار دیا گیا ہے۔ نکاح کے قبل زیادہ سے زیادہ جو مہر مردون سے چاہیں ٹھہرالیں کہ یہ نقدی بار ہمیشہ کو مردون سے مقابلہ مین انکے حقوق کی محافظ رہے اور وصول ہو جانے کی حالت مین نہایت عمدہ طور پر تمام دیگر نقائص کی تلافی کر سکے۔ لیکن افسوس ہے کہ قوم کے طرز عمل نے ان بیچاری پردہ نشین اور بے زبان عورتون کو اس زبردست آلۂ حفاظت خود اختیاری سے محروم کرنے کی دھمکی دے رکھی ہے۔

ان عورتون کی حق تلفی کے تین ذریعے ہیں۔ ایک خود قوم کی غفلت۔ دوسرے قانون پیشون کی (جسمین عدالت بھی شامل ہے) غلط فہمیاں۔ تیسرے ان لوگون کی ناواقفیت جنکو مسلمانون کے خاندانون سے معاملے کرنے پڑتے ہیں مہم ہر ایک

غرض کو مختصر طور پر الگ الگ بیان کرتے ہین۔
عورتون کی غرض مشترکہ پر لحاظ کیا جائے تو ناموس ایسی زیادہ قیمتی چیز دنیا مین کوئی دوسری نہین ہوسکتی اور اسیلیے اسکے عوض مین جسقدر روپیہ دیا جائے یا دینے کو کہا جائے تھوڑا ہے۔ مہر کی تعداد شرع مین معین نہین ہے۔ جسقدر فریقین مین طے پا جائے وہی مہر ہے۔ ہان دس درم شرعی سے کسی حالت مین کم نہو۔ ابتدائے اسلام مین جو کیفیت مسلمانون کے افلاس کی تھی وہ ظاہر ہے۔ اور حالت کے اعتبار سے تعداد مہر بھی بہت کم ہوتی تھی۔ پیغمبر خدا اور اُنکے خاندان کے مہر بہت کم تھے اسیلیے اب بھی مسلمانون کے بعض خاندانون مین انہین تعدادون کی پیروی مناسب سمجھی جاتی ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک شارع ایسا ہرگز کو مستحسن نہیں سمجھتی بلکہ بعض اوقات لڑکیون کے والدین پر ایک اخلاقی الزام یہ عاید ہوتا ہے کہ انھون نے زمانہ موجودہ کی حالت سے غافل رہکر محض امور شرعی کی غلط فہمی پر عمل کرنے سے اپنی بیٹیان لڑکیان کو تعداد مہر کم منظور کرکے نقصان پہونچایا۔

بعض خاندان ایسے بھی ہین کہ وہ مہر کے اغراض کو نہین سمجھتے۔ جیسے مسلمانون کا چھٹا یا نی پینا علامت اسلام سمجھتے ہین ویسے ہی نکاح کے وقت دس درم کا لفظ دینا مین آجانا شعار اسلام جانتے ہین۔ زیادہ تر شرفا کے خاندان ایسے ہین جو اپنی لڑکیون کے مہر زیادہ مقرر کراتے ہین اور یہ سمجھتے ہین کہ مہر کا زیادہ ہونا لڑکیون کے آرام و آسایش کا سبب ہوگا۔ لیکن بعض اوقات گذشتہ زمانہ کی ثروت کے لحاظ سے مہر کی تعداد میں اظہار عظمت خاندان کی اتنی زیادہ ہو جاتی ہے جو کسی طرح مناسب نہین معلوم ہوتی۔ گو یہ حالت پسندیدہ نہین ہوتی لیکن مجبوری ہے

عدالتون کو اس بڑی سے بڑی تعداد کے بھی صحیح مان لینے مین اسلیے کچھ تامل نہونا چاہیے کہ تعداد مہر خود فریقین کے سمجھنے کی بات تھی نہ کہ عدالت کے۔

ہند کی اعلیٰ عدالتون سے جو فیصلہ مہر کے مقدمات مین ہوئے ہین وہ بہت زیادہ تشفی بخش ہین۔ متوفی کا ذمگی دین مہر جب تک ادا نہو تقسیم ترکہ عمل مین نہ آئے متوفی کے مرنے پر اگر قبضہ اُسکی بیوہ کا اُسکی کل جائداد پر ہو جائے تو اُسکا قبضہ بعوض دین مہر کے مرتہنانہ سمجھا جاتا ہے اور جب تک دین ادا نہ کیا جائے دیگر ورثا کو ترکہ کی نالش کا حق نہین ہوتا۔ لیکن نوعیت قبضہ اور طریقہ وصول دین مہر کی بحث تو دین مہر کے طے ہونے کے بعد پیدا ہوتی اور تعداد مہر معین کرنے کا کام ایسے لوگون کے متعلق ہوتا ہے جو مفصلۂ بالا اصول سے ناواقف رہنے کی وجہ سے عورتون کے خلاف رائے قایم کرنا محفوظ طریقہ خیال کرتے ہین بعض وقت تو وہ ایسی بے پروائی سے قایم کی جاتی ہے گویا دین مہر حق الوفا ہے ہی نہین بلکہ محض ایک مذہبی رسم ہے اور بعض وقت کلام ہی نہین کہ دعوی مہر رجوع ہوے یا مسئلہ مہر زیر بحث ہونے کے ساتھ ہی یہ رائے قایم ہوجاتی ہے کہ شوہر یا ورثاے شوہر کی سازش سے کسی غریب کی حق تلفی کے لیے ایسا کیا جاتا ہے۔ مجوزہ کے دل مین ایسا شک پیدا ہونا ناظرین سمجھ سکتے ہین کہ کس درجہ خطرناک ہے اور یہ بھی جان سکتے ہین کہ نظر بہ حالات سابق شک کہان تک انصاف سے دور ہے۔ بعض حالتین تو ایسی ہوتی ہین کہ اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ دعوی سازشی ہے پھر بھی سازش سے انصاف مین کوئی فرق نہین آتا مثلاً ایک مالدار کی لڑکی کسی مالدار کے ساتھ تین ہزار مہر پر بیاہی گئی۔ جائداد شوہری ایک لاکھ روپیہ کی ہے۔ عورت دین مہر کے پانے سے اسپر کو جائداد سے ایک خمس

کی مالک سمجھی جاتی ہے۔ اتفاق زمانہ کوئی نہین جانتا کسی طرح ایک سلا کھ روپیہ مہر جبر کی ڈگری شوہر پر کسی غیر نے حاصل کر لی اور جائداد عنقریب نیلام ہوا چاہتی ہے۔ اب عورت اسی اثنا مین دعوی اپنے مہر کا کردے اور غرض یہ ہو کہ اگر ڈگری ہو گئی تو زر نیلام ثمن عورت بھی حصہ رسدی پا جائیگی اور اس طرح ۲۰ ہزار کے قریب ضرور مل جائینگے۔ یون خوش رہنے سے کل جانے رہتے ہین۔ ظاہر ہے کہ ایسے دعوی کے رجوع کرنے مین شوہر ضرور خوش ہوگا وہ سمجھے گا کہ غیر کی ڈگری مین کل جائداد نیلام ہو جانے سے بہتر ہے کہ ایک جزو میری بی بی کے پاس آجائے لیکن کیا محض اسلیے کہ زوجہ کی ڈگری سے شوہر کا بھی ضمنی فائدہ ہوگا زوجہ کے دعوی کا ڈگری کرنا کسی طرح اعلی درجہ کے عدل اور انصاف سے ذرا بھی گرا ہوا ہوگا؟ ہرگز نہین۔

ہماری اس تحریر سے اُن لوگون کو بھی نفع پہونچے گا جو مسلمانون کے قاعدہ دین مہر سے بالکل ناواقف ہین اور مسلمان کے خاندان کو ہندوون اور عیسائیون کے خاندان پر قیاس کرکے معاملے کر بیٹھتے ہین اور پھر پیچھے سے واقعات کے چھپانے سچی بات کے بدلنے اور غلط مقدمات کی ترتیب دینے سے اپنی غلطیون کی اصلاح کرنا چاہتے ہین۔ لیکن جو شخص معاملہ کرنے سے پہلے احتیاط سے کام نہین کرتا وہ گویا خود اپنی مدد نہین کرتا اور ظاہر ہے کہ جو شخص خود اپنی مدد نہ کرے عدالت سے مدد چاہنے کا اُسے کوئی حق حاصل نہین ہے۔

ممالک مغربی و شمالی کے لفٹنٹ گورنر نے عدالتون کو دین مہر کی تعداد گھٹانے کا اختیار دینا چاہا تھا۔ وائسرائے نے یہ تحریک پسند نہ کی۔ اس اثنا مین بہت سے لوگون سے رائین طلب ہوئی تھین۔ مؤلف نے بھی ایک رائے دی تھی جسکا ترجمہ درج ذیل ہے:۔

"آج کل ممالک مغربی و شمالی کے واضعان قانون یہ غور کر رہے ہین کہ تعداد مہر کا
عدالت کو گھٹانا مناسب ہے یا نہین - اودھ مین عدالتون کو اختیار ہے کہ اگر نامناسب
طور پر مہر مین زیادتی کی گئی ہو تو اُسکی تعداد گھٹا دی جائے - ممالک مغربی و شمالی مین
ایک مقدمہ ہائیکورٹ تک پہونچا جسمین یہ بحث تھی کہ اگر تعداد مہر گھٹائی نہین جاتی تو
تمام جائداد مہر ہی کی نذر ہو جاتی ہے - دوسرے وارثون کے لیے کچھ نہین بچتا
ججون نے تجویز کی کہ اودھ کی طرح اس ملک مین عدالتین دست اندازی کی مجاز
نہین ہین اسلیے مجبوری ہے - گورنمنٹ تک اسکی خبر پہونچی اور اب یہ غور کیا جاتا ہے
کہ ممالک مغربی و شمالی مین بھی اودھ کا سا قانون نافذ کیا جائے یا نہ کیا؟ -

"میرے نزدیک موجودہ حالت مین تغیر مناسب نہین ہے اور وجوہ اُسکے یہ ہین -

"انگریزون اور ہندوؤن کی طرح مسلمانون کے قانون مین طلاق مشروط بشرائط شدید
یا غیر محکوم نہین ہے - ہر شخص بغیر کسی وجہ کے اپنی زن منکوحہ کو چھوڑ سکتا ہے اور قانون
انگریزی نے کوئی مداخلت اس بارہ مین بلا لحاظ اسکے کہ یہ مرخصت مناسب ہوگی یا
نامناسب اب تک نہین کی - مسلمانون کی عورتین اعادہ حق زناشوئی کا دعوے
دیوانی مین اور نان ونفقہ کا دعوی عدالت فوجداری مین عملی طور پر نہین کر سکتین
کیونکہ جواب مین ایام عدت کا نفقہ رکھکر عدالت کے سامنے مدعا علیہ یہ کہہ سکتا ہے
کہ مین نے اپنی عورت کو طلاق دیدی - ہندوستان مین باستثناے خاص خاص بعض
خاندانون کے طلاق کی رسم برابر جاری ہے - اور جن گھرانون مین طلاق کی رسم نہین
ہے وہان طلاق سے بھی بدتر طریقہ جاری ہے یعنے عورتون کو لوگ معلقات
کے طور پر چھوڑ دیتے ہین کبھی وہ حق زناشوئی ادا نہین کرتے اور نہ طلاق ہی دیتے

کہ وہ اُنکی حکومت سے آزاد ہو جائیں - بہرحال ہندوستان کی بے زبان عورتین بے لکھی پڑھی اپنے شوہرون کے قبضہ مین بے بسی کی حالت مین رہتی ہین اور جن گھرون مین رسم پردہ جاری ہے وہان عورتین اور بھی مجبوری کی حالت مین رہتی ہین - پردہ کی سختی شرعی حدود سے متجاوز ہے اور اسلیے بہت سخت ہے ان سب زحمتون کی تلافی اگر کچھ ہے تو وہ مہر سے ہے اس مہر کے ذریعہ سے ایک گونہ شوہرون پر عورتون کا دباؤ رہتا ہے - گو اپنے حقوق سے ناواقف رہنے کی وجہ سے ان عورتون کو اس دباؤ کے نافذ کرنے کا اتنا موقع نہین ملتا جتنا کہ ہونا چاہیے - لیکن پھر بھی تعداد مہر مین عدالت کی دست اندازی کا روا رکھنا عورتون کی حالت زار سے صریح بے پروائی کرنا ہے اور مردون کی زیادتیون کو اور ترغیب دینا ہے -

"جس وقت اسلام عرب مین پھیلا تو عورتون کو بہایم کے طور پر لوگ استعمال کرتے تھے - طلاق مین آزادی عورتون کی ہمدردی سے قایم کی گئی - کیونکہ جاہل عرب جب اپنی بیبیون کو ناپسند کرتے تھے تو وہ طلاق نہین دیتے تھے بلکہ انکو چھوڑ دیتے تھے اور گھرون مین لونڈیون کی طرح رکھتے تھے اور یہ اجازت نہین دیتے تھے کہ وہ دوسرون کے ساتھ بیبیون کی طرح رہ سکین - شارع نے اس رسم کے مٹانے کے لیے طلاق کے قواعد منضبط کیے اور اس خیال سے کہ طلاق جو ایک بلا رفع کرنے کے لیے قایم کی گئی تھی خود اس سے بڑی بلا نہ ہو جائے عورتون کو تعداد مہر بڑھانے کی عام اجازت دیگئی - شروع شروع اپنے شوق مین عربون نے تعداد مہر کی زیادتی پر اپنی رضامندی ظاہر کرنی شروع کردی اور عورتین جو قومی

ترقی کے باعث سے آزاد ہو چلی تھیں زیادہ مہر پر اصرار کرنے لگیں۔ اسکو دلون کے بعد مردون نے ناپسند کیا اور خلیفہ دوم حضرت عمرؓ نے ایک روز یہ اپیل کی کہ لوگ زیادہ مہر نہ باندھیں۔ ایک بڑھیا جو مجمع میں موجود تھی وہ بولی کہ قرآن شریف نے جس چیز کو جائز رکھا ہے خلیفہ وقت کو اُسے مٹانا نہ چاہیے۔ حضرت عمرؓ کو اُس بوڑھیا سے ایک سبق حاصل ہوا اور اُنھون نے اپنی غلطی مان لی اور اُس بڑھیا کا شکریہ ادا کیا اور پھر تب سے بلاد اسلام میں کبھی تعداد مہر گھٹانے کی طرف بادشاہ وقت یا قاضیان کو توجہ نہیں ہوئی۔

میری رائے میں جب عورت مدعی ہوکر مہر کا دعویٰ شوہر پر پیش کرے اُس حالت میں عدالت کو تعداد مہر میں دست اندازی کرنا کسی طرح قرین مصلحت نہیں ہے۔

سوال یہ امر کہ بعد مرنے شوہر کے ورثار کے مقابلہ میں تعداد مہر کی بحث پیش ہو تو کیا کیا جائے تو اسکا جواب بھی کچھ مشکل نہیں ہے بعض اوقات ضرور ایسی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں جنکو عوام پسند نہیں کرتے جیسا کہ مقدمہ مسماۃ مراد بنام ہربنس سنگھ کے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن اسمین شریعت محمدی کا کچھ نقص نہیں ہے بلکہ خود اپنی سمجھ کا پھیر ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی کل جائداد کسی کو دیدے تو اسمین کسی کا اجارہ نہیں ہے اور اگر کوئی شخص کسی عورت کے حق میں اپنی کل جائداد کا ہبہ کر دے اور پھر اس سے نکاح کرے تو عقلاً یا انصافاً کوئی قباحت نہیں ہے۔ اسی طرح اگر اُس نے بقدر مالیت جائداد کے مہر کا تعین کر دیا تو یہ بھی ایک طور پر اپنی کل جائداد کا ہبہ کرنا ہے اور یہ ہبہ بے وجہ نہیں ہے عورت اپنی آزادی مرد کے حوالہ کرتی ہے تب کہیں یہ جائداد پاتی ہے۔ اگر اس طرح دیگر ورثا محروم ہو جاتے ہیں تو کوئی بے انصافی لازم نہیں آتی دوسری

قومون کے قوانین دیکھئے۔ یورپ مین ورثاء قریب کا حرمان مختلف صورتون مین نظر آتا ہے۔ مثلاً خلف اکبر کے مقابلہ مین چھوٹے لڑکے بیٹیان اگر وصیت نہ ہوئی تو وہ تمام لڑکے محروم رہتے ہین۔ اسلئے وہان پہلے سے مورث کو اختیار ہوتا ہے کہ اپنے ورثا مین جسطرح چاہے وصیت کرے۔ اسلام نے نہ بڑے بیٹے کو کسی حالت مین کوئی ترجیح دی ہے اور نہ متوفی کی وصیت جہان تک ورثا کے محروم کرنے یا ایک وارث کو دوسرے وارث پر ترجیح دینے سے متعلق ہو جائز رکھی ہے۔

شارع اسلام نے گو عورت کے حقوق کی بابت زیادہ حفاظت کی ہے لیکن پھر بھی تعداد مہر ادا ہونے تک تقسیم ترکہ کو ضرور نہین رکھا۔ اور نہ تعداد مہر کے گھٹانے کی طرف کبھی توجہ کی۔ شرع مین تعداد مہر ایک نہایت عظیم الشان امر اب تک مسلمانون مین سمجھا گیا ہے۔

ہر قوم کا قانون ایک حد تک اس قوم کے لیے لازم وہ ہے۔ اگر کوئی جزو اسکا ناقص سمجھکر اسکی اصلاح مین کوشش کی جائے تو بجائے نفع کے نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہے اگر تبدیلی روا رکھی جائے تو کل قانون مین ایک ساتھ تبدیلی ہونا چاہیے۔ مثلاً اگر تعداد مہر کے گھٹانے کا اختیار عدالت کو دیا جائے تو یہ بھی اختیار عدالت کو دیا جائے کہ بغیر اجازت عدالت کے شوہر طلاق نہ دے اور نہ بغیر اجازت عدالت کے کوئی ایک سے زیادہ نکاح کرسکے۔ طلاق اور کثرت ازدواج مین مرد آزاد رہے اور تعداد مہر بڑھانے مین عورتین آزاد نہ رہین تو مصلحت عام کے خلاف ہوگا اور بعض صورتون مین جو اتفاقی برائیان پیدا ہوجاتی ہین اُنسے کہین زیادہ برائیان موجودہ قاعدہ کے بدلنے مین پیدا ہون گی۔

فصل چہلم

طلاق

شوہر اپنی بی بی کو چھوڑ دے تو اسے طلاق کہتے ہین - اور جب طلاق کے لیے بی بی کی طرف سے ترغیب دی گئی ہو تو اُسے خلع کہتے ہین-

طلاق دینا بیشک ایک قسم کی بیوفائی ہے - شرع نے اسے عمدہ سمجھکر جائز نہین رکھا بلکہ شرع نے صرف یہ کہا ہے کہ اگر زن و شوہین مناسبت طبعی نہ ہو اور اس بیوفائی کے سوا کوئی دوسری صورت نظر نہ آئے تو یون بیوفائی کرو - طلاق بی انواع علاج ہے بہت سے امراض مہلکہ - اور جہان امراض پیدا ہونے پر اُسکے علاج کی طرف رجوع نہین کیا جاتا وہان ایسے ایسے مہلک نتایج پیدا ہوتے ہین کہ الغلمۃ للہ -

خلع مین تو بیشک فریقین کی مرضی سے طلاق ہوتا ہے لیکن جب کبھی عورت کی مرضی کے خلاف مرد طلاق دیتا ہے تو بظاہر ایک بدنما صورت پیدا ہوتی ہے اور اسی بدنمائی کے روکنے کے لیے پہلے سے عورتون کو دین مہر کا حق دیا گیا ہے کہ وہ جتنا چاہین مردون پر بار عاید کرلین کہ مردون کو طلاق کی جرأت نہ ہو اور اگر خود عورتین طلاق چاہین تو مہر کا معاف کرنا بغرض حق خلع مین بھی اُنکو آسانی بہم پہونچائے -

طلاق صرف مسلمانون مین نہین ہے - تمام دنیا مین طلاق جاری ہے - جب تک دنیا مین شادی بیاہ قایم ہے طلاق بھی قایم ہے - جب تک دنیا مین انسان رہین گے اور انمین بیاہ کا دستور قایم رہے گا تب تک طلاق کا وجود بھی قایم

رہے گا - ہندوستان مین تو سب سے زیادہ طلاق کا رواج ہے یہان
غربا کا تو ذکر نہین لیکن امرا مین یہ بلا گھر گھر ہے - صغر سنی مین شادی ہوئی -
ہوش سنبھالنے پر بی بی سے نفرت پیدا ہوئی اور پھر تمام عمر شاہدان بازاری سے
یا اس سے بھی بدتر حالت مین دوسری قسم کی عورتون سے تعلقات پیدا رہے
اور بی بی سے کبھی دید و شنید بھی نہین ہوئی - گھر کی حفاظت کرنے اور کھانا پکانے
کے لیے لونڈی نوکر ایک بی بی پڑی رہی - اب ان بیبیون مین اور مطلقہ عورتون
مین کیا فرق ہے - دوسرے ملکون مین بھی کم و بیش یہ قاعدہ جاری ہے زن و
شوہر مین سے ہر ایک نے دل بہلانے کی چھپی ہوئی صورتین پیدا کر لین - ایک کو دوسرے
سے بالکل تعلق زن و شوئی نہین ہوتا لیکن برائے نام دوسرون کے دکھانے کو
[illegible] تسلیم کیا جاتا ہے یہ تو مہذب ملکون کا دستور ہے - غیر مہذب ملکون مین جہان
عورتین مردون کے اختیار مین رہتی ہین اور طلاق کا دستور نہین ہے وہان ہمیشہ
ہندوستان کی سی تہذیب کی پیروی کیجاتی ہے - زمانہ جاہلیت مین عربون مین بھی
یہی دستور تھا کہ جب وہ ایک بی بی کو ناپسند کرتے تھے تو اسے چھوڑ کر دوسری لاتے تھے
لیکن جسکو چھوڑتے اوسکو گھر سے باہر جانے نہین دیتے تھے بلکہ ماماؤن کی طرح کام
لینے کے لیے اونکو گھر مین رکھتے تھے - جو بی بی کل پلنگ سے نیچے نہین اترتی
تھی وہ آج نئی دلہن کے سامنے محض جھاڑو دینے اور کھانے کے برتن صاف
کرنے سے تعلق رکھتی ہے کتنا بڑا انقلاب ہے - طلاق کے احکام مہذب کر کے
اسلام نے بہت بڑا احسان عورتون پر کیا کہ انکو شوہرون کی جیب [illegible] سے آزاد کروا دیا
احکام شرع جاری ہونے پر ہر ایک عورت جسکو مرد چھوڑ دے قاضی کے سامنے [illegible]

دے سکتی ہے کہ اُسکو شوہر کے گھر سے علیحدہ کردیا جائے کہ کسی دوسرے سے وہ عقد کرے۔ مسئلہ طلاق اُن احسانات مین شمار کیا جاتا ہے جو اسلام نے عورتوں کے ساتھ کیے ہین۔

طلاق کا یہ قاعدہ ہے کہ جب تین طلاقین ہوجائین تو پھر عورتون سے کسی قسم کا تعلق مرد نہین رکھ سکتا تھا۔ یہ قومی تہذیب اور قومی زور کا اثر تھا۔ یہ نہین کہ آج طلاق دی اور کل عورت نے دوسرا خاوند ٹھہرایا تو کہنے لگے کہ نہین نہین مین طلاق واپس لیتا ہون۔ مسلمانون مین مطلقہ عورتون سے پھر شوہرون کو کچھ تعلق نہین رہتا۔ ہان زن مطلقہ دوسرے کے نکاح مین رہے اور وہ بھی طلاق دے تو سابق شوہر مکرر نکاح اُس سے کرسکتا ہے۔

طلاق واقع ہونے کے لیے تین مرتبہ طلاق دینا لازم ہے۔ ایک ساتھ یا باری باری سے۔ لیکن عمدہ صورت یہ ہے کہ ایک مرتبہ تین طلاقین نہ دی جائین بلکہ ایک ایک مہینہ کے بعد ایک ایک طلاق دی جائے اور جب تین پوری ہوجائین تو عورت مطلقہ سمجھی جائے۔ تین طلاقین ایک ساتھ اسلیے ناپسندیدہ ہین کہ اُنمین غور کرنے کا موقع کم ملتا ہے غصہ کی حالت مین ممکن ہے کہ طلاق ہوجاوے اور پھر پچھتانا پڑے اسلیے شرع نے حکم دیا ہے کہ حتی الوسع سوچ سمجھ کر یہ کام کرو تاکہ پھر افسوس نہ ہو۔

فریقین مین نااتفاقی ہو اور کسی طرح ایک دوسرے کو پسند نہ کرے تو علیحدگی سے بہتر کوئی دوسری صورت نہین ہے۔ یہی عین حکمت ہے اور یہی عین تہذیب ہے کہ آہستہ سے علیحدگی ہوجائے اور پھر ہر ایک اپنا دوسرا مذاق دلپسند کرے۔

دنیاداری کا جھگڑا ایسا نہین ہے کہ فریقین کی نارضامندی ہو جب بھی وہ ممکن
امان سے چلا چلے۔

ہندوستان مین طلاق دینے کا دستور نہین ہے اگر ہے تو بس اسقدر کہ عورت کو
مرد نے چھوڑ دیا اور عورت لونڈی کی طرح گھر مین کام کر رہی ہے۔ اور اس سے اچھی
صورت ممکن بھی نہین سکتی۔ جب تک عورتون کا دوسرا بیاہ ناجائز ہے۔ لیکن یورپ مین
طلاق ہے اور بعد طلاق کے فریقین کی دوسری شادیان ہوتی ہین اور پھر قسمت سے
بادری کی ترجیحین سے میسر بھی ہوتی ہے۔ لیکن وہان طلاق کا قانون ایسا خراب ہے
کہ بڑی مشکل سے طلاق [illegible] ہوتی ہے۔

۱۔ انگلستان مین زنا کوئی تعزیری جرم نہین ہے۔ ۲۔ بیاہ کے بعد فریقین کی
مرضی سے طلاق نہین ہو سکتی بلکہ عدالت کی مرضی پر فریقین کا تفرقہ منحصر ہوتا ہے۔ ۳۔
بارہا ایسا ہوا ہے کہ فریقین نے طلاق حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن عدالت
سے منظوری حاصل نہین ہوئی۔ ۴۔ اکثر طلاق کی ڈگری عدالت سے اس حالت
مین حاصل ہوتی ہے جبکہ فریقین کا یا انہین سے ایک کا زناکاری کی حالت مین
رہنا عدالت کے نزدیک ثابت ہو۔ ۵۔ طلاق حاصل کرنے کے لیے عدالت [illegible]
انگلستان مین ایک فریق دوسرے فریق کی زناکاری ثابت کرنے پر مایل ہوتا ہے اور
کوشش ہوتی ہے کہ فریق ثانی کی بے عصمتی یا خود سائل کی بے عصمتی عدالت کے
نزدیک عدم ثابت رہے

بنگال کے ایک سابق لفٹنٹ گورنر کی صاحبزادی ایک پادری کے ساتھ انگلستان
مین بیاہی گئین۔ نکاح کے واقعات معلوم نہین ہوئے صرف اتنا معلوم ہوا کہ نکاح کے

جب ایک نے دوسرے کو ناپسند کیا۔ اگر دونون مسلمان ہوتے تو کچھ بھی دقت نہ ہوتی
ناپسندیدگی پادری صاحب کی طرف سے ہوتی تو وہ طلاق دے سکتے تھے۔ اور
اگر بی بی صاحبہ کی طرف سے ناپسندیدگی تھی تو وہ امیر کبیر کی لڑکی تھین دولت کے
زور سے شوہر کو طلاق دینے پر راضی کر لیتین۔ اور اسی کا نام خلع ہے۔ لیکن قانون
انگلستان اسلامی قانون سے مختلف ہے یعنی اُس اصول پر مبنی ہے جسکا ذکر
اوپر کیا گیا ہے اسلیے میم صاحبہ کو طلاق حاصل کرنے کے لیے اپنی بدچلنی کا ثبوت
عدالت کے اطمینان کے مطابق دینا لازم ہوا۔ اور پادری صاحب کو بھی یہی راستہ
اختیار کرنا ناگزیر ہوا کسقدر مصیبت مین دونون مبتلا ہوئے۔ سیدھی بات کو قانون نے
خواہ مخواہ ٹیڑھی کر دی لوگون کا خیال ہے کہ یورپ کے قانون مین بڑی آزادی ہے
لیکن اگر اسی کا نام آزادی ہے تو ہم سمجھتے ہین کہ یورپ مین کچھ بھی آزادی نہین ہے
مناکحت کا معاملہ اور اسمین اس درجہ خلاف عقل باتون کو دخل ہو اور وہ بھی یورپ ایسے
مہذب ملک مین تو ہم کو سخت حیرت ہے۔ میم صاحبہ بدچلن ہون یا نہ ہون لیکن ملک کے
قانون نے انکو مجبور کیا کہ وہ ایسے شخص کی صحبت سے جس سے برا اُنکے نزدیک
کوئی دنیا مین نہ تھا چھٹکارا پانے کے لیے اپنی عصمت کو پبلک اور عدالت کے سامنے
گندگی ثابت کرین۔ چند سال کا ذکر ہے کہ اخبارون مین طلاق کی کیفیت یون شایع
ہوئی کہ میم صاحبہ نے ایک چٹھی اپنے شوہر کے پاس لکھی کہ سچی اور سیدھی بات یہ ہے کہ مین
ایک ایسے شخص پر فریفتہ ہون جو میرے لیے سب کچھ ہے۔ اگر آپ اسپر کچھ کرنا چاہتے
ہین تو فلان شخص سے میرے مزید حالات دریافت کر لیجیے۔ اس چٹھی کے معنی یہ ہوتے
ہین کہ مین ناپاک حالت مین ہون اور میری ناپاک حالت کو عدالت پر ظاہر کر کے آپ مجھ

گلوخلاصی چاہتے ہون تو مین آپ کی مدد کے لیے یعنے اپنی برائیان ظاہر کرنے کے لیے طیار ہون۔

وہ حقیقی یا محض عورت کا اقبال کافی نہ تھا بلکہ جابجا سے اور بھی رسوائی کا ثبوت درکار تھا۔ غرضکہ چند تائیدی ثبوت اور بھی بہم پہونچائے گئے۔ جن ہوٹلون مین میم صاحبہ رہ چکی تھین وہان کے رجسٹر دیکھے گئے۔ نیجر کے اظہار ہو لیے اور یہ دکھایا گیا کہ اپنے نئے چاہنے والے کے ساتھ میم صاحبہ برابر زن و شو کی طرح رہتی ہین۔ عدالت کو جب ثابت ہو گیا کہ فی الواقع میم صاحبہ زناکاری کی حالت مین رہ چکی ہین۔ تب بادری صاحب کی گلوخلاصی کا حکم دیا گیا۔ میم صاحبہ کا مکھ کا مٹا۔ اور نئے چاہنے والے سے کل کارروائی کا خرچہ دلایا گیا۔

اب آزادی کا زمانہ ہے۔ ہر جگہ عقل سے کام لیا جاتا ہے۔ مفصلۂ بالا بات ظاہر کرنے کے بعد اسمین ذرا شبہ نہین رہتا کہ اس بارہ مین مسلمانون کا قانون یورپ کی دیگر سلطنتون کے قانون سے اچھا ہے۔

کیا اسوقت ہم اس کہنے سے باز رہ سکتے ہین کہ او اونٹ پر چڑھنے والے ریگستان مین گھومنے والے اُمّی محض تجربہ یقین کرنے والے تو تجکو خاص فیضان الٰہی کا ایک ذریعہ سمجھتے ہین اور سمجھتے رہین گے۔ لیکن جو تجکو نہین مانتے وہ بھی جب عقل سے کام لیتے ہین تو یہ تسلیم کرتے ہین کہ تیری ذات بابرکات خلاصہ موجودات کے ذریعہ سے جو شریعت قایم ہوئی اُسکے احکام اسوقت تمام قوانین سے افضل ہین۔

فصل چہل و یکم

کثرت ازدواج

آج کل یورپ مین کثرت ازدواج انتہا سے بداخلاقی ہے اور بلاد اسلام مین
بغیر اسکے اخلاقی خوبیان قایم نہین رہ سکتین۔ یورپ مین ایک بی بی کے ہوتے ہوئے
دوسری عورت سے ناجائز تعلق رکھنا کوئی جرم نہین ہے محض بداخلاقی ہے لیکن
دوسرا بیاہ کرلینا جسکو وہان کی اصطلاح مین 'پولی گیمی' (Polygamy) کہتے
ہین ایک سنگین جرم ہے یہ مسئلہ بہت زیادہ یورپ اور افریقہ کے اُن سواحل مین زیر
بحث رہتا ہے جہان جانب مقابل مین یورپین آبادیان واقع ہین۔ یہ بحث وہان
خاص خاص لوگون مین محدود نہین ہوتی بلکہ طبقہ عوام مین بھی اس قسم کے مباحثے
ہوتے ہین۔ ایک فرانسیسی سیاح شام اور مصر کے شہرون مین سڑکون پر رات کو روشنی
کا انتظام نہ دیکھ کر حیرت سے پوچھتا ہے۔ یہ کیسے شہر ہین کہ انمین رات کو روشنی نہین
ہوتی؟۔ ہوٹل کا مصری خانساماں جواب دیتا ہے " یہان کے لوگ اپنے گھرون پر
ایسے خوش رہتے ہین کہ انکو رات کے وقت اپنے گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت
نہین رہتی اور اسلیے سڑکون پر روشنی کا سامان بھی کم کیا جاتا ہے۔ یورپ مین لوگون
کے گھرون پر عیش و نشاط کے سامان مہیا نہین رہتے اسلیے وہان کے باشندے
تھیٹر۔ سرکس۔ ناچ۔ میخانہ۔ قمارخانہ کی سیر کے لیے رات بھر مارے مارے پھرتے
ہین اور انکے لیے راستون مین روشنی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہان کے لوگ
اپنی بیبیون مین ایسی خوشی سے بسر کرتے ہین کہ انکو ناحق کے چکر لگانے کی ضرورت
نہین ہوتی "۔ اس جواب مین وہ خانساماں اپنے طور پر جو کثرت ازدواج کی خوبیان

کہہ گیا خاص اُسی کا حصہ تھا۔ بیان سادہ ہے لیکن مطلب سب ادا ہو گیا۔

اس مسئلہ پر اگر عالمانہ بحث کی جائے تو سب کے پہلے ان امور پر غور کر لینا چاہیے

۱۔ گرم ملکون مین فطرتاً کثرت ازدواج کی طرف توجہ زاید ہوتی ہے اور سرد ملکون مین عموماً اس سے نفرت کی جاتی ہے۔ قمریان ہمیشہ اپنا جوڑا ساتھ رکھتی ہین اور خروس کا طرز زندگی اس بارہ مین بالکل جُدا ہوتا ہے۔ اسی طرح مُلکی آب و ہوا کے اثر سے انسانی طبیعت کے جذبات مین بھی زمین و آسمان کا فرق ہو جاتا ہے۔ جن اقوام مین لغیر خور و نوش کے افطار صوم ہوتا ہے اُنکی تمدّنی حالت اُن برفستان کے باشندون پر قیاس نہین کیجا سکتی جہان ایام سرما مین نباتات کی قوّت نموّ بھی انسان کی قوت حاسہ کے ساتھ مسلوب ہو جاتی ہے۔

۲۔ دنیا کے تمام حصّون مین عورتون کی معمولی بیماریان اور اُنکے ایام حمل و رضاعت عورتون کو مردون سے الگ رکھنے پر مجبور کرتے ہین۔

۳۔ عورتون کی قوت تناسل عموماً مردون سے بہت پہلے ختم ہو جاتی ہے۔

۴۔ تمام ملکون کی مردم شماری سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتون کی تعداد مردون سے زاید ہے۔

ان تمام باتون پر نظر کرنے کے بعد ذرا شبہہ نہین رہتا کہ مثل قمریون کے اپنی زندگی انسان بسر نہین کر سکتا۔ بہت سی صورتین ایسی ہوتی ہین کہ ایک مرد کو چند عورتون سے تعلق رکھے بغیر چارہ نہین ہوتا۔ اسکے لیے دلیل و برہان کی ضرورت نہین ہے۔ ہر ایک کو خود اُسکا وجدان سمجھا سکتا ہے۔ دنیا مین ایسی عورتین بہت کم ہین جنکو متعدد مردون سے تعلق رہا ہو۔ لیکن ایسے مرد بہت کم نکلینگے جنکو متعدد

عورتوں سے تعلق رہا ہو۔ پس اسلام میں یہ تعلقات کثرت ازدواج کے جواز کی وجہ سے
دوسری صورتیں رکھتی ہیں اور دیگر ممالک میں زناکاری کا پیرایہ اختیار کرکے دوسری
حالتوں میں نمودار ہوئے ہیں لیکن نفس تعدد دونوں جگہ موجود ہے اور اسلیے یہ کہا
جاسکتا ہے کہ ایک مرد کو کئی عورتوں سے تعلق رکھنا انسانی فطرت میں داخل ہوگیا ہے
قانون کا کام یہ نہیں ہے کہ جذبات انسانی مٹادے بلکہ قانون کا صرف یہ کام ہے کہ جذبات
انسانی کو جہاں تک ممکن ہو مہذب کرے۔ اب اسلام نے ان جذبات کو یوں مہذب
کیا کہ تعدد ازدواج روا رکھا لیکن چار منکوحہ بیبیوں تک اُسے محدود کردیا اور اس قانون
کے توڑنے والوں کے۔ لیے ابتدائی سزا تازیانہ اور انتہائی ہونا قتل کی تجویز کی۔ یورپ
کی جدید تہذیب نے اسے یوں مہذب کیا کہ ابتدائی حالت میں یہ تعدد نامتناہی تعداد
تک معاف رکھا اور آخری حالت میں صرف ایک بی بی سے تعلق رکھنا محکوم کیا۔ اور اسکی
خلاف ورزی میں صرف زن وشو کا افتراق ممکن ٹھہرا دیا لیکن ایک سے زیادہ بیبیوں کا
رکھنا کسی حالت میں جائز نہیں رکھا۔ بلکہ اسے جرم قابل سزا قرار دے دیا۔
اب ناظرین فیصلہ کریں کہ جذبات انسانی کو مہذب کرنے میں کس قانون نے زائد تر فطرت
انسانی کا خیال رکھا ہے۔

اسلام کوئی قانون مختص الزمان یا مختص المقام نہیں ہے کئی مرتبہ کہا گیا اور ابھی
کہا جاتا ہے کہ یہ تمام دنیا کے لیے بنایا گیا ہے۔ اسمیں زیادہ تر اصول سے بحث
کی گئی ہے اور ہر زمانے اور ہر مقام کے متعلق ہمیں سہولتیں رکھی گئی ہیں۔ اس میں
ازدواج کے متعلق جو مسائل ہیں وہ کسی خاص قوم یا خاص ملک کے لیے نہیں
ہیں۔ عرب اور افریقہ کے ریگستان اور قطب شمالی کے برفستان ان دونوں کے لیے

ایک ہی قانون ہے - جو مسئلہ اُس قوم کے لیے ہے جہان بولی گیمی یعنی کثرت
ازدواج کا رواج ہے وہی اُن اقوام کے لیے بھی ہے جہان اسکے برعکس بولی انڈری
یعنی کئی مردون مین ایک عورت کے رہنے کا دستور تھا اور شاید اب بھی کہین کہین پہاڑی
ملکون مین ایسا ہوتا ہے - جوانون اور بوڑھون ضعیفون اور تندرستون - مفلسون اور
مالدارون - مزدورون اور بادشاہون سب کے لیے ایک ہی قانون ہے - دنیا مین
سب کی حیثیتین یکسان نہین ہین - بعض تو ایسے ہین کہ اُنکے لیے ایک بی بی سے بیاہ
کرنا بھی داخل معصیت ہے - اور کتنے ایسے ہین کہ چار بیبیان ہون تو وہ چارون کے
ساتھ عدل کر سکتے ہین اور چارون کو خوش رکھ سکتے ہین - ان تمام امور کے لحاظ سے
قرآن کی سورۂ نساء رکوع اول مین محکوم ہے -

"اپنی مرضی کے مطابق دو دو تین تین چار چار عورتون سے نکاح کر لو - لیکن اگر تمکو اس بات
کا اندیشہ ہو کہ کئی بیبیون مین برابری کا برتاؤ نہ کر سکوگے تو ایک ہی بی بی کرو یا جو لونڈی
تمھارے قبضہ مین ہو اُسی پر قناعت کرو - بے انصافی سے بچنے کے لیے یہی تدبیر
قریب مصلحت ہے[1] "

اس آیہ مین عورتون کے حقوق کا زیادہ لحاظ کیا گیا ہے اور انھین کے فائدہ کے
لیے یہ منصوص ہوا ہے مردون کے حقوق کا بڑھانا اور عورتون کے حقوق کا گھٹانا
ہرگز اس سے مقصود نہین ہے -

---

[1] فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع فان خفتم الا تعدلوا فواحدة او ما ملکت ایمانکم ذلک ادنی الا تعولوا -

اس آیت سے صریح ظاہر ہے کہ ایک بی بی سے زاید کی اجازت کن شرطون اور قیدون سے گھری ہوئی ہے۔ بیشک مستحسن ہے ایک بی بی کا کرنا لیکن اُن عدل کرنے والون کے لیے یہ استحسان نہین ہے جنکو بغیر چند بیبیون کے اطمینان قلب جسپر دونون جہان کی کامیابیون کا مدار ہو حاصل نہین ہو سکتا۔ بیبیون مین عدل قایم رکھنے کا مفہوم آیندہ ازواج مطہرات نبی کے بیان مین درج کیا جائیگا۔

ان تمام امور کے ساتھ ہم یہ بھی کہین گے کہ بعض اقوام کا تمدن کثرت ازواج کے لیے مناسب نہین ہے۔ مثلاً ہندوؤن مین کثرت ازدواج جائز ہے لیکن بہ لحاظ اُنکے طرق تمدن کے جائز نہ ہونا چاہیے اُنکے یہان جو حالت زناشوئی ہے یا اُنکی عورتین جس طور سے رہتی ہین اُسپر کثرت ازدواج کا مستزاد کرنا بیچاری عورتون کی حالت زار سے بالکل فراموشی کرنا ہے۔ اُنکو کچھ نہین ملتا۔ سیکہ کے تعلقات بالکل قطع ہو جاتے ہین۔ مردون پر اُنکا کچھ دباؤ نہین رہتا۔ طلاق لیکر وہ عقد ثانی نہین کر سکتین۔ یہان تک کہ شوہر کے مرنے پر بھی وہ دوسرا بیاہ نہین کر سکتین۔ ان تمام مجبوریون کے ساتھ اتنا اور مستزاد ہوا کہ شوہر دوسری بیبیان لائے اور اب سابق بی بی کو بجز لونڈیون کی طرح جھاڑو دینے اور برتن مانجنے کے اور کوئی تعلق نہ رہا۔ یا شوہر نے کچھ انسانیت کو راہ دی تو اناج کی کوٹھریونکی کنجیان اُسکے پاس رہنے دین تو اس طرح لونڈیون سے بڑھکر ماماؤن کی سی حیثیت قایم رہی۔ بہرحال ہندوؤن کا تمدن کثرت ازدواج کے بالکل نامناسب ہے اور اسی طرح جن مسلمان گھرون مین تمام امور متعلقہ ازدواج مین رسم ہنود کی پیروی ہے وہان بھی کثرت ازدواج ضرور ایک اخلاقی جرم ہے۔ جن لوگون نے مسلمان ہو کر کثرت ازدواج کے خلاف رسالے لکھے ہین اگر وہ اپنے رسالے مین اتنا اور بڑھا دیتے کہ مسلمانان ہند

کی تمدنی حالت کے اعتبار سے کثرت ازدواج نادرست ہے تو شک نہیں کہ کوئی قانون
اچھے سے اچھا ہو جب تک اُسکے تمام اجزا پر عمل نہ کیا جائے وہ مفید ثابت نہین ہو سکتا
لیکن جن لوگون نے اس نازک فرق کو سمجھے بغیر نفس کثرت ازدواج کو بُرا بتایا ہے
اور حدیث اور قرآن کے معنون مین تاویلین کر کے اسلام کا مکہ رکھاؤ کیا ہے سخت غلطی
کی ہے۔ مین نہایت ادب سے اُنکی تحریرون کی نسبت یہ کہونگا کہ تمدن اسلام کی صورت
اُنکے ذہن مین نہتھی اور جو چیز کہ اُنھون نے بُری بتائی ہے فی الواقع وہ نہایت اچھی
چیز ہے۔ انھین تحریرون کا نتیجہ ہے وہ کتاب جو لاہور مین کثرت ازدواج کے متعلق
عیسائیون کی طرف سے شایع ہوئی ہے اور جسمین خود ہماری قوم کے پیشواؤن کی تحریرین
ہمارے لیے مضر ثابت ہوئی ہین۔ ہم ایک طرف کثرت ازدواج کو بُرا سمجھ کر اُسکی برائیان
دکھاتے ہین اور کوشش کرتے ہین اس امر کے ثابت کرنے کی کہ کثرت ازدواج
مسلمانون مین جائز ہے مگر بدترین عمل سمجھا گیا ہے۔ اور دوسری طرف وہ کتاب ہم کو
دکھاتا ہے کہ پیغمبر خدا نے مرتے وقت گیارہ ازواج مطہرات چھوڑین اور تمام صحابہ کبار
کے پاس بھی قریب قریب بلا استثنا کے متعدد بیبیان تھین تو گویا خود ہمارے قول
سے پیغمبر خدا اور صحابۂ پیغمبر بدترین اعمال کے مرتکب ہوئے۔ یہ سب خرابیان محض
اسلیے پیدا ہوئین کہ تمدن عرب سے ہم ناواقف ہین یا زنا۔ نکاح۔ طلاق۔ خلع
اور مہر کے اصول سے ناواقف ہین جس زمانہ مین کہ "امہات المومنین" شایع ہوئی
۲۰۰ کاپیان بے طلب میرے پاس آئین اور مین نے اُنکو الماری مین بند کر دیا کسی
مسلمان کو دیکھنے نہین دیا۔ لوگون کے مانگنے پر مین صرف یہ کہتا تھا کہ جب تک تمدن عرب
... ذہن مین نہ ہوگا اس کتاب کا پڑھنا گمراہی کا سبب ہوگا۔ اُسیوقت ایک ضخیم تذکرہ

اس کتاب مین میرا مقصد مسلمانون کے تمدن کو تمام دنیا کے تمدن پر فائق ثابت کرنا
ہے اسلیے اگر یہ سوال ہو کہ اس زمانہ کی مہذب قومون کا تمدن سابق مسلمانون کے
تمدن سے اچھا ہے تو میرا جواب ہوگا۔ نہین۔ اور اگر یہ سوال ہو کہ یورپ کے موجودہ
تمدن کے لحاظ سے کثرت ازدواج کا جرم قرار پانا کیسا ہے تو مین کہونگا بہت مناسب ہے
اور اگر یہ پوچھا جائے کہ جن ممالک مین اسلام کے تمام قوانین پر عمل ہو وہان کثرت ازدواج
مناسب ہے؟ تو مین کہونگا۔ یقیناً مناسب ہے۔

لوگ کہتے ہین کہ کثرت ازدواج اور دستور طلاق سے تمدنی حالت انسان کی
خراب جاتی ہے۔ مفصلۂ بالا تقریر پڑھنے کے بعد شاید کوئی سمجھدار یہ نہ کہیگا کہ مسائل
شرعی ان امور کے متعلق تمدن انسانی کے بگاڑنے والے ہین۔ دلیل و برہان سے
جنکی پوری تشفی نہین ہوتی انکے سامنے ہنری ہشتم شاہ انگلستان کے حالات سمجھانے کو
کافی ہو سکتے ہین۔ ہنری ہشتم نے تخت پر بیٹھنے کے بعد اپنے برادر متوفی کی بی بی ملکہ کیتھرین
سے بیاہ کیا۔ یہ بیاہ زیادہ تر اُس شان و شوکت کا نتیجہ تھا جو کیتھرین کو اُسکے شوہر کے
زمانہ مین حاصل تھی۔ ایک مدت تک کیتھرین کے ساتھ رہکر بادشاہ اُس سے سیر ہو گیا اور ایک
نوجوان لڑکی اینی بولین پر فریفتہ ہوا۔ اُس زمانہ مین آج کل کی طرح زناکاری کا
رواج نہ تھا ورنہ معاملہ یہین تک رہجاتا۔ اور نہ کثرت ازدواج یا طلاق کا دستور تھا کہ
کیتھرین کے ہوتے ہوئے یا کیتھرین کو طلاق دیکر اینی کے ساتھ بادشاہ دوسرا بیاہ کر لیتا
کثرت ازدواج کا تو رواج ہی نہ تھا اور طلاق کے لیے شرطین ایسی تھین کہ بادشاہ کے
اختیار مین وہ بھی نہ تھا۔ بادشاہ نے پوپ روم سے مدد چاہی اور یہ درخواست کی
کہ پوپ بطور مذہبی پیشوا کے کیتھرین سے جدائی کرا دے۔ اور اب تک جو تعلق کیتھرین

سے تھا اُسے ناجائز قرار دے یا دوسرے لفظوں میں یہ قرار دے کہ آیا کیتھرن
بطور مدخولہ کے تھی منکوحہ نہ تھی تاکہ اینی کے ساتھ بیاہ ہونے میں کوئی امر مانع نہ ہو۔
دیکھیے گھر کا جھگڑا کہاں پہونچا۔ اور کس قدر فضیحت کے ساتھ پہونچا۔ کیتھرن نے اپنی
توہین پسند نہ کی اور اسکے خلاف کوشش کی۔ کیتھرن کا بھتیجا چارلس اسپین اور جرمنی کا
بادشاہ تھا۔ اٹلی میں بھی اُسکا بڑا اثر تھا۔ پوپ کو کیتھرن کے خلاف حکم دینے کی جرأت
نہ ہوئی اور ادھر شاہ ہنری سے اُسے یہ ڈر تھا کہ مبادا اسکا کہنا نہ مانوں تو یہ میرے مذہبی
اثر سے خود کو الگ کر کے پراٹسٹنٹ ہو جائے جیسا بھی بعد ہوا۔ عرصہ تک پوپ لیت
و لعل کرتا رہا اور بالآخر انگلستان میں ایک کمیشن تحقیقات کے لیے بھیجا اور خود وُلسے وزیر
انگلستان کو بھی اُس کمیشن میں ممبر کیا۔ کمیشن نے خلاف بادشاہ کے رپورٹ کی جس کی وجہ سے
بادشاہ بہت رنجیدہ ہوا اور خود کو پوپ کی ماتحتی سے آزاد کر کے انگلستان کا الگ آرچ بشپ
تھامس کرامر کو مقرر کیا اور وزیر کو بیوفائی کے الزام میں موقوف کر کے اُسکی تمام جائداد ضبط
کر لی اور اسکے بعد بلوہ کے الزام میں اُسے ماخوذ کر کے اُسکی طلبی کی اور وہ راستہ میں
بیمار پڑ کر مر گیا۔ اب انگلستان کی عجیب کیفیت تھی کہ جو کیتھرن کو منکوحہ کہتا قتل کیا جاتا اور
جو اُسے بادشاہ کی مدخولہ کہتا تھا اُسکے درجہ بڑھائے جاتے تھے۔ گویا تمام
انگلستان میں خوشامدیوں کا راج اور صاف گویوں کی تباہی تھی۔ اسی تباہی میں
اُسوقت تھامس مور ایک بہت بڑا محب وطن اور خدا ترس بھی آگیا تھا جب گردن
مارنے کے لیے یہ تختہ پر چڑھایا گیا تو اُسنے کہا کہ اُتر آنا میرے اختیار میں ہے
مگر میں خود کو اوپر ہی محفوظ پاتا ہوں اور جب گردن مقتل پر رکھی گئی تو اسنے ڈاڑھی نیچے
سے نکال لی اور بولا کہیں یہ نہ کٹ جائے قصور میں نے کیا ہے یہ بے قصور ہے۔

اب آگے او سنیے - بادشاہ کو اینی کا چال چلن پسند نہ آیا اور کیتھرن کے معاملہ سے
وہ گھبرا گیا تھا اسلیے اینی کو بہ نسبت طلاق دینے کی جگہ اس نے تلوار سے طلاق دی
اور فوراً تیسری بی بی جین سے تیسرا عقد کرلیا - جین اپنی موت سے مری اسکے
بعد بادشاہ نے ایک جرمنی عورت اینی آف کلیوس سے بیاہ کیا یہ عورت بھدی تھی
اور بادشاہ کو پسند نہ آئی اب قانون بنانا بادشاہ کے اختیار مین تھا - بادشاہ نے
بے کھٹکے اسے طلاق دیدی - اینی آف کلیوس بادشاہ کی پوری داستان گہر سے
سنکر بیٹھی تھی وہ چپکے سے اپنی طلاق پانا غنیمت سمجھی اور اس سمجھ کی وجہ سے بہت
بڑی پنشن بادشاہ سے پائی اور جب تک زندہ رہی امن سے رہی لیکن کرامول
وزیر جس نے ایسی بھدی عورت سے بادشاہ کو پھنسانا چاہا تھا اپنا سر بکر بادشاہ کے
عتاب سے کٹوا بیٹھا - بادشاہ نے پھر پانچویں شادی کیتھرن ہاورڈس سے کی اور اسکو
بھی قتل کیا - چھٹا عقد کیتھرن پار سے ہوا جس نے اخیر تک ساتھ دیا - بادشاہ کے
جوش اور ہوس کم ہو چکے تھے ورنہ اسکو بھی جینا نصیب نہ ہوتا - جہان طلاق کی جگہ
پر قتل ایسے ہو وہان بچاری عورتون کا کیا بس چلے مفصلہ بالا واقعات سے بخوبی
سمجھ مین آگیا کہ طبیعت کا جوش انسان کے دبائے نہین دبتا - کثرت ازدواج اور
طلاق اسی جوش کے روکنے کے لیے شرع مین موضوع ہوئی اس اگر اسے
لاپروائی کیجائیگی تو یا ہنری ہشتم کے محلون کا نقشہ ہر با اختیار گھرون مین نظر آئیگا یا
وہ صورت دکھائی دے گی جو رنیالڈ کے ناولون مین ہے - جن گھرون مین
زر ہے دولت ہے - اختیار ہے - جسمانی قوت ہے اور پھر یہ باتین نہین ہین
اور یورپ مین ایسے بھی ضرور ہین تو وہ الشاذ کالمعدوم کے حکم مین ہین -

بعض آدمی یہ کہتے ہین کہ پولی گیمی کے ساتھ پولی انڈری بھی روا رکھی جانے
تو پورا انصاف ہو۔ جہان ایک مرد کئی عورتین رکھتا ہے۔ وہان ایک عورت بھی ایک
ساتھ کئی خاوند رکھ سکے تو کیا بُرا ہے۔ اگر محض عیش و نشاط کے لیے مردون کو
کئی بیبیون کا رکھنا روا ہوتا تو بیشک عورتون کو بھی یہ اجازت ہوتی کہ وہ کئی خاوند
رکھین۔ لیکن کثرت ازدواج ہرگز عیش و نشاط کے اصول پر روا نہین رکھا گیا ہے
گو اُسکے ذریعہ سے حصول نشاط بھی ممکن ہے۔ بلکہ اسکا جواز محض اسلیے ہے کہ وہ
فطرت انسانی کے مناسب ہے۔ اور جس طرح پولی گیمی فطرت انسانی کے موافق
ہے۔ اسی طرح سے پولی انڈری فطرت انسانی کے خلاف ہے۔ جو دلیلین
پولی گیمی کے جواز کی ہین وہی دلیلین پولی انڈری کی ناجوازی کی ہین۔ اسلیے صریح
ظاہر ہے کہ ایک ساتھ دو اضداد کا جمع ہونا بودی سے بودی شریعت مین بھی جائز
نہین ہوسکتا۔ پولی انڈری بیشک کسی زمانہ مین جابجا رائج تھی لیکن بہت کم۔ اور اب
تو نہایت ہی کم ہوگئی ہے۔ لیکن کبھی کسی مہذب قوم مین اسکا رواج نہ تھا اور اگر تھا تو
قومی شعار نہ تھا شخصی حالت تھی۔ اگر مہذب قوم کے چار پانچ اشخاص کسی جسم فروش
عورت سے یا کسی عزت دار عورت سے کسی خاص حالت مین مشترک تعلق رکھین تو
یہ نہین کہا جائیگا کہ اُس قوم مین یہ دستور مروج ہے۔ ابتداے خلقت مین بہت سی
ایسی باتین تھین جو کسی اصول پر مبنی نہ تھین محض تن آسانی کی وجہ سے جائز تھین
لوگ مچھلیان پکڑ کر کچی کھا جاتے تھے۔ بجاے اناج کے درختون کی پتیان اور
بیل کھاتے تھے۔ پتون سے جسم چھپاتے تھے۔ غارون مین گھس کر سردی اور
گرمی سے اپنے جسم بچاتے تھے۔ اسی طرح اگر شروع زمانہ مین کہین یہ رواج ہو کہ

مقتضائے سہولت ایک ہی عورت پر کئی مرد قناعت کریں تو یہ مقتضائے فطرت انسانی نہ تھا بلکہ ایک قسم کی خلاف فطرت تن آسانی تھی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مردوں کے لیے کثرت ازدواج زحمت ہے۔ بیشک اُس شخص کے لیے جو ایک بی بی کا بھی بار نہیں اٹھا سکتا اُسے کئی بیبیاں کرنا ضرور زحمت ہے۔ لیکن معلوم رہے کہ ایسوں کے لیے کثرت ازدواج محکوم نہیں ہے۔ صفراوی مزاج کو میٹھا کھانا مضر ہو تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ شرع نے مٹھائی کو حلال قرار دینے میں غلطی کی ہے۔ دودھ سے اگر نزلہ پیدا ہو تو دودھ کی لطافت میں کوئی کمی نہ آئیگی بلکہ کھانے والے کی خلط فاسد پر الزام عاید ہوگا۔ کھانا کھانا باعث حیات ہے مگر اُسکے لیے نہیں جو ہیضہ میں مبتلا ہے۔ اسی طرح کثرت ازدواج اُسی کے لیے زیبا ہے جو ہر ایک بی بی کو جُدا جُدا گھر رہنے کے لیے اور وافر خرچ بسر اوقات کے لیے دے سکے اور خود میں یہ قابلیت پائے کہ اپنے منصفانہ برتاؤ سے ہر ایک کو راضی رکھ سکے گا۔ اور جنکے پلّے ٹکہ نہیں ہے اور نہ دل میں خیال حمیت ہے اُنکے لیے دو بیبیاں کا کرنا غیر مستحسن ہے۔ مثلاً جب ایک بی بی گھر میں تھی تو دو ماما ئیں کام کرتی تھیں۔ جب ایک اور آئی تو ایک ماما تخفیف میں آگئی۔ اور تیسری بی بی آئی تو دوسری ماما بھی موقوف ہو گئی۔ اب پہلی بیبیاں کوٹتی پیستی ہیں کھانا پکاتی ہیں گھر میں جھاڑو دیتی ہیں اور نئی بیاہی دلھن پلنگ پر چڑھی بیٹھی ہے۔ ایسے بے حمیت خاوند کے لیے کثرت ازدواج ضرور باعث زحمت ہوگا اور ایسوں کے لیے تو کثرت ازدواج موضوع بھی نہیں ہے۔ انہیں کی شان میں سورہ نساء رکوع اول میں ہے "اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ کئی بیبیوں میں برابری کا برتاؤ نہ کر سکوگے

*تو ایک ہی بی بی کرو"

غرضکہ جو شخص کثرت ازدواج کی استطاعت رکھتا ہے ضرورت رکھتا ہے اور انصاف بھی کرسکتا ہے اُسکے لیے کثرت ازدواج ہرگز زحمت نہیں ہے بلکہ عین راحت ہے جیساکہ شروع شروع مصری مسلمان کا جواب زیر عنوان کیاگیا ہے - اور اگر فرض کرلیں کہ کثرت ازدواج مین زحمت ہے اور نفس زحمت سے انکار بھی نہین کیا جاسکتا تو یہ زحمت موجب تکلیف نہین ہے جتنا ہی تعلقات دنیوی بڑہین گے اُنکے ساتھ زحمتیں بھی ضرور بڑھین گی - جسکے پاس صرف ایک گھوڑا سواری کا ہے اُسے بہ نسبت اُس شخص کے جسکے پاس دو گھوڑے ہین ضرور کم زحمت ہے - اسی طرح بیبیون کے بڑھنے سے ضرور زحمت بڑھتی ہے - لیکن یہ زحمت اُن خبیث نتائج سے بدرجہا اچھی ہے جو زناکاری سے پیدا ہوتے ہین اور یہ پہلے کہا گیا ہے کہ کثرت ازدواج محض زناکاری سے بچنے کے لیے موضوع ہے ورنہ جو حضرات اپنی حالت کے اعتبار سے ایک بی بی پر قناعت کرسکتے ہین اُنکو دو بیبیان کرنا بیکار ہے -

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جہان کثرت ازدواج ہے وہان عورتین خوش نہین رہتین - لیکن یہ غلطی ہے - عورتین خوش رہتی ہین مردون کے اچھے سلوک سے - ایک شخص نے صرف ایک بی بی سے عقد نکاح کیا ہے - لیکن اُسے زناکاری اور قمار بازی سے اتنی فرصت نہین ملتی کہ وہ اپنی بی بی سے کبھی مل سکے - اور اُسی کے پڑوس مین ایک دوسرا شخص ہے جسکے پاس چار بیبیان ہین لیکن وہ سوا ان چار کے کسی بازاری عورت کی طرف نظر بد سے دیکھنا حرام مطلق جانتا ہے اور باری باری سے ہر بی بی کے

---

* وان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ -

گھر جو تھے روز آتا ہے اور نہایت حسن سلوک سے پیش آتا ہے۔ اسکے یہان نہ تو
شراب خواری کا چرچا ہے نہ کسی اور منشیات سے اسکو تعلق ہے۔ عوارض جسمانی سے
وہ بالکل بَری ہے اور صحت اسکی نہایت اچھی حالت مین ہے۔ اب عورت جو اپنے خاوند
کی تنہا بی بی دیکھنے کو ہے لیکن فی الواقع بیوہ کے حکم مین ہے کہین زیادہ خراب زندگی
بہ نسبت اُس عورت سے بسر کرتی ہے جسکے خاوند کی چار بیبیان ہین۔ کبھی کبھی ایسا بھی
ہوتا ہے کہ اس بدبخت عورت کے پاس شوہر آنا چاہتا ہے اور یہ چاہتی ہے کہ شوہر
اپنے امراض متعدی اور خبائث نفس کے ساتھ الگ ہی رہے تو اچھا۔ میرے کہنے
کا یہ مطلب نہین ہے کہ عورتین اپنی سوتنون کو ناپسند نہین کرتین وہ ضرور ناپسند کرتی ہین
لیکن اگر کوئی عورت ایسے شخص کے ساتھ اتفاق سے بیاہی گئی جو اپنی فطرت مین
ایک عورت پر قناعت کرنے والا نہین ہے تو اُس عورت کے خوش رہنے کی صرف یہ
صورت ہے کہ وہ اپنے مرد کے ناجائز تعلقات چھوڑوانے کے لیے جائز طور پر کسی عورت
سے اُسکا عقد کروا دے اور اس طرح غیر متناہی مصائب کا سد باب کرے۔

بعض اکابر اسلام کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ اُنکے پاس بہت سی بیبیان تھین۔ اور
بہت سی بیبیون کو اُنھون نے طلاق دی۔ شاید کسی مسلمان کا یہ فرض نہوگا کہ وہ تمام اکابر
دین کی عصمت ثابت کرے ہمکو بہ حیثیت مسلمان کے صرف یہ لازم ہے کہ جب تک ہم اسلام
پر قایم رہین اُسکی خوبیان سمجھتے رہین اور جو کوئی سمجھنا چاہے تو سمجھا دین اور اعتراض کرے
تو اُسکی تشفی کر دین۔ لیکن اصول اسلام کی مزید توضیح کے لیے اس موقع پر یہ کہنا کچھ بیجا نہوگا
کہ اکابر اسلام فرشتہ نہ تھے انسان تھے۔ انسان کتنی ہی خوبیان رکھتا ہو پھر بھی وہ انسان
ہے اور انسان کی تمام خصلتین رکھتا ہے اس سے بھی انکار نہین ہو سکتا کہ مختلف

آدمیون مین قوتون کی کمی بیشی مختلف درجہ مین مخلوق ہوتی ہے کسی کا بینائی زیادہ ہے اور کسی کا علم بڑھا ہوا ہے۔ کوئی زیادہ کھاتا ہے اور کوئی کم کھاتا ہے۔ ایک شخص ایک کوس بھی پاپیادہ نہین چل سکتا اور ایک ہے کہ منزلون تیلا جاتا ہے اور نہین تھکتا۔ ایک شخص سردی اور گرمی ذرا بھی نہین برداشت کرسکتا اور اسی کے بھائی جیٹھ مین پاکوہ مین پہاڑ سے پتھر ڈھولاتے ہین اور ماگھ پوس مین پہاڑون کی چوٹیون سے لکڑیان کاٹ لاتے ہین۔ کوئی ایک سیر بوجھ نہین اٹھا سکتا اور کوئی منون بوجھ پیٹھ پر لاد کر ٹٹو کی طرح پہاڑون پر چڑھتا چلا جاتا ہے۔ ایک کو آواز خوش سب سے زیادہ مرغوب ہے۔ دوسرا آب خنک کا شیدا ہے۔ کسی کو گھوڑے کا شوق ہے کسی کو کشتی لڑنے کی لت ہے۔ عورتون کی باتون سے کسی کا جی اچاٹ ہے اور کوئی چاہتا ہے کہ عورتون کے سوا کوئی اسکے پاس نہ آئے۔ غرضکہ مختلف طبیعتین ہین اور مختلف مذاق ہین یہ فیصلہ کرنا کہ کونسا مذاق اچھا ہے نہایت مشکل ہے ہر شخص اپنے ہم مذاق اور اپنے ہی جیسا کا طرفدار ہوگا۔ اسلام کا یہ کام ہرگز نہین ہے کہ وہ کسی کا مذاق بدل دے یا جذبات انسانی کو مٹا دے اسکا کام صرف یہ ہے کہ انسانی جذبات مین جہان تک ممکن ہو تہذیب اور اعتدال پیدا کرے۔ اگر کوئی بیار عورتون سے دور رہے تو کوئی صفت نہین ہے صفت اس تندرست کی ہے جسکو عورتون کی طرف فطرتاً میلان کشش ہے لیکن وہ اس کشش کو خلاف تہذیب اور حد اعتدال سے باہر نہین رکھتا۔ جن اکابر اسلام پر کثرت ازدواج کا الزام لگایا جاتا ہے وہ ہندستان کے رہنے والے نہ تھے بلکہ عرب کے رہنے والے تھے انکے لیے کثرت ازدواج کوئی الزام نہین ہوسکتا۔ اگر ان بزرگون کی نسبت کوئی یہ دکھا دے کہ لڑکپن سے مرنے تک

انھوں نے کبھی کسی غیر عورت کو نظر بد سے دیکھا کبھی اپنی عورتوں میں انھوں سے
خلاف عدل کیا یا کسی طرح پر انکو ناخوش رکھا تو ضرور انکی زندگی میں فرق آتا ہے
لیکن کوئی ایسا نہیں کہتا اور نہ ایسا کہہ سکتا ہے۔ رہا کثرت ازدواج یہ کوئی عیب نہیں
ہے۔ حضرت داؤد پیغمبر اور حضرت سلیمان پیغمبر اور انکے قبل حضرت ابراہیم پیغمبر کے متعدد بیبیاں
تھیں۔ ہندوستان میں سری کرشن جی کی گوپیاں مشہور ہیں۔ راجہ دسرتھ ایسے برگزیدہ
راجہ کی کئی بیبیاں تھیں۔ میرے نزدیک تو جو شخص صحیح و سالم ہو اور دولت و ثروت رکھتا
ہو اسکے لیے کئی بیبیوں کا ہونا ثبوت اسکا ہے کہ وہ عیب کرنا ناجائز تعلقات کو ناپسند
نہیں کرتا تھا۔ حضرت امام حسن کی نسبت بھی کہا جاتا ہے کہ انھوں نے بہت سے بیاہ
کیے۔ مجھکو حضرت امام حسن کی ذاتیات سے تو چنداں بحث نہیں ہے۔ مجھکو فقط اسلام
کے مسائل کی خوبیاں بیان کرنا ہے اور اسلیے حضرت امام حسن کی ذات کو ہم نہایت
اچھا نمونہ اسلام کی خوبیاں دکھانے کے لیے قایم کر سکتے ہیں۔ حضرت امام حسن
شاہ عرب کے نواسے تھے۔ خلفاے ثلاثہ کے وقت میں وہ سب نہایت دربار خلفا
میں پیارے اور محترم سمجھے جاتے تھے۔ حضرت علیؓ کے زمانہ میں شہنشاہ عرب کے
ولیعہد نہیں تو خلف اکبر تو تھے۔ اور انھیں چھ مہینہ کے لیے تمام ممالک شرقی کے
دکوفہ سے سرحد ماورا النہر تک شہنشاہ تھے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ انہیں عورتوں
سے مواصلت رشتہ کی خواہش بہت زیادہ تھی۔ جہالت عرب کا زمانہ ابھی انکے دل سے
گیا نہ تھا۔ اب ناظرین یوں غور کریں کہ اگر اسلام نہ پھیلتا تو معلوم نہیں حضرت امام حسن
اپنی اس خاص قوت کی وجہ سے جو فطرت نے انہیں ودیعت کی تھی اس بارہ میں
کہاں تک آزاد ہو جاتے۔ لیکن یہ خاص اسلام کی برکت ہے کہ حضرت امام حسن

ایسے شخص نے مسائل اسلام کے لحاظ سے اپنی قوت شہوانی کو اس درجہ مہذب اور معتدل رکھا کہ تمام عمر کوئی فعل اُنسے ایسا سرزد نہین ہوا جو بدتہذیبی کا کیا ذکر اعلیٰ درجہ سے بھی گرا ہو- طلاق اُنھون نے بہت سی عورتون کو دی لیکن کسی سے بیوفائی نہین کی- طلاق کے وقت بڑی بڑی رقمین علاوہ مہر کے وہ محض مطلقات کو اُنکی دلجوئی کے لیے دیتے تھے- جو لڑکے اُنکے تھے اُنکی پرورش پرداخت مین بیحد اخلاق اور محبت صرف کرتے تھے- جو عورتین اُنکے نکاح مین آتی تھین وہ سمجھ کے آتی تھین کہ نکاح کو زیادہ پائیداری نہوگی سب لوگ جانتے تھے- خود حضرت علیؓ لوگون سے کہا کرتے کہ بڑے صاحبزادے سے طلاق دینے مین بیباک ہین لوگ سمجھ بوجھکر اپنی لڑکیان دین- یقین وہان کا طرز تمدن ایسا تھا کہ لوگ اسکو معیوب نہین سمجھتے تھے اور امام حسن مین دوسری خوبیان اتنی زیادہ تھین کہ چندروزہ تعلق بھی لڑکیان اور لڑکیون کے اولیا غنیمت سمجھتے تھے-

آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی کئی ازواج مطہرات تھین- آنحضرتؐ مین تمام قوتین کمل اور معتدل حالت مین مخلوق تھین اُنکی کثرت ازدواج کے اسباب بالکل ہی نہین ہین جو اوپر بیان کیے گئے دوسرے مصالح اور دوسری ضرورتین بھی باعث تھین یہ ایک جدا بحث ہے فصل تینتالیسؔ کتاب ہذا مین پورے طور پر اسکا ذکر کیا گیا ہے-

فصل چہل و دوم

عقد بیوگان

عرب مین عقد بیوگان زمانہ جہالت مین بھی جائز تھا اسلام نے اُسے پسند کیا اور قائم

رکھا۔ اس زمانہ مین ہند کے مسلمان اسے معیوب سمجھتے ہین عقد بیوگان کا مسئلہ اتنا صاف ہے کہ اسکی خوبیان بیان کرنا کار بے سود ہے اور اسیلیے اس فصل مین صرف وہ باتین درج کی جاتی ہین جو اس بُرے رسم کے اُٹھا دینے مین مدد دین۔ بیوہ لڑکی کے عقد ثانی نہ کرنے کی بازپرس خدا کے یہان ہوگی" شاید یہ مسئلہ ایسا عام نہین ہے کہ تمام مسلمان اس سے واقف ہون۔ اسیلیے اس موقع پر کچھ بیان کرنا ضروری ہے۔ قرآن شریف کی سورت نور کے چوتھے رکوع مین حکم[1] ہے "تم اپنی بیواؤن کو بیاہ دو" اب اس سے زیادہ اور صاف حکم کیا ہو جبکہ نص قطعی موجود ہے۔ اور اسلام نام ہے نص قطعی پر یقین کرنے اور اُسکو پُر از حکمت اور مناسب حال سمجھنے کا۔ "تم" سے یہان بیواؤن کے اولیا مراد ہین یعنی باپ - بھائی - چچا - ماں - دادی وغیرہ اولیا تھے۔ اس ہندوستان کے رواج کے مطابق سسر - ساس - دیور بھی ولی بن جاتے ہین۔ بہرحال بیوہ جسکے اختیار مین ہو اُسپر واجب ہے کہ وہ بیوہ کے عقد ثانی کی فکر کرے۔

جامع ترمذی باب الصلوۃ مین حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ فرمایا[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اے علی! تین باتون مین دیر نہ کرو۔ نماز پڑھنے مین جب وقت آجائے۔ میت کے دفن کرنے مین جب جنازہ طیار رہو۔ بیوہ کے بیاہنے مین جب کوئی مناسب شخص مل جائے" دیکھیے نماز پڑھنے مردہ دفن کرنے کے برابر بیوہ کا عقد کرنا محکوم ہوا ہے۔ لیکن لوگ سمجھتے ہی نہین کہ عقد بیوگان کوئی شرعی کام ہے۔

[1] وانکحوا الایامیٰ منکم۔
[2] یا علی ثلث لا تؤخرہا الصلوۃ اذا آنت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لہا کفوا۔

ایامیٰ جمع ہے ایم اور ایایم سے ہوا ایامیٰ اسکا ترجمہ لوگون نے رانڈ اور
بیوہ کیا ہے۔ لیکن لغت مین ہر مرد و زن کو جو بیاہنے کے قابل ہون ایم کہتے ہین
عام اس سے کہ وہ بیاہی نہ گئی ہون یا بیاہنے کے بعد موت یا طلاق نے زوج سے
افتراق کرادیا ہو۔ لیکن یہان ایامیٰ سے مراد نہین ہوسکتے۔ کیونکہ بیاہ کرنے پر مردون کو
نان و نفقہ دینا لازم ہوتا ہے اور اسلیے بعض انکا جوان ہوجانا انپر نکاح کرنا واجب نہین
کرتا۔ کوئی یہ کہے کہ لغوی معنے کے اعتبار سے بیوہ کی شادی کی تاکید قرآن مین نہین
ہے بلکہ تمام جوان عورتون کی طرف اشارہ ہے۔ تو ہم یہ کہین گے کہ اولیا کو خدا عام
طور پر حکم دیتا ہے "تمھارے قبضہ مین جو جوان عورت بے خاوند کی ہو اُسکو بیاہ
دو"۔ اب یہ کہنا کہ بکر کو تو ہم بیاہین گے اور بیوہ کو نہ بیاہین گے گویا خدا کے نصف
حکم کو ماننا اور نصف حکم کی توہین کرنا ہے۔

اب ہم صاف طور پر بھی دکھا دیتے ہین کہ بیوہ کی خصوصیت کے ساتھ خدا کیا حکم
دیتا ہے۔ سورۂ بقر رکوع ۳۰[۱] مین ہے۔ "تم مین سے جو لوگ مر جائین اور چھوڑ جائین
اپنی بیبیون کو تو وہ (بیبیان) اپنے کو چار مہینے دس دن تک روکے رہین"۔ خدا تو
کہتا ہے کہ چار مہینے دس دن تک رکی رہین اور اولیا احکام قرآنی مین یہ ترمیم پیش
کرتے ہین کہ چار مہینے دس دن نہین عمر بھر رکی رہین۔ خدا سورۂ بقر کے تیسوین رکوع
مین فرماتا ہے کہ "جب تم عورتون کو طلاق دیدو اور وہ اپنی عدۃ پوری کر چکین تو پھر اُنکو
اس بات سے نہ روکو کہ جسکو وہ خاوند بنانا چاہین بنالین"[۲]۔ کبھی عرب کے جہلا

---

[۱] والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر و عشرا
[۲] اذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن اذا تراضوا بینھم بالمعروف ۔

عورتون کو طلاق دیکر انکو دق کرتے تھے۔ یعنی خود چھوڑ دیتے تھے اور دوسرے مردون سے نکاح بھی نہین کرنے دیتے تھے۔ عورتون کی حق تلفی کے اس ناپاک طریقے کو خدا نے ناپسند کیکے عورتون کی آزادی کا یہ حکم دیا۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کتاب النکاح مین حضرت انس سے روایت ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مین عورتون سے عقد کرتا ہون جو میرے طریقہ سے منہ پھیرے وہ مجھ سے نہین ہے یعنی جو نکاح کو برا جانے وہ اُمت محمدی ہونے کا دعوی نہین کر سکتا۔ رہا یہ امر کہ پیغمبر خدا نے کن عورتون سے عقد کیے تھے۔ مین ابھی عرض کرتا ہون کہ آپ کی ازواج مطہرات مین سوا ایک حضرت عائشہ کے اور سب بیوائین تھین۔ اور ہم لوگ ہین کہ عقد بیوگان کو برا سمجھتے ہین۔ پیغمبر خدا کی پیروی چھوڑکر ہندوون کے پیرو بنتے ہین۔ یہ ظاہر ہے کہ کنواری لڑکیان اور رسم سے ناواقف ہوتی ہین انکے بیٹھے بٹھائے اتنے جھگڑے نہین ہوتے جتنے کہ بیوہ کو دوسرا بیاہ نہ کرنے مین پیدا ہوسکتے ہین۔ زیادہ تصریح کی ضرورت نہین ہے اتنا اشارہ سمجھنے کو کافی ہے۔

ایک حدیث پیغمبر خدا فرماتے ہین کہ نماز کا وقت آئے تو دیر نہ کرو۔ اور اسی طرح بیوہ کا کفو ملجائے تو پھر تامل نہ کرو۔ اور دوسری طرف ہندوستان کے مسلمان ہین کہ آمین بالجہر اور رفع یدین پر لڑنے کو طیار ہین۔ نماز کی صف مین کسی کا پاؤن ذرا آگے ہوگیا تو پھر آنکھین نکال کر اسپر دوڑ پڑین گے۔ چھوٹی چھوٹی باتون مین اس طرح اہتمام اور بڑی بڑی باتون مین اتنی بےپروائی۔ کہ اگر کوئی کہے کہ تمھارے گھر مین ایک رانڈ بیٹھی ہے اُسکا نکاح کردو پیغمبر خدا کی سنت ہے۔ قرآن مین واجب قرار پایا ہے۔ تو

سلہ الزوج النبہ ... فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔

اپنے کو تیار ہو جائیں گے۔

بھائیو! اسلام اگر یہی من مانی بات ہے تو اسلام کاہے کو ہے کھیل ہے جو باتیں خود کی پسند آئیں انکو اختیار کیا۔ اور جو ناپسند ہوئیں چھوڑ دیں۔

عقد بیوگان کی نسبت آیہ اور حدیث کا بیان تو ہو چکا ہے۔ الفاظ صاف ہیں اور مفہوم بھی واضح ہے۔ اب یہ جاننا چاہیے کہ فقہا نے اسکو واجب۔ فرض۔ سنت کیا سمجھا ہے۔ تنبیہ فتاوی عالمگیری کتاب النکاح میں اسکی بابت لکھا ہے[1] "حالت اعتدال میں نکاح سنت موکدہ ہے اور حالت جوش میں واجب ہے" سنت موکدہ کا درجہ بھی واجب کے قریب ہی ہوتا ہے۔ لیکن یہ معلوم رہے کہ حالت اعتدال بہت کم ہوتی ہے۔ عمر کی زیادتی یا لحوق امراض نہ ہو تو صحیح الجسم اور کم سن عورتیں ہمیشہ حالت توقان میں سمجھی جائیں گی۔ ہر ایک اپنے اوپر قیاس کر کے اسکا مطلب سمجھ لے درمختار میں[2] ہے "جو شخص طبیعت میں نکاح واجب ہے۔ اور اگر بغیر نکاح کے زنا کا تیقن ہو تو فرض عین ہے"۔

فرض کا ترک کرنے والا۔ ترک فرض کی ترغیب دینے والا۔ یا صراحتاً یا ضمناً معیوب کہنے والا۔ فاسق اور گنہگار ہے۔ لیکن فرض کو فرض نہ جاننے والا۔ احکام الٰہی کو خلاف مصلحت یا باعث توہین سمجھنے والا۔ خدا کے حکیم ہونے میں شک رکھتا ہے۔ نبی کے فعل کو برا جاننے والا کس منہ سے نبی کو رسول اللہ یعنی خدا کا پیغام پہونچانے والا کہہ سکتا ہے پیغمبر خدا کے وقت میں جو منافق تھے انکے باطن بجاے ایک ہونے کے دو سر تھے۔ د

---

[1] انه فی حالة الاعتدال سنة موکدة وفی حالة التوقان واجب۔

[2] ویکون واجبا عند التوقان فان تیقن الزنا فرض۔

آنکھون کی جگہ پردہ چار آنکھین نہین رکھتے تھے وہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شامل ہوتے تھے - زبان سے وہ بھی توحید و رسالت کے قایل تھے - لیکن آیات قرآنی کی عظمت اُنکے دلون مین نہ تھی - اور نہ فعل رسول کو وہ اچھا سمجھتے تھے - اسی لیے منافق کہے جاتے تھے احکام شرع کو ذلیل اور خلاف مصلحت سمجھنے والا خود اپنے دل مین فیصلہ کرے کہ وہ پیغمبر خدا کے وقت مین ہوتا تو منافق سمجھا جاتا یا مومن -

قرآن شریف عملیات کا کوئی مجموعہ نہین ہے اور نہ وہ سحر اور جادو کی کوئی کتاب ہے - اسمین تمثیلات حکایات یا صریحی احکام کے ذریعہ سے بتایا گیا ہے کہ انسان کو دنیا مین کیونکر بسر کرنا چاہیے - قرآن کا ماننا یہ نہین ہے کہ دس پانچ رومالون مین وہ لپیٹ کر رکھا جائے یا بیماری مین اُسکے اوراق تعویذ کی جگہ پر مستعمل ہون قرآن کی سچی تعلیم یہ ہے کہ اُسکے احکام پر عمل کیا جائے - اُسکے بعد یہ آداب کی باتین ہین کہ وہ احتیاط سے رکھا جائے - بے وضو اُسے کوئی نہ چھوے - پشت اسکی طرف نہ ہو - اونچی جگہ پر وہ عظمت کے ساتھ رکھا جائے - افسوس کہ یہ باتین رہ گئین اور اصل امر یعنے قرآن کا سمجھنا اور اُسکو دستور العمل بنانا جاتا رہا -

بھائیو! نہایت نازک وقت اسلام پر ہے - اسلام کی باتین خود مسلمانون کو پسند نہین ہین مسلمانی نام کو رہگئی ہے - جن باتون پر مسلمانان سابق کو ناز تھا وہی باتین اس زمانہ مین باعث ہتک سمجھی جاتی ہین - ایک عقدہ ہوگان ہی نہین ہے بلکہ رسم و رواج نے بہت کچھ احکام قرآنی مین ترمیم کر رکھی ہے - لیکن جو کچھ امید ہے وہ صرف یہ ہے کہ قرآن اپنی حالت پر ہے - لوگ اسکے مفہوم کی نہین تو الفاظ کی عزت ضرور کرتے ہین - پہلے مجھے قرآن کو طوطے کی طرح پڑھنے پر ہمیشہ اعتراض رہا - اسکیم

لوگون سے میری راے بدل گئی ہے - مین سمجھتا ہون کہ اس طرح قرآن اپنی اصلی حالت پر تو رہے گا - لوگون کے دلون مین اسکی عظمت تو باقی رہے گی - رہا مفہوم سمجھنا اور اُسپر عمل کرنا وہ کب تک نظر انداز رہے گا - قوم کی حالت ضرور بدلے گی اور آیات قرآنی پر عمل کرنے سے جسکے بغیر اسلام مین روز بروز تنزل ہے پھر ترقی ہوگی - مین اسلام کی قوت یا ضعف یا ترقی یا تنزل کی نسبت ایک بالکل جُدا راے رکھتا ہون - علوم جدید - نئی روشنی اور صنعت و حرفت سے مسلمانون کی ترقی نہین ہوسکتی - مسلمانون کی ترقی کا ایک ہی ذریعہ ہے - یعنے احکام قرآنی پر عمل کرنا جب سے یہ عمل چھوٹا تنزل شروع ہوا - اقبال جاتا رہا - ادبار نے گھیر لیا - اور جب ترقی ہوگی تو اُسی حالت مین ہوگی جب قرآن مسلمانون کا دستور العمل ہوگا - اسوقت جتنی ترقی یافتہ قومین دنیا مین ہین گو وہ مسلمان نہین ہین - لیکن اکثر معاملات دُنیا مین مسلمانان عہد سے زیادہ تر اُنکا عمل قرآن کے موافق ہے اور یہی وجہ اُنکے عروج کی ہے -

اس موقع پر رسول اللہ اور صحابہ کرام ؓ کے زمانہ مین جو عقد بیوگان ہوئے اُنکا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے - پیغمبر خدا نے ملکی حالت - قومی حالت اور ترویج دین محمدی وغیرہ وغیرہ بہت سے دینی اور دنیاوی مصالح کے اعتبار سے جنکے بیان سے تمام سیر کی کتابین بھری ہوئی ہین بہت سے نکاح کیے تھے جنمین بجز ایک حضرت عائشہ ؓ کے اور تمام عورتین بیوائین یا مطلقہ تھین - ازواج مطہرات کے تفصیل حالات کے لیے فصل تیئیسوین کتاب ہذا پڑھنا چاہیے -

آنحضرت کی لڑکیون مین سے حضرت رقیہ پہلے عتبہ ابن ابی لہب کو بیاہی گئین تھین پھر حضرت عثمان ؓ ابن عفان کو - اور حضرت ام کلثوم پہلے عتبہ ابن ابی لہب کو اسکے

بعد حضرت رقیہ کے مرجانے پر حضرت عثمانؓ غنی کو۔

پیغمبر خدا کی نواسی حضرت اُمامہ بنت حضرت زینب حضرت فاطمہ کے مرنے پر اُنکی وصیت کے مطابق پہلے حضرت علیؓ کو بیاہی گئین اور جب حضرت علیؓ شہید ہوئے تو حضرت علیؓ کی ہدایت کے موافق حضرت مغیرہ ابن نوفل سے بیاہی گئین۔

حضرت فاطمہ کی بیٹی حضرت ام کلثوم کے چار عقد ہوئے تھے۔ پہلا امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دوسرا عون ابن جعفر طیارؓ برادر حضرت علیؓ سے۔ تیسرا عون کے مرنے پر اُنکے بھائی محمد سے۔ پھر چوتھا بیاہ اُنکے مرنے پر اُنکے تیسرے بھائی عبداللہ ابن جعفر سے۔

یہان یہ بھی قابل تذکرہ ہے کہ حضرت عون آٹھ حقیقی بھائی حضرت جعفر طیار کے بیٹے اسما کے بطن سے تھے۔ اسما نے جعفر طیار کی شہادت کے بعد اُنھیں بیٹون کی موجودگی مین اپنا دوسرا عقد حضرت ابوبکر سے کیا جس سے محمد ابن ابی بکر پیدا ہوئے۔ اسکے بعد حضرت ابوبکرؓ کے مرنے پر تیسرا عقد حضرت علیؓ سے کیا جنسے یحییٰ پیدا ہوئے۔ دیکھیے عربون کا طریقہ کیسا سچا اور صاف تھا یہین سے یہ بھی سمجھ مین آسکتا ہے کہ وہ لوگ زنا کو کتنا معیوب جانتے تھے۔ اور اپنی آزادی کی کتنی قدر کرتے تھے۔

۔ حضرت امام حسین کی صاحبزادی سکینہ کے چار نکاح ہوئے۔ پہلا مصعب بن زبیر سے۔ دوسرا عبداللہ ابن عثمان بن حکیم سے۔ تیسرا اصبغ بن عبدالعزیز بن مروان سے چوتھا زید بن عمر بن عثمان غنی سے۔

آنحضرتؐ کی پھوپھی زاد بہنون اور بیوبیون کے بھی متعدد نکاح ہوئے تھے۔ آپ کی پردادی یعنے عبدالمطلب کی مان سلمہ کے بھی دو نکاح ہوئے تھے پہلا احیحہ

بن حجاج سے اور دوسرا ہاشم سے جنکی اولاد ہاشمی کہلاتی ہے - اگر عقد بیوگان روا نہ ہوتا تو فخر روزگار ہاشمیون کا وجود دنیا مین نہ ہوتا -

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو بات رسولؐ اور صحابہؓ رسول کے زمانہ مین باعث فخر تھی اور ہندوستان کے باہر تمام بلاد اسلام مین جائز ہے وہ ہندوستان مین کیون مکروہ باعث ذلت اور عملاً گویا داخل معصیت سمجھی جاتی ہے؟ سواے جہالت کے اور کوئی وجہ نہین ہے - مشہور ہے کہ ہندؤن کی صحبت سے مسلمانون مین بھی عقد بیوگان کی ناجوازی رایج ہوئی - ایک حد تک یہ کہنا صحیح ہے - لیکن اسکے ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ عقد بیوگان کی ناجوازی ہی مسلمانون نے ہندؤن سے نہین لی بلکہ اپنی بہت سی عمدہ باتین وہ کھو بیٹھے اور ہندؤن کی بہت سی بُری باتین اختیار کرلین - بہت سی رسمین مسلمانون مین ایسی رائج ہوگئی ہین جو شرک فی اللہ اور شرک فی النبوۃ کی حد تک پہونچی ہین ہمت - مستعدی - حمیت - مردانگی - راستبازی - ایفاے وعدہ ہم کن کن باتون کے لیے روئین - زمین ہند مین ہمارے تمام اوصاف باپ دادا کے ساتھ دفن ہوگئے - نکبت اور ذلت کے دن دیکھنے کے لیے ہم لوگ رہ گئے ہین - اقبال نے منھ پھیر لیا - ادبار نے آگھیرا - دنیا ومافیہا سے غافل کسی طرح زندگی کے دن پورے کرتے ہین - نزر ایمان کی کمی اپنے عیوب ظاہر ہونے نہین دیتی -

مردون نے صرف عقد ثانی سے روک کر عورتون کے حقوق تلف نہین کیے بلکہ دنیا کے تمام امور مین وہ عورتون کو عام اس سے کہ وہ مائین ہون بہنین ہون - بیبیان ہون یا لڑکیان ہون بہایم اور لونڈیون کی طرح سمجھتے ہین - اُنکے حقوق اور انکی آزادیون کے غصب یا تلف کرنے مین کچھ بھی پس وپیش نہین کرتے - اور یہ نہین سمجھتے کہ اسلام کو

دنیاوی معاملات مین بہت بڑا نازاس امر پر ہے کہ اُسنے عورتون کے حقوق کی حفاظت بہت کچھ کی ہے - کوئی قوم ترقی نہین کرسکتی جب تک عورتون کے حقوق کی پوری نگہداشت نہو اور اُنکی غلامی رفع نکی جائے - مری ہوئی طبیعتین رکھکر اور ذلیل حالت مین رہکر عورتین جو اولاد جنین گی وہ غلامی کا سبق اپنی ماں سے ایکر نشو نما پاینگی ایسی اولاد کیا خاک ترقی کرے گی - عورتون کی جائز اور شرعی آزادی مین خلل ڈالنا گویا آیندہ نسل کی مٹی خراب کرنا ہے -

ہندؤن مین بدھوا بیواہ کی ممانعت زمانہ حال کی رسم ہے جب ہندؤن کی ترقی کا زمانہ تھا تو اس قسم کا خیال بھی نہین تھا - کلکتہ اور بنارس کے پنڈتون نے ادھر توجہ کی ہے - دہلی - لاہور اور بمبئی وغیرہ شہرون مین ادھر خیالات رجوع ہو گئے ہین اور یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ ہنود کی مقدس کتابون مین کہین بھی عقد بیوگان کی ممانعت نہین ہے - بلکہ بعض رشیون کے قول سے اسکی ہدایت پائی جاتی ہے - صاف طور پر محکوم ہے کہ شوہر کے طلاق دینے - مفقود الخبر ہو جانے یا مرجانے - یا مرد کی نا قابلیت کی وجہ سے عورت بے خاوند کی ہو جاوے تو اُسکو دوسرا بیواہ کرنے دون کے لیکر نا چاہیے - جب ہندون کی جہالت اور خود غرضی کا زمانہ آیا علم اور آزادی کا شوق جاتا رہا تو عقد بیوگان بھی مسدود ہو گیا - لوگ کہنے لگے کہ پہلے زمانہ مین جائز تھا اور اب جائز نہین ہے - گویا پہلے فطرت انسانی کچھ اور تھی اور اب کچھ اور ہو گئی ہے - اسی طرح جب مسلمانون کے برے دن آئے تو بہت سی بری عادتون اور دستورون کے ساتھ عقد بیوگان بھی ایک عیب ٹھہرا - مشہور تو یون ہے کہ جب ہند کی عورتون سے خلا ملا ہوا - اور وہ مسلمان ہوکر مسلمانون کے گھر آئین تو عقد بیوگان

کی ممانعت کی بعض قطعی حجتین سلسلہ وار ہین - ممکن ہے کہ اور بد رسمین اسی طرح پہیلی ہون
مگر عقد بیوگان کو ناروا سمجھنے مین تو مین زیادہ تر مردون ہی کو الزام دونگا - مین دیکھتا
ہون کہ لڑکیون کے پیدا ہونے سے لوگ بیوجہ ملول ہو جاتے ہین - انکا بڑہنا
سہاگن رہنا - صاحب اولاد ہونا اُس خیال کے بالکل منافی ہے جو شرع [illegible]
لڑکیون کو وبال جان سمجھتا تھا - ملکی رسم کے خیال سے لڑکیان پہلی دفعہ بیاہ دی
گئین - یہی بڑی بات ہوئی - بار بار انکے بیاہنے کا بار اُٹھانا بھلا کب گوارا ہو سکتا ہے
ہندوستان مین عورتون کی حق تلفی کو عار نہین سمجھتے - بھائی بہن کے حصے غصب
کرنے کو تیار رہتے ہین - بعض باپ ایسے نیک بخت ہین جو چاہتے ہین کہ اُنکے مرنے پر
اُنکی جائداد قرآن کے حکم کے خلاف لڑکیون کی حق تلفی کے ساتھ تقسیم کی جائے
شرم! شرم!!! - جہان یتیمین ایسی ڈانوان ڈول ہین وہان عورتون کا صاحب
خاوند و ذی اولاد ہونا گویا اُنکے دعوون کا اور مضبوط ہونا بھلا کب پسند کیا جائیگا
مین تو سمجھتا ہون کہ بڑے بڑے متمول خاندانون مین عورتون کے بیوہ ہونے پر لوگ
خوش ہوتے ہونگے کہ اچھا ہوا لڑکی بیوہ ہو گئی - خاندان کی جائداد باہر نہین گئی -
اعوذ باللہ من شرور انفسنا - بھائیو! خدا سے ڈرو - احکام خدا کی محبت دل مین پیدا کرو -
منہ سے مسلمان اور دل مین احکام شرعی سے نفرت اس منافقانہ طریقہ کو چھوڑ دو -
اور ملکون مین مردون کو زیادہ تر تلاش نکاح کی ہوتی ہے - اور یہان عورتون کے
اولیا سے جو کوئی نکاح کی بات چیت کرتا ہے تو گویا اُنپر بہت بڑا احسان کرتا ہے کنواری
لڑکیون کے بیاہنے مین تو یہ دقت ہے - بیوہ عورتون کا بیاہ کوئی کرنا بھی چاہے تو
مناسب حال شوہر کا ملنا مشکل ہے - تاہم واعظین لڑکیون کے اولیا پر الزام رکھتے ہین

گو وہ کسی طرح الزام سے بچ نہین سکتے۔ لیکن مین اُنپر بھی یہ الزام رکھتا ہون جنکو خواہش عقد ہوتی ہے اور اپنی طلب کا دائرہ کنواری لڑکیون پر محدود رکھتے ہین عمر کتنی ہی زیادہ ہو۔ چوتھے پانچوین عقد کی نوبت آئی ہو جب بھی تلاش کنواری لڑکیون کی ہوگی۔ حالانکہ یہ بالکل غلط خیال ہے۔ ایران مین لوگ بیوہ عورتون کو ترجیح دیتے ہین اور سمجھتے ہین کہ وہ راہ و رسم دنیا اور طریقہ خانہ داری سے واقف ہونگی سردست تو تمام خیالات کا بدلنا آسان نہین ہے۔ لیکن جب کوئی رنڈوا عقد ثانی کی فکر مین ہو تو کنبہ۔ محلہ۔ شہر کے با اثر لوگ ہم سن رانڈ عورتین اسکے لیے تجویز کرین تو آسانی سے سُنت محمدی زندہ ہو سکتی ہے۔

حضرت عمرؓ کا قول احیاء العلوم مین نقل کیا گیا ہے کہ "دو ہی باتین نکاح سے منع کرتی ہین۔ مجبوری یا بدچلنی"[1] لیکن کوئی آدمی دولت اور صحت جسمانی رکھکر نکاح سے گریز کرے تو اُسکو بدچلن سمجھنا چاہیے۔ جوان عورتین صحت جسمانی کی حالت مین نکاح نہ کرینگی تو ضرور بدچلن ہو جائینگی۔ شریف خاندان والیان جو گھر کی چاردیواری مین قید رہتی ہین۔ غیر مرد کی صورت نہین دیکھ سکتین وہ اپنی خاص حالت کی وجہ سے عفت مآب رہ سکتی ہین لیکن قانون فطرت مین جو زور ہے اور انسانی طبیعت مین بمقابلہ ہوا و ہوس جو مغلوبی ودیعت کی گئی ہے وہ بھی کسی طرح نظرانداز نہین ہو سکتی۔

مشو ایمن از زن کہ زن پارساست   کہ خرسبتہ بہ گرچہ دُزد آشناست

اور جو عورتین بے طرح جبر گوارا کرکے معصوم صفت زندگی بسر کرتی ہین وہ طرح

---

[1] لا یمنع من النکاح الا عجز او فجور۔

طرح کے امراض میں مبتلا ہوکر اپنی زیست کے دن بہت جلد ختم کرتی ہیں۔

جب کنواری لڑکی کا بیاہنا شرم نہ تھا تو رانڈ کے بیاہنے میں کیا عیب ہے۔ لڑکے رنڈوے ہوجائیں تو بیاہنے میں ہرج نہیں ہے اور لڑکیاں رانڈ ہوجائیں تو انکا عقد ثانی معیوب سمجھا جاتا ہے۔ کچھ عجیب منطق ہے کہ سمجھ میں نہیں آتی کیسی شرم کی بات ہے کہ چالیس برس کی ماں اپنے شوہر کے پاس رہے اور اسکی لڑکی پندرہ برس کی بیوہ گھر میں موجود ہو۔ ایسے بے حمیت بھی بہت سے پائے جاتے ہیں کہ پندرہ بیس برس کی بیوہ لڑکیاں اُنکے گھر میں موجود ہیں اور خود پچاس ساٹھ برس کے ہوکر نیا عقد ثانی کرتے ہیں۔

صحیح بخاری کتاب الادب میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک مسافر راستہ چلا جاتا تھا اُسے پیاس معلوم ہوئی۔ قریب ایک کنواں نظر آیا۔ اُس کنوئیں میں وہ اُتر گیا اور پانی پیکر باہر نکلا۔ دیکھا کہ ایک کتا زبان نکالے نم مٹی چاٹ رہا ہے۔ وہ پھر کنوئیں میں اُتر گیا اور اپنے جوتے میں پانی بھر کر اُس جوتے کو منہ سے تھام کر اوپر نکلا اور کُتّے کو پانی پلا دیا۔ اب ان بے حمیتوں کو دیکھیے تو گھر کی جوان رانڈوں کے ساتھ اتنا سلوک بھی نہیں کرتے جتنا کہ اُس مسافر نے کتے کے ساتھ کیا تھا بیچاری بے زبان رانڈوں پر ظلم کرتے ہوئے انکو شرم نہیں آتی۔

مردی نہ بقوت ست و شمشیر زنی　　آنست کہ ظلمے کہ توانی نکنی

کیا لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ عورت اور مرد کی یکجائی انتظام عالم کے لیے ضروریات سے ہے۔ انسان اس سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ خدا نے انسانی فطرت میں ایسی

قوت رکھی ہے کہ قانون فطرت کی غرض کبھی فوت ہو ہی نہیں سکتی - اس یکجائی میں اولاد کا ہونا لازم ہے - اولاد کی پرورش اور حسن معاشرت کے لیے باپ کا جائز طور پر مقرر ہو جانا یہی نکاح کی غائت ہے -

نوع انسانی کا گھٹانا قانون فطرت کا بڑا جرم ہے ہر مذہب نے اسے تسلیم کیا ہے - تمام گورنمنٹین اسکی حمایت کرتی ہین - سنہ ۱۸۸۱ء مین جو قوم شماری ہوئی اُس سے معلوم ہوا کہ پانچ کڑور ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان ہندوستان مین تھے جنمین تقریباً ڈھائی کڑور مرد تھے - اور اسی قدر عورتین تھین - ان عورتون مین کچھ اوپر چالیس لاکھ بیوائین تھین - یعنے کل عورتون مین ایک سدس کے قریب بیوائین تھین - اگر دو ثلث جوان فرض کی جائین تو اُمت محمدی کی ترقی مین نوین حصّہ کی کمی عقد بیوگان کو ناروا سمجھنے سے ہوتی ہے -

مزا تو یہ ہے کہ جب لڑکی بیوا ہو جاتی ہے تو لوگ اُسے کمبخت سمجھتے ہین اور نہایت محبت سے کہتے ہین کہ ہاے یہ بدنصیب جلنے کے لیے بیٹھی رہگئی اور جو کہین اتفاق سے وہ لڑکی بھی مرگئی تو بہت خوش ہوتے ہین اور کہتے کہ وہ بی بی خوش نصیب تھی کہ دُنیا سے اُٹھ گئی - بہتر تو یہ اس سمجھ پر - جہان ہندوؤن مین مرد کی چتا پر عورتین زندہ جل جاتی تھین تو لوگ خوش ہوتے تھے وہان عورتین اپنی موت سے مرجائین تو بھلا کب افسوس ہو سکتا ہے - عورتین ایسی ہی حالت مین تو پیدا ہوتے ہی مار ڈالی جائین تو اور اچھا - شرم! شرم!! شرم!!!

جب قوم کی یہ کیفیت ہے کہ وہ رانڈ کا مرنا مبارک فال سمجھتے ہین تو یہ تذکرہ کرنا فضول ہے کہ باعصمت رانڈون کو کتنا بیماریان پیدا ہوتی ہین لیکن ترتیب گفتگو

کی تکمیل کے لیے انکا بیان بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

بیاہ نہ کرنا گویا قانون فطرت کے خلاف کرنا ہے۔ بیوائیں قانون قدرت پر تو غالب آنہیں سکتیں۔ خود مغلوب ہوکر۔ اختناق رحم۔ تپ دق۔ مالیخولیا۔ جنون۔ عشق۔ مرگی۔ غشی۔ وسواس وغیرہ وغیرہ بہت سے امراض میں مبتلا ہوجاتی ہیں۔ اور اطبا جب کبھی علاج کے لیے مستعد ہوئے تو حکیم صاحب فصد۔ جلاب۔ ٹھنڈائی تجویز کرتے ہیں۔ اور اصل علاج بتاتے ہوئے شرماتے ہیں۔ اور بیوائیں ان نادان طبیبوں کی تشخیص پر زبان حال سے کہتی ہیں۔

اُف اُف ستم اے طبیب نادان	رنجے کہ مراست با مرا دان
آگاہ نہ تپ درون مرا	نشتر چہ زنی رگ جنون را
چشمے بدل مشوش انداز	فارورہ ببر در آتش انداز
این شیشۂ دل کہ پر زخون است	داری نظرے ببیں کہ چون است

اور اپنے اولیا سے کہتی ہیں۔

آسودہ دلا حال دل زار چہ دانی	خونخواری عشاق جگر خوار چہ دانی
شب تا بسحر خفتہ بخلوتگہ نازی	بیداری این دیدۂ بیدار چہ دانی
اسے فاختہ پرواز کنان بر سر سرو	درد دل مرغان گرفتار چہ دانی

اختناق رحم کی وجہ سے کبھی کبھی وہ حالتیں پیدا ہوجاتی ہیں۔ کہ لوگوں کو آسیب بھوت چڑیل کا شبہ ہوتا ہے۔ اور پھر اسی دھوکے میں ہزاروں شرک اور کفر کی باتیں ہوجاتی ہیں۔ مالیخولیا میں بھی کبھی کبھی آسیب کا گمان ہوتا ہے اور ہر طرح کے افعال ناکردنی اسکی بدولت سے کیے جاتے ہیں۔ غرضکہ باعصمت بیوائیں مختلف امراض میں مبتلا

ہوکر مرجاتی ہین اور اُنکی تربت پر جلی قلم سے یہ شعر کندہ ہوتا ہے۔

بلوح تربت من یافتند از غیب تحریرے ۔ کہ این مقتول را غیر از گناہے نیست تقصیرے

لیکن سب کے پاس آنکھین نہین ہوتین کہ یہ غیبی تحریر نظر آوے۔

امام ہند مولانا شاہ عبد العزیز قدس سرہ رسالۂ عقد بیوگان مین لکھتے ہین کہ از جملہ رسوم فاسدہ مخالف شرع کہ بکفر ہندوستان اشتہار دارد و بعضے از سفہاے مسلمین کہ با ایشان اختلاط بسیار دارند آموختہ التزام نمودہ اند ممانعت زنان بیوہ ست از نکاح ثانی۔ و ہمچنین [illegible] ستن طلاق و اہانت بیوہ زن کہ نکاح ثانی کردہ باشد و ہمچنین اہانت زنان مطلقہ [illegible] ام [illegible] این ممانعت [illegible] مخالف شرع است ہمچنان مخالف رسوم جمیع مسلمین است۔ چہ جمیع اہل اسلام ملک عرب و روم و توران و ترکستان ہست و دران دیار ہرگز این امر عار نیست و درین خبر دران [illegible] زنان و طرفہ تر این است کہ چندے از سفہاے مسلمین ہندوستان کہ خود را بشرف [illegible] ملقب ساختہ اند نسبت نسب خود را بصحابہ کبار و ائمہ اطہار کہ از رؤساے عرب بودہ اند افتخار [illegible] می انگارند و پر ظاہر است کہ رسوم مذکورہ یعنی نکاح ثانی زنان بیوہ و طلاق منکوحات عند الحاجت در ایشان جاری بود پس گویا این جماعۂ بزرگان خود را کہ شرافت از ایشان یافتہ اند طعن میکنند و رسم ایشان را عار می انگارند پس لیق بحال ایشان آنست کہ خود را از زمرہ سادات و شیوخ نشمارند [illegible] بے مناسبت این سفہا کہ خود را بشرفا ملقب ساختہ اند بجا بہ پاسداری چندے کفرۂ ہندوستان آبا و اجداد خود را کہ افضل خلائق بودہ اند مطعون و ملام [illegible] میسازند زیرا کہ نکاح ثانی زنان بیوہ متوفی عنہا المطلقہ را عار و ننگ می شمارند پس فی الحقیقت آن پیشوایان دین کہ بیخ و بنیاد شرافت و نجابت بسبب ایشان مستحکم گردیدہ است سوے بےحمیتی و بے ناموسی نسبت میکنند۔ اعاذنا اللہ من شر ذلک المنافقین الغافلین ۔

ترجمہ بہت سی ایسی رسوم فاسدہ مخالف شرع ہندوستان کے کافرون مین شہرت پذیر ہین جنکو بیوقوف مسلمانون نے بھی میل جول رکھکر سیکھ لیے ہین اور خود پر لازم کرلیا ہین۔ بیوہ عورتون کو نکاح سے روکنا بھی اسی قبیل سے ہے۔ طلاق کو برا جاننا۔ اُس بیوہ عورت کی اہانت کرنا جس نے دوسرا نکاح کرلیا ہو۔ اور ایسا ہی جن عورتون کو طلاق ملی ہو اُنکی توہین کرنا۔ یہ سب امور اور یہ نکاح سے روکنا جس طرح مخالف شرع ہے اُسی طرح تمام مسلمانون کے رسوم کے بھی مخالف ہے۔ کیونکہ مجمع اہل اسلام ملک عرب و روم۔ توران۔ سیستان ہے اور ان ملکون مین اس امر سے ہرگز عار نہین ہے نہ اس زمانہ مین اور نہ اس سے پہلے۔ زیادہ طرفہ یہ ہے کہ ہندوستان کے چند بیوقوف مسلمان جو اپنے آپ کو شرفا کا لقب دیتے ہین اپنے نسب کو صحابہ کبار آئمہ اطہار سے (جو روسا سے عرب تھے) منسوب کرنے مین اپنا فخر سمجھتے ہین۔ اور ظاہر ہے کہ رسوم مذکورہ یعنے بیوہ عورتون کا نکاح کرنا اور ضرورت کے وقت نکاحی عورتون کو طلاق دینا انمین جاری تھا۔ پس گویا کہ یہ احمق اپنے بزرگون کو جنسے شرافت پائی ہے طعنہ دیتے ہین اور اُنکے رسم کو عار سمجھتے ہین۔ انکو مناسب ہے کہ اپنے کو سادات اور شیوخ کے گروہ مین نہ شمار کرین "

"وہ احمق گروہ جس نے اپنے آپ کو شرفا کا لقب دیا کیسا بیوقوف ہے کہ ہندوستان کے چند کفار کی خاطرداری سے اپنے آبا و اجداد کو جو بزرگ ترین خلایق تھے مطعون اور قابل ملامت بنا رکھا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ بیوہ عورتون کے نکاح ثانی کو (خاوند کے قضا کرنے یا طلاق پانے پر) ننگ و عار سمجھتے ہین اور اس طرح فی الحقیقت دین کے اُن پیشواؤن کو جنکے باعث شرافت اور نجابت کی جڑ مستحکم ہوئی ہے بے حمیت اور

اور بے ناموس بنا دیتے ہیں۔ ان گمراہ منافقوں کے شر سے خدا ہم سب کو پناہ
دے۔

عوام میں چند حیلے عقد بیوگان کے خلاف مشہور ہیں۔ قرآن اور حدیث
اور سنت نبوی سے خلاف کرنے یا کہنے کی جرات تو مسلمانوں کو ہو نہیں سکتی۔
حیلوں سے کام لیتے ہیں۔ جو شیطانی وسوسوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے مثلاً
لوگ کہتے ہیں عقد بیوگان شرافت کے خلاف ہے۔ اس کا جواب سوا اسکے کیا
دیا جائے گا کہ خود کو پیغمبر سے زیادہ شریف سمجھنا احکام قرآنی کو خلاف شرافت جاننا
ضلالت نہیں ہے تو کیا ہے؟

بعض کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا نے ایسا نہیں کیا ہے تو ہم کیوں کریں۔
کفار عرب بھی دعوت اسلام پیش ہونے پر ایسا ہی کہتے تھے سورہ بقر[۱] رکوع اکیس۔
اور جب انکو کہا جاتا ہے چلو اس حکم پر جسکو اللہ نے اتارا ہے۔ تو کہتے ہیں نہیں
ہم تو اس پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے۔ گو انکے باپ دادا نادان
و گمراہ رہے ہوں۔

لیکن اس سے قطع نظر کرکے میں کہتا ہوں کہ باپ دادا سے ہندوستان ہی کے
مسلمان کیوں مراد لیے جائیں مسلمانان سابق کیوں نہ دیکھے جائیں جنپر مسلمانوں
کو فخر ہے۔ باپ دادا کو ناحق بدنام کرنے والے صریح جھوٹ بولتے ہیں۔ باپ دادا کا
طرز زندگی ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔

کوئی کہتا ہے کہ نکاح ثانی رائج ہونے سے عورتوں کو اپنے خاوندوں کی محبت

[۱] واذا قیل لہم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ آباءنا او لو کان آباؤہم لا یعقلون شیئا ولا یہتدون۔

ز ہے گی۔ واہ کیا معقول محبت ہے۔ سچی محبت تو اُسی وقت ہو گی جب سچائی او
آزادی کے ساتھ خیالات کا اظہار ہوگا۔ دوسرے یہ کہ زن وشو کی محبت فطرتی ہے
مرد تو دوسرے نکاح سے ممنوع نہین ہین پھر وہ عورتوں سے کم محبت کیون نہین
رکھتے ؟۔

بعض کہتے ہین کہ دوسرا بیاہ کرنے سے اولاد کی محبت کم ہو جائے گی۔ اول تو یہ
تمام بیواؤن سے متعلق نہین ہے۔ دوسرے یہ کہ اولاد سے جو فطرتی محبت عورتون
کو ہے وہ کبھی کم نہین ہو سکتی۔ مان کی محبت بچّون کے کس کام کی۔ باپ کی محبت
جسکی بدولت بیٹے پلتے ہین نکاح ثانی سے کم ہو جاتی ہے تو مردون کا نکاح بھی ناروا
ٹھہرا دینا چاہیے۔ اپنے ذاتی منافع مین تو لوگ کسی کی پیروی یا تقلید ضروری نہین
سمجھتے۔ بیچاری مظلوم بیواؤن کے فائدے کی صورت مین ناحق کا بہانہ پیش کیا جاتا ہے۔
یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر بیواؤن کا نکاح کیا جائے تو اولاد کہان بیاہی جائے گی
واہ کیا معقول محبت ہے۔ اچھا لوگ بازاری عورتون سے نکاح کرتے وقت پیش
بینی کیون نہین کرتے ؟۔ نکاح کے وقت یہ کیون نہین سوچتے کہ بچّہ پیدا ہوگا تو کھائیگا
کیا۔ بھائیو۔ یہ سب خدا کے اختیار مین ہے۔ یہ سوچنا کہ کل کیا ہوگا انسان کے ضعف
ایمان کی دلیل ہے۔ بعض کفار عرب لڑکیون کو مار ڈالتے تھے۔ انکی شان مین
خدا کہتا ہے[1]۔ " اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے نہ مارو۔ ہم تمکو بھی رزق دیتے ہین اور اُنکو
بھی" جن لوگون نے عقد بیوگان جائز رکھا ہے اُنکے کنبے مین کہین شادی بیاہ
رُکا رہا ہے ؟۔ ہرگز نہین۔

---

[1] ولا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاہم۔

جہلا کہتے ہیں کہ اسبب سے لوگ عقد بیوگان روا رکھیں۔ علماے وقت نمونہ دکھائیں تو ہم بھی ایسا کریں۔ یہ حجت گو سست ہے لیکن قوم کے با اثر لوگون پر ضرور الزام عاید کرنے والی ہے کہ وہ اپنے فعل سے سنت نبوی زندہ کرنے مین اور قومی حقوق ادا کرنے مین پہلوتہی کرتے ہین۔

ہمارے بیوائون کی فریاد

ضلع گورکھپور مین ایک متمول خاندان کی ایک بیوہ برہمنی اس جرم مین عدالت سشن کو سپرد کی گئی کہ اسنے اپنی لڑکی پیدا ہوتے ہی مار ڈالی تھی۔ ناظرین خود سمجھ جائینگے کہ لڑکی حمل حرام کی تھی اور شرم سے اس عورت نے مار ڈالا فی الواقع اس عورت پر یہی الزام تھا۔ پولیس اور سپرد کرنے والا مجسٹریٹ دونون ایسا ہی سمجھے تھے۔ یہ محض اتفاق تھا کہ جج کے نزدیک ثبوت قابل اطمینان نہ تھا اور اسلیے محض اخفاے موت کے جرم مین حسب دفعہ ۳۱۸ تعزیرات ہند بیوہ کو ۹ مہینے قید کی سزا دی گئی۔

ملزمہ بار بار یہ کہتی تھی کہ کوئی اپنے لڑکے کو بھلا کیون مار ڈالیگا۔ اُسکی یہ حجت دوسرے ملکون کے طرز تمدن پر لحاظ کرکے کتنی ہی باوقعت ہو لیکن افسوس کہ ہندوستان مین اس گفتگو کو کچھ بھی وقعت نہین ہے۔ جج اور تمام تماشائی ضرور سمجھتے تھے کہ جو حجت ملزمہ پیش کرتی تھی وہ خود ملزمہ کے دل مین بھی بیوقعت تھی۔ جسوقت ملزمہ کو قید کا حکم سنایا گیا خوشی سے اسکا چہرہ بدل گیا وہ سمجھی کہ گویا پھانسی سے اُتاری گئی۔ اپنے ایک دوسرے نابالغ بچے کی پرورش اور اپنے اثاثہ خانہ کی بابت جیل خانہ جاتے وقت جو کچھ اُسنے ہدایت کی وہ بہت زیادہ دل ہلا دینے والی تھی۔ شروع سے اخیر تک یہ نہایت

حیرت افزا اور درد انگیز نظارہ تھا۔

ہم اپنے مضمون کے اغراض کے لیے یہ فرض کر لیتے ہین کہ اس عورت کو پھانسی دیدیگئی۔ یہ نہ سہی اسکی اور نکی نہنین سیکڑون ہزارون اس جرم مین پھانسی پا چکی ہونگی۔ ہمکو یہان منصفانہ طور پر یہ راے قایم کرنا ہے کہ اس بچہ کے قتل کا اور اگر وہ بیوہ پھانسی پا جاتی تو اُسکے یا اور جتنی بیوائین اس جُرم مین پہلے پھانسی پا چکی ہین ان سب کے خون کا الزام کس کی گردن پر ہے۔

اصل باعث اس سب فساد کا وہ شخص ہے جسنے عورت کے ساتھ ہمبستری کی۔ نہین! نہین!! اسکا کچھ بھی قصور نہین۔ بیوہ عورت کے ساتھ تعلق پیدا کرنا شہوت کسی مہذب گورمنٹ کے قانون مین منع نہین ہے۔ ہندوستان مین جو مجموعہ تعزیرات جاری ہے گو وہ ان تعلقات مین اور ملکون سے کسی قدر سخت ہے۔ لیکن اُس نے بھی اُسکو نا جائز نہین ٹھہرایا ہے۔ ہان مذہب اسلام اسبارے مین بہت سخت ہے لیکن ساتھ ہی اسکے آسانیان بھی قابل لحاظ ہین۔ ہزارون قسم کی آسانی اور سہولتا پیدا کر بہم پہونچانے کے بعد وہ حکم لگاتا ہے کہ تم ان آسانیون پر لحاظ نہ کرو گے۔ خدا کی نعمت کو جائز اور آسان طریقے کے ہوتے ہوے نا جائز طریقے سے اپنے کام مین لاؤ گے تو تمکو سخت سزا دیجائیگی۔ غرضکہ مسلمانون کے قانون کو شمار نہ کیا جائے جسمین سختی کے ساتھ نرمی بھی ہے تو کسی مہذب ملک مین یہ شخص مجرم نہ سمجھا جائیگا۔

اب رہی وہ عورت اسکی نسبت قتل طفل کے قبل تک کوئی تعزیری احکام متعلق نہین ہوتے۔ یہان تک وہ گویا نہایت جائز طور پر قانونی زینہ پر چڑھتی ہوئی چلی گئی انتہا سے بلندی تک پہونچکر غار مین گرنے کی جو صورت پیدا ہوئی وہی صورت زیر بحث ہے۔

ہمارے نزدیک وہان تک پہونچنے کے بعد وہ کسی طرح باد مخالف کے جھونکون کا مقابلہ
نہین کر سکتی تھی وہ گرداب مین گر پڑنے پر مجبور تھی اور یہی مجبوری ہمارے نزدیک قابل
بحث ہے کہ آیا یہ فطرتی طور پر ہے یا ملکی رسم و ملکی قانون کی بدولت ہے۔

ایک باشرم عورت جب اپنے شوہر کے مرجانے پر تمام عالم کو تاریک دیکھتی تھی اور یہ سمجھتی
تھی کہ رسم و رواج اور ملکی قانون کی بیجا پابندیون نے تمام ذرایع آسایش ہمیشہ کے لیے
اُس سے الگ کردیے انتظام عالم کے فطرتی کاروبار مین وہ ایک وجود معطل رہگئی۔ اپنے
بیگانے اُسکی زندگی کو وبال سمجھنے لگے تو تمام دنیا کی نظرون مین ذلیل اور سب کے خیال
مین بار ہو کر زندگی بسر کرنے سے جان دے ڈالنا اسکے نزدیک کہین اچھا نظر آیا
اور پھر گھر والون کی خواہش بھی محرک ہوئی تو "دیوانہ را ہوئے بس است" کا مضمون
ہوا۔ تمام گھر والے جب اُسکا جل کر خاک ہوجانا چاہتے تھے تو وہ بیچاری کس کس کا مقابلہ کرتی
فرط غم۔ فرط حیا۔ آیندہ زندگی کی تلخکامیون کا خیال دریا مین کود پڑنے پر اُسے مایل کرتا تھا اور
گھر کے لوگ ہوا سے تند کی طرح اُسے بہا کر موت کے آب مین اس طرح ڈالدیتے تھے کہ وہ
پھر نکل نہ سکتی تھی۔ بیوہ نے اپنی آیندہ زندگی کی دقتون کو خیال کرکے جب اپنی جان کے
ڈالنے مین میخ کنی ہو جانے مین آسانی دیکھی تو اُسکو گورنمنٹ نے قانون کے ذریعہ
سے روک دیا لیکن اُن اندرونی حالات کی کچھ درستی نہ کی جن کے ذریعہ سے اُس بیچاری
کو جان دے ڈالنا آسان تھا۔ گورنمنٹ نے مرنے والی کو چتا پر جل بھن کر خاک ہوجانے
سے تو روک لیا لیکن اُن زحمتون کا کچھ بھی خیال نہ کیا جو اُسکو سسرال یا میکے کے جیلخانے
مین اُٹھانی پڑتی ہین۔ گورنمنٹ نے اسے بہی خواہان قوم پر چھوڑا تھا لیکن سیکڑون ہزارون
گریجوٹ ہر سال کالج سے نکلتے ہین۔ روشن خیالی اور اعلی تعلیم کا خواب دیکھتے ہین مگر اس

طرف متوجہ نہین ہوتے۔

ملکی قانون یا رواج نے خلاف عقل یہ حکم دے رکھا ہے کہ انتظام عالم کے کتنا ہی خلاف ہو۔ قانون فطرت کتنا ہی اپنا زور دکھائے لیکن بیوہ گو وہ کتنی ہی کم سن ہو کسی مرد سے ایسا تعلق پیدا نہین کر سکتی جو برادری کے سامنے جائز ہو۔ صرف برادری ہی کے سامنے نہین بلکہ ملکی قانون کے نزدیک بھی اُسکا کسی سے جائز تعلق پیدا کرنا ممنوع ہے۔ جائداد شوہری پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد اگر بیوہ کسی سے چھپا ہوا ناجائز تعلق پیدا کرے تو بہت سے فیصلے اسکے شاہد ہین کہ وہ جائداد شوہری سے بیدخل نہ ہوگی۔ لیکن اگر وہ دوسرا بیاہ کرے اور علانیہ تعلق جائز پیدا کرے تو وہ جائداد سے بالکل بے تعلق ہو جائیگی۔

ایک بیوہ جسکے قبضہ مین ہزارون لاکھون روپیہ کی جائداد ہے اُس سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی تمام جائداد پر لات مار کر کسی جوگی کے ساتھ جوگن بنکر گھر سے نکل جائے گی اور عیش و انبساط کے ساتھ سچی آزادی کا لطف اُٹھائے گی۔ انسانی کمزوریون پر نظر کر کے ہر شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ بیواؤن سے ایسی توقع کرنا امر محال کا فرض کرنا ہے۔

ملکی رسم اور ملکی قانون نے گویا بیواؤن کو مجبور کر رکھا ہے کہ وہ ناجائز تعلق مردون سے رکھین اور حتی الوسع اُسے مخفی رکھین۔ یہین پر ہم یہ لکھنا بھی مناسب سمجھتے ہین کہ صحت جسمانی اور آزادی حاصل ہونے کے بعد یہ غیر ممکن ہے کہ توالد و تناسل کا سلسلہ جاری نہ ہو جائے۔ قانون فطرت انسان کا بنایا ہوا نہین ہے جس نے عالم پیدا کیا اور جس نے یہ مقصد کر دیا کہ روز بروز عالم کی ترقی ہوتی رہے گی اُسی نے انسان کو مجبور محض کر کے آبین

وہ قوت ودیعت کی ہے جسکو انسان جب تک انسانیت کی پوری حالت مین ہے کسی طرح دبا نہین سکتا۔ بیوہ حالت صحت مین ہے یا بعض خاص خاص شریف خاندانونکی عورتون کی طرح گھر کی چاردیواری مین حبس دوام بغیر عبور دریائے شور کی سزا نہین بھگت رہی ہے تو ایسی صورت مین اُس عورت سے یہ توقع رکھنی کہ وہ اپنے کو خدا کی فطرت سے زیادہ قوی ثابت کرے گی۔ محال ہے غیر ممکن ہے۔ دیوانہ پن ہے۔ اور جب فطرت نے اپنا اثر ظاہر کیا پھر اُسوقت یہ خیال کرنا کہ عورت اُس اثر مٹانے کی جسکو تمام برادری کے لوگ بُرا سمجھتے ہین کوشش نہ کرے گی یہ ایک دوسرے امر محال کا ممکن فرض کرنا ہے جس عورت کو تمام عمر بجز شرم کے اور کوئی چیز سکھائی نہین گئی اُسکی سمجھ ہی مین نہین آسکتا کہ اپنی خطاکاریون کی زندہ شہادت گود مین لیکر وہ کسی طرح بھی دوسرون سے نظر چار کرسکے گی۔ اسقاط حمل کی تدبیرین تو گویا لازمی ہین اسکے بعد اپنی جان دینی یا بچّے کی جان لینی یہی دو صورتین رہجاتی ہین۔ چھوٹی قوم یا بھیا خاندان کا تذکرہ نہین ہے خاندان جتنا ہی اونچا ہوگا اُتنا ہی ان باتون کا وہان زیادہ رواج ہوگا۔ گورنمنٹ تک اگر ایسی خبرین کم پہونچین تو اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ قوم مین ایسے دل ہلادینے والے واقعات نادر الوجود ہین۔

ہندو بیوائین زبان حال سے گورنمنٹ سے کہتی ہین۔

اندرون قعر دریا تختہ بندم کردہ — بازمیگوئی کہ دامان ترمکن ہشیار باش

جب ہم شوہر کی چتا پر جلنے جاتے تھے اُسوقت تو آپ بہت ہی رحیم المزاج اور سراپا ہمدردی کی صورت بنکر سامنے آکھڑے ہوئے اور ہمین جلنے اور راس طرح مٹ جانے سے روک رکھا لیکن وہان سے آکر جب گھر والون کی قید مین پڑے۔

ملکی رسم و رواج کی بدولت اذیتیں اٹھانے لگے مردوں کی خود غرضیوں کے شکار بنے طرح طرح مصیبت جھیلنے لگے تو کبھی بھولے سے بھی خبر نہ لی۔

اصل شکایت ہم کو پیشوایان قوم سے ہے کہ جو رسم قدیم موجودہ حالت کے نامناسب ہے۔ عقل کے خلاف ہے۔ مہذب ملکوں کے چلن کے بالکل مخالف ہے معلمان قوم اُسکے مٹانے کی کوشش نہیں کرتے۔ بعض مقاموں پر ہندوؤں کے چند معزز پیشواؤں نے عقد بیوگان کا رواج دینا چاہا۔ پھر چند اخباروں نے اپنی مسرت ظاہر کی۔ اکثروں نے سکوت کیا۔ سکوت کرنے والے بھی غنیمت تھے۔ لیکن ہمکو تو تعجب اُن اخباروں پر ہوا جو اس ریفارم کے مخالف ہوئے اور کہنے لگے کہ ہندو مذہب میں کسی طرح بیوا کا بیاہ نہیں ہو سکتا۔

گورنمنٹ پر ہم ضرور الزام دینگے کہ وہ اپنی رعایا کے جزو اعظم یعنے عورتوں سے جو مردوں سے تعداد میں زیادہ ہیں بالکل غافل ہے۔ لیکن جب ہم قوم کی ہٹ دھرمی پر خیال کرتے ہیں تو جرأت نہیں ہوتی کہ گورنمنٹ پر نکتہ چینی کریں۔ عمر رضامندی کی میعاد جب بارہ برس مقرر ہونے لگی تو کہیں سے بھی یہ خیال ہو سکتا تھا کہ پھر کوئی ذی علم باشندہ ہند کا معترض ہوگا؟ اگر بل پیش ہونے کے پہلے یہ سوال مشتہر کیا جاتا تو شاید کہیں سے بھی جواب اثبات میں نہ ہوتا۔ لیکن بل پیش کرنے کے بعد یکا یک اسقدر شور و غل ہوا کہ گویا گورنمنٹ ہندوستان کے مروجہ مذاہب کی خراش رہی ہے۔ غیر جو قوم اپنے نقصانات سے اسدرجہ بیخبر ہو وہاں کی گورنمنٹ سے یہ توقع کرنا کہ وہ قوم کے پیشواؤں کے خلاف کوئی بات رائج کرے گی ملکداری کی پالیسی کے خلاف ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی ہم ہرگز یہ نہیں کہتے کہ انگلش

گورنمنٹ ہندوستان کی عورتون کے حقوق کی پامالی اخلاقی اور تمدنی حالت مین
پستی و کمینی رہے گی اور کچھ بھی توجہ نہ کرے گی۔ ہمارے نزدیک انھین برائیون کے
دفع کرنے کے لیے قوم مین تعلیم رائج کی گئی ہے۔ گورنمنٹ نے جو تعلیم کا سلسلہ جاری
کیا اسکے ذریعہ سے امید ہے کہ آہستہ آہستہ یہ تمام خرابیان رفع ہوتی جائینگی
لیکن حیرت ہمکو جب ہوتی ہے کہ یونیورسٹی کے بڑے سے بڑے ڈگری پانے
والے اخلاقی اور تمدنی حالت مین ترقی معکوس کی خواہش ظاہر کرتے ہین۔

جو لوگ بڑی بڑی کتابین پڑھکر لمبی چوڑی باتین کرتے ہین اُنھین پر یہ الزام ہے کہ
باوجود اسقدر دانش کے وہ اپنے گھر کی اصلاح مین کوشش نہین کرتے۔ تمام دنیا
کا انتظام کرنا چاہتے ہین۔ بات بات مین انگلستان کی پارلیامنٹ کا ذکر کرتے ہین
تمام باتون مین انگریز بنا چاہتے ہین گورنمنٹ سے اپنے حقوق کے لیے آئرش
قوم سے بھی زیادہ آزادی کے خواہان ہین۔ لیکن اسکا ذرا خیال نہین کہ جو حقوق
(عورتون کے) ہم پر ہین ہم اُنکو کہان تک ادا کرتے ہین یا ادا کرنے کی کوشش
کرتے ہین۔ کوئی بُرا مانے یا بھلا۔ آج تک دنیا مین کسی قوم نے ترقی نہین کی جب
تک اُسنے عورتون کی ترقی اور اُنکے حقوق کی محافظت کی طرف توجہ نہین کی۔
اگر عورتین مثل لونڈیون کے سمجھی جائینگی یا اولاد پیدا کرنے کے لیے محض ایک
بھس و حکمت مشین (کل) مانی جائینگی نہ اُنکے حقوق کا خیال ہوگا اور نہ اُنکے
آرام۔ آزادی اور آسایش کی فکر ہوگی تو جو بچے اُنسے پیدا ہونگے وہ بھی غلامی۔
مجبوری اور بعطل دبزدلی کا سبق اپنی مان سے لین گے۔ ایسی حالت مین قومی
ترقی کیا خاک ہوگی؟ –

ہندوؤں میں تمام پورانی باتوں کے بیان کرنے میں ہزاروں لاکھوں برس کا
ذکر کرنا گویا تکیہ کلام ہوگیا ہے۔ لیکن غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ ابتدائی جسمیں
تہذیب کی ضرورت ہی نہ تھی اُسکو ست جگ کہتے ہیں۔ اور قومی ترقی کے آغاز کو تریتا
کہتے ہیں۔ اور دواپر وہ زمانہ ہے جب ترقی حد کو پہونچی۔ بہار کے بعد جس طرح خزاں
آتی ہے اُسی طرح انتہاے ترقی پر قوم پہونچکر انحطاط کی طرف مائل ہوئی۔ ہندو جب
اپنی ترقی کھوکر برے دن دیکھنے لگے تو اُسکو کلجگ کہنے لگے۔ اور جس طرح بگڑی ہوئی
قوموں میں صرف پچھلے زمانہ کے فسانے یاد رہجاتے ہیں اُسی طرح اب ہندوؤں
میں بھی پچھلی باتیں صرف عام پسند حکایتوں کا پیرایہ رکھتی ہیں۔ اسپر بھی ایک خرابی یہ ہے
کہ اگر وہ پچھلی باتوں کو بطور صحیح واقعات کے یاد رکھیں تو کچھ کام بھی چلے تمام واقعات انکے
مثل فسانے ہو رہے ہیں۔ اور ان غلط فہمیوں سے جو حالت موجودہ قایم ہو
وہی ملکی رواج اور ملکی قانون سمجھی جاتی ہے۔ اور گورنمنٹ بھی آئین جانداری کے
لحاظ سے اسکو قانون کے برابر سمجھنے پر مجبور ہے۔

اب ہمکو یہ دکھانا ہے کہ ہندوؤں میں عقد بیوگان کا دستور کس جگ میں تھا
اور کس جگ میں نہیں ہے۔ مہابھارت ہندوؤں میں سب سے بڑی تاریخ اور
سب زیادہ معتبر کتاب ہے۔ یہ دواپر کے اخیر میں لکھی گئی ہے اور تذکرۂ ست جگ
اور تریتا کی باتیں بھی اسمیں بیان کی گئی ہیں۔

بیاس جی اپنی کتاب مہابھارت میں ازدواج کے متعلق قدیم رسم کو یوں بیان
کرتے ہیں کہ ست جگ کے آغاز میں عورتوں اور مردوں کا تعلق مثل بہایم کے
تھا۔ جب زمانہ نے ترقی کی اور خودغرضی و خودداری ساتھ ساتھ چلی تو مسائل حلت میں

وقتین پیدا ہوئین تو ضرورت اس امر کی ہوئی کہ اولاد کی پرورش کا بار باپ پر ڈالا جائے
اور اُسی وقت سے یہ خیال پیدا ہوا کہ جب تعلق ہمبستری کے ساتھ اولاد کی پرورش کا
بار لینا باپ کو مرکوز خاطر نہ ہو تو وہ زنا ہے اور ناجائز ہے - ابتدائی زمانہ تھا اور ابتدائی
قانون تھا اسلیے ایک مرد کے بعد دوسرے مرد سے تعلق پیدا کرنے کے درمیان مین
صرف ایک مہینہ کا انتظار عورت کے حاملہ یا نہ حاملہ ہونے کی جانچ کے لیے کرنا ہوتا تھا
آخر ست جگ تک اسی قدر زمانہ ترقی کر چکا تھا - تریتا دوا پر مین شادی بیاہ کے قانون
مین کچھ کچھ اور ترقی ہوئی لیکن اس بارے مین ہندوؤن کا قانون کبھی سخت نہین ہوا -
وہ فطرتی جذبات کا سب سے بڑا احترام کرتے تھے - مثلاً دواپر مین مہابھارت کے پانچ ہیرو
جسکو پانڈو کہتے ہین پانچ مختلف باپ سے تھے -

آخر دواپر مین ایک رشی سویت کیتو گذرے ہیں اُس زمانہ مین تھے جب ہندوؤن
کی تہذیب اعلیٰ درجہ کو پہونچ گئی تھی - کم سنی مین وہ اپنے باپ سے پڑھ رہے تھے
کہ سامنے سے ایک غیر برہمن آیا اور وہ اُنکی والدہ کو تخلیہ مین لے گیا - رشی جی نے اپنے
باپ سے اس مداخلت بیجا پر اپنی ناخوشی ظاہر کی - لیکن باپ نے اُسوقت کے موجودہ
قانون پر نظر ڈالکر بیٹے کو سمجھایا کہ یہ بات ابتدا سے زمانہ سے چلی آتی ہے اور یہی
مناسب بھی ہے اور گویا زبان حال سے یہ کہا کہ فطرتی جوش کا روکنا انسانی قوت سے
باہر ہے جیسا کہ منوجی نے فرمایا ہے - سویت کیتو نے باپ کی توجیہ پسند نہین کی - اور
اُسی وقت اُنھون نے قلم اُٹھا کر یہ قانون بنایا کہ اپنے مرد کے سوا دوسرے مرد سے
تعلق پیدا کرنا جرم متصور پاتا ہے اور اسکی سزا وہ قرار پاتی ہے جو اسقاط حمل کی ہے - تمام
قوم نے اسکو پسند کیا اور اُسوقت سے زناکاری بہت زیادہ معیوب سمجھی گئی - لیکن اُسوقت

تک ہندوؤن کو کہین سے یہ خیال بھی نہین گزرتا تھا کہ عقد بیوگان نامناسب ہے چنانچہ ارجن نے ناگ کنیا کے ساتھ اُسوقت بیاہ کیا تھا جب بہت شوہر سے دس برس کا لڑکا اُسکے پاس تھا۔

دواپر کے آخر تک یعنی بیدون کی اعلی ترقی تک کہین بھی عقد بیوگان کی ممانعت نہ تھی اور نہ قوم کچھ بھی اس سے آگاہ تھی۔

ہم یہان پر یہ کہنا مناسب سمجھتے ہین کہ ہندو مقنن قابل سند صرف اٹھارہ ہین منو[۱]۔ اترے[۲]۔ بشنو[۳]۔ ہاریت[۴]۔ جاگیہ ولک[۵]۔ اوسنس[۶]۔ انگرا[۷]۔ جم[۸]۔ اپستب[۹]۔ کاتیاین[۱۰]۔ برہسپتی[۱۱]۔ پاراشر[۱۲]۔ بیاس[۱۳]۔ سنکو دلیکھت[۱۴]۔ دکش[۱۵]۔ گوتم[۱۶]۔ ساتاتپ[۱۷]۔ بششٹ[۱۸]۔

یہ امر مسلم ہے کہ سواے ان اٹھارہ کے دوسرا کوئی ہندو مقنن قابل وقعت نہین ہے۔ اور یہ بھی مسلم ہے کہ ان لوگون نے بجاے ممانعت کرنے کے صاف و صریح لفظون مین بدھوا بیواہ کی ہدایت کی ہے۔ چنانچہ پاراسر نے کلجگ کے لیے جو مجموعہ قانون بنایا ہے اُسکا نام پاراسر سنگتا ہے اسمین لکھا ہے کہ پانچ حالتون مین عورتون کو دوسرا شوہر کرنا جائز ہے۔ (۱) شوہر کی مفقود الخبری۔ (۲) شوہر کے طلاق دینے پر (۳) شوہر کی وفات پر (۴) شوہر کے نامرد ہوجانے پر (۵) شوہر کے ترک مذہب کرنے پر۔ پھر لکھا ہے کہ شوہر کی مفقود الخبری کی حالت مین اولاد والی برہمنی آٹھ سال تک سابق شوہر کا انتظار کرے اور بے اولاد والی چار سال تک انتظار کرے اسی طرح چھتری کی عورت کو چھ برس اور تین برس کا دن دیا گیا ہے اور ویش کو چار برس اور دو برس۔ شودر کے لیے کوئی ایام معین نہین ہین۔ مفقود الخبری کے لیے جب

چاہے دوسرا بیاہ کرے۔ ناظرین کے اطمینان کے لیے تھوڑی سی عبارت اصل کتاب سے نقل کی جاتی ہے۔

नष्टे मृते प्रव्रजिते क्लीबे च पतिते पतौ।
पञ्चस्वापत्सु नारीणां पतिरन्यो विधीयते॥
अष्टौ वर्षाण्युदीक्षेत ब्राह्मणी प्रोषितं पतिम्।
अप्रसूता तु चत्वारि परतोऽन्यं समाश्रयेत्॥

اب یہان یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ہندوؤن کی ترقی کے زمانہ مین یہ حالت تھی تو اب عقد بیوگان کیون معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اسکے سمجھانے کے لیے مسلمانون سے زیادہ دوسری تمثیل ہمارے پاس نہین ہے۔ اُنکے قرآن مین حکم ہے "وانکحوا الایامیٰ منکم" خود محمد صاحب نے سوائے ایک بی بی کے اور تمام بیواؤن سے عقد کیے۔ اپنے اپنی لڑکیون کے بھی عقد مکرر کیے۔ تمام صحابہ کرام مین بھی ایسا ہی رواج تھا باوجود اسکے اس زمانہ کے مسلمانان ہند اور وہ بھی عام مسلمان نہین خاص خاص لوگ جو اپنے کو پیغمبر اور صحابۂ پیغمبر کی نسل مین بتاتے ہین عقد بیوگان معیوب جانتے ہین۔ اسی طرح جب ہندوؤن کے تنزل کا زمانہ آیا تو اُنھون نے ترقی کی بہت سی باتین چھوڑ دین منجملہ اُنکے عورتون کے حقوق سے بھی وہ بے پروا ہو گئے۔ دختر کشی کی رسم انمین جاری ہوئی۔ زندہ عورت اپنے متوفی شوہر کی لاش کے ساتھ جلنے لگی۔ عقد بیوگان بالکل مسدود ہو گیا۔

اسی مقام پر ہم ایک تاریخی واقعہ بھی لکھتے ہین کہ عقد بیوگان کی ممانعت کیونکر شروع ہوئی۔ کلجگ مین ایک رشی (لیکن کوئی بڑے نامی رشی نہین) تھے جنکی

انمین ہوتی تھی تین سنڑاج کے گرٹے تھے اور کابل اوجود تھے - انکی بی بی ان سے سخت متنفر تھی - ایک روز دریا کے کنارے وہ نہاتے ہوئے بہ گئے - انکو خیال گزرا کہ بی بی نے بہا دیا ہے - وہ سمجھتے تھے کہ میرے بعد دوسرے سے وہ اپنا لطف قایم کرے گی - اتفاق سے وہ کہین آگے چل کر دریا سے نکلے اور کسی بڑے راجہ کے دربار مین رسوخ پا گئے - وہان انھون نے یہ قانون جاری کیا کہ کسی حالت مین بیوگان کا عقد نہ ہو تاکہ وہ اپنے شوہرون کو ہر حالت مین مغتنم سمجھا کرین - قومی خیالات بھی بدل رہے تھے - رشی جی کا بچن سہارا ہو گیا -

مسلمانون نے بہت کم دخل ہندوؤن کے رسم و رواج مین دیا - اور نہ ہندوؤن نے کوئی اخلاقی بات مسلمانون سے سیکھنا چاہی - بلکہ خود اپنے بُرے رسم و رواج مین انھون نے مسلمانون کو پابند کر لیا - جلال الدین اکبر نے خود نیم ہندو ہو کر ہندوؤن کی رسم مین بہت کچھ دخل دینا چاہا تھا - عقد بیوگان کو اُسنے جاری کرنا چاہا تھا - وہ کچھ کامیاب بھی ہو چلا تھا لیکن اس کے مرنے کے بعد پھر دوسرے بادشاہون نے ادھر توجہ نہ کی -

اب ہم یہان یہ لکھنا چاہتے ہین کہ انگلش گورنمنٹ نے ہندوؤن کی ناجائز رسم و رواج کی کہان تک اصلاح کی -

زندہ عورت کا ستونی شوہرون کے ساتھ جل جانا اور زندہ لڑکیون کا دریاے گنگ کی نذر کرنا ۱۸۲۹ء مین موقوف کیا گیا -

غلامی کا دستور ہندوستان مین بہت بُرا تھا - خریداری کے ذریعہ سے ایک شخص دوسرے شخص کو اپنے مواشی مین شمار کرتا تھا - اور کبھی سرقہ بالجبر اور سرقہ مخفی کے ذریعہ

سے بھی غلام حاصل کیے جاتے تھے۔ سنہ ۱۸۴۳ء مین گورنمنٹ نے اسکو موقوف کر دیا۔ اور اسکے ساتھ ہی غلامی کے متعلق جتنے شاستری احکام تھے سب تقویم پارینہ ہو گئے۔

جو کوئی بیوہ عورت کے ساتھ یا کسی غیر برادری کی عورت کے ساتھ بیاہ کرے اور اسکے تعلق کی حالت مین اولاد پیدا ہو تو گو وہ ہندو دہرم کے مطابق اولاد صحیح النسب نہ ہو لیکن گورنمنٹ نے لارڈ سپر کے وقت مین برہمو سماج کی تحریک پر یہ قانون پاس کیا کہ ایسی اولاد واسطے اغراض وراثت کے اولاد صحیح النسب سمجھی جاویگی۔

دختر کشی کے انسداد کے لیے گورنمنٹ کی طرف سے بہت کچھ عملی کارروائی کی گئی ہے اور خاص ایکٹ پاس کیا گیا۔

سنہ ۱۸۵۰ء مین یہ قرار پایا کہ کوئی شخص تبدیل مذہب کی وجہ سے اُس وراثت سے محروم نہ ہوگا جو مذہب تبدیل کرنے کی حالت مین اُسکو پہونچتی تھی۔

اِن تمام باتون سے ظاہر ہے کہ گورنمنٹ ہند کے اختیار مین جو ریفارم ہے وہ اُس سے غافل نہین ہے۔ لیکن لوگ اپنی بیوہ لڑکیون کو نہ بیاہین اور ایسا کرنا معیوب سمجھین تو ظاہر ہے کہ یہ بات گورنمنٹ کے کرنے کی نہین ہے۔ قوم کے پیشواؤن کے کرنے کی ہے۔

گورنمنٹ اور رعایا کا عجب تعلق ہے۔ جیسی رعایا ویسی ہی گورنمنٹ۔ مہذب رعایا کی مہذب گورنمنٹ۔ غیر مہذب رعایا کی غیر مہذب گورنمنٹ۔ رعایا سخت مزاج اور جاہل ہے تو گورنمنٹ کے لیے بھی سخت مزاجی اور جہالت لازم ہے۔ رعایا سنجیدہ ہو تو گورنمنٹ کی بھی سنجیدگی مفید ہو اس اعتبار سے اگر کہا جائے کہ ہندوستان مین بہت سی بیماریان ایسی ہین جنکے علاج کی [illegible]

گورنمنٹ متوجہ نہین ہوئی اسلیے اسمین نقص ہے تو یہ کہنا ایک حد تک مناسب ہوسکتا ہے لیکن
انصاف سے دیکھا جائے تو گورنمنٹ بالکل بے قصور ہے۔ اس زمانہ کا دستور جہانداری پنچایتی
قسم کا نہین ہے۔ اگر گورنمنٹ ایک محکمہ قایم کرے حلقہ بندی کے ذریعہ سے قومی رفاہ عام
کی مجلسین قایم ہون تو یہ انکا دستور تمام مہذب گورنمنٹ کے خلاف ہی نہین ہوگا بلکہ
گورنمنٹ کی طرف سے عوام مین نارضامندی پھیلنے کا سبب ہوگا۔ گورنمنٹ جو کچھ کرسکتی تھی
اُسنے کردیا۔ اس سے زیادہ اصلاح اُسکے اختیار سے باہر ہے۔

عام تعلیم کا سلسلہ قایم کردیا گیا ہے۔ لوگ پڑھکر نکلتے ہین۔ تمام دنیا کے حالات سے
واقف ہوتے ہین۔ قانون قدرت اور انتظام عالم کی ماہیت اور اسرار کم و بیش دریافت
کرتے ہین۔ آزادی ایسی نعمت کی قدر کرتے ہین۔ جہالت کو بُرا جانتے ہین۔ قومون کے
تنزل اور ترقی کے اسباب سے واقف ہوتے ہین۔ جب ایسے لوگون کے پیدا کرنے
کا بند و بست گورنمنٹ نے کردیا تو وہ اپنی ذمہ داری سے بری ہوگئی۔ اب ذی علم اور ذی
عقل باشندے اپنی تمدنی حالت کی اصلاح کی طرف خود مائل ہون اور سمجھین کہ گورنمنٹ
نے انکو اسلیے تعلیم نہین دی ہے کہ وہ دانشمند ہوکر بے دانشون کو نہ سمجھائین۔ قومی اصلاح
کی طرف متوجہ نہ ہون۔ قانون فطرت کے اغراض کو نہ سوچین۔

گورنمنٹ تعلیم مین بے انتہا روپیہ صرف اسلیئے خرچ کرتی ہے کہ قومی اصلاح ہو
رعایا کی اخلاقی حالتین درست ہون۔ ایک ذی علم ہزارون لاکھون جاہلون کا ریفارم کرسکتا
ہے جو کوئی لکھ پڑھکر اور اعلی تعلیم سے بہرہ یاب ہوکر عوام کی خواہش کی پیروی کرتا ہے
اور ریفارم مین سعی کرنے سے گریز کرتا ہے تو وہ بالکل گورنمنٹ کے منشاء اور گورنمنٹ
کی امیدون کے خلاف کرتا ہے اور قوم کے حقوق ادا کرنے مین سخت پہلوتہی

کرتا ہے۔ غرضکہ الزام اُنھین پر ہے جو کچھ کر سکتے ہین اور نہین کرتے۔

فصل چہل و سوم

امہات مومنین۔ ازواج مطہرات رسول

آنحضرتؐ نے سب کے پہلے حضرت خدیجہ کبریٰؓ سے بیاہ کیا۔ حضرت خدیجہ کی پہلی شادی ابو ہالہ بناش سے ہوئی تھی اُنکے مرنے پر دوسرا بیاہ عتیق بن عابد سے ہوا پہلی شادی سے دو بیٹے ہند اور ہالہ دونون زندہ تھے اور دونون آنحضرتؐ پر ایمان لائے تھے۔ دوسرے خاوند سے ایک بیٹی تھین وہ بھی ہند کے نام سے مشہور تھین تیسرا نکاح انکا چالیس برس کی عمر مین آنحضرتؐ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا انھین کے بطن سے حضرت فاطمہؓ پیدا ہوئین اور حضرت فاطمہؑ کی اولاد سید کہی جاتی ہے اور غالبًا اور لڑکیون سے سلسلہ اولاد قایم نہ ہوا۔ ہندوستان مین جو جتنا ہی شریف ہے وہ اُتنا ہی عقد بیوگان کو معیوب جانتا ہے عقد بیوگان کو سادات اپنی ہتک سمجھتے ہین لیکن یہ نہین سمجھتے کہ اگر اُنکی دادی حضرت خدیجہؓ اپنا تیسرا نکاح نہ کرتین تو زمانہ اُن سادات سے خالی رہتا جو اپنے وقت مین فخر روزگار تھے اور اب بھی وہ سادات فخر زمانہ سمجھے جاتے ہین جو احکام شرع کے عامل باعمل ہین۔ یہین یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت خدیجہؓ نسل قریش سے تھین۔ تمول۔ عقل اور خوش اخلاقی کی وجہ سے ایام جاہلیت مین بھی مکہ کی تمام عورتون مین ممتاز تھین اور طاہرہ انکا لقب تھا۔

حضرت سودہؓ قریش کی نسل سے تھین۔ پہلا نکاح انکا سکران ابن عمر سے ہوا تھا اور دوسرا نکاح آنحضرتؐ سے ہوا۔ پہلے نکاح سے عبدالرحمن صحابی تھے جو کسی لڑائی مین شہید ہوئے

حضرت حفصہؓ حضرت عمرؓ فاروق کی بیٹی پہلے خنیس سے بیاہی تھین حضرت خنیس

بدری صحابی تھے اُنکے مرنے پر حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ سے حضرت حفصہؓ کو بیاہنا چاہا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا۔ اچھا مین غور کر کے جواب دونگا"۔ پھر کچھ دنون کے بعد حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ مین چاہتا ہون کہ ابھی شادی نہ کرون پھر حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکر سے درخواست کی۔ وہ چپکے ہو رہے ان ہنین کچھ بھی نہ کہا۔ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ مجھے حضرت ابو بکرؓ کا سکوت بُرا معلوم ہوا لیکن جب آنحضرتؐ رسول اللہ نے حفصہ کا پیغام بھیجا اور مین نے اُنکو آپ سے بیاہ دیا اسوقت معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ سرور کائنات حضرت حفصہ کا ذکر حضرت ابو بکرؓ سے کر چکے تھے۔ اور یہی وجہ حضرت ابو بکرؓ کے سکوت کی تھی۔

حضرت ام سلمہ بھی قریشی النسب تھین۔ پہلا نکاح انکا عبد اللہ ابن عبد الاسد ابن مغیرہ سے ہوا۔ عبد اللہ کی کنیت ابو سلمہ تھی۔ یہ بدری صحابی تھے ابو سلمہ کے مرنے پر ام سلمہ آنحضرت کی زوجیت مین داخل ہوئین پہلے شوہر سے دو بیٹے سلمہ اور عمر اور دو بیٹیان درہ اور زینب پیدا ہوئین۔ سلمہ کو امامہ بنت امیر حمزہ سے آنحضرتؐ نے بیاہا تھا۔ عمر کو حضرت علیؓ کے وقت مین فارس اور بحرین کی حکومت ملی تھی۔

حضرت ام حبیبہ سردار مکہ ابو سفیان کی لڑکی تھین۔ یہ اپنے خاوند عبید اللہ بن جحش کے ساتھ حبش کو ہجرت کر گئین۔ وہان عبید اللہ کے مرنے پر تنہا رہ گئین۔ عمر ابن عمیہ ضمری کو بھیجکر آپ نے نجاشی بادشاہ حبش کو اپنا وکیل کیا اور اُسنے آنحضرت کے ساتھ ام حبیبہ کا عقد کیا اور اُنکو آنحضرتؐ کے پاس مدینہ بھیجدیا۔

حضرت زینب بنت جحش پہلے زید بن حارثہ کے عقد مین تھین۔ زید نے طلاق دی۔ تب آنحضرتؐ نے خواستگاری کی اور زید ہی کو پیغامبر بنایا اسوقت تک آیۂ پردہ نازل نہین ہوئی تھی۔ حضرت زینب نے زید کو دیکھ کر منھ پھیر لیا۔ اور رسول اللہ

کا پیغام سنکر کہا کہ مین نماز پڑھ لون تو جواب دون - اسی اثنا مین آیت اُتری "جب زید اس (زینب) سے اپنی غرض پوری کر چکا یعنے طلاق دے چکا تو ہم نے اُسکو تجھ سے بیاہ دیا کہ مومن اپنے لے پالکون کی بیبیون سے عقد کرنے مین جب وہ مطلقہ ہو جائین کوئی حرج نہ سمجھین" آنحضرتؐ زید کو بہت مانتے تھے - گویا وہ آنحضرتؐ کے منھ بولے بیٹے تھے - منافق کہنے لگے کہ رسول اللہ نے اپنی بہو سے نکاح کیا - اُسوقت آیہ نازل ہوئی "محمدؐ تم مین سے کسی مرد کا باپ نہین ہے - رسول ہے اور خاتم النبیین ہے" ممکن ہے کہ اُسوقت آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زینب کو اپنی زوجیت مین قبول کرنا عقلا کے نزدیک نامناسب امر ہو لیکن اس زمانہ کی موجودہ حالت پر نظر رکھکر تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ آنحضرتؐ کا فعل بڑی ہی مصلحت پر مبنی تھا - پیغمبر نے ہر طرح پر نکاح کی آزادیون کا سبق خود اپنے فعل سے اپنی امت کو دیا - ہے - لیکن افسوس ہے کہ نکاح کے معاملات کو لوگ نہین معلوم کس طرح کا ہوا دنا بیاہ ایک غیر معمولی وحشت انگیز معاملہ سمجھنے لگے -

نکاح سے اصل غرض یہ ہے کہ لوگ زنا سے بچین - زنا مین مختلف اولاد وحق ہونے اور روز کے جھگڑے قضیہ پیدا ہونے کے علاوہ ایک خرابی یہ ہوتی ہے کہ پرورش اولاد کے لیے کوئی مناسب طریقہ پیدا نہین ہوتا اور انتظام عالم مین فتور واقع ہونے کا احتمال ہوتا ہے - عورتون کی طرف سے مردون کا اور مردون کی طرف سے عورتون کا میلان طبع قانون فطرت ہے - اسکا توڑنا خدا سے لڑنا ہے - شرع نے اس میلان طبع کو قید اور

---

[1] فلما قضی زید منہا وطرا زوجناکہا لکیلا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائہم اذا قضوا منہن وطرا -
[2] ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین -

سبب کہا جاتا ہے کہ زنا کی عادت پیدا نہ ہو۔ یا یہ کہ زنا سے انسان کو عملی طور پر بچنا آسان
فرار دینے کے جتنے وسائل تھے انکا نکاح۔ طلاق۔ خلع وغیرہ مسائل متعلقہ
زنا شوئی میں لحاظ رکھا گیا۔ اب ان سیدھی سیدھی پاک باتوں کو اپنی جہالت
سے کوئی تماشہ بنا لے تو یہ مرض لا علاج ہے۔ (دیکھو زناکاری فی البہشت ۰۰۰م)

حضرت زید اور حضرت زینب کے معاملات میں بہت کچھ شرمی تہمت لگائی گئی ہے۔ سوا
زید کے اور کسی صحابی کا نام قرآن میں نہیں ہے۔ حضرت زید ایک شریف عرب کے
لڑکے تھے۔ ایک ظالم کسی طرح انکو پکڑ لے گیا تھا۔ پیغمبر خدا کے ہاتھ یہ غلام ہو کر بکے
جب انکے باپ کو خبر ہوئی تو وہ لینے آئے۔ پیغمبر نے آزاد کر دیا۔ لیکن وہ ایسے مہربان
کا ساتھ کب چھوڑتے تھے۔ وہ اپنے گھر نہ گئے اور آزاد ہو کر پیغمبر ہی کے پاس رہنے
لگے۔ آنحضرت نے انکو بیٹے کی طرح پالا تھا۔ جب جوان ہوئے تو چاہا کہ اپنی پھوپھی
زاد بہن زینب کے ساتھ انکو بیاہ دیں۔ حضرت زینب اور اُنکے بھائی عبداللہ
نے زید کی سابق غلامی پر نظر کر کے تامل کیا۔ اُسوقت یہ آیہ اتری۔ کسی مسلمان مرد[1]
یا عورت کو زیبا نہیں ہے کہ جب خدا اور رسول انکے کام میں حکم دیں تو وہ پھر اپنے کو جل
دیں۔ ظاہر ہے کہ اس آیت سے صرف یہ مقصود تھا کہ ایک دوسرے کو صرف خارجی اسباب کی وجہ سے
معاملات نکاح میں ذلیل نہ سمجھے۔ حضرت زینب نے بیاہ تو کیا لیکن یہ خیال دل سے نہ گیا کہ
غلام کو انھوں نے شوہر بنایا ہے۔ حضرت زید کو حضرت زینب سے ہمیشہ بے لطفی رہی پیغمبر
خدا نے سمجھایا لیکن اُس سے بھی کام نہ نکلا تو حضرت زید نے حضرت زینب کو طلاق دیدی۔ اختلاف
مزاج کی حالت میں فریقین کیلیے طلاق سے عمدہ کوئی دوسرا چارہ کار نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ اہل

[1] ما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم۔

طلاق سے حضرت زینب کچھ ملول ہوئی ہوں۔ اگر یہ خیال ہوا ہو کہ غلام بھی مجھے اپنے قابل نہ سمجھا۔ آنحضرتؐ نے انکی تسکین کے لیے خود اپنی زوجیت میں انکو لینا چاہا۔ اور زید ہی کی معرفت پیغام نکاح بھی بھیجا۔ حضرت زینب کے پہلے نکاح میں آیت قرآنی نازل ہوئی تھی۔ انھوں نے ایک شان بے اعتنائی سے فرمایا با اقتضاے فرط غم سے یہ کہا کہ جیسا خدا حکم دے گا کیا جائے گا۔ اب عجب کہ حضرت زینب کو بھی پیغمبر خدا کے ساتھ نکاح کرنے میں وہی تامل تھا جو منافقوں کے دل میں آیۂ قرآنی اترنے کے بعد بھی قایم تھا۔ اور یہ ان بھی لہاظ سا سا ہے کہ جب حضرت زینب کا پہلا نکاح وحی سے حضرت زید کے ساتھ ہوا تھا تو دوسرے نکاح کے لیے بھی نص قرآنی کی منتظر تھیں حکم ہوا ”زوجنا کہا“ جیسا اوپر پوری آیت پڑھکر بیان کیا گیا ہے۔ حضرت زینب کے یہ سمجھنے کو کافی تھا وہ نہایت مسرت سے پیغمبر خدا کی زوجیت میں داخل ہوگئیں لیکن منافقین اسپر بھی ہنستے تھے منافقوں کی شان میں تیسری آیت اس مضمون کی نازل ہوئی کہ محمد کسی کا باپ نہیں ہے یعنے یہ خیال کہ لیپالک کی بیوی سے نکاح بیجا ہے بالکل غلط ہے یہ سب اہتمام صرف اسلیے تھا کہ اُمت محمدی کی نکاح کی حقیقت معلوم رہے لیکن افسوس کہ پھر بھی لوگ اسے نہیں سمجھتے۔

حضرت زینبؓ بنت خذیمہ بھی آنحضرتؐ کی ازواج مطہرات سے ہیں۔ پہلے انکے کئی نکاح ہوچکے تھے۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ آنحضرتؐ کا نکاح انسے پانچواں تھا۔

حضرت میمونہؓ کی نسبت بھی مشہور ہے کہ آنحضرتؐ سے انکا تیسرا یا پانچواں نکاح تھا۔

حضرت جویریہؓ جب آنحضرتؐ کے نکاح میں آئیں اُسوقت انکا پہلا شوہر مرچکا تھا آنحضرتؐ سے یہ ... تو انکا دوسرا نکاح تھا۔

حضرت صفیہ رضی کا نکاح آنحضرت کے ساتھ تیسرا تھا۔

ایک اعتراض پیغمبر خدا پر یہ کیا جاتا ہے کہ وہ شہوت پرست تھے انکو اتنی بہت سی بیبیان
کی کیا ضرورت تھی۔ شہوت پرست ہونے کی نسبت تو یہ کہنا کافی ہے کہ آپ کبھی زنا سے متہم نہیں
ہوئے۔ پچیس برس تک آپ نے کسی عورت سے قربت نہ کی اور عین شباب کو ستر اسی
برس کے بڈھون کی طرح کاٹا۔ اسکے بعد شادی بھی کی تو اپنے سے زیادہ سن والی عورت
سے کی ۵۴ برس کے بعد آپ نے عقد نکاح کرنے شروع کیے۔ مرتے دم سات
بیبیان موجود تھین لیکن ان بیبیون مین بجز حضرت عائشہ رض کے اور کسی بکر سے آپ نے
عقد نہین کیا برابر بیواؤن ہی سے عقد کیا۔ سب سے زیادہ آپ عائشہ رض کو چاہتے
تھے لیکن ساتھ ہی عدل کا بھی خیال رکھتے تھے۔ ان عورتون کا بڑھنا گویا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
ایسی پیاری بی بی کی ملاقات مین فرق ڈالنا تھا اور اسلیے یہ قیاس کہ شہوت پرستی یا لطف
بڑھانے کے لیے عقد نکاح مین لائی گئین بالکل قائم نہین ہو سکتا۔ جس فقر و فاقہ سے
آپ بسر کرتے تھے وہ اظہر من الشمس ہے ازواج مطہرات کے گھر بہت تھے نہ آپکے پاس کوئی
اور سامان عیش و نشاط کا تھا۔ کیا شہوت پرستی کے یہی نشان ہین کہ حسن ہوا مین گھر بند
کرکے انکے ساتھ جنگلی چمڑے کی کھال پر سویا جائے اور فقر و فاقے سے بسر کی جائے؟
اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر اتنی بہت سی بیبیون کے بڑھانے کی کیا ضرورت تھی؟
اسکا جواب تھوڑے غور کے بعد سمجھ مین آسکتا ہے آنحضرت قانون ربانی جاری کرنے
آئے تھے۔ قرآن تو گویا ایک اصول کی کتاب ہے۔ فقہ کے مسئلے حدیث کو قرآن کے
ساتھ ملاکر پیدا کیے گئے ہین۔ حدیث نقل کرنے کے ذریعے تھے اصحاب۔ غیر عورتون سے
صحبت رکھنا مناسب نہ تھی اور جو باتین فقہ کی عورتون کے متعلق ہین وہ مرد ذات کے سامنے

بیان کرنے کی نہین تھین اور نہ مردون کے پوچھنے کی تھین یہی باعث تھا کہ اتنی بہت سی
عورتین آنحضرت کے پاس تھین جنکی بدولت آج حیض - نفاس - طہارت وغیرہ وغیرہ کے
مسئلے اور نیز بہت سی مفید باتین ازواج مطہرات سے دوسری مسلمان عورتونکو معلوم ہوئین اور پھر انکے
ذریعہ سے عام مسلمانون مین پھیلین - ایک یہ غرض بھی تھی کہ لوگ بیواؤن سے عقد کرنا عیب سمجھتے
بکر کے ساتھ نکاح کرنا ہر زمانہ مین انسانی طبیعت کا مقتضا رہا ہے پیغمبر خدا نے چاہا کہ لوگون مین
بیواؤن کے عقد ثانی کی تحریک اپنے فعل سے پیدا کرین - باوجود اسکے آنحضرت کے بعد ہی ایران
مین "زن بیوہ مکن اگرچہ حور است" کا معمول جاری ہوا - اور پھر ہندوستان مین آکر تو بیواؤن سے
عقد کرنا بند ہی ہو گیا - اگر پیغمبر صاحب کی سنت نہوتی تو شاید شرعی تحریم بھی قائم کر لی جاتی - یہ غلط
مشہور ہے کہ ہندوستانی مسلمان اپنی بیوہ بہنون اور بیوہ لڑکیون کا عقد نہین کرتے وہ خوشی سے کرین
لیکن کوئی منظور بھی کرے کیا وہی دہی کرتے پھرتے خدمتگارون کے سر منڈھ دین بیچارے کیا کرین؟
بیواؤن کے ساتھ شادی کرنے مین تو لوگ خود رکتے ہین اور مشہور یہ کر رکھا
ہے کہ بیوہ لڑکیون کے ساتھ بیاہ ہونے پر اسلیے اولیا راضی نہین ہوتے چھوٹی
چھوٹی حیثیت کے آدمی بھی اپنے لیے بکر ہی تلاش کرتے ہین اور یہ نہین سوچتے
کہ سنا ہو دارین محمد مصطفے کے عقد مین بجز حضرت عائشہ کے تمام بیوائین ہی تھین
ایک ملکی مصلحت بھی ان بیاہون مین شامل تھی وہ یہ کہ مختلف قبیلون
مین شادی کرنے سے آنحضرت سمجھتے تھے کہ مسلمانون کے جان نثارون کا گروہ
بڑھ جائیگا - اس وقت کے دستور کے مطابق ایسا خیال ایک ملکی مسئلہ تھا
اور بڑے مصالح پر مبنی تھا -

فصل چہل و چہارم

عدالتی کارروائی

عہدۂ قضا

مسلمانون مین شروع شروع عہدۂ قضا خود آنحضرت صلعم اور انکے بعد خلفاء اربعہ
دنیاوی احکام برابر تعلیم کرتے تھے۔ نماز پڑھاتے تھے۔ بیت المال کی حفاظت کرتے تھے
احکام شرع بتاتے تھے انکے اجرا و نفاذ کے نگران رہتے تھے۔ فوجی احکام بھی صادر
کرتے تھے غرضکہ سب کچھ کرتے تھے۔ بنو امیہ کے زمانہ مین یہ طریقہ بدلا۔ کچھ تو خلیفہ وقت
کی عدیم الفرصتی (وہ کسی سبب سے ہو) باعث ہوئی اور کچھ عوام کا خیال خلفاء وقت
کی نسبت ایسا ہوا کہ وہ تمام امور مین خود کو مدار الہام رکھنا خلاف مصلحت سمجھے
جدا جدا عہدے قائم ہونے لگے تو عدالتی کارروائی کے لیے قاضی القضاۃ اور اسکے
ماتحت قاضیون کا تقرر ہوا اور قاضی کی مدد کے لیے مفتی مقرر کیے گئے (جیسا کہ آج
یورپ میں ججون کے ساتھ اسیسر اور جوری کام کرتے ہین) بنو عباس کے عہد مین
بھی یہی قاعدہ جاری رہا۔ عوام سے قاضیون کو زیادہ تعلق رہتا ہے اور انسان سب برابر
نہین ہوتے اسلیے قاضیون کی عیب جوئی کے اشارات شروع ہی سے قصہ کہانیون
کی کتابون مین پائے جاتے ہین مگر سچ یہ ہے کہ اسلام کے زمانہ عروج مین قاضیون
کے انتخاب مین بڑی احتیاط کی جاتی تھی محض فضیلت کی ڈگری سند ہونا یا کوئی امتحان
پاس کر لینا اس عہدہ کا مستحق نہین ٹھہراتا تھا۔ اس عہدہ کے لیے بہت سی شرطین تھین
جو قاضیون کے تقرر کے وقت ملحوظ رکھی جاتی تھین۔ فقہ کی ایک چھوٹی سی کتاب کنز کی
عبارت کا ترجمہ ہے "چاہیے کہ قاضی بدمزاج سنگدل سرکش اور دشمنی کرنے والا نہ ہو

قاضی ایسا شخص ہونا چاہیے جسکی پرہیزگاری عقل صلاح سمجھ - حدیث دانی اور صحابہ
کے قول اور شریعت کی راہون کے عالم ہونے پر اعتماد ہو . . . . . مفتی کو بھی ایسا ہی ہونا
چاہیے . . . . . کوئی شخص قاضی کو ہدیہ بھیجے تو قاضی اُسے واپس کرے . . . . . دعوت بھی قاضی
کسی کی قبول نہ کرے خصوصاً وہ جو صرف قاضی ہی کی دعوت ہو ، قاضی کی تہذیب اور خلق
کی اسقدر محکوم ہو نماز جنازہ اور عیادت مریض کے لیے قاضی کو جانا چاہیے - مدعی اور مدعا علیہ
دونون کو قاضی برابر بٹھائے اور دونون کی طرف برابر توجہ کرے اور ایک سے کان مین بات
نہ کرے اور نہ اشارہ سے کچھ کہے - نہ کسی کو انمین سے حجت سکھائے اور نہ کسی کو مدعو
کرے - نہ کسی سے ہنسی کرے اور نہ گواہ کو گواہی دینے کا طریقہ سکھائے -

قاضیون کا انتخاب شروع شروع بڑے اہتمام سے کیا جاتا تھا مشہور ہے کہ اخیر زمانہ
بنو امیہ مین امام محمد ابن مالکؒ اور شروع زمانہ بنو عباس مین امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ عہدہ قضا
کے نامنظور کرنے سے مورد عتاب سلطانی ہوئے تھے - ممکن ہے کہ سلطان وقت کو محض انکی لیاقت
ذاتی کی وجہ سے انکا قاضی القضاۃ مقرر کرنا مناسب معلوم ہوا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ ملکی مصالح
مقتضی ہوئے ہون کہ ایک باثر شخص کا ملازمت مین داخل ہو جانا استحکام سلطنت کا باعث ہوگا
ان بزرگان دین کے انکار کی وجہ یہ مشہور ہے کہ اتنا بڑا بار لینا انھون نے پسند نہ کیا لیکن ممکن ہے
کہ یہ وجہ نہ ہو جو بار پیغمبر خدا اور خلفاء راشدین نے اٹھایا اسکے اٹھانے کی عزت سے
گریز کرنا اعلی درجہ کی حب وطنی کے خلاف نہین تو اسکے موافق بھی نہین ہے میری سمجھ مین انکار
کی وجہ ایک یہ بھی ہو سکتی ہے کہ دربار خلافت سلاطین عجم کا رنگ پکڑ رہا تھا ان مقدس بزرگوں
نے خلاف دانش تصور کیا کہ سلطان وقت کے ملازم ہو کر اسکے جائز و ناجائز احکام کی
پیروی سے اپنی ورع مین فرق ڈالین یا اُنسے روگردانی کرکے خود کو مورد عتاب سلطانی قرار دین

جس طرح ہندوستان کے فاتحین اعلیٰ درجہ کے اوصاف ساتھ نہین لائے اسی طرح
یہان کے قاضی اور مفتی بھی اعلیٰ درجہ کے اوصاف سے متصف نہین تھے وجہ یہ تھی کہ عربون
کی سلطنت یورپ اور افریقہ و ایشیا مین نابود ہونے کے بعد یہان اسلام پہونچا۔ اور ہم بارہا
ثابت کیا ہے کہ اسلام کی حالت اپنی عجائبات کے ساتھ اسی وقت تک نمونہ قدرت تھی
جب تک وہ عربی النسل خلفا کی حمایت مین تھا۔ ہم کیا تمام یوروپین مورخ بھی راے رکھتے ہین
اور اس بارہ مین غیرون ہی کی راے زائد مستند ہو سکتی ہے۔ فاتحان ہندوستان کی کیا
حالت تھی اُسکے لیے ہند اور اہل اسلام فصل ۲ پڑھیے لیکن فاتحین ہند سے قاضیان
ہند نسبۃً اچھے تھے اور اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ برابر قریشی النسل علما سے منتخب کیے جاتے تھے
قرآن و حدیث پڑھنے سے ایک خاص صلاحیت اُنمین پیدا ہو جاتی تھی۔ فوجی مالی ملکی خدمتین
ترک تاتار مغل انجام دیتے تھے ہندو بھی ان خدمتون پر مامور ہوتے تھے لیکن قاضیون اور مفتیون
کا گروہ زائد تر مسلمان اور وہ بھی عرب یا عربی النسل عجمی مسلمانون سے منتخب کیا جاتا تھا وہ لوگ
ہندوستان مین اسی طرح آتے تھے جس طرح اب سولین انگلینڈ سے آتے ہین فرق اتنا ہے
کہ یہ امتحان پاس کر کے اور تقرری کا پروانہ لیکر چلتے ہین اور وہ علم و ہنر اور قومی امتیاز کے بھروسے
پہ چلتے تھے اور آنے کے ساتھ ہی خدمتون پر مامور ہو جاتے تھے۔ ابن بطوطہ کے سفرنامہ پڑھنے
سے ظاہر ہے کہ ہندوستان کے دربار شاہی مین کس درجہ اسکی آؤ بھگت ہوئی تھی اور بہت بڑا عہدہ
صدر قاضی القضاۃ اسے دیا گیا تھا تاریخ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ محمد تغلق نے خلیفہ بغداد سے جو اسوقت
ترکون کے ہاتھ مین شاہ شطرنج سے زیادہ حیثیت نہین رکھتا تھا خطاب اور سند سلطنت نہایت
شوق سے حاصل کی۔ ہندوستان مین جتنے گھرانے قاضیون کے ہین اکثر انمین عربی النسل
ہین اور جتنے عربی النسل خاندان ہندوستان کے مختلف حصون مین آباد ہین انکو کم و بیش ملکیت

زمین بھی شاہوں نے عطا کی تھی اور اسلیے اکثر حصص ہند میں ملکوں سے انکی اولاد کو تعمیر کرتی
ہیں۔ انھیں امور پر لحاظ کرکے میرا خیال ہے کہ عربی النسل علما کو شاہان ہند مختلف حصص ہند میں
آباد کرتے تھے جاگیریں دیتے تھے عہدے عطا کرتے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ اسلامی تہذیب
انکے ذریعہ سے پھیلے گی اور شرایع اسلام سے یہ لوگوں کو واقف کریں گے اور ایک حد تک
اسمیں کامیابی بھی ہوئی۔ کیونکہ گئی گزری حالت میں بھی ہندوستان کی عدالتوں کا انتظام اور
صیغہ جات کے انتظامات سے نسبتہً اچھا تھا قاضیوں اور مفتیوں نے ان فتاوی سے جو
انکے بہت پہلے مدون ہو چکے تھے علانیہ طور پر کبھی گریز نہیں کیا اور علمائے عصر نے
احکام فقہ کو جس حد تک اسمیں پہلے ترقی ہو چکی تھی بدستور قایم رکھا زمانہ انحطاط میں اس سے
زاید اور کیا امید ہو سکتی تھی۔ ہمارے بیان کے ثبوت میں برٹش گورنمنٹ کا طرز عمل پیش کیا
جا سکتا ہے کہ ہندوستان کی عنان حکومت ہاتھ میں لینے کے بعد ... اس نے
نظامت میں مداخلت پسند نہیں کی۔ تمام صیغوں کے انتظام درست کرنے کے بعد آخر میں
ادھر توجہ کی یعنی سلطنت مغلیہ کے باعث جتنے امراض پیدا ہوئے تھے انمیں سے کم خطرناک یہی
صیغہ سمجھا گیا اور ایک طبیب حاذق کے طور پر تمام دیگر امراض کے رفع کرنے کے بعد اسپر انتہائی
نے ادھر توجہ کی۔

(ولی الیہ)

قید کی سزا دین کے باقی رہنے پر مسلمان بھی رہتے تھے اور مفلسی ثابت ہونے پر وہ رہا بھی کرتے تھے
لیکن شوہر بیوی کے زر مہر معجل یا ضمانت کے مواخذہ میں جو کوئی قید ہوتا تھا اسکی مفلسی اسکی رہائی
کی مانع نہیں ہوتی تھی۔ گویا نادار کے پیسے قرض لینا یا مہر معجل مقرر کرکے کسی عورت کو دھوکا دینا
یا ناداری کی حالت میں کسی کا ضامن ہونا ایک قسم کا جرم فوجداری تصور کیا جاتا تھا لیکن

تعلقات اسی وقت مناسب تھا جب کل احکام شرع زیر عمل تھے سودی ہوا رہند تھا قرض حسنہ سے
لوگوں کی ضرورتیں رفع ہوتی تھیں خرید و فروخت زیادہ تر نقد ہوا کرتی تھی۔ اب کہ تمام تجارت ایک
قسم کی قماربازی ہو رہی ہے نہایت ہی نیک نیتی سے روزگار کیا جائے جب بھی دیوالہ نکل جاتا ہے
قید کی سزا مدادا رمدیون کو دینا مناسب ہوگا۔ دیکھیے زناکاری، فصل ۲۲ جسمیں ثابت کیا گیا ہے
کہ احکام شرع اسیوقت بنی نوع انسانی کے مہذب کرنے والے ہو سکتے ہیں جب اُنپر پورا
پورا عمل کیا جائے۔ آدھا تیتر آدھا بٹیر بجائے نفع کے مضر ہو جاتا ہے۔

(پنچایت)

پنچایت کے قاعدے مسلمانوں میں ایسے ہی تھے جیسے کہ اب ہندوستان میں رائج ہیں
متخاصمین اپنی نزاع کے فیصلہ کے لیے جب کسی کو منتخب کرتے تھے تو حاکم عدالت پر اُسے ترجیح دیجاتی تھی

فصل چہل و پنجم

شہادت

شہادت کا قانون بھی مسلمانوں میں مثل اور قوانین کے بہت ہی زائد مکمل ہے معاملات کی سادگی
اور راستبازی اور قوم کی مردانگی اور عالی حوصلگی کے اصول پر اسکے مسایل متفرع ہیں مسلمانونمیں
یہ طریقہ نہیں ہے کہ فریقین کے گواہ گزریں اور پھر عدالت غور کرے کہ کن کے گواہ سچے ہیں۔ نہایت تو
نظارہ ہے کہ دونمیں سے ایک یقیناً دروغ حلفی کرتا ہے ۔ ۔ عدالت مجبور ہے کہ جھوٹے کا فیصلہ دیا ۔ جسکی
وجہ روز بروز عوام میں دروغ حلفی ترقی کرتی ہے۔

باب جرایم میں گواہونکی تعداد اور اُنکے متعلق احکام پورے طور سے بیان ہو چکے ہیں۔ بے
دیوانی کے معاملات انکے لیے بہت مختلف صورتیں ہیں۔ مختلف حالتوں کے لیے مختلف طریقے
جو کسی ذریعہ سے قایم ہوئے ہیں گواہوں کی تعداد معین کر دی گئی ہے۔ شہادت کسکو دینا چاہیئے

جا دیا گیا ہی مختلف معاملات کے لیے مختلف طریقے جو مناسب حال تھے قایم ہو گئے ہین فقہ
کی کتاب سامنے رکھکر تمام صورتون کا ایک خیالی نقشہ جماکر کے ذہنی عدالت قایم کی جاسکے تو معلوم
ہو سکتا ہی کہ اس سے اچھی صورت نوع انسانی کی حاجت براری کے لیے جہان تک اسکو حکمت
سے تعلق ہی پیدا نہین ہو سکتی تمام صورتون کا بیان کرنا مضمون کی طوالت کا باعث ہوگا ایک مسئلہ
شفع کی بیان کرنے سے سمجھ مین آجائے گا کہ کیسی شہری حالت مسائل شرعیہ کی ہے۔

(شفعہ)

مسئلہ شرع یہ ہی کہ اگر کوئی اپنا مکان فروخت کرے تو مکان کے شریک یا پڑوسی کو یا
اُس شخص کو جو اس راہ مین شریک ہو جو مکان مبیعہ تک جاتی ہی یہ حق ہوتا ہی کہ جتنا روپیہ مشتری نے دیا ہی
اُتنا ہی دیکر خود وہ مکان لے لے اس حق کو حق شفعہ کہتے ہین پیغمبر خدا کی حدیث سے یہ حق مسلمانون
مین قایم ہوا۔ ظاہر ہی کہ نیک نیتی اور صفائی سے اس حق کا نفاذ کیا جائے تو بے انتہا آسایش کے ذریعے
اس سے تمدنی حالت مین پیدا ہو سکتے ہین۔ یہ قانون اسلام کی خصوصیات سے ہی۔ دنیا مین
اور کہین یہ قانون نہین تھا اب جہان ہی مسلمانون سے ماخوذ ہی لیکن اگر بدنیتی سے اسکا نفاذ کیا جائے
تو اس سے زائد تر مضر اور آزادی کا روکنے والا کوئی دوسرا قانون نہین ہو سکتا۔ اب شریعت نے
بدنیتی کی روک تھام کے لیے اسکے متعلق شہادت مین ذرا سختی قایم کی ہی اور وہ سختی بجائے خود
نہایت سادہ اور سیدھے طریقہ پر مبنی ہی یعنی شفیع کے لیے یہ حکم ہے کہ جب وہ عدالت مین آکے
تو حلف سے کہے کہ بیع کی خبر سننے کے ساتھ ہی مین نے اپنی راے خریداری کی بابت قایم
کی تھی اگر کسی وجہ سے خود حلف لینے کے لیے نہ آسکے تو اسکو گواہون کے ذریعہ سے بھی
ثابت کر سکتا ہی اول حصہ تو یہ ہوا اور دوسرا درجہ یہ ہی کہ پھر وہ گواہون سے ثابت کرے کہ شفع اپنا قایم
کر لینے پر وہ کتنی نہین ہوا بلکہ مشتری کے پاس یا شی مبیعہ کے پاس جا کر فوراً اپنا دعوی [illegible]

ظاہر کردیا۔ یہ سادہ سادہ مسائل ہین اوران کا نام طلب مواثبت اور طلب اشہاد رکھا گیا ہے
اب دونون لفظون اور اُنکے مفہوم کے سمجھنے مین اسقدر غلطیان ہوئین کہ ان مسائل کے معنی
غلط انداز ہوگئے اوران امور کا گواہون سے کرلینا ایک قسم کی رسم کا ادا کرنا سمجھا گیا اور یہ ظاہر ہے
کہ حق شفع سے اگر طلب مواثبت اور طلب اشہاد نکال ڈالیے تو حق شفع بجاے تمدنی حالت
درست کرنے کے اسکا مخرب ثابت ہوتا ہے پڑوسی پورا دام نہین دیتا اعتبار شفع سے ڈرتے
آئینا بیچنے والا مبتلا سے عذاب ہے اگر کسی نے دل کڑا کرکے خرید بھی لیا تو ایک سال تک وہ
اپنی حالت غیر محفوظ پاتا ہے سال بھر مین حالتین بدل جاتی ہین اراد دلن مین انقلاب پیدا
ہوتا ہے۔ سال بھر کے ختم پر ایک ایسے شخص نے دعوی شفع کا ارادہ کیا جو شروع سال مین گداگری
پر بسر کرتا تھا۔ استطاعت خریداری بالکل نہین رکھتا تھا دیکھیے خریدار کے لیے کتنی بڑی زحمت کا
سامنا ہوا غرضکہ عدالتی کارروائیون مین بھی بڑے بڑے مصالح اور نکات ہین جنسے واقف
ہونے اور اُسپر پورا غور کرنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ شرع محمدی نے اپنے دلون مین بہت کچھ
آسایش بندگان خدا کو پہونچائی ہے لیکن یہ بھی صحیح رہے جیسا کہ مین بار بار کہہ چکا ہون اور پھر
کہتا ہون کہ شرع محمدی تمام اصول کے ساتھ متعلق کی جائے جب ہی اُسمین آسایش ہے
ورنہ نہین۔ مثلاً اسی مقام پر سمجھیے کہ جہان شرع محمدی کا مسئلہ شفع رواج ہوکر متعلق کیا جاتا
ہے اور طلب مواثبت اور طلب اشہاد کا خیال نہین ہوتا وہان مسئلہ شفع سے تمدنی حالت
مین بجاے بہبودی کے ابتری پیدا ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔

(مفقود الخبر)

مفقود الخبر کی نسبت احکام شرع نہایت اچھے ہین کہ اُسکی جائداد کے انتظام کے لیے
اُسکو موجود تصور کر لیتے ہین اور دیگر امور کی نسبت اُسے ایک زمانہ معین تک زندہ مانتے ہین

زمانہ انتظار حنفیون کے نزدیک بیشک بہت زائد ہے جو بلحاظ حالات نامناسب تصور کیا جاتا ہے لیکن اور ائمہ کے نزدیک اس سے بہت کم زمانہ رکھا گیا ہی اور اوسط حساب سے کم و بیش وہی ہوتا ہے جو انگریزی قانون مین معین ہی یعنے آٹھ سال اور بعض ائمہ نے تو اس سے بھی کم زمانہ رکھا ہی - امام مالک نے چار برس کی مدت رکھکر عورتون کے حقوق کی نگہداشت کی ہی اور مفقود الخبر کی بی بی کو یہ حق دیا ہی کہ اسکے بعد وہ قاضی سے افتراق کا حکم صادر کرالے -

باب پنجم ۵

عقائد مذہبی اور علمی مباحث

فصل چہل و ششم

حقیقت اسلام

کوئی سمجھے تو دنیا کی ہر ایک چیز نمونہ قدرت ہی اور سچ پوچھے تو ہر ذرہ سے صنعت کردگار ہویدا ہے - کن کن چیزون کا نام لیا جائے آفتاب - ماہتاب - ستارے - زمین - ابر و دریا پہاڑ - آگ - پانی - ہوا - مٹی - حیوانات - نباتات - جمادات وغیرہ وغیرہ ہر ایک بجائے خود تماشہ - اور بجائے خود ذریعہ معرفت ہے - ان کو آنکھون سے دیکھنے والے تو سب ہی ہین لیکن غور کرنے والے کم ہین -

مثلاً تغیر موسم کردہ خود ایک تماشہ ہے - ابھی گرمی تھی سارا جسم پھکا جاتا تھا - کہ دفعتاً ہوا چلی - ابر گھرا - مینہ برسنے لگا - زمین سے آسمان تک کرہ تاریک تھا اور پھر ایک ساعت مین مطلع صاف ہوگیا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چلے آتے ہین - زمین سطح آب کی طرح سپید ہو رہی تھی

کہ نباتات نے زمین سے اپنا سر نکالا - بوسیدہ ہوئے بیج دو ہی چار روز میں جم گئے
سبزہ زمرّدیں سے تمام زمین بھر گئی - درختوں میں بھی نئی نئی کونپلیں نکلیں - جامہ سبز
پہن کر تمام درخت اکڑے ہوئے کھڑے ہیں -

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

برسات کے موسم جانے پر جاڑے کا موسم شروع ہوا اور جاڑے کے بعد گرمیاں آئیں
جاڑوں میں جو چیزیں انسان کو پیاری تھیں وہ گرمیوں میں بیکار ہو کر خود بخود نظروں سے
گر گئیں - برسات میں یہ سمجھا گیا تھا کہ پانی نباتات کی جان ہے - جاڑے کی شب شبنم کی
وجہ سے نصف برسات ہے - لیکن پھر بھی سبزہ زار زندگی سے ناخوش ہے اور اپنی موت
سے بیزار ہے - درختوں کے پتے گر گئے ہیں - سوکھی ٹہنیاں کھڑی موسم بہار پر ماتم کر رہی
ہیں یا آیندہ بہار کے خیر مقدم کے لیے برہنہ تن خواہ مخواہ سے دوڑی چلی آتی ہیں -
جاڑوں میں تو کچھ شبنم کا آسرا تھا اب جیٹھ کی ہوا نے اُسے بھی الگ کیا - زمین جیسی
دن کو خشک ویسی ہی رات کو بھی خشک - پچھوا ہوا نے سطح زمین کو سوکھی راکھ سے مشابہ
بنا دیا ہے - قیاس چاہتا ہے کہ سبزہ برسوں دیکھنے میں نہ آئے گا کہ دفعتاً تغیر موسم نے
اپنا زور دکھایا - موسم برسات سے بھی کہیں زیادہ خوشنما حالت میں سروں پر پھولوں کے
تاج رکھے ہوئے نئی پتیاں سبز دا ہوئیں دنیا کے انقلابات کا بظاہر ایک سبب ہے لیکن
وہ سبب محض تسکین قلب کے لیے ہے نہ کوئی کلیہ ہے اور نہ کوئی معین قاعدہ ہے
جو حالت پیدا ہوتی ہے انسان اُسکے لیے کوئی رائے قایم ہی کر لیتا ہے اور اس جھوٹ
موٹ کی رائے زنی کو وہ انتہائے علم یا کمال دانش تصور کرتا ہے - لیکن جو جتنا ہی بڑا
ہے وہ اُتنا ہی معاملات دنیا میں اپنی رائے کو ناقص اور عقل کو ناکافی محض سمجھتا ہے

بیشک خدا نے ہر ایک چیز کا انداز و مقرر کر رکھا ہے اور اسی کو تقدیر کہتے ہیں لیکن ہم ہوہی سمجھی
علم طب کے پڑھنے والے اور علم تشریح کے جاننے والے پیٹ کے دھندے
سے فرصت نہیں پاتے ورنہ صنعت کردگار کے معائنہ سے دیوانہ بنجائیں۔ انسان پیدا
ہوا۔ بڑھا۔ جوان ہوا۔ بوڑھا ہوا۔ کمزور ہوا اور مر گیا۔ اور کبھی چلتے چلتے گرا اور قبل از وقت
مر گیا اس دوران میں اُسکی حالت میں بے انتہا تغیرات ہوتے ہیں جنمیں سے اکثر
اُسے خود محسوس نہیں ہوتے۔ خود اُسکی ترکیب جسم کے متعلق ایسے ایسے راز اور ایسی
ایسی حکمتیں ہیں کہ تمام دنیا کا علم حاصل ہونے پر بھی انسان خود کو پہچان نہیں سکتا۔ اور نہ اپنے
جسم کی ماہیتوں کا مدرک کامل بن سکتا۔ اللہ اللہ کچھ ٹھکانا ہے جس طرح آنکھ کے تل میں
تمام عالم سمایا ہوا ہے۔ اسی طرح انسان جزو ضعیف تمام قدرت کا ایک خلاصہ ہے۔ یا
دوسرے معنوں میں کہیے تو قادر مطلق کی بے انتہا صنعتوں کا ایک ادنیٰ نمونہ یا باغ
عالم کا ایک ادنیٰ شگوفہ ہے۔

بہر حال انتظام عالم پر غور کیا جائے خود اپنے وجود اور ترکیب جسم پر لحاظ کیا جائے
دنیا کے انقلابات اور عالم کے موجودات پر بغور نظر ڈالی جائے تو ان تمام چیزوں میں
کم سے کم ایک قوت کا ادراک تو ہر فرد بشر کو ہوگا اور یہ معلوم ہوگا کہ اسی قوت سے
چیزوں کا وجود قایم ہے۔ پھر اس وجود کے اسباب پر غور کیا جائے تو ہر ایک اپنے
پندار کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور سمجھ لے گا۔ سوچنے والے ذرا بھی سوچیں تو ان قوتوں
کو جدا جدا خالق ماننے کی جرأت نہ کریں گے اور نہ یہ کہہ سکیں گے کہ یہ اسباب باہم
ایک دوسرے سے بے تعلق ہیں۔ اب یہ قوتیں بحیثیت مجموعی یا یہ اسباب بہ شکل
واحد کسی قوت یا سبب پر خواہ مخواہ منتہی ہونگے۔ بس اسی علۃ العلل کا نام اسلام علم الٰہیات

سے تعبیر کرتے ہین اور اُسی ذات واحد کو مختلف اعتبارات سے قادر مطلق۔ رب۔
رحیم۔ رزاق وغیرہ وغیرہ پیارے نامون سے پکارتے ہین۔

اسلام پہلے یہ سکھاتا ہی کہ مختلف قوتون کو تم اللہ نہ کہو اور نہ مختلف اسباب کو خالق سمجھو
پھر یہ مانتا ہی کہ اللہ نے ہر چیز کے عدم یا وجود کے لیے اسباب بنا رکھے ہین معمولی طور پر ان
اسباب کے خلاف نہین ہوتا۔ ان اسباب پر غور کرنا انسان پر فرض ہے بلکہ ایک قسم
کی عبادت یہ بھی ہے۔ لیکن اسلام یہ تسلیم نہین کرسکتا کہ خالق مطلق نے عالم کو پیدا کرکے
اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ دنیا کا گورکھ دھندھا بنا کر وہ خود وجود معطل بن بیٹھا ہے بلکہ اس
بات کو پسند نہین کرتا کہ وہ اسباب سے قطع نظر کرکے ہر وقت اپنے اختیار تمیزی کو نافذ
کرتا رہے۔ علم اور تجربہ کہتا ہی کہ خدا ایسا نہین کرتا۔ لیکن یہ کہنا کہ وہ چاہے جب بھی نہین
کرسکتا۔ چھوٹا منھ بڑی بات ہی۔

خدا کو واحد اور قادر مطلق ماننے مین جو مصلحت ہے اُسے یون سمجھ سکتے ہین کہ
دنیا مین جتنی باتین وقوع پذیر ہوتی ہین اُنکے لیے ایک ایک سبب ضرور ہوتا ہی
سبب یا تو ایسا ہے انسان اُسکو بادی النظر مین یا ذرا غور کے بعد سمجھ جاتا ہے۔ یا
ایسا ہی کہ انسانی عقل اُسکے ادراک سے قاصر ہے۔ آخر الذکر صورت مین اکثر اوقات
انسانی کمزوری گمراہی کی طرف منجر ہوتی ہے۔ مثلاً بیماری کی حالت مین طبیب کے پاس
جانا۔ عطار سے دوا مانگنا۔ حجام کی خوشامد کرنا بیجا نہین ہے کیونکہ دنیا دار الاسباب ہے
اسباب کا محتاج بننا گویا قانون قدرت کے بالکل موافق ہونا ہے لیکن بیماری کو
خطرناک سمجھ کر اسباب ظاہر سے چشم پوشی کی جائے اور کسی جاہل کے کہنے سے بیمار اپنے
جسم کے برابر دھاگا ناپ کر پیپل کے درخت مین لپیٹ آئے اور اُمید رکھے کہ پیپل

شفا بخشنے مین اپنا اثر دکھائے گا تو یہ عقلاً بہت معیوب ہے اور اسلام اسکو شرک بتاتا ہے اور صاف صاف کہتا ہے کہ "انھین کم فہمیون کے مٹانے کے لیے مین مبعوث کیا گیا ہون" یعنے اسباب ظاہر نہ ہوتے ہوئے کسی شی کو بوجہ قادر مطلق مان لینا قادر مطلق کی قوت سے انکار کرنا ہے اور اسی کو اصطلاح شرع مین کفر کہتے ہین اور ایسی ہی حالت مین کسی کو اللہ کا ساتھی سمجھ لینا شرعی اصطلاح مین شرک کہلاتا ہے اور یہ کفر و شرک دونون نوع انسانی کے لیے بیحد مضر ہین۔ جس طرح عالم اسباب ظاہر مین لبراوقات حاکم وقت کی اطاعت لازم ٹھہرتی ہے اور بغیر اسکے انسان کو آرام میسر نہین آسکتا ویسے ہی اسباب مخفیہ مین ایک قوت (اللہ) کو قادر مطلق ماننا۔ صبر، قناعت۔ دلجمعی۔ قوت دل اور مضبوطی خیالات کا سبب ہوتا ہے اور تجربہ کہتا ہے کہ بغیر ان باتون کے وہ خوشی جسکی احتیاج سے کوئی بے نیاز نہین ہوسکتا کسی طرح حاصل نہین ہوتی۔ جس طرح کئی خدا کے ماننے مین انسان کے خیالات مین پریشانی پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح خدا کے انکار کرنے سے بھی دل مین کمزوری اور بے اطمینانی پیدا ہوتی ہے سب کو خود سے بڑا سمجھنے سے جس طرح دل بے انتہا کمزور ہوجاتا ہے اسی طرح کسی کو خود سے بڑا نہ سمجھنے سے دل بے انتہا زبردست ہوجاتا ہے۔ اور یہ دونون حالتین انسان کے حسن معاشرت و حسن تمدن پر بڑا اثر رکھتی ہین۔ اعتدال کی حالت یہ ہے کہ انسان صرف ایک خدا کا قایل ہو۔ کسی سے نہ ڈرے مردانہ وار معاملات دنیا مین کوشش کرے۔ کامیابی کی صورت مین خدا کا شکر کرے کہ نخوت پیدا نہ ہو اور ناکامی کی حالت مین یہ سمجھے کہ السعی منی والاتمام من اللہ۔ اپنے مقدور سے نہ چاہا نہ کام ہوا آیندہ پھر کوشش کی جاسئے گی۔ خدا سے نا امید نہ ہونا چاہیئے۔ انھین معتدل

خیالات سے دنیا مین موحد قومین ہمیشہ خوشحال اور سرسبز رہتی ہین اور اسی لیے اس اعتدال کی تعلیم اسلام نے بھی کی ہے۔

"اللہ ایک ہے" (لا الہ الا اللہ) اسکا مطلب صرف یہ نہین ہے کہ دو تین اللہ نہین ہین بلکہ اسکو یون سمجھنا چاہیے کہ دنیا مین جتنی باتین ہوئین۔ ہو رہی ہین یا ہونگی ان سب کا سبب صرف وہ قوت ہے جسکو مسلمان اللہ کہتے ہین اور چونکہ یہ ایسی قوت یا سبب ہے جہان تمام قوتین یا اسباب منتہی ہوتے ہین۔ اسلیے اس قوت یا سبب کا قادر مطلق ہونا لازم ہے اور کسی کو قادر مطلق نہین کہہ سکتے جب تک اسکے شریک یا ہمسر کا وجود ممتنع نہ ہو۔

خدا کا شریک کوئی دوسرا ٹھرایا جاوے تو خدا کو تکلیف نہین ہوتی اور نہ خدا کو کوئی رنج پہونچتا ہے جب اسکے وجود سے انکار کیا جاتا ہے۔ وہ ان باتون سے بے نیاز ہے یہ باتین شرع محمدی مین اسلیے ممنوع ہین کہ خود انسان کو ان باتون سے بالآخر اذیت پہونچتی ہے۔

مُنہ سے لا الہ الا اللہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تمام امور دنیاوی مین اللہ ہی سبب سمجھا جائے۔ خدا کی عظمت اور جلالت کسی حالت مین کم نہ ہو۔ تعلیم توحید یہ ہے کہ اسکا اثر اپنے لوگون کے دل سے کسی انسان یا حیوان کا خوف یا دنیاوی طمع اللہ کے قادر مطلق ہونے کے علم اور یقین کو ذرا بھی کم ہونے نہین دیتی۔ مسلمان کسی سے ڈرتا ہے تو صرف اُسی حالت مین کہ وہ ڈرنے کو اپنے اوپر شرعاً فرض جانتا ہے۔ بیجا خوشامد بموقع چاپلوسی نامردانہ خامی یہ ہرگز اہل اسلام کا شعار نہین ہے۔ اسلام جو شجاعت تعلیم کرتا ہے اُسکا اقتضا یہ ہے کہ اگر لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ قرآن مین نہ آتا تو اسلام بوقت ضرورت سامنے

ہاتھ سے پکڑ لیتے۔ شیر کے منھ مین کلائی ڈال دیتے یا دریا مین کود پڑنے مین بھی دریغ نہ کرتے
غرضکہ مسلمان کی شان سے ہے کہ وہ اللہ کو ہر دم حاضر اور ناظر سمجھین اور یہی اُن تمام
ترقیون اور کارنامون کی جڑ ہے جو پچھلے مسلمانون کی طرف منسوب کیے جاتے ہین۔
زمینداروں کے نزدیک تحصیلدار مالگزاری خدا سے حلقہ سمجھا جاتا ہے۔ لیکن معائنہ
تحصیل کے لئے کوئی چھوٹا سا مجسٹریٹ ضلع یا کمشنر قسمت آجائے تب دیکھیے کہ تحصیلدار
سے کہ ادنی چپراسی کی وقعت بھی عوام کی نظرون مین نہین رکھتا۔ تھوڑی دیر کے لیے
اُسکی حالت بدل جاتی ہے مشعل کے آگے چراغ کی روشنی زایل ہوئے بغیر نہین
رہتی۔ دن مین سورج کے سامنے مشعل کی کیا مجال کہ اپنی روشنی پھیلا سکے
ضرب المثل ہے کہ نقارخانہ مین طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ بس یونہین سمجھنا چاہیے
کہ اللہ کو پورے یقین کے ساتھ حاضر و ناظر اور قادر مطلق جاننے والون کو پھر کوئی
دوسری شے قابل لحاظ نہین معلوم ہوتی۔ ایسے لوگ نہ خوف بیجا کو قریب آنے
دیتے نہ کسی چیز کی طمع دل مین رکھتے۔ جھوٹ۔ چوری۔ زنا۔ غیبت۔ کبر۔ لالچ۔ بغض
حسد وغیرہ اخلاق مذموم اُنسے اس طرح فرار کرتے ہین جس طرح تاریکی شب سے
نور اور حرارت آفتاب سے شبنم منھ سے۔ موحد بنجانا تو آسان ہے لیکن دل سے
اور یقین سے موحد ہونا ذرا مشکل ہے اور اس زمانہ مین تو بہت ہی مشکل ہے۔ اسلام نے
یہ سمجھایا ہے کہ کافر کلمہ پڑھنے سے ایسا ہو جاتا ہے گویا وہ آج مان کے پیٹ سے نکلا ہے
توحید زبانی کوئی چیز نہین ہے ہان سچے دل سے اگر مانی جائے تو آدمی کی ماہیت
اُس سے بدل جاتی ہے۔ سانپ جس طرح کینچلی سے نکل کر نئی حالت پیدا کرتا ہے
اُسی طرح انسان بھی موحد بننے سے ایک نئی دنیا مین آجاتا ہے۔ اس توحید

کچھ ایسے خیالات جدید دو رفقا چستہ نہ پیدا ہوتے ہیں کہ انسان اپنی پہلی حالت سے کوئی
نسبت ہی نہین رکھتا۔ سچے اسلام نے اپنا جلوہ دکھایا نہین کہ جبین ہوتا ہے ہمت بڑھ گئی
ارادہ مین قوت آ گئی۔ خیالات مین تازگی اور شادابی پیدا ہوئی۔ حق او
باطل مین تمیز ہونے لگی۔ تاریک خیالات زایل ہونے۔ غرض سچا اسلام سے فطرت
طبیعت ہی بدل گئی۔ کسی گاؤن کے دو بھائیون سے ایک کاشتکاری کے کام
مین گھر پر چھوڑ دیا جاوے اور چھوٹا کیمبرج یونیورسٹی مین تعلیم پانے کے لیے انگلینڈ
بھیجا جاوے۔ اب آٹھ دس برس کے بعد چھوٹا بھائی اپنے گھر واپس آئے تو
ظاہر ہے کہ بڑے بھائی کو چھوٹے سے کوئی نسبت نہ ہوگی۔ انگلینڈ کی تعلیم اور صحبت
پچھلے لڑکے پر کچھ ایسا اثر ڈال ہوے گی کہ اسکی فطرت ہی بدلی ہوئی نظر آئے گی۔
اس سے کہین زیادہ حیرت افزا وہ ترقی تھی جو ابتدائے اسلام کی بدولت آناً فاناً
عرب اور اسکے گرد و نواح کے باشندون کو حاصل ہوئی۔ مسلمانون کی صحبت
نصیب ہوتے ہی تمام باتون مین زمین و آسمان کا فرق ہو جاتا تھا۔ سبب صرف
یہ تھا کہ پیغمبر خدا کے اثر صحبت سے لوگ توحید کے معنی سمجھتے تھے اور اسپر دل سے
یقین کرتے تھے اور بے تکلف اس قابل تھے کہ اپنے یقین کو فیض صحبت سے
دوسرون کی طرف منتقل کر سکین۔

(رسالت)

"تصدیق رسالت کے ساتھ منہ سے کلمہ توحید کہنا اور دل سے اسپر یقین کرنا اسلام
کے لیے کافی ہے" یہ تو ایک مسلم بات ہوئی۔ اب گفتگو یہ ہے کہ یقین یا تصدیق
بالقلب کیا شے ہے۔ بعضون نے کہا ہے کہ جو شخص بغیر افعال اچھے بڑے معاصی کا

مرتکب ہو وہ ہرگز مومن نہین ہے اور محبت یہ کی ہے کہ خدا کو سچے دل سے حاضر و
ناظر جاننے والا یا دل کی آنکھ سے اُسکو دیکھنے والا ارتکاب جرایم کر ہی نہین سکتا اگر کسی
وقتی اثر یا دیوانہ وار جوش کی وجہ سے وہ جادہ اعتدال سے کبھی پھر بھی گیا تو خدا کا
خیال اُسے پھر اپنی اصلی حالت پر ضرور کھینچ لائے گا۔ اسی بازگشت کو اصطلاح
شرع مین توبہ کہتے ہین ایک شخص منہ سے تو کلمہ پڑھتا ہے لیکن اُسکے اعمال کل
مسلمانون کے سے نہین ہین اگر یہ مسلمان ہے تو پیغمبر کے زمانہ مین منافق کسکو
کہتے تھے۔ منافق وہ تھے جو خوف۔ طمع یا مصلحت سے کلمہ تو پڑھ لیتے تھے لیکن
اُنکے دلون مین کبھی اسلام کا خیال نہ تھا۔ اب زمانہ حال کے مسلمان اپنی حیثیت
پر غور کرین کہ وہ کلمہ گو محض اسلیے ہین کہ اُنکے باپ دادا یا کلمہ ماننے والے
کلمہ گو تھے یہ بھی اُنکی تقلید کرنے لگے یا کہ وہ خود اس طرح توحید کے دلدادہ ہین کہ
اگر مسلمان گھرانے مین پیدا نہ ہوتے جب بھی توحید کی محبت اُنھین اسلام کی طرف
ضرور کھینچ لاتی۔ اب ہر شخص اپنا خود فیصلہ کرے کہ اُسکے اسلام کی نوعیت کیا ہے
یہان اس زمانہ کے اسلام پر کوئی لکچر دینا نہین ہے۔ لیکن اسقدر لکھنا بھی
بیموقع نہین ہے کہ زمانہ گزشتہ کی حالت کچھ ہی ہو اس زمانہ مین منہ سے کلمہ
پڑھ لینا مسلمان ہونے کے لیے ہرگز کافی نہین ہے۔ وہ زمانہ نبوت زمانہ قرون
کے ساتھ گیا کہ ادھر کلمہ پڑھا ادھر فیض صحبت نے کلمہ کا مفہوم دل پر کالنقش فی الحجر
کندہ کر دیا اور تصدیق خود بخود حاصل ہو گئی۔ اب تو یہ حالت ہے کہ ہم خود ہی مسلمان
نہین ہین دوسرون کو کیا مسلمان کرین گے۔ ہم خود راہ بھولے ہین۔ دوسرون کو کیا
راہ بتائین گے۔ کئی صدی پہلے سے "مسلمانان درگور و مسلمانی در کتاب" کہا

جاتا تھا۔ اب تو اس مقولے کے سمجھنے والے بھی مفقود ہوتے جاتے ہین۔ یہان موجودہ اسلام
کی تنقید کچھ مقصود نہین ہے لیکن مصلحتاً کہنا ناگزیر ہوا کہ اس کتاب مین حالت اسلام
اس طرح لکھی جاتی ہے کہ اسکے پڑھنے کے بعد مسلمان تمام بنی نوع انسانی مین اشرف
اور افضل دکھائی دین اور اُنکے طریقے سب کے طریقون سے اعلیٰ اور اکمل معلوم ہون۔
اور غیر کو یا اسلام نعمت خدا معلوم ہو۔ اس کتاب کی لمبی چوڑی داستانین پڑھنے والے
جب خارج مین مسلمانون کے اطوار دیکھتے تو کہتے کہ "اگر یہی نعمت خدا ہے تو ہم اس
نعمت سے درگذرے۔ یہ مسلمانون ہی کو مبارک رہے۔" اسلیے مختصر طور پر دکھا دینا
ناگزیر ہوا کہ زمانہ حال کے مسلمان اور خصوصاً ہند کے مسلمان بہ مشکل اپنے کو مسلمان کہہ سکتے
ہین۔ کچھ دنون پہلے یہان کے مسلمان اہل اسلام کی صورت اور شکل بنا کر غیر اسلام کے نقال
سمجھے جاتے تھے۔ اور اب زمانہ کے ایر پھیر سے وہ حالت بھی جاتی رہی۔ اب مسلمانون کو مسلمانی
صورت بنانے سے بھی نفرت ہے۔ اہل اسلام ہونا اور اسلام پر فریفتہ ہونا کیسا جبکہ اسلام کی عظمت
و حکمت جو اس کتاب مین دکھائی جاتی ہے وہ اسلام معدوم نہین ہے اور نہ معدوم ہو سکتا ہے لیکن بہت ہی
نہایت خاص لوگون مین ہے اور وہ بھی اس طرح کہ بے سر و سامانی کی حالت مین پڑا اپنے چاہنے
چاہنے والون کے سوگ مین ماتم کر رہا ہے اگر اسلام کا نعمت خدا ہونا عملی طور پر دیکھنا ہے تو ناظرین
پچھلے مسلمانون کے کارنامے اس کتاب کے صفحے الٹ کر پڑھین اور سمجھین کہ جبتک اسلام
اسلام کی طرح سمجھا گیا اُسنے کیسے کیسے سلوک اپنے معتقدین کے ساتھ کیے اور اپنے چاہنے
والون کو کب سے کیا کر دیا یا کہین کہان سے کہان پہونچا دیا۔ اب بھی لوگ اسکے چاہنے والے
ہین اپنی نعمت سے وہ اُنکے ساتھ دریغ نہین کرتا۔ لیکن دو ایک کا تنعم یا دو چار کی حالت کسی شمار
مین نہین سچے دل سے اسکی پیروی کرین تو معلوم ہو کہ اسلام کا چشمۂ فیض کبھی خشک نہین ہو سکتا۔

نا سکے سمجھ اور منظم اصول کسی حالت اور کسی زمانہ مین نامناسب نہ ثابت ہو سکتے ہین۔ یہ ہم
ہمارے اخلاق درست کرنے کو تیار ہے بشرطیکہ اس سے مناسب طور پر مدد چاہی جاوے تو تمام
انسان کی اصلاح کے لیے اسلام سے اچھا قانون بن نہین سکتا۔ لیکن تعجب یہ ہے کہ خود
اہل اسلام جب چاہتے ہین کہ اپنی حالتین درست کرین تو غیر قوم کے بڑے قواعد کی پیروی
کرتے ہین۔ اسلام جس نے تمام دنیا کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا تھا آج وہ پرانی مسجدون کے کمرون
مین ارکان وضو کی بحث۔ درستی صف نماز جنازہ وغیرہ وغیرہ چند محدود امور پر منحصر ہو رہا ہے اور اس
زمانہ کے بڑے بڑے علما کی تنگ خیالی یہ کہہ رہی ہے کہ انھین چند ارکان مین اسلام کی تمام خوبیون
کا ظہور ہے۔ اور یہ نہین سمجھتے کہ آج اسلام کے عمدہ اصول پر کاربند ہونے سے یورپ کی قوم کس درجہ
نمایان حالت رکھتی ہے۔ غضب ہے کہ اہل اسلام اور وہ بھی ایسے کیسے بڑے بڑے متقی جو آمین بالجہر کہنے یا نماز
کی صف سیدھی رکھنے پر مرنے کو تیار ہو جاتے ہین یہ بھی نہین جانتے کہ ایفای وعدہ کیا شی ہے۔ معاملات و تجارت
مین دیانت کا کیا مقتضی ہے۔ مدعیہ دین کا مفہوم کیا ہے۔ اور رزق حلال کس کو کہتے ہین۔

"محمد رسول اللہ" محمد خدا کا پیغامبر ہے۔ منہ سے تو یہ پانچ لفظ کا جملہ بہت ہی آسانی سے بولا جا سکتا ہے لیکن
اسپر عمل کرنا اور اسکو سمجھنا آسان نہین ہے جتنا منہ سے کہہ ڈالنا۔ ایمان کی تکمیل کے لیے وحدانیت
کے ساتھ یہ بھی ماننا ضرور ہے کہ آنحضرت محمد خدا کے پیغمبر ہین۔ یعنی جتنی باتین آنحضرت نے سکھائی ہین
وہ سب اللہ کی طرف سے ہین اور اسلیے وہ سب حکمت سے بھری ہوئی ہین۔ اللہ کی طرف سے ہین
یہ سمجھنا تو اعتقاد اور یقین پر مبنی ہے لیکن انکا حکمت سے پر ہونا سوچنے اور سمجھنے کی بات ہے اور غور اور فکر سے
اس اعتقاد اور یقین کی استواری مین بہت کچھ مدد ملتی ہے یعنی جب بعد غور و فکر کے یہ معلوم ہوا کہ جو قانون
آنحضرت محمد رسول اللہ نے جاری کیا وہ تمام گذشتہ موجودہ اور آیندہ قوانین سے عقلاً افضل ہے تو
خود بخود عقل سلیم بیان کرنے لگی کہ ایسا مستحکم اور لازوال قانون حکمت اور قدرت سے بھرا ہوا ہے کہ سابق

[illegible] کے ہو کسی دوسرے کا بنایا ہوا ہو ہی نہیں سکتا۔ خدا کا گھر۔ خدا کی کتاب۔ خدا کا قانون۔
خدا کا حکم ان سب میں اضافہ محض اظہار تخصیص کی غرض سے ہے ورنہ کوئی گھر کوئی کتاب
کوئی قانون کوئی حکم ایسا نہیں ہے جو خدا کے علت العلل ہونے کے لحاظ سے خدا کا نہ سمجھا جائے۔ شریعت خدا
کا قانون ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ جس طرح قانون قدرت نے انتظام عالم [illegible] ہی کا مقتضا یہ ہے کہ
انسان بہ فراغت زندگی بسر کرنے میں شریعت محمدی یعنی اُس قانون کا پابند رہے جو قانون ربانی
کہا جاتا ہے۔ قرآن کو کلام اللہ کہتے ہیں۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ اللہ نے جو قانون بندوں کے لیے بنایا
اُسکا اس میں ذکر ہے اور اللہ نے بندوں کی تعلیم کے لیے اپنے رسول پر اُتارا ہے۔ یوں تو ہر چیز اللہ
کی بنائی ہوئی ہے اور تمام چیزیں اُسکی اُتاری ہوئی ہیں لیکن شریعت محمدی یعنی قرآن کی نسبت
یہ تخصیص [illegible] میں محدود ہیں سے جنکی توضیح اوپر کی گئی ہے۔

پیغمبر کو ورارم سے تعبیر کریں تو ہمارے خیال [illegible] بخوبی سمجھ سکیں گے۔ تاریخ جاننے والے
متفق ہیں کہ پیغمبروں سے ہمیشہ اصلاح حالت ہوتی رہی ہے کسی زمانہ میں کوئی قوم مذہبی خیال
سے خالی نہیں رہی خلقت آدم سے مذہبی خیالات کا وجود پایا جاتا ہے گویا بنی نوع انسانی
کے ساتھ ہی مذہب بھی پیدا ہوا ہے اس سے کام نہ لینا بڑا ظلم ہے۔ خلقت انسانی کے ساتھ مذہب کا
لزوم روز ازل سے ہے اور آخر کچھ اسکی وجہ سوچنا چاہیے۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس فطرت
نے انسان پیدا کیے اُسی نے انسان کی باامن زندگی بسر کرنے کے لیے قانون بھی بنا دیے
ہیں اس قانون کے بنانے والے اصطلاح مذہب میں رسول اور نبی کے نام سے پکارے جاتے
ہیں۔ اصول میں یہ قوانین یکساں ہیں۔ جہاں کچھ اختلاف ہے وہ بہت ہی خفیف اور ناقابل
لحاظ ہے۔ لیکن جدید پیغمبر کا آنا اس غرض سے نہ تھا کہ کسی نئے دین یا نئے خدا کا وجود اسکو قائم
کرنا تھا بلکہ ایک پیغمبر کے احکام کو جب اُسکی اُمت بھولنے لگی تو اصلاح حالت اور یاد دہانی کے

لیے دوسرا پیغمبر بار بار ظاہر آیا۔ اسوقت دنیا کے مختلف مذہب مین جو اختلاف ہے وہ انھین اشخاص کی
غلط فہمیون یا القصور کا نتیجہ ہے اور یہی ایک بڑا ثبوت اس امر کا ہے کہ کیون پے در پے پیغمبرون کے
آنے کی ضرورت ہوئی۔ پیغمبر آخر الزمان کا درجہ جو اور پیغمبرون سے فایق سمجھا جاتا ہے اسکی وجہ یہ ہے
کہ انکی بعثت ایسے زمانہ مین ہوئی جب دنیا نے کچھ ترقی کر چکی تھی۔ جو کام پہلے انبیا کے متعلق تھا وہ
پیغمبر آخر الزمان کے علماے امت کے متعلق کیا گیا علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ دیکھو ہر قرن اور ہر
فرقہ مین سوائے قرآن کے کتنی مذہبی کتابین قرآن کی موافقت مین اسکی تفسیرین تصنیف ہوئین
اصلاح امت کے لیے کیسے کیسے لوگ پے در پے پیدا ہوتے رہے اور انھین روحانی اشخاص
کی کوشش کا نتیجہ ہے کہ ہم اسلام کو مانین یا نہ مانین اسے سمجھین یا نہ سمجھین لیکن اسلام کی تعلیم کبھی
خراب یا میلی نہین ہونے پائی۔ اب جس پیغمبر کی امت مین انبیاء بنی اسرائیل کی طرح علما پیدا
ہون اسکے خاتم النبیین افضل البشر ہونے مین کیا شبہ ہو سکتا ہے؟ محمد رسول اللہ کے ساتھ ایک صفت
اور بھی مخصوص ہے جو دوسرے پیغمبرون مین کم ملے گی وہ یہ کہ آنحضرتؐ نے ترک دنیا کی ترغیب دیکر
خدا شناسی کی تعلیم نہین کی بلکہ یہ بتایا کہ دنیا اور دین دونون کو ساتھ ساتھ رکھو کیونکہ ایک انسان اعلی
درجہ کی خوشی حاصل کر سکتا ہے آنحضرت جو قانون اپنی امت کے لیے لائے اسپر غور کرنے سے
بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے زیادہ تر مکمل دوسرا کوئی دین نہین ہو سکتا اور نہ بجز شرع محمدی کے
کوئی دوسری شرع ایسی ہے جسپر عمل کرنے والا سچی خوشی سے فیضیاب ہو۔ قرآن مین اسی طرف اشارہ
ہے "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا" کتاب ہذا مین
مختلف مقامات پر یہ دکھایا گیا ہے کہ آنحضرتؐ کی تعلیم مذہب تمام ادیان مین افضل و اکمل ہے آنحضرتؐ
کی فضیلت خصوصیت کے ساتھ بیان کرنے کا یہ کوئی محل نہین ہے کیونکہ تمام کتاب اسی بحث
مین ہے اس کتاب کو ناظرین غور سے پڑھینگے تو خود بخود انکے منہ سے نکل جائیگا کہ محمد رسول

سے بھی ہر وہ دنیا میں کوئی بشر مجھ سا جمع کمالات پیدا نہیں ہوا تیری شریعت تیری افضلیت کی دلیل ہو"

بعضوں کا خیال یہ ہو کہ امور دنیا ایک معین قانون قدرت پہ چلتے رہتے ہیں خدا کو پیغمبر پیدا کرنا یا ملک یا روح جبرئیل کی معرفت کتاب بھیجنا معجزات سے اپنے پیغمبر کو سچا ثابت کرنا اس وضع موجودات سے کیا واسطہ؟ اسکا جواب یہ ہے جو پہلے لکھا گیا کہ اہل اسلام کیا دنیا کا کوئی سمجھدار یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ نے دنیا کا گورکھ دھندا بنا کر اپنے وجود کو معطل کر دیا۔ انسان جو یہ بھی نہیں سمجھ سکتا کہ خالق نے پہلے انڈے سے مرغی پیدا کی یا مرغی سے انڈا اسکی مجال نہیں ہو کہ تحقیق عالم اور اسکے انتظام پر کوئی ایسی قطعی رائے قایم کرے کہ اس سے عدول کرنے کو بیعقلی سمجھے ع حیف بر ین دانش و فرزانگی ۔ لیکن جو لوگ ایسے ہی ضدی ہیں کہ جو بات انکے ذہن میں آئی اسکے خلاف سمجھ ہی نہیں سکتے انسے پوچھا جائے کہ کبھی کبھی دُم دار ستارے کا ظاہر ہونا خود بخود پہاڑ سے آگ کا شعلہ نکلنا آسمان سے شہاب ثاقب گرنا اسی قسم کی ہزاروں لاکھوں باتیں ہیں کہ سائنس کوئی نہ کوئی وجہ یا تاویل اسکی نسبت پیدا ہی کر لیتی ہو جیسے یہ سمجھتے ہیں کہ اتنے دن کے بعد دُمدار ستارے کا نکلنا انتظام عالم کیلیے ضروری ہو۔ گردش فلک مقتضی ہو کہ سورج گرہن اور چاند گرہن ظہور ہو ایسے ہی اگر یہ بھی سمجھ لیں کہ انتظام عالم کا مقتضا ہو کہ معین وقفہ کے بعد مخلوقات کی اصلاح حال کیلیے ایک مقنن یا ریفارمر رسول اللہ کے لقب سے وقتاً فوقتاً پیدا ہوتا ہے تو کیا استحالہ ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ دُمدار ستارے آنکھ سے دکھائی دیتے ہیں اور اسلیے کوئی نہ کوئی وجہ دل سے پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہو کسی کو کیا غرض ہو کہ پیغمبروں کے وجود سے بحث کرتا پھرے۔ اسکے جواب میں کہا جائے گا کہ "بیشک غرض ہو" حالات دنیا پر امن سے قایم کرنا یہ بھی ایک کام انسان کے تعلق کیا گیا ہے۔ جن ملکوں میں سکھوں

قانون اور رعایا کی عام رائے شامل کرنے کے بعد قوانین بنتے ہین وہ ہر روز معرض ترمیم رہتے ہین اور پھر بھی نقص و عیب سے پاک کبھی نہین ہوتے۔ محمدؐ اُمّی محض تھا اور ایک نا تربیت یافتہ قوم سے تھا لیکن اُسکا قانون آج تیرہ سو برس گزرنے پر بھی ویسا ہی عمدہ اور کارآمد ہے جیسا کہ مین تھا [illegible] اتنا ہی کارآمد ہے جتنا کہ عقل ہر وقت دنیا کے کو مہذب اور شائستہ رکھنے کے لیے ضرور ہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ بغیر خاص تائید ربانی کے یہ کام محمدؐ نے کیا اور خاص تائید ربانی ہی کا دوسرا نام رسالت یا نبوت ہے۔ جو لوگ اسکو پورے طور سے سمجھتے ہین وہ رسالت کے وجود کو دل کی آنکھ سے اُسیطرح دیکھتے ہین جس طرح دمدار ستارے یا کسوف و خسوف کو چشم ظاہر سے ہم سب دیکھتے ہین۔ آنکھ تو خطا بھی کرتی ہے وجدان خطا نہین کرتا۔

فصل چہل و ہفتم

کارخانہ قدرت پر نصوص قرآنی

"لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمکو اور تم سے جو پہلے گزرے ہین اُنکو پیدا کیا۔ عجب نہین کہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ اُسی نے تمھارے لیے زمین کا بچھونا بنایا۔ آسمان کی چھت بنائی اور آسمان سے پانی برسا کر تمھارے کھانے کے لیے پھل پیدا کیے۔ کسی کو اللہ کا ہم پلہ نہ بناؤ۔ تم خود جانتے ہو۔" سورہ بقر ۳۔

"کیونکر تم خدا کا انکار کر سکتے ہو۔ تم بے جان کے تھے اور اُسنے تم مین جان ڈالی۔ تمھین وہ مارے گا اور زندہ کرے گا۔ اور پھر اُسی کے پاس تم واپس جاؤ گے اُسی نے تمھارے لیے زمین کی کُل کائنات پیدا کی ہے۔ اور پھر آسمان

---

[1] یا ایہا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء [illegible] ماء فاخرج بہ من الثمرات رزقا لکم فلا تجعلوا للہ اندادا وانتم تعلمون۔

کی طرف متوجہ ہو کر سات آسمان ہموار بنا دیے ہین - وہ ہر چیز سے واقف ہے۔" سورۂ بقر رکوع ۳ -

"تمھارا معبود خدائے واحد ہے اُسکے سوا کوئی معبود نہین ہے - وہ بڑا رحم کرنے والا مہربان ہے" سورۂ بقر رکوع ۱۹ -

"بیشک آسمان و زمین کا پیدا کرنا - رات دن کا اول بدل - جہازون کا دریا مین، لوگون کے فائدہ کی چیزین لیکر چلنا - مینھ کا آسمان سے برسانا اُس سے مری ہوئی زمین کا پھر سے زندہ ہونا اور اُسمین ہر قسم کے جانورون کا پھیلانا - ہواؤن کا پھیرنا - بادلون کا آسمان و زمین کے درمیان مین گھرا رہنا ان سب مین دانشمندون کے لیے نشانیان ہین" سورۂ بقر رکوع ۲۰ -

"پیغمبر تو کہہ - اے خدا ملک کے مالک جسے تو چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے - جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے - خیر تیرے ہاتھ مین ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے" سورۂ آل عمران رکوع ۴ -

"تو ہی رات کو دن مین شامل کرتا ہے اور تو ہی دن مین رات کو شامل کرتا ہے - تو ہی بیجان سے جان دار پیدا کرتا ہے اور تو ہی جان دار سے بیجان

---

۵۲ کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتاً فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون - ہو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً ثم استوی الی السماء فسوٰہن سبع سموات وہو بکل شیء علیم -

۵۳ والٰہکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ہو الرحمٰن الرحیم -

۵۴ ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السماء من ماء فاحیا بہ الارض بعد موتہا وبث فیہا من کل دابۃ وتصریف الریٰح والسحاب المسخر بین السماء والارض لاٰیٰت لقوم یعقلون -

۵۵ اللّٰہم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علیٰ کل شیء قدیر -

نکالتا ہے اور جسے چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے ۔[۵۶] سورۂ آل عمران رکوع ۳۔

" آسمان اور زمین کی بناوٹ اور رات اور دن کے رد و بدل مین اُن عقلمندون کیلئے ایسے نشانیان ہین جو کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے ۔ لیٹے ہوئے خدا کو یاد کرتے ہین اور آسمان و زمین کی ساخت مین غور کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اے پروردگار تونے اسے بے فائدہ نہین بنایا ہے ۔ تیری ذات پاک ہے ۔ ہمکو عذاب دوزخ سے محفوظ رکھنا ۔ پروردگار تونے جسکو دوزخ مین ڈالا اُسکو خوار کیا ۔ گنہگارون کا کوئی بھی مددگار نہین ہے ۔ اے پروردگار ہم نے ایک منادی کرنے والے پیغمبر کو سنا کہ ایمان کی منادی کر رہا تھا اور لوگون سے کہہ رہا تھا کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ ۔ تو ہم ایمان لایا ۔ پروردگار ہمارے گناہ معاف فرما اور ہم سے ہمارے گناہ دور کر ۔ اور نیک بندون کے ساتھ ہمارا خاتمہ کر[۵۷] سورۂ آل عمران رکوع ۲۰ ۔

" ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا ۔ کیا تم بتون کو معبود مانتے ہو ۔ مین تمکو اور تمہاری قوم کو صریح گمراہ پاتا ہون ۔ پھر ہم ابراہیم کو آسمان و زمین کے انتظامات دکھانے لگے تاکہ وہ یقین کرنے والون مین ہو جائے ۔ جب رات ہوئی تو ایک ستارہ نظر آیا وہ کہنے لگا کہ یہی میرا پروردگار ہے ۔ جب وہ غروب ہو گیا تو وہ بولا

---

۵۶ تولج الیل فی النہار و تولج النہار فی الیل و تخرج الحی من المیت و تخرج المیت من الحی و ترزق من تشاء بغیر حساب ۔

۵۷ ان فی خلق السموات والارض واختلاف الیل والنہار لایات لاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علی جنوبہم و یتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ہذا باطلاً سبحنک فقنا عذاب النار ربنا انک من تدخل النار فقد اخزیتہ و ما للظلمین من انصار ربنا اننا سمعنا منادیاً ینادی للایمان ان امنوا بربکم فامنا ۔ ربنا فاغفر لنا ذنوبنا و کفر عنا سیاتنا و توفنا مع الابرار ۔

غروب ہونے والی چیزون کو مین پسند نہین کرتا۔ پھر جب چاند کو چمکتا ہوا دیکھا تو کہنے لگا یہی پروردگار ہے۔ جب وہ بھی غروب ہوگیا تو بولا میرا پروردگار مجھکو رہ راست نہ دکھائے گا تو بیشک مین گمراہ رہونگا۔ پھر جب سورج چمکتا ہوا نظر آیا تو کہنے لگا یہی میرا پروردگار ہے کہ یہ سب سے بڑا ہے۔ جب وہ بھی غروب ہوگیا تو بولا بھائیو! تم خدا کے ساتھ شرک کرتے ہو۔ مین اس سے بری ہون۔ مین تو ایک کا ہوکر اپنا رُخ اُسی ذات پاک کی طرف کرتا ہون جس نے آسمان وزمین کو بنایا۔ مین مشرکون مین نہین ہون۔ اُسکی قوم جھگڑنے لگی تو اُسنے کہا تم مجھ سے خدا کے بارے مین جھگڑتے ہو وہ مجھکو سیدھا رستہ دکھا چکا ہے۔ مین اُن بتون سے نہین ڈرتا جنکو تم اُسکا شریک ٹھہراتے ہو۔ ہان خدا مجھکو بیشک نقصان پہونچا سکتا ہے۔ اُسکا علم تمام چیزون پر حاوی ہے۔ کیا تم نہین سوچتے۔ میں کیونکر اُس چیز سے ڈرون جسکو تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو۔ تمکو خوف نہیں معلوم ہوتا کہ تمھارے پاس کوئی دلیل نہین ہے۔ اور پھر تم دوسرون کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہو۔ تم سوچو اگر تم کو علم ہے کہ ہم مین سے کون اطمینان سے رہے گا۔ جو لوگ خدا پر ایمان لائے ہین اور اپنے ایمان مین بے انصافی کی آمیزش نہین کی ہے یہی لوگ اطمینان سے رہینگے۔ اور یہی راہ راست پر ہین[۵۵] سورہ انعام رکوع ۹۔

۵۵ واذ قال ابراہیم لابیہ آزر اتتخذ اصناما آلہۃ انی اریک وقومک فی ضلل مبین۔ وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین فلما جن علیہ الیل رای کوکبا قال ہذا ربی فلما افل قال لا احب الافلین فلما را القمر بازغا قال ہذا ربی فلما افل قال لئن لم یہدنی ربی لاکونن من القوم الضالین فلما را الشمس بازغۃ قال ہذا ربی ہذا اکبر فلما افلت قال یقوم انی بری مما تشرکون انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین۔ وحاجہ قومہ قال اتحاجونی فی اللہ وقد ہدن ولا اخاف ما تشرکون بہ الا ان یشاء ربی شیئا وسع ربی کل شی علما افلا تتذکرون وکیف اخاف ما اشرکتم ولا تخافون انکم اشرکتم باللہ ما لم ینزل بہ علیکم سلطنا فای الفریقین احق بالامن ان کنتم تعلمون۔ الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم اولئک لہم الامن وہم مہتدون۔

"اُسی نے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر ہر قسم کے نباتات پیدا کیے، پھر
ہری ہری کونپلین پیدا کین۔ اور اُن کونپلون سے گُتھے ہوئے دانے پیدا کیے۔
کھجور کے گابھے سے گچھے جھکے پڑتے ہین۔ انگور۔ زیتون اور انار کے باغ
صورت مین یکسان اور مزے مین مختلف۔ یہ جب پھلتے ہین تو انکے پھل اور پھلون کا
پکنا دیکھو، مومنون کے لیے اسمین نشانیان ہین[۱۰۹]" سورۂ انعام رکوع ۱۲۔

"تم لوگ خدا کے سوا نِرے نامون کی پرستش کرتے ہو جو تم نے اور تمھارے آبا
نے گڑھ رکھے ہین۔ خدا نے اُن کے معبود ہونے کی کوئی سند نہین
اُتاری ہے[۱۱۰]" سورۂ یوسف رکوع ۵۔

"ساتون آسمان اور زمین اور جتنی چیزین اُنمین ہین وہ سب خدا کی تسبیح
کرتی ہین کوئی شے ایسی نہین جو اُسکی حمد کے ساتھ اُسکی تسبیح نہین کرتی لیکن تمھاری
سمجھ مین نہین آتا[۱۱۱]" سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۵۔

"تمھارا پروردگار وہ ہے جو تمھارے لیے سمندر مین جہازون کو چلاتا ہے،
تاکہ تم اُسکا فضل یعنے اپنی معاش تلاش کرو۔ اسمین شک نہین کہ وہ تم پر بڑا مہربان
ہے[۱۱۲]" سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۷۔

"لوگو! اللہ ہی نے تمکو تمھاری ماؤن کے پیٹ سے نکالا، تم کچھ بھی نہین جانتے

---

۱۰۹ وہو الذی انزل من السماء ماءً فاخرجنا بہ نبات کل شیء فاخرجنا منہ خضرا نخرج منہ حبا متراکبا۔ ومن النخل من طلعہا قنوان دانیۃ وجنت من اعناب والزیتون والرمان مشتبہا وغیر متشابہ۔ انظروا الی ثمرہ اذا اثمر وینعہ ان فی ذلکم لایت لقوم یومنون۔

۱۱۰ ما تعبدون من دونہ الا اسماء سمیتموہا انتم وآباؤکم ما انزل اللہ بہا من سلطن۔

۱۱۱ تسبح لہ السموات السبع والارض ومن فیہن وان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم۔

۱۱۲ ربکم الذی یزجی لکم الفلک فی البحر لتبتغوا من فضلہ انہ کان بکم رحیما۔

ترجمہ – اسنے کان دیے۔ آنکھین دین۔ دل دیے کہ تم اسکا شکر کرو۔ کیا لوگ پرندون پر نظر نہین کرتے کہ آسمان کے میدان مین وہ گھرے ہوئے ہین انکو اُس وقت خدا ہی سنبھالتا ہے۔ اسمین بھی مومنون کے لیے نشانیان ہین۔ اللہ ہی نے تمھارے لیے گھرون کا ٹھکانا بنایا۔ چوپایون کی کھالون سے تمھارے لیے خیمے بنائے کوچ اور مقام کے وقت تم انکو ہلکا پاتے ہو۔ چوپایون کی اون۔ روئون اور بالون سے اسنے بہت سی سامان ایک وقت تک بکار آمد چیزین بنائی ہین۔ اللہ ہی نے تمھارے لیے اپنی پیدا کی ہوئی چیزون کے سایہ بنائے۔ پہاڑون مین تمھارے چھپ بیٹھنے کے لیے جگہین بنائی ہین۔ تمھارے لیے کرتے بنائے جو تمکو گرمی سے بچائین اور زرہین بنائین جو آپس کی زد سے تمھین بچائین۔ یون وہ اپنی نعمتین تم پر پوری کرتا ہے کہ تم اسکے آگے جھکو [۱۱] سورۂ النحل رکوع ۱۱۔

۵ لوگو! اگر تمکو پھر جی اُٹھنے مین شبہہ ہے تو یون سمجھو کہ ہم نے تمکو یون پیدا کیا کہ پہلے مٹی۔ پھر نطفہ پھر خون کا لوتھڑا۔ پھر پوری اور ادھوری بوٹی۔ تاکہ ہم تم پر اپنی قدرت ظاہر کرین۔ عورتون کے پیٹ مین ایک وقت مقرر تک اپنی مرضی کے مطابق ہم نطفہ قایم رکھتے ہین۔ پھر تمکو بچہ بنا کر نکالتے ہین۔ پھر تم کو بڑا کرتے ہین۔ پھر تم مین سے کوئی مرجاتا ہے اور کوئی آخیر عمر تک پہونچتا ہے تاکہ اب تو کچھ سمجھے تو

متن – والله اخرجكم من بطون امهاتكم لا تعلمون شيئا وجعل لكم السمع والابصار والافئدة لعلكم تشكرون الم يروا الى الطير مسخرات في جو السماء ما يمسكهن الا الله ان في ذلك لآيت لقوم يؤمنون والله جعل لكم من بيوتكم سكنا وجعل لكم من جلود الانعام بيوتا تستخفونها يوم ظعنكم ويوم اقامتكم ومن اصوافها واوبارها واشعارها اثاثا ومتاعا الى حين والله جعل لكم مما خلق ظلالا وجعل لكم من الجبال اكنانا وجعل لكم سرابيل تقيكم الحر وسرابيل تقيكم باسكم كذلك يتم نعمته عليكم لعلكم تسلمون۔

زمین کو دیکھتا ہے جیسں وحرکت پڑی ہے - جب ہم پانی برساتے ہین تو لہلہاتی
ہے اور ابھرتی - ہے اور ہر طرح کی خوشنما روئیدگی اگاتی ہے" [۱۳۱] سورہ الحج رکوع ۱ -

"ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا - پھر اُسکو حفاظت سے نطفہ بنا کر
رکھا - پھر نطفہ کو لوتھڑا بنایا - پھر لوتھڑے کی بندھی بوٹی بنائی - پھر بندھی بوٹی کی
ہڈیان بنائین - ہڈیون پر گوشت چڑھایا - پھر ایک دوسری صورت مین اُسے
مخلوق کیا - خدا بڑا ہی بابرکت ہے جو تمام بنانے والون مین بہتر بنانے والا ہے -
اسکے بعد تم سب کو مرنا ہے - پھر قیامت کے دن تم اُٹھا کر کھڑے کیے جاؤگے -
ہم نے تمھارے اوپر سات آسمان بنائے ہین اور پیدا کرنے کے ہنر مین ہم اناڑی
نہین تھے - ہم ایک اندازہ کے ساتھ آسمان سے پانی برساتے ہین - پھر اسکو زمین
پر ٹھہراتے ہین اور اس پانی کے اُڑا لے جانے کی بھی قدرت رکھتے ہین - اُس پانی سے
ہم نے تمھارے لیے کھجورون اور انگورون کے باغ بنائے ہین - تمھارے لیے
میوے پیدا ہوتے ہین اور تم کھاتے ہو - ہم نے طور سینا مین زیتون کے
درخت بکثرت پیدا کیے ہین - کھانے والون کے لیے اُسمین دہنیت و ذائقہ
ہوتا ہے - چارپاؤن مین بھی عبرت کا مقام ہے کہ جو کچھ اُنکے پیٹون مین بھرا
ہے اُسی مین سے ہم تمکو دودھ پلاتے ہین - اور اُسکے علاوہ اور بھی بہت
سے فائدے ہین - تم اُن کو کھاتے ہو اور اُن پر اور کشتیون پر

---

۱۳۱ یایها الناس ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقنکم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم من مضغة
مخلقة وغیر مخلقة لنبین لکم ونقر فی الارحام ما نشاء الی اجل مسمی ثم نخرجکم طفلا ثم لتبلغوا اشدکم ومنکم من یتوفی
ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علم شیئا وتری الارض هامدة فاذا انزلنا علیها الماء اهتزت
وربت وانبتت من کل زوج بهیج -

چڑھتے پھرتے ہو۔ سورہ المومنون رکوع ۱۔ [شاہ]

• اللہ کے نور سے آسمان و زمین کی روشنی ہے ۔ اُسکے نور کو یون سمجھو کہ ایک طاق ہے اور طاق مین ایک چراغ ہے اور چراغ ایک شیشہ کی قندیل مین ہے اور قندیل گویا موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے اور زیتون کے ایک مبارک درخت کے تیل سے وہ روشن کیا جاتا ہے ۔ نہ پورب ہے اور نہ پچھم ہے۔ آگ نہ ہو جب بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہی آپ جل اُٹھے گا۔ گویا نور علی نور ہے۔ اللہ اپنے نور سے جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے ۔ لوگون کے سمجھانے کے لیے وہ مثالین بیان کرتا ہے ۔ اور ہر چیز سے واقف ہے سورہ نور رکوع ۵۔ [شاہ]

• تو نے نہین دیکھا کہ اللہ بادل کو ہانکتا ہے ۔ پھر اُسکے ٹکڑون کو آپس مین جوڑتا ہے اور پھر اُنکو تہ بہ تہ رکھتا ہے ۔ کیا تو نے بادل کے بیچ سے مینہ نکلتے نہین دیکھا ہے آسمان مین اولون کے پہاڑ یعنے جمے ہوئے بادل ہین تو وہی اُنہین سے اولے برساتا ہے ۔ جسپر چاہتا ہے برساتا ہے اور جسپر چاہتا ہے نہین برساتا

[شاہ] ولقد خلقنا الانسان من سلٰلۃ من طین ثم جعلنٰہ نطفۃ فی قرار مکین ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظٰما فکسونا العظٰم لحما ثم انشانٰہ خلقا اٰخر فتبٰرک اللہ احسن الخالقین ثم انکم بعد ذٰلک لمیتون ثم انکم یوم القیٰمۃ تبعثون ولقد خلقنا فوقکم سبع طرائق وما کنا عن الخلق غٰفلین وانزلنا من السماء ماء بقدر فاسکنٰہ فی الارض وانا علٰی ذہاب بہ لقٰدرون فانشانا لکم بہ جنٰت من نخیل واعناب لکم فیہا فواکہ کثیرۃ ومنہا تاکلون وشجرۃ تخرج من طور سیناء تنبت بالدہن وصبغ للاٰکلین ۔ وان لکم فی الانعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہا ولکم فیہا منافع کثیرۃ ومنہا تاکلون وعلیہا وعلی الفلک تحملون ۔

[شاہ] اللہ نور السمٰوٰت والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبٰرکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتہا یضیء ولو لم تمسسہ نار نور علی نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شیء علیم ۔

بادل میں بجلی کی چمک ایسی ہے گویا آنکھوں کو چکا چوند ہو جاتا ہے - اللہ رات اور دن کا ردو بدل کرتا ہے - ارباب بصیرت کے لیے اسمین عبرت ہے۔ اللہ نے تمام جاندار پانی سے پیدا کیے - کوئی پیٹ کے بل چلتا ہے اور کوئی دو پاؤن سے چلتا ہے - بعض پانچ پاؤن سے چلتے ہین وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ ہر چیز پر اُسکو قدرت ہے" سورۂ نور رکوع ۶ - ۵۱۷

"خدا کی ذات بڑی بابرکت ذات ہے جس نے اپنے بندہ محمد پر قرآن اُتارا تاکہ تمام جہان کے لوگوں کا ڈرانے والا ہو - وہی تو ہے جسکو آسمان و زمین کی سلطنت ہے - نہ اُسکے کوئی فرزند ہے اور نہ سلطنت مین کوئی اُسکا شریک ہے - اُس نے ہر ایک چیز پیدا کی اور ہر ایک کے لیے ایک اندازہ ٹھہرا دیا - کفار نے اُسکے سوا دوسرے معبود اختیار کر رکھے ہین جو کسی چیز کو پیدا نہین کرتے بلکہ خود پیدا کیے گئے ہین اور نہ وہ خود اپنے بُرے بھلے پر قادر ہین اور نہ مرنا اور جینا اور نہ پھر اُٹھنا اُنکے اختیار مین ہے" ۵۱۸ سورہ فرقان رکوع ۱ -

" کتنے جانور ہین جو اپنی روزی لادے ہوئے نہین پھرتے اللہ ہی اُنکو روزی پہونچاتا ہے اور وہی تمکو بھی روزی پہونچاتا ہے وہ سب کی سُنتا ہے

۵۱۷ الم تر ان اللہ یزجی سحابا ثم یؤلف بینہ ثم یجعلہ رکاما فتری الودق یخرج من خلٰلہ وینزل من السماء من جبال فیہا من برد فیصیب بہ من یشاء ویصرفہ عن من یشاء یکاد سنا برقہ یذہب بالابصار یقلب اللہ الیل والنہار ان فی ذٰلک لعبرۃ لاولی الابصار واللہ خلق کل دابۃ من ماء فمنہم من یمشی علی بطنہ ومنہم من یمشی علی رجلین ومنہم من یمشی علی اربع یخلق اللہ ما یشاء ان اللہ علی کل شیء قدیر۔

۵۱۸ تبٰرک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا الذی لہ ملک السمٰوٰت والارض ولم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک وخلق کل شیء فقدرہ تقدیرا واتخذوا من دونہ اٰلہۃ لا یخلقون شیئا وہم یخلقون ولا یملکون لانفسہم ضرا ولا نفعا ولا یملکون موتا ولا حیٰوۃ ولا نشورا۔

اور سب کچھ جانتا ہے" سورۂ عنکبوت رکوع ۶۔

" اللہ مثلاً بیان کرتا ہے کہ ایک شخص غلام ہے جسمین کئی ساجھی ہین جو آپس مین بڑی کشمکش رکھتے ہین۔ اور ایک وہ غلام ہے جو تنہا ایک کی ملک ہو کیا ان دونون غلامون کی حالت ایک ہو سکتی ہے۔ جواب مین کہا جائیگا کہ نہین پیغمبر تم شکر کہو الحمد للہ مگر افسوس ہے کہ انمین سے اکثر اتنا بھی نہین سمجھتے" سورۂ الزمر رکوع ۳۔

اسکا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ایک خدا کو مانتا ہے وہ اُس غلام کی طرح ہے جسکا ایک مالک ہوتا ہو خوشی سے زندگی بسر کرتا ہے اور جو شخص سیکڑون قوتون کو خدا کا شریک مانتا ہے وہ اُس غلام کی طرح ہے جو کئی ایک کے زیر حکومت رہکر ہمیشہ پریشان رہتا ہے۔

فصل چہل و ہشتم

حکمت اور فلسفہ کے متعلق آیات قرآنی

دنیا مین دو قسم کے اسباب ہین ایک ظاہر اور ایک پوشیدہ جیسا کہ "حقیقت اسلام" فصل ۴۶ مین بیان کیا گیا ہو۔ اسباب ظاہر کا سمجھنا انسان کی قوت مدرکہ پر موقوف ہے جتنا ہی وہ غور کرے گا اتنا ہی اچھی طرح اُنکو سمجھ سکے گا لیکن اسباب مخفیہ پر سوچنا عبث ہے کیونکہ وہ صحیح طور پر معلوم نہین ہو سکتے محض قیاسات سے لوگ کام لیتے ہین۔ اور قیاس کرنے والے خود ہی درجہ یقین نہین رکھتے۔ مثلاً

وکاین من دآبۃ لا تحمل رزقہا اللہ یرزقہا وایاکم وہو السمیع العلیم۔

ضرب اللہ مثلاً رجلاً فیہ شرکاء متشاکسون ورجلاً سلماً لرجل ہل یستویان مثلاً الحمد للہ بل اکثرہم لا یعلمون۔

اختلافِ لیل و نہار کے اسباب کو خدا نے پوشیدہ رکھا ہے ہزاروں برس تک عقلاے
زمانہ یہ سمجھتے رہے کہ آفتاب زمین کے گرد گھومتا ہے۔ اور اب سیکڑوں برس سے یہ
خیال ہے کہ زمین گھومتی ہے آفتاب ساکن ہے۔ اتنا تو لوگ سمجھے کہ زمین پر آفتاب
سے روشنی آتی ہے اور یہ بھی سمجھے کہ ماہتاب بھی آفتاب کی وجہ سے روشن دکھائی دیتا
ہے لیکن یہ کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ آفتاب کیوں روشن ہے۔ اور ممکن ہے کہ کل یہ
راے قایم ہو کہ چاند میں جو روشنی آتی ہے وہ سورج کی فیاضی کا نتیجہ نہیں ہے
بلکہ اسکا سبب کچھ اور ہے۔ غرضکہ اسباب مخفیہ پر سوال کرنا انسانی طبیعت کا اقتضا ہی
اور بغیر کچھ نہ کچھ راے قایم کر لینا اسکا خاصہ ہے اور یہ بھی اسکا خاصہ ہے کہ جب تک اسکی
راے میں تبدیلی نہیں ہوتی وہ اپنی راے کو یقین کے درجہ تک سمجھتا ہے۔

پیغمبر خدا صرف اپنے وقت کے حکیم تھے اور ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ اُنسے زیادہ عقل والا
آجتک کوئی دنیا میں پیدا نہیں ہوا۔ لوگ ان اسباب مخفیہ کی بابت پیغمبر خدا سے
سوالات کیا کرتے تھے۔ اور آنحضرتؐ اسکے جواب میں اختصار کو کام میں لاتے تھے۔
اس اختصار کے دو وجوہ تھے۔ اول یہ کہ آنحضرتؐ کو تمدن اور معاشرت کی اصلاح
منظور تھی وہ لاطائل باتوں کی طرف توجہ کرنا نہیں چاہتے تھے۔ دوسرے یہ کہ آنحضرت جانتے
تھے کہ جب تک انسان اس عالم ناسوتی میں ہے وہ عالم ملکوتی کی باتیں نہیں سمجھ سکتا
اپنے خیال کے مطابق وہ ہمیشہ نئے طور پر غور کرتا رہتا ہے۔ اور اس کے متعلق
نئی باتیں پیدا کرتا ہے لیکن حقیقت تک نہ پہنچا اور نہ پہونچ سکتا ہے۔ پیغمبر خدا کے
منہ سے کسی بات کا نکلنا مذہب کو بازیچہ طفلان بنا دیتا۔ یہ بھی واضح رہے کہ جن باتوں کے
بیان کرنے سے قرآن میں اغماض کیا گیا آج تک کسی شخص نے اس کے متعلق کوئی

ایسی بات نہیں کہی جو ہر زمانہ کے عقلا کی تشفی کا سبب ہو۔

پیغمبر خدا سے لوگوں نے چاند کی حقیقت اور اسکا گھٹنا بڑھنا پوچھا۔ اور ایک طور پر گویا تمام علم ہیئت کا سبق پڑھنا چاہا پیغمبر خدا اگر علم ہیئت قدیمہ کی مطابق انکے اظہار قابلیت کرنا چاہتے تو اس زمانہ مین انکی راے باطل سمجھی جاتی۔ اور اگر علم جدیدہ کے مطابق ارشاد فرماتے تو اسوقت کے علما ایمان نہ لاتے اسلیے پیغمبر نے کہا تمھین ان جھگڑون سے کیا مطلب۔ اتنا سمجھ لو کہ یہ معاملات اور عبادات کے لیے وقت بتایا گیا ہے۔ سورہ بقر کے رکوع ۲۴[1] مین ہے۔

"پیغمبر! لوگ تم سے چاند کے بارے میں دریافت کرتے ہین۔ تو تم کہہ دو کہ چاند سے لوگون کے معاملات اور عبادات مثلاً حج کے اوقات معلوم ہوتے ہین"

حکمت کی کئی قسمین ہین حسن تمدن اور حسن معاشرت بھی ایک حکمت ہے عقل سلیم اور راے صائب سب سے بڑی حکمت ہے۔ سورہ بقر کے رکوع[2] ۳۷ مین خدا فرماتا ہے۔

"خدا جسکو چاہتا ہے حکمت (بات کی سمجھ) عطا کرتا ہے اور جسکو حکمت یعنے بات کی سمجھ دی گئی ہو اُسنے بڑی ہی دولت پائی ہے۔

دنیا ایک لفظ ہے جسکا ہم معنی لفظ مختلف زبانون مین ہے اور زبان زد خلایق ہو لیکن کہین اسکی ٹھیک تعریف پائی نہین جاتی۔ ہندو دن مین اسکو مایا "یا ما یا ردپ" سے تعبیر کیا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ اس سے اچھا لفظ نہین مل سکتا لیکن ہمارے

---

[1] یسئلونک عن الاہلۃ قل ہی مواقیت للناس والحج۔

[2] یوتی الحکمۃ من یشاء ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔

نزدیک قرآن مین جو لفظ اسکے لیے آیا ہے وہ اس سے کہی اچھا ہے۔ سورۂ آل عمران رکوع ۱۹ مین ہے۔

"دنیا کی زندگی صرف دھوکے کی پونجی ہے" دھوکے کی پونجی مطاع غرور کا ترجمہ ہی لیکن مطاع غرور مین جو لطف ہے وہ ترجمہ مین ادا نہین ہوا۔ جس طرح "مایا روپی" کا لفظ ہندی زبان کے اعتبار سے بہت اچھا سمجھا جاتا ہے اُسی طرح عربی زبان کے اعتبار سے "مطاع غرور" کا لفظ نہایت ہی مناسب ہے اور اسمین بے ثباتی دنیا کا جو مفہوم ادا ہوتا ہے وہ مایا روپی مین ادا نہین ہوتا اسلیے کہا جاسکتا ہے کہ قرآن مین جو لفظ مطاع غرور کا دنیا کے لیے استعمال کیا گیا ہے وہ بالکل انوکھا ہے۔ انگریزی مین ایک لفظ "ورلڈ فالٹی" Worldfaulty ہی۔ قرآن مین لفظ "متاع غرور" ہی وہ "مایا روپی" اور "ورلڈ فالٹی" دونون کو حاوی ہے۔

اسی کے قریب قریب سورہ توبہ کے رکوع ٦ مین نصیحت کے پیرایہ مین مذکور ہے۔

"کیا تم آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی پر قناعت کرکے بیٹھے ہو دنیا کی زندگی کے فائدے آخرت کے مقابلہ مین محض بے حقیقت ہین"

قوم کا عروج اور زوال بھی دنیا کا ایک تماشہ ہے جب دن اچھے آتے ہین تو غیب سے سامان ہوجاتا ہے اور جب زوال آتا ہے تو پھر کسی طرح کسی کے روکے نہین رکتا خدا تو ہر قوم کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہ ہر قوم کو باری باری سے گھٹاتا

۳ه وما الحیوة الدنیا الا متاع الغرور۔

۴ه ارضیتم بالحیوة الدنیا من الآخرة فما متاع الحیوة الدنیا فی الاخرة الا قلیل۔

[illegible] ـنا رہتا ہے - یہ مضمون سورۂ اعراف رکوع ۴ مین یون بیشان
کیا گیا ہے -

"تمام قومون کے لیے مٹنے کا ایک وقت ہے - جب وہ وقت آگیا تو پھر نہ وہ ایک ساعت پیچھے رہ سکتی ہے اور نہ ایک ساعت آگے بڑھ سکتی ہے "

اسلام نے یہ تعلیم کی کہ اچھے اعمال کی جزا اچھی ملے گی اور بُرے اعمال کی جزا بُری ملے گی - اب سوال یہ ہوا کہ یہ جزا بعد مرنے کے کیونکر ملے گی - اسکا جواب صاف یہ ہے کہ روح کو جزاے اعمال بھگتنا ہوگی - جو لوگ کہ ذی فہم ہین وہ سمجھ سکتے ہین کہ روح جس عالم غیر مادی مین ہوگی اُسی کے موافق غیر مادی جزا اور سزا بھی ہوگی - لیکن سب تو حکمت اور فلسفہ پڑھے ہوئے نہین ہین - ایسے مضمون کو عام فہم کرنے کے لیے لسان تمثیل کی ضرورت ہوئی - لوگ اسپر استعجاب کرنے لگے تو یہ آیت[۱] اُتری -

" لوگ کہتے ہین کہ کیا جب ہم گل سڑ کر ہڈیان اور ریزہ ریزہ ہوجائینگے تو ہم ازسرِنو پیدا کیے جائینگے اور اُٹھائے جائینگے - پیغمبر ان سے کہو - تم پتھر ہو یا لوہا یا اپنے خیال کے مطابق کوئی اور بڑی چیز بن جاؤگے جب بھی زندہ کیے جاؤگے - اسپر لوگ پوچھینگے کون ہمکو زندہ کرے گا تو کہنا وہی جس نے اول بار تمکو پیدا کیا تھا - اسپر یہ لوگ تمھارے آگے سر جھکانے لگینگے اور پوچھینگے کہ کیا ایسا ہی ہوگا تو کہنا عجب نہین کہ قریب ہی ایسا ہو " سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۵ -

---

۵ ولکل امۃ اجل فاذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃً ولا یستقدمون

[۱] وقالوا ءاذا کنا عظاماً ورفاتاً ءانا لمبعوثون خلقاً جدیداً قل کونوا حجارۃ او حدیداً او خلقاً مما یکبر فی صدورکم فسیقولون من یعیدنا قل الذی فطرکم اول مرۃ فسینغضون الیک رءوسھم ویقولون متی ھو قل عسیٰ ان یکون قریباً -

دنیا مین سب سے بڑا اہم مسئلہ روح کا ہے۔ اسکے متعلق پیشواؤن کے اقوال مین وہ
ہر ایک دوسرے سے الگ ہے ہر مذہب اور ہر فرقے اور ہر ملک مین کچھ نہ کچھ رائین اسکے
متعلق ضرور ظاہر کی گئی ہین۔ لیکن سب اپنی رایون کی نسبت یہی کہتے ہین کہ ممکن
ہے اسکے خلاف ہو۔ کوئی شخص اگر وہ مقلد نہین ہے محض راے ظن ہے کسی
طرح اپنی راے پر یقین نہین رکھتا اور حق یہ ہے کہ اس عالم مین جب تک ہم
ہین کسی طرح یہ نہین سمجھ سکتے کہ روح کیا چیز ہے اور کیونکر بنی۔ کہان تھی کہان
رہتی ہے۔ کہان سے اور کیونکر آئی۔ کیون آئی۔ کہان گئی۔ کیسے گئی اور
اگر وہ کوئی چیز نہین ہے تو یہ کیا کہ اُسکی وجہ سے سب کچھ تھا اور اُسکے جانے سے
سب کچھ جاتا رہا۔ یہی سوال پیغمبر خدا سے کیا گیا۔ جواب اتنا عمدہ ملا کہ اس سے اچھا
جواب اس عالم ناسوتی مین ہو نہین سکتا۔ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۱۰[۵۷] مین ہے "پیغمبر
تم سے روح کی حقیقت دریافت کرتے ہین تو کہو روح میرے پروردگار کا ایک
حکم ہے اور تمکو تھوڑا ہی علم دیا گیا ہے" یعنے تمھارے معلومات ایسے نہین ہین
کہ تم سے روح کی حقیقت بیان کی جائے اور تم سمجھ سکو۔

افلاطون اس جزا و سزا کی نسبت لکھتا ہے کہ روح نے اگر اچھے اعمال کیے ہین
تو اُسے مرنے پر خوشی ہوگی اور اگر برے اعمال کیے ہین تو افسوس اور رنج ہوگا
اگر یہی خوشی اور رنج فلاسفہ کے سمجھانے کے لیے جنت اور دوزخ سے
تعبیر کیا جائے تو ایمان مین فرق نہین آتا بشرطیکہ خوشی تمام نعماے دنیا
سے بڑھ کر ہو اور رنج اُس تکلیف سے بڑھ کر مانا جائے جو دنیا مین

۵۷ ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔

آنکھ سے عمل کر محسوس ہوتی ہے -

دنیا مین غیب کا علم کسی کو نہین ہوسکتا - ابرآیا تو قیاس ہوا کہ پانی برسے گا یا ذرا اور معلومات بڑہے تو تار کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ خلیج بنگالہ سے ابر باران چل چکا ہے - قیاس سے کہا گیا کہ آٹھ دس .. دن مین ممالک مغربی و شمالی مین بھی بارش ہوگی - تپ دق درجہ سوم پر پہونچ گئی تو طبیب نے کہا کہ اب مریض نہ بچے گا - ان تمام قیاسات مین غیب دانی نہین ہے اور جو قطعی طور پر حکم لگاتے ہین کہ خواہ مخواہ فلان بات فلان دن ہوگی اور خود کو گویا عالم الغیب کہتے ہین وہ بالکل جھوٹے ہین - رمل - جفر - علم نجوم - علم قیافہ یہ تمام علوم کوئی قطعی حکم نہین دے سکتے - یہ وسائل اور ذرایع ہین قیاسات قایم کرنے کے لیے جو قیاسات تجربہ سے ہر حالت مین صحیح نہین پائے جاتے - اسلام نے ان باتون پر پورا یقین کرنا منع کر دیا ہے کیونکہ انسان کو اس طرح دھوکا ہوتا ہے - اس سے اس طرح کے علوم سیکھنے کو کار بے سود ٹھہرایا ہے اور ان پر یقین کرنے کو معصیت قرار دیا ہے یعنے یون کہنا کہ خواہ مخواہ یونہین ہوگا کہ منجم نے ایسا ہی بتایا ہے داخل کفر ہے اور یہ خیال کرنا کہ منجم نے یون کہا ہے ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو بے عقلی ہے - عرب مین غیب کی خبر دینے والے کاہن کے نام سے مشہور تھے جیسا کہ یہان رذیل قوم مین سوکھے (غیب کی باتین کرنے والے) غیب دان سمجھے جاتے ہین - وہ اپنی قوت نفس سے کچھ باتین بتایا کرتے تھے اور انمین کچھ باتین صحیح ہوتی تھین اور کچھ باتین غلط ہوتی تھین - ان اوہام باطلہ سے انسان کو نجات دینے کے لیے سورہ لقمٰن رکوع ۴ مین محکوم ہوا -

"بیشک اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے۔ وہی مینہ برساتا ہے۔ وہی جانتا ہے کہ ماؤن کے پیٹ مین کیا ہے۔ کوئی دوسرا نہین جانتا کہ وہ خود کس زمین مین مریگا اور کوئی نہین جانتا کہ وہ خود کل کیا کرے گا۔ ان سب باتون کا علم اور خبر اللہ ہی کو ہے"

انسان جس طرح بتدریج بڑھتا ہے اُسی طرح وہ بتدریج گھٹتا ہے۔ اگر کوئی شخص عمر طبعی تک پہونچکر گھل گھل کر مرے تو اُسکی کیفیت مثل نوزائیدہ بچے کے ہو جائے گی۔ ہڈیان تو چھوٹی نہ ہونگی لیکن اور تمام باتین بچون کی سی ہو جائینگی۔ دانت گر جائینگے۔ سواے کراہنے کے اور کوئی بات منھ سے نہ نکلیگی بال کم ہو جائینگے۔ سواے دودھ کے دوسری غذا ہضم نہ ہوگی اور نہ بغیر دوسرے کے سہارے کے وہ کروٹ بدل سکے گا۔ یہی حالت سورۂ یسٓین[۵۹] کے رکوع پنجم مین ہی "جسکی عمر ہم زیادہ کرتے ہین اُسے بناوٹ مین اُلٹا گھٹاتے جاتے ہین"

پہلے تو کفار عرب سوا کھانے پینے اور سونے کے کچھ سمجھتے ہی نہ تھے۔ مار پیٹ لڑائی جھگڑے سے کام تھا۔ وہ کسی سے ڈرتے نہ تھے اگر ڈرتے تھے تو صرف بتون سے لیکن یہ نہین جانتے تھے کہ کیون۔ اسلام نے اُنکو بتایا کہ بتون کے اختیارات کچھ بھی نہین ہین یہ ادنی قسم کی مخلوق جمادات سے ہین۔ اعلی مخلوق عالم یعنی نوع انسانی سے بھی بڑھکر ذات باری تعالی ہے جس نے انسان کو اور تمام دنیا کی چیزون کو پیدا کیا ہے اُس کے سبب۔ جو عربون کی آنکھین کھلین تو دلون مین سوالات

---

۵۸ ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وماتدری نفس ماذا تکسب غداً وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر۔

۵۹ ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق۔

بھی پیدا ہوئے اور سوالات ایسے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی آج تک کسی عالم نے
تا حال تشفی جواب نہیں دیا اور کوئی جواب دے نہیں سکتا اور نہ مخاطب کو سمجھا سکتا
جب تک متکلم اور مخاطب دونوں عالم ناسوتی سے الگ نہ ہو جائین یا اُنکی ارواح
مین اتنی صفائی نہ آجائے کہ اس عالم مین رہکر دوسرے عالم کی باتین سمجھ سکین
تب تک اس قسم کے مسائل کے مبادیات پر گفتگو بھی عبث ہے۔ قرآن مین
اسکا جواب دیا گیا ہے لیکن نہایت ہی مختصر اور اتنا اچھا کہ اُس سے اچھا جواب
ہو نہیں سکتا سورۂ مومن کے ساتوین رکوع[1] مین ہے۔

"وہی جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو
کہتا ہے کہ ہو اور وہ ہو جاتا ہے"

"کہتا ہے" کے معنی "ارادہ کرتا ہے" سمجھو تو مطلب صاف ہے۔

خلقت زمین و آسمان کے متعلق سورۂ[2] حم کے رکوع ۲ مین ہے۔

"پیغمبر! لوگون سے تم کہو۔ کیا تم اُس (خدا) سے انکار کرتے ہو جس نے دو
دن مین زمین پیدا کی اور اُسکا ہمسر تم دوسرے کو ٹھہراتے ہو۔ وہی سارے جہان
کا پروردگار ہے اور اُسی نے زمین مین اوپر سے پہاڑ گاڑ دیے ہین اور اُسمین برکت
دی ہے اور اُسی مین ایک اندازہ مناسب کے ساتھ اُسکے باشندون کے

---

[1] هو الذي يحيي ويميت فاذا قضى امرا فانما يقول له كن فيكون۔

[2] قل ائنكم لتكفرون بالذي خلق الارض في يومين وتجعلون له اندادا ذلك رب العالمين وجعل فيها رواسي
من فوقها وبارك فيها وقدر فيها اقواتها في اربعة ايام سواء للسائلين ثم استوى الى السماء وهي دخان
فقال لها وللارض ائتيا طوعا او كرها قالتا اتينا طائعين فقضاهن سبع سماوات في يومين واوحى في كل
سماء امرها وزينا السماء الدنيا بمصابيح وحفظا ذلك تقدير العزيز العليم۔

کھانے پینے کا بندوبست کر دیا ہے سب کچھ چار دن میں سب مانگنے والوں کے
لیے برابر ہے پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت تک کہر کی طرح کا تھا تو اس
کہر کو اور زمین کو حکم دیا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ تو آؤ اور زبردستی آؤ تو آؤ۔ ان
دونوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے حاضر ہیں۔ اسکے بعد دو دن میں اس نے
اس کہر کے سات آسمان بنا دیے اور ہر ایک آسمان میں انتظام کر دیا۔ نیچے کے
آسمان کو ہم نے قندیلوں سے سجایا۔ اور حفاظت کے لیے بھی ایسا کیا۔ یہ اندازے
اُسکے ہیں جو زبردست اور دانا ہے"

یہ بات ہیئت افلاک کی ہر ایک سے پیچھے نہیں اترتی ہے بلکہ خدا اپنی آفرینش
یہ یاد دلاتا ہے کہ جس طرح ہم نے سب کچھ بنایا اسی طرح نافرمانوں کو ہم تباہ بھی
کر سکتے ہیں۔ اسکے بعد کی آیت یوں ہے

"اگر اسپر بھی یہ سرکشی کریں تو کہدے کہ جیسی کڑک عاد اور ثمود پر ہوئی تھی
اسی طرح کی کڑک سے میں تمکو بھی ڈراتا ہوں"

جب مقصود سمجھانا تھا تو مناسب یہی تھا کہ مخاطب کی سمجھ کے مطابق گفتگو کی جاتی
اسی لیے طبقات ارض و سماء کے متعلق سرسری باتیں مشہور تھیں وہی تحریر
کی گئیں لیکن یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ یہ تحریر فلسفہ قدیم یا فلسفہ جدید کے مخالف نہیں ہے
مفصل بیان اسکا آفرینش ارض و سما فصل ۵۰ میں دیکھو۔

رزق کی بابت یہ لکھا گیا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ باوجود کوشش کے رزق
حاصل نہیں ہوتا لیکن ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ رزق کسی قوم سے ناپید ہو جائے رزق اگر

---

۵۵۵ فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقة مثل صاعقة عاد و ثمود۔

مواشی کی طرح انسان کو ملا کرتا یعنے معمولی نباتات ارض سے انسانی خوراک بھی [illegible] تعلق سے ہم قایم رہتا اسی مضمون کو [illegible] سورہ شوری [illegible] سمجھاتا ہے۔

• اگر خدا اپنے بندون کی روزی فراخ کردے تو وہ ضرور ملک مین سرکشی کرنے لگین۔ مگر خدا اپنے بندون سے خبردار ہے اور انکا نگران ہے جتنی روزی چاہتا ہے بقدر مناسب دیتا ہے۔"

قرآن مین آنحضرتؐ کا معجزہ ایک بھی نہین لکھا گیا ہی بلکہ بار بار یہ لکھا گیا ہی کہ لوگ پیغمبرؐ سے یہ فرمایش کرتے تھے کہ کوئی بات خرق عادت کی دکھاؤ تو ہم تم کو سچا سمجھین۔ اور پیغمبرؐ کہتے تھے کہ اور پیغمبرون کی اُمت نے معجزہ کا کیا اعتبار کیا کہ مین تمکو دکھاؤن۔ لیکن کتب سیر اور احادیث مین چند باتین ضرور از قسم خرق عادات آنحضرتؐ کی طرف منسوب کی جاتی ہین جنمین واقعہ شق القمر بھی ہے۔ بیان کیا جاتا ہی کہ لوگون نے آنحضرتؐ سے اصرار کیا کہ چاند کو دو ٹکڑے کر دو تو ہم تمکو سچا پیغمبر سمجھیں۔ آنحضرتؐ نے جناب باری مین دعا کی اور چاند دو ٹکڑون مین نظر آیا۔ بعض کہتے ہین کہ نہ پیغمبر مین چاند کو دو ٹکڑے کرنے کی طاقت تھی اور نہ خدا کو چاند کے تقسیم کرنے کی ضرورت تھی۔ خدا کو اتنا ہی اہتمام کرنا تھا تو بجاے قمر دو نیم کرنے کے وہ کفار کا دل ہی نہ پھیر دیتا۔ خدا کو اسلام کا اسباب دنیا کے ساتھ جاری کرنا مقصود تھا اسباب دنیا سے قطع کرکے اسلام کا جاری کرنا اُسکو مقصود ہوتا تو تاریخی حالات اسلام کے وہ نہ ہوتے جو ہوئے۔ لیکن معجزہ شق قمر صحیح ہو تو اسمین کوئی استحالہ نہین ہے۔ جب پیغمبرؐ کو لوگون

۳۱۵ ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدر ما یشاء انہ بعبادہ خبیر بصیر

نے بہت مجبور کیا تو انھوں نے اپنی قوت نفس کا اثر جو بلحاظ شان پیغمبری سب سے اعلیٰ درجہ پر آنحضرتؐ میں بھی تھا اُن کفار پر بھی ڈالا اور اُن کفار کو چاند دو ٹکڑے نظر آیا جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کا عصا فرعونیوں کو سانپ نظر آیا تھا۔ دیکھو سحر و جادو (فصل ...) میں۔ لیکن جن مسلمانوں کا یہ خیال ہے کہ صرف چاند دو ٹکڑے میں نظر نہیں آیا بلکہ فی الواقع چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہیں کیونکہ ایسا خیال رکھنے والے یہ نہیں کہتے کہ پیغمبر نے دو ٹکڑے کیے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ خدا نے دو ٹکڑے کیے اور خدا کے لیے دو ٹکڑے کیا بلکہ دو کروڑ ٹکڑے کر دینا بھی آسان تھے۔ شق قمر کا واقعہ جن کے نزدیک صحیح ہے وہ مفصلہ ذیل آیت قرآن کو اسی واقعہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

" قیامت قریب آگئی اور چاند شق ہو گیا یہ لوگ کچھ ہی دیکھیں لیکن روگردانی کریں گے اور کہیں گے کہ یہ سحر ہے اور ایسا ہوتا چلا آیا ہے[۱] سورہ قمر رکوع اوّل۔

معجزہ شق قمر کے نہ ماننے والے کہتے ہیں کہ یہ آیت قیامت کے علامات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اس مضمون کو زیادہ وضاحت کے سمجھنے کے لیے مضمون فصل ... دیکھیے۔

فصل چہل و نہم

اسلام اور فلسفہ

دنیا کے پچھلے حالات غور کیجیے تو عجائبات سے بھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسلام یا عیسائیت کے ساتھ پچھلے زمانہ کے قصص کو بھی تعلق ہے۔ چند قصے

---

[۱] اقتربت الساعۃ وانشق القمر وان یروا اٰیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر

قرآن مین بھی مذکور ہین۔ اگلی یہود اور نصاری کے پرانے قصص کی تائید ہوتی ہے
اس لیے ہم کو اس کہنے کی جرأت ہوسکتی ہے کہ اہل اسلام جو پرانے قصے بیان
کرتے ہین وہ سب سے زیادہ صحیح سمجھے جاتے ہین۔ یہودی۔ عیسائی اور
اہل اسلام یہ تینون مل کر یقیناً دنیا کی آبادی کا بڑا حصہ پورا کرتے ہین۔ شروع سے
چلیے۔ حضرت آدم کی پیدایش۔ شیطان کا حسد اور پھر اُسکا راندۂ درگاہ ہونا۔ آدم کا
دنیا مین آنا۔ حوا کا ملنا۔ نوح کے زمانہ کے حالات۔ دنیا کا گویا پھر سے بننا۔ ابراہیم
کا آگ مین گر کر نہ جلنا۔ موسیٰ کا عصا اور پھر آسکے واقعات۔ عیسیٰ کا بے باپ کے
پیدا ہونا۔ پیغمبر آخرالزمان کے وقت کے بعض معجزات۔ ہم نے تو بہت مختصر کہا۔ غور کیجیے
تو کسی پیغمبر کا زمانہ ان معجزات سے خالی نہین ہے۔ حضرت سلیمان کو دیکھیے کہ ہوا انکے
زیر فرمان تھی۔ دیو اور پری خادم تھے۔ حیوانات کی بولی وہ سمجھتے تھے۔ اگر ان باتون
کو جھوٹا سمجھیے تو قصہ ہی ختم ہے۔ اور اگر سچ سمجھیے تو پھر ہندو جو ہندوستان کے پچھلے
حالات بیان کرتے ہین انکو بھی غیر ممکن یا محال ٹھہرانا آسان نہین ہے۔ اگر ان
عجوبہ باتون کا تعلق پیغمبرون سے مختص سمجھا جائے جب بھی یہ کہنا کہ ہندوستان کی
سرزمین پیغمبرون سے خالی رہی بہت بڑی زیادتی ہے اور فیضان الٰہی کو ارض روم
کے ساتھ مختص سمجھ لینا بڑی بے امتیازی ہے۔ کرشن جی کے حالات یا رام چندر جی
کے کوائف جو ہندو بیان کرتے ہین مانا کہ انکی نسبت مبالغہ کا احتمال ہے مگر شروع
سے ان کو غلط یا غیر ممکن سمجھ لینا زیادتی ہے اور گویا در پردہ یہ کہنا ہے کہ ہندو
نہ مانو ہم اپنی کتابون کے قصون کو بھی تو ایسا ہی لچر سمجھتے ہین۔ یہ یاد رکھنا چاہیے
کہ دنیا کے کسی واقعہ کو بے سمجھے ہوئے آسانی سے غلط یا غیر ممکن مان لینا صریح خدا

کے قادرمطلق ہونے سے انکار کرنا ہے۔

مذہبی خیال کو الگ کیجیے جب بھی تاریخی واقعات بتاتے ہین کہ ابتداے زمانہ مین بہت سی باتین ایسی تھین جو اسوقت عجائبات مین شمار کی جاتی ہین اور چونکہ مختلف ملکون کی تاریخین انکی تائید کرتی ہین اسلیے اُنسے انکار کرنے کو ہرگز جی نہین چاہتا۔ مثلاً جس قوت۔ حالت یا کیفیت کو دیو پری سے یہود ونصاریٰ اہل اسلام تعبیر کرتے ہین۔ اس سے ایرانی تاریخ بھی تو مشکیف ہے۔ تاریخ ایران مین بادشاہون کا دیوٴن سے جدال کرنا صاف درج ہے۔ ہندوٴن کی کتابون مین بھی ایسے عجیب الخلقت لوگون کے تذکرے پائے جاتے ہین کہ انکو دیو سمجھین تو بیجا نہین ہے۔ بہرحال یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ انتظام عالم کی جو کیفیت اب ہے پہلے اس کے خلاف تھی اور بارہا انقلاب نے ترقی اور تنزل کی حالتین دکھلادی ہین۔ چیزون کے نام بدل گئے شہر کے نام بدل گئے۔ جو قوتین اور صنعتین معدوم ہوگئین انکے بیانات اور تشریحات کے ذرایع بھی تو مفقود ہوگئے۔ پہلے کچھ تھا اور نقل ہوتے ہوتے کچھ رہگیا۔ کوئی راز جب کہا گیا راز نہین رہتا۔ کوئی صنعت جب ایام گذرگئے صنعت کی حیثیت شمار نہین کی جاتی۔ ایک شے کو ہم بہت عظیم سمجھتے ہین لیکن اُس سے واقف ہوگئے تو دل سے اُسکی عظمت جاتی رہی۔ ہم یہان بیٹھے ہوئے نیویارک کے باشندے سے تار کے ذریعہ سے گفتگو کررہے ہین۔ دن چھپنے کے بعد ہم بانکی پور مین سوئے اور دن نکلنے کے پہلے ہم کلکتہ مین داخل ہوگئے۔ زمانہ پلٹ جائے۔ تار اور ریل معدوم ہوجائین تو ان باتون کو کتاب مین پڑھ کر لوگ کس طرح سمجھ سکینگے۔ ہم یہ نہین کہتے کہ تمام پچھلی باتین انھین دو جملون پر قیاس کرلیجائینا

لیکن یہ تو ضرور کہیں گے کہ سوچنے کے لیے یہ بھی ایک پہلو ہے - ہان خوب یاد آیا - ابھی حال ہی مین افریقہ جنوبی کے وحشیون کو انگریزون سے مقابلہ کرنا پڑا جہالت کا اقتضا ہے نخوت - یہ وحشی (ستابلی کہلاتے ہین) تلوار لیکر توپ اور بندوق کے مورچے پر ٹوٹ پڑے - چلے تو تھے یہ سمجھ کر کہ انگریزون کا خاتمہ کر دین گے اور انگریزون کے پاس بھی نری تلوارین ہوتین تو شاید ہوتا بھی ایسا ہی - لیکن یہان تو بندوق اور توپ تھی - باڑھ جو دغی سب راستہ ہی مین سلطہ ہو گئے - انگریزی سپاہیون کی صورتین بھی ان بیچارون کو دیکھنا نصیب نہ ہوئین - انھین سے دو چار بچ کر اپنی قوم کے پاس گئے تو کہنے لگے کہ انگریز بڑے جادوگر ہین - سحر سے یہ مار ڈالتے ہین لڑائی کی نوبت آنے نہین پاتی - یہ ایک ایسا طریقہ ہے کہ بہت سی مذہبی باتین اس طور پر بھی سمجھائی جا سکتی ہین -

فلسفہ کی تعلیم اسباب پر غور کرنے کی عادت پیدا کر دیتی ہے اور پھر یہ بھی سکھاتی ہے کہ باپ دادا سے سنی سنائی باتون پر بے سمجھے عمل کرنا بے دانشی ہے - بس انھین دو باتون نے فلسفہ کو مذہب کے حق مین برا ثابت کر رکھا ہے - اب بعض تو فلسفہ پڑھنا ہی نارو ا ٹھہراتے ہین اور بعض یہ کوشش کرتے ہین کہ فلسفہ پڑھائی جائے اور مذہبی امور مین تاویلین کر لی جائین تاکہ مذہبی باتین کھیل نہ معلوم ہون - یہ دونون اپنے اپنے طور پر مذہب کے خیرخواہ ہین - فلسفہ عقل بڑھانے کے لیے پڑھائی جاتی ہے اور مذہب اخلاق سکھانے کو - مذہب کو تو یہ دونون مقدم سمجھے - لیکن فرق اتنا رہا ایک ایسی عقل کے بڑھنے سے باز آیا جس سے اخلاق بگڑ جائین - اور دوسرے نے یہ کوشش کی کہ عقل بھی بڑھتی رہے اور مذہبی اخلاق بھی قایم رہین - لیکن ہمارے

نزدیک ایک تیسری صورت بھی پیدا ہوسکتی ہے۔ یہ سمجھنا کہ فلسفہ سے مذہب کو نقصان پہونچے گا۔ بیجا ہے۔ فلسفہ ہرگز مذہب کا دشمن نہیں ہے۔ لیکن فلسفہ کیا ہے یہی سمجھنے کی بات ہے۔ آگ کیونکر پیدا ہوئی۔ پانی کس طرح ہوا بن گیا۔ بخارات سے کس طرح بارش ہوتی ہے۔ اور ایسے ہی انتظام عالم کے متعلق دو چار باتوں کا سمجھ لینا لوگ فلسفہ پڑھنا سمجھ لیتے ہیں۔ اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ فلسفہ کی اصل ماہیت سے بہت سے طلبا ناواقف ہیں اور یہی ناواقفیت تھوڑی استعداد والوں کو حباب بحر کی طرح ابھرنے پر مجبور کرتی ہے۔ خلقت عالم کی ماہیت سے پورے طور پر تو آج تک کوئی واقف نہیں ہوا اور نہ واقف ہوسکتا۔ اتنا ہی سب کہہ سکتے ہیں کہ عالم کی خلقت جسکی طرف منسوب ہوتی ہے یا سلسلہ اسباب جہاں جاکر ختم ہوجاتا ہے اُسی قوت کا نام خالق عالم ہے اور عالم کے حالات مختلف طور سے سوچنے کا نام فلسفہ ہے۔ جب یہ معلوم ہوچکا کہ ماہیت عالم سے واقفیت حاصل کرنا علمی طور پر غیر ممکن اور محال ہے تو اب بجز فلک کے جسکو معرفت کردگار کہہ سکتے ہیں فلسفی کو یہ حق کہاں سے پیدا ہوا کہ وہ کسی شی کو ممکن الوقوع یا کسی شی کو غیر ممکن الوقوع قطعی طور پر مان لے۔ ظاہر ہے کہ جب اصل شی لیئے خلقت عالم پر قطعی راے دینے سے معذوری ہے تو اُسکے فروعات۔ کے متعلق کیونکر کوئی راے مستحکم قایم ہوسکتی ہے۔ جس طرح خود بخود خالق مطلق کی خواہش سے عالم کا موجود ہونا مان لیا جاتا ہے ویسے ہی یہ بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ دنیا کی تمام باتیں ہر وقت اور ہر لحظہ از سر نو پیدا ہوسکتی ہیں۔ آگ ٹھنڈی ہوسکتی ہے۔ پانی پتھر ہوسکتا ہے۔ مردہ زندہ ہوسکتا ہے۔ حیوانات انسان کی بولی بول سکتے ہیں۔ اب اس کو غیر ممکن تو وہ کہے جو پہلے یہ بتا سکے کہ آگ گرم کیونکر ہوئی۔ پانی

سوال کیون ہوا۔ انسان کی پیدائش مین کیا کیا اسرار ہین۔ مرنے کے بعد عملی طور پر کیون
محال ہے۔ ہم تو یہ بھی نہین جانتے کہ اول انسان کس طرح پیدا ہوا۔ دن کے
کے بعد اندھیرا ہوا یا اندھیرے کے بعد اُجالا ہوا۔ پہلے دنیا مین سردی
آئی یا گرمی۔ یا خود دنیا ہی کو کوئی بتائے کہ یہ کیا چیز ہے۔ یہ عجب خیال ہے کہ جس
شی بات کو ہم آنکھ سے دیکھ نہین سکتے ہیں تو ایک نہ ایک تاویل پر اسکے بغیر کبھی نہ رہین گے
اور جسے آنکھ سے نہ دیکھین کان سے نہ سنین اسپر بے تکلف اپنی راے نفی مین قائم کرلین
اور راے بھی ایسی کہ اپنی عقل کو کم سمجھنے مین ہمین ہزار دقتین پیش آتین اور قادر مطلق کے
اختیارات کے منتزع کر لینے مین ہمین ذرا بھی تامل نہ ہے۔

اگر فلسفہ کا یہ مطلب ہے کہ خالق عالم نے تخلیق عالم کے بعد اپنے ہاتھ کٹا ڈالے
دنیا کا گورکھ دھندھا بنا کر وہ وجود معطل بن بیٹھا تو فلسفہ جہل مرکب ہے۔ اور اگر فلسفہ کا
یہ مطلب ہے کہ خالق عالم نے دنیا کو دار الاسباب بنایا ہے اور عموماً ہر بات کے لیے اُسنے
سبب قرار دے رکھے ہین۔ ان اسباب کا خواہ مخواہ سمجھ جانا گو ہماری قدرت سے باہر ہے
لیکن اسپر غور کرنا ایک قسم کی عبادت ہے۔ تو ہم نہایت خوشی سے کہین گے کہ فلسفہ بہت
ٹھیک ہے اور ہر سچے مذہب کا یہی دستور ہونا چاہیے۔

مفصلہ بالا تحریر مین جو مختلف خیالات کی توضیح کی گئی ہے اُسے ایک دوسرے طور پر
یون سمجھنا چاہیے۔ مثلاً اگر کوئی یہ کہے کہ پریان تخت پر بٹھا کر ہوا مین آدمیون کو اڑا سکتی ہین
تو موجودہ تجربہ کے برخلاف ہوگا۔ مگر اس سے مذہب اسلام مین کچھ فرق نہ آئے گا اور اگر
کوئی کہے کہ نہین پریون مین ایسی قوت نہین ہے اور نہ پریون کا وجود ہے جب بھی
اسکے اسلام مین فرق نہ آئے گا۔ لیکن جو یہ سمجھے گا کہ پریان خدا کے حکم سے باہر

مطلق العنان

قوتین شہاب اور رجوم چاہتی ہین کرتی ہین تو بیشک وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوجائیگا۔
یہ خوب واضح رہے کہ مذہب اسلام فلسفہ سکھانے نہین آیا تھا۔ وہ صرف یہ بتانے آیا تھا کہ
بجز ایک ذات باری کے اور کسی کو قادر مطلق نہ مانو کیونکہ حسن معاشرت سکھانے کیلیے اتنا ہی کافی تھا
ہنود کہتے ہین کہ انکا مذہب عین فلسفہ ہے۔ ممکن ہے کہ ایسا ہو۔ لیکن مسلمانون کے
نزدیک مذہب کا عین فلسفہ ہونا کوئی وصف نہین ہے۔ مذہب کا کام ہی حسن معاشرت کا سکھانا
عقلی تکّے لگانے سے مذہب کا کوئی تعلق نہین ہے۔ لیکن اسکا یہ مطلب بھی نہین ہے
کہ مذہب اسلام فلسفہ کے خلاف ہے۔ یہ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ عین فلسفہ ہونا
اور فلسفہ کے خلاف نہ ہونا ان دونون مین بڑا فرق ہے۔ اسلام ہرگز فلسفہ کے مخالف
نہین ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی یقینی ہے کہ اسلام نے فلسفہ کی پرواہ نہین کی۔
اگر کوئی خاص فلسفہ مذہب اسلام اختیار کرتا تو مذہب کی اصلی غرض حسن معاشرت کے
نظر انداز ہونے کے علاوہ یہ نقص بھی پیدا ہوتا کہ یہ مذہب تمام دنیا کا مذہب اور ہر زمانہ کا
مذہب نہ رہتا۔ فلسفہ گویا نتیجہ فکر کی ایک قسم ہے اور فکر انسانی ہمیشہ بدلتی رہتی ہے۔ اگر اسلام کوئی فلسفہ خاص
اختیار کرتا تو ایک زمانہ مین وہ جھوٹا سمجھا جاتا اور دوسرے زمانہ مین سچا سمجھا جاتا یا ایک
ہی زمانہ میں بعضون کے نزدیک صحیح اور بعضون کے نزدیک غلط ہوتا۔ اسلام کی
خاص حکمت ہے کہ وہ ہر زمانہ کے فلسفہ کے موافق ہے۔ جاہل سے جاہل قوم کی
بھی تشفی کرسکتا ہے اور بڑے سے بڑے عقلاے زمانہ کو بھی وہ سمجھا سکتا ہے اس مضمون کو
وضاحت سے سمجھنے کے لیے "حکمت اور فلسفہ کے متعلق آیات قرآنی" فصل ۴۹
اور "قصص قرآنی" فصل ۵۳ "شیطان اور جن" فصل ۵۴ "سحر (جادو)" فصل ۵۱ "آفرینش
ارض و سما" فصل ۵۰ پڑھنا چاہیے۔

خلاصہ یہ ہے کہ فلسفہ مذہب اسلام کے خلاف نہین ہے اور نہ [illegible] سے
آدمی گمراہ ہوجاتا ہے - قرآن کو جو کوئی سمجھ رو رحالت مین مانتا [illegible] ہے
کہ فلسفہ سے اسلام جاتا رہے گا وہ اسلام کی اعلیٰ عظمت سے واقف [illegible]
باب پنجم مین زیادہ تر مضامین اسی قسم کے لکھے جائینگے جنسے فلسفہ [illegible]
پر یہ ثابت کیا جائے کہ قرآن صرف جہلا کی ہدایت کے لیے نہین [illegible] کی
ہدایت کے لیے بھی ہے اور انکا بھی تشفی کرنے والا ہے -
بعض مسلمانون نے مجھ سے کہا کہ فلسفہ پڑھنے سے انکے ایمان مین فرق آگیا
اور اب خدا کو وہ ویسا نہین سمجھتے جیسا پہلے سمجھتے تھے - مین نے [illegible] جواب مین کہا
کہ بچے اور [illegible] خدا کی نسبت یکسان خیال نہین رکھ سکتے اور نہ علما اور [illegible] خیال
رکھ سکتے ہین - جو چیز دیکھنے کی نہین ہو وہ تصور کرنے کی ہے اسکی حالت [illegible] کے ساتھ
بدلتی رہے گی مگر یہ تبدیلی ایمان مین کچھ فرق نہ ڈالے گی - حضرت موسیٰ اور گڈریے کا
قصہ مثنوی مولانا روم مین یون مذکور ہے کہ گڈریا خدا سے ملنے کی تمنا ظاہر کرتا تھا اور
کہتا تھا کہ خدا ملتا تو وہ اسے بھیڑ کا دودھ پلاتا اور بڑی خاطر کرتا - حضرت موسیٰ نے اسے
ڈانٹا لیکن اسکے ساتھ ہی آپ کے دل مین یہ خیال گزرا کہ گڈریا [illegible] مطابق
خدا کا خیال رکھے گا اور حضرت موسیٰ بھی دانش کے مطابق خدا کا تصور [illegible] -
نوعیت مین زمین و آسمان کا فرق ہوگا لیکن اصل مین دونون متحد ہین [illegible] یان کو
صرف ایک ہی ذات کو خدا سمجھنا اور اسکو سب پر بالا جاننا اور اسمین دونون [illegible]
ایک سرگزشت مین اپنے متعلق بیان کرنا باعث دلچسپی سمجھتا ہون - مجھے صغر سنی [illegible]
کا بڑا شوق تھا اور خدا سے بیحد محبت تھی - خدا کا وجود مین جب [illegible] تھا -

اور اب بھی مانتا ہون لیکن نوعیت مین زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پہلے مین سمجھتا
کہ خدا کے ہاتھ آدمی کے ہاتھ کی طرح ہین اور وہ اپنے ہاتھ سے چیزون کو اٹھا کر ایک جگہ
سے دوسری جگہ رکھتا ہے۔ گجرات کا سفر مجھے پیش آیا اور میرا اونٹ مال اسباب
لیکر بھاگ گیا۔ قصہ بہت طول طویل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مجھے اُس بیگانی جگہ جب
بھوک نے ستایا تو مین نے مسجد مین جا کر نماز پڑھی اور سر سجدہ مین رکھدیا اور خدا سے
درخواست کی کہ او رزاق مطلق فلان طاق پر کوئی چیز کھانے کی رکھدے۔ تین مرتبہ
مین نے سجدہ سے سر اٹھا کر طاق کو دیکھا لیکن کوئی چیز نظر نہ آئی۔ مجھے وثوق کامل تھا کہ
کوئی چیز ضرور ملجائیگی۔ گھنٹہ بھر مین اسی حالت مین مبتلا رہا۔ اب جب کبھی مین یاد کرتا ہون
تو اپنی حرکت پر مجھے بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ یہ نہایت ہی خورسنی کا واقعہ ہے۔ اسکے
بعد مین جب ذرا اور سن شعور کو پہونچا تو میرا یہ خیال ہوا کہ اپنے ہاتھون سے چیزون کا رکھنا
اُٹھانا خدائی کام نہین ہے بلکہ اپنے کلام مین اُسنے تاثیر دے رکھی ہے دعا مانگنے کے
بعد اپنے موقع اور محل سے وہ کام خود ہو جاتا ہے۔ اسکے بعد چند آیات قرآنی ایک دعا کی
کتاب سے مین نے یاد کرلین اور جب کبھی ضرورت ہوتی تھی تو مین پڑھتا تھا اور وہ کام
ہو جاتا تھا۔ سات آٹھ مرتبہ کامیاب رہکر مین نے یہ خیال کیا کہ یہ دعا تیر بہدف ہے اسکے
خلاف ہو ہی نہین سکتا۔ ایک مرتبہ نہایت ہی اہم کام کے لیے مین نے چلہ کیا لیکن وہ
کام میرا نہ بنا۔ مجکو نہایت بیدلی ہوئی اور اُسکے ساتھ ہی خدا کی طرف سے میرے
دل مین ناامیدی (العوذ باللہ من ذلک) پیدا ہوئی اور یہ خیال گزرا کہ مین نے اس اللہ سے
مانگا وہ کیسا خدا ہے کہ اُسنے دینے مین بخل کیا۔ اب میری عمر قریب بلوغ تھی وہ صغر سنی
کی حالت نہ تھی کہ اتنی بڑی مایوسی کے بعد مجکو ملال نہ ہوتا۔ اس ناکامی پر مجھے سخت رنج ہوا

عہد حقیقت سے جب میری معلومات بڑھی تو مین اپنے خیال پر بہت نادم ہوا اور سرے
سر سے گویا مسلمان ہوا۔ اب میرے خیالات یہ ہین کہ خدا مسبب الاسباب ہے۔
اسباب ظاہری مین اس نے اپنے بندون کو اپنے نفس کا مختار بنا دیا ہے
اور رہنمائی کے لیے عقل دے دی ہے۔ لیکن اسباب خفیہ کو نہ کوئی جانتا اور
نہ کسی کو سواے ذات باری کے اسمین دخل ہے۔ خدا جو کچھ کرتا ہے اچھا کرتا
ہے اور وہی اپنے افعال کی مصلحت جانتا ہے۔ بندہ لاکھ چاہے لیکن خدا
وہی کرتا ہے جو اسکے نزدیک مناسب ہے۔ اسکے افعال جو اسباب خفیہ کے
ذریعہ سے ظہور پذیر ہوتے ہین وہ مدرکات انسانی سے باہر ہین۔ انپر غور کرنا عبادت
ہے لیکن اسکے پیچھے پڑنا گمراہی ہے۔ اب مین سوچتا ہون تو اپنے اسلام کو نسبت سابق
کے کہین اچھا پاتا ہون۔ اسی کو سعدی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے۔

کہ بے علم نتوان خدا را شناخت

فصل پنجاہم

آفرینش ارض و سما

خلقت ارض و سما کے متعلق گو کوئی قطعی راے قایم نہین ہوئی ہے لیکن لوگون کا
خیال ہے اور توراۃ موجودہ سے بھی اسکا پتہ چلتا ہے کہ پہلے پانی ہی پانی تھا
خدا نے اپنی قدرت کاملہ سے اسمین حرارت پیدا کی تو پانی پر جھاگ آگئی اور بخارات
اٹھے۔ جھاگ سخت ہو کر زمین کی صورت مین آگئی اور بخارات سے آسمان بنے
آسمان کیا ہین اور کیونکر بنے اسکی توضیح آیندہ کی جائے گی۔ اسوقت صرف یہ بتانا ہے کہ
اگر خلقت ارض و سما کی یہی صورت مانی جائے تو قرآن سے اسکی نفی نہین ہوتی بلکہ تائید ہوتی ہے۔ قرآن مین

"پھر آسمان بنایا اور وہ دھوان تھا"[1]

اور دوسری جگہ ہے۔

"اُسی نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن مین اور تھا اُسکا تخت پانی پر"[2]

سورۂ ہود رکوع ۹

"چھ دن" کا لفظ اسوقت موضوع بحث نہین ہی اور "تخت" کا لفظ مجازاً کہا گیا ہے۔ خدا کے لیے کسی مکان کا مختص نہ ہونا تمام مسلمانون مین مسلم ہے اور باقی آیہ کے معنی صاف ہین۔ غرض یہ تو اہم مسئلہ نہین ہی۔ اسکے متعلق کوئی رائے یقینی کسی نے قایم نہین کی ہے اور نہ مذہب نے کوئی صاف بات بتائی اسلیے اسکو جسطرح چاہین فرض کر سکتے ہین بشرطیکہ احکام قرآن سے مخالفت نہ ہو۔ لیکن بحث طلب صرف یہ امر ہے کہ علم ہیئت کے متعلق جو کچھ قرآن مین بیان کیا گیا ہی اُسکا کیا مطلب ہی۔ جب تک یونانی زبان کے علوم عربی مین ترجمہ نہین ہوئے تھے اسکی طرف مسلمانون کو توجہ نہین ہوئی اور اگر کچھ توجہ ہوئی تھی تو جو ہیئت یہودیون کے نزدیک آسمان و زمین کی تھی اُسی کے مطابق لوگ آیات قرآنی سمجھتے رہے۔ بعد ازان جب یونانی کتابین عربی مین ترجمہ ہوئین تو علماے اسلام نے قرآن کی تفسیر مین یونانی علم ہیئت کی جو یہودیون کی معلومات سے زائد تر متاخر نہ تھی۔ اتباع کی۔ مثلاً قرآن مین سبع سماوات (سات آسمان) مذکور ہی اور یونانیون نے آسمان نو قرار دیے تھے۔ علماء اسلام نے "کرسیہ السموات والارض" اور "وہو رب العرش العظیم" پر لحاظ کر کے سات آسمان کے ساتھ کرسی اور عرش شامل کر دیے اور اسطرح نو آسمان

[1] ثم استوی الی السماء وہی دخان۔

[2] وہو الذی خلق السموات والارض فی ستۃ الایام وکان عرشہ علی الماء۔

قرآن ... سے بھی ثابت کرو ... قرآن ہے کیسے اس معجزہ کو کہ وہ ہر طبقہ کے انسان کا تشفی
کرنے والا ہے ... بیان ... ان کو ... مودود ... مدنے اور بہت سی تفسیرین قرآن کی جدا
کئین اور ہر ایک مین ہیئت یونانی کی تقلید کی گئی اور اب قرآن کو ... ہیئت سے
الگ کرکے سمجھنا گویا جمہور مفسرین سے اختلاف کرنا سمجھا جاتا ہے۔ اب وقت یہ آ پڑا ہے کہ انیسوین
صدی مین نظام شمسی کے ماننے والے اتنے بڑھ گئے کہ ہیئت یونانی ایک دم سے باطل
ہوگئی۔ اب اگر قرآن ہیئت یونانی کا تابع سمجھا جائے تو قرآن کا بھی بطلان لازم آتا ہے
ہم قرآن کے اس معجزہ کو سچا سمجھتے ہین کہ وہ ہر ایک شخص کی تسکین کرسکتا ہے اور
اسلام کے اس دعوی کو بھی ہم سچا سمجھتے ہین کہ وہ ہر حالت اور ہر موقع کے مناسب
ہے۔ اسلیے ہمکو جرات ہوئی اس امر کی طرف کہ اگر تحقیقات جدیدہ کو ہم باطل نہین کرسکتے
تو یہ ضرور ثابت کرسکین گے کہ قرآن موجودہ علم ہیئت کے منافی نہین ہے۔

ایک صورت یہ بھی ہے کہ ہم تحقیقات قدیمہ کو صحیح اور تحقیقات جدیدہ کو غلط کہین
اور اسلیے موجودہ تفاسیر سے ہمکو اختلاف نہ کرنا پڑے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم اس کوشش
مین کامیاب نہین ہوسکتے۔ تحقیقات جدیدہ مین بہت سی باتین ایسی پائی گئی ہین جو
بدیہیات مین داخل ہوجاتی ہین۔ دوربین نے بہت سی چیزین ہمین آنکھون سے دکھا دی
ہین۔ اگر ہم آنکھ کے روشن ہونے سے انکار نہین کرسکتے تو تحقیقات جدیدہ کے صحیح
ہونے سے بھی انکار نہین کرسکتے۔ مسلمانون کا یہ کوشش کرنا کہ تحقیقات جدیدہ غلط
ہین انپر ایک دوسرا الزام جہالت کا عاید کرے گا علوم کے تمام باریک مسایل کا لکھنا اس
کتاب کے موضوع سے الگ ہوجاتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس طرح مضمون عام
فہم نرہے اسلیے چند موٹی موٹی باتین ہم درج کرتے ہین جنکو تھوڑے سے علم

ہیئت جاننے والے بھی سمجھ سکین - اور جو حضرات اسقدر بھی نہین سمجھ سکتے اُنکے لیے موجودہ تفسیر قرآن کی کافی ہے کیونکہ نہ اُنکے دل مین کبھی خدشات پیدا ہونگے اور نہ مخالفین کبھی اُنسے مباحثہ کرین گے مثلاً -

۱ - یونانیون نے صرف سات سیارے دریافت کیے تھے اور اسیلیے اُن کے لیے سات آسمانون کی ضرورت تھی - اب دوربین سے زمین چھوڑ کر دس ستارے ثابت ہوئے ہین - پہلے مسلمانون نے سبعہ سماوات کا ترجمہ سات آسمان کیا - اب اُسکا ترجمہ گیارہ سماوات ہونا چاہیے - لیکن ممکن ہے کہ کوئی اور تیز دوربین نکلے اور چند ستارے اور نظر آئین اسیلیے سبعہ کے معنی متعدد ہون تو اچھا ہم آگے دکھائین گے کہ سبعہ کے معنی "متعدد" ہین اور یہ معنے اُسوقت کیے گئے تھے جب سات آسمانون سے زیادہ دریافت نہین ہوئے تھے -

۲ - آسمان کو پیاز کے چھلکے کی طرح توبرتو یونانیون نے اجسام مانے ہین اور مفسرین نے بھی اسی کا تتبع کیا ہے - اب یہ وقت ہے کہ دوربین سے بعض ستیارون کے گرد قمر نظر آتے ہین - مثلاً مشتری کے گرد چار قمر ہین - اگر سیارون کا مدار خلا مین یا کسی لطیف جسم مین نہ ہو اجسام مین ہو تو ان قمرون کی گردش متعذر ہو جائے یا اجسام کو چکنا چور کر ڈالین -

۳ - اگلے زمانہ مین یونانی حکماء ذُمدار ستارون کو سمجھتے تھے کہ آسمان اور زمین کے بیچ مین پیدا ہوتے ہین اور فنا ہو جاتے ہین - اب دوربین سے معلوم ہوا کہ یہ مستقل ستارے ہین اور تمام ستیارون کے اوپر نکل جاتے ہین - یونانیون نے جس طرح کا جسم آسمانون کا مانا ہے وہی ہوتا تو وہ ذُمدار ستارون کو روکتا یا ذُمدار ستارون

کی وجہ سے تمام آسمان شیشہ کی طرح چکنا چور ہو جاتے۔

۴۔ حکما۔ یونانی شمس کو زمین کے گرد گھومنے والا مانتے ہیں لیکن اُن کے پاس دوربین ہوتی اور وہ زہرہ وغیرہ ستارون کا بدر و ہلال ہونا دیکھتے تو سمجھتے کہ آفتاب کے گھومنے سے یہ بات پیدا نہیں ہو سکتی بلکہ زمین نیز تمام سیارون کے آفتاب کے گرد گھومنے جب ہی پیدا ہو سکتی ہے۔

۵۔ دوربین سے کبھی عطارد اور زہرہ آفتاب سے نیچے دکھائی دیتے ہیں اور کبھی آفتاب کے اوپر دکھائی دیتے ہیں۔ اگر یونانیون کی طرح فلک اول پر زہرہ دوم پر عطارد سیوم پر شمس مانا جائے تو یہ صورت پیدا نہیں ہو سکتی۔ یہ صورت جب ہی پیدا ہو سکتی ہے کہ شمس کے گرد عطارد۔ عطارد کے بعد زہرہ۔ زہرہ کے بعد زمین چکر لگائے۔

غرضکہ یونانیون کا یہ قول کہ آسمان شیشہ کا سا ایک جسم ہے اور پیاز کے چھلکوں کی طرح تو بہ تو جما ہوا ہے اور اسمین سیارے جیسے شمس بھی داخل ہیں جڑے ہوئے ہیں۔ آسمان زمین کے گرد گھومتے ہیں اور اُنکے ساتھ سیارے بھی گھومتے ہیں۔ اتنا غلط ثابت ہوا کہ بدیہیات مین داخل ہو گیا ہے۔ نظام بطلیموسی (یونانی) کے صحیح ماننے مین ایک یہ بھی بُرائی ہے کہ خدا کی قدرت محدود ہو جاتی ہے اور نظام شمسی ماننے مین خدا کی قدرت کا مرجع شائی اسکے بے انتہا ہے غیر محدود معلوم ہوتی ہے۔ ہمارے اس مقولہ کو وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے جو نظام شمسی کو پورے طور پر جانتا ہے۔

ہم اپنے مضمون کے سمجھانے کے لیے اگر تمام آیتوں سے بحث کریں

تو مضمون بے وجہ طول ہو جائے گا۔ لیکن اُن تمام اہم آیتوں سے ہم ضرور بحث کرنا چاہتے ہیں جنکے سمجھنے کے بعد پھر تمام قرآن کا نظام شمسی کے خلاف نہ ہونا بخوبی سمجھ میں [illegible] آ جائے۔

قرآن میں سما کا لفظ عموماً بولا گیا ہے۔ سما کے معنی لغوی پہلے سمجھنا چاہیے۔

قاموس میں [illegible] ہے کہ "السماء معروف" یعنے آسمان وہی ہے جسے سب جانتے ہیں۔ اب [illegible] سوال [illegible] ہے کہ سب کسے آسمان جانتے ہیں۔ ہندوستان میں سب جسے لوگ [illegible]ن سمجھتے ہیں اسی کو عرب بھی جنکی زبان میں قرآن اُترا تھا آسمان سمجھتے تھے [illegible] جو کرۂ [illegible] کے لوگ اپنے دل میں آسمان سمجھتے ہیں۔ یعنے زمین کے گرد [illegible] چاروں طرف سے زمین کو گھیرے ہوئے نظر آتی ہے، وہی سما ہے [illegible] علم ہیئت کے [illegible] آسمان سے الگ ہے۔ نظام بطلیموسی کے رو سے بھی [illegible] آسمان نہیں ہے جسمیں کواکب جڑے ہوئے ہیں یا تیر رہے ہیں نظام شمسی [illegible] یہ خلا سے مخض ہے جسپر سیاروں کا مدار ہے بلکہ یہ ایک دوسری شے ہے۔ تمام حکما قائل ہیں کہ زمین کے اوپر طبقہ ہوائی ہے۔ اس طبقہ ہوائی میں آفتاب کی کرنیں منعکس ہو کر یہ رنگ پیدا کرتی ہیں جو سب کو نظر آتا ہے تو گویا یہ آسمان جو [illegible] دیتا ہے اسی زمین کا ایک جزو ہے اور ممکن ہے کہ اور سیاروں میں بھی ایسے ہی آسمان ہوں۔ سورۂ [illegible] میں اس آسمان کو "سماء دنیا" کہا ہے۔ کتنا پُر معنی لفظ ہے۔ غرض اصلی معنے آسمان کے ہیں یہی نیلی چھت جو اوپر نظر آتی ہے لیکن مجازاً اسکو ہر چیز پر بول سکتے ہیں جو اوپر ہے۔

اسی لحاظ سے سماء کا لفظ قرآن میں چار معنوں میں بولا گیا ہے۔

۱- کہین اُس نیلی چیز پر بولا گیا ہے جو دکھائی دیتی ہے۔

۲- کبھی محض فضاے محیط پر بولا گیا ہے۔

۳- ابر اور بادل کے معنی مین بھی بولا گیا ہے۔

۴- ستارون کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے۔

قسم اول یعنے نیلی چھت کے معنی مین جہان سما کا لفظ استعمال کیا گیا ہے وہان زیادہ مخاطب کا لحاظ کیا گیا ہے یعنے عرب کے لوگ اس نیلی چھت کو حس کی سمجھتے تھے کہین کہین العیس ... کے پندار کے موافق اُنسے گفتگو کی گئی ہے۔ قرآن مین جہان آیا ہے کہ آسمان کو دیکھو وہان اکثر آسمان سے نیلی چھت مراد ہے کیونکہ وہی دیکھنے کی چیز ہے۔ اُن تمام آیتون کے لکھنے کی ضرورت نہین ہے جسمین کسی قسم کی بحث پیدا نہین ہوتی لیکن وہ آیتین جنمین شبہات پیدا ہو سکتے ہین ضرور قابل تذکرہ ہین۔

"اگر ہم کھول دین انپر دروازے آسمان کے اور وہ ایسے ہو جائین کہ وہ تمام دن اُس مین چڑھتے رہین جب بھی کہین گے کہ ہماری ڈھیٹھ بندی ہوئی ہے یا ہم پر جادو ہوا ہے"[۱]

اسمین جو لفظ دروازے کا آیا ہی اُسکا مطلب یہ نہین ہی کہ آسمان مین دروازے ہین بلکہ ایک غیر ممکن بات فرض کرکے کہی جاتی ہے کہ آسمان مین دروازہ ہو جاوین اور کفار چڑھنے لگین جب بھی وہ ایمان نہ لائین گے اور کہین گے کہ ہم پر جادو کیا گیا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ایسی ہی غیر ممکن بات کو مثالا بیان کرکے ...

[۱] ولو فتحنا علیهم بابا من السماء فظلوا فیه یعرجون لقالوا انما سکرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورا

معنی کی اور توضیح کی گئی ہے۔

"ہماری نشانیان جنھون نے جھٹلائین۔ اور انسے تکبر کیا انکے لیے آسمان کے دروازے نہ کھلین گے (یعنے انکے حق مین خیر و برکت نہ ہوگی) اور نہ وہ بہشت مین جائینگے جب تک سوئی کے ناکے مین اونٹ نہ گھسے گا"۔[۱]

یعنے اونٹ کا سوئی کے ناکے مین گھسنا جس طرح محال ہے اسی طرح انکا بہشت مین جانا محال ہے۔ اسی طرح سورۂ اول کے یہ معنے ہوسکتے ہین۔ کہ جس طرح آسمان مین دروازون کا ہونا محال ہے اسی طرح یہ بھی محال ہے کہ جنکے لیے ایمان لانا بدا نہین ہے وہ ایمان لائین۔ اسی مقام پر تفسیر کبیر مین جو کچھ لکھا ہے اُسکے ایک جزو کا ہم ترجمہ کرتے ہین۔ "ماحصل یہ ہے کہ جب اہل عرب نے رسول خدا پر ایمان لانا آسمان سے فرشتون کے اُترنے پر مشروط کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین بتایا کہ اگر بر تقدیر ایسا ہو۔ تب بھی منکرین کہین گے کہ یہ جادو ہے اور جو چیزین ہمکو دکھائی دیتی ہین فی الواقع ہم اُنکو نہین دیکھتے"۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ جب آسمان مین فرشتون کے اُترنے اور کافرون کے چڑھنے کے لیے دروازہ رکھا گیا تو آسمان کو ٹھوس ہونا چاہیے نہ کہ ہوائی تو ہم کہین گے کہ بیشک جن لوگون سے گفتگو کی گئی تھی وہ آسمان کو ٹھوس ہی سمجھتے تھے اور انھین کے خیال کے مطابق اُنسے گفتگو کی گئی۔ اس سے یہ نہین نکلتا کہ خدا نے اس نیلی چھت کو اینٹ۔ پتھر۔ شیشہ یا کسی اور ٹھوس چیز کی بنی ہوئی بتائی ہے محض بندون کے خیالی جسم پر بندون کے محاورہ کے موافق دروازہ کھولنے کا اطلاق ہوا ہے نہ بطور اصل حقیقت کے۔

[۱] ان الذین کذبوا بآیاتنا واستکبروا عنہا لا تفتح لہم ابواب السماء ولا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط۔

ایک جگہ ہے "آسمان کو ہم نے محفوظ چھت بنائی"[۳] اور دوسری جگہ ہے "قسم ہے اونچی چھت کی"[۴] ان دونوں مقاموں پر سقف محفوظ (محفوظ چھت) اور سقف مرفوع (اونچی چھت) میں سقف (چھت) سے یہی نیلی چیز مراد ہے۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ آسمان کو چھت اسلیے کہا کہ وہ زمین کے لیے ایسا ہی ہے جیسے کہ گھر کے لیے چھت۔ اسمین جو لفظ مرفوع آیا ہے وہ بھی کچھ بے موقع نہیں ہے بیشک یہ نیلی چھت مرفوع نظر آتی ہے۔ لیکن مرفوع ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ڈاٹ لگا کر گنبد بنایا گیا ہے۔

"کیا وہ اپنے آگے پیچھے آسمان و زمین نہیں دیکھتے۔ اگر ہم چاہیں تو انکو زمین میں دھنسا دیں یا چاہیں تو انپر آسمان سے کوئی ٹکڑا ڈال دیں"[۵] کفار کہا کرتے تھے کہ اگر ہم خدا کا کہنا نہیں مانتے تو خدا ہم پر آسمان کیوں نہیں گرا دیتا کہ ہم دب کر مر جائیں۔ کفار اپنی پندار میں سمجھتے تھے کہ نیلی چھت ایسی ٹھوس ہے کہ اسکے گرنے سے لوگ دب جائیں گے ان کفار کی پندار کے موافق آیت اتری کہ زمین و آسمان سب خدا ہی کا بنایا ہوا ہے جیسا کہ کفار دیکھتے ہیں۔ پھر خدا کے لیے یہ کیا مشکل ہے کہ وہ زمین میں کفار کو دھنسا دے یا آسمان کا ٹکڑا کفار پر گرا دے۔ یہاں ٹکڑا زیر بحث نہیں تھا۔ بلکہ خدا کی قدرت زیر بحث تھی۔ مخاطب عرب تھے اسلیے انھیں کی سمجھ کے موافق اور انھیں کے محاورات کے مطابق ٹکڑے کا لفظ بولا گیا۔ یہ معنی زیادہ تر صاف ہو جاتے ہیں دوسری آیت کے

۳۔ وجعلنا السماء سقفا محفوظا۔ الانبیاء آیۃ ۳۲

۴۔ والسقف المرفوع۔ الطور آیۃ ۵۔

۵۔ افلم یروا الی ما بین ایدیہم وما خلفہم من السماء والارض ان نشا نخسف بہم الارض او نسقط علیہم کسفا من السماء۔ سبا آیۃ ۹۔

پڑھنے سے - کافرون نے پیغمبر سے کہا "تو سچا ہے تو ہم پر آسمان کا ٹکڑا گرا دے" پھر اسکے
جواب مین اگر کہا جائے کہ خدا ٹکڑا گرانے پر قادر ہے تو بلحاظ مخاطب کے خیال
کے کیا بیجا ہوا - اور ممکن ہے کہ سما سے بادل مراد ہو جیسا کہ آگے بیان کیا جائیگا
تو پھر مطلب اور بھی صاف ہو جاتا ہے کہ زمین اور بادل انسان کے لیے مفید
ہین - مگر انکو خدا اس طرح مضر کر سکتا ہے کہ زمین کو دھنسا دے اور بتدریج
پانی برسنے کے عوض ایک دم سے ابر کو گرا دے کہ شدت بارش باعث ہلاکت
ہو - اسی کے قریب قریب امام فخر الدین رازی لکھتے ہین "خدا نے اس
سے کافرون کو تہدید کی ہے کہ ہم چاہین تو زمین کو دھنسا دین یا آسمان کو ٹکڑہ ٹکڑہ
کردین - جو چیز تمہارے فائدہ کی ہے اُسے مضر کردین دھنسا کر یا ٹکڑہ ٹکڑہ کرکے"۔

"جس دن ہم لپیٹ لین گے آسمان جیسے لپیٹتے ہین طومار کاغذ" آثار قیامت
اور قدرت خدا کا ذکر ہے کہ جس طرح خدا نے آسمان پیدا کیا اُسی طرح اُسکو نیست
بھی کردے گا یعنے جس طرح پھیلایا اُسی طرح سمیٹ بھی لے گیا - اس سے ٹھوس ہونا
آسمان کا معلوم نہین ہوتا بلکہ اسکی نفی ہوتی ہے - اگر وہ ٹھوس ہوتا تو کاغذ کی طرح لپٹتا کیونکر
لیکن واضح رہے کہ اس سے کاغذ کی طرح ہونا بھی پایا نہین جاتا - یہ بھی ایک طرز ہے
بیان کا - اس سے مقصود صرف معدوم کرنے کا بیان کرنا ہے - جیسا کہ مابعد عبارت
سے ظاہر ہے "جیسا کہ ہم نے پہلے پہل پیدا کیا تھا ویسا ہی پھر کرین گے" کما بدانا
اول خلق نعیدہ) اسکا مطلب یہ ہے کہ زمین و آسمان کو نیست کرکے پھر ہم پیدا کرین گے۔

حاشیہ فاسقط علینا کسفا من السماء ان کنت من الصادقین - الشعرا آیۃ ۱۸۷ -
حاشیہ یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب - انبیاء آیۃ ۱۰۴ -

قرآن مین ایک دوسری جگہ پر ہے کہ "آسمان اللہ کے داہنے ہاتھ مین لپٹے ہوئے ہین" (والسموات مطویات بیمینہ) صاحب کشاف نے اس موقع پر لکھا ہے کہ "مٹھی سے ملک خدا مراد ہے۔ اور داہنے ہاتھ سے اسکی قدرت مراد ہے اور اسکے داہنے ہاتھ مین لپٹنے والے سے مراد ہے فنا ہونے والا"

عرب سمجھتے تھے کہ مثل زمین کے آسمان ایک ٹھوس چیز ہے اور وہ زمین کے اوپر اس طرح سے ہے جس طرح رکابی کے اوپر سرپوش رکھا جاتا ہے۔ خدا نے عربون کی سمجھ کے مطابق اگر یہ کہا کہ "یہ گنبد چرخ اتنا بڑا ہے لیکن ہنوز قائم ہے زمین پر گرنے نہین پاتا تو آخر کسی قوت نے اسکو سنبھال رکھا ہے اور وہی خدا ہے وہی تھام رکھتا ہے آسمان کو زمین پر گرنے سے۔" تو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ قرآن مین یہ نیلا آسمان ٹھوس مانا گیا ہے اور اگر آسمان سے کواکب مراد لیے جائین جیسا کہ آگے بیان کیا جائے گا تو تاویل کی بھی ضرورت نہین رہتی۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ عرب جیسے آسمان سمجھتے تھے اور جیسے وہ ٹھوس سمجھتے تھے انکی بیان ہے اور انھین کی سمجھ کے موافق الفاظ استعمال کیے گئے ہین۔

"جب آسمان پھٹے گا تو گلابی تیلیا ہو جائے گا" اسی طرح اور بھی چند آیتین ہین جنمین آسمان کا پھٹنا۔ چرنا۔ کھلنا ٹکڑہ ٹکڑہ ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ ... قیامت کے متعلق یہ بیانات ہین مقصود ان سب سے آسمان کا فنا ہونا ہے عربون کے خیال کے مطابق فنا ہونے کی صورت بیان کی گئی ہے تاکہ انکو سمجھنے مین دقت

۵۸ ویمسک السماء ان تقع علی الارض الحج آیۃ ۶۴۔
۵۹ فاذا انشقت السماء فکانت وردۃ کالدھان۔ رحمن ۳۷۔

ہو۔ سکھاتا تھا اخلاق اور سکھایا جاتا علم ہیئت تو مطابق عقول بولنے والون کی پیدایش کے موافق الفاظ اختیار کیے گئے۔ اسی مضمون کو شاہ ولی اللہ صاحب نے فوز الکبیر مین لکھا ہے" پس اگر برخلاف طور الیشان (عرب اول) گفتہ شود بحیرت درمانند و چیزے ناآشنا گوش الیشان رسد و فہم الیشان راشوش سازد" اب اگر یہ کہا جائے کہ قرآن تو صرف عربون کے لیے نہ تھا تمام جہان کے لیے تھا۔ دوسرے کیونکر سمجھین تو کہا جا سکتا ہے کہ اول مقصود عرب کو سمجھانا تھا اور اسیلیے صرف عربی زبان مین قرآن اُترا دُنیا کی سب زبانون مین نہین اُترا۔ اور عربون کے ذریعہ سے پھر تمام دنیا مین پھیلانا مقصود تھا۔ اب جہان قرآن جائیگا وہان کے لوگ سمجھ جائینگے کہ قرآن مین بہت سی باتین مخاطب یعنے عربون کے پندار کے موافق کہی گئی ہین۔ اگر کسی کی متعدد بیبیان ہون اور اُس سے کہا جائے کہ تم بیبیون کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہو یہ عیب ہے تو جتنے سننے والے ہین سب سبق حاصل کرین گے اور سمجھین گے کہ بی بی کے بدسلوکی بُری شے ہے کوئی یہ نہین کہہ سکتا کہ نصیحت صرف اُسکے لیے تھی جسکے بیبیان متعدد ہون میرے تو صرف ایک بی بی ہے میرے لیے بدسلوکی بُری نہین ہے۔

قرآن کے سورہ نازعات مین "انتم اشد خلقا ام السماء" تم خلقت مین زیادہ مضبوط ہو یا آسمان۔ مضبوط ہونے سے ٹھوس ہونا مراد نہین ہے بلکہ کمال قدرت کا اظہار مراد ہے۔ خدا کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی تمام سرسبزی آسمان سے متعلق ہے۔ دھوپ نہو مینہ نہ برسے تو دنیا کا خاتمہ ہو جائے۔ اور یہ دونون چیزین آسمان سے آتی ہین یعنے نیلی چھت کی طرف سے تو جس خدا نے آسمان بنا ڈالا پھر اُسے

انسان کا بنانا اُسکا مارنا اور پھر بنانا عذاب و ثواب دینے کے لیے کیا مشکل ہے۔

سورۂ بقر کی ۲۰ آیۃ ہے "الذی جعل لکم الارض فراشا و السماء بناءً"

اللہ وہ ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو محل بنا۔ آسمان بمقابلہ زمین کے ضرور محل کی صورت مین ہے۔ گنبد نیلگون معلوم ہوتا ہے۔ آفتاب۔ ماہتاب۔ ستارے قندیلون کی طرح لٹکے ہوئے ہین۔ محل سے یہ مراد لینا کہ وہ کسی سخت چیز سے ٹوانٹ لگا کر جوڑا گیا ہے اینٹ پتھر یا شیشہ کا بنا ہے قران کا مفہوم نہین ہے۔

دوسرے معنی سماء کے فضاے محیط کے ہین۔ اور جو آیتین اس قسم کی ہین انمین زائد بحثین نہین ہین۔

فصلت ۱۱ و ۱۲ مین ہے "پیدا کیا بلندی کو اور وہ دھوان دھار یعنی تاریک تھی اور کہا اُسکو اور زمین کو حکم مانو خوشی سے یا ناخوشی سے دونون نے کہا ہم نے حکم مانا خوشی سے پھر کردیے سات یا متعدد آسمان دو دن مین اور ڈالدیا ہر آسمان مین اُنکا کام۔[۱]

دُخان کا ترجمہ کسی نے کہر کیا ہے۔ کسی نے دھوان دھار کیا ہے وکسی نے تاریک کیا ہے اور یہ سب معنی علماے حال کے خیالات کے بھی موافق ہین فضاے محیط مین کواکب کی روشنی کے قبل تاریکی تھی اس فضاے محیط مین

---

[۱] ثم استوی الی السماء وھی دخان فقال لھا وللارض ائتیا طوعاً او کرھاً قالتا اتینا طائعین فقضٰھن سبع سموات فی یومین واوحیٰ فی کل سماء امرھا۔

ستارے گھومتے ہین - انکے گھومنے کی حدین مقرر ہین - ہر ایک حد کو ایک جدا آسمان علمی تا نندہ سے کہہ سکتے ہین - خدا نے کواکب بنا کر گردش دی - اور ہر ایک کے مقام گردش کو ایک جدا آسمان قرار دیا - یہ علماے حال کی رائین ہین اور قرآن اسکے خلاف معلوم نہین ہوتا فضاے محیط کا خلاے محض ہونا یا اجزاے لطیف سے پُر ہونا علما مین متنازعہ فیہ ہے لیکن مذہب اسلام کو اس سے بحث نہین ہے کہ وہ خلاے محض ہے یا وہان کوئی شے ہے لیکن ایسی لطیف کہ گردش کواکب مین مزاحم نہین ہوتی - ہمکو صرف یہ دکھانا ہے کہ ایک ٹھوس جسم مین کواکب کا جڑا ہونا اور مع کواکب کے اُسکا گھومنا جیسا کہ یونانی کہتے تھے اور جو اب تحقیقات جدیدہ سے باطل ثابت ہوا ہو قرآن مین مذکور نہین ہے - اس آیت مین استوی کے معنے ہم نے لکھے ہین پیدا کیا اور اکثر مفسرین یہی معنی لیتے ہین - ایک اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ خلا ایک شی معدوم ہے تو اُس سے خدا نے خطاب کیونکر کیا لیکن یہ محض لفظی تکرار ہے - جو شے مقام گردش کواکب ہے اُسے معدوم کس طرح کہہ سکتے ہین وہ ضرور موجود مانی جائے گی چاہے وہ خالی ہو یا بھری ہوئی ہو -

اس قسم کی آیات مین بروج کا لفظ بھی آیا ہے - مثلاً -

وہ بڑی برکت ہے اُسکی جس نے آسمان مین بروج بنائے اور اُسمین چراغ اور چاند روشن[1] رکھے -

بروج کے معنی بعضون نے کواکب کیے ہین اور بروج والے آسمان کو لکھا ہے کواکب والا آسمان اور بعضون نے بروج سے منازل قمر اور منازل سیارات

[1] تبارک الذی جعل فی السماء بروجا وجعل فیہا سراجا وقمرا منیرا - الفرقان آیۃ ۶۲ -

مراد لیے ہین اسی کے قریب قریب معنون مین بارہ برج اہل تنجیم مین مشہور ہین
بروج سے منارے اور طاق کسی طرح مراد نہین ہوسکتے ہین ا۔ ساتو۔ م کی آیات مین
کہین کہین آسمان کے دروازے بھی مذکور ہوئے ہین۔ مثلاً۔

"نہ کھلین گے انپر دروازے آسمان[۱] کے"

یہان دروازے سے مراد ہے برکت آسمانی۔ تفسیر کبیر مین لکھا ہوا ہے کہ
"انپر دروازے نہ کھلنے کے یہ معنے ہین کہ انپر یعنے کافرون پر خیر و برکت نہ نازل ہوگی"

تیسرے قسم کی وہ آیتین ہین جنمین آسمان ابر کے معنے مین بولا گیا ہے۔ مثلاً۔

"بھیجا ہم نے بادل کو انپر دھڑلے سے برستا ہوا[۲]"

اس قسم کی آیتون مین کوئی آیت قابل بحث نہین ہے۔ صرف ایک جگہ "والسماء ذات الرجع" ہے جسکا ترجمہ آسمان صاحب رجعت کرکے شاید آسمان کے گھومنے کا خیال بعضون نے پیدا کیا ہے۔ اور یونانیون کا آسمان سمجھا ہے۔ لیکن سچ یہ ہے کہ مین تفسیر مین بہت صاف ہین۔ تفسیر کبیر مین رجع کے معنی مینہ کے ہین۔ اور اسیلیے عبارت مذکورہ بالا کا ترجمہ یہ ہوا۔ "مینہ والا بادل"۔ علاوہ اسکے اور بھی کئی معنی مفسرون نے لکھے ہین لیکن یونانیون کا آسمان کسی معنی سے ثابت نہین ہوتا۔

چوتھی قسم کی وہ آیتین ہین جنمین سماء کی جمع سماوات مستعمل ہوئی ہے اور اسکے معنی کواکب کے ہین۔ عرب کے محاورہ مین ظرف سے مظروف مراد لینا بہت عام ہے۔ فضاے محیط مین کواکب پھرتے ہین اس لیے فضاے محیط آسماء۔

---

[۱] لا تفتح لہم ابواب السماء۔ اعراف ۲۰۔
[۲] وارسلنا السماء علیہم مدرارا۔ انعام ۲۔

یا سمار یوں کراس سے کواکب مراد لے سکتے ہین - اِن آیتون سے ہمکو یہ دکھانا ہے کہ قرینہ بھی ایسے ہی امکان کا مقتضی ہے -

سورہ ملک آیۃ ۳ مین ہے - " الذی خلق سبع سموات طباقاً " - ترجمہ - جس نے پیدا کیا سات یا متعدد آسمانون یا کواکب کو تلے اوپر - اسمین ہرایک لفظ بحث طلب ہے - آسمانون سے کیا مراد ہے - سات سے کیا مراد ہے اور تلے اوپر سے کیا مراد ہے - پہلے ہم یہ طے کرنا چاہتے ہین کہ آسمانون سے کواکب مراد ہین کیونکہ اسکے بعد کی آیتین اسی معنی کی موید ہین - اسکے بعد کورہے -

" خدا کے پیدا کرنے مین تو تفاوت نہین دیکھے گا "[۱] پھر کہتا ہے -

" پھیر اپنی نگاہین کہین کچھ خرابی تجھے دکھائی دیتی ہے "[۲] پھر خدا کہتا ہے -

" پھر پھیر اپنی نگاہ دوبارہ تیری نگاہ عاجز ہر کر اور تھک کر اولٹ آویگی "[۳]

ان آیتون سے صاف ظاہر ہے کہ جن آسمانون کا ذکر خدا نے پہلی آیت مین کیا ہے وہ انسان کے دیکھنے کی چیز ہے اور انسان کو صرف کواکب نظر آتے ہین کواکب کے گھومنے کی جگہین وہ شیشہ کی سی ہون یا ہوا اور پانی کی سی ہون یا خلاے محض ہون کسی حالت مین انسان کے دیکھنے کی چیزین نہین ہین - اس آیت مین تلے اوپر کا لفظ بھی زیر بحث ہے بعض اسکے معنی یونانی آسمان کی رعایت سے پیاز کے چھلکے کی طرح تو بہ تو سمجھتے ہین - مگر یہ صحیح نہین ہے -

---

[۱] ما تری فی خلق الرحمن من تفاوت -

[۲] فارجع البصر ہل تری من فطور -

[۳] ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئاً وھو حسیر -

ابن کثیر نے اپنی تفسیر مین لکھا ہو کہ طباقا یعنے تلے اوپر سے یہ ضروری نہین ہے کہ وہ چپٹے ہوئے ہون بلکہ یہ مطلب ہے کہ باہم متوازی ہون (یعنے حالت حرکت مین ایک دوسرے سے ٹکرا نہ جائین) اب لفظ "سات" کا رہا۔ دیکھنے مین صرف سات ہی سیارہ نظر آتے ہین اور یہی زیادہ اہم بھی ہین اسلیے انھین سات کا ذکر کیا گیا اسکا یہ مطلب نہین ہے کہ سات سے زائد نہین ہین۔ اور محاورہ کے مطابق لفظ سبعہ جسکا ترجمہ سات ہے بمعنی متعدد بھی آتا ہے۔ اگر اس آیت مین یہی ترجمہ اختیار کیا جائے تو پھر کوئی بحث پیدا نہین ہوتی۔

سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۰۱ مین ہے "کیا نہین دیکھا تم نے کہ جس اللہ نے آسمانون کو اور زمین کو پیدا کیا ہو وہ طاقت رکھتا ہو کہ ایسے ہی اور پیدا کرے"[۱]

دوسری جگہ سورۂ لقمان آیت ۹ مین ہے "پیدا کیا اللہ نے آسمانون کو بغیر ستون کے کہ تم دیکھو انکو"[۲]۔

انمین تو صریح دیکھنے کا لفظ آسمانون کے ساتھ ہے اور سوا ے کواکب کے جو دکھائی دیتے ہین دوسرے معنی ہو ہی نہین سکتے۔ اور اگر کہا جاے کہ نیلی چھت جو دکھائی دیتی ہے اُسکی طرف اشارہ ہے جب بھی ہمارا مطلب حاصل ہوتا ہے کیونکہ مقصود تو ہمارا صرف یہ ہو کہ یونانیون کا آسمان خواہ مخواہ قرآن سے ثابت نہین ہوتا سورۂ نوح آیت ۱۵ و ۱۶ مین تو گویا صاف طور پر آسمان کے معنی کواکب کے بتا دیے گئے ہین۔ خدا کہتا ہے "تم نہین دیکھتے کہ اللہ نے سات یا متعدد

[۱] اولم یروا ان اللہ الذی خلق السموات والارض قادر علی ان یخلق مثلھم۔
[۲] خلق السموات بغیر عمد ترونھا۔

آسمانون کو کس طرح تلے اوپر پیدا کیا ہے اور انھین سے چاندکو نور اور سورج کو چراغ روشن[۵۱۹] بنایا ہے۔"

"انھین سے" صریح ظاہر ہے کہ چاند اور سورج بھی سموات مین داخل ہین جس طرح دوسرے مقام پر خدا حضرت ابراہیم کی دعا کا ذکر کرتا ہے۔

"اے ہمارے پروردگار اُٹھا انھین ایک رسول انھین مین سے[۵۲۰]" یعنے انھین کی قوم مین سے ایک کو رسول بنا۔

واضح رہے کہ کہین کہین قرآن مین سموات صیغۂ جمع کو مفرد کے معنی مین بھی بولتے ہین۔ اخفش کا قول ہے کہ سموات جنس ہے اور بمعنی مفرد بھی مستعمل ہوتا ہی آیہ کریمہ "اولم یرالذین کفروا ان السموات والارض کانتا رتقا ففتقنہما" انبیاء آیۃ ۳۰۔ کا ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب نے یون کیا ہے "آیا ندیدند کافران کہ آسمانہا و زمین بستہ بودند پس واکردیم اینہارا" اور حاشیہ پر لکھا ہی "واکردن آسمانہا نازل کردن مطر است و واکردن زمین رویانیدن گیاہ ازوے" اور شاہ عبد القادر نے اسکا ترجمہ یہ لکھا ہے "کیا نہین دیکھا ان منکرون نے کہ آسمان و زمین منھ بند تھے پھر ہم نے اُن کو کھولا" اور حاشیہ پر لکھا ہے "منھ بند تھے یعنے ایک چیز تھی۔ زمین سے کانین اور نہرین اور سبزے بھانت بھانت نکلے آسمان سے کئی ستارے ہر ایک کا گھر جُدا اور چال جُدی" اس سے ظاہر ہی کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے آسمانون کو بصیغۂ واحد لیا اور اُسکے معنی مینہہ کے قرار دیے اور مولوی عبد القادر نے

---

۵۱۹ الم تر کیف خلق اللہ سبع سموات طباقا وجعل القمر فیہن نورا وجعل الشمس سراجا۔
۵۲۰ ربنا وابعث فیہم رسولا منہم

جمع کے معنے رکھے اور انسے ستارے مراد لیے۔ جمع کے معنی لینے مین بھی بادل کے معنے پیدا ہو سکتے ہین کیونکہ بادل مختلف اقسام کے ہوتے ہین اور انکے ٹکڑے بھی الگ الگ ہوتے ہین بہرحال ابر کے معنے زیادہ چسپان ہین کہ زمین کی روئیدگی اور آسمان کی بارش کا ساتھ ہے اور اسی پر دنیا کے تمام کارخانے مبنی ہین۔ خدا انھین کو دکھا کر اپنی قدرت یاد دلاتا ہے۔ اس آیۃ مین بند رہنے اور کھولنے یعنے رتق وفتق کا جو لفظ آیا ہے اُس سے آسمان کا ٹھوس ہونا کسی طرح ضروری نہین معلوم ہوتا۔

فصل پنجاہ و یکم

سحر (جادو)

ایک یورپین جج کے سامنے ایک مقدمہ پیش ہوا جسمین ایک رذیل قوم کے دو شخص باہم لڑتے تھے۔ ایک کو دوسرے سے یہ شکایت تھی کہ اُسنے اپنے گھر کا بھوت اُسکے یہان بھیجدیا ہے۔ جج نے پوچھا کہ بھوت کس ذریعہ سے گیا ہے۔ کہا گیا کہ اُڑد کے دانہ پر جادو کے ذریعہ سے بھوت مسلط کیا گیا اور وہ دانہ بھیجا گیا۔ اُڑد کا دانہ بھی پیش کیا گیا تھا۔ جج وہ دانہ منھ مین رکھ کر نگل گیا اور کہنے لگا تم دونون کا بھوت کو ہم کھا گئے اور پھر دونون متخاصمین مطمئن ہو کر چلے گئے۔ یہ حکایت ہم نے اپنے ایک دوست سے سنی اور سننے کے بعد صرف اتنی ترمیم کی ضرورت معلوم ہوتی کہ جج نے وہ دانہ فی الواقع کھایا نہ ہوگا متخاصمین کو اسکا نگل جانا باور کرادیا ہوگا اور نظر بچا کر دانہ کو پھینک دیا ہوگا لیکن اسکے ساتھ ہی یہ خیال گذرا کہ کیا ایسے اوہام باطل مسلمانون مین بھی پائے جاسکتے ہین۔ ایک طرف تو یہ خیال تھا کہ جو قوم اعلیٰ درجہ کی تہذیب کے

تمام عالم پر صدیوں تک حکمران رہچکی ہے اُسکے خیالات ایسے بودے ہرگز نہ ہونگے۔
اور دوسری طرف یہ خیال کہ مسلمانون مین جادو کا برحق ہونا مشہور ہے اور قرآن مین
بھی سحر کا لفظ جا بجا آیا ہے یہ کیا راز ہے۔ اور اُسکے ساتھ ہی یہ بھی خیال گزرا کہ اگر خدا نے
جادوگرون کو سب کچھ قدرت دیدی ہے تو پھر وہ قادر مطلق کہان رہا۔ ان خیالات نے
مجھے تحقیق حق کی طرف مایل کیا اور بعد تحقیق کے جو کچھ میری سمجھ مین آیا وہ ذیل مین
درج کیا جاتا ہے۔

سب کے پہلے سحر کے معنی کی مین نے تحقیقات کی۔ عام طور پر جو کچھ اسکا مفہوم
عوام مین سمجھا جاتا ہے مین نے اسپر غور کیا اور اسکے علاوہ جتنی صورتین قیاسات سے
پیدا ہوسکتی ہین سب پر نظر کی تو آٹھ صورتون سے زیادہ پیدا نہین ہوتین انمین
سے بعض کا مانا جانا کچھ مضایقہ نہین رکھتا اور بعض کا ماننا دائرہ اسلام سے خارج
ہوجانے کا حکم رکھتا ہے۔

اول خود قوت نفس انسانی کبھی کبھی عجائبات دکھاتی ہے اور لوگ اُسے
جادو سمجھتے ہین۔

نفس انسانی کی قوت کو مشق اور مجاہدات سے بڑھا لینا ہر مذہب اور ہر قوم مین
پایا جاتا ہے۔ اس قوت کے ذریعہ سے ایک شخص دوسرے پر اپنا اثر ڈال سکتا ہے
اور دوسرے کے واہمہ کی مغلوبی اُس اثر کو اس طرح قبول کرتی ہے کہ غیر موجودہ
شے اُسے موجود معلوم ہوتی ہے اس قسم کے اثر سے صحیح آدمی بیمار ہوجاتا ہے اور بیمار
آدمی صحیح ہوجاتا ہے۔ خواب مقناطیسی جسکو مسمریزم کہتے ہین اور آجکل بہت دیکھا جاتا ہے
اُسی کی شاخ ہے۔ حکماے یونان کا علم اشراق بھی اسی قبیل سے تھا۔

دوم - حس یا نظر کی غلطی عجائبات روزگار سامنے پیش کرتی ہے -

اس قسم کی غلطیاں بہت ہو جاتی ہیں - رات کو ایک چیز بھو کی صورت نظر آئی آنکھ - کان اور ناک دکھائی دیے - بڑے بڑے دانت نکلے ہوئے وہ شے ہم پر جھپٹی اور ہم سہم گئے - لیکن جب قریب سے غور کیا تو ہاتھ کی لکڑی کونے میں کھڑی ہوئی نظر آئی - کبھی کبھی ایسا کوئی ایک چیز ہمارے واہمہ میں گزری - لیکن فی الواقع کوئی شے نہ تھی - ہماری نظر کی غلطی تھی - علم مناظر میں آنکھ کا غلطی کرنا بہت اچھی طرح سے عالموں نے بیان کیا ہے - اسی نظر کی غلطی سے فائدہ اٹھانے کے لیے بھانمتی کا تماشا کرنے والے گولیاں اڑاتے ہیں - کوئی شے ایک ڈبہ میں رکھی اور دوسرے ڈبہ سے نکال دی - اور جب کبھی وہ قوت نفس بھی صرف کرنے لگے اور اس دوسری قسم کے ساتھ پہلی قسم بھی مل گئی تو نہایت کامیابی سے انکا تماشا ہوتا ہے -

سیوم - علم و فن کی کاریگریاں بھی ناواقفوں کے لیے جادو ہوتی ہیں -

علم و فن کے ذریعہ سے ہر قرن میں کچھ نہ کچھ باتیں ایجاد ہوئی ہیں - اور ہر ایک ایجاد ناواقفوں کے لیے شروع شروع ضرور جادو تھا - جن لوگوں نے یورپ کی صناعیاں نہیں دیکھی ہیں اگر وہ جنوبی امریکا یا وسط افریقہ سے لاکر لندن کی بازار میں کھڑے کر دیے جائیں تو گھڑی کا بجنا - خود بخود برقی روشنی کا ہو جانا - دیا سلائی سے سگرٹ جلانا - بائیسکل پر لوگوں کا بھاگتے ہوئے چلا جانا - بھاپ سے زمین کے اندر ہی اندر ریل کا دوڑنا - یہ سب باتیں انکے نزدیک اسی طرح جادو سمجھی جائیں گی جس طرح رابنسن کو سور کا بندوق سے شکار کرنا فرائیڈے جادو سے مارنا سمجھا تھا - آجکل یورپ میں لڑکوں کے کھلونے اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ وحشی انسانوں میں جا کے رکھ دیے

جائین تو وہ انکو جادو کا پتلا سمجھین گے ۔

چہارم ۔ خاصیت اشیا کی ناواقفیت سے بھی بہت سی چیزین جادو معلوم ہوتی ہین ۔

خاصیت اشیا جاننے سے بھی بہت سے عجائبات معلوم ہوتے ہین ۔ اور یہ ایک طور پر چوتھی قسم مین بھی داخل ہو سکتا ہے ۔ کیونکہ خاصیت اشیا کا جاننا علم پر موقوف ہے ۔ مثلاً اگر دو قسم کی ہوائین الگ الگ دو بوتلون مین بھر کر ان بوتلون کے منھ ملا دیے جائین تو اس زمانہ کے بڑے بڑے ہوشیار شخص جو کمسٹری نہین جانتے ان بوتلون سے پانی گرنے کو جادو سمجھین گے ۔

پنجم ۔ زبان مین بھی جادو ہے ۔

جھوٹ سچ ادھر کی اودھر لگا دی دو شخصون مین لڑائی ہونے لگی جنکو اسمین مشاقی ہے انکے نزدیک زن و شو مین لڑائی کرا دینا ۔ بھائیون مین نفاق ڈال دینا باپ بیٹون مین دشمنی کرا دینا کوئی بات نہین ہے ۔

ششم ۔ ستارون کی تسخیر کا عمل جاننا ۔

بعضون کا خیال ہے کہ دنیا مین جتنی چیزین ہین وہ ستارون کے اثر سے قایم ہین ۔ انہین سے کوئی ستارون کو واجب الوجود جانتا ہے اور کوئی زمین اور واجب الوجود کے درمیان مین ستارون کو واسطہ سمجھتا ہے اور کسی کا یہ خیال ہے کہ مثل انسان کے افلاک بھی خود مختار جاندار ہین اور دنیا پر انکو حکم چلتا ہے ان تینون قسم کے عقیدہ والے کواکب کی تسخیر کے عمل پڑھتے ہین اور سمجھتے ہین اور وہ نہین تو انکے معتقدین ضرور سمجھتے ہین کہ جب انھون نے کسی طرف اشارہ کیا کہ

مثلاً - "اقتل یا مریخ" کہا تو مریخ اُسے ضرور قتل کر ڈالے گا -

هفتم - ارواح کا قابو مین رکھنا -

بعض لوگون کا یہ خیال ہے کہ دنیا مین اچھی اور بُری روحین پھرا کرتی ہین اور کبھی کبھی مرے ہوئے انسانون کی روحین بھی اُنھین شامل ہو جاتی ہین جن پری - بھوت - چڑیل - پریت سب انھین شامل ہین - اور لوگ سمجھتے ہین کہ ان روحون کو مختلف اشکال کے قبول کرنے کی قوت ہے - اور ان روحون کو ٹریننگ کے ذریعہ سے قابو مین کر لینا ایک قسم کی جادوگری ہے - مشہور ہے کہ اِن روحون کو علوی یا سفلی عملون کے ذریعہ سے تابع کرنے والے انسے اپنی مرضی کے موافق اچھے بُرے کام لے سکتے ہین -

ہشتم - تاثیر اسما -

بعض لوگون کا یہ خیال ہے کہ اسما پر موکل مقرر ہین - اسما کا عمل جاننے والے موکلون پر قابو پا لیتے ہین اور پھر تمام مشکل باتین اُنکے لیے آسان ہو جاتی ہین - اسما کچھ اچھے ہین اور کچھ بُرے ہین - اور اُنکے جاننے والے بھی علوی یا سفلی عاملون کی طرح دو گروہ پر منقسم ہین -

یہ آٹھ قسمین جادو کی ہوئین - انھین سے اول پانچ کے برحق ہونے کا عقیدہ ہر سمجھدار کو رکھنا چاہیے - باقی رہین تین قسمین یعنے کواکب ارواح یا اسما کی تسخیر سے عجائبات کا کرشمہ دکھانا یہ کسی ذی علم اور مہذب قوم کے نزدیک کبھی صحیح نہین سمجھا گیا اور نہ اب سمجھا جاتا ہے - لیکن اسکے تذکرے تمام دنیا مین ہین - ہر قوم مین زمانہ نامعلوم سے اسکا چرچا چلا آتا ہے اور اب بھی اسکا وجود ہے - لیکن ہمیشہ جہلا مین

باتین زیادہ تر مقبول ہوئی ہین اور قوم منگول مین زیادہ تر اسکا چرچا سُنا جاتا ہے۔
مسلمانون مین بھی مثل دیگر اقوام کے اب اسکا چرچا ہے۔ لیکن ابتداے اسلام
مین ہرگز یہ اعتقادات مسلمانون مین نہ تھے۔ اور نہ زمانہ مابعد کے مستند علما کی کتابون
مین کہین اسکا پتہ چلتا ہے۔

اب دیکھنا صرف یہ ہے کہ قرآن مین اِن تین اقسام کے جادو کی نسبت کیا
ہے۔ تمام قرآن کی آیتون پر بغور نظر ڈالنے سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن مین اگر کوئی
جادو صحیح مانا گیا ہے تو وہ پہلی قسم کا جادو ہے اور اسیلیے قرآن کی آیتون سے بحث
کرنے کے قبل پہلے قسم کے جادو کی مزید توضیح ضروری ہے۔

نفس انسان مین ایک ایسی قوت برقی اور مقناطیسی موجود ہے جو خود اُسپر اور
اُسکے خیال پر اور نیز دوسرون پر اور دوسرون کے خیال پر اثر کرتی ہے۔ یہ اثر بہت
معمولی ہے۔ کسی کو رنج پہونچا وہ پژمردہ ہوگیا۔ بیمار ہوگیا۔ یا مر گیا۔ یا کوئی خوش ہوا اور وہ خوشی
کی وجہ سے جو یا غیر واقعی کی وجہ سے ہو تو فوراً ہشاش بشاش ہوگیا اور بدن مین توانائی آگئی
یہ قوت نفس ہی کا اثر ہے کہ خود اپنا اثر اپنے اوپر پڑتا ہے اور جاگنے ہی مین ایسا نہین
ہوتا بلکہ سونے مین اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ جب نیند نے قواے جسمانی کو
کمزور کردیا تو قوت نفس کا اثر اور زیادہ ہوگیا۔ اچھے اور بُرے خواب نظر آنے لگے۔
اچھے خواب سے آدمی خوش ہوتا ہے اور بُرے خواب سے رنجیدہ ہوتا ہے۔
خواب مین آدمی عجائبات کی سیر کرتا ہے۔ روتا ہے۔ ہنستا ہے۔ کبھی کبھی خواب
مین سمجھتا ہے کہ اسپر برسین گزر گئین اور حالانکہ وہ گھنٹہ بھر بھی نہین سویا۔ خواب
مین سفر کرتا ہے لڑائی لڑتا ہے۔ پانی مین تیرتا ہے۔ چارپائی پہ پڑا ہوا منہ سے

چادر لپیٹے ہوئے یہ سب کچھ کرآتا ہے۔ یہ سب نتیجہ ہے اسکا کہ قوت نفس خود اپنے آپ پر اثر ڈالتی ہے اور اسی وجہ سے کبھی کبھی انسان سچے خواب بھی دیکھتا ہے اور خود مین جتنی ہی زیادہ صلاحیت ہوتی ہے اُتنے ہی زیادہ سچے خواب نظر آتے ہین۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایک کی قوت نفس کا دوسرے پر اثر پڑتا ہے۔ ایسا بھی بہت ہوتا ہے کسی کو تیور بدل کر دیکھو تو رنجیدہ ہو جائے گا۔ ادب سے اُسکے سامنے کھڑے ہو کر اظہار تعظیم کرو تو وہ خوش ہو جائیگا۔ کسی کی طرف لکڑی اُٹھاکر دوڑو تو وہ ڈر کر بھاگ جائے گا یا غصہ سے اُسکا منھ سرخ ہو جائے گا۔ چمکارنے سے بچے خوش ہو کر دوڑے ہوئے چلے آتے ہین۔ ڈانٹنے سے بھاگ جاتے ہین حتیٰ کہ جانورون پر بھی اسکا اثر ہوتا ہے۔ کوئی اپنے کُتے کے سامنے سیٹی بجائے تو کُتا دُم اُٹھاکر کودنے لگتا ہے۔ یہ سب مثالین ہین ایک قوت نفس کی دوسرے پر اثر کرنے کی۔

علاوہ ان معمولی باتون کے چند غیر معمولی صورتین بھی قوت نفس کی ہین جب کسی مین قوت نفس خلقتاً زیادہ مخلوق ہوتی ہے یا مجاہدات اور ریاضات سے بڑھ جاتی ہے تو غیر معمولی باتین اس سے ظہور مین آتی ہین اور لوگون کو تعجب مین ڈالتی ہین۔ مشہور ہین کہ یونان کے اشراقین ایک جگہ بیٹھے ہوئے دور دور کے حال معلوم کر لیتے تھے۔ ممکن ہے کہ یہ صحیح ہو اور خود اُنکی قوت نفس اُنپر اثر ڈالتی ہو صوفیان کرام کا مراقبہ بھی اسی کے قریب قریب ہوتا ہے۔ ممکن کا لفظ ہم اسلیے کہتے ہین کہ نہ ہمین یہ کمال ہے اور نہ قرآن مین اسکے بادر کرنے کی ہدایت ہوئی

ہے۔ لیکن بار بار ایسا سنا جاتا ہے اور عقل کے خلاف معلوم نہیں ہوتا۔ آج کل مسمریزم کا چرچا بہت ہے۔ معمول پر اپنی قوت نفس کا اثر عامل ڈال دیتا ہے اور معمول تمام باتیں جو عامل چاہتا ہے بولتا چلا جاتا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو عامل کہتا ہے وہی معمول کو نظر آتا ہے۔ خود اپنے آپ پر اپنی قوت نفس کا اثر ہونا حالت شوق یا خوف میں بارہا دیکھا گیا ہے۔ جب کسی شے کے انتظار میں کھڑے ہوتے ہیں تو بارہا اُس شے کی صورت سامنے آجاتی ہے اور پھر غائب ہو جاتی ہے۔ عید کا چاند دیکھنے والوں کو اسکا تجربہ بہت دفعہ ہو چکا ہوگا۔ رات کو اور کبھی کبھی دن کو بھی اُس جگہ پر جو ارواح خبیثہ کا مسکن سمجھا جاتا ہے ڈراونی صورتیں ضعیف الاعتقادوں کے سامنے آکھڑی ہوتی ہیں جسکو وہ بھوت پلید سمجھتے ہیں۔ لیکن علما کے نزدیک وہ نظر کے دھوکے سے زیادہ کوئی شے نہیں ہے اور نظر کا دھوکا ان حالتوں میں ایک شاخ ہے خود اپنے آپ پر قوت نفس کے اثر ہونے کی۔

قرآن میں دو مقام پر سحر کا ذکر آیا ہے۔ ایک تو وہاں جہاں فرعون کے ساحرون سے حضرت موسیٰ کا مقابلہ ہوا۔ اور دوسری جگہ ہاروت و ماروت کے سحر کا ذکر ہے اور تیسرا موقع یہ ہے کہ کفار پیغمبرون سے جب کوئی بات عجیب دیکھتے تھے تو پیغمبرون کو کہا کرتے تھے کہ یہ ساحر ہین۔ یہ تیسری صورت بہت صاف ہے پیغمبرون کو کفار ساحر اور مسحور کہتے تھے۔ مسلمان ایسا نہین کہتے تھے اور نہ خدا کہتا ہے۔ ساحر سے کفار مراد لیتے تھے نظر بندی کرنے والے۔ جس طرح یہان مداری تماشہ کرتے ہین اور ایک شے کی گولی دوسرے مین دکھاتے ہین۔ عوام مین اُنکی کوئی وقعت نہین ہوتی محض وہ تماشہ گر سمجھے جاتے ہین۔ اسی طرح مصر اور شام مین بہت سے لوگ پہلے سے فنون کی

مہم باتون کے سمجھنے کی تو کفار مین شروع شروع قابلیت نہین ہوتی تھی یا ہوتی بھی تھی تو وہ دھیان نہین کرتے تھے اور جب کبھی کوئی عجیب بات دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ یہ مارا یا ہمنے جادوگر ہے۔ مثلاً سورہ اسریٰ مین ہے۔

" کافر آپس مین کہتے ہین کہ تم محمد کی پیروی کرتے ہو جو جادو کیے ہوا آدمی ہے"

اور دوسری جگہ اسی سورہ مین ہے۔

" فرعون نے موسیٰ سے کہا کہ موسیٰ مین پوچھتا ہون کہ تم پر جادو کر دیا گیا ہے"۔

زیادہ وضاحت کے لیے نفس قرآنی نفس ہہ پڑھنا چاہیے۔

اب حضرت موسیٰ اور فرعون کے سحر کون مین جو لفظ سحر (جادو) کا استعمال لیا گیا ہے اُسکا ذکر کیا جاتا ہے۔ فرعون کے ساحرون سے حضرت موسیٰ کا مقابلہ کئی جگہ بیان کیا گیا ہے۔ سورۂ طٰہٰ مین بیان ہے کہ جب حضرت موسیٰ آگ کے پاس گئے تو وہ پکارے گئے اور ایک خدائے واحد کی عبادت کا اُنکو حکم ملا اور وحی سے القا ہوا کہ تیرے ہاتھ مین کیا ہے موسیٰ نے کہا کہ میری لاٹھی ہے جسکو ٹیک لیتا ہون اور بھیڑون کو بھی اس سے ہنکاتا ہون اور دوسرے کامون مین بھی لاتا ہون پھر وحی سے القا ہوا کہ موسیٰ اُسکو پھینکدے۔ پھر موسیٰ نے اُسے پھینک دیا تو وہ دفعتاً چلتا ہوا سانپ تھا۔ پھر وحی سے القا ہوا کہ اسے پکڑلے نہ ڈر ہم پھر اسے پہلے ہی سا کردینگے۔

سورۂ نمل مین مذکور ہے کہ جب موسیٰ آگ کے پاس پہونچے تو اُنسے کہا گیا کہ جو آگ مین اور آگ کے گرد ہے اُسکو ہم نے برکت دی ہے۔ اللہ پاک، تمام عالمون کا پروردگار ہے، اے موسیٰ بیشک مین خدا ہون سب پر غالب حکمت والا۔ اسکے بعد وحی سے موسیٰ کو القا ہوا کہ اپنی لاٹھی پھینک دے پھر اُنھون نے دیکھا کہ وہ سانپ

کی طرح ہلتی ہے تو پیٹھ پھیر کر پیچھے ہٹے اور پھر پلٹ کر رخ نہ کیا اے موسیٰ

نہ ڈر میرے پاس پیغمبر نہیں ڈرتے۔

ان آیتوں پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ لاٹھی سانپ نہیں ہو گئی

تھی۔ بلکہ وہ سانپ دکھائی دی تھی۔ ان آیات میں "پھر پہلی سا کر دیں گے" (سنعیدہا

سیرتہا الاولی) اور "سانپ کی طرح سے" (کانہا جان) ظاہر کرتا ہے کہ لکڑی

کی ماہیت نہیں بدلی تھی بلکہ لکڑی اپنی حالت پر تھی اور ایسے کہہ سکتے ہیں

کہ حضرت موسیٰ پر جو کیفیت طاری ہوئی وہ اسی قوت نفس انسانی کا ظہور تھا

جو خود اُنپر ہوا۔

اسکے بعد کے حالات میں دکھایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ کی قوت نفس کا

اثر دوسروں پر پڑا۔ حضرت موسیٰ اپنی لاٹھی لیے ہوئے فرعون کے پاس آئے

اور فرعون کو حضرت موسیٰ کی لاٹھی سانپ معلوم ہوئی۔ لیکن فرعون کے دل میں

کچھ عظمت حضرت موسیٰ کی قایم نہیں ہوئی۔ وہ حضرت موسیٰ کو ساحر سمجھا اور دوسرے

ساحروں کو جنکو ہم اپنے لفظوں میں کہہ سکتے ہیں کہ گرد و نواح کے ڈھٹ بند تھے

آسنے طلب کیا۔ اُن ساحروں نے جب اپنی قوت نفس کا اثر ڈالا تو اُنکی لاٹھیاں

اور رسیاں سب کو سانپ نظر آئیں۔ پھر حضرت موسیٰ نے جو اپنی لاٹھی ڈالی تو اُنکو نظر

ایسا معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ کی لاٹھی اژدہا بنکر اُن سانپوں کو کھا گئی اسپر بھی فرعون

ایمان نہ لایا بلکہ اُسنے حضرت موسیٰ کو تمام جادوگروں کا اُستاد بتنے ایک بڑا جادوگر

قرار دیا۔ قرآن میں جابجا ان واقعات کے بیان کرنے کا صرف یہ مطلب ہے کہ لوگ

معجزات کی فرمائشیں آنحضرتؐ سے نہ کریں بلکہ آنحضرتؐ کے اقوال اور افعال کی

خوبیان سمجھ کر ایمان لائین۔ لوگ آنحضرت سے معجزات کی فرمایش کرتے تھے اُسکے جواب مین یہ ارشاد ہوتا تھا کہ گذشتہ پیغمبرون کے معجزے دیکھکر کب اُنکی امتین اُنکو رسول خدا سمجھی تھین کہ آنحضرت محمدؐ اُنکی تقلید کرین۔

حضرت موسی اور ساحران فرعون کے مقابلہ کا ذکر سورۂ یونس مین ہے۔

"جب فرعون کے ساحر آگئے تو حضرت موسی نے انسے کہا کہ ڈالو تم کیا ڈالتے ہو تب اُنھون نے ڈال دیا تب موسی نے کہا جو کچھ تم نے کیا جادو ہے اللہ ابھی اسکو جھوٹ کردے گا۔ اللہ مفسدون کا کام درست نہین کرتا"

پھر سورۂ شعرا مین مذکور ہے کہ۔

"موسی نے فرعون کے ساحرون سے کہا کہ ڈالو تم کیا ڈالتے ہو پھر اُنھون نے اپنی رسیان اور لاٹھیان ڈال دین اور پکارے کہ فرعون کی جے۔ ہم ہی موسی پر غالب ہون گے۔ پھر حضرت موسی نے اپنی لاٹھی ڈالی تو وہ یکایک اُن سب کو نگلنے لگی جنکو فرعون کے ساحرون نے دھوکا بنایا تھا"

سورۂ اعراف مین یون مذکور ہے کہ۔

"فرعون کے ساحرون نے کہا کہ موسی تم ڈالو یا ہم ڈالین۔ موسی نے کہا کہ تم ڈالو پھر جب اُنھون نے ڈالا تو جادو کردیا اُنھون نے لوگون کی آنکھون پر

سلہ فلما جاء السحرۃ قال لہم موسی القوا ما انتم ملقون فلما القوا قال موسی ما جئتم بہ السحر ان اللہ سیبطلہ ان اللہ لا یصلح عمل المفسدین۔

سلہ قال لہم موسی القوا ما انتم ملقون فالقوا حبالہم وعصیہم وقالوا بعزۃ فرعون انا لنحن الغالبون فالقی موسی عصاہ فاذا ہی تلقف ما یافکون۔

اور ڈرا دیا لوگون کو اور بڑا جادو کیا - القا کیا ہم نے موسیٰ کو کہ تو بھی ڈالدے اپنی لاٹھی
پھر یکبارہ نگلنے لگی اس دھوکے کو جو انھون نے بنایا تھا -

سورہ طہ مین یون مذکور ہے کہ -

" فرعون کے ساحرون نے کہا کہ موسیٰ تم ڈالو نہین تو ہم ڈالتے ہین - موسیٰ
نے کہا کہ نہین تم ڈالو پھر یکایک اُنکی رسیون اور اُنکی لاٹھیون کی طرف موسیٰ نے
خیال کیا انکے جادو کے سبب سے چلتی ہین پھر موسیٰ کے جی مین ڈر سا ہوا تو ہم نے
القا کیا کہ مت ڈر تو ہی اُن پر غالب ہی - اور ڈالدے جو تیرے داہنے ہاتھ مین ہے
تا کہ نگل جاوے جو کچھ کہ اُنھون نے بنایا ہے کہ وہ جادوگرون کا مکر ہے اور
جادوگر کو فلاح نہین ہے جہان جاوے -

سورہ اعراف مین جو عبارت ہے "جادو کر دیا لوگون کی آنکھون پر" وہ ترجمہ ہے
"سحروا اعین الناس" کا - اور اسکا ترجمہ بجاے آنکھون پر جادو کرنے کے ڈھٹ
بند کرنا کیا جاوے تو محاورہ اور صورت واقعہ [illegible] موافق ہوگا - اور اسی
ایک لفظ سے وہ تمام باتین سمجھ مین آجائین گی جنکو ہم شروع سے کہتے چلے آتے
ہین - اسی سے یہ بھی قرینہ ہے کہ حضرت موسیٰ کی لاٹھی بھی دوسرون کو سانپ
معلوم ہوئی تھی ورنہ فی الواقع سانپ نہین ہو جاتی تھی کیونکہ جب وہ لاٹھی اُٹھالی جاتی

[illegible] قالوا یا موسیٰ اما ان تلقی واما ان نکون نحن الملقین قال القوا فلما القوا سحروا اعین الناس واسترہبوہم وجاؤ بسحر عظیم واوحینا الی موسی ان الق عصاک فاذا ہی تلقف ما یافکون -

[illegible] قالوا یا موسی اما ان تلقی واما ان نکون اول من القی قال بل القوا فاذا حبالہم وعصیہم یخیل الیہ من سحرہم انہا تسعی فاوجس فی نفسہ خیفۃ موسی قلنا لا تخف انک انت الاعلی والق ما فی یمینک تلقف ما صنعوا انما صنعوا کید ساحر ولا یفلح الساحر حیث اتی -

تھی تو پھر لاٹھی کی لاٹھی رہ جاتی تھی جب تک کسی کی تمام قوتین غیرمعمولی طور پر بدرجہ کمال کو نہ پہونچین وہ معجزہ نہین ہوسکتا - اسیلئے حضرت موسیٰ کی قوت نفس ساحرون کی قوت نفس سے بہت زیادہ قوی تھی اور جب حضرت موسیٰ نے اس سے کام لیا تو ساحرون کی قوت نفس ہوا ہوگئی -

دوسرا قصہ جسمین ہارت اور مارت کے سحر کا بیان ہے وہ سورۂ بقر مین ہے خداتعالی یہودیون کی بداعتقادیان اور خرابیان کرکے اُسے ذیل مین فرماتا ہے کہ -

"جب اُنکے پاس خدا کی طرف سے رسول آیا ہے اور اُس کتاب کی جو اُنکے پاس ہے تصدیق بھی کرتا ہے تو اہل کتاب مین سے ایک گروہ نے خدا کی کتاب تورات اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دی ہے گویا وہ اُسے جانتے ہی نہین اور اُن ڈھکوسلون کے پیچھے پڑگئے ہین جنکو سیطان یعنی کفار حضرت سلیمان کے وقت مین پڑھا پڑھا کرتے تھے حالانکہ سلیمان سے کفر کی حرکت سرزد نہین ہوئی - شیطان یعنی کافرون نے کفر کیا تھا کہ لوگون کو سحر سکھاتے تھے اور اُسی گروہ نے اُس چیز کی پیروی کی جسکو وہ اپنے زعم مین سمجھتے ہین کہ وہ دو فرشتون پر جنکا نام ہاروت اور ماروت ہے اُتاری گئی ہے بابل مین - اور وہ فرشتے کسی کو کچھ بتانے نہ تھے جب تک کہ اُس سے یہ نہ کہہ لیتے تھے کہ ہم تو فتنہ ہین تم کہین کافر نہ ہوجانا - اسپر بھی اُنسے لوگ ایسی باتین سیکھتے تھے جنکی وجہ سے میان بی بی مین جدائی کرادین حالانکہ بے حکم خدا کے وہ اِن باتون سے کسی کو نقصان نہین پہونچا سکتے تھے غرضکہ یہ لوگ اُنسے ایسی باتین سیکھتے تھے جن سے خود اُنہین کو نقصان

پہونچتا تھا - اور کسی طرح کا فائدہ نہین پہونچتا تھا۔

اس آیۃ مین بیشک بقیہ تین اقسام کے جادو کا ذکر ہے لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی ظاہر ہے کہ مسلمانون کو اُسکے معتقد ہونے سے ممانعت کی گئی ہے۔ اس آیت کا مطالب بیان کرنے کے قبل ہم شان نزول اور حالت ملک بیان کرتے ہین ایک زمانہ بنی اسرائیل کا ایسا تھا کہ تمام دنیا مین وہ علم و فضل اور قوت کے اعتبار سے بڑے سمجھے جاتے تھے اور اسی زمانہ مین حضرت سلیمان پیغمبر مبعوث ہوئے تھے جو پیغمبر بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے اسکے بعد بنی اسرائیل گرتے گئے اور بالآخر حضرت محمدؐ کے زمانہ مین اُنکی وہی حالت تھی جو ہندوستان کے مسلمانون کی تیرہ صدی مین تھی اور اب بھی ہے کہ نہ اچھی [illegible] مین - ہندوستان کے مسلمانون کی طرح بعثت رسول کے زمانہ کے یہودی فالنامے - تعبیر نامے - تعویذ - گنڈے - فلیتے نقش - عملیات اور حاضرات کے ناجائز ڈھکوسلے بہت سے کرتے تھے جب کسی قوم مین عروج کے بعد زوال آتا ہے تو اُنکی حالت آخری ایسی ہی ہوتی ہے جس طرح ہندوستان کے مسلمان قرآن کے احکام کی پیروی نہین کرتے اور لغویات مین بہت جی لگاتے ہین اسی طرح یہودیون نے توراۃ کو کپڑے مین باندھ کر کنارہ رکھدی تھی اور لغویات مین پھنسے تھے اور ان لغویات کو کہتے تھے کہ حضرت سلیمان نے لوگون کو تعلیم کیا ہے

---

[1] ولما جاءهم رسول من عند الله مصدق لما معهم نبذ فريق من الذين اوتوا الكتب كتب الله وراء ظهورهم كانهم لا يعلمون واتبعوا ما تتلوا الشيطين على ملك سليمن وما كفر سليمن ولكن الشيطين كفروا يعلمون الناس السحر وما انزل على الملكين ببابل هاروت وماروت وما يعلمن من احد حتى يقولا انما نحن فتنة فلا تكفر فيتعلمون منهما ما يفرقون به بين المرء وزوجه وما هم بضارين به من احد الا باذن الله ويتعلمون ما يضرهم ولا ينفعهم۔

جیسا کہ اس زمانہ مین لوگ بہت سے عملیات کو صحابہؓ اور کبھی پیغمبر خدا کی طرف
منسوب کرتے ہین - بعد حضرت سلیمان کے جب قوم پر نکبت آئی اور تمام ملک مین
نحبت پھیلی - اُس زمانہ مین دو شخص ہاروت اور ماروت غالباً عراق عجم کی طرف
ایسے ہوئے جیسے ہندوستان مین آج کل پیرجی جابجا پھرتے ہین - لوگ ان کو
باعتبار اُنکی کم سخنی اور تواضع اور انکسار کے فرشتہ خصلت کہتے ہین - دعا تعویذ انکا
بہانکا گذر ہوتا ہے اور نیکی کی وجہ سے وہ مرجع خلائق ہوتے ہین ان بزرگون کی یہ
کیفیت ہے کہ باوجود اس ظاہری زہد و تقویٰ کے چور کو چوری کے لیئے بھی ساعت اچھی
بتا دیتے ہین - اسوقت بڑے سے بڑے بزرگ کے پاس جائیے اور دو روپیہ
سامنے رکھ کر ہاتھ جوڑ کے اور کہیے شاہ جی حُب کا تعویذ لکھ دیجیے تو وہ دوات قلم اور دولت
اُٹھا کر لکھ دین گے اور ذرا تاخیر نہ کرین گے - اگر تاخیر کرین گے تو روپیہ کے ساتھ مرغ کا
گوشت بھی کھانا چاہین گے اور کہین گے کہ مرغ کا خون ہوتا تو اُسکی تحریر زیادہ مؤثر
ہوتی - اب شاہ صاحب مذہبی تقدس سے کچھ کہین گے تو دبی زبان سے درشت
یہ کہین گے کہ بھائی عذاب و ثواب تمھاری گردن پر ہے مین لکھے دیتا ہون لیکن
کھل کر کبھی انکار نہ کرین گے اور نہ ڈانٹ کر یہ کہین گے کہ " دوسرون کی بہو بیٹی نکلوانے
کے لیے مین کٹنا نہین ہون کہ تعویذ لکھون جا دور ہو " ممکن ہے کہ اسی قسم کے
دو مشہور پیرزادے ہاروت اور ماروت اگلے زمانہ مین گزرے ہون اور یہود حیلۂ
افعال کی سند مین حضرت سلیمان ہاروت اور ماروت کا نام لیتے ہون جب یہودیون
نے پیغمبر خدا کا کہنا نہین سنا اور پیغمبر خدا نے توریت کا حوالہ دیا تو اُسپر بھی دھیان نہین دیا
اور اپنے ڈھکوسلون کے سامنے اسکو بھی بے وقعت قرار دیا اسوقت یہ آیت اُتری

اب آیت کے معنی بہت صاف سمجھ مین آجائین گے۔ یعنے جب ان یہودیون کی
طرف خدا کے رسول آنحضرت محمدؐ آئے جو توراۃ کی بھی تصدیق کرتے ہین تو بعض اہل
کتاب نے توراۃ سے آنکھین بند کرکے قرآن کی تکذیب کی۔ اگر وہ توراۃ کو دیکھتے تو دیکھتے
کہ قرآن مین وہی باتین نصیحت اور بندگی کی ہین جو توراۃ مین ہین۔ لیکن وہ تو بجائے
توراۃ دیکھنے کے وہ چیز دیکھتے ہین جو کفار دیکھتے تھے یعنے عملیات اور حاضرات وغیرہ
اور کہتے ہین کہ سلیمان نے یہ چیزین بنائی ہین۔ حالانکہ سلیمان کو ان چیزون سے کوئی
سروکار نہ تھا۔ سلیمان کے وقت کے کفار البتہ ان لغویات کے عامل تھے۔ اور
لوگون کو۔ لغویات سکھاتے تھے اور یہود کہتے ہین کہ یہ عملیات تو ہاروت ماروت ایسے
فرشتہ خصلت انسان کے بھی زیر عمل تھی اسمین شبہ نہین کہ ہاروت اور ماروت ایسا
کرتے تھے لیکن اسکے ساتھ ہی وہ یہ بھی کہدیا کرتے تھے کہ یہ برا کام ہے اور ہم برا
کرتے ہین۔ بیشک لوگ ان دونون سے یہ برائیان سیکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ برائیان
کچھ بکار آمد ہین یعنے اگر چاہین گے تو میان بی بی مین اسکے ذریعہ سے لڑائی
کرادین گے یا اور خرابیان اپنی خواہش کے مطابق پیدا کرسکین گے۔ لیکن
وہ بھی خرابی نہین پیدا کرسکتے تھے اگر کچھ ہوجاتا تھا تو خدا کے حکم سے ہوتا تھا۔
اگر کوئی عمل کیا جائے تو خواہ مخواہ عمل کرنے والے کے موافق ہوگا یا مخالف ہوگا
دو ہی صورتین ہین۔ اگر موافق ہوا تو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اس عمل کی تاثیر سے ہوا
بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ عمل نہ پڑھا جاتا جب بھی ایسا ہی ہوتا۔ اب ناظرین خود سمجھ لین کہ قرآن
مین سحر کی تکذیب کی گئی ہے یا تائید کی گئی ہے۔

اسمین چند باتین غور طلب ہین ایک یہ کہ قرآن مین لفظ شیاطین کا ہے جسکے

معنی بعضوں نے شیطان کو بمعنی شیطان لیا ہے اور یہ معنی سمجھتے ہیں کہ جنات شیطان بدلیو۔ پری جادو کے سکھانے والے ہین۔ جس طرح پیغمبر توحید سکھاتے پھرتے ہین ویسے ہی شیطان آدمی کا بھیس بدل کر جادو سکھاتے پھرتے ہین۔ ان معنون مین ذرا سا فرق ہے اگر یہ معنی لین کہ انسان شیطانی حرکات اختیار کر کے جادو سکھاتے ہین تو ٹھیک ہے۔ اور اسی رعایت سے ہم نے شیاطین کا ترجمہ کفار کیا ہے۔ اور دوسرا لفظ " ملکین " کا قرآن مین ہے جسکے معنی ہین دو فرشتے۔ اور ہم نے اس سے مراد لیے ہین دو فرشتہ خصلت انسان۔ اور فرشتہ خصلت بھی واقعی طور پر نہین بلکہ اُسوقت کے لوگون کے خیال کے مطابق یہ معنی اچھے معلوم ہوتے ہین۔ ورنہ ہمارا مطلب یون بھی حاصل ہو سکتا ہے کہ لام کو زیر کے ساتھ پڑھین (ملکین) اور اُسوقت اسکے معنی ہو جاوینگے " دو بادشاہ " بہت سے قرّاء ایسا ہی پڑھتے ہین اور اس قرأت پر بہت سے مفسرین نے ہاروت اور ماروت کو دو بادشاہ مانا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قرآن مین سورۂ فلق مین ہے " گرہون مین پھونکنے والی عورتون کی بُرائی سے " (من شر النفاثات فی العقد) یہان گرہون مین پھونکنے والی عورتین اُن پچھلے اقسام مین داخل نہین ہین جنکی نسبت یہ کہا گیا ہے کہ ایسے با اقتدار لوگون کا وجود قرآن سے ثابت نہین ہوتا۔ جس طرح انسان مین ایسی عورتین ہین جنکی نظرین بد ہین میلی کچیلی کثیف حالت مین رہتی ہین اور کبھی کبھی وہ اس امر کا بھی غلط دعویٰ کرتی ہین کہ اُنکے پھونکنے یا پڑھنے سے کشود کار ہوتا ہی یا بھلائی بُرائی وقوع مین آجاتی ہے۔ اُنکے پیچھے پیچھے جاہل عورتون کا غول ہوتا ہے سب جہنم ہین

کہ تمام زمین و آسمان کے اختیارات اسی کے ہاتھ مین ہین اور اسلیے اُسکے
اقتدار بڑھنے سے طرح طرح کے فسادات پیدا ہوتے ہین - خدا نے کہا کہ اُنکے
شر سے خدا کی پناہ مانگو یعنے اُنکو قابل نفرت سمجھو - اسلام پھیلنے پر ایام جہالت کی
یہ تمام لغویات قابل لحاظ نہین رہے -

فصل پنجاہ و دوم[۵۲]

مسئلہ جبر و اختیار (قضا و قدر)

جب انسان عالم کی خلقت پر غور کرتا ہے تو وہ ایک کو دوسرے کا سبب پاتا ہے
اور آخر مین یہ معلوم ہوتا ہے کہ عالم کی ترکیب چھوٹے چھوٹے ذرون سے ہے جسکو
ہیولا یا مادہ کہتے ہین - لیکن یہ معلوم کرنا انسانی قدرت سے باہر ہے کہ وہ مادہ از خود موجود
تھا یا کسی موجود نے اُسکو پیدا کیا تھا اور مختلف اجناس اور انواع اقسام اشکال مین
اُن مادون کے مرکب ہونے کا کیا سبب تھا - یہ خاصیتین اور قوتین خود اُنمین موجود تھین
یا کسی موجود کی ودیعت کی ہوئی تھین - موجودات مین موجود محسوس کے سوا انسان کو
کچھ نظر نہین آتا یعنی انسانی قوی مین عالم مادیات سے آگے متجاوز ہونے کی قوت
نہین ہے - اب یہین سے فلاسفہ طبیعی اور فلاسفہ الہیین جدا ہوتے ہین - فلاسفہ طبیعی تو
یہین تک پہونچکر رہجاتے ہین اور نیچر یا لقب پاتے ہین کیونکہ نیچر ہی کو وہ خالق
کائنات مانتے ہین - مگر فلاسفہ الہیین یقین کرتے ہین کہ اُسکا پیدا کرنے والا وہی احد
ازلی اور ابدی ہے جسکو یہان کے لوگ خدا اور عرب کے لوگ اللہ اور یورپ
کے لوگ گاڈ اور فلاسفہ الہیین علۃ العلل کہتے ہین - خلاصہ اس تقریر کا یہ ہے کہ خدا
دنیا کے پیدا کرنے کا سبب ہے - جو طریقہ آفرینش کا اُسنے پیدا کردیا اُسی پر لوگ

پیدا ہوتے ہیں۔ کمہار کے آنوے سے مختلف رنگ اور مختلف وضع کے برتن نکلتے ہیں۔ کوئی ٹیڑھا ہو گیا اور کوئی سیاہ ہو گیا۔ کمہار کی یہ خواہش نہیں ہوتی کہ کسی کو ٹیڑھا یا سیاہ بنائے۔ لیکن سب کا بنانے والا کمہار ہی سمجھا جاتا ہے۔ اور اسی طرح خدا کی قایم کی ہوئی فطرت سے مختلف شکل مختلف صورت مختلف قد اور مختلف رنگ کے انسان پیدا ہوتے ہیں۔ فطرت انسانی خدا کی بنائی ہے اسلیے کہا جاتا ہے کہ اچھے اور برے اور نیک و بد ہر طرح کے انسان خدا نے پیدا کیے۔

علۃ العلل ہونے کی حیثیت سے خدا کو قادر مطلق مانتے ہیں لیکن انسان اپنے فعل کا پورا مختار ہے اسلیے اچھے اور برے افعال کا مرتکب خود اُسی کو قرار دیتے ہیں۔ یہ خیال بالکل غلط ہے کہ خدا چور کو چوری کرنے کے لیے اٹھاتا ہے اور پھر کوتوال شہر کو خبردار کر دیتا ہے کہ چور کو پکڑے اور سزا دے۔

ایران کے زردشتیوں کا یہ مسلک تھا کہ خالق خیر یزدان ہے اور خالق شر اہرمنا ہے۔ عیسائیوں کے تین خدا تو فرضی ہیں لیکن زردشتیوں نے واقعی طور دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا تھا۔ عرب کے ریگستان میں بھی یہی خیالات پھیلے ہوئے تھے۔ اسلام کا بڑا کام جہالت کا رفع کرنا ہے اسلیے قرآن میں جا بجا بتلایا گیا کہ علۃ العلل ہونے کی حیثیت سے شر اور خیر دونوں کی نسبت ایک ہی ذات کی طرف کی جا سکتی ہے اور وہ ذات واحد ہے اسکا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ قادر مطلق ہے یعنے اُسکی قدرت کامل ہے ادھوری نہیں ہے۔ قرآن عام فہم لفظوں میں ہے اُسمیں تشبیہ سے اور تمثیلی زبان سے بحث کی گئی ہے تاکہ چھوٹی سمجھ والے اور بڑی سمجھ والے دونوں اسکو سمجھ سکیں۔ علۃ العلل کا سا موٹا لفظ اُسمیں رکھا جاتا تو نہ ہوتے

عرب عموماً سمجھنے سے قاصر رہتے۔ لیکن یہ ضرور نہیں ہے کہ ترقی علوم کے بعد اب بھی اُسی طرح سمجھیں جس طرح ریگستان کے بدو سمجھتے تھے۔

یہ عالم ناسوتی ہے بیان کے جتنے ذریعہ ہیں وہ سب اس عالم ناسوتی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ کوئی بیان عالم غیر مادی یا معاد کا عام فہم استعارات اور تشبیہات سے خالی ہو تو عوام اسکو نہیں سمجھ سکتے۔ تمثیلی زبان سے کتب سماوی میں بہت سی باتیں بیان کی گئی ہیں جن لوگوں میں روحانی قوتیں خلقتاً یا بذریعہ اکتساب کے زیادہ ہیں وہ عالم مادی اور غیر مادی کے تعلقات کو زیادہ سمجھتے ہیں اور اسی لیے کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کی حقیقت صوفیان کرام عمدہ طور پر سمجھتے ہیں بشرطیکہ ٹھگنے کے لیے صوفی نہ بنے ہوں۔ لیکن جو لوگ صوفی نہیں ہیں اور علوم جدیدہ یا قدیمہ کی تحصیل سے قانون فطرت پر غور کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں اُنکو بیشک یہ حق ہے کہ کتب سماوی کے سمجھنے میں اُنکا مذاق جُدا گانہ ہوا اور اس سے انکار کرنا بڑی غلطی ہے۔

کلام الٰہی یعنے قرآن اور فعل الٰہی یعنے موجودات عالم میں فرق نہیں ہو سکتا لیکن اُنکے سمجھنے کا جو طریقہ اختیار کیا جائے وہ البتہ غلط ہو سکتا ہے۔ خدا نے جس عالم میں ہمکو پیدا کیا اور جس عالم کی مناسبت سے ہمکو قویٰ دیئے اُس عالم کی پوری ماہیت دریافت کرنے کے بعد کلام الٰہی کو اُس سے منطبق کرنا یہ ہمارے اختیار کی بات ہے اور اسی طریقہ سے موجودات عالم کے ماہر کلام الٰہی پر پورا الیقین بھی کر سکتے ہیں۔ اور یہ غلطی ہے کہ کلام الٰہی کے سمجھنے کا جو ذریعہ ہے اُسکو ہم کلام الٰہی میں ڈھونڈھیں۔

الحاصل جب خدا جمیع کائنات کا علۃ العلل ہے تو تمام حوادث و واقعات و افعال مخلوقات اُسکی طرف منسوب ہو سکتے ہیں۔ اور وہ علۃ العلل (یعنے ذات باری) اپنی

معلومات کا علم واقعی رکھتی ہے - اور علم باری ہی کا نام اگر تقدیر رکھا جائے تو زیادہ تر مناسب معلوم ہوتا ہے -

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ انسان سے اچھے یا بُرے افعال زیادہ تر اُسکے اعضا کی ترکیب سے سرزد ہوتے ہیں یعنے جس طرح ایک ہی اسٹیم (بھاپ کے مشین) مختلف پُرزوں میں ہوکر مختلف طور کے کام کرتی ہے اُسی طرح نفوس انسانی مختلف قسم کے دل و دماغ اور اعضا میں مختلف کام دیتے ہیں - اسلیے جسم کی فطرتی بناوٹ اور خلقت کے لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ اچھے یا بُرے انسان ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہیں - حال کی تحقیقات بھی بالکل اس خیال کی مؤید ہے اور انسانی تجربہ بھی یہی کہتا ہے - آثار دینیہ بھی سائنس تیرہ سو برس پہلے یوں بتا دی گئی ہے -

السعید من سعد فی بطن امہ والشقی من شقی فی بطن امہ

نیک ماں کے پیٹ ہی سے نیک پیدا ہوتا ہے اور بد ماں کے پیٹ ہی سے پیدا ہوتا ہے -

انسان کو اس اعتبار سے کہ اچھا یا بُرا ادہ پیدا ہوتا ہے مجبور شکم ہونا چاہیے لیکن اسکے ساتھ ہی عقل بھی لگی رہتی ہے جو اچھے اور بُرے میں اُسے تمیز سکھاتی ہے اسلیے اُسے مکلف کہتے ہیں - جب صریح دیکھتے ہیں کہ وہ بترکیب بالارادہ جو کچھ کرنا چاہتا ہے تو کسی کے روکنے سے بھی نہیں رکتا اور جب نہیں کرنا چاہتا تو مارنے پر بھی نہیں کرتا تو پھر کیونکر اُسے غیر ذی اختیار سمجھیں - غرضکہ انسان کو پورا اختیار اچھے یا بُرے افعال کے ارتکاب کا دیا گیا ہے جسم کی بناوٹ سے جو فطرتی میلان طبیعت کا ہوتا ہے اُسکی اصلاح تعقل - رسم و رواج یا مذہب سے

ہو سکتی ہے۔ انسان کا کام ہے کہ عقل سے ہر وقت سوچتا رہے ہر بات کی
کے اچھے بُرے رسم و رواج میں امتیاز کرے اور یہی قوت امتیاز یہ تحریک
بالارادہ کے ساتھ مل کر انسان کو مکلف بناتی ہے۔

خیر یہ سمجھنا تو مشکل نہیں ہے کہ انسان اپنے فعل کا مختار ہے۔ اور علۃ العلل ہونے
کی حیثیت سے اللہ قادر مطلق کہا جاتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ آیا کلام اللہ سے
اور بزرگان دین کے اقوال سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے یا نہیں۔

یہیں یہ بھی جان لینا چاہیے کہ علم الہی کا نام بعضوں کے نزدیک تقدیر ہے۔
مثلاً کوئی نجومی کسی کی نسبت یہ بیان کرے کہ وہ آگ میں جل کر مرے گا۔ تو یہ
کہہ سکتے ہیں کہ مرنے والے کی موت کا علم اس نجومی کو تھا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یہ
کہنا صحیح نہ ہوگا کہ نجومی نے اُسے آگ میں کود پڑنے پر مجبور کیا تھا۔ علۃ العلل ہونے
کی حیثیت سے خدا کو علم ہے کہ کون بندہ کیونکر دنیا میں گزران کرے گا اور اس
طرح ہر شخص کی آئندہ زندگی کی حالت جو خدا کے علم میں ہے وہ تقدیر کہی جائیگی۔
لیکن اسکے ساتھ ہی یہ نہیں کہا جائے گا کہ خدا نے اپنے کسی بندہ کو کسی خاص
فعل یا ترک فعل کے لیے مجبور کیا۔ پہلے چند باتیں بطور مقدمہ کے سمجھ لینا چاہیے
کہ کلام اللہ کی آیتوں کا سمجھنا آسان ہو جاوے۔

(۱) تمام موجودات عالم کو اور تمام انسان کو مع اُسکے تمام قویٰ کے اُس نے
پیدا کیا جسکو ہم خدا یا علۃ العلل کہتے ہیں۔

(۲) اُسنے تمام انسان اور حیوان کو اپنی مشیت سے ایک فطرت پر پیدا کیا
اور اس فطرت میں وہ تغیر و تبدل نہیں کرتا۔ اسی فطرت کے مطابق انسان سے

افعال صادر ہوتے ہیں- اختیاری ہوں یا اضطراری اور دونوں حالتوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مشیت الٰہی سے وہ افعال صادر ہوتے ہیں-

(۳) انسان میں دو متضاد قوتیں موجود ہیں- ایک کسی کام کرنے پر آمادہ کرتی ہے اور دوسری اُسے کام کرنے سے روکتی ہے-

(۴) انسان اُن تمام قوی کو جو اُسمیں ودیعت رکھے گئے ہیں اپنی فطرت کی حد تک کام میں لانے کا مختار ہے-

(۵) انسان اپنے فعل کا مختار ہے اسلیے مکلف ہے-

(۶) موجودات عالم کے حالات و افعال کا علم اُس علۃ العلل کو ہے جس نے اس عالم کو بنایا یا پیدا کیا ہے-

(۷) تمام افعال جو انسان سے صادر ہوتے ہیں اُنکی نسبت تمام و کمال کو حذف کر کے کہہ سکتے ہیں کہ علۃ العلل سے صادر ہوئے-

(۸) انسان اپنے تمام افعال کو علۃ العلل یعنے خدا کی طرف منسوب کر سکتے ہیں کیونکہ وہی اُن قوتوں کا خالق ہے جن سے وہ افعال ظاہر ہوئے-

(۹) امورات شرعیہ کے بجالانے میں قوت فعل کو کام میں لانا اور منہیات شرعیہ سے بچنے میں قوت ترک فعل کو کام میں لانا اس علۃ العلل کی مرضی کے موافق ہے اور باعث درجات ہے-

(۱۰) برخلاف اسکے منہیات شرعیہ میں قوت فعل کو کام میں لانا اور قوت ترک فعل کو کام میں نہ لانا اُس علۃ العلل کی مرضی کے موافق نہیں ہے اور باعث درکات ہے-

اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ بغیر مشیت الہی نہ کچھ ہوا ہے اور نہ ہوگا لیکن مشیت الہی کیا چیز ہے۔ اسکو سمجھنا اصل امر ہے۔ مشیت الہی کا ظہور اس فطرت مین ہوتا ہے جسپر انسان اور کل مخلوقات پیدا کیے گئے ہین۔ آگ کی فطرت مین جلانے کی قوت رکھی گئی ہے۔ جب کوئی چیز جلنے کے لایق اسمین ڈالی جاویگی تو ضرور جل جائے گی۔ اور یہ کہا جائیگا کہ مشیت الہی یہی تھی۔ لیکن اگر یہ کہا جائے کہ آگ مین قوت جلانے کی خدا نے پیدا نہین کی ہے جب کوئی جلنے والی چیز اسمین پڑتی ہے اسوقت خدا اسمین عادتاً قوت احتراق پیدا کردیتا ہے تو یہ صحیح نہین ہے۔

اب ان اصول عشرہ کے مطابق ہم ان آیتون کی تفسیر بیان کرینگے جنکو بعض مفسرین نے بیان کیا ہے اور بتا دینگے کہ ان آیتون سے انسان اُن قوی کے کام مین لانے سے مجبور نہین ہے جو اُسکو عطا ہوئے ہین اور اسی لیے وہ مکلف ہے۔

مثلاً خدا نے فرمایا کہ " تم مین سے جو سیدھی راہ پر چلتا ہے اُس کے لیے قرآن نصیحت ہے" اسمین تو انسان کا مختار ہونا ظاہر ہے۔ دوسری جگہ ہے " تم کچھ نہین چاہتے مگر یہ کہ اللہ پروردگار عالم چاہے " مقدمہ دوم کا اصول یہان متعلق کیجیے۔ سلب اختیار انسان جبکہ وہ فطرت ذی اختیار پر پیدا کیا گیا ہے اس سے لازم نہین آتا۔

" خدا گمراہ کرتا ہے جسکو چاہتا ہے اور ہدایت کرتا ہے جسکو چاہتا ہے " وہ علۃ العلل ہے اسلیے مبادی ان کے تمام افعال کو وسائط درمیانی حذف کرکے

کہ وہ راستے پر نہ آئین گے۔ اصول ہفتم پر بہ سبب علۃ العلل ہونے کے افعال عباد کو
خدا نے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔

"لیکن وہ جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے" یہ جملہ اُسی علم الٰہی پر مبنی ہے جس کا ذکر
نمبر ہشتم مین کیا گیا۔ اور پھر بمقدمہ ہفتم کے اعتبار پر اپنی ذات کی طرف تمام وسائط
کو حذف کرکے منسوب کیا ہے۔ "اگر خدا چاہتا تو خدا کی نشانیان" نازل ہونے کے
بعد وہ آپس مین نہ لڑتے۔ لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ خدا جس شخص کو فتنہ
مین ڈالنے کا ارادہ کرتا ہے تو تو خدا سے اُسکو ہرگز نہین بچا سکتا" بالکل سچ ہے
خدا کا ارادہ قانون فطرت مین ظاہر ہوتا ہے جس فطرت ذی اختیار پر خدا نے
جسکو پیدا کیا اسکو کوئی تبدیل نہین کرسکا۔ مگر اُس سے یہ لازم نہین آتا کہ اُنکو خدا نے
فتنہ مین پڑنے پر مجبور کردیا تھا۔ "خدا نے اُنکے ہاتھون کو تم سے اور تمھارے ہاتھون
کو اُنسے باز رکھا" اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے جو فطرتی اسباب
غالب اور مغلوب ہونے کے یا شکست پانے یا کامیاب ہونے کے بتائے اُنہی پر
تمام حالات یا واقعات موقوف ہین۔

اسی طرح اُن تمام آیتون کو سمجھنا چاہیے جن سے بادی النظر مین انسان کے
مختار ہونے کا شبہہ کیا جاسکتا ہے۔ انسان کے مختار ہونے کی جو آیتین قرآن مین
ہین اُنسے بھی ہمارے مضمون کی تائید ہوتی ہے مثلاً "فمن شاء فلیومن ومن شاء
فلیکفر" جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے "وما ظلمہم اللہ ولکن انفسہم
یظلمون" اللہ نے اُنپر ظلم نہین کیا تھا بلکہ اُنھون نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا۔ ماحصل
اسکا یہ ہے کہ خدا نے انسان کو ایک حد تک ذی اختیار پیدا کیا ہے اور اپنے علم

مین جو فعل انسان کرتا ہے وہ اُسکا ذمہ دار اور جوابدہ ہے گو علۃ العلل ہونے کے سبب
سے وہ خدا کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے لیکن وہ فی الواقع بندہ کا اختیاری فعل ہے
مفصلۂ بالا تحریر اُن لوگون کو تشفی دینے والی ہے جنکے دل مین توہمات پیدا ہوکر
اسلام کی طرف اُنکو راغب ہونے نہیں دیتی۔ ورنہ اس مضمون کے لکھنے والے
کا یہ مذہب نہین ہے۔ خدا کے ساتھ جو خلوص اور اعتقاد اُسکو ہے وہ اُسکو
کی اجازت نہین دیتا کہ وہ خدا کے اختیارات کو کسی طرح پر محدود کرے۔ لیکن
اسکے ساتھ ہی اپنے تمام برے افعال کا وبال اپنی ہی گردن پر دہ لیے۔ کیونکہ اُسے
خدا سے اسکو عشق ہے اور اسلیے اپنے معشوق کی کسی ادا کا وہ شاکی نہین ہے۔ اور
نہ ایسے باریک مسئلہ پر سوچنا یا سمجھنا وہ ضروری سمجھتا اور نہ اس اہم مسئلہ کو طے کیے بغیر
کہین سے اُسکا ایمان ڈانواڈول ہوتا۔ اُسکا یہ ایمان ہے کہ خدا کے جتنے امار
صفات ہین وہ سب سچ ہین لیکن اس عالم کے تعلقات سے کیونکر اُنکو وابستگی ہے
اسکی چھان بین کی انسان کو ضرورت نہین ہے۔ اور چھان بین کی بھی جائے تو
جب تک روح اس عالم ناسوتی سے تعلق رکھتی ہے وہ ان باتون کے ادراک
کامل سے یقیناً قاصر ہے۔ وسط سمندر مین کوئی پھینک دیا جائے اور وہ ہاتھ پاؤن
پیٹکر ساحل تک پہونچنے کی کوشش کرے تو فعل عبث ہے۔

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار   کہ پیدا نہ شد تختۂ بر کنار

انسان کا دائرہ معلومات تنگ اور محدود ہے۔ فکر انسانی ہمیشہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے
والی۔ ایسی حالت مین روح۔ معاد یا خلقت عالم پر اپنی عقل سے کوئی رائے بھی
قائم کر لینا سب سے بڑی جہالت ہے۔ خدا کی نسبت یہ سمجھا کہ وہ دنیا کا گورکھ دھندا

بناکر وہ خود ایک جبر و تعطل ہو گیا۔ بڑی گستاخی ہے۔ لیکن وہ لوگ جو حقیقی طبیعت رکھتے ہیں اور قرآن کو سچا اعلیٰ سمجھتے ہیں کہ وہ فطرت انسانی کے خلاف ہے اور خدا کو پہلے عادل نہیں سمجھتے کہ مجبور رہے اور خدا ہی جیر و مرا اعلیٰ ہے انکو ضرورت یہ مضمون تو عجب اور سوچیں کہ اگر فطرت موجودات کا علم انکا بیشتر کامل ہے تو کلام سے بشرکی خلاف نہیں ہے۔ کلام اللہ انسان کی ہدایت کے لئے ہے انسان کے حالات مختلف ہیں۔ قرآن کا عجب یہ اعجاز ہے کہ مختلف خیالات کے لوگ اس سے مختلف پیرایہ میں تشفی حاصل کر سکتے ہیں۔ یعنے قرآن اس طور پر لکھا گیا ہے کہ ہر مستعد اور ہر مذاق کا آدمی اپنے مذاق کے موافق اس سے تسکین حاصل کر سکتا ہے۔ آسمان۔ زمین۔ دعا۔ سحر۔ جن۔ ملائکہ۔ قصہ آدم۔ خلقت عالم۔ عذاب ثواب و دوزخ و بہشت یہ تمام چیزیں قرآن میں اس طرح مذکور ہیں کہ عرب کے بدووں کو بھی ان کے پڑھنے سے تشفی ہوئی۔ اور یونانی فلسفہ جب مسلمانوں میں پھیلا تو انکے ذہن سے بڑے بڑے دہریوں کی تسکین کر دی اور زمانہ حال کے سائنس اور ہیئت بھی اس کلام پورے طور پر مطابق پایا جاتا ہے۔ کیوں نہ ہو یہ کلام ربانی ہے۔ ہر فرقہ ہر قوم اور ہر قرن کے مناسب حال بنایا گیا ہے۔

اکابر اسلام کے چند اقوال نقل کیے جاتے ہیں تاکہ انکے خیالات اس مسئلہ کے متعلق معلوم ہوں۔

حضرت علی نے جنگ صفین سے واپس آنے پر ایک شخص کے سوال کے جواب میں جو فرمایا اسکو امام احمد زبیدی نے لکھا ہے۔ جا بجا سے انکے فقرے یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔ دانے کے پھوڑنے والے اور جان کے پیدا کرنے

والے کی قسم ہے کہ ہم کسی وادی میں نہ گزرے اور نہ کسی ٹیلہ پر چڑھے مگر قضا و قدر
کے موافق ۔ پھر شیخ نے پوچھا تو کیا ہمارے لیے خدا کے نزدیک کچھ ثواب نہیں
ہے کیونکہ قضا و قدر نے ہمکو چلایا اور اُسی سے ہمارا سفر ہوا - حضرت علی نے فرمایا -
کہ شاید تو اُسکو قضا یقینی اور قدر قطعی خیال کرتا ہے - ایسا ہو تو عذاب اور ثواب
کے وعدے سب بیکار ہو جاتے - خدا نے بااختیار بنا کر حکم دیا ہے - مجبور بنا کر
مکلف نہیں کیا ہے - ایسا خیال کافروں کا ہے "

حضرت امام حسن نے اہل بصرہ کو خط لکھا جسکے چند فقرہ یہ ہیں - " جو خدا پر اور
اُسکے قضا و قدر پر ایمان نہیں لایا وہ کافر ہوا - اور جس نے اپنے گناہوں کو خدا کی
طرف منسوب کیا وہ گنہگار ہوا - اگر خدا کی عبادت کریں تو خدا اُنکے اور اُنکے
عمل کے درمیان حائل نہیں ہوتا - اور اگر گناہ کریں تو خدا نے کچھ گناہ پر مجبور
نہیں کیا ہے -

حسن بصری نے حجاج کے خط کے جواب میں مسئلہ قدر کی حقیقت یوں
بیان کی ہے - جُہلا کہتے ہیں کہ خدا جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسکو چاہتا ہے راہ
دکھاتا ہے - اگر وہ آیت کے ماقبل و مابعد پر نظر ڈالتے تو اُنکو معلوم ہو جاتا کہ خدا گمراہ
نہیں کرتا مگر کفر اور گناہ کے تقدم کی وجہ سے جیسا کہ اُسکا قول ہے کہ اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے -

امام احمد بن یحیی المرتضی زیدی نے لکھا ہے عبد اللہ بن عمر سے ایک شخص
نے کہا اے ابو عبد الرحمن بعض قوموں کے لوگ زنا کرتے ہیں اور شراب
پیتے ہیں - چوری کرتے ہیں اور لوگوں کو قتل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خدا
کے علم میں تھا - ہمکو کوئی چارہ نہیں ہے - عبد اللہ بن عمر غصہ ہوئے اور کہا

سبحان اللہ - بیشک اللہ کے علم مین تھا کہ وہ لوگ ایسے کام کرین گے - مگر خدا کے علم نے انکو ان کامون کے کرنے پر مجبور نہین کیا - مجھ سے میرے باپ عمر بن خطاب نے ذکر کیا کہ انھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ تم لوگ نہی کی مثال تم مین مثل آسمان کے ہے جس نے تم پر سایہ کر رکھا ہے اور مانند زمین کے ہے جس نے تمکو اٹھا رکھا ہے - جس طرح تم آسمان و زمین سے باہر نہین جا سکتے اسی طرح تم خدا کے علم سے باہر نہین ہو سکتے اور جس طرح آسمان و زمین تمکو گناہون پر مائل نہین کرتے اسی طرح خدا کا علم بھی تمکو ان گناہون پر مجبور نہین کرتا ہے -

فصل پنجاہ وسوم

قصص قرآنی

قرآن مین جہان امر و نہی کے احکام ہین یا اخلاق حسنہ کی تعلیم کی گئی ہے وہان گزرے زمانے کے قصے بھی مجملاً مذکور ہین جنسے محض اخلاق اور حکمت کا سکھانا مقصود ہے - انھین زائد تر وہی باتین ہین جو عرب اور شام مین جزوی اختلاف کے ساتھ پہلے سے مشہور تھین - ابتداے اسلام مین مناسب معلوم ہوا کہ ان قصون کے واقعات یاد دلا کر خیر کی طرف طبیعتین متوجہ کی جائین اور اس پیرایہ مین عقاید اسلام تعلیم کیے جائین - عبارت قرآن کی خوبی تو عربی جانے بغیر سمجھ مین نہین آسکتی رہا طرز بیان وہ بھی زائد تر اسی وقت کے حسب حال تھا کہ لوگون کو باتین پہلے سے معلوم تھین پورا قصہ لکھنے کی ضرورت نہ تھی صرف ایک اشارہ کافی اور بااثر ہوتا تھا - الکنایۃ ابلغ من التصریح -

سب کو معلوم ہے کہ قرآن ایک دم سے نازل نہیں ہوا - ضرورت کے وقت
آیتیں یا صورتیں نازل ہوتی تھیں اسلیے ایسا بھی ہے کہ مختلف اوقات اور
مختلف مواقع پر ایک ہی بات بار بار کہی گئی ہے گو طرز بیان ہر جگہ پر جداگانہ ہے
اور باعتبار بلاغت کے نہایت ہی دلچسپ ہے - لیکن غیر زبان مین ترجمہ ہونے
کے بعد اور شان نزول پر نظر نہ ہونے کی حالت مین قصہ کا لطف بہ حیثیت قصہ
ہونے کے ضرور کم ہو جاتا ہے مگر وہ باتین جو ان قصون سے پیدا ہوتی ہین بجائے
خود نہایت مفید اور بکار آمد ہین اور ہر وقت اور ہر موقع کے مناسب ہیں - ہم اوقت
صرف انھین فواید سے بحث کرنا چاہتے ہین -

قرآن مین جابجا یہ بتایا گیا ہے کہ جب تک کوئی قوم اپنے کو خراب نہیں کرتی
خدا بھی اُسکو خراب نہین کرتا - جب کوئی خود کو بھول جاتا ہے تو خدا بھی اُسکو
بھول جاتا ہے - اسکو یون بھی سمجھ سکتے ہیں کہ جب کسی قوم کو عروج ہوتا ہے تو
وہ محنت - جانفشانی - شکرگزاری وغیرہ اسباب ترقی چھوڑ کر خود فراموش ... ترقی ہو بلا
دوسرا نام ہے خدا فراموشی - نتیجہ خدا فراموشی کا ہے کثرت معاصی اور اُسکا نتیجہ لازمی ہے
تباہی اور بربادی - ایک قوم کے برباد ہونے ... محنت اور شکرگزاری کے
راستہ پر چلتی ہے اور جب اُسکو بھی عروج ہو جاتا ہے تو خدا فراموشی کے
ساتھ زوال شروع ہو جاتا ہے اور زوال شروع ... اپنے ناصحوں
یعنے پیغمبرون کا کہنا ماننا لازمی ہے - جب تک نصیحت سننے کے لیے کان کھلے
رہتے ہین خدا فراموشی نہین ہوتی اور نہ زوال آتا - خدا اسی قومی ترقی و زوال
کو کہتا ہے کہ "تلک الایام نداولہا بین الناس" دنون کو ہم آدمیون مین پھیرتے

رہتے ہین۔ خدا نے بہت سی امتون کا عروج و زوال قرآن مین دکھایا ہے۔ زوال کے لیے عذاب کا لفظ اختیار کیا گیا ہے۔ عذاب کی خاصیت قومون کی بربادی ہو اور عذابون کے مختلف طریقے لکھے ہین اگر بیان تمثیلی سمجھی جائے تو مطلب صاف ہے۔ اور اگر فی الواقع طوفان کا آنا زلزلہ کا محسوس ہونا پتھر برسنا وغیرہ وغیرہ آفات ارضی و سماوی کا واقع ہونا اصلی معنون مین سمجھا جائے جب بھی سمجھدارون کے نزدیک کوئی بات انوکھی پیدا نہین ہوتی۔

مختلف مقامات پر مختلف پیرایہ سے قصے بیان کیے گئے ہین اور کہین کہین مجمل طور پر بہت سے واقعات کی طرف ایک ساتھ اشارہ کیا گیا ہے۔ مثلاً سورۂ عنکبوت رکوع ۴ مین قوم نوح۔ قوم لوط۔ سکان مدین (یعنے قوم شعیب) قوم عاد (جسمین حضرت ہود پیغمبر مبعوث ہوئے تھے)۔ قوم ثمود (جسمین حضرت صالح پیغمبر مبعوث ہوئے تھے) قارون۔ فرعون۔ ہامان کی تباہیون کا بالاجمال ذکر کرکے خدا فرماتا ہے کہ "خدا انپر ظلم نہ کرتا لیکن یہ تو خود اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔ کہ اللہ کے سوا دوسرون کو کارساز سمجھتے تھے۔ ان لوگون کی مثال مکڑی کی سی تھی کہ وہ بھی ایک گھر بنا لیتی ہے اور اسے اپنے پندار مین بڑا مضبوط جانتی ہے۔ حالانکہ وہ سب گھرون سے بودا ہے۔ کاش یہ اتنا ہی سمجھتے "؛ وما کان اللہ لیظلمہم ولکن کانوا انفسہم یظلمون مثل الذین اتخذوا من دون اللہ اولیاء کمثل العنکبوت اتخذت بیتاً وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت لو کانوا یعلمون۔

ہم چاہتے ہین کہ چند بڑے بڑے قصے جو قرآن مین کسی قدر صراحت کے ساتھ مذکور ہین بیان کرین۔ لیکن قصہ شروع کرنے کے قبل یہ کہنا ہم ضروری

خیال کرتے ہیں کہ یہ قصے ناول نہیں ہیں کہ شروع سے اخیر تک ایک بات فطرت کے مطابق نہ ہو مگر قوم کے موجودہ مذاق سے اسقدر قریب ہو کہ کسی طرح کذب کا گمان بھی نہ ہو سکے بلکہ یہ قرآن پاک کے قصہ ہیں جنمیں ایک لفظ بھی جھوٹ نہیں ہے مگر واقعات اتنے پرانے ہیں کہ ہماری تاریخی معلومات سے اُنکی تائید نہیں ہو سکتی۔ بلکہ بعض بعض قصہ تو اُس زمانہ کے ہیں جب معاشرت انسانی اپنی نوعیت میں موجودہ معاشرت سے بالکل علیحدہ تھی اور اسوقت کے قانون قدرت سمجھنے کے لیے ہمارے عقول اُسی طرح ناکافی ہیں جس طرح اور بہت سے راز فطرت کے سمجھنے سے ہم قاصر ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ "لاتبدیل فی فطرت اللہ" قانون قدرت میں تبدیلی نہ ہو سکتی ہو جب بھی ہم کسی امر کو موجودہ حالت پر نظر کرکے مافوق العادۃ نہیں کہہ سکتے۔ وہی آفتاب جو صبح کو اپنی دھیمی حرارت سے لطف بخشتا ہے دوپہر کو اُسکی گرمی دماغ پریشان کر دیتی ہے۔ اسی طرح ممکن ہے کہ بدء خلقت آدم میں بہت سی باتیں فطرتاً مطابق عادت ہوں اور اب مافوق العادۃ ہو گئی ہوں اور وجوہ کے سمجھنے سے ہماری قوت مدرکہ اور متخیلہ اسوقت قاصر ہو۔

حضرت آدم کی پیدایش پر غور کیجیے۔ آج کوئی عالم یا کوئی حکیم علوم جدید یا علوم قدیمہ کی برکت سے ایسا ذی وقوف نہیں ہے جو یقینی طور پر کسی کو یہ سمجھا دے کہ انسانی سلسلہ توالد وتناسل پیدا ہونے کے قبل ایک مرد اور ایک عورت کا جوڑا کس طرح بن گیا۔ جب قطعی طور پر کوئی دوسری صورت بیان نہیں کی جا سکتی تو کیوں ہم قصہ قرآنی کو گو وہ کیسا ہی مافوق العادۃ ہو صحیح باور نہ کریں بالخصوص ایسی حالت میں کہ تمام آسمانی کتابوں میں ایسا ہی لکھا چلا آتا ہے۔ اب جب آدم کی

کی پیدائیش ہم کو اپنے موجودہ علم کے ذریعہ سے معلوم نہ ہو سکی تو آدم کے زمانہ مین
یا اُنکے قریب زمانہ کی باتین جو مافوق العادۃ بیان کی جاتی ہین ہم اُنکو کیون غلط
مانین - مثلاً حضرت سلیمان کی نسبت مذکور ہے کہ وہ جانورون کی بولی سمجھتے تھے
کیا بعید ہے کہ اُسوقت انسان مین جانورون کی بولی سمجھنے کی قوت موجود ہو - اور
سلیمان مین وہ قوت نسبتہً زائد ہو - اب بھی تو یہ قوت انسان مین کچھ نہ کچھ موجود ہے
ایک کتے کو دیکھ کر دوسرا کتا بھونکتا ہے - یا گھوڑا دانے کے وقت بولتا ہے -
بلی کھانے کے سامنے بیٹھ کر میاؤن میاؤن کرتی ہے اور انسان سمجھ جاتا ہے کہ
کس غرض سے یہ آواز جانور کے منھ سے نکلی - بطور مذاق کے کہا جا سکتا ہے کہ
ڈارون تھیوری کے مطابق جب رفتہ رفتہ بندر سے آدمی بنے تو بندر کی خو بو بھی
رفتہ رفتہ بدلی ہوگی - ممکن ہے کہ حضرت سلیمان کے وقت تک جانور کی بولی
سمجھنے کی قابلیت جو بوجہ ہم جنسی کے شروع شروع انسان مین تھی اُسمین
زائد تر تغیر نہ آیا ہو - بہر حال جتنے قصے قرآن کے ہین وہ سب سچ ہین - زیادہ
آسانی تو اسمین ہے کہ اُسوقت کا طرز معاشرت جداگانہ مان لیا جائے یا فطرت
کی جانب سے زائد تر دست اندازی اُسوقت کی مانند بوجہ مین ضروری سمجھی جائے
یا اگر کسی طرح موجودہ فلسفہ سے الگ ہونا گوارا نہ ہو تو لسان تخیلی سے بدلی
جائے - خدا کو صرف فلاسفہ کے لیے تو قرآن کا نازل کرنا مقصود نہ تھا
کل عالم کے لیے اُسکو اتارنا تھا جسمین عرب کے بدو جیسے ناتربیت یافتہ لوگ
زائد تر تھے - جو قرآن ایک عالم کے لیے اور ایک جاہل کے لیے ہوتا تو غرض
فوت ہو تی اسلیے ایک ہی کتاب سے دونون کو سمجھانا مناسب تھا - فلاسفہ

کے لیے جو قرآن اُترا تا اُسکو جہلا کبھی نہ سمجھتے لیکن جہلا کے لیے جو اُترا وہ عقلا بھی سمجھ سکتے ہین اور اسلیے یہ طرز اختیار کیا گیا جواب ہے۔ آنکھون مین بصارت ہو کانون مین سماعت ہو تو ہر زمانہ اور ہر قوم کے لیے قرآن چراغ ہدایت ہو سکتا ہے تربیت یافتہ کی بھی تشفی کرتا ہے اور ناتربیت یافتہ بھی اس سے ہدایت پاتے ہین۔

ابوالبشر آدم

حضرت آدم کا ذکر قرآن مین کئی جگہ پہ ہے۔ از قسم انسان سب کے پہلے یہی دنیا مین آئے۔ اور اُنکے بعد حوا اُنکی بی بی آئین۔ خلقت انسان انہین دونون سے شروع ہوئی۔ تعلیم جو اس قصہ سے کی گئی ہے اپنی نوعیت مین وہ لاجواب ہے

(۱) عزازیل ایسا مقرب فرشتہ اپنی نخوت کی وجہ سے شیطان ہو کر مارا مارا پھرتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ نخوت کو بُری بلا سمجھے۔

(۲) شیطان موروثی دشمن انسان کو ہے اُسکے درغلانے سے بُرے اعمال کرنا سخت بے دانشی ہے۔ نفس امارہ کو دشمن موروثی قرار دینا اور یون اس سے ڈرانا نہایت اچھا طرز بیان کا ہے۔

بعض ایسے گمراہ حضرات ہین جو سائنس کی چند جھوٹی سچی کتابین پڑھکر اپنے معلومات کو قرآن سے زائد با وقعت سمجھتے ہین۔ گمراہ کا لفظ ہم نے بہت بُرے معنون مین استعمال نہین کیا ہے۔ ہمارے نزدیک وہ حضرات گمراہ کہے جانے کے ضرور سزاوار ہین جو راز فطرت کے دریافت کرنے مین اپنا عزیز وقت ضایع کرتے ہین اور یہ نہین سمجھتے کہ اُنکے حواس اس کام کے لیے نہین بنائے گئے ہین ہمارے نزدیک تو فطرت انسانی سے بعض اسرار کو ہم سے پوشیدہ رکھا ہے اُنکی نیت

تھا کہ گھوڑے ... قانون فطرت کے ساتھ بے ادبی لازم آتی ہے
خدا کہتا ہے کہ ہم تم سے چھپ جائینگے اور تم کہتے ہو کہ ہم خواہ مخواہ دریافت
کرینگے۔ آج تک ایک نے بھی قابل اطمینان کامیابی حاصل نہین کی لیکن
پھر بھی تم ... پر قایم ہو۔ یہ کیا حرکت ہے اچھا بے ادبی نہ سہی مالیخولیا تو ضرور
ہے۔ گمراہی نہین تو گمراہی کا مقدمہ تو ہے۔ حافظ شیرازی نے کیا خوب لکھا ہے

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معما را

بہرحال ہم کہتے ہین کہ ان گمراہون کی تسکین خاطر بھی قرآن سے ہو سکتی ہے
اور ہم اسکو بھی قرآن کا ایک معجزہ سمجھتے ہین کہ وہ ہر درجے کے لوگون کی سمجھ کے مطابق ہے
قصہ جو قرآن مین مختلف مقامات پر درج ہے یون مسلسل بیان کیا جاتا ہے

خدا نے سڑی ہوئی کیچڑ سے جو گویا آگ مین پکی ہوئی ٹھیکرے کے مثل گرم ہو رہی تھی آدم کو
اور اُسکے ساتھی حوا کو پیدا کیا پھر انکو اس صورت موجودہ پر بنایا۔ فرشتون سے کہا
کہ آدم کو سجدہ کرو سب نے سجدہ کیا۔ مگر شیطان نے سرکشی کی۔ خدا کے حکم کو نہ مانا
اور سجدہ نہ کیا۔ خدا نے اُس سے پوچھا کہ تو نے سجدہ کیون نہین کیا۔ اُسنے
کہا مین آدم سے افضل ہون۔ تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور آدم کو مٹی
سے بنایا ہے۔ خدا نے کہا جا دور ہو تو فرشتون مین رہنے کے لائق نہین ہے
اُسنے کہا مجھے قیامت تک ایسا ہی رہنے دو۔ چونکہ تو نے مجھے بہکایا ہے مین
بھی انسان کو بہکاتا رہونگا۔ خدا نے کہا دور ہو جا اے مردود جو لوگ تیری متابعت
کرینگے مین اُنسے دوزخ بھر دونگا۔ خدا نے آدم سے کہا کہ شیطان تمہارا

کیا دشمن ہے اُس سے خبردار رہنا۔ پھر اُنکو بہشت مین رکھا جہان کہ انکو بھوک تھی نہ پیاس تھی نہ دھوپ لگتی تھی، ورنہ کپڑے [illegible] خدا نے کہا جو کچھ چاہو کھاؤ مگر فلان درخت کے پاس نہ جانا اگر جاؤ گے تو آپ اپنے لیے بُرا کرو گے شیطان نے اُنکو بہکایا اور کہا کہ مین تمکو ہمیشگی کا اور ہمیشہ رہنے والی پادشاہت کا درخت بتاتا ہون اور یہ وہی درخت بتایا جس سے خدا نے منع کیا تھا اور کہا کہ اس مین کوئی برائی نہین ہے تم اس سے اسلیے منع کیے گئے ہو کہ تم فرشتے اور ہمیشہ رہنے والے نہ ہو جاؤ۔ شیطان کے بہکانے مین وہ آگئے اور درخت ممنوعہ مین سے کچھ کھالیا۔ اُسکے کھانے سے جو زندگانی کا پردہ تھا اُنپر سے اُٹھ گیا عیب وثواب معلوم ہونے لگا۔ اُنکی برہنگی اُنکو شرمانے لگی اور درخت کے پتون سے وہ اپنی شرمگاہین چھپانے لگے۔ خدا نے کہا کیا اس درخت کے کھانے سے مین نے تمکو منع کردیا تھا اور یہ بھی کہدیا تھا کہ شیطان تمھارا ایکا دشمن ہے چلو یہان سے جاؤ تم اب جہان رہوگے ایک دوسرے کے دشمن ہوکر رہوگے ایک مدت تک زمین پر رہوگے وہین مروگے اور وہین سے نکلوگے آدم نے خدا کی ہدایت کے موافق اپنے قصور کی معافی اس طرح چاہی کہ " اے ہمارے خدا ہم نے خود پر ظلم کیا اگر تو معاف نہ کرے گا اور رحم نہ کرے گا تو ہم آفت مین رہین گے" خدا نے معاف کردیا اور یہ بتایا کہ تمھارے پاس میری ہدایت آئے گی جو کوئی اُسے مانے گا وہ بے خوف ہوگا اور جو کوئی نہ مانے گا دوزخ مین جائیگا اور ہمیشہ اُسی مین رہیگا۔ خدا نے آدم کو زمین پر اپنا نائب بنایا فرشتون نے کہا کہ ایسے شخص کو تو نیابت دیتا ہے جو فساد کرین گے اور خون بہائین گے اور ہم پاکیزگی کے

ساتھ تجھے یاد کرتے ہین اور تیری تعریف کرتے ہین۔ خدا نے کہا مین جو سب کچھ جانتا ہون۔ جو مین جانتا ہون تم نہین جانتے۔ پھر خدا نے آدم کو سب چیزون کے نام بتاے اور فرشتون کے سامنے کہا اور کہا کہ تم سچے ہو تو ان چیزون کے نام بتاؤ۔ فرشتون نے کہا کہ ہم تو اتنا ہی جانتے ہین جتنا تو نے ہمکو بتایا ہے اُس سے زیادہ نہین جانتے۔ پھر خدا نے آدم سے پوچھا۔ آدم نے سب بتا دیا۔

ضرورت سے زیادہ عقل رکھنے والون کے سمجھانے کے لیے مفصلۂ ذیل سطرین لکھی جاتی ہین

خدا نے اس تمام قصے مین یہ نہین بتایا ہے کہ کسی ہوئی گرم کیچڑ سے خدا نے آدم اور حوا کو کیونکر پیدا کیا۔ ایکدم سے پیدا کیا یا بتدریج پیدا کیا۔ اگر بتدریج جسم انسانی مین آنا ڈاروِن تھیوری کے مطابق مانا جاے تو قرآن سے نہ اسکی تصدیق ہوتی ہے نہ اسکی تردید ہوتی ہے۔ لیکن خدا نے یہ اشارہ کیا ہے کہ ہم نے پیدا کیا پھر صورت بنائی (لقد خلقنٰکم ثم صورنٰکم)۔ اسکا یہ منشا ہو سکتا ہے کہ انسان نطفہ مین نہایت باریک کھنگے کے مانند پیدا ہوتا ہے۔ پھر اُسکی صورت بنتی ہے اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہین کہ انسان کا اور ہر شکل اور تمام چیزون کے اُنھین چھوٹے چھوٹے ذرون سے بنتا ہے جو دنیا مین پہلے سے پیدا ہین صوفیان کرام یہ معنی لگاتے ہین کہ روح انسانی جو ایک خاص پرتو ہے ذات باری کا پہلے سے موجود تھی صورت انسانی مین وہ بعد کو آئی۔

دنیا کی تمام چیزین ایسی ہین کہ جب باہم ایک دوسرے سے ملتی ہین تو ترکیبی امتزاج ہو کر ایک نیا مزاج پیدا ہوتا ہے۔ انسان مین خدا نے اچھی اور بری دونون

طبعت پیدا کی ہین اور یہ قدرت خدا کی ہے کہ انسان ایسے معجون مرکب مین
دو مختلف قوتون کا مزاج الگ الگ قایم ہے۔ ان دونون قوتون مین سے قوت نیکو
فرشتہ اور قوت شر کو شیطان کہین تو خلاف قرآن نہین ہو سکتا معلوم ہے
کہ قرآن لسان تمثیلی مین نازل ہوا ہے تاکہ اسکے مضامین بدوؤن سے لیکر سقراط او
لقمان کے درجہ والون تک کی سمجھ مین بخوبی آجاوین۔ ہر علم کے اصطلاحات خاص
ہوتے ہین۔ اصطلاح مذہب مین قوت خیر کو فرشتہ اور قوت شر کو شیطان مان لینے
سے مضمون بہت عام فہم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بعض حدیث مین جو بیان ہوا ہے
کہ رحم مین فرشتہ انسان کی صورت بناتا ہے تو یہان فرشتہ سے ایک خاص قسم
کی قوت مصورہ مراد ہے۔

فرشتہ یعنی قوت ملکی کا آدم کو سجدہ کرنا اور شیطان یعنے قوت شری کی سرکشی اس
یہ مطلب ہے کہ قوت ملکوتی جو انسان مین ہے وہ اسکی مطیع ہے اور قوت
شیطانی بارہا اطاعت سے انکار کرتی ہے۔ انسان جب کوئی اچھا کام کرنا چاہتا ہے
تو اسکو کوئی دقت نہین ہوتی اسوقت تمام قوتین انسان کی انسان کے تابع
ہوتی ہین۔ اور جب وہ اس قوت کو حرکت دینا چاہتا ہے جو نیکی کی مخرج ہے تو
فی الفور وہ حرکت مین آتی ہے اور انسان سے نیکی۔ رحم۔ محبت۔ ہمدردی اور
حمیت ظہور مین آتی ہے اور اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ تمام قوتین جو
ان چیزون کی منشا ہین سجدہ کر رہی ہین لیکن اسکے برخلاف حالت اس قوت کی
ہے جو بدی اور گناہ کی مخرج ہے۔ اگر ان افعال کو جو اس قوت سے پیدا
ہوتے ہین برا جانتے ہین اور انکو نہ کرنے کا ارادہ کرتے ہین اور [illegible] جاتے

ہین لوگ جھوٹ کو برا سمجھتے ہین اور چاہتے ہین کہ منہ سے نہ بولین مگر منہ سے نکل ہی جاتا ہے غصہ کو برا جانتے ہین اور چاہتے ہین کہ نہ کرین لیکن وقت پر طبیعت بیقابو ہو جاتی ہے۔ زنا سب سے بری چیز ہے۔ زنا کے بعد لوگ خود پر لعنت کرتے ہین اور بیکا اقرار کرتے ہین کہ نہ کرین گے اور پھر کرتے ہین۔ غرضکہ وہ قوت جو تمام بدیون کی جڑ ہے نہایت ہی سرکش اور نافرمان بردار ہے۔

شیطان نے جو خدا سے کہا کہ تو ہی نے مجھے بہکایا ہے مین بھی انسان کو بہکاتا رہونگا اسکا یہ مطلب ہے کہ خدا ہی نے قوت سرکش پیدا کی ہے اور سرکش قوت ہمیشہ سرکشی پر قائم رہے گی یہ جبر و اختیار کا مسئلہ ہے مفصل بیان اس کا "جبر و اختیار" فصل ۵۲ مین ہے۔ بیشک خدا نے دونون قوتین پیدا کی ہین لیکن اسکے ساتھ ہمکو عقل دی ہے کہ قوت سرکش کو ہم دبائین اور اپنے افعال پر ہمکو طاقت دی ہے کہ جب چاہین ہم ہاتھ ہلائین اور جب چاہین نہ ہلائین جب چاہین ہم چلین اور جب چاہین نہ چلین بیٹھے اور رہ جاتے ہین ہمکو قدرت ہے دیکھنے اور نہ دیکھنے پر ہمکو پورا اختیار ہے۔

شیطان جب ایک قوت انسان کا نام ٹھہرا تو وہ فرشتون مین داخل کیا گیا اور جب اسکا سرکش ہونا بتایا گیا تو وہ انہین سے علیحدہ کر کے شیطان بتایا گیا ہے یہی اسکا مردود ہونا اور فرشتون سے علیحدہ کیا جانا ہے۔ رہا آگ سے اسکا مخلوق ہونا اسکا مطلب یہ ہے کہ قوت انسانی مین حرارت غریزی (مادہ اندرونی) ضرور پایا جاتا ہے [illegible] تمام حرارت کا [illegible] قوت سرکشی ہے جیسے شیطان کہتے ہین [illegible]

[illegible]

درخت ممنوعہ کے کھانے سے خدا نے روکا لیکن آدم پھسل گیا اور اس نافرمانی
کی وجہ سے گنہگار ہوا۔ بعد ازان آدم اپنی قوت ملکوتی کو کام مین لائے اور دعا کی کہ
[illegible] اے خدا ہم نے خود پر ظلم کیا۔ اگر تو معاف نہ کرے گا اور رحم نہ کرے گا تو ہم
آخرت مین [illegible] ہو جاوین گے۔ آدم کے پچھتانے اور دعا مانگنے پر خدا نے انکی خطا معاف
کردی۔ اور اگر شجرہ ممنوعہ کھانے سے تمام برائیون کا ارتکاب ہوا ہو جب بھی معاف
ہو سکتے ہین۔ آدم کو انکے قوائے شیطانی نے قوائے شر کو کام مین لا [illegible]
[illegible] اور وہ گنہگار ہوئے اور پھر پچھتانے لگے خدا نے معاف کیا اور یہی
توبہ کرنا اور معاف ہونا کہلاتا ہے۔

آدم کا زمین پر نائب ہونا صریح ظاہر ہے کہ سب سے زبردست مخلوق بنی نوع
انسان ہین۔ اور فرشتون کا تکرار کرنا یہ از قسم خطابیات ہے۔ تمام قوی جو
تمام زمین مین جسکے لئے وہ مخلوق ہین۔ مگر انسان ہی ایسا مخلوق ہے کہ وہ نیکی بھی کرتا ہے
اور بدی بھی کرتا۔ خدا نے گویا انسان کی حقیقت بیان کردی ہے
کہ وہ [illegible] گناہ کرتا ہے لیکن وہ قابل تعلیم اور قابل اصلاح ہے اسیلئے وہ
نائب [illegible] جاتا ہے۔ خدا نے آدم کو تمام چیزون کے نام بتائے۔ نام بتانے
سے اس ملکہ علم انسان مین ودیعت کیا ہے جس سے انسان بقدر اپنی
طاقت کے کارخانہ قدرت پر غور کر سکتے ہین۔ لیکن واضح رہے کہ انسان کو
خدا نے سب کے نام ہی بتائے ہین (وعلم آدم الاسماء کلہا) حقیقت ایک چیز
کی بھی نہین بتائی جیسا کہ بڑے بڑے علما کے قول سے ظاہر ہے کہ جتنا
غور کرتے ہین اتنا ہی خود کو حقایق عالم سے بےخبر پاتے ہین۔

حضرت نوح

انکو آدم ثانی بھی کہتے ہیں، سبب یہ کہ انکے وقت میں اکثر ذی روح طوفان میں ہلاک ہو گئے تھے اور پھر ان سے اور نیز انکے ساتھیوں سے نسل بڑھی۔ قرآن میں یہ قصہ یون مذکور ہے کہ حضرت نوح کے زمانہ میں گمراہی بہت بڑھ گئی تھی۔ حضرت نوح نے لوگوں کو بہت سمجھایا۔ بجاے شکرگزار ہونے کے لوگ انکے دشمن ہو گئے کسی نے انکا کہنا نہ مانا۔ حتیٰ کہ انکا ایک لڑکا بھی انسے الگ ہو گیا۔ بالآخر ایک سبب سے جسکو تنور سے تعبیر کیا ہے لیکن یہ صاف نہیں کھلتا ہے کہ تنور سے کیا مراد ہے پانی نکلنا شروع ہوا۔ حضرت نوح کو پہلے سے خیال تھا اور انہوں نے ایک کشتی بنا رکھی تھی اپنے ساتھیوں کو اسپر سوار کر لیا اور جانوروں کے جوڑے بھی رکھ لیے۔ تمام خلقت ڈوب گئی۔ لیکن حضرت نوح مع اپنے ساتھیوں کے صحیح و سلامت رہے

ذوالقرنین

قرآن میں ذوالقرنین کا قصہ ہے لیکن ٹھیک پتہ نہیں لگتا کہ ذوالقرنین سے کیا مراد ہے غالباً یہ لقب اسی بادشاہ کا ہے جسکا قصہ ہے۔ حضرت عیسیٰ سے کچھ ہی پہلے سکندر یونانی نے مشرق سے مغرب تک یعنے یونان سے ہندوستان تک فتح کر ڈالا تھا۔ اسکا یہ حال سب کو معلوم تھا اور قرآن میں جس ذوالقرنین کا ذکر ہے اسنے بھی مشرق سے مغرب تک فتح کیا تو سکندر کے حالات پڑھکر مسلمان سمجھے کہ ذوالقرنین سے وہی سکندر یونانی مراد ہے۔ اسوقت کے مسلمان جغرافیہ ارض سے اسقدر واقف نہ تھے جتنا کہ اب نئی تحقیقات حال سے دریافت ہوا ہے اور اسلیے ٹھیک مفہوم قرآن کا نہ سمجھے ... تحقیقات جدیدہ کے بعد قرآن کے معنی ٹھیک نکالے

جائیں تو ذوالقرنین کوئی دوسرا شخص ٹھہرے گا اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مین بالکل سُنے سنائے قصّے نہین ہین بلکہ یہی باتین بھی ہین جو اُسوقت کے لوگون کو معلوم نہ تھین صرف پیغمبر کو اُس خاص فیضان الٰہی کے ذریعہ سے معلوم ہوئین جسکا دوسرا نام رسالت ہے۔

قرآن مین مذکور ہے کہ ذوالقرنین کو خدا نے بہت بڑھایا اور پچھم جانب وہ بڑھتے بڑھتے ایسے مقام پر پہونچا جہان سیاہ کیچڑ کے کنڈل مین آفتاب غروب ہوجاتا ہے اور پھر پورب طرف بڑھتے بڑھتے ایسی جگہ پہونچا جہان لوگ جانورون کی طرح بسر کرتے تھے یہ ستر عورت بھی کسی چیز سے چھپاتے نہ تھے۔ قرآن مین یہ بھی مذکور ہے کہ ذوالقرنین اوتر جاتے جاتے ایک قوم کے پاس پہونچا جو اپنے ہمسایہ شمالی سے نہایت تنگ تھی۔ قرآن مین یہ شمالی قوم یاجوج اور ماجوج کے نام سے ذکر کی گئی ہے اور یہ مذکور ہے کہ ان شمالی وحشیون کا حملہ بچانے کے لیے دیوار تاتار ذوالقرنین نے بنوائی تھی۔ دیوار تاتار دنیا مین صنعت انسانی کی نہایت مستقل یادگار ہے۔ اس قصہ کے ذکر کرنے کی غایت یہ ہے کہ اپنی صنعت اور ہمت پر ناز کرنے والے سلاطین چین کو خدا نے دنیا مین ایسا بادشاہ بھی پیدا کیا تھا جو دیوار تاتار ایسی مستحکم یادگار چھوڑ گیا جسکی ثانی اسوقت بنانا محال ہے۔ مشرقی وحشیون سے چین کے ساحل شرقی کے باشندے مراد ہون جہان تہذیب بہت دنون کے بعد پہونچی اور مغرب مین سیاہ کیچڑ کے کنڈل سے بحر اسود سمجھا جائے تو ذوالقرنین کسی ایسے ملک کا بادشاہ ٹھہرتا ہے جسکے شمال مین دیوار تاتار اور پچھم بحر اسود ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ترکستان چینی تاتار اور چین خاص مین

کوئی شہنشاہ اگلے زمانہ میں ایسا زبردست گزرا ہے جسکے حکم سے دیوار تاتار بنائی گئی تھی اور تاریخ کی پرانی کتابوں سے بھی کچھ کچھ پتا لگتا ہے کہ اگلے زمانہ میں ایک بادشاہ ایسا گذرا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ

انکا لقب خلیل اللہ ہے ۔ انکا تذکرہ بھی قرآن میں ہے اور مختلف جگہوں پر ہے کفار عرب اور یہودیان تمام انھیں کی نسل سے تھے۔ اسلیے قرآن میں انکے ذکر کی زائد ضرورت تھی۔ لوگوں کو یہ سمجھانا تھا کہ اگر باپ دادا ہی کے دین پر رہنے کے لیے وہ حریص ہیں تو ابراہیم کے دین پر چلیں کہ وہ بھی اجداد میں ہیں۔ گمراہ آباو اجداد کے طریقہ اختیار نہ کریں۔

حضرت ابراہیم کے باپ آذر بت فروش اور مقرب سلطان تھے۔ بادشاہ بھی بت پرست تھا۔ حضرت ابراہیم کے عرفان کی کیفیت قرآن میں یوں لکھی گئی ہے کہ یہ اپنے طریقہ آبائی یعنے بت پرستی سے کارہ تھے۔ اور اسکو عقلاً برا سمجھتے تھے۔ ایک روز چاند نکلا تو اسکی پیاری پیاری صورت دیکھ کر یہ سمجھے کہ بت کی جگہ اسی کو خدا کیوں نہ سمجھیں پھر تنے میں رات گزری دن آیا۔ آفتاب کی روشنی سب پر غالب ہوئی۔ تو کہنے لگے کہ یہ تو بڑا زبردست معلوم ہوتا ہے یہی خالق عالم ہوگا پھر وہ بھی شام کو چھپ گیا تو کہنے لگے کہ خالق عالم کوئی دوسری ہی قوت ہے جو پردہ میں بیٹھی ہوئی تماشہ دکھا رہی ہے اسی کو خالق سمجھنا چاہیے۔ جب وہ اسپر خوب اچھی طرح قایم ہو لیے تو نور ایمان روز بروز انکے دل میں بڑھنے لگا۔

ایک روز حضرت ابراہیم نے موقع پاکر تمام چھوٹے چھوٹے بت توڑ ڈالے

اور جو سب سے بڑا تھا اُسکو رہنے دیا۔ گھر والون نے آکر پوچھا کہ کیا ہے۔ حضرت ابراہیم نے کہا کہ بڑے بُت سے پوچھو۔ وہ سب مین بڑا ہے وہی جانتا ہوگا یا انھی نے یہ سب کچھ کیا ہوگا۔ لوگون نے ابراہیم سے کہا کہ اس پتھر سے مین کیا پوچھون۔ بھلا یہ بولنا جانتا ہے یا کچھ کرنے کی قدرت رکھتا ہے؟۔ ابراہیم نے کہا کہ پھر اسکی پرستش کیون کرتے ہو۔ سب نے حضرت ابراہیم کو زندہ آگ مین ڈالنا چاہا۔ کہ اسوقت سب سے سنگین یہی سزا تھی۔ حضرت ابراہیم کو خدا نے اس آفت سے بچایا۔ بچنے کی صورت زائد تفصیل سے نہین بیان کی گئی ہے قرآن مین صرف اتنا بیان ہے کہ خدا نے آگ سے کہا کہ "ٹھنڈی ہو جا"۔ قرآن کے الفاظ یہ ہین۔ ہم نے حکم دیا کہ اے آگ ابراہیم کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی کی موجب ہو جا" الانبیاء رکوع ۵۔ مفسرون نے کہا ہے کہ آگ بالکل ٹھنڈی ہو گئی اور حضرت ابراہیم صحیح و سالم اُسمین سے نکل آئے ہم مسلمان ہین اور ہمکو اسکے سچ ہونے مین کوئی شک و شبہ نہین ہو سکتا۔ اگر خدا چاہے تو وہ سب کچھ کر سکتا ہے لیکن جو لوگ یہ سمجھتے ہین کہ قانون قدرت کو خدا کبھی نہین توڑتا تو وہ یون سمجھ سکتے ہین کہ خدا نے آگ سے اُنکو کسی طرح بچا لیا جلنے کی نوبت نہین آئی۔ دیکھیے کفار مکہ نے جب آنحضرت محمدؐ کے قتل کے لیے آنحضرتؐ کے گھر کا محاصرہ کیا تھا تو اپنی جگہ پر آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو سُلا دیا تھا اور خود مدینہ چلے گئے تھے۔ یہ بھی تو خدا کا بچانا ہی تھا کہ تمام مکے کے لوگ ایک شخص کے مار ڈالنے پر تُلے ہوئے تھے اور وہ بچ کر چلا گیا اسی طرح حضرت ابراہیمؑ بھی کسی طور سے بچ گئے ہونگے خدا نے اگر اسکو یون کہا کہ ہم نے آگ کو حکم دیا کہ بجھ جائے تو مجاز اً ایسا

ؔ قلنا یٰنار کونی بردًا وسلٰمًا علی ابراہیم۔

کہنا درست ہے۔ پُرانے قصّہ قرآن مین محض اشارہ اور کنایہ کے طور پر بیان کیے جاتے ہین کیونکہ مقصود اصلی ہوتا ہے نصیحت کرنا نہ کہ قصّہ بیان کرنا۔ قرآن کی فصاحت اور بلاغت کے لحاظ سے قرآن کا طرز بیان بھی ایک خاص قسم کا ہے۔ خدا نے اگر آگ سے کہا کہ ٹھنڈی ہوجا تو ماحصل یہی ہوا کہ خدا نے ابراہیم کو آگ مین جلنے نہین دیا۔ ظاہری الفاظ کی پوری پوری پیروی کرنے کو تو کوئی بھی نہین کہتا یعنے یہ کسی کا خیال نہین ہے کہ جس طرح ایک طرف لوگ حضرت ابراہیم کو آگ مین ڈالنے کے لیے کھڑے تھے اسی طرح خدا دوسری طرف کھڑا ہوکر اپنی زبان سے آگ کو حکم دے رہا تھا کہ ٹھنڈی ہوجا جس طرح کہنے کے مجازی معنے سیے جائینگے کہ زبان سے کہنا مقصود نہین ہے اسی طرح آگ کا ٹھنڈا ہوجانا بھی یہ مفہوم رکھ سکتا ہے کہ آگ مین حضرت ابراہیم جلنے نہین پائے بلکہ آگ تک پہنچنے کی نوبت ہی نہین آئی۔ بیر سے بچ گئے۔ اس بچانے کو خدا سورہ عنکبوت کے رکوع ۳ مین اور طور سے بیان کرتا ہے۔ "قوم کے پاس حضرت ابراہیم کی باتون کا کوئی جواب نہ تھا بجز اسکے کہ اُنھون نے کہا کہ اُسکو مار ڈالنا چاہیے یا جلا دینا چاہیے لیکن اللہ نے اُسکو آگ سے بچا لیا"[1] قرآن کے قصّہ زیادہ تو وہ ہین جنکو لوگ پہلے سے جانتے تھے اُن قصّون کو یاد دلا کر لوگون کو اسلام کی ترغیب دینے کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ طرز بیان جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کچھ تو لسان تمثیلی کی رعایت سے ہے اور کچھ فصاحت کلام کے لحاظ سے ہے اُس وقت کے مضمون کو ملکی اور اخلاقی امور کی طرف زائد توجہ تھی دوسرے علوم وفنون

[1] فما کان جواب قومہ الا ان قالوا اقتلوہ او حرقوہ فانجیہ اللہ من النار۔

کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت تھی اور نہ موقع تھا۔ اسلیے وہ سیدھے سیدھے طور پر قصہ کی تعبیر مشہور اور معروف طریقہ سے کرتے گئے۔ دوسرے طور پر سمجھنے کی تو ضرورت اسوقت ہوئی جب اور علوم کی طرف بھی مسلمانون کو توجہ ہوئی یا اور علوم جاننے والون کے ساکت کرنے کی ضرورت معلوم ہوئی۔ قرآن کا معجزہ ہے کہ جس طرح اسکو سمجھو سمجھ آتا ہے۔ جنگلی آدمیون کو بھی وہ سمجھا سکتا ہے اور فلاسفر وقت کو بھی تسکین دے سکتا ہے۔

ابراہیم کو اپنے وطن یعنے زمین بابل سے آکر شام مین آباد ہونا پڑا۔ شام سے وہ مصر بھی گئے تھے۔ مکہ مین خانہ کعبہ انھین کی تعمیر ہے۔ لیکن بیان یون کیا جاتا ہے کہ پہلے بھی یہان ایک عبادت خانہ تھا اور ابتداے خلقت آدم سے تھا جو منہدم ہوگیا تھا۔

حضرت ابراہیم بہت بوڑھے ہوگئے تھے اور کوئی اولاد نہ تھی۔ ایک دن فرشتون نے کہا کہ آپ کے اولاد پیدا ہوگی۔ حضرت ابراہیم اور انکی بی بی کو حیرت ہوئی کہ پیرانہ سالی مین اولاد کیسے ہوگی۔ لیکن خدا نے اولاد دی۔ ایک بی بی سے حضرت اسحاق اور دوسری سے حضرت اسمعیل ہوئے۔ کبر سنی مین اولاد کا پیدا ہونا ایک غیر معمولی بات تھی اسلیے خدا اسکا ذکر کرکے اپنی قدرت دکھاتا ہے۔ فرشتون کا متردد ہونا بھی ہمارے نزدیک مستبعد نہین ہے ابتداے عالم مین جب کچھ نہین سے سب کچھ ہوا قانون قدرت کا طرز بھی موجودہ حالت سے ضرور ہی جدا ہوگا۔ لیکن اسکو نہ ماننے والے اگر صرف اتنی ہی بات پر دین اسلام سے الگ ہوئے جاتے ہین تو ہم انکو یون بھی سمجھا سکتے ہین کہ ہر ایک انسان مین جو قوت

ملکوتی یا قوت شیطانی دی گئی ہے اُسی کی طرف بیان بھی اشارہ ہے یعنے ابراہیم
مین جو قوت ملکوتی تھی اُسکے ذریعہ سے اُنکو اور اُنکی بی بی کو آثار معلوم ہوئے کہ لڑکا
پیدا ہونے والا ہے اور اُنکو سخت تعجب ہوا اس کبر سنی مین یہ محض شان خدا ہے
کہ جوانی مین یہ تمنا کبھی پوری نہ ہوئی ورب ناامیدی کی حالت مین امید قایم ہوئی۔
لڑکا اور وہ بھی بڑھاپے کا لڑکا حضرت ابراہیم کو حضرت اسحاق سے بمید انس تھا
خدا کو اپنے خلیل کی آزمایش منظور ہوئی اور حکم دیا کہ اسحاق کو خدا کی راہ میں قربان کرو
حکم دینا وحی کے ذریعہ سے تھا اور وحی آناؤ طور سے تھا۔ خواب مین یا بیداری
مین۔ قرآن مین مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم نے خواب دیکھا کہ وہ اپنے لڑکے کو اپنے
ہاتھ سے ذبح کر رہے ہین سمجھے کہ خدا کا یہی حکم ہے اور لڑکے کو راہ خدا مین قربان
کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ اس واقعہ کے ذکر سے صرف آل ابراہیم کو یہ یاد دلانا مقصود تھا
کہ خدا کی محبت مین اُسکا دادا ابراہیم کس درجہ ثابت قدم تھا۔ قرآن مین مذکور ہے کہ
حضرت اسحاق بھی قربان ہونے کو بخوشی راضی ہوگئے۔ اس بیان سے حضرت اسحاق
کا بچپن ہی سے خداشناس ہونا دکھایا گیا ہے اور نیز یہ بتایا گیا ہے کہ اپنے
کامون مین کس طرح باپ کی اطاعت لایق بیٹے کیا کرتے ہین۔ یہین یہ بھی جاننا
چاہیے کہ اخلاق اور تہذیب کے طریقہ وقتاً فوقتاً بدلتے رہتے ہین۔ اُس زمانہ
مین اللہ کی راہ مین اپنے کو قربان کرنا ناروا نہ تھا اور اسی لیے حضرت ابراہیم
بیٹے کے ذبح کرنے پر اُسکی رضامندی کے ساتھ آمادہ ہوگئے۔ شرع محمدی
مین اب یہ جائز نہین ہے اور اسلیے اگر کوئی بسم اللہ اللہ اکبر کہکر اپنے
گلے پر چھری پھیر دے اور خدا کی راہ مین قربان ہونا چاہے تو شریعت

ظاہری اُسے عاصی قرار دے گی۔

قرآن مین اس قربانی کا قصہ یون ختم کیا گیا ہے کہ " ہم نے ایک بڑی قربانی اسمعیل کا فدیہ دیا۔ ورآنے والی اُمتون مین اُسکا ذکر باقی رکھا[۱]" مفسرون نے یون لکھا کہ بہشت سے ایک موٹا دُنبہ آیا اور وہ ذبح ہوا اور اُسی روز سے ہر سال قربانی ابراہیم پر اور ابراہیم کی اُمت پر واجب ہوئی۔ اور آنحضرت محمدؐ کے مذہب مین بھی وہی وجوب قایم رہا۔ لیکن اگر بہشت سے دُنبہ کا آنا نہ کہین اور یہ سمجھے ہوہین سمجھین کہ خدا نے یہ وحی کے ذریعہ سے حضرت ابراہیم کو آگاہ کردیا کہ بیشک تم میرے سچے دوست ہو لیکن بیٹے کو قربان نہ کرو۔ یہ طریقہ بُرا ہے۔ تمھارا امتحان ہوچکا اسکے عوض میں بقرعید میں قربانی کیا کرو تو یہ یون ہوا کہ بقرعید کی عالمگیر قربانی بجائے اسحق کی قربانی کے بطور فدیہ کے قایم ہوئی اور دوسری آیت کے معنی صاف ہین کہ اس طرح سے آنے والی اُمتون مین بھی حضرت ابراہیم کا ذکر خیر قایم ہوگیا ہر ایک مسلمان جانتا ہے کہ بقرعید کی قربانی حضرت ابراہیم کے وقت سے قایم ہے اور اسی طرح قایم ہوئی ہے۔

حضرت یوسفؑ

حضرت ابراہیم کے دو بیٹے حضرت اسحقؑ اور حضرت اسمعیلؑ۔ حضرت اسحقؑ کے ایک بیٹے کا نام حضرت یعقوبؑ تھا۔ حضرت یعقوبؑ کے بہت سے بیٹے پیدا ہوئے جنمین حضرت یوسفؑ حُسنِ صورت اور حُسنِ اخلاق کی وجہ سے بہت زیادہ ممتاز تھے اور اسی سبب حضرت یعقوبؑ انکو بہت پیار کرتے تھے۔ بڑے بھائیون کو حضرت

---

[۱] وفدیناه بذبح عظیم۔ وترکنا علیه فی الآخرین۔

یوسف کی حالت پر رشک آیا اور انکو شکار کے حیلے سے گھر سے باہر لیجا کر ایک کنوئین مین زندہ ڈال آئے۔ بھائیون نے تو حضرت یوسف کا خاتمہ ہی کر دیا تھا لیکن قدرت خدا کہ وہان ایک قافلہ کا گزر ہوا اور سقی پانی بھرنے آیا تو رسی پکڑ کر حضرت یوسف باہر نکل آئے اور سردار قافلہ کے غلام ہوئے۔ بکتے بکاتے شاہ مصر کے پاس پہونچے۔ وہان بادشاہ بیگم انکی طرف مائل ہوئی یہ بھاگے تو شرمندہ ہوئی اور دبائو ڈالنے کے لیے فریادی ہوئی۔ بادشاہ نے تحقیقات کی تو حضرت یوسف بےقصور پائے گئے۔ اُنکے بھاگنے کے وقت پیچھے کا دامن پھٹ کر شاہ بیگم کے ہاتھ مین رہ گیا تھا اور وہی شاہ بیگم کے خلاف ایک معقول شہادت تھی۔ حضرت یوسف بچے تو سہی لیکن پھر مصلحتاً زندان مین بھیجدیے گئے۔ زندان مین جانے کے تیں شہر میں اس واقعہ کا چرچا ہوا تو بہتیرم عورتون نے شاہ بیگم کو چھیڑنا شروع کیا شاہ بیگم نے ایک روز اُن عورتون کو جمع کیا۔ اور سب کے ہاتھ مین ترنج اور چاقو دیدیے اور کہا کہ تراشو اور اُسی حالت مین حضرت یوسف کو بُلا بھیجا۔ حضرت یوسف آ گئے تو اُنکا جمال دیکھ کر وہ عورتین گھبرا گئین اور حالت بدحواسی مین بجاے ترنج کاٹنے کے اُنگلیان زخمی کر لین۔ اُن عورتون نے تو شاہ بیگم کو ضرور ناقابل الزام تصور کیا لیکن زبان خلق کو کون روکتا۔ اس واقعہ سے اور بھی شاہ بیگم کی رسوائی بڑھی اور حضرت یوسف کا زندان مین بھیجنا ناگزیر سمجھا گیا۔ زندان مین بادشاہ کا ایک ندیم چند روز کے لیے معتوب ہو کر بھیجا گیا تھا جب اُسکی صفائی ہوئی اور پھر اُسکو تقرب شاہی نصیب ہوا تو اُسکے ذریعہ سے حضرت یوسف کی عقل و فراست کی خبر دربار مین پہونچی بادشاہ نے ایک خواب دیکھا جسکی تعبیر حضرت یوسف نے یہ کی کہ آیندہ قحط آنے والا ہے

اور پھر اُس قحط کی مصیبتون سے بچنے کے لیے ترکیب بھی بتائی - وہ زندان سے پھر بادشاہ کے پاس پہونچے لیکن ابکی زمرہ غلامان مین نہ تھے بلکہ ندیمون مین تھے رفتہ رفتہ اراکین دولت مین داخل ہوگئے اور بادشاہت ... ہوگئے انکے عہد سلطنت مین وہی دشمن بھائی غلہ لینے آئے ... یوسف نے انکو پہچانا اور تھوڑے سے اسباب لطف فراہم کرنے کے بعد اپنے والدین کو مصر مین بلوا بھیجا اور بے حد تعظیم و تکریم اُنکی کی اور اسی سلسلہ مین اپنے دشمن بھائیون پر بہت کچھ احسان کیا اور وہ حضرت یوسف کا کرم دیکھ کر بہت محجوب ہوئے -

اس قصہ سے مفصلۂ ذیل باتین پیدا ہوتی ہین -

۱ - عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد - جو فعل حضرت یوسف کا باعث ہلاکت خیال کیا گیا تھا وہی اُنکی شاہی کا سبب ہوا -

۲ - خدا کو کسی کے گھٹانے بڑھانے مین یا عزت اور ذلت دینے مین دیر نہین لگتی - اُسنے آغوش پدر سے نکال کر حضرت یوسفؑ کو کنوئیں مین ڈالا - کنوئین سے وہ نکلے تو غلام ہوئے - حالت غلامی مین اس رتبہ کو پہونچے کہ شاہ بیگم کی نظر پڑنے لگی پھر اُس عیش سے جدا ہو کر زندان مین بھیجے گئے جہان چور اُچکے اُٹھائی گیرے بند رہتے تھے - زندان سے نکل کر جو ایکبارگی ترقی کے زینہ پر چڑھنے لگے تو مصر ایسے ملک کے بادشاہ ہوئے جو اُس زمانہ مین تمام دنیا مین منتخب سمجھا جاتا تھا -

۳ - اس قصہ مین یہ تعلیم بھی دی گئی ہے کہ تمھارے ساتھ کوئی بُرائی کرے تو تم اُسکے ساتھ بھلائی کرو کہ یہ بھلائی دیکھ کر وہ دشمن محجوب اور شرمندہ ہوگا اور اس طرح جو روحی تکلیف اُسکو ہوگی وہ اور طور پر شاید نہ ہوسکے گی

حضرت داؤد

یہ پیغمبر تھے اور بادشاہ بھی تھے - ان کے پاس ننانوے بیبیان
تھیں - ایک سپاہی کی بی بی ان کو پسند آئی - مگر شوہر اسکا زندہ تھا اس لیے
اس کو زوجیت مین نہ لے سکتے تھے - اتفاق سے کوئی لڑائی پیش
آئی اس کے شوہر کو وہان بھیجا اور وہ مارا گیا - باقتضاے بشریت ان کو
مسرت ہوئی ہوگی - خدا کو اس لغزش پر متنبہ کرنا منظور ہوا - آپکے سامنے
ایک روز دو شخص لڑتے ہوئے آئے - آپ نے وجہ مخاصمت پوچھی تو
ایک نے بیان کیا مین دوسرے کا بھائی ہون - اس کے ننانوے
دنبیان ہین اور میرے پاس صرف ایک ہے - یہ اسکو بھی نہین دیکھ
سکتا اور مجھ سے بہ جبر میری دنبی لینا چاہتا ہے - حضرت داؤد نے کہا یہ بڑا ظالم ہے
اسکے بعد انکو خیال آیا اور سمجھے کہ انکا حال تو بجنسہ اس ظالم کا سا ہے کہ ننانوے
بیبیان گھر مین موجود ہین اور پھر دوسرے کی بی بی پسند آتی ہے - حضرت داؤد
نے اس واقعہ کے بعد خدا سے توبہ کی - روئے اور پریشان ہوئے - خدا نے
توبہ قبول کی - اس قصہ سے یہ دکھانا ہے کہ انسان سے قصور ہو ہی جاتا ہے
اور توبہ کرنے سے خدا معاف بھی کر دیتا ہے اسکے بعد خدا کی طرف سے
نصیحت کیگئی ہے وہ یہ ہے [1] داؤد ہم نے تمکو زمین کا بادشاہ بنایا ہے تم آدمیون مین
منصفانہ حکم دیا کرو - خواہش نفس کی پیروی نہ کرو ورنہ یہ تمکو راہ خدا سے بھٹکا دے
گی اور جو لوگ راہ خدا سے پھر جائین گے انپر روز حساب کو بھول جانے کی

[1] یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الهوی فیضلک عن سبیل اللہ ان الذین یضلون
عن سبیل اللہ لهم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب - ص

وجہ سے عذاب شدید ہوگا"

حضرت سلیمان

حضرت داؤد کے بیٹے حضرت سلیمان بھی پیغمبر ہوئے - اور روے زمین کے
بڑے بادشاہون مین ہوئے کہ جن وانس ہوا طیور بھی انکے قابو کے تھے
الفاظ قرآن ایسے ہی ہین اور لسان تمثیلی سمجھکر اگر یون معنی پیدا کیے جائین کہ علم
و ہنر اور زور دانین اسقدر تھا کہ ہر شے انکے لیے تھی جب بھی ممکن ہے - غبارہ کے
اُڑنے والے کو کہہ سکتے ہین کہ ہوا پر بھی [illegible] ہے - سرکس کے تماشہ کرنے
والے وحشی جانورون پر کیسا کچھ قابو رکھتے ہین - تاریخون سے ثابت ہے کہ بنی اسرائیل
کی اعلی ترقی کا زمانہ ایسا تھا کہ اب اُسکی مثال نہین ملسکتی - خدا قرآن میں یہ دکھاتا ہے
کہ ہم نے سلیمان ایسے پیغمبر بھی پیدا کیے ہین جو ہر چیز پر قادر تھے - کوئی بادشاہ
اپنے زور اور حکومت پر اترانا چاہے تو اُسکو حضرت سلیمان کے حالات پڑھکر
سمجھ جانا چاہیے کہ ابھی وہ حضرت سلیمان کا پاسنگ بھی نہین ہے -

قرآن مین حضرت سلیمان کے لشکر کا یون ذکر ہے کہ لشکر کی آمد ہوئی تو
چیونٹیان سوراخ مین چلی گئین وہ ڈرین کہ ہم سب پامال نہ ہوجائین - قرآن
مین لکھا ہے کہ [illegible] تمام حاضر تھے ہدہد حاضر نہ تھا سلیمان نے پوچھا تو معلوم
ہوا کہ سبا کی ملکہ [illegible] نے گیا تھا - حضرت سلیمان نے سُنا کہ بلقیس
کی [illegible] جواب ہی کے لیے بلقیس طلب
کی گئی [illegible] ہوئی دیو (شیاطان) تعنات ہوئے معلوم
نہین کہ ہدہد اور دیو سے کیا استعارہ یا کنایہ ہے - بہر حال اس سے سمجھا جاتا ہے

کہ حکومت سلیمان کی کس درجہ کو بڑھی ہوئی تھی - پھر قرآن مین حضرت سلیمان کے
محل کی تعریف یون کی گئی ہے کہ بلقیس مکان مین چلی تو فرش زمین شیشہ کا تھا
وہ پانی سمجھ کر پائچہ چڑھانے لگی - آج کل اسقدر صنعت کو ترقی ہے پھر بھی شیشہ کی
اتنی بڑی چادر کہ فرش زمین ہو سکے کہین دیکھی نہین گئی - خدا ظاہر کرتا ہے کہ جسقدر
سلیمان کو عیش و آرام حکومت و طاقت دی گئی تھی دوسرے کو نہین دی گئی -
حضرت سلیمان کا قصہ لوگون کا غرور کم کرے گا - خدا سے ذرا سی نعمت پا کر
جو لوگ خود کو اور اپنے ساتھ خدا کو بھی بھول جاتے ہین انکو اس قصہ مین بڑا سبق
دیا گیا ہے کہ ظرف ہو تو حضرت سلیمان کا سا کہ اتنا خدا نے انکو دیا پھر بھی وہ خدا کو
نہین بھولے اور نہ خود کو بھولے کہ انسان ایک قطرہ آب سے پیدا ہوتا ہے اور
پھر اسکو خاک مین ملنا ہے -

حضرت موسیٰ

حضرت موسیٰ کا قصہ قرآن مین یون مذکور ہے کہ فرعون جو قبطیون کی انتہائی
ترقی کے زمانہ مین تھا صرف پادشاہت کا مدعی نہ تھا بلکہ ربوبیت کا بھی مدعی بن بیٹھا
تھا - بنی اسرائیل جو اپنے زمانہ مین دنیا کی اعلیٰ ترین قوم سے تھے اپنے اعمال
کی برائیون سے گرتے گرتے ذلت کی انتہا تک پہونچ گئے تھے - آج کل
ہندوستان مین جس طرح برہمن اور چھتری چمارون سے خدمتین لیتے ہین
اس سے بھی برے طور سے قبطی بنی اسرائیل سے پیش آتے تھے - خدا کو
منظور ہوا کہ بنی اسرائیل کو پھر عروج دے اور انکے ہاتھ سے فرعون ہلاک ہو
اور قبطیون کا زوال ہو - فرعون کو نجومیون نے خبر دی کہ عجب نہین تیری ہلاکت کے

سے پہلے بنی اسرائیل مین کوئی شخص پیدا ہو۔ فرعون نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل مین جتنے لڑکے (اولاد ذکور) پیدا ہون وہ تہ تیغ کیے جائین صرف لڑکیان زندہ رہین۔ ایسی حالت مین حضرت موسی پیدا ہوئے اور حضرت موسیٰ کی ماں نے فرعون کے خوف سے حضرت موسی کو صندوق مین بند کرکے دریا میں ڈال دیا جو ایک نہر باغ شاہی مین جاتی تھی۔ صندوق فرعون کی بی بی کے ہاتھ لگا انھون نے حضرت موسی کی پرورش کی اور اتفاق سے حضرت موسیٰ کی ماں دودھ پلانے کے لیے نوکر بھی رکھ لی گئین۔ خدا اپنی قدرت دکھاتا ہے کہ دشمن کے گھر حضرت موسی پلنے لگے اور خود فرعون کی گود مین کھیلنے لگے۔ جب وہ ذرا سن شعور کو پہونچے تو ایک واقعہ ایسا پیش آیا جس سے اُنکو مصر چھوڑنا پڑا۔ دارالحکومت فرعون مین بنی اسرائیل کا ایک مزدور جا رہا تھا اُسپر کسی قبطی نے سختی کی حضرت موسی کو حب قومی نے جوش دلایا۔ انھون نے اُس قبطی کو ٹھونکا وہ اجل رسیدہ مرگیا اور حضرت موسی کو وہان سے مفرور ہونا پڑا۔ حضرت موسی جاتے جاتے حضرت شعیب کے پاس پہونچے اور اُنکی لڑکی سے بیاہ کیا۔ حالت سفر مین تجربہ ہوا عقل پختہ ہوئی۔ نبوت عطا ہوئی۔ قبطیون کو راہ راست پر لانے کے لیے یہ پھر مصر آئے۔ بنی اسرائیل نے اُنکا ساتھ دیا۔ قبطیون سے نافرمانی کی لڑائی ہوئی فرعون کی ہلاکت ہوئی۔ قصہ ختم ہوا۔ اس قصہ مین جسقدر اخلاق کی تعلیم ہے اور حکمت اور معرفت کی باتین ہین اُنکے بیان کرنے کی ضرورت نہین ہے وہ خود عیان ہے۔ فرعون کے جادوگرون سے بھی حضرت موسی کا مقابلہ ہوا اسکے سمجھنے کے لیے سحر (جادو) فصل ۵ پڑھیے

حضرت خضر علیہ السلام

حضرت خضر کا ذکر قرآن میں نہیں ہے لیکن ایک حکایت حضرت موسیٰ کے سفر کی مذکور ہے۔ حضرت کے ساتھی کا نام قرآن میں مذکور نہیں ہے لیکن مفسروں نے اُس نامعلوم شخص کو خضر لکھا ہے۔ صورت قصہ یوں ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر ایک سفر میں ساتھ ساتھ چلے خضر نے صحبت اس شرط سے قبول کی تھی کہ حضرت موسیٰ اُنکے حرکات پر معترض نہ ہوں قصہ سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ خضر اُس حالت میں حضرت موسیٰ سے زائد تر واقف رموز الٰہی تھے۔

حضرت خضر نے ایک لڑکے کو راستے میں مار ڈالا تھا حضرت موسیٰ نے کہا کہ یہ کیا حرکت نامناسب تم نے کی۔ حضرت خضر نے کہا۔ مجھ سے تم سے یہ شرط تھی کہ تم میرے کاموں میں دخل نہ دوگے۔ حضرت موسیٰ نے کہا کہ اچھا اب نہ بولوں گا۔ آگے چل کر حضرت خضر نے ایک کشتی ڈبو دی۔ حضرت موسیٰ نے اسپر بھی اعتراض کیا خضر نے پھر انکا وعدہ اُنکو یاد دلایا۔ اور وہ پھر منفعل ہو بیٹھے۔ پھر یہ دونوں ایک گاؤں میں گئے جہاں کے باشندے نہایت بے اعتنائی کے ساتھ پیش آئے کھانے کو بھی نہ پوچھا۔ حضرت خضر بجائے ناخوش ہونے کے اسقدر خوش نظر آئے کہ ایک دیوار جو قریب الانہدام تھی درست کر دی۔ حضرت موسیٰ نے کہا کہ مجھکو روکنے کا تو کوئی حق نہیں ہے لیکن میں صرف اتنا کہتا ہوں کہ دیوار بنوانے کی مزدوری تو لیتے کہ کچھ کھانے کا سہارا ہو۔ حضرت خضر نے کہا کہ آپکی صحبت کو سلام ہے میرا آپکا ساتھ نبھنے والا نہیں ہے۔ فی امان اللہ میں رخصت ہوتا ہوں اور چلتے چلتے اپنے افعال کی وجہ بھی تمہیں بتائے جاتا ہوں۔ جس لڑکے کو میں نے قتل

اُسکے والدین صالحین سے ہین اور یہ لڑکا دلی کے گھر شیطان پیدا ہوا تھا اور اُسکے بعد دوسرا لڑکا ایسا پیدا ہونے والا ہے جو اپنے والدین کے قدم بہ قدم ہے اس لڑکے کو مار کر مین نے اُسکے والدین پر بڑا احسان کیا ہے۔ کشتی مین سیلیے تڑوا دی تھی کہ اُس بیچارے غریب ملاح کو صرف ایک اُسی کشتی کا ... تھا اور ایک بادشاہ ظالم کے آدمی کشتی گرفتار کرنے کے لیے مامور ہوئے ... جب تک ملاح کشتی نکالین گے اور اُسے درست کرین گے تب تک ظالمون ... گروہ وہان سے چلا جاوے گا اور اُسکی کشتی بچ جاوے گی۔ دیوار مین نے اسلیے بنا دی تھی کہ اُسکے نیچے خزانہ تھا اور خزانہ کا مالک ایک یتیم بچہ تھا جسکا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ نزدیک تھا کہ لوگ لیتے اور دیوار گرجاتی تو گاؤن والے خزانہ لوٹ لیجاتے۔ اب یتیم جب سن شعور کو پہونچیگا تو اُس خزانہ کو کھود کر تصرف کرے گا۔

"الخیر فی ما وقع" جو ہوا اچھا ہوا۔ جو شخص اسکا مفہوم سمجھتا ہے اُسکو بہت کم دنیا مین تاسف کی تکلیف اُٹھانا پڑتی ہے۔ موجودہ حالت پر صبر کرنا اور خیال کرنا کہ خدا اسمین کوئی بھلائی سمجھتا ہوگا انسان کو نہایت آرام سے رکھتا ہی۔ خدا کے فعل کو خالی از حکمت نہ سمجھنا اور ہر امر کی نسبت یہ خیال کرنا کہ ممکن ہی راز الٰہی کچھ اور شئے رکھتا ہو مفصلۂ بالا قصے مین بیان کیا گیا ہے۔ جو انسان اسکے نتیجہ پر دھیان رکھے گا وہ اورون سے نسبتاً زائد خوش رہ سکتا ہے۔

اس قصہ مین در پردہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ رموز الٰہی سے پورے طور پر کوئی انسان واقف نہین ہو سکتا حتیٰ کہ حضرت موسیٰ بھی جنکو کلیم اللہ کا خطاب تھا ہمہ دانی کے مدعی نہ ہو سکے۔

قارون

قارون ایک بڑا مالدار تھا۔ اُسکے خزانہ کی کنجیان کئی آدمیون کا بوجھ تھین۔ دولت کے نشہ مین وہ خدا کو بھول گیا اور سمجھا کہ اُسکے قوت بازو سے سب کچھ ہے بالآخر خدا کی نافرمانی کرنے لگا۔ زیردستون پر ظلم کرنے لگا اور اُسکے غرور کی کچھ انتہا نہین رہی۔ لوگ اُسے دیکھ کر دل مین کہتے تھے کہ اللہ قارون پر اسقدر مہربان ہے اور ہمارے خبر نہین لیتا۔ اے کاش ہم بھی قارون کے سے زردار اور زوردار ہوتے۔ خدا نے ایک دن قارون کا مکان اور خزانہ زمین مین دھنسا دیا۔ دوسرے دن لوگون نے یہ عبرتناک واقعہ دیکھ کر کہا خدا کا شکر ہے کہ ہم قارون کے سے نہ ہوئے۔

اس قصہ مین یہ بتایا گیا ہے کہ جسکو خدا دے وہ خدا کی راہ مین بھی کچھ خرچ کرے۔ خدا بر تو بخشد تو بر خلق بپاش۔ قارون کی طرح ایک دن سب کو دولت چھوڑ جانا ہے۔ پھر برائے نہادن چہ سنگ و چہ زر۔ نہ دولت پر اترانا چاہیے اور نہ اسکو جائز مقام پر خرچ کرنے سے دریغ کرنا چاہیے۔ اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جو لوگ بڑے روپیہ والے ہین اُنپر دوسرون کو رشک نہ کرنا چاہیے زائد روپیہ والے بھی روپیہ سے اتنا ہی فائدہ اُٹھاتے ہین جتنا کم روپیہ والے قارون کی دولت اُسکے کس کام آئی۔ جو لوگ اپنی بے سمجھی سے ایکدن پہلے قارون کی [illegible] قابل رشک سمجھتے تھے، [illegible] سمجھنے لگے۔

قارون پر کیا خصوصیت ہے دنیا مین جتنے قارون کے بھائی ہین سب

کی یہی کیفیت ہے۔ لوگون کو چاہیے کہ مالدارون کی حالت دیکھ کر رشک کرین اور نہ اپنے دل مین دولت کو کوئی بڑی چیز سمجھین۔ دل غنی رہنا چاہیے اور چشم سیر رہنا چاہیے۔ ہر شخص دُنیا مین اُتنا فائدہ حاصل کرتا ہی جتنا اُسکی قسمت مین ہے زائد دولت بھی وبال جان ہوتی ہے۔ دنیا مین جتنے لوگ روپیہ جمع کرتے ہین تمام عمر فکر زر مین پریشان رہتے ہین نہ تو وہ خاک بھی نہین پاتے۔ براے نہادن چہ سنگ چہ زر۔ اور دوسرون کے لئے اپنا اندوختہ چھوڑ جاتے ہین۔ وقتاً فوقتاً ایسے اتفاقات بہت پیش آتے ہین کہ اگر چشم بینا ہو تو سبق حاصل ہوتا رہے۔ ابھی تھوڑے دنون کا تذکرہ ہے کہ یورپ مین ایک مالدار یہودی اپنے خزانہ کی کوٹھری یا تہ خانہ مین گھسا۔ قارون ثانی اسکو سمجھنا چاہیے۔ کوٹھری مین الماریان اور درجے اتنے تھے کہ بھول بھلیان بن گئے تھے۔ روشنی لیکر وہ گھسا اور گھستے وقت دروازہ بند کرتا گیا۔ روشنی گل ہو گئی اور کئی دن تک وہ اسمین پریشان پھرا۔ چیخ کی آواز باہر آتی نہ تھی بخیل ایسے موقع پر بہت چھپ کر کام کرتے ہین۔ دوسرون کو خبر بھی نہین ہوتی کہ آج وہ خزانہ وا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مر گیا اور مرتے وقت ایک کاغذ پر پنسل سے اندھیرے ہی مین ٹٹول ٹٹول کر یہ لکھ گیا کہ آج میری دولت کا شمار نہین ہے لیکن ایک پیالہ چاے اور ایک بسکٹ کے نہ ہونے سے جان جاتی ہے“

قارون کے قصہ لکھنے سے یہ سبق دینا منظور ہے کہ مالدار دوسرون پر احسان کرین۔ مسکین اور مفلس ماندون کو ضرورت سے زیادہ محترم سمجھ کر اپنے عمل مین بیجا کمزوری پیدا نہ کرین اور نہ خود کو حقیر اور خدا کو غیر منصف سمجھین۔

حضرت یونس

حضرت یونس کا قصہ مختصر طور پر یون مذکور ہے کہ حضرت یونس کشتی پر جا رہے تھے کشتی رکی - ایک شخص کو کشتی سے گرا دینے کی ضرورت معلوم ہوئی - قرعہ انکے نام پر ڈالا گیا - مچھلی انکو نگل گئی - یہ مچھلی کے پیٹ سے زندہ بچ کر نکلے لیکن گھایل تھے اور کدو کی بیل کے نیچے پڑے رہے - مفسرین لکھتے ہین کہ کدو کے پتون کے سایہ مین مکھیان نہین آئین - اور یونس کے لیے بہت ضرورت اسکی تھی کہ مکھیان نہ آنے پائین - مکھیون کی وجہ سے زخمون مین کیڑے پڑ جانے کا احتمال رہتا ہے - ناک گھڑیال وغیرہ جانور ایسے ہین جو آدمی کو کھا جاتے ہین اور سمندر کی مچھلیان بھی ایسی ہین جو آدمی کو نگل جاتی ہین اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان جانورون سے آدمی نیم جان ہو کر بچ نکلتا ہے - اس قصہ مین دکھایا گیا ہے کہ طرح طرح کی مصیبتین انسان کے لیے ہین جن سے پیغمبر بھی مستثنیٰ نہین ہین - مفسرون نے یون لکھا ہے کہ حضرت یونس کی امت گمراہ تھی - اُنپر عذاب آنے والا تھا - یونسؑ بھاگ نکلے اور لوگون کو بھی متنبہ کر دیا - لوگون نے سُنکر شہر خالی کر دیا - اب عذاب آتا تو کسپر؟ حضرت یونس کو خیال گزرا کہ اب قوم مین جانا اپنی ہنسی کرانا ہے اسلیے وہ ایک طرف بھاگ نکلے - راستہ مین ایک مچھلی انکو نگل گئی اور وہ کچھ دنون تک مبتلاے آلام رہے -

حضرت عیسیٰ

حضرت عیسیٰ کا قصہ بھی قرآن مین مختلف مقامات پر ہے - جس طرح سے حضرت موسیٰ کی پرورش مین قدرت خدا ہے کہ وہ دشمن کے گھر پلے اسیطرح حضرت

عیسی کی پیدائش مین یہ شان ایزدی ہے کہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ بغیر باپ کے لڑکے کا پیدا کرنا خدا کے لیے کوئی بات نہین ہے حضرت عیسی کی ماں تو حضرت مریم موجود تھین۔ زیادہ اچھا تو یہ ہے کہ حضرت آدم کی نہ ماں تھی اور نہ باپ تھا پھر اُنکو خدا نے پیدا کیا۔ جو لوگ یہ خیال رکھتے ہین کہ جب خدا نے ایک طور پر سلسلہ توالد و تناسل قایم کر دیا تو پھر اس قاعدہ کو خدا نہین توڑتا۔ اُنکے سمجھانے کے لیے ہم وہی کہہ سکتے ہین جو اس خصوص مین بہت سے ڈاکٹرون نے کہا ہے۔ یعنے عورت کے شکم مین وہ دونون قوتین پیدا ہو سکتی ہین جن کے اتصال سے توالد و تناسل کا سلسلہ معمولی طور پر قایم رہتا ہے۔

حضرت عیسی کی زندگی بہت سادہ تھی۔ نہ انھون نے شادی کی اور نہ گھر بنایا لوگون کو راہ خدا دکھاتے پھرتے تھے۔ اخیر اخیر یہودی انکے دشمن ہو گئے۔ اور انکو سولی پر چڑھانا چاہا۔ یہ رستے جوگی تھے۔ آج یہان کل وہان۔ یہ دشمنون کے ہاتھ نہ آئے۔ انکے شبہ مین دوسرا شخص سولی چڑھایا گیا۔ جب انکا وقت آیا تب یہ بھی مرے اور گمنام حالت مین مرے۔ مرنے کے وقت انکے معتقدون کا گروہ کسی شمار مین نہ تھا لیکن اُنکے بعد انکی وعظ اور نصیحت کی قدر بڑھی اور انکے پیرو بڑھتے گئے

اصحاب کہف

چند احباب ایسے تھے جو بت پرستی سے متنفر تھے لیکن بادشاہ وقت بت پرست تھا جسکی وجہ سے اُنکو اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور بھاگ کر کسی غار مین چھپ کر رہین چھپ کر خدا کو یاد کرین اور خیال کیا کہ اسکے بعد جو ہونا ہو ہو

اسوقت مخالفین سے بچنے کی یہی صورت تھی - خدا کی قدرت کہ انکو وہان نیند آئی اور وہ سو گئے - سو کر اٹھے تو آپس مین پوچھنے لگے کہ کتنی دیر تک ہم سوئے مگر کچھ ٹھیک راے قایم نہ کر سکے - انمین سے ایک آدمی بازار مین سودا خریدنے چلا کہ اپنے بھائیون سے چھپ چھپا کر کوئی سودا خرید لائے کیونکہ بھوک کی بیتابی غار سے باہر نکلنے پر مجبور کرتی تھی - بازار مین جانے پر بازار کی صورت ہی دوسری نظر آئی اور وہان بازار والون نے اُس عجیب الخلقت آدمی کو دیکھ کر تعجب کیا - سکہ جو اُسنے پیش کیا تھا وہ بھی تین سو برس کا تھا - حالت یہ تھی کہ تین سو برس تک وہ سوتے رہگئے تھے - اس درمیان مین حضرت عیسیٰ پیغمبر مبعوث ہوئے - عیسائی مذہب پھیلا اور شہر کا بادشاہ بجاے بُت پرست کے اب عیسائی مذہب کا تھا - اصحاب کہف بادشاہ کے سامنے پہونچائے گئے بادشاہ نے انکی بڑی تعظیم کی اور اس واقعہ سے وہان کے عیسائیون کے نور ایمان مین بھی روشنی بڑھی اور وہ کہنے لگے کہ جو خدا تین سو برس تک سُلا کر پھر جگا سکتا ہے وہ بالکل جان سے مار کر حشر کے دن زندہ بھی کر سکتا ہے اُسمین سب قدرت ہے -

ہم مسلمانون کو اس قصہ کی صحت مین کوئی شبہ نہین ہے بس یہ جاننا ہمارے لیے کافی ہے کہ یہ قصہ قرآن مین ہے اور جو کچھ قرآن مین ہے سب سچ ہے لیکن جو لوگ غیر معمولی بات کے سچا سمجھنے مین خواہ مخواہ توضیح اور دلائل تلاش کرتے ہین انکے سمجھانے کے لیے ہم یہ کہتے ہین کہ اب بھی ہندو فقرا ایسے ہین جو سو برس پہاڑ مین چڑھا کر ایک جگہ بیٹھ جاتے ہین اور برسون اُسی حال مین

رہتے ہین۔ تمام بدن مین آثار موت نظر آتے ہین۔ صرف دماغ مین گرمی رہتی ہے سندربن مین اب بھی ایسے فقرا ہین۔ تھوڑے روز کا ایک واقعہ بنگال مین عام طور پر مشہور ہے کہ ایک انگریز ایک ایسا ہی آدمی سندربن سے اٹھا لایا تھا کلکتہ مین وہ بہت روز تک تماشہ بنا رہا۔ صرف دل و دماغ مین اسکے گرمی تھی اور بدن سرد تھا۔ یہی دو علامتین اسکی زیست کی تھین ورنہ اور طور سے وہ مردہ تھا۔ انگریزون نے بہت ترکیب کی کہ اسکو بیدار کرین مگر وہ بیدار نہ ہوسکا۔ علم جوگ سے انگریز واقف نہین ہین اسلیے انکی تدبیرین بیکار ثابت ہوئین۔ بالآخر اسکو کوئی گرم چیز پلائی گئی۔ شراب یا برینڈی کا تیل جسسے اسکو ایک دست آیا اور دست کے ساتھ وہ دماغی حرارت جس سے زیست باقی تھی جاتی رہی اور وہ مرگیا۔ اسوقت سے یہ حکم صادر ہوا کہ السیوان سے تعرض نہ کرنا چاہیے۔

ہمارا یہ مطلب نہین ہے کہ اصحاب کہف کی نیند کو ہم ایسی ہی نیند سمجھتے ہین ہم خدا کو قادر مطلق جانتے ہین تو پھر کوئی چیز ہمارے لیے باعث حیرت نہین ہے اور اگر یہان لین کہ خدا کبھی قانون فطرت نہین بدلتا تو یہ کیا ضرور ہے کہ تمام قوانین فطرت ہماری سمجھ مین بھی آجائین بلکہ ہمارا ایمان ہے کہ ہم اسکے سمجھنے سے قاصر ہین لیکن اگر منکرین کے ساکت کرنے کے لیے یہ بھی فرض کرلیا جائے کہ اصحاب کہف جوگ کے طریقہ سے یاد الٰہی کرتے تھے اور وہ بداطوار ملکی بھائیون سے کنارہ ہوکر غار مین جا بیٹھے تھے اور تین سو نو برس تک وہ حبس دم کرکے ایک حالت سے بیٹھے رہگئے تب بھی ماحصل ایک ہی ہے یعنے خدا مین یہ قدرت ہے کہ حبس دم کے طریقہ جاننے والون کو وہ مدتون تک ایک حالت پر بیدم رکھ سکتا ہے اور پھر جگاتا ہے

تو وہ اپنی اصلی حالت پر آجاتے ہیں۔

لقمان

لقمان کا ذکر بھی قرآن میں ہے یہ معلوم نہیں یہ وہی یونانی حکیم ہیں جنکا ذکر یونان کے حکیموں کے سلسلہ میں بھی پایا جاتا ہے یا کوئی دوسرے بزرگ ہیں۔ خدا نے قرآن میں فرمایا ہے کہ ہم نے لقمان کو حکمت یعنی دانائی عطا کی تھی اور وہ اللہ کا شکرگزار بندہ تھا۔ لقمان نے جو نصیحت اپنے بیٹے کو کی تھی اسکا ذکر بھی قرآن میں ہے۔ سورہ لقمان رکوع اول سے ہم اسکا ترجمہ کرتے ہیں۔

بیٹا! کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرانا یہ بڑا گناہ ہے۔ بیٹا! رائی کے دانہ کے برابر بھی کوئی عمل ہوگا تہ میں ہوگا یا آسمان و زمین میں کہیں ہوگا تو خدا اُسے روز حشر میں سامنے کردے گا۔ خدا باریک بین اور باخبر ہے۔ بیٹا! نماز پڑھا کرو اور اچھے کاموں کی ترغیب دو اور برے کاموں سے منع کرو اور جیسی پڑے جھیلو کہ ہمت کی یہی باتیں ہیں۔ لوگوں سے بے رخی نہ کرو۔ زمین پر اترا کر نہ چلو اللہ اترانے والے اور شیخی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ رفتار میں میانہ روی اختیار کرو اور آہستہ آہستہ بولو کہ سب سے بُری آواز گدھوں کی ہے۔

اصحاب فیل

اصحاب فیل کے واقعہ کی طرف سورۂ فیل میں یوں اشارہ کیا گیا ہے۔

تو نے دیکھا نہیں کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ کیا اُنکی چال اُسنے غلط نہیں کردی۔ اُنپر اُسنے	تو نے دیکھا نہیں کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ کیا اُنکی چال اُسنے غلط نہیں کردی۔ اُنپر اُسنے

فصل پنجاہ و چہارم

شیطان اور جن

بھوت - پریت - چڑیل - دیو اور پری کے افسانے جس طرح ہندوستان میں سُنے جاتے ہین اُسی طرح اور ملکون مین بھی سُنے جاتے ہین - یہ باتین کچھ جدید نہین ہین بہت پہلے سے ہین - اُنکی دلچسپیان البتہ قومی ترقی کے ساتھ گھٹتی اور قومی تنزل کے ساتھ بڑھتی رہتی ہین - قومی [illegible] کے وقت یہ خیالات خاص خاص جہلا ہی مین محدود رہجاتے ہین اور قومی تنزل کے وقت تمام قوم کی قوم انھین واہموں مین مبتلا پائی جاتی ہے -

یونان مین بھی ایک وقت ایسا تھا کہ تمام قوم کی قوم انھین لغویات مین پھنسی ہوئی تھی - اور جب قومی ترقی شروع ہوئی تو ان توہمات سے بھی آزادی نصیب ہوئی اُسی زمانہ مین ایک حکیم نے ارواح کے وجود سے انکار کیا اور بہت سختی سے لوگوں کو اپنے انکار کے وجوہ بتائے - ایک برابر کے عالم رائے والے نے اسپر اعتراض کیا تو اُسنے کہا کہ " ارواح کے وجود سے مجھکو انکار نہین ہے لیکن اس بارہ مین لوگون کے خیالات ایسے بُرے ہو رہے ہین کہ کچھ دنون تک ارواح کے وجود ہی سے انکار کرنا قرین مصلحت ہے - عوام سے یہ کہنا کہ تمھارے خیال کے مطابق ارواح کا وجود نہین ہے بلکہ میرے خیال کے مطابق اُسکا وجود ہے قوم کی دَوَدِلی کا سبب ہوگا اور قومی اصلاح کا باعث نہ ہوگا " - اب بھی مہذب سے مہذب ممالک مین یہ بلا پائی جاتی ہے - لیکن ادنی طبقہ کے لوگون مین جو جتنا ہی ذلیل حالت مین ہے اُتنا ہی اُسکا زیادہ معتقد ہے

کہ اسوقت ہندوستان کے تمام مسلمان چھوٹے بڑے عالم اور جاہل ایک ہی
رنگ مین رنگے ہوئے ہین۔ اس قوم کی جیسی حالت ہے ویسے ہی اُسکے ایمان بھی
ہین لیکن اسکے ساتھ ہی ہر مسلمان کو اس امر کا عقیدہ ہے کہ جو مسلمان پاک رہتا ہی
اور کلمہ یا آیت قرآنی پڑھے۔ سے تو بھوت اور چڑیل جو نجاست اور ناپاکی مین رہتے
ہین خوف سے مسلمانون کے پاس نہین آتے۔ جنات جو خود مسلمان ہوتے
ہین کسیقدر سب خوف ہوتے ہین لیکن وہ بھی مسلمانون کو ایذا نہین پہونچاسکتے
اور ایذا پہونچاتے بھی ہین تو آیات قرآنی سے اُسکی روک تھام ہو جاتی ہی۔ یہ
خیالات ہمارے نزدیک [illegible] اصلیت اس خیال کی وہ معلوم ہوتی
ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا۔ یعنے مسلمان اپنی ترقی کے زمانے [illegible] سے
ڈرتے نہ تھے اور نہ اُنکے قائل تھے۔ [illegible]نون کا نہ ڈرنا [illegible] مسلمانون کا ڈرنا
اب اس انحطاط کے زمانہ مین یون سمجھا گیا ہے کہ ارواح خبیثہ مسلمانون کو
نہین ستاتی اور غیر مسلمانون کو ستاتی ہین۔ ایسا ہی انگریزون کی نسبت بھی کہا
جاتا ہے کہ اُنپر سحر یا جادو کام نہین کرتا۔ نہ بھوت۔ پریت اُنکو ستا سکتے اور نہ کبھی برہنہ یا
انکو دق کرتے ہین۔ ان چیزون سے انکا محفوظ رہنا اُنکی قوت کی دلیل سمجھی جاتی ہے ہمارا ملک
ایسا نہین ہے وہ محض اسلیے محفوظ ہین کہ وہ اسکا اعتبار نہین کرتے۔

اب اسوقت ہندوون مین عموماً اور مسلمانون کے طبقہ جہلا مین یہ خیال
کیا جاتا ہے کہ بھوت انسان سے لڑتے ہین، اور انسان کو مار ڈالتے ہین لیکن بعض
کہتے ہین کہ صرف حیران کرتے ہین جان نہین مارتے بیمار ڈالتے ہین اور بیماری
سے انسان مرتا ہے۔ بلا واسطہ نہین مرتا بواسطہ مرتا ہے۔ یہ بھی مشہور ہے

کہ ان ان پر جن یا چڑیل سوار ہے۔ جاتی ہین اور اسوقت اس سے عجائبات کا ظہور ہوتا ہے۔

غرضکہ یہ جتنی باتین ظہور مین آتی ہین وہ یا تو خود اپنی قوت نفس کا اپنے اوپر اثر ہوتا ہے یا ایک کی قوت نفس کا دوسرے پر ہوتا ہے اور کبھی کبھی نظر کے دھوکا کھانے سے بھی یہ باتین پیدا ہوتی ہین۔ یہ مضمون "جادو (سحر)" فصل اول کے عنوان مین بخوبی بیان کیا گیا ہے۔ یہان اُسکے اعادہ کی ضرورت نہین ہے لیکن اتنا کہنا اور بھی ضرور ہے کہ اس طرح کے عجائبات اور کیفیات سے زیادہ تر انھین کا معاملہ ہوتا ہے جو دل کے کمزور ہوتے ہین۔ منکرین کو اس قسم کے عجائبات نظر نہین آتے یا بعض منکرین کو نظر بھی آتے ہین تو صرف اُسی حالت مین کہ انکا انکار کاذب ہوتا ہے ورنہ ایسیون کی گفتگو سے اُنکے دل پورے طور پر متاثر ہوتے ہین۔

ان پر جنات اور چڑیلون کا آنا زیادہ تر مصنوعی ہوتا ہے اور جہان کہین اصلی ہوتا ہے وہان بھی اس سے زیادہ نہین ہوتا جتنا کہ مسمریزم کے عمول عموماً دکھایا کرتے ہین۔ حالانکہ کسی ارواح کا تسلط ہوتا نہ اُسمین ہوتا ہے اور نہ اسمین ہوتا ہے۔

نظر کا دھوکا کھانا اور پھر اپنے نفس کا اپنے آپ پر اثر پڑنا اور روا سکا خلاق ہونا اس حکایت سے بخوبی سمجھ مین آجائے گا۔

ایک شاہ صاحب کسی مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہان سے ذرا فاصلہ پر انکا معتقد رہتا تھا اور روز رات کو شاہ صاحب کا کھانا پہونچاتا تھا۔ ایک رات کو وہ کھانا لیجلا تو لوگون نے اسکو ڈرایا کہ راستہ مین فلان درخت پر ایک بڑا بھوت رہتا ہے۔ بیسیون آدمی وہ مار چکا ہے۔ تعجب ہے کہ اُس سے تم سے مڈبھیڑ

نہین ہوئی - اس تقریر سے اُسپر کچھ ایسا خوف غالب ہوا کہ وہ اُس شب کو کھانا نہ لے
گیا اور دوسرے دن کچھ دن رہے کھانا لیکر پہونچا اور جلد واپسی کی اجازت چاہی
شاہ صاحب نے اُسکو باتون مین لگایا - جب آدھی رات گزری تو اُسے جانے
کی اجازت دی - اُس معتقد نے جانے مین تامل کیا تو شاہ صاحب نے کہا سب مجھے
معلوم ہے کہ اُس درخت پر بہت بڑا شیطان رہتا ہے اور لوگون سے چمٹ بھی جاتا
ہے لیکن جب تم میرے پاس آئے ہو تو اُسکی مجال نہین ہے کہ تم سے مقابلہ کرے
لیکن اگر اُسکی موت ہی آگئی ہوگی اور وہ تم سے مقابلہ کرے گا تو پھر فنا بھی ہوجائیگا
ایک پڑیہ مین میری دھونی کی راکھ لیتے جاؤ جب وہ تم سے چمٹے تو اُسکی پیشانی پر
لگا دینا - فوراً وہ جل کر خاک ہوجائیگا - اور جب گھر پہونچو تو اپنا منھ آئینہ مین
دیکھ لینا - اُس مرید کو شاہ صاحب کے کہنے سے جہان شیطان سے چمٹنے
کا خیال قوی ہوا وہان اسبات کا بھی یقین ہوا کہ شیطان چمٹا اور خاک ہوا - اب جب
وہ درخت کے نیچے پہونچا تو اُسے معلوم ہوا کہ ایک بلا درخت سے اُترا اور اُسسے
چمٹ گیا - اُسکا چمٹنا تھا کہ اُسنے فوراً راکھ اُسکی پیشانی مین مل دی اور وہ
فوراً فنا ہوگیا - خوشی خوشی وہ گھر آیا اور آتے ہی شیشہ مین منھ دیکھا تو راکھ کا
ٹیکا پیشانی پر تھا - دوسرے دن شاہ صاحب کے پاس پہونچا تو بہت خوش تھا
لیکن اپنے ماتھے پر راکھ لگنے سے حیران بھی تھا - شاہ صاحب نے اُسکو
بتایا کہ یہ سب تماشہ تیرے واہمہ نے پیدا کیا - تو نے خود اپنے سر پر ٹیکا لگایا اور
سمجھا کہ شیطان پر ٹیکا لگاتا ہے - شاہ صاحب بھلے مانس تھے کہ صاف صاف کہدیا
ورنہ کوئی دوسرا ہوتا تو بیسیون ابلہ فریب باتین بناتا - تمام گرد و نواح کے باشندے گ

[illegible] کا اور اب گھر دلیل سے بھر لیا۔

جنات شیطان اور بھوت کی حقیقت نہیں ہم صرف نام جانتے ہین انکی حقیقت نہیں جانتے - ہمکو [illegible] کبھی ضرورت نہیں ہے کہ انکا وجود ذہن مین ہے یا خارج میں ہے یہ محض لفظی بحث ہے اور ایک حد تک بے معنی ہے - اتنا ہم جانتے ہیں کہ وہ مادی نہین ہے غیر مادی ہے اور اتنا ہی جاننا کافی ہے غیر مادی ہونے کی حالت مین اسکا موجود فی الذہن ہونا یا فی الخارج دونون یکسان ہین - لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جنات اور شیاطین کبھی سانپ بن گئے اور کبھی بلی بن گئے گھوڑے کی صورت مین نمودار ہوئے اور جب کوئی تھوڑی دیر تک سوار ہوکر اپنے گھر پر آیا تو وہ [illegible] گئے [illegible] تو انکو ستانا شروع کیا اور جب لوگ [illegible] حالت [illegible] کی تو وہ دل کے اندر جا کے چپ چاپ بیٹھے [illegible] دل میں آگ لگا کر [illegible] کے سبب انکو [illegible] زیر کر دیا - یہ سب خیالات نامسلمانوں کے تھے اور کسی طرح قرآن شریف سے انکا وجود ثابت ہوتا - بلکہ یہ خیال ہے کہ ایسے جنات اور شیطان کا وجود قرآن سے ثابت ہے وہ قرآن شریف پر بہتان کرتے ہین -

شیطان کے غیر مادی ہونے کی حالت مین کسی قسم کا اعتراض قرآن شریف پر کوئی ذی علم نہیں کرسکتا - خدا نے نہ معلوم کیا کیا چیزین پیدا کین جنکے جاننے سے ہمارے حواس قاصر ہین - ہمارے لیے اتنا ہی جاننا کافی ہے کہ شیطان مین یہ قوت نہین ہے کہ گدھا بن جائے اور جب اسپرٹ کے سوار ہوجائین تو وہ ہوا ہوجائے - اسکے بعد اسکا غیر مادی ہوکر موجود فی الخارج ہونا یا موجود فی الذہن ہونا

کہ اپنے پندار کے مطابق جس طرح چاہے سمجھے لیکن عربی زبان مین سمجھے ایسا نہ سمجھے ۔ جیسا کہ ایک نے ذخیرہ موسٰی میں موسی کا ت کر عیسی بنا دیا کہ عیسی کے پاس خر تھا موسی کے پاس نہ تھا اور "عیسی آدم" کو عیسی موسی بنا دیا کہ الحکین کا عصا مشہور ہے آدم کے پاس عصا کہان تھا ۔

اب ہم سورہ جن کے آیات کے نسخے لکھتے ہیں اور دکھاتے ہین کہ اسمین جنات کے وجود سے بحث نہین کی گئی ہے بلکہ جو لوگ جنات کے غلط اعتقادات کے قائل ہو کر اوہام باطلہ مین مبتلا تھے (یعنے مشرکین عرب) انکی توہین کی گئی قبل اسکے کہ ہم آیات کا ترجمہ لکھین شان نزول اور مفہوم بتا دیتے ہین اسکے بعد آیات کا ترجمہ لکھینگے کہ پڑھنے والے خود بخود سمجھتے چلے جائین سمجھانے کی ضرورت نہ ہو ۔

عرب مین کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے مسلمانون کی نصیحتون کا سننا اور اسلیے وہ چھپ کر قرآن سنا کرتے تھے ۔ انمین عیسائی بھی تھے کفار بھی تھے ۔ یہود بھی تھے ۔ مجوسی بھی تھے ۔ یہ لوگ چھپ کر قرآن سنتے تھے جب بھی مسلمان ہو جاتے تھے ۔ اپنے عقاید سے پھر جاتے تھے اور علانیہ اپنے عقاید کی تکذیب کرتے تھے ۔ قرآن مین یہ بتایا گیا ہے کہ چھپ کر سننے والے جب قرآن سنتے تھے تو وہ عیسائی ہونے کی حالت مین یہ کہتے ہین کہ خدا بڑا ہے اسکی شان سے بعید ہے کہ کوئی اسکے جورو ہو یا لڑکا ہو اور ہم مین جو احمق ایسا کہتے تھے وہ خدا پر اتہام کرتے تھے ورنہ انسان یا جنات کوئی بھی جب عقل رکھے گا تو خدا پر جھوٹ نہ بولے گا ۔ یہ عیسائی بیشک جنات کے قائل تھے اور انھین کا خیال تھا کہ انس و جن یعنے آدمی یا اور کوئی ارواح مخفیہ اب خدا پر جھوٹ بولنے کی جرات

کرین گی۔ کفار عرب جب قرآن چپ کر سنتے تھے تو وہ اپنے عقاید سے پھر جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم مین جو لوگ جناتوں سے پناہ مانگتے تھے اور اسطرح وقار بڑھاتے تھے وہ جھوٹے تھے ۔ فی الواقع اُنکا کوئی وقار نہ تھا اصلی وقار محمد رسول اللہ صلعم کا ہے۔ جناتون کے وقار بڑھانے والے بعض مشرکین عرب ویسے ہی تھے جیسے کہ اس زمانہ کے عامل خود کو جناتون پر قابو پانے والا بتاتے ہین اور جناتون کی بڑی بڑی داستانین سناتے ہیں۔ اور یہودی کہتے تھے بیشک لوگ سمجھتے تھے کہ اب خدا کسی کو اپنا پیغمبر نہین کرے گا۔ لیکن یہ بات آنحضرت محمد کی رسالت سے صریح غلط ثابت ہوئی۔ مجوسیون مین وہ باوقار نجومی تھے جو ستارون کی گردش سے سعادت اور نحوست کا اندازہ کرتے تھے اور غیب کی باتین بتاتے تھے۔ مجوسی دین اسلام قبول کرنے کے بعد کہنے لگے کہ جتنے ڈھکوسلے ہمارے پیشواؤن کے تھے وہ سب اس دین برحق کے سامنے غلط ہو گئے۔ وہ دن گئے کہ نجومی آسمان کی باتین بیان کرتے تھے۔ اب وہ آسمان کی بات نہین لاتے اور اپنے سابق پیشواؤن کی شان مین بطور طنز کہتے تھے۔ کہ اب گویا نجومیون کے لیے آسمان پر چوکیدار بیٹھے ہوئے ہین اور آگ کے شعلہ سے آسمان بھرا ہوا ہے کہ اُنکے پر وہان جاتے ہوئے جلتے ہین۔ پہلے ہم مین ایسے جی تھے جو لمبی چوڑی باتین بناتے تھے گویا آسمان مین بیٹھ کر خدا کی باتین سنتے تھے۔ اب وہی لوگ ہین کہ اُنکے لبون پر مہر سکوت لگ گئی ہے اور گویا وہ آسمان پر جانے نہین پاتے۔ وہ جائین تو آگ کے شعلے اُنھین جھلسا دین۔

مفصلہ بالا بیان سے صریح ظاہر ہے کہ آسمان پر چوکیدارون کا بیٹھنا اور

شہاب ثاقب کا (فرشتون کا اگن بان۔ شعلۂ آتشین) ہونا اسلام کا عقیدہ نہین ہے بلکہ یہ عقیدہ اسلام کے قبل تھا اور نو مسلمون کا یہ بیان تھا کہ یہ سب خیالات ہم لوگون کے اسلام نے غلط کر دیے۔ لیکن ایک امر پھر بھی بحث طلب رہجاتا ہے وہ لفظ جن ہے جسکا ترجمہ ہم نے کیا ہے چھپے ہوئے آدمی۔ یہ لغوی معنی صحیح ہین لیکن سماجنا چھپی ہوئی ارواح پر بھی اسکو عرب بولتے تھے۔ اب گفتگو یہ ہے کہ جن لوگون کا شروع آیت مین جب کرسنتا بیان کیا گیا ہے وہ انسان تھے یا از قسم ارواح تھے اگر وہ انسان سمجھے جائین تو معنی بہت ہی قریب فہم ہوتے ہین جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ اور اگر وہ از قسم ارواح سمجھے جائین تو ذرا بعید از فہم ہوتا ہے لیکن محال نہین ہوتا۔ ان ارواح مین بھی عیسائی کفار یہود اور مجوسی کا ہونا ممکن ہے اور پھر مفہوم صاف ہو جاتا ہے۔ واضح رہے کہ اگر جن کو اس پچھلے معنون مین لین جب بھی صرف ارواح مخفیہ کا وجود قرآن سے ثابت ہوتا ہے جسکو تمام عقلاے زمانہ مختلف حالتون سے صحیح مانتے چلے آئے ہین لیکن اس سے ان ارواح یا جنون کا وجود ثابت نہین ہوتا جنکو جہلا مانتے ہین۔ قرآن مین صرف لفظ جن آیا ہے اسکی ماہیت نہین بتائی گئی ہے۔ اور اسلیے وہ خیالات مسلمانون کی طرف کسی طرح منسوب نہین ہو سکتے جنکو ہم نے شروع مین تمام جہلاے عالم کی طرف منسوب کیا ہے۔

اب ہم قرآن کی آیتون کا ترجمہ لکھتے ہین۔

"پیغمبر کہو مجکو وحی سے معلوم ہوا ہے کہ چند چھپے ہوئے شخصون (جنون) نے قرآن سنا تو کہا کہ ہم نے عجیب طرح کا قرآن سنا جو راہ نیک دکھاتا ہے ہم اسپر ایمان لائے اور آیندہ ہم کسی کو اپنے پروردگار کا شریک نہ ٹھہرائین گے اسکی

بڑی اونچی شان ہے نہ کوئی اُسکی جورو ہے اور نہ کوئی اُسکا بیٹا ہے - ہم مین
بعض احمق تھے وہ خدا کی نسبت بڑھ بڑھ کر باتین بناتے تھے - ہم تو ایسا سمجھتے تھے
کہ آدمی اور جن کوئی بھی خدا پر جھوٹ نہین بول سکتا - اور بیشک ایسے لوگ بھی
تھے جو جناتون سے پناہ مانگتے تھے اور اس طرح اُنکا تکبر زیادہ بڑھ گیا تھا اور بیشک
لوگ سمجھتے تھے جیسا تم سمجھے ہو کہ خدا کوئی پیغمبر نہین بھیجے گا اور بلا شبہ ہم نے ڈھونڈھ
ڈالا آسمانون کو تو اُسکو بڑی مضبوط چوکیون اور شہابون (آگ کے بھڑکتے ہوئے
شعلون) سے بھرا ہوا پایا - پہلے تو آسمان مین بہت سے ٹھکانے تھے جہان ہم
سننے کے لیے بیٹھا کرتے تھے لیکن اب کوئی سننے کا قصد کرے تو ایک شہاب
اپنے لیے طیار پائے ہم نہین جانتے کہ اس سے زمین کے رہنے والون کو
کچھ نقصان پہونچانا منظور ہے یا اُنکے پروردگار کا ارادہ اُنکے حق مین بہتری کرنے کا
ہے - ہم مین سے کچھ نیک ہین اور کچھ بُرے ہین - ہمارے فرقے مختلف ہین ہم
نے سمجھ لیا کہ ہم نہ تو زمین مین رہکر خدا کو ہرا سکتے ہین اور نہ کسی طرح بھاگ کر
اُسکو ہرا سکتے ہین - ہم نے جب راہ کی بات سُنی تو ہم اُسکو مان گئے - اب جو شخص
اپنے پروردگار پر ایمان لائے گا اُسے کسی نقصان یا ظلم کا ڈر نہ ہوگا - ہم مین فرمانبردار
بھی ہین اور نافرمان بھی ہین - جنھون نے فرمانبرداری کی اُنھون نے سیدھا رستہ
اختیار کیا اور جنھون نے سرتابی کی وہ دوزخ کے کندے ہوئے ۔ ؂

سلہ قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا یھدی الی الرشد فامنا بہ ولن نشرک بربنا
احدا و انہ تعالی جد ربنا ما اتخذ صاحبۃ ولا ولدا و انہ کان یقول سفیھنا علی اللہ شططا و انا ظننا ان لن تقول
الانس والجن علی اللہ کذبا و انہ کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن فزادوھم رھقا و انھم
ظنوا کما ظننتم ان لن یبعث اللہ احدا و انا لمسنا السماء فوجدنھا ملئت حرسا شدیدا و شھبا و انا کنا

اور دوسرے مقام پر سورۂ ناس مین ہے۔

"تو کہہ۔ مین آدمیون کے رب آدمیون کے پادشاہ اور آدمیون کے معبود کی پناہ مین آیا وسوسہ ڈالنے والے خناس کی برائی سے۔ جن ہو یا آدمی؎۲"

اس سورہ مین بھی جن کی ماہیت نہین بیان کی گئی ہے۔ ممکن ہے کہ وہ کوئی روح ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ عرب مین جس طرح جنات کو بااختیار سمجھ کر شر و خیر پر قادر جانتے تھے انہین کے خیال کے مطابق ارشاد ہوا ہے کہ شیطان جو دلون مین وسوسہ ڈالتا ہے اُسے جنات سمجھو یا انسان انہین سے کوئی بھی پیغمبر کو نقصان نہین پہونچا سکتا جب وہ اللہ کی امان مین ہے۔ اور اُسکا یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ جو انسان خدا سے امان طلب کرے گا پھر اُسے کسی سے گزند نہ پہونچے گا۔ اس سورہ مین جن کے اختیارات کی تو صریح نفی ہوتی ہے اور اسی سے اسلام کو بحث ہے۔ انکی نوعیت یا ماہیت کا بیان نہین کیا گیا تو انکا وجود اور عدم دونون برابر ہے۔ اور اگر یہ مان لین کہ جن کو عرب جن معنون مین سمجھتے تھے انہین معنون مین قرآن مین بھی استعمال کیا گیا جب بھی کوئی ہرج نہین مخاطب کے خیال کے مطابق یہ کہنا کہ جسکو تم اسقدر بااختیار سمجھتے ہو وہ خدا کے سامنے کچھ بھی نہین ہے اسکا یہ مطلب ہرگز نہین ہو سکتا کہ اُنکے وجود اور اختیارات کا

نقعد منہا مقاعد للسمع فمن یستمع الآن یجد لہ شہابا رصدا۔ وانا لا ندری اشر ارید بمن فی الارض ام اراد بہم ربہم رشدا۔ وانا منا الصالحون ومنا دون ذلک کنا طرائق قددا۔ وانا ظننا ان لن نعجز اللہ فی الارض ولن نعجزہ ہربا۔ وانا لما سمعنا الہدی آمنا بہ فمن یؤمن بربہ فلا یخاف بخسا ولا رہقا۔ وانا منا المسلمون ومنا القاسطون فمن اسلم فاولئک تحروا رشدا۔ واما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا۔

؎۲ قل اعوذ برب الناس۔ ملک الناس الہ الناس من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس۔

ایک حد تک قرآن مین اقرار کیا گیا ہے۔ بہر حال ہکو صرف یہ دکھانا ہے کہ جن اور
شیطان وغیرہ کے جو اختیارات جہلا مین مانے جاتے ہین قرآن سے (نعوذ
باللہ من ذالک) اسکی تائید نہین ہوتی۔

فصل پنجاہ و پنجم

قومی ترقی

شخصی ترقی کے وسائل کوئی ہم سے پوچھے تو ہم سیکڑون ہی گنا چلین لیکن قومی
ترقی یا تنزل کے اسباب کا بتانا کیا سمجھنا بھی بہت مشکل ہے۔ یہ سوچنا تو آسان ہے کہ جو قوم
ترقی پر ہے اسکے ساتھ چلنے کی کوشش کس طرح کی جائے۔ اس سے کس طرح
خود کو محفوظ رکھا جائے اپنی کمی کیونکر پوری کی جائے۔ لیکن دوسری ترقی یافتہ قوم کے
ہم پلہ یا اُس سے بڑھکر اپنی حالت کیونکر بنائی جائے (یہی معنی ہین ترقی کے) یہ نہایت ہی
مشکل اور انسان کے اختیار کے بالکل باہر ہے۔

دیوار چین کے عرض وطول اور استحکام سے چینیون کی پہلی ترقیون کا جو اندازہ کیا
جا سکتا ہے وہ بہت ہی حیرت افزا ہے۔ کسی طرح اس زمانہ مین اسکے سمجھنے کا پورا
مقیاس میسر نہین آسکتا۔ قرآن مین جو لفظ ذوالقرنین کا آیا ہے بعض مسلمان مورخ نے
اُسے خاقان چین سمجھا ہے اور ہمارے نزدیک بجا سمجھا ہے۔ چینیون کے پچھلے
کارنامے بالکل ناپید ہوگئے چینیون کا جو زمانہ پلٹا تو ایسا کہ گویا کچھ تھا ہی نہین۔ وہ
نہ جانیئے اسکے قریب ہی جاپان ہے۔ پچھلے زمانہ مین جاپانیون کو چینیون کی غلامی
کی بھی قابلیت نہ تھی۔ لیکن اب جو حالت جاپانیون کی ہے اُسکے اندازہ کرنے کی
بھی قابلیت چینیون کے پاس نہین ہے۔ ۶

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

بیشک چینیون کو دوسری قومون کے غلام ہوکر زندگی بسر کرنے کی نوبت کبھی نہین پہونچی۔ لیکن اسکا بڑا سبب یہ ہے کہ ترقی یافتہ قومون سے علیحدہ رہا۔ اگر کوئی قوم بڑھی بھی تو مضافات چین تک پہونچتے پہونچتے اُسکا زور گھٹ گیا۔ چین کسی طرح اپنا گزران کیے جاتا ہے۔ لیکن پوری آزادی سے وہ مُدت ہوئی بے نصیب ہے۔ پہلے آتش پرستون۔ تاتارون اور مسلمانون سے وہ تنگ تھا۔ اور اب یورپین سلطنتون کی شعاعین بالکل اسکی آنکھین خیرہ کر رہی ہین۔

مصر کا وہ عروج جب اسکے سلاطین فرعون کہلاتے تھے کیسا کچھ تھا۔ تاریخون کے صفحے اُلٹیے تو معلوم ہو کہ کیسے کیسے کارنمایان اس قوم سے ہوئے ہین۔ مصر کی گذری ہوئی حالت کی ایک یادگار یہ ہے کہ یونان کو اُسنے اس قابل بنا دیا کہ آج اُسکو دنیا کی تمام مہذب قومون سے استاد ہونے کا دعویٰ ہے۔ اور پھر مصر کو زوال آیا تو یون آیا کہ مینارون اور چند پرانی چیزون کے سوا اور کوئی شے اس امر کی بتانے والی نہین کہ اس ملک کو کسی زمانہ مین تمام روے زمین سے وہ نسبت تھی جو انسان کو دوسرے حیوانون سے ہے۔ یا انسان مین دماغ کو دوسرے اعضا سے ہے۔

ایک زمانہ بنی اسرائیل کا وہ تھا کہ مصر کے قبطی انکے ساتھ ویسا ہی سلوک کرتے تھے جیسا ہندوستان کے برہمن چمارون کے ساتھ کرتے ہین اور اگر پچھلے زمانے کے طرز دشمنانہ پر لحاظ کیجیے تو اس سے بھی بدتر۔ اور پھر حضرت موسیٰ کے زمانہ مین بنی اسرائیل کی ترقی جو بلیاد قایم ہوئی تو ایسی کہ دنیا مین اپنی نظیر نہین رکھتی۔ زمانے کے ساتھ ہی یہ قوم گرجو گئی تو ایسی گری کہ خود اس قوم کے اسلاف اپنے بزرگون کی ترقی کا اندازہ نہ کرسکے

اور جن باتون کو انکے بزرگون نے دنیاوی ترقی کے انتہائے زور مین کر ڈالا تھا اسکو
ارواح کی تاثیر پر لوگ محمول کرنے لگے۔ حضرت سلیمان (جنکو اہل کتاب سلمان پیغمبر
کہتے ہین) جو بنی اسرائیل کے ایک بڑے بادشاہ گذرے ہین انکی نسبت لوگ
کہنے لگے کہ دیو انکے زیر فرمان تھے اور پریان انکا خانہ باغ اور عیش محل آراستہ
کرتی تھین۔ یہی ایک مثال انتہائے ترقی اور انتہائے زوال کے سمجھنے کے لیے
کافی ہے۔ یون سمجھ لیجیے کہ اسوقت ریل تار برقی۔ برقی روشنی۔ دخانی جہاز مختلف
کلین جو یورپ اور یورپ کی بدولت افریقہ اور ایشیا مین دیکھی جاتی ہین قومی ادبار
کی وجہ سے بست جائین۔ قومی زور گھٹ جائے یورپ کے کارخانے بند ہو جائین۔
کاریگری اٹھ جائے۔ جاہلیت کا زمانہ آجائے تو چند صدیون کے بعد ان چیزون کی
نسبت لوگ ویسی ہی راے قایم کرنے لگین گے جیسی حضرت سلیمان کے کارنامون
کے سمجھنے کے لیے دیو اور پری کے وجود ماننے کی ضرورت پڑی حتی کہ مسلمانون کے
بعض فرقون کے عقیدہ کے مطابق خدا کو بھی قرآن مین عوام کے سمجھانے کے
لیے انھین الفاظ کے استعمال کی ضرورت نظر آئی جس طرح ہندوستان کے
بڑے بڑے ہیرو کی نسبت خارج از عقل باتون کے سمجھنے کے لیے منتر جادو معلوم
نہین کیا کیا باتین فرض کرنا پڑین کیونکہ انسان کو جہالت کی تاریکی مین عجائبات عجیبہ
کے ساتھ تائید غیبی یا امداد ارواح کے مان لینے مین اور اس طرح تمام کاوشون سے
چھٹکارا پانے مین جو آسانی ہے کسی مین نہین۔ ہندوستان کے متعدد شہرون
کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ بارہا بسے اور اجڑے۔ عام لوگون مین ایک
نقل مشہور ہے کہ حضرت خواجہ خضر نے کسی بزرگ سے ملاقات کی اور عند الملاقات استفسار

خواجہ صاحب نے بیان کیا کہ دہلی سات مرتبہ اُجڑی اور بسی اور کوتوالی کو بتایا
کہ یہ مقام ہمیشہ خطرناک رہا۔ آبادی کی صورت مین سیاست گاہ رہا۔ شہر دیا بُرد
ہوا تو یہان جنور مین لوگ ڈوبتے تھے اور جنگل کی حالت مین درند جانور رہتے
تھے۔ اس نقل سے ہمارا یہ مطلب نہین ہے کہ ہم اسکو باور کرتے ہین۔ کہنے کا
منشا یہ ہے کہ دنیا جب سے قایم ہے تب سے معلوم نہین کیسی کیسی ایجاد
کیسی کیسی قومی ترقیان ہوئین اور پھر اس طرح مٹین کہ قیاس کو بھی دخل نہ رہا
کہ کیا تھا اور کیا ہو گیا۔ کیا کیا عمارتین بنین اور پھر اس طرح منہدم ہوئین کہ نشان
تک باقی نہ رہا۔ ایک ویران جگہ کو دیکھکر کبھی قیاس نہین ہو سکتا کہ یہان کسی زمانہ میں
موتی محل تھا اُسکے ساتھ ایک پائین باغ بھی تھا۔ دُنیا کے مشہور کاریگرون نے آکر
بنایا تھا شام کو شہنشاہ وقت اپنی شاہ بیگم کے ساتھ یہان سیر کرتا تھا۔ فوارے
چھوٹتے تھے۔ جا بجا حوضون مین مچھلیان تیرتی تھین۔ رنگ برنگ کے پھول تھے
اور طرح طرح کے سبزہ زار کی کیاریان تھین اب کیا ہے کہ سر شام سے گیدڑ بولتے ہین
عوام مین بیصورت کے رہنے کی جگہ سمجھی جاتی ہے۔ دن دوپہر یہان کوئی آنے
تو ڈر جائے۔ بس یہی حالت قوم کی ہے۔ ایسی ایسی قومین مٹ گئین کہ اُنکا کچھ
اثر تک باقی نہین رہا۔ ہمارے نزدیک تو عمدہ مقیاس یہ ہے کہ جس قوم کو جتنا ہی
ذلیل حالت مین دیکھو سمجھو کہ کسی زمانہ مین وہ اُتنی ہی باوقعت تھی۔ اگر قوم کے مرنے
جینے کا نام تناسخ ہوتا تو بہت ٹھیک تھا اور کیا عجب کہ اسی معنی مین تناسخ کا خیال
استعارۃً ظاہر کیا گیا ہو۔ ہندوستان کی پچھلی ترقیون کا تذکرہ کرنا عبث ہے۔ تمام اسکول
کے بچے اسکو جانتے ہین اور انگلستان کی پچھلی حالت کا بیان کرنا بھی غیر ضروری

کوئی تعلیم یافتہ اس سے لاعلم نہین ہے - بھلا اپنی پچھلی ترقی مین توہندوستان کوئی ملک اپنا ہمسر نہین رکھتا تھا لیکن اس گئی گذری حالت پر بیسیوں مسلمانون کی فتح کے بعد بھی وہ ایسا تھا کہ قد تین سو برس پہلے انگلستان کو اس سے کوئی نسبت کسی قسم کی نہ تھی - اللہ نے یورپ کو ترقی دی تو اسکے ساتھ انگلستان کو بھی بڑھادیا - اور ایسا بڑھایا کہ وہان کے تاجرون کے گروہ اگر ہندوستان کی بگڑی ہوئی حالت سنبھالنے مین مدد نہ کرتے تو معلوم نہین اُسکی حالت کہان تک ابتر ہوجاتی - اسکا کوئی سبب نہین قانون قدرت یون ہی ہے کہ ایک گھٹتا اور دوسرا بڑھتا رہتا ہے "تلک الایام نداولہا بین الناس"

یونان کا جب زمانہ تھا تو علم و دولت - بہادری - صناعی - خداپرستی - تمام صفتون مین اسکو کمال تھا اور صرف یورپ کی سلطنتون مین نہین بلکہ تمام دنیا کی سلطنتون مین اسکا درجہ بڑھا ہوا تھا اور اب بھی وہی یونان ہے کہ یورپ کی تمام سلطنتون سے ہر اعتبار مین گھٹا ہوا ہے اس قومی ادبار کو ہندوستان کے عام باشندے یون تعبیر کرتے ہین کہ تختہ یونان الٹ گیا - سارا ملک تحت بحر مین چلا گیا گرد و نواح کے لوگ کسی اہم کام پر غور کرنا چاہتے ہین تو جہاز لیجاکر وہان ٹھہرا دیتے ہین - ہوا مین اب بھی وہی ذہانت ہے وہان ٹھہرنے سے راے ایسی صائب قایم ہوتی ہے کہ دوسری جگہ ممکن نہین -

اس عام پسند حکایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو ترقی یونان کی کسی زمانہ مین تھی وہ لوگون کے نزدیک ایسی نہ تھی کہ مرور زمانہ سے بالکل نابید ہوجاتی - وراس لیے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ خطہ ہی آبادی کے قابل نرہا جہان باکمال صفت لوگ پیدا ہوتے تھے - یہ بالکل غلط ہے کہ خطہ اولٹ گیا - ملک وہی - زمین وہی - آب و ہوا وہی -

فسلین وہی سب کچھ وہی - بس ایک خدا کی مشیت جسکو اقبال کہتے ہین البتہ نہین ہے -

ایران کی سلطنت بہت قدیم ہے اور مشہور ہے کہ کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے پہننے اوڑھنے کے سارے طریقے ایران سے نکلے ایران کی ابتدائی ترقی کا زمانہ کسی طرح دریافت نہین ہو سکتا - یہ ابتدا سے ترقی پر تھا اور ہمیشہ ترقی پر رہا - چینیون سے ترکون سے رومیون سے اور یونانیون سے برابر اسکا مقابلہ رہا - جنگ دو سردارونکے جیتنے ہارنے کی کوئی بات نہین - یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے لیکن قومی تنزل اسے اسلام کے قبل کبھی نہین ہوا - ہر اعتبار سے ایران دنیاوی امور مین اُستاد سمجھا جاتا تھا - اسکے برابر ہی عرب کی ایک خانہ بدوش قوم تھی (شہری بھی تھے لیکن وہ بھی خانہ بدوشون کی صفت سے متصف تھے) جو ہمیشہ ایران کی ماتحت رہی اور اگر یون سمجھو کہ ایران نے اسکا ماتحت رکھنا ملک کے افلاس و ناداری کی وجہ سے وبال جان تھا تو یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ ایک خود مختار آزاد قوم تھی - لیکن آزادی ایسی ہی جیسے کسی احمق غلام سے یہ سمجھ کر کام نہ لیا جائے کہ وہ کوئی بات سمجھ نہین سکتا کام کیا کرے گا - خدا کو منظور ہوا کہ اس نکمے ملک کو بھی عزت دی جائے - یہ ملک جیسا ہی گرا ہوا تھا ویسا ہی اعلیٰ درجہ پر اسکا عروج پہونچا - ایک سب بے لکھے پڑھے غیر متمول (یعنے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعہ سے عرب ہی کی نہین بلکہ کل دنیا کی اصلاح خالق کو منظور ہوئی - ایک دن وہ کہہ پڑا کہ ہم کو اللہ نے حکم دیا ہے کہ ہم لوگون سے کہین کہ وہ اللہ کو پہچانین نہ دیکھیے قوم کی ترقی کی بھی خبر نہ تھی - جن لوگون نے اسپر اعتبار کیا وہ ثبوت کے بیرو ہو گئے اور جو منکر تھے

وہ کافر سمجھے گئے۔ ان مومنون پر انکے کافر اعزہ کی طرف سے زیادتیان ہونے لگین
اسلیے بچانے کے لیے فوجی قوت کی ضرورت ہوئی۔ دوسرے ملکون سے خط وکتابت کی
ضرورت ہوئی تو لکھے پڑھے لوگون کی بھی قدر بڑھی۔ جلاوطن نومسلمون کی پرورش کے
کے لیے روپیہ پیسہ کی ضرورت ہوئی اور اُسکے بہم پہونچانے کے لیے بیت المال قایم
ہوا وہ آگے چل کر خزانہ شاہی بن گیا۔ غرضکہ دس بارہ برس مین ایک عظیم الشان سلطنت
کی بنیاد پڑ گئی اور پھر تو تمام دنیا کے علوم اور تمام دنیا کی صنعتین مسلمانون نے سیکھین۔ تمام
علوم وفنون کے ماہر مسلمانون کے پاس آکر جمع ہوگئے اور اس طرح عرب
بھی یہ کہنے کے قابل ہوا کہ ہمارے کارنامے بھی تاریخی دنیا مین بے نظیر
ہین۔ جہالت۔ نااتفاقی۔ کم ہمتی۔ بے زری۔ بدخلقی۔ بے ہنری۔
یہی سب باتین قوم کے ادبار کا سبب سمجھی جاتی ہین۔ لیکن غور کرنے سے یہ معلوم
ہوا کہ قومی ترقی اور تنزل مین ان باتون کو کوئی دخل نہین۔ شخصی موت کے ساتھ
قوم کی موت کو پورے طور پر تشبیہ دے سکتے ہین۔ مرنے کے لیے کسی بیماری کی
خصوصیت نہین ویسے ہی قوم کے تنزل کے لیے کوئی سبب معین نہین کیا جا سکتا۔
قوم کے تنزل کے وقت ہمیشہ ایک نیا سبب پیدا ہو جاتا ہے۔ ایران اور یونان
پر مسلمانون کے فتحیاب ہونے کے حالات دیکھیے۔ قدرت خدا نظر آتی ہے
ہم یہان صرف ایران کا تذکرہ کرتے ہین۔ ایران مین کوئی کسی قسم کے آثار نکبت
یا قومی تنزل کے نظر نہین آتے تھے۔ اسکے چراغ کی روشنی بدستور قایم تھی لیکن
اسکو کیا کیجیے کہ عرب کی مشعل کے سامنے خواہ مخواہ اسکی روشنی جاتی رہے۔ اسلام
کے پھیلنے کے تھوڑے ہی دنون کے بعد دفعتہً عربون نے ایران کا قصد کر دیا

فورت الس اور ہوئی جسکے عبور کرنے پر ایران کی سرحد اور ایران کا پایۂ تخت تھا عربون کے پاس تلوار اور گھوڑون کے سوا اور کیا سامان تھا۔ کشتیان ایرانیون نے دوسری طرف منگوالی تھین یا ڈبوا دی تھین۔ عربون نے گھوڑے دریا مین ڈال دیے گھوڑے تیرنے لگے اسی اثنا مین ایک سپاہی کی کمر مین لکڑی کا پیالہ بندھا تھا اور وہی اسکا سارا اثاثہ تھا۔ پیالہ کسی طرح کھل کر دریا مین بہ چلا۔ ذرا اسکے استقلال اور قوم کے اقبال پر غور کیجیے۔ سر سے منگ پر چڑھائی۔ جان جوکھم کا سودا۔ گھوڑا بحر زخار مین تیر رہا ہے۔ جان کے لالے پڑے ہین۔ ان سب باتون کا تو خیال نہین میان سپاہی کو یہ سوچ پیدا ہوا کہ ناک نیچ ہونا تو اتفاقات کے تعلق ہے۔ یہ میرا اثاثہ جو بہا جاتا ہے "نقد را بنسیہ گذاشتن ز خردمندان نیست" اسکو تو کسی طرح جانے نہ دینا چاہیے۔ اب میان سپاہی نے اسی پیالے کے پیچھے گھوڑا ڈالا۔ اور پیالے کے ساتھ گھوڑا بھی دھار مین چلا۔ تھوڑی دور جا کر اسنے پیالا پا یا اور پھر فوج کی طرف پھرا۔ یون تو نام سُن سُن کر ایرانیون کا اقبال روگردانی کر رہا تھا۔ اس حملہ کی کیفیت دیکھ کر بھلا کسے تاب مقابلہ تھی کچھ ایسی لڑائی بھی نہ ہوئی اور عربون کا قبضہ ایران پر ہوگیا یا یون کہو کہ ایرانیون کی ترقی کا زمانہ ختم ہوگیا اور عربون کی ترقی کا وقت خود بخود آگیا۔ اس امر نے عربون کی زبان۔ طرز تمدن۔ اخلاق۔ مذہب سب کو ایکدم سے ایران کا حکمران کر دیا جس زبان سے ایرانیون کو نفرت تھی اب اسی کی تحصیل کا نام سعادت دارین کا حاصل کرنا سمجھا گیا۔ فردوسی نے اسے یون نظم کیا ہے۔

ز شیر شتر خوردن و سوسمار عرب را بجائے رسیدہ است کار
کہ ملک عجم را کنند آرزو تفو بر تو اے چرخ گردان تفو

فصل پنجاہ و ششم

ضعف اسلام

ہر کمال کو زوال لازم ہے لیکن کیا اسکا مطلب یہ ہے کہ زوال بلا سبب پیدا ہوجاتا ہے؟ - نہین - سبب ضرور ہوتا ہے - ا گئیے ضعف اسلام کے اسباب پر ہم غور کرین تو یہ کار بے سود نہ ہوگا - اسباب تو بہتیرے بیان کیے گئے اور بیان کیے جائین گے - لیکن ہمارے نزدیک سبب وہی ہے جسکی پیشینگوئی روم کے پادریون نے کی تھی - خلفاے عباسیہ کے عہد مین مسلمانون نے یونان کے علوم قدیمہ کی کتابین روم کے بادشاہ سے طلب کین - یہ حکم ایسا تھا جیسا گورنمنٹ انگلشیہ کا والی کشمیر کے نام - عدول کیونکر ہوتا - لیکن ملکی رسم کے طور پر پادریون سے کہ یہی ارکین سلطنت تھے استصواب کیا گیا - پادریون نے سوچ کر کہا " اچھا یہ کتابین مسلمانون ہی کے پاس جانے دیجیے کسی طرح انکا زور تو گھٹے " ان کتابون کا آنا تھا کہ مسلمانون کا زور گھٹنے لگا -

فلسفہ کی دو قسمین ہیں جیسے علمی اور خیالی - مسلمانون کا مذہب خود ایک فلسفہ تھا لیکن فلسفہ خیالی نہین - فلسفہ علمی - اگر ہم شرح بیان کرنا شروع کردین تو ایک جدا رسالہ لکھنا پڑے - اس اختصار مین گنجایش نہین ہے - اسوقت صرف اتنا سمجھ لیجیے کہ خدا کی معرفت - محنت اور استقلال یہ تین باتین موضوع اس علم کی تھین جو مسلمانون کو مذہب اسلام کے ساتھ اعلی درجہ پر تعلیم دیا گیا تھا - خیالی فلسفہ کے ترجمہ نے جو اشاعت پائی اس سے اسلام کی خوبیان زائل ہونے لگین - یقین گھٹتا گیا اور ظن بڑھتا گیا ظنی اور خیالی قوت کے سامنے دماغی اور جسمی قوت کا زور کم ہوگیا ہمت اور استقلال نے

جواب دیا اور اُنکے بدلے مین کیا ملا؟ خیالی کمزوریان خدا کی معرفت اور مذہبی روشنی
نے کنارہ کیا۔ نام کے مسلمان۔ باتون کے شیر رہ گئے جسمی اور روحی ان دونون قوانین
کے عوض صرف خیالی اور لاحاصل مقدمات کی ترتیب دماغ مین رہ گئی۔ ہمارے کہنے کا
مطلب یہ نہین ہے کہ اسوقت مسلمانون کو فلسفہ نہ پڑھایا جاوے۔ اب کچھ نہین تو بھی
سہی کچھ تو جاننا چاہیے۔ لیکن جس زمانہ کا ہم ذکر کرتے ہین اُس زمانہ مین جو مسلمانون
کے پیغمبر کا پڑھایا ہوا فلسفہ سینہ بہ سینہ چلا آتا تھا وہ یونانی فلسفہ سے کہین اچھا
تھا اور اُسکی بدولت مسلمانون سے ابتدا مین ترقیان کی تھین۔ اب اُسکو کوئی
سیکھنا چاہے تو مشکل ہے۔ "مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب" مسلمانون کے
پیغمبر کے وقت سے کئی صدی بعد تک جو سچا طریقہ زندگی بسر کرنے کا جاری تھا اُسین
اس نئے فلسفہ نے خلل ڈال دیا۔ اور خلل ڈالنے کا نتیجہ وہی ہوا جو ادم کے پادریون
نے پہلے سوچا تھا فلسفہ پھیلنے کے بعد عرصہ تک مسلمانون کو عروج رہا لیکن یہ عروج
ماسبق کی ... روائیون کا نتیجہ تھا۔ ڈالی کو ریل کی سڑک پر چلا کر تھی بٹھہ جاتے ہین اور ڈالی
سیلون خود چلی جاتی ہے۔ بس یہی مثال اسلام کے آخری زمانہ کی سمجھیے۔ پہلے زمانہ
مین مسلمانون نے جو ملک فتح کیے اُنکا مقابلہ پچھلی فتوحات سے کرو تو معلوم ہوگا
کہ فاتحین کی کارگزاریون مین کتنا بڑا فرق ہے۔ ابتدائی فتوحات مین مسلمانون
کی محض صحبت سے مسلمان اور پکے مسلمان ہو جاتے تھے۔ اور آخری زمانہ کو دیکھیے
اکبر نے کیا کچھ دلجوئی نہ کی۔ عالمگیر نے کیا کچھ سختی نہ کی۔ مگر ایک بھی کارگر نہ ہوئی۔
وجہ صرف یہی تھی کہ انہین یا انکے ہمعصر مسلمانون مین وہ صفت نہ تھی جو اگلے مسلمانون مین
تھی۔ اندلس یا اسپین وہ مقام ہے جہان کے علم و فضل پر آج تک مسلمان

فخر کرتے ہین۔لیکن ہم یہی کہین گے کہ فخر بالکل بیوجہ۔سبب عیسائیون نے اندلس کے مسلمانون سے کہا کہ "تم سب ایکدم سے نکل جاؤ" تو علم وفضل سے کچھ نہ بن پڑا اگر بجاے علم وفضل کے سچا اسلام ہوتا اور مصر وایران کی طرح سب مسلمان ہی مسلمان ہوتے تو یہ کون کہہ سکتا تھا کہ ملک خالی کرو۔ پھر ملک کا مسلمانون سے خالی کرنا ملک کے لیے ایسا ہی دشوار ہوتا جیسا جسم سے کھال یا ہڈیون سے گوشت کا علیحدہ کرنا۔علم وفضل کا ماحصل کیا ہے؟ روحی اور دنیاوی ترقی جب تک مسلمان اپنے مذہبی فلسفہ پر قایم تھے تو یہ دونون باتین انہین اسقدر تھین جو دوسری قومون کو آج تک نصیب نہین ہوئین۔تاریخون کے صفحے الٹنے پر ہمارے اس دعوی کو ایسا ہی سچ ماننا پڑے گا جیسا آفتاب کو روشن اور رات کو تاریک جاننا۔

فصل پنجاہ وہفتم

مذہبی نفاق

ارکان مذہب کے ادا کرنے کا نام ہے مسلمان ہونا۔اور بعض کے نزدیک صرف ارکان مذہب کا حق جاننا مسلمان ہونے کو کافی ہے۔یا دوسرے لفظون مین اللہ اور اللہ کے رسولؐ پر ایمان لانا بس یہی "اسلام" ہے۔اللہ کا شکر ہے کہ ارکان مذہب یا انکے فرائض کے متعلق مسلمانون مین اختلاف نہین ہے۔دنیا کے کل مسلمان انکو یکسان مانتے ہین اور بالکل اختلاف نہین کرتے لیکن جزوی مسائل جو مستحبات کے درجہ مین ہین انہین روایت یا اجتہاد کے اختلاف کی وجہ سے اختلاف واقع ہوا۔دنیا مین جب تک اسلام قوی تھا ان اختلافات پر کچھ توجہ نہ ہوئی۔ضعف اسلام کے ساتھ یہ اختلاف بھی ترقی پکڑتا گیا اوران ہی

اختلافات سے جدا جدا فرقے قایم ہوئے - قرآن کی آیت واعتصموا بحبل اللہ جمیعا و لا تفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا بھی پڑھا کیے لیکن عمل ایک نے بھی نہ کیا - سنی - شیعہ - بدعتی - وہابی - خارجی - اہل حدیث مقلدین - بہتیرے فرقے قایم ہوئے اور مذہبی کتابوں میں دیکھو تو ساٹھ ستر فرقے معلوم کیا کیا قایم ہو گئے - ان فرقوں کے قایم ہونے کو گویا اسلام کی چادر کہنہ میں سوراخ ہونا یا دیوار اسلام کی اینٹین کھسکنی سمجھیے - اختلاف سے نفاق پیدا ہوا اور نفاق سے زور گھٹتا گیا -

اس نفاق نے کعبہ کو بھی نہ چھوڑا وہان خانہ کعبہ کے گرد چار مصلے بچھے ہین اور چار فرقون کی جدا جدا نمازین ہوتی ہین - گو انمین باہم مخاصمت نہین - ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو برا نہین سمجھتا بلکہ ایک مصلے کا مسلمان دوسرے مصلے پر بے تکلف نماز بھی پڑھ لیتا ہے - لیکن ہم تو سیدھے مسلمان ہین - بس اتنا جانتے ہین کہ پیغمبر یا انکے اصحاب راشدین کے وقت یہ چار مصلے قایم نہین ہوئے تھے -

عرب سے جب اختلاف ہندوستان مین آیا تو یہان اسنے صورت ہی دوسری پکڑی - یہان ایک فرقہ دوسرے فرقے کے پیچھے نماز کیا پڑھے گا - ایک دوسرے کو دشمن اور جہنمی ٹھہرانے لگا - جو ذی علم ہین وہ گو منھ سے کہتے ہین کہ فرقے برائے نام ہین - اور مسلمان سب ہی ہین - لیکن دل انکے بھی متاثر ہین -

ان ملا‌ؤن کے پاس کوئی جائداد نہین - جاگیر نہین - اثاثہ نہین - سامان نہین لڑین تو کس بات پر - جھگڑین تو کس چیز کے لیے - اور لڑنا ضروری کہ وہ انسانیت کا مقتضا ہے - یہی سبب ہین جو اگلے زمانہ کے امرا اور سلاطین میں دیکھے گئے ہین انکی ساری

کائنات ہے اسی کے متعلق جھوٹے سچے قصہ نکال نکال باہم لڑا کرتے ہیں اور اس طرح واہیات اسخرے نکالتے ہیں

مسلمانوں میں ابوحنیفہ اور اُنکے صحابہ بڑے ذی عقل اور ذی علم گزرے ہیں انہوں نے قرآن اور پیغمبر خدا کے مقولوں سے اخذ کرکے ایک مجموعہ قانون مرتب کر دیا تاکہ لوگوں کو کاروبار میں سہولت ہو۔ اس مجموعہ قانون کے ماننے والے مقلد کہلاتے ہیں اور جو لوگ پیغمبر خدا کے اقوال کو پڑھ کر خود اُسکے معنی لگاتے ہیں وہ اہل حدیث ہیں۔ ہندوستان میں جو بہت بڑا ادیب و ذی علم ہوگا وہ البتہ اجتہاد کر سکے گا۔ ورنہ عام طور پر تو تقلید ہی سے کام چلتا ہے۔ حنفیت کی ہو یا اہلحدیث کی۔ دونوں میں ماحصل ایک ہی ہے۔ شاید کوئی جزوی باتوں میں اختلاف ہو ورنہ ہم مسلکوں میں اختلاف بہت کم ہے۔

دیکھیے بات کچھ نہ تھی لیکن دو نام قایم ہو جانے سے دو فرقے ہو گئے۔ اور آپس میں اس طرح لڑتے ہیں جس طرح ابتداے اسلام میں مومنین اور کفار قریش کے مقابلے ہوتے تھے۔ معاذ اللہ۔ بھائیو اکوئی دوسرے مشغلے نکالو۔ یہ کیا ہے۔ کچھ دنوں دہلی میں لڑائی ہوا کی اور اب میرٹھ میں معرکہ جنگ وجدال ہو رہا ہے۔ ہم تو ہزار میں کہیں کہ یہ لڑنے والے محض نفسانیت سے لڑتے ہیں۔ لڑنے کا انہیں مادہ ہے۔ اسلام کو ناحق بدنام کرتے پھرتے ہیں۔

بحر گر بحر نہ ہوتا تو بیابان ہوتا

مولوی محمد شبلی نعمانی نے ابوحنیفہ کے حالات و اعتقادات کے متعلق ایک کتاب لکھی۔ جہاں سب کچھ لکھا رفع یدین کے متعلق بھی اُنکی رائے لکھ دی۔

ایک صاحب سے نہ رہا گیا انھون نے فوراً ہی ایک نوٹ اسکے خلاف اخبار مین چھپوایا اور مضمون کی رائے سے اختلاف ظاہر کیا - واہ کیا نئی بات لکھی ہے - بھلا دنیا مین سوا ے آپ کے اور بھی کوئی ان باتون کو جان سکتا ہے - برادر عزیز ان باتون کے متعلق کتابین بھری پڑی ہین - ان باتون پر غور کرنا مجتہدین کا کام ہے یا اُن کا جنھون نے مذہبی کامون کے لیے اپنے کو وقف کر رکھا ہے اور وہ بھی آپس مین بحثنے کے لیے نہین بلکہ علم شے بہ از جہل شے محض اسلیے کہ مذہب کے متعلق کوئی مسئلہ بے سمجھا نہ رہ جائے - ہمکو آپ کو اس سے کیا بحث - یہ مسلم ہے کہ ہاتھ باندھ کر یا ہاتھ چھوڑ کر دونون طرح نماز درست ہوتی ہے تو پھر اس مسئلہ کو زیر بحث لانا آپ تو سمجھتے ہین کہ اقتضاے عالمیت ہے اور ہم سمجھتے ہین کہ اس سے بڑھکر جہالت ہو ہی نہین سکتی کہ ناحق اپنے وقت عزیز کے ساتھ دوسرے کے وقت کا بھی خون کیا جائے اور بلا وجہ شجر فساد کی جڑ سینچی جائے -

بعض وقت ایک ہی مذہب کے دو فرقے آپس مین اس طرح لڑنے لگتے ہین کہ گویا انمین اخوت مذہب کی ہوا تک نہین لگی - عیسائیون کی پچھلی تاریخین پڑھیے تو معلوم ہوتا ہے کہ انمین اختلاف فرقہ یا مذہب کی ضمنی تقسیم کی وجہ سے جو نزاعین ہوئین غالباً وہ مختلف مذاہب یا مذاہب قومون مین بھی ایسی لڑائیان کم ہوئی ہون گی - اب علمی روشنی نے ان عیسائیون کی حالتون کو اس خصوص مین ایسا درست کیا کہ کہین سے بھی اس قسم کی تکرار کی صدا نہین آتی لیکن جہان نئے علوم نے اپنی روشنی نہین پھیلائی یا پچھلے علوم تقویم پارینہ کی طرح قوم کے خاص خاص پیشواؤن یا سرداروں کی الماریون مین بند ہین وہان کی کیفیتین ناگفتہ بہ ہین -

اب اس زمانہ کے مسلمانون مین اگر کچھ اسلام ہے تو یہ ہے کہ ایک کو سنی ہونے پر فخر ہے اور دوسرے کو شیعہ ہونے پر ناز ہے مقلدین اپنے آپ کو سب سے بڑا جانتے ہین اور اہل حدیث اپنے کو سب سے افضل۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ تمام لوگ اپنے مذہب کے مطابق سرِ مو بھی نہیں سکتے۔ ان لوگون نے اسلام کو مختلف حصون مین تقسیم کر کے ضعیف کیا اور جزوی اختلافات کو رکن قرار دیکر مذہب کو خراب کیا۔

بالفعل ہندوستان مین جو کبھی کبھی شرمناک لڑائیان سنیون اور شیعون مین ہوتی ہین وہ بہت زیادہ قابل افسوس اور لایق شرم ہین۔ ہمارے نزدیک دونون فریق مسلمانون کی نظرون مین اہل اسلام ہونے کی حیثیت سے بے وقعت سمجھے جانے کے لایق ہین۔

افسوس ہے کہ اسلام جو اخوت بڑھانے کے لیے آیا وہ فساد بڑھنے کا سبب سمجھا جاتا ہے۔ ہندوستان کے مسلمانون سے جہانتک ہمکو واقفیت ہے انمین سے شیعے ایسے لوگون کو برا کہنا اچھا جانتے ہین جنکے برا کہنے سے سنیون کے دل دکھنے کا احتمال ہے اور سنیون کا یہ فعل بھی ضرور قابل اعتراض ہے کہ شیعون کے ان حرکات پر خواہ مخواہ معترض ہوتا اور اپنے مذہب کو منسوب کرتے ہین۔ خدا یا رسول کو کوئی برا کہے تو کچھ نہ بولین لیکن مسلمانون سلف کو کوئی برا کہے تو یہ سر ہو جاتے ہین۔

اگر قانون کی نظر سے دیکھیے جب بھی یہ الٹی بات ہے۔ اہل تشیع مذہب بوسے بزرگون کو برا کہتے ہین جنکا برا کہنا بر جہ ازالہ حیثیت عرفی کی بنیاد قایم نہین کر سکتا اور اسکے جواب مین سُنی حضرات شیعون کو برا کہتے ہین اسی سے لا انتہا لڑائی کی بنیاد

مخاصمت پیدا ہوسکتی ہے۔

مقلدین اور اہل حدیث کے جھگڑے جو دہلی کے گرد و نواح میں آئے دن سُننے جاتے ہیں وہ اور بھی حیرت افزا ہیں شرعی طور پر ایک دوسرے کو اگر کچھ کہہ سکتا ہے تو صرف یہ کہ وہ بعض جزوی اختلافات کا شکار ہوا ہے۔ لیکن عملی طور پر جو نتیجے پیدا ہوتے ہیں وہ ایسے ہوتے ہیں کہ کافرون کے مقابلہ مین بھی اسلام کا قانون اسکی اجازت نہین دیتا۔

میرٹھ کے مقلدین اور اہل حدیث کے جھگڑے سُنتے سُنتے ہم پریشان ہو چلے تھے کہ امروہا (مراد آباد) سے سُنیون شیعون کے اختلاف کی صدائین آنے لگین۔ ممکن ہے کہ معاملہ خطرناک نہ بنا ہو مگر ہیونچا ہو لیکن اخبارون کو تو ایک مشغلہ ہاتھ آگیا۔ کوئی اخبار اس تذکرہ سے خالی نہین۔ ایڈیٹر سُنی ہے تو وردوادا اُسکے ہاتھ مین ہے اور شیعہ ہے تو وہ اپنی طرف کھینچتا ہے۔ حالانکہ معاملہ کچھ نہین۔ امروہا کے ایک با اختیار اہل دول (رئیس وآنریری مجسٹریٹ) نے کوئی مذہبی کتاب لکھی ہے اور سُنیون اور اُنکے پیشوا کے مذہب کو بُرا کہا ہے۔ بس بات اتنی ہی ہے لیکن ممکن ہے کہ بڑھتے بڑھتے بڑھ جائے۔ کوئی مولف سے پوچھے کہ آپ نے کونسی ایسی باریک بات پیدا کی ہے یا اس کتاب کے بغیر قوم کا کونسا کام بند تھا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی ہم سُنی حضرات سے پوچھتے ہین کہ اگر ایک شیعہ بھائی نے اپنے خیال کو ایک رسالہ مین ظاہر کیا تو تمھارا کیا نقصان ہوا کہ خواہ مخواہ کو تم شور و غل مچانے لگے۔ اگر مسلمانون کے کتب خانون کی تلاشی لی جائے تو کوئی ہزارون ہی کتابین ایسی نکلین گی۔ اگر ایک تعداد اور بڑھ گئی تو کیا ہوا۔ یہ کچھ نہین نہ کتاب لکھنے کی ضرورت تھی اور نہ کتاب پر

اعتراض کرنے کی حاجت تھی۔ دلون مین لڑائی کا مواد موجود تھا۔ مذہب کو ناحق بدنام کیا
سُنیّون اور شیعون کا ایک مقدمہ بڑا عجیب لڑا ہے۔ کسی شیعہ نے ایک مسجد بنوائی اور در مسجد پر لکھا "علی خلیفہ بلافصل" یعنے بعد پیغمبر خدا کے حضرت علی خلیفہ ہوئے۔ پیغمبر خدا اور حضرت علی کے درمیان مین جو تین خلیفہ ہوئے انکو حق خلافت حاصل نہ تھا۔ پوچھیے اسکے لکھے بغیر وقت مسجد کی کیا شان گھٹی جاتی تھی۔ جب خلافت کا جھگڑہ تھا اُسوقت ان باتون کا لکھنا کہنا بولنا کچھ مفید بھی ہوتا۔ اب اس لکھنے اور پرانے جھگڑون کے یاد دلانے سے کیا فائدہ۔ لیکن اس سے کہین زیادہ حیرت یہ سُنکر ہوئی کہ سُنیون نے دیوانی مین دعوی کیا کہ در مسجد سے یہ عبارت "علی خلیفہ بلافصل" نکلوا دیجائے۔ کوئی مدعیون سے پوچھے کہ اس عبارت نے انکا کیا بگاڑا۔ اور اس عبارت کے قایم رہنے سے انکا کیا ہرج۔ اگر در مسجد پر یہ لکھا ہوتا کہ اس مسجد کے گرد جتنی زمین یا مکانات ہین سب مسجد کے ساتھ مال موقوف سمجھے جائین تو پڑوسیون کے عذر کے واسطے ایک بات بھی تھی۔ تیرہ سو برس کے بعد کسی کی خلافت یا سلطنت سے انکار کیا جائے تو ایک فعل عبث اور انکار پر اعتراض کیا جائے تو اس سے زیادہ عبث ہے۔

فصل پنجاہ و ہشتم

دنیا خوش رہنے کی جگہ نہین ہے

دنیا مین کوئی شے ایسی بھی ہے جسکا ذکر ہر شخص کی زبان پر اور جسکی خواہش ہر ایک کے دل مین ہو۔ جنین ولادت سے زمانہ موت تک ہر انسان اسکا متمنی ہو۔ لیکن فی الواقع دنیا مین اسکا وجود نہو اور نہ کسی کو کبھی حاصل ہوئی ہو؟ آہ بیستان کا

سمجھنا آسان نہین ہے۔ جب ایک شے کسی کی مطلوب یا مقصود ہوئی تو پھر اسکے نزدیک اسکا وجود کسی طرح محال متصور نہین ہو سکتا لیکن غور کرنے کے بعد معلوم ہوگا کہ ہمارا سوال بے معنے نہین ہے۔ بھلا سوچو تو سہی خوشی پر یہ تمام باتین صادق آتی ہین؟ غور کرنے سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ خوشی ہی ایک ایسی شے ہے جسکو ہر روز ہر بشر چاہتا ہے لیکن کسی کو بھی وہ حاصل نہین ہوتی۔ خوشی کے ساتھ غم اور رنج کے ساتھ خوشی اس طرح وابستہ ہے کہ کسی طرح انکا انفصال نہین ہو سکتا۔ رونے کے ساتھ ہنسنا اور ہنسنے کے ساتھ رونا گویا لازم ملزوم ہے۔ خزان اور بہار دو لفظ جدا جدا ہین لیکن ایک دوسرے کے بعد اس طرح آتی ہے کہ بمشکل کسی زمانہ کو یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابھی خزان ہے بہار نہین آئی۔ سارے پتے گرے نہین تھے کہ نئی کونپلین نکلنے لگین۔ اگر مسرت کا کچھ وجود ہے تو اسی حیثیت سے ابھی پوری طرح سے جشن شادی ہونے بھی نہین پایا تھا کہ ماتم کے سامان بندھ چلے یہ تو وہ حالت ہے کہ خوشی برائے نام ہمارے قریب آئی اور فوراً چلدی لیکن ہم کہتے ہین کہ یہ بھی شاذ و نادر ہوتا ہے خوشی تو عموماً قریب آنے ہی نہین پاتی ایک طرف سے اگر کچھ سامان عیش کے نظر آئے تو دوسری طرف سے کدورت کی صورت دکھائی دے رہی ہے۔ مصیبت کا پلہ ہمیشہ بھاری رہتا ہے۔ الم کے نہ ہونے کا نام ہے خوشی۔ اگر سو مین ننانوے حصہ خوشی کا ہے اور کہین ایک حصہ رنج کا شامل ہوگیا تو خوشی کہان باقی رہی؟ غرضکہ دنیا مین خوش رہنا کبھی انسان کو میسر نہین ہو سکتا۔ نپولین بوناپارٹ ایکمرتبہ جوش ہمت مین کہہ پڑا کہ کوئی امر دنیا مین محال نہین ہے اس بے معنی لفظ کو لغت سے نکال دینا چاہیے۔ اُس وقت کوئی حاضر جواب ہوتا

واٹرلو بونا پارٹ سے فوراً ہی قبول کرالیتا کہ دنیا میں خوش رہنا قریب محال ہے کیونکہ
بونا پارٹ جیسے باہمت اور مستقل مزاج شہنشاہ سے زیادہ شاید کوئی شخص
تجربہ کار اس امر کا پیدا نہ ہوگا کہ خوشی ایسی شے نہیں ہے جو اس عالم میں میسر آسکے
خوشی ایک محال چیز ہے تو خلقت اسکی متمنی کیوں ہے؟ یہی راز الٰہی یا قدرت
خدا ہے - خوشی کسی کو میسر نہیں آتی - لیکن ہر شخص اپنے سوا دوسرے کو خوش سمجھتا ہے
اور کوشش کرتا ہے کہ دوسرے کی طرح وہ بھی خوش رہے یہ تمنا مرتے دم تک
ساتھ لیجاتا ہے اور کبھی اُسے ایسا وقت نہیں ملتا کہ وہ خوش ہو اور سمجھے کہ اُسکے
سوا دوسرے ناخوش ہیں - دنیا کی حالت تو یہ ہے کہ ایک نان شبینہ کو محتاج ہے
اور دوسرا متمول تو ہے لیکن اولاد نہ ہونے کے غم میں مرا جاتا ہے - مفلس ہے
کہ متمول کو سب سے زیادہ خوش نصیب جانتا ہے اور متمول اُس مفلس صاحب
اولاد کو خوش قسمت سمجھتا ہے - اسی طرح ایک تو اسلیے ناخوش ہے کہ حکومت کی
تمنا اسکا سارا کھیل بگاڑ رہی ہے اور دوسرا ہے کہ بار حکومت سر پر پڑنے سے
رات دن بےچین رہتا ہے - کسی کو بے زری تباہ کرتی ہے اور کسی کو زر کی حفاظت
رات بھر پلک سے پلک نہیں لگانے دیتی - ایک نے پیٹ کے خالی رہنے سے
رات بھر اختر شماری کی ہے - اور دوسرا سوء ہضمی کے درد سے رات بھر گھنٹے گنتا
رہا - کسی کے گھر شادی کی دھوم ہے رات بھر اہل خاندان کو سونا نصیب نہیں ہوا
اور کہیں مالک خانہ کے تابوت پر گھر والوں نے ماتم کرکے صبح کی ہے - لیکن شادی
کے بعد تمام گھر والے ترددات کی بےچینی سے پژمردہ اور بےلطف ہو رہے ہیں اور مقابلہ
اُنکے ماتم کرنے والوں کا اگلا دن فرحت و انبساط کا رنگ جماتا ہے - دیکھنے سے

طبیعت ہلکی ہے۔ متعلقین نے سمجھ لیا ہے کہ مرنے والے کے ساتھ ہمارے تمام عیش و آرام بھی مرگئے۔ جو ہونا تھا وہ ہوچکا۔ اب کیا رہا جس پر روئیں۔

مشکلیں اتنی پڑیں ہم پر کہ آسان ہوگئیں

کسی کا قول ہے اور کیا اچھا قول ہے کہ "فرط غم کا نام ہے انبساط۔ اور فرط انبساط کا نام ہے غم۔"

کسی کے منہ میں زباں ہے کہ خدا کی بے عیب ذات کو عیب لگا سکے؟ ہرگز نہیں۔ لیکن پھر بھی سیکڑوں ہزاروں بلکہ لاکھوں کروڑوں ایسے بے سمجھ بیچارے ہیں جو اللہ میں عادل ہونے کی صفت کو تسلیم نہیں کرتے۔ اندھے کہتے ہیں "خدایا ہم نے ایسا کیا قصور کیا تھا کہ آنکھیں (جو فطرتاً تمام بنی نوع انسان کو دی گئی ہیں) ہمکو نہیں دی گئیں"۔ یتیم بچے کہتے ہیں "ہمارا کیا قصور تھا کہ باپ کا سایہ ہمارے سر سے اٹھا لیا گیا"۔ کتنے شیر خوار بچے اپنی ماؤں کے مرنے پر زبان حال سے کہتے ہیں "رب کریم ماؤں کا دودھ جو تو نے حیوانوں تک کے لیے حلال کر رکھا ہے۔ ہمارے لیے وہ کس جرم میں حرام کیا گیا"۔ کوڑھی کہتے ہیں۔ "جب ہم دنیا کے کسی کام کے نہیں سڑے گلے پھل کی طرح درخت دنیا کی شاخ میں لٹک رہے ہیں تو پھر باغ عالم میں ہمارے لانے یا قایم رکھنے سے قدرت میں کیا بٹہ لگا جاتا تھا"۔ اسی طرح لنگڑے لولے گونگے بہرے اپنے اپنے طور پر سب ہی شاکی ہیں۔ راجہ اپنی لاولدی کے غم میں اللہ کی بے انصافیوں سے رو رو کر کہہ رہا ہے "خدایا تو نے دولت۔ مال۔ جاہ و حشم سب لوگوں کے دکھانے کو دیے ہیں۔ اختیارات جو ہمکو دیے وہ اپنی رعایا کی حفاظت

دیجئے۔ دولت اسلیے دی کہ غربا سے شکستہ حال کی خبر گیری کی جائے فوج اسلیے کہ غنیم کی قوت، دست ملک بربادی سے بچایا جائے۔ لیکن وہ شے جس سے بڑے دل کو راحت ہو جسیے آنکھیں ٹھنڈی ہوں تو نے عطا نہ کی۔ میرہ رانی محل کے اندر بیٹھی گھسیارنوں کو دیکھتی ہے کہ وہ اپنے شوہروں کے ساتھ گھاس کا گٹھا سر پہ رکھے ہنستے ٹہل کرتی ہوئی چلی جاتی ہیں دل میں کہتی ہے یہ خدایا ان گھسیارنیوں کی سی قسمت بھی تو نے میرے لیے مقدر نہ کی تو میں کیا سمجھوں گی کہ میں بھی کسی قادر مطلق کی بندی تھی۔

عمر ساری تو مصیبت ہی میں گزری ہے جناب ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

خدا نے راج دیا حکومت دی۔ رڑکے بالے عزیز یگانے سب موجود اور خوش خرم رعایا بھی فارغ البال غنیم کا بھی کچھ ڈر نہیں ملک میں پورا امن۔ دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ راجہ سے زیادہ خدا نے کسی کو خوش قسمت نہیں پیدا کیا اور راجہ ہے کہ دو دن سے اسکے دانتوں میں درد ہے یا آنکھ میں ٹیس اٹھ رہی ہے ہم گھنٹے ہو گئے کہ پلک سے پلک نہیں لگی درد اس شدت کا ہو کہ برداشت نہیں کر سکتا۔ خودکشی کے لیے کئی مرتبہ اسنے تیغہ نیام سے باہر نکالا اور پھر کچھ سمجھ کر رہ گیا۔

جس وقت عبدالملک ابن مروان کو جو اپنے وقت میں دنیا کا سب سے بڑا بادشاہ تھا مرض موت کی تکلیف نے زیادہ بیقرار کیا اسکی نظر ایک دھوبی پر پڑی جو محل شاہی کے نیچے دھوبی گھاٹ میں کھڑا کپڑے دھو رہا تھا بادشاہ کے منہ سے بے اختیار یہ کلمہ نکلا یہ الله لے اس وقت مجھ سے کہیں زیادہ آرام اس دھوبی کو ہے کہ ہے اسنے مگر اس دھوبی کے عیش پہ رشک آتا ہے۔

دنیا مین کوئی غذا نہ ملنے سے مر رہا ہے - اور کوئی اسلیے مرتا ہے کہ ضرورت
سے زیادہ کھانا کھا جانے سے تخمہ ہو گیا ہے - پہلا تو رزاق مطلق کا اسلیے شاکی
ہے کہ اسے غذا نہین ملی اور دوسرا اسلیے کہ کیون ملی - کوئی برسون دیہات مین
جو کی روٹی اور ارہر کی دال کھاتے کھاتے اُکتا گیا ہے شہر مین حلوائی کی دکان پر کھڑا
اپنی بے زری سے نالان مٹھائیون کی خوشبو سے دماغ تازہ کر رہا ہے اور دوسرا
معیادی تپ مین مبتلا بستر پر پڑا کراہتا ہے - اطبا کی صلاح سے گھر والون نے
کیوڑے سے بسی ہوئی کھیر کی پیالی اسکے سامنے پیش کی ہے - مریض ہے کہ
اسکو زہر کی پیالی سے بھی زیادہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے - وہ مفلس دیہاتی اس
معیادی کی حالت پر رشک کرتا ہے اور یہ معیادی ہے کہ اس دیہاتی کی صحت کو یاد
کر کرکے راتون کو خدا کی بیرحمیون کے نسبت زبان پر لاتا ہے - تکلیف مرض سے
نیند تو نہین آتی - رات بھر اپنا یا خدا کا شکوہ کرنا یہ دلچسپ شغلے ہمدم اور ہمدرد ہین -
ستر برس کے بڈھے میان کروڑون روپیے کی دولت گھر مین رکھکر اس حسرت کے
ساتھ اپنی جوانی یاد کرتے ہین کہ اگر کوئی انکی ساری دولت لیکر اپنی جوانی انکے بڑھاپے
سے بدلنا چاہے تو وہ اپنی عین مراد سمجھین گے - اور ایک وہ مفلس نوجوان ہے
جسکو فاقہ کشی نے اس طرح جوانی سے بیزار کر دیا ہے کہ وہ چار روپیہ پر اُسے بیچنے کو
تیار رہے اور فوج مین بھرتی ہو کر مر کھپ جانے کے لیے کیا کچھ سعی و کوشش نہین کرتا
دو نوجوان عورتون مین سے ایک نوجوان مفلس اور دوسری بیرحم دولتمند کے
ساتھ بیاہی گئی - اب اللہ کے انتظام پر دونون کو اعتراض ہے پہلی کو فاقے ستا رہے ہین
اور دوسری کو غیر موانست - تیسری نے اگر دونون باتین پائین تو اب اسکو فکر ہے کہ

لڑکے بھی بیاہ کے بعد ہی پیدا ہو جائیں اور رہین بھی تو زندگی کا بیمہ خدا کے یہاں سے کرا آئے ہیں۔ شوہر بھی تابعدار رہے اور بی بی کی زندگی تک جیتا بھی رہے اور اگر ان باتون میں کہیں ایک بات بھی کھنڈت ہوئی تو بس سہارا سارا الزام خدا پر دھر دیا گیا۔ یہ تو کیفیت انکے دلون کی ہے جو انتظام عالم اور خدا کی قدرت پر بالا الفراد نظر ڈالتے ہین اور جو اہل دانش ہین وہ ان سب باتون پر اکٹھا نظر ڈال کر یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ دنیا مین نہ کوئی خوش ہے اور نہ کوئی ناخوش ہے۔ کوئی کسی اعتبار سے خوش ہے اور کوئی کسی اعتبار سے خوش ہے۔ خوشی اور رنج کی حالتین پائیدار نہیں ہوتین اگر سامان عیش یا باعث حزن علی الاتصال قایم رہے تو انکا وجود دیکھنے والون کی نظر مین رہ جاتا ہے اُسپر کچھ اثر باقی نہین رہتا جسکو لوگ دایم السرور یا دایم الحزن سمجھتے ہین۔

اللہ نے دنیا کی ساری نعمتیں ایک شخص کو عطا نہیں کین کسی کو کچھ دیا اور کسی کو کچھ دیا۔ یہ قصور بندون کا ہے کہ جو نعمت انکو ملی آپ سے حقیر سمجھیں اور جو دوسرے کو ملی اُسے اچھی سمجھیں۔ خدا کی حکمتون کو جو اس طرح سمجھے اور خدا کے وجود کو جو اس طرح مانے کسی کو مذہبی اصطلاح مین موحد اور خدا پرست کہتے ہین۔ اور محققون کا قول ہے کہ جو جتنا ہی بڑا حکیم ہوگا اُتنا ہی بڑا موحد بھی ہوگا اور جو موحد ہوگا اُسے دل سے یقین ہوگا کہ خدا کے عدل اور انصاف مین ذرا تامل کرنا عقلاً نادرست ہے اور اگر ہم سے پوچھیے تو یہ خیالات جنکے دل مین پورے طور پر مستحکم نہیں ہین انکو کسی طرح بھی خوشی حاصل نہیں ہو سکتی

فصل پنجاہ و نہم

لیت الشباب یعود

ملبے سے نیچے دیوار سے لگی ہوئی ایک بڑھیا بیٹھی ہے کوئی اسّی برس کا سن ہوگا۔ بدن پر جھریاں پڑی ہیں۔ گردن ہلتی ہے۔ مزار کے لیے زمین کی جستجو میں پشت بھی خم ہے۔ کثیف کپڑے بدن پر ہیں۔ ہاتھ پاؤں میلے ہیں۔ منھ پر مکھیاں بھنک رہی ہیں۔ شاید آنکھوں کی بصارت میں بھی فرق آگیا ہے۔ ورنہ کچھ تو اُسے اپنے جسم کی صفائی کا خیال رہتا۔

پیری و صد عیب چنین گفتہ اند

شاید کوئی والی و وارث نہیں ہے اسلیے بھیک کے ٹکڑوں پر مدار زیست ہے مدار زیست کیا ہے زندگی کے دن پورے کر رہی ہے۔

یہاں کیوں بیٹھی ہے؟ وجہ کھلی ہوئی ہے۔ خود کما سکتی نہیں دوسروں کی کمائی میں حصہ پانے کا آسرا کسی گوشہ یا ویرانے میں جا بیٹھے تو کون پوچھتا ہے۔ ایسے لوگ بہت کم ہیں جو ایسے ذوی الحقوق کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر دیتے پھرتے ہیں۔ گذرگاہ پر بیٹھی ہے تاکہ لوگوں کی نظریں پڑیں۔ ہزار میں کہیں ایک نے بھی خیال کیا تو اسکا کام نکل گیا۔

کچھ کہتی بھی ہے؟ کہتی یہی ہے کہ جن لوگوں کو خدا نے کان۔ آنکھ۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ دانش۔ فراست۔ قوت بازو عطا کیے ہیں اُنپر فرض ہے کہ ہم ایسے اپاہجوں کی خبرگیری کریں۔ نہیں نہیں کچھ اور بھی کہتی ہے۔ کہنے کو تو ایک نہایت عمدہ قصہ کہہ رہی ہے لیکن نوجوانو! تم میں اُسکے سننے اور سمجھنے کی طاقت نہیں۔ ہاں۔

بھی ان عقولا پر عمل کرو اسمجھ سکو یا اس عمر کو پہونچ کر تم خود قصہ بنانے کے
قابل ہو تو شاید تمھاری سمجھ مین آئے - قصہ نہایت دلچسپ ہے - زبان مقال سے
وہ کہنے ہو آئے اور تم سُننے بیٹھو تو مہینون ختم نہ ہو - لیکن زبان حال سے جو لفظ
مختصر وہ تمہاری ہے اُسکا ماحصل یہ ہے کہ جب کوئی لڑکا یا لڑکی کہین پیدا ہو
کیسے ہی غریب یا مفلس کا گھر کیون نہ ہو اسکی پیدائش سے اپنے بیگانے سارے
محلہ والون کو خوشی ہوتی ہے ہر ایک دوڑا ہوا چلا آتا ہے آنکھین پھاڑ کر
دیکھتا ہے - حسن پر وضع پر رنگ پر تناسب اعضا پر رائین دیتا ہے - جنکو لڑکون سے
شوق پالنے دو کون کا داغ ہے وہ تو چمٹے جاتے ہین - کوئی گود مین اُٹھا رہا ہے کوئی چمکارتا
ہے - ایک ہے کہ بلا پڑتا ہے - دوسرا ہے کہ چپٹا جاتا ہے - کبھی کبھی کم سن سہیلیان
مین اس لڑکی کے کھلانے کو دانے پر تکرار ہو پڑی - اللہ اللہ اس درجہ کا اخلاص اور
اس حد کا پیار - وجہ کیا - فطرت کا تقاضا نیچر کا زور - اگر بچون کی طرف اللہ اس طرح
ماؤن اور نیز دوسرے بنی نوع انسان کو مائل اور گرویدہ نہ بنائے تو پرورش کیسے
بچون کی بھولی بھالی صورتین ہین کہ دلون کو بیقرار رکھتی ہین - جنکو اللہ نے عقل
رسا یا چشم بینا عطا کی ہے وہ دوسرے ہی خیال سے دیکھتے ہین وہ سمجھتے ہین کہ
ہمارے اصلی گھر اور اصلی وطن سے یہ نووارد مسافر آیا ہے - ہماری ولایت سے
تازہ وارد ہے - دنیا کی ہوا اسکو نہین لگی - دیکھیے وہان کے خیالات اسکے
ساتھ کیا کیا ہین - یہ ہنستا ہے تو کیون؟ اور روتا ہے تو کیا سوچ کر؟ عزیز
من [illegible] میا پر سال اول یہین گزرا ہوگا - اچھے اچھے حسینون اور بڑے بڑے
متکبر مالدارون کی گود مین اسنے پرورش پائی ہوگی اور ذرا رونے پایا اسکے منہ بنا لینے

سے کمزوری کی جوان پر آئی ہوگی - اب دوسرے ہی سال کیا واقعہ ہے - کچھ کچھ پاؤن
مین چلنے کی قوت آئی - بات بھی الٹی سیدھی منہ سے نکلنے لگی - اب ہر ایک چاہتا ہے
کہ میری ہی دی ہوئی کوئی شے کھالے - مینا کی طرح اپنی بولی سنا کر مجھے شاد کرے
ایک ایک بولی کے لیے سو سو خوشامدین - اور ذرا سے تبسم کے لیے لاکھون آرزوئین
اب روز بروز سن بڑھنے لگا نئے نئے تعلقات لوگون سے پیدا ہوئے کوئی تو
اسلیے خاطر کرتا ہے کہ میرا کچھ کام کرے گی - اور کوئی اسلیے کہ بڑی ہوکر میرے کام
آئے گی - ہوش سنبھالنے پر دنیا پیچھے پڑی اسلیے دنیاوی تعلق کے پیرایہ مین لوگون
کی چاہتین بھی شروع ہوئین - ابھی یہ باتین ختم نہ ہوئی تھین کہ پندرھوان برس شروع ہوا -
اسکا شروع ہونا تھا کہ اگر کہو مسے چاند ابر سے نکل آیا تمام جہان مین روشنی پھیل گئی - یا
یون سمجھو کہ شباب نے تمام دنیا کے نوجوانون کے دلون پر اپنا سکہ جمالیا یہ وہ زمانہ
ہے کہ کیسی ہی بدصورت عورت ہو لیکن وہ بھی حسین سے حسین نوجوان پر اور متکبر سے
متکبر مرد پر فطرتی طور پر ایسا بڑا اثر دباؤ رکھتی ہے کہ اسکی نظیر نہین مل سکتی - سچ ہے یہ بڑا اثر
زور نیچر سے نہ عطا کیا جاتا تو یہ عورتین بیچاری نیچر کی خدمت توالد وتناسل کا اتنا بڑا اہم
کام روز ازل سے کیونکر انجام دیتی چلی آتین - غرضکہ اب وہ زمانہ ہے کہ ایک غریب
اکم حیثیت کی بھی لڑکی اچھے اچھے سلاطین پر ایسی حکومت کرسکتی ہے جو کسی بادشاہ کو
کسی رعایا پر یا کسی زبردست کو کسی کم زور پر حتی کہ شیر کو بکری پر بھی نصیب نہین - یہ بڑھیا
کہہ رہی ہے کہ یہ سارے زمانے مین دیکھ چکی ہون شباب کی عنان حکومت ابھی ایک
روز میرے ہاتھ مین تھی اور ایسی تھی کہ تشاید دیا - یہ تینون زمانے مین سے طے کیے
ہین - لڑکپن مین تمام دارو مدار ہماری حکومت تھی اسکے بعد کتنے خود غرض انسانون نے

ہمارا رہا ہوتا۔ حالت شباب میں نوجوانوں کے دلوں پر ہماری عام حکومت تھی۔
اسکے بعد بڑھاپے میں ہمارے بچوں کو دودھ پینے کے لیے ہماری خواہش تھی
شوہر کو اولاد کی پرورش کے لیے ہماری ضرورت تھی۔ محلہ کے چھوٹے چھوٹے بچے
دنیا میں زندگی بسر کرنے کے طریقے ہم سے پوچھنے آتے تھے اور اس طرح
گویا عام طور پر ہم بڑھاپے میں بھی ہر دل عزیز سمجھے جاتے تھے اب یہ یا نچواں پن ایسا
ہے کہ ہم دنیا جہان حتیٰ کہ زمین کو بھی بھاری ہیں اور ہمکو سارے جہان حتیٰ کہ زمین
سے بھی نفرت ہے اسی نوّے برس کا سن ہے۔ دنیا کے تمام تعلقات ٹوٹ
گئے۔ اتفاقات سے وہ لوگ بھی زندہ نہ رہے جو محبت سے نہیں تو قرض ہی ادا
کرنے کے طور پر کہ ہم سے خدمت لی تھی ہماری خدمت کرتے۔ یا خدا کے خوف
سے ہماری خبرگیری کو فرض سمجھتے نہیں بلکہ فرض عین سمجھتے۔ اب تو یوں سمجھیے کہ درخت
میں پھول آیا پھل لگا۔ پھل بڑھا بڑھکر پکا۔ پک کر شاخ ہی میں سڑ گیا اور لٹک رہا ہے
انسان یا جانور اسے کوئی بھی نہیں پوچھتا ہے حتیٰ کہ مالک باغ (نیچر) بھی یہی
کہتا ہے کہ کہیں ٹوٹ کر گر پڑے کہ درخت صاف ہو۔

قصہ تو ختم ہو گیا لیکن قصہ کا نتیجہ سننا باقی ہے جو حکمت کا ایک بہت بڑا
سبق ہے۔ دنیا میں موت سے زیادہ کوئی شے یقینی نہیں ہے لیکن عملی
طور پر سب سے زیادہ شک اسی کی صحت میں مانا جاتا ہے۔ موت کے آنے میں
شبہ نہیں لیکن مرنے کا نام سنکر کوئی ایسا نہیں جو ناخوش نہ ہوتا ہو۔ بڑھاپا اس کلیہ
سے مستثنیٰ ہے اسے سمجھو کہ اس خصوص میں سب سے اچھا ہے۔ دنیا کی تمام چیزوں
میں اچھے اور برے دونوں اعتبارات ہوتے ہیں۔ اس بڑھاپا میں سب برائی ہی

لیکن میرے مینا و اتم سب سے زیادہ جوانمرد ہے۔ اور [illegible]
وہ تم سب سے اچھی ہے۔ اس بڑھیا کو نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھے وقت اسکی
اس خوبی پر غور کر لیا کرو تو بہت سے خطروں سے بچتے رہوگے۔

فصل شصتم

موت

انسان کو موت لازم ہے۔ اسکا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ جو پیدا ہوا۔ اسکو ایک دن مرنا ہے۔ بلکہ اسکا منشا یہ بھی ہے کہ پیدا ہونے والے کے لیے مرجانا ایک عمدہ اور آخری چارہ کار ہے۔ کہ کسی کے لیے موت لازم نہ ہوتی تو درختوں پر چڑھ چڑھ کر لوگ گرتے اور کنوؤں میں کود کود کر جان دیتے۔ وہ تماجیا آج مورثوں کے مرنے پر آہ و فغان کرتے ہیں۔ موت نہ ہونے پر مورثوں کی طول حیات پر گریہ وزاری کرتے۔ ہم خود اپنی ناگوار زیست سے بیزار ہو کر مرنے کے یوں متمنی رہتے جیسے اب جینے کے۔ خدا کی جہاں سب حکمتیں ہیں وہاں ایک یہ بھی ہے کہ اُسنے پیدا ہونے کے ساتھ مرنے کو لازم قرار دیدیا۔ مرنا گو انتظام عالم کے بقا کے لیے ضروری ہے زندگی کو بھی اُس نے بالطف کر رکھا ہے۔

ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا

ہمارے نزدیک تمام مذہبوں کے پیدا ہونے کا سبب یہی موت ہے اگر موت نہ ہوتی تو کسی کو ضرورت بھی نہ ہوتی مگر موت معدوم ہونے کے ساتھ ہی دھڑکا [illegible] رہتا۔ اور جب یہ نہیں تو مذہب کی پروا کسکو ہے۔ پیدا ہوتے ہی کیوں لگی جب وہ ایک غیر ضروری چیز ٹھہری۔ اب حالت تو یہ ہے کہ موت ٹھہری لازمی اور موت کے

چھپایا ہوگا اسکو کوئی بھی نہین جانتا۔ یہ لاعلمی بس غضب کرتی ہے تصور کے ساتھ ہی بس سب صورتین سامنے آکھڑی ہوتی ہین۔ الہام غیبی کے ذریعہ سے موت کے بعد کی زندگی جس علم کی موضوع ہو اسی کو علم دین یا علم مذہب کہتے ہین۔ الہام غیبی تو ایک ہی ہوسکتا ہے۔ لیکن زمانہ کی ضرورتون کے لحاظ سے کبھی کبھی پرانے مذہب کی اصلاح کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ خبث باطن طمع دنیاوی یا اقتضاے جہالت کبھی ایجاد مذاہب کا باعث ہو جاتا ہے۔ سچے مذہب بگڑ کر مختلف طور سے مذہب باطلہ پیدا کر دیتے ہین غرض کہ انھین سب اسباب کے اکٹھا ہو جانے سے ہم دیکھتے ہین کہ جتنے فرقے اُتنے ہی مذاہب۔

اسوقت ہم کو مذاہب کی تاریخ لکھنی نہین ہے۔ ہمکو صرف یہ دکھانا ہے کہ دنیا مین کوئی فرد بشر ایسا نہین ہے جو کوئی مذہب نہ رکھتا ہو۔ حق اور باطل سے بحث نہین۔ جھوٹ یا سچ ایک نہ ایک خیال موت وحیات کی نسبت ہر شخص رکھتا ہے اور یہی اُسکا مذہب کہلاتا ہے۔ ممکن ہے کہ دنیا کی عزت یا بیفکری یا نشۂ حکومت مذہب کا خیال پاس نہ آنے دے مذہبی باتین ہنسی سمجھی جائین۔ لیکن ترددِ مصیبت یا بیماری کے وقت کیسا ہی آزاد خیال آدمی ہو اُسے مذہبی امور ضرور بدیہی معلوم ہوتے ہین۔ بعض ایسے بھی ہین جو مرتے دم تک مذہب کو پاس آنے نہین دیتے انکا مقولہ ہے کہ چراغ گل ہوا تو اُسکی لو کیا ہوئی ایسا ہی کیفیت روح انسانی کی ہے۔ حیات ایک کیفیت تھی جو مرنے کے ساتھ ہی زائل ہو گئی حشر ونشر عذاب وثواب یہ ڈھکوسلے ہین۔ لیکن ایسے

خیال کے آدمی بھی نزع روح کے وقت اپنے خیالات پر قایم نہیں رہتے۔ اور کہیں کروڑ در کروڑ میں ایک آدھ ایسے نکل آئے کہ مر گئے مگر بات نہ بدلی تو انکا یہ وجود اشاذ کالمعدوم کے حکم میں ہے۔

موت انتظام عالم میں بہت کچھ دخل رکھتی ہے۔ مذہب گویا اسی سے نکلا ہو معلوم ہوتا ہے۔ اسلام میں موت کا خیال بہت بڑی عبادت ہے۔ اسمیں تو شک نہیں کہ دنیا میں جتنی برائیاں ہیں وہ موت کے خیال کو دل سے نکال ڈالنے پر پیدا ہوتی ہیں۔ دل میں موت کا تصور ہے تو انسان معصیت کا کبھی مرتکب نہ ہو۔

دیکھو تو ہم ایک تھوڑی سی زندگی کے لیے انسان کیا کچھ نہیں کرتا گھر بناتا ہے۔ زمین خریدتا ہے۔ کاروبار بڑھاتا ہے۔ تجارت پھیلاتا ہے بڑے بڑے معاملات کرتا ہے۔ کسی کو ملک گیری کا شوق ہے۔ اور کسی کو قطاع الطریقی کی چاٹ ہے۔ ایک چوری کرنے گھر سے چلا ہے۔ اور ایک اسلیے بھیس بدل کر نکلا ہے کہ چور کو پکڑ کر حسن کارگزاری دکھائے۔ غرضکہ مرتے دم تک انسان اپنی تدابیر سے نہیں چوکتا اچھی تدبیروں کا کیا کہنا یہاں ذکر بُری باتوں کا ہے۔ آدمی جانتا ہی نہیں کہ مرنا بھی ہے۔ کیسا غفلت کا پردہ ہے کہ موت کا وقت آگیا اور انسان ہے کہ زمین و آسمان کے قلابے بیٹھا ملا رہا ہے۔ موت کھڑی ہنس رہی ہے کہ واہ جانِ منت اسکو دنیا میں اور رہنا ہے اور مرنے والا سمجھتا ہے کہ تمام دنیا کے لوگ مرلینگے جب کہیں میری باری آئے گی۔

موت سب سے زیادہ یقینی اور سب سے بڑھ کر بدیہی ہے۔ ممکن ہی نہیں کہ کوئی شخص موت سے انکار کرے۔ اپنے مرنے پہ کوئی شخص ذرا بھی شک

نہین کرسکتا لیکن پھربھی انسان جتنا موت سے غافل ہے دنیا کی کسی دوسری
چیز سے نہین۔ یہی نیچر کا اقتضا۔ قدرت کا زور کھلاتا ہے۔ قدرت خدا انسان کے
دل مین نزع روح تک موت کا پورا خیال آنے نہین دیتی۔ کیون؟ اسلیے
کہ انتظام عالم موقوف ہے اسی امر پر کہ انسان اپنی موت یاد نہ کرے۔ موت کا
جیسا خیال ہونا چاہیے اگر ویسا خیال آدمی کے ذہن مین رہے تو دنیا دی ترقی
کے اعتبار سے اشرف المخلوقات ہونے کی صفت انسان سے زایل ہوجائے۔
بڑے کام کے ساتھ دنیا کی سبت سی عمدہ باتین بھی انسان سے چھوٹ جائین۔
ہمت اور استقلال کی صفت تو بالکل باقی رہے۔ ترقی موقوف ہی ہوجائے۔
اور حیوانون کی طرح انسان کے مرنے پر بھی کوئی یادگار اسکی قایم نہ رہے کوئی علم
ایجاد نہ ہو نہ کوئی کل بنائی جائے۔ دریا کا سفر بند ہوجائے۔ جہاز ریل تار گلیہ
یہ تمام چیزین معدوم ہوجائین۔ سلطنت۔ حکومت یہ سب باتین مٹ جائین۔
زیادہ تر مدار غذا کا درختون کے پھل اور پتون پر آرہے۔ کپڑون کا رواج بند ہوجائے
سردی مین آگ تاپنے کے سوا گرم کپڑے دیکھنے کو بھی نصیب نہ ہون۔ بس ایک
فوری تسکین کی تمنا دلون مین رہ جائے اور باقی تمام حوصلے اور ارادے پست
ہوجائین۔ کوئی کام کبھی اس خیال سے نہ کیا جائے کہ آیندہ زمانہ مین یا آیندہ
نسل کے لیے اس سے فائدہ حاصل ہوگا۔

موت کا بالکل خیال نہ آنا ایک اعتبار سے تو قیام عالم کے لیے ضروری
ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ فسق وفجور اسپر متفرع ہوتے ہین یہ بھی کہا جاتا ہے
کہ انسان کو ہردم موت کا دھیان رکھنا چاہیے۔ جب مین موت کو یاد کرتا یک

ضروری کام سمجھا گیا ہے۔ موت کا ہر دم خیال رکھنا تو محال ہے۔ کیونکہ خود قدرت ایسا نہین چاہتی۔ لیکن مذاہب کھینچ کھانچ کر کچھ نہ کچھ موت کی طرف توجہ دلاتے رہتے ہین تا انسان دنیا کی بے ثبات خوبصورتی پر محو ہوکر برائیون کا ارتکاب نہ کرے۔ اور اسقدر خیال رکھنے کو قانون قدرت بھی برا نہین سمجھتا بلکہ اچھا جانتا ہے۔

موت سے لوگ کیون غافل ہین جب وہ سب سے زیادہ یقینی ہے؟

اگر مفصلہ بالا تحریر نے اس سوال کا جواب نہین دیا۔ یا دیا۔ لیکن اسقدر طوالت کے ساتھ کہ ترتیب مقدمات کے بعد خلاصہ کلام تک ذہن آسانی سے نہین پہونچ سکتا تو مختصر یون کہہ سکتے ہین کہ جس نے جانداروں کے لیے موت بنائی اسی قادر برحق نے موت کے خیال کو بھی دلون سے محو کردیا۔ اور اگر ایک جواب مین کوئی سقم ہو تو جانے دیجیے۔ یون سمجھیے کہ خود سوال مین جواب موجود ہے۔ موت سب سے زیادہ یقینی ہے اور یہی وجہ ہے کہ لوگ اس سے غافل ہین۔ غافل نہ ہوتے تو فکر کرتے۔ اور فکر تو اُس چیز کی کیجاتی ہے جس کا تدارک اپنے اختیار مین ہو۔ مرنا ٹھہر الازمی اور یقینی تو پھر تردد ہی کیا ہے۔ موت کو تو ایک نہ ایک دن آنا ہی ہے۔ پھر ابھی سے ہم قبل از وقت کیون مرجائین خیر یہ تو عقلی ڈھکوسلے ہین جنکی کوئی حد و انتہا نہین۔ لیکن اسبارہ مین قول فیصل یہ ہے کہ "موتوا قبل ان تموتوا" مرنے کے پہلے مرجاؤ یعنے موت کے خیال سے کسی دم غافل نہ ہو۔ شارع سمجھتا ہے کہ موت کے خیال مین اس طرح مستغرق رہنا کہ دنیا کے کام بند ہو جائین یہ تو محال عقلی ہے جب تک روح بدن مین ہے ایسا ہو نہین سکتا۔ لیکن اس تاکیدی حکم کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جو دن مین تسبیح

موت کو یاد کرنا چاہے گا اُسے دو چار مرتبہ وہ ضرور ہی یاد پڑے گی اور دنیا کے مکروہات سے بچنے کے لیے اتنا بہت ہے۔

فصل شصت ویکم

لذات دنیا

بے بھوک تمام دنیا کی نعمتیں کھائی جائیں تو کچھ مزہ نہیں۔ سوکھی روٹی شدت گرسنگی میں جو لذت پیدا کرتی ہے اسکا مزہ اُنسے پوچھیے جو دن کو چار دانے منہ میں ڈال کر رہجاتے ہیں اور شام کو موٹی موٹی روٹیاں انگاروں پر سینک کر نمک یا کوئی ایسا ہی اچھا دن ہوا تو چٹنی یا آلو کے بھرتے سے کھانے بیٹھتے ہیں۔ ان بے سروسامانوں کو جو مزہ اس سادہ کھانے میں ملتا ہے وہ شاہ ایران کو اپنے خوان نعمت میں بھی نہ ملتا ہوگا جب وہ بے بھوک اوروں کا ساتھ دینے کو طوعاً وکرہاً پیٹ پکڑے ہوئے کھانے کی میز پر آبیٹھتے ہونگے۔ جو کے ستو میں نمک اور پانی ملا ہوا جس مسرت سے کسان اپنے انگوچھے کے کونے پر یا پتوں کے دونے میں دیکھتے ہیں وہ مسرت اُن آنکھوں کو کبھی نصیب نہیں ہوتی جو مزعفر اور بریانی دیکھتے دیکھتے اُکتا گئی ہیں۔

پانی کا مزہ اُنسے نہ پوچھو جو خسخانہ میں بیٹھے ہیں لیمونیڈ۔ سوڈا۔ گلاب۔ کیوڑہ کا شربت۔ [illegible] وغیرہ وغیرہ کی بوتلیں سامنے رکھی ہیں۔ ایک طرف برف کا بکس رکھا ہے۔ ابھی ایک گلاس کی برف پگھلی نہیں اور خانساماں دوسرا گلاس طیار کر رہا ہے بھلا ان بیفکروں کو کیا پتہ لگے کہ پانی کا مزہ کیا ہے۔ اسکا مزہ اُن مزدوروں سے پوچھو جو پہروں گھاس چھیلا کر شام کے بعد کنوئیں کے قریب آکر لٹیا مانجھ رہے

ہین یا اُن مسافرون سے پوچھو جو جیٹھ بیساکھ کی دھوپ مین کوسون چل کر ایک
سایہ دار درخت کے نیچے کنوئین کے قریب آکر دم لیتے ہین اور گٹھری میں سے لٹیا
تھیلی سے نکال کر منہ مین رکھی ہے اور پو سالہ کے قریب چلو لگا کر بیٹھ گئے ہین
اور زبان حال سے کہہ رہے ہین۔

نہ بجھے اک جام سے کیا پیاس و پیر مغان میری
صراحی کے دہن مین کاش کر کہدے زبان میری

پانی خدا کی نعمتون مین سے ایک نعمت ہے اور زندگی بسر کرنے کے لیے
بعد ہوا کے اسی کا درجہ ہے لیکن اس نعمت کو وہ لوگ کبھی نعمت نہین سمجھتے جنکو اپنی
زندگی مین کبھی ایسا اتفاق نہین پڑا کہ پینے کے لیے اُنکو پانی تلاش کرنے پڑا ہو۔

پوشش کی دو صورتین ہین ایک تو یہ کہ عریانی کی تکلیف قریب نہ آنے پائے
اسمین امرا کی حیثیت مفلسوں سے ضرور اچھی ہے۔ لیکن دوسرا پہلو یہ ہے کہ پوشش
سے راحت پہونچے جسم کو آرام ملے۔ اور برہنگی کی تکلیف رفع ہونے کے ساتھ ہی
ایک خاص مزا آتا ہے اُسکا لطف حاصل ہو۔ یہ باتین امرا کو خواب مین بھی نصیب
نہین۔ اس لطف کو اُنسے پوچھو جو ماگھ پوس کے جاڑے مین نو بجے رات کو گھر سے
ٹکڑے مانگنے نکلے ہین۔ سردی سے ہاتھ پاؤن قابو مین نہین ہین۔ دانت سے دانت
بج رہے ہین متوالون کی طرح قدم مین لغزش ہے ہاتھ پاؤن اور گردن کو اس
طرح سمٹائے ہوئے ہین جیسے لجانتو (چھوئی موئی) کی پتیون پر کسی کا ہاتھ پڑ گیا ہو یا
کچھوے نے آدمی کی صورت دیکھ لی ہو۔ پیٹ کمبخت کا اقتضا نہ ہوتا تو یہ لاکھ برس
گھر سے باہر نہ نکلتے۔ اسی حالت مین کسی سخی داتا نے نینی تال کا ٹینا ہوا بارہ ہاتھ

کو دینے کہ کل جسم پر ڈال دیا !!!!! ایسا مزا آیا کہ سکندر کو خزانہ ہفت اقلیم کی کنجیون سے
شمار مین بھی یہ مزا نہ آیا ہوگا - اب بتائیے جن مالدارون کی کوٹھیون کے پالے
دن چھپتے ہی بند ہو گئے - آتش خانون مین آگ جلا دی گئی - فرش ، گدا - میز کی
چادر - بچھونا تکیہ - جدہر دیکھو اُدھر پشمینہ ہی پشمینہ نظر آتا ہے - اُنکو کبھی خواب مین یہ تصور
نہ آتا ہوگا کہ جاڑون مین گرم کپڑون کے پہننے کی لذت کی نوعیت کیا ہے اور نہ وہ یہ
سمجھ سکتے کہ جن غریبون کو دو کمل بانٹتے ہین اُنکو کیا مزا آتا ہے -

ایک مسافر ریگستان مین پیادہ پا سفر کر رہا ہے پنڈلیان سوج گئی ہین -
تلوون مین آبلے پڑ گئے ہین - آبلون کے ٹوٹنے سے جو زخم پیدا ہوا اُسمین گرم
ریت نمک بر جراحت کا کام کر رہی ہے - پگڑی کا ٹکڑہ پھاڑ کر مسافر نے پیرون مین
لپیٹ لیا ہے - یہ غیر معمولی بندش اور بھی اُسکی رفتار مین دقت بہم پہنچاتی ہے
اور اُدھر سر بند جوڑا ہوا تو حرارت آفتاب سے گودا پگھلنے لگا - اسی حالت مین سامنے
سے ایک قافلہ نمودار ہوا اور کسی خدا ترس نے اپنے محمل مین اس غریب الوطن کو بٹھا
لیا - اللہ نے مویشیون (گھوڑا اونٹ وغیرہ) کو انسان کا مطیع بنا کر کتنا بڑا احسان بندون
پر رکھا ہے - یا دوسرے لفظون مین سواریان بھی انسان کے لیے کیسی مزے دار
چیزین بنائی گئی ہین - اب اس مسئلہ کو یہ آوارہ وطن اچھی طرح سمجھے گا یا وہ لوگ سمجھینگے
جنکو تمام عمر دو قدم بھی پیدل چلنا نہین پڑا اور اسلیے وہ اپنی سواریون کو ایسی ہی معمولی
چیزین سمجھتے ہین جس طرح سے ہر جاندار اپنے ہاتھ پاؤن کو اپنا جزو بدن اور ہر وقت
کا ساتھی جانتا ہے -

خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کی لذتین امیر اور غریب دونون پر یکسان تقسیم کی گئی ہین -

ہر چند ہم نے سمجھ لیا ہے کہ دنیا مین دولتمندون کو زیادہ مزا ملتا ہے اور مفلسون کو کم سا آرام اور تکلیف یہ [illegible]ن اعتباری اور خیالی چیزین ہین - اکثر غربا کا یہ غلط خیال ہے کہ امیرون کے ساتھ فیضان الٰہی کچھ رعایت کرتا ہے - امیر او غریب ہونا یہ ایک انتظام دنیا ہے اور یہ بھی ایک ضروریات انتظام سے ہے کہ ہر غریب کو امیر بننے کی خواہش رہے ورنہ فی الواقع یہی مسرت جو اصل نعمت ہے امیرون کو زیادہ دیگئی ہے اور غریبون کو کم ایسا ہرگز نہین ہے - اور اسی وجہ سے مذہبی لوگ اللہ کو عادل کہتے ہین بلکہ ایک اعتبار سے امیرون کو تفکرات دنیا کی تکلیف غریبون سے زیادہ دی گئی ہے یعنے جس طرح سے غریبوں کو یہ فکر ہوتی ہے کہ ہم کسی طرح سے اپنی مالی حالت مین ترقی کرین اتنی ہی یا اُس سے بھی زیادہ متمولون کو اپنی حالت قایم رکھنے کی فکر ہوتی ہے سعدی کا قول کتنا اچھا ہے -

گدا را سیر شود نان شام
چنان خوش بہ خسپد کہ سلطان شام

فصل شصت و دوم [۶۲]

اچھا برا

دنیا کی تمام صفتین اعتباری ہین - ایک شے ایک اعتبار سے اچھی اور دوسرے اعتبار سے بُری ہے - یعنے بجز ذات باری کے اور کوئی شے یہ حق نہین رکھتی کہ ہر اعتبار سے اچھی کہی جائے اسلیے کسی کی نسبت یہ کہنا کہ یہ اچھا ہے یا بُرا ہے نہایت مشکل ہے اور اس سے زیادہ مناسب لفظ استعمال کیجیے سخت غلطی ہے . صوفیون اور جوگیون کا قول ہے کہ انسان کے لیے بجز خدا اپنی ذات

میں ہم کیا کم نقائص پاتے ہیں کہ دوسروں کے نقائص کی ٹوہ لگاتے ہیں۔
لیکن دنیاوی اغراض کے لحاظ سے آخر کوئی تعریف "اچھے یا برے" کی ٹھہرانا ہی پڑتی ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ "اچھا وہ ہے جو اپنی ڈیوٹی کو اچھی طرح انجام دیتا ہو۔ اب ڈیوٹی۔ اچھی طرح۔ انجام دیتا ہو۔ ان تینوں الفاظ کا پورے طور پر سمجھنا اور بھی مشکل ہو گیا۔ اور گویا دقتیں سہ چند ہو گئیں۔ جہاں ایک لفظ کا سمجھنا دشوار تھا وہاں اکٹھے تین تین لفظ سمجھنے پڑے۔

انسان کے ساتھ بہت سی ڈیوٹیاں ہیں۔ کچھ تو بتقاضائے انسانیت کچھ بلحاظ پیشہ کچھ بہ حیثیت حالت۔ یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک شخص باعتبار جج ہونے کے برا ہے اور باعتبار انسان ہونے کے اچھا ہے۔ لیکن یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوگا کہ ان حیثیتوں سے الگ ہو کر سوال کیا جائے تو جواب میں اچھا کہا جائیگا یا برا۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جن لوگوں میں زیادہ اچھے اعتبارات ہوں انکے برے اعتبارات سے چشم پوشی کی جائے۔ اور اسی اعتبار سے لشکر خوار کی مروت۔ حلم۔ سخاوت یہ صفتیں اسکے عیب کی چھپانے والی سمجھی جاتی ہیں۔

سخاوت مس عیب را کیمیا است

اور اسی طرح جو اپنے اہم کام کو عمدہ طور پر انجام دیتا ہو اسکا ایک کام باعتبار اہم ہونے کے سب صفتوں کے برابر سمجھا جا سکتا ہے اور لوگ اسکے دیگر عیوب سے چشم پوشی کرنے لگتے ہیں۔ جہانگیر اور عالمگیر کو دیکھیے۔ قتل انسان اور باپ کی نافرمانی پر گویا اخلاقی برائیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ تاریخ بتا رہی ہے کہ یہ دونوں بادشاہ ان جرائم کے ضرور مرتکب تھے لیکن تاریخی صفحے الٹیے تو معلوم ہو کہ یہ دونوں

بادشاہ اچھے سمجھے جاتے ہین - جہانگیر کو تو عام باشندگان ہند اور عالمگیر کو عام مسلمانان ہند اچھا جانتے تھے اور سمجھتے ہین -

باپ سے بغاوت اور ابوالفضل کے قتل ناحق کا دھبہ جہانگیر کے دامن نیکنامی سے کسی طرح مٹ نہین سکتا - عالمگیر کے شرعی لباس سے بھائیون کے خون ناحق کا داغ نہ دور کیا جا سکتا ہے اور نہ جب تک اسکے باپ کے مقید رہنے کا خیال دل مین ہے غصب سلطنت کا الزام اسپر سے ہٹایا جا سکتا ہے لیکن ان تمام برائیون کے ساتھ کیا وجہ ہے کہ لوگ اسکو اچھا سمجھتے ہین ؟ بس اسی لیے کہ دونون بادشاہون نے تخت پر بیٹھکر عادل ہونے کی ایسی کچھ صفت دکھائی کہ بعض بادشاہ باوجود تمام نیک نامی اور اخلاقی صفات کے انکا مقابلہ نہ کر سکے اور اس ایک صفت مین غالب رہنے کی وجہ سے وہ (عالمگیر اور جہانگیر) تمام صفات مین اچھے رہے اور عام طور پر اچھے سمجھے اور اچھے کہے گئے -

اسی طرح ججون کو خیال کیجیے جو شخص حقوق کے تصفیہ کرنے کا کام اپنے سر لیتا ہے اسکے تمام صفات سے الگ ہو کر لوگ صرف یہ دیکھنے لگتے ہین کہ اس ججی (تصفیہ حقوق) کی ڈیوٹی کو یہ کس طرح انجام دیتا ہے اور اسکے اچھے برے مشہور ہونے کے لیے بس یہی ایک معیار ٹھہر جاتا ہے - اسکی وجہ کیا ہے - بس یہ کہ تصفیہ حقوق کی ڈیوٹی اسکے تمام کامون مین اہم ہے - اور اسلیے لوگ اس کے دوسرے احوال کی طرف نظر نہین ڈالتے -

لیکن یہ کلیہ بھی بعض مقامات پر غلط ثابت ہوتا ہے - کتنے بادشاہ ایسے گزرے ہین بہتیرے قاضی ایسے ہوگئے ہین جو باوجود اعلی درجہ کے عدل و انصاف

منصف مزاجی کے نیک نام نہو سکے، اپنے غرور، نخوت، سخت زبانی، سخت دلی، تیز مزاجی سے وہ ہمیشہ بُرے سمجھے گئے اور انکے عادل و منصف مزاج ہونے کی صفت ان سخت بُرائیوں کے مقابلہ مین غالب نہ آسکی۔

مسلمانون کے پیغمبر کا ایک مقولہ ہے جسکا ترجمہ ہم یون کرسکتے ہین کہ "تم مین اچھا وہی ہے جو اپنے گھروالون کے ساتھ اچھا ہے اور بُرا وہ ہے جو اپنے گھر والون کے ساتھ بُرا ہو" یہ مقولہ بہت صحیح ہے۔ انسان کی اچھائی بُرائی جانچنے کا اچھا موقع یہی ہے کہ اسکی ابتدا زندگی اور طرز تمدن کو معیار ٹھہرائین یا یون سمجھین کہ جو اپنے یگانون سکے ساتھ اچھا نہ ہوسکا وہ دوسرون کے ساتھ کیا اچھا ہوسکے گا۔ نہیں یہ مطلب نہ سمجھیے گا کہ جو غیرون کے گھر نقب دیکر اپنے یگانون کی پرورش کرے وہ بھی اچھا ہے۔

فیصلہ بالا تحریر کو اُس پوری تقریر سے کوئی نسبت نہیں جو اس خصوص مین لکھی جاسکتی ہے لیکن ناظرین کو اس مختصر تحریر دیکھنے کے بعد بھی کسی کو اچھا ٹھہرانے مین بہت تامل ہوگا۔ صوفیون کے قول پر لامحالہ انکو عمل کرنا پڑے گا کہ "ہم مین کیا کم عیوب ہین کہ دوسرے کے عیوب کو ہم دیکھتے پھرین"۔

حکما کے اکثر قول یا شاعرون کے بعض کلام بڑے بڑے مباحث کے طے کردینے مین کچھ ایسا اثر رکھتے ہین کہ دل کو حیرت ہوتی ہے اور یہ راے قائم ہوتی ہے کہ خاص فیضان الٰہی کا یہ نتیجہ ہے کہ ایسا قول فیصل انسان کی زبان سے نکلا۔ اس خصوص مین جو راے مسلمانون کے پیغمبر نے ایک دوسرے مقام پر ظاہر کی ہے اُسے ابراہیم ذوق نے اپنے طور پر شاعرانہ مذاق مین

یون نظم کیا ہے۔

جسے برا کہے عالم اُسے برا کہیے
زبان خلق کو نقارۂ خدا کہیے

فصل شصت وسوم

حرص

انسان بھی کیا حریص ہے۔ خدا نے اپنے فیض مین کسی بندے کے ساتھ کمی نہین کی۔ لیکن عجیب معاملہ ہے کہ بہت کم ایسے ہین جو اسکے شکر گزار ہین "ان قلیلاً من عبادی الشکور" غضب تو یہ ہے کہ بہتیرے شکر کرنے والے ایسے ہین جو دل سے شکر نہین کرتے صرف زبان سے الحمدللہ علی نعمائہٖ کہتے ہین اور سمجھتے ہین کہ رکن مذہب ادا کرنے کے لیے دل سے نہین تو منھ سے کہنا لازم۔ ہے۔

سمجھداروں کے نزدیک خدا منصف ہے اور منصف کا یہ کام نہین ہے کہ اپنے مخلوق مین سے کسی کے ساتھ کم احسان کرے اور کسی کے ساتھ زیادہ خدا اپنے تمام بندون کو یکسان سمجھتا ہے یہ ہماری غلطی ہے کہ ہم سمجھنے مین قصور کرتے ہین۔ زندگی کے لیے سب سے زیادہ ضروری چیز ہوا ہے پھیپھڑے کے فعل ہی صحیح رکھنے کے لیے نہین بلکہ ترکیب جسم کو اپنی اصلی حالت پر قایم رکھنے کے لیے بھی۔ دیکھو خدا نے ہوا اس کثرت سے پیدا کر رکھی ہے کہ شاید ہی اسکی مخلوق مین کوئی شے اتنی زیادہ ہو۔ کبھی کسی کو ہوا کی شکایت نہین ہوتی بعض حکما کے نزدیک تو خلا محال ہے۔ جہان کچھ نہین وہان

ہوا ضرور ہے۔

ہوا کے بعد پانی کا درجہ ہے البتہ نہیں ہے کہ ہوا کی طرح دس پانچ منٹ تک پانی نہ ملے تو آدمی ہلاک ہو جائے۔ لیکن پھر بھی یہ ضرور ہے کہ بعد ہوا کے اور تمام چیزوں سے زیادہ انسان کو پانی کی ضرورت ہے۔ اللہ نے پانی کے لیے مختلف ذریعے پیدا کر رکھے ہیں ندی، جھیلیں، چھوٹے بڑے کی بندش نہیں۔ نفس پانی کو دیکھیے تو دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے جسکو پانی بہم پہونچانے میں دقت ہوتی ہو۔ ہر جگہ یہ موجود ہے اور فطرتی فیض باری میں اسکا شمار ہوتا ہے

ہوا اور پانی کے بعد غذا کا درجہ ہے۔ جس طرح ضروریات انسانی میں اسکا تیسرا درجہ ہے اسی طرح اسکے بہم پہونچانے کے وسائل میں بھی کسی قدر دشواری رکھی گئی ہے۔ لیکن پھر بھی خدا کا انتظام قابل ستائش ہے کہ ایک طرف رزق کے وسائل تمام دنیاوی امور سے مشکل رکھے گئے ہیں اور دوسری طرف یہ خوشخبری سنائی جاتی ہے کہ "رزقکم فی السماء" شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو جو بھوکوں مرتا ہو ہر شخص کو کسی نہ کسی حیلے سے رزق پہونچ جاتا ہے۔ اور اس امر میں بھی گویا تمام بنی نوع انسانی کا ایک ہی درجہ ہے۔ جاہلوں کو یہ شکایت ہے کہ خدا بعض بندوں کو اچھا کھلاتا ہے اور بعضوں کو برا۔ لیکن خداوندی حکمت غذا و قدرتی۔ غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ غذا کا اچھا برا ہونا ہمارا تراشیدہ ہے تمام غذائیں لذت میں مساوی ہیں۔ غذاؤں میں فرق ہے ہی نہیں صرف ذائقہ اور ہضم ہونے کا معیار مقرر کیا گیا ہے۔ کھانے کی اصلی لذت ہے بھوک اور وہ ہر شخص میں اگر کوئی جسمانی عارضہ لاحق نہ ہو مساوی پیدا کی گئی ہے۔ بھوک کی حالت

مین فقیر کی نان جوین کا مزہ اُس خوان نعمت سے جو بادشاہ کے آگے رکھا جاتا ہے کہین بڑھا ہوا ہوتا ہے۔

دنیا مین لوہا سب سے زیادہ کارآمد چیز ہے اور اسلیے خدا نے اسے سب سے زیادہ ارزان کر رکھا ہے سونے چاندی کا وجود دنیا مین کم ہے بازار مین انکا نرخ بھی تیز ہے لیکن یہ ہماری غلطی ہے کہ بے سود چیز کو بے وجہ قابل قدر سمجھ رہے ہین اور توانگر جیتے زر وسیم پر جان ٹپکاتے ہین۔ کچھ دنون سے سونے چاندی کے ورق مقویات مین استعمال کیے جاتے ہین اور تھوڑے عرصہ سے محمود خان کی بدولت سونے کا کشتہ بھی کھایا جاتا ہے ورنہ اسکے پہلے یہ چیزین دھوکا ہی دھوکا تھین نہ کسی ضرورت کی تھین اور نہ کسی طرح انسان کی فطری ضروریات کو رفع کر سکتی تھین۔

اور یہی حیات انسانی کے مضر سمجھکر خدا نے ہیرے کو پہاڑون کے نیچے چھپا رکھا تاکہ لوگون کا دست رس نہو۔ گندم بہشت کی طرح منہ زبان نے سمجھا کہ اللہ تعالی نے اسے بڑا چھپایا ہے تو اسمین کوئی لذت ضرور ہوگی۔ کمبخت یہ نہ سمجھے کہ اس مین کچھ لذت ہوتی تو خالق مطلق چھپاتا ہی کیون بہرحال وقت جب یہ عقدہ کھل گیا تو مضر زیست ثابت ہوا۔ کہین اسکے ذرے پیٹ مین پہونچ جائین تو زندگی کے لالے پڑ جائین۔ مناسب تو یہ تھا کہ اپنی غلطی پر متنبہ ہونے پر انسان کو انفعال ہوتا لیکن اسکے برعکس حضرت انسان ہین کہ اپنی ہٹ پر قایم ہین یا اپنی محنت کی داد چاہتے ہین۔ ہیرا جتنی ہی بیکار چیز ہے ویسی ہی اب اسکی زیادہ قدر ہوتی ہے اور تمام نعمتون سے زیادہ گران ہوکر بازار مین

بکتا ہے۔ اب ان سب باتوں سے نتیجہ یہ اخذ ہو سکتا ہے کہ خدا نے ضروریات زندگی تمام بندوں پر یکساں تقسیم کر دی۔ اب یہ انسان کی غلطی ہے کہ جس چیز کو خدا نے غیر ضروری سمجھ کر کم پیدا کیا۔ انسان خواہ مخواہ اصرار کرتا ہے کہ یہی ہم کو بھی ملے۔ کتنا عمدہ مقولہ ہے۔

"الانسان حریص فیما منع"

فصل شصت و چہارم

خلق الانسان ضعیفا

غور کیجیے تو انسان کو سا محتاج کمزور اور بے سر و سامان کوئی دوسرا جاندار نہیں۔ گائے بھینس۔ بکری کے بچوں کو دیکھیے پیدا ہوتے ہی کودنے لگتے ہیں۔ تین ہفتوں میں ماں کے دودھ سے بھی بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ انسان کے بچے پانچ چھ مہینے کے ہو تو رہنا سیکھتے ہیں۔ چلنے پھرنے بولنے کے لائق تو وہ جب ہوں گے! اُن کے ہمسر حیوانوں کے بچے تو بیٹے پوتے والے بن گئے۔

انسان ننگا پیدا ہوتا ہے۔ پیدا ہونے پر اُسے پہلی ضرورت یہ ہوتی ہے کہ گرمی اور سردی سے بچانے کو اسکے لیے لباس بہم پہونچایا جائے۔ مکان یا کسی دوسرے جائے پناہ کی تلاش ہو۔ پوشش کے لیے دوسرے حیوانوں کی کھال ڈھونڈھنا پڑتی ہے۔ نباتات کے پھلوں یا ریشوں سے کپڑا ان سے سوت بنائے جاتے ہیں۔ کبھی کبھی کیڑوں کی بیٹ یا اُنکے لعاب دہن کے لیے بھی (کہ یوں ہی ریشم پیدا ہوتا ہے) جانفشانی کی جاتی ہے۔ جانوروں کو قدرت نے ان تمام جھگڑوں سے مستغنی پیدا کیا ہے۔ اپنے جسم کی حفاظت کے سب لیے وہ

دبیز کھال یا گرم رووین ساتھ لیکر پیدا ہوتے ہین وہ خود کیا محتاج ہونگے اپنی بدولت ہمکو غنی بنا دیتے ہین - اپنی کھال اور روئین ہمین دام دیتے ہین جب تک ان کا دم زندگی قایم رہتی ہے -

خوراک کی نسبت غور کیجیے - اکثر حیوان بے منت غیر سے زمین کی گھاس اور درختون کے پتون سے پیٹ بھرتے پھرتے ہین اور بے غل وغش زندگی بسر کرتے ہین نباتات جنکی غذا نہین ہے وہ چھوٹے چھوٹے جانورون یا کیڑون یا پانی کی میلی کچیلی چیزون کے کھانے کے عادی ہین اور اس طرح گزیا ان کو کبھی فکر معاش نہین ہوتی - چلتے پھرتے اپنی غذائین پاتے جاتے ہین اور پیٹ بھرتے رہتے ہین - بخلاف اسکے انسان کو اپنے رزق تک پہونچنے مین جو کاوشین کرنا پڑتی ہین وہ لاتعداد ہین مثلاً روٹی - گیہون کے دانے کھیت مین پڑے اور جم آئے امیدت لہلہانے لگا تمام حیوانات اسپر ٹوٹے اور کھانا شروع کر دیا - انسان ہے کہ اسکو کھا نہین سکتا - اسکو انتظار ہے کہ خوشے نکلیں - دانے پڑین - دانے پکین - پک کر خشک ہون - خشک ہوکر بھوسی الگ ہو ان سب مرحلون کے طے ہونے کے بعد بھی بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ یہ دانے آگ مین بھون کر کھائے جائین - سب کے معدے انکے ہضم کرنے کی طاقت نہین رکھتے ضرور تا پیسنا پڑتا ہے - پھر چھاننا اور چھان کر آٹے کا گوندھنا خمیر کرنا روٹی بنانا اور پکانے میں آگ کا تاؤ دیکھنا کہین روٹی جل گئی تو ساری محنت اکارت گئی - اسی طرح تمام غذاؤن پر خیال کیجیے تو انسان کی کوئی غذا ایسی نہ ملے گی جو بے محنت اور بلا کاوش ہمیں پہنچتی ہے -

دیکھیے صحت بدنی قایم رکھنے کے لیے انسان نے کتنا بڑا علم طب کا بنایا
ہے۔ روزبروز امراض اور دواؤن کے مدات بڑھتے جاتے ہین۔ حیات
انسانی کا ایک حصہ اسکے متعلق غور و فکر کرنے مین بھی صرف ہوتا ہے اور حیوانون
کو نہ کچھ اسکی پروا ہے اور نہ کچھ احتیاج ہے۔ کتنی بیماریان وہ زبان سے چاٹکر
اچھی کر لیتے ہین انکی ساخت ہی کچھ ایسی رکھی گئی ہے کہ انکو مرض بھی بہت کم
ہوتا ہے۔ دیکھیے جابجا مویشیون کے لیے اسپتال کھولے گئے ہین انسان نے
فرط رحم کے اظہار مین یا اپنی خود غرضی کی وجہ سے حیوانون کے علاج کا بندوبست
کیا ہے۔ یا یون کہو اپنی طرح حیوانون کو بھی کمزور سمجھ کر انکی مٹی خراب کرنا چاہی ہے
لیکن تجربہ سے یہ معلوم ہوا کہ مویشیون کے علاج کی بہت کم ضرورت پڑتی ہے
وہ بیمار پڑنے ہی کیون لگین انکے قواے ذائقہ اور شامہ کو قدرت نے ایسا
قوی پیدا کر رکھا ہے کہ انسے بہت کم چوک ہوتی ہے۔ اور چوک نہ ہونے
سے بیماری قریب نہین آتی۔

جانورون کی اعانت بغیر انسان راہ بھی چلے نہین کرسکتا۔ وہ خود چل بھی
سکا تو اپنی ضرورت کی چیزان کسی طرح اٹھا نہین سکتا۔

یہ مضمون بہت وسیع ہے جتنا کہا وہ تھوڑا ہے۔ خلاصہ یہ ہے
کہ انسان اپنی زندگی بسر کرنے مین خالقا جتنا محتاج پیدا کیا گیا ہے اتنا محتاج
کوئی دوسرا مخلوق نہین ہے۔ اور اس عالم مین بیکس و بیچارہ کی مثال اگر
ہے تو ذات انسانی ہے۔ با اینہمہ انسان اپنے کو اشرف المخلوقات سمجھتا ہے
مضمون بالا مضمون کو ذہن مین رکھنے کے بعد اس اشرف المخلوقات ہونے

کی اور عام ہی آتی ہے۔ واہ کیا اچھا شرف ہے۔ اگر اسی بیکسی و بیچارگی کو
شرف کہتے ہین تو اشرف ہونا بدترین صفت ہے۔ نہین نہین!! ازنہار کو
دیکو خدا کی ناشکری نہ کرو۔ ایک نعمت ہمکو ایسی عطا ہوئی ہے۔ جو ہمارے
تمام نقصانات کی تلافی کرتی ہے اور ہماری تمام کمزوریون کا نعم البدل بن
سکتی ہے۔ اُس نعمت کا نام عقل ہے۔ جس طرح ایک بہت بڑے تیرہ و تاریک
مکان کی بھیانک شکل کو ایک شمع کی روشنی بالکل نورانی کر دیتی ہے ویسے ہی عقل
نے ہماری تمام کمزوریون کو ایکدم سے رفع کر دیا۔ جب عقل ایسی دولت ہمارے
ہاتھ مین ہے تو ہم کسی طرح محتاج نہیں کہے جا سکتے اور جب عقل ایسا ہتھیار
ہمارے قبضہ مین ہے تو ہم کسی طرح کمزور نہین ہو سکتے لیکن پھر بھی ایک بات
رہ جاتی ہے۔ یعنے اگر ہم عقل کو کام مین نہ لائین تو ہمارا ضعف بدستور
قایم رہیگا۔

یہ امر مسلم ہے کہ انسان مین بہت سی قوتین ایسی ہین جو عقل سے
ہمیشہ لڑتی ہین اور اسپر غالب آنے کی کوششین کرتی ہین۔ مذہب یا
اخلاق کے اکثر مسایل اسی نزاع کے طے کرنے کے لیے یا عقل کو قوت دینے
کے لیے بنائے گئے ہین۔ مثلاً تکبر کرو اسکا منشا یہ ہے کہ اپنی کمزوریون کو
تم بھولو کیونکہ انکے بھولنے سے تم اپنے کو عقل سے مستغنی سمجھنے لگوگے
اور اسلیے ضرور ہے کہ ایک نہ ایک دن مصیبتون کا سامنا ہو۔ تمھاری دنیاوی
احتیاجات رفع کرنے کے لیے جو راستہ عقل بتائیگی اسپر چلنے کی حالت مین
تم مین اس امر کی بڑی ضرورت ہے کہ لوگ تمکو صادق القول سمجھین اگر تم جھوٹے

ہونگے تو اُس راہ پر چل نہ سکو گے اور اس طرح احتیاج کی بہتیری کمزوریون سے اپنے کو نہ بچا سکو گے۔ اپنے ضعف مٹانے کے لیے ضرور ہے کہ دنیا کے معاملات مین قاعدون کو اپنا رہنما سمجھ کر سختی کے ساتھ اُنکے پابند رہو اور اسلیے تم پر فرض ہے کہ بلا نکاح عورتون سے قربت نہ کرو۔ حاکم وقت کی اطاعت کرو۔ بڑون کا ادب ملحوظ رکھو۔ متوفی کے ترکہ مین اپنے حق سے زائد نہ لو۔ گھر والون اور پڑوسیون سے کشادہ پیشانی ملو۔ اگر ان قاعدون کا لحاظ نہ کروگے تو اپنی کمزوریون کی وجہ سے ضرور ایک نہ ایک روز برے دنون کا سامنا ہوگا۔

حرص۔ غضب۔ شہوت۔ طمع۔ غصہ۔ تکبر۔ حسد۔ رشک۔ فکر۔ تردد۔ بیماری۔ سردی۔ گرمی۔ مفلسی۔ بھوک۔ پیاس۔ عشق۔ بیکسی۔ ایک انسان کے پیچھے نہ معلوم کتنی بلائین ہین۔ اور عارضی یا چند روزہ نہین انسان کے ساتھ پیدا ہونے والی اور اُسکے ساتھ ہی مرنے والی۔ یہ سب بلائین ایک طرف اور انسان ضعیف البنیان عقل کے سہارے پر دوسری طرف۔ بھلا کہان تک وہ ان مصیبتون کا مقابلہ کر سکے۔

غرضکہ تمام دنیا کی بیماریان انسان ہی کے لیے مخلوق ہین۔ اسمین کوئی شک نہین کہ اگر بیماریان دو چند بھی ہوتین تو ایک عقل سب کے علاج کو کافی ہوتی۔ لیکن اس عقل کے دشمن اتنے زیادہ ہین کہ اُنکے مقابلہ سے اسکو فرصت نہین ملتی۔ ہماری مدد وہ کہان تک کرے گی۔ ایسے لوگ بھی گزرے ہین اور اب بھی ہین جو اس عقل کو بہت زیادہ احتیاط سے کام مین لا سکتے ہین اُسکے مخالفین کو وہ کبھی غالب نہین ہونے دیتے۔ لیکن اُنکی

تو بمقدار اتنی کم ہے کہ گویا یہ نہیں ہیں اور اسلیے عملی طور پر جو سب سمجھے تکلتے ہیں انپر لحاظ کرنے کے بعد بے تکلف کہا جا سکتا ہے کہ انسان اپنی خلقت میں گرو ہے

فصل شصت و پنجم ۶۵

نطق اور دل و دماغ سے اسکا تعلق

شخصی حالت سے قطع نظر کرکے قومی حالت پر لحاظ کیا جائے تو یہ امر ملنا پڑے گا کہ فصاحت بلاغت۔ قوت۔ ادائے مطلب۔ زبان دانی یہ تمام باتین دل و دماغ کی قوت پر منحصر ہین۔ کسی کا قول ہے کہ ضعیف الجثہ آدمی کا ذہین اور متین ہونا بالکل بے سود ہے۔ جب دل و دماغ مین طاقت نہین تو ذہن و ذہانت سے خاک کام نہ نکلے گا۔ دل و دماغ کی قوت کے علاوہ طبیعت کا قوی ہونا بھی ایک ایسی شے ہے جسکو نطق مین بہت کچھ دخل ہے۔ بہت بڑے علامۂ دہر کو جو مفلسی مین فاقہ کرتا ہو اس جاہل بے علم کے پاس بٹھا دیجیے جو نشۂ دولت مین سرشار ہو اور پھر دیکھیے۔ اگر علامہ صاحب کو کچھ غنائے نفس ہے تو خیر ورنہ اس جاہل کے سامنے بہتیرا سوال جواب کرینگے اور پھر بھی نہین کہ وہ جاہل تمام باتین بے سروپا کرتا رہے گا معقول باتین بھی اُس سے سُنی جائینگی۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ دولت بڑھنے سے یا کسی قسم کی خوشی اور استغنا حاصل ہونے سے بھی نطق مین زور اور طبیعت مین روانی آجاتی ہے اسکی یہی وجہ ہے کہ نطق کو بہت کچھ زور طبیعت سے تعلق ہے۔ فاتح اور مفتوح قومون کا مکالمہ بھی اس خصوص مین قابل ملاحظہ ہے مفتوح قوم کی عمدہ سے عمدہ رائے اسکی زبان سے کچھ معلوم ہوتی ہے اور ہر فاتح قوم کا ممبر ہے کہ انکسری

سنی بات کس نذر اور لہجہ میں بیان کرتا ہے کہ سنکر تعجب ہوتا ہے۔ بادشاہ اپنا کا رعب۔ سپہ سالارون کا تہور۔ رئیسون کا دباؤ یہ سب چیزین کیا ہین وہی طبیعت کا زور ہے کہ اُسنے نطق مین قوت دے رکھی ہے اور یہ قوت دلون پر مقناطیسی اثر یا سحر کا کام کرتی ہے۔ نطق بھی قوم کی حالت کا ایک مقیاس ہے جس قوم مین طلاقت لسانی نہ ہو اُسے ہیز اور نکمی سمجھنا چاہیے۔ طلاقت لسانی سے لاف زنی یا فضول گوئی مراد نہین ہے بلکہ گفتگو کا وہ لہجہ مراد ہے جو دوسرون کی طبیعتون پر اپنا اثر ڈال سکے اور ما فی الضمیر پورے طور پر ادا ہو۔ اگر ہمارے دعوی کا بین ثبوت دیکھنا ہو تو عدالتون مین تشریف لائیے۔ دیہاتی گواہ۔ بے علم۔ بے مقدرت۔ چارون طرف سے اہلکار گھیرے ہوئے۔ نہ کسی طرح کا زور۔ نہ کسی قسم کی ہمت۔ پژمردہ دل اور زبون حال۔ جب کبھی عدالت مین گواہی دینے آئے تو آپ کی زبان پورے طور پر آپ کی حالت کا فوٹو کھینچ دیتی ہے۔ چپراسی نے حلف دینے کا ارادہ کیا۔

چپراسی نے کہا کہو "خدا کو حاضر ناظر جان کر سچ کہونگا"

گواہ۔ "سچ نہین کیا جھوٹ کہنے آیا ہون؟"

چپراسی "ارے میان! جو کہتا ہون وہی لفظاً بلفظاً کہو"

گواہ "ہان! ہان!! خدا کو جانتا ہون"

چپراسی "خدا کو کون نہین جانتا۔ یہ کہو" خدا کو حاضر ناظر جان کر سچ کہونگا"

گواہ۔ ہان جی ہان۔ سچ کہونگا۔

غرضکہ ذرا سا معاملہ اور دس منٹ تک چپراسی سے حجت ہوئی جب

تک حاکم نے ڈانٹ نہین بتلائی تب تک پورے طور پر حلف نہین لیا۔ اب آگے
چلیے تو سوال کا جواب یا تو سوال سے بالکل الگ یا ضرورت سے بہت زیادہ
اور فضول اور کبھی اختصار کیا تو ایسا کہ کچھ سمجھ مین نہ آیا۔ بجاے ہان کے یکون
سمن بولنا تو گویا تکیہ کلام ہے۔ پانچ پانچ منٹ پر حاکم کا ترش رو ہوکر ڈانٹنا
پڑتا ہے۔ جیسے ہوکر دیکھنا ویسا ہی ضروری ہوتا ہے جیسا سٹھر گھوڑے کو بار بار ایڑ
لگانا۔ اکثرون کی راے ایسے اظہار پر یہ ہوتی ہے کہ گواہ ٹال بال کرتا ہے حالانکہ
ایسا نہین ہے۔ یہ عقل کی کمی ہے کہ جو قومی ادبار اور قوٰی ضعف کے ساتھ
ساتھ چلتا ہے اسی کے مقابل مین کسی ان پڑھ گورے یا کابلی سید و فروش
کو کھڑا کرکے اظہار لیجیے تو دیکھیے لیس نو۔ ہان نہین مین کھٹا کھٹ سوالون کا
جواب دیتے چلے جاتے ہین۔ ابتدا سے فتوحات اسلام مین جو طلاقت
جاہل عربون کو تھی اُسپر مصر۔ شام۔ ایران کے بڑے بڑے عالم دنگ ہو جاتے
تھے۔ سلاطین عصر جاہل سفیرون سے اپنے مذہب اور عقیدے کے خلاف
باتون کا سننا اور عرصہ تک سلسلہ سخن کا جاری رکھنا محض طلاقت لسانی کا لطف
حاصل کرنے کے لیے گوارا کرتے تھے۔ سب سے بڑا تعجب تو یہ ہے
کہ جہلاے عرب لڑائی۔ خوشی یا جوش کی حالت مین فی البدیہہ شعر کہتے تھے
اور وہ بھی دو ایک نہین دس دس پندرہ پندرہ۔ فصاحت ایسی کہ اس زمانہ
کے لکھے پڑھے مقابلہ نہ کرسکین۔ واقعات نوپیدا سے بالکل موافق جس سے
یہ خیال نہ ہو کہ شعر پہلے سے موزون کیے گئے تھے۔ فتوحات اسلام مین جاہل
عربون کے فی البدیہہ اشعار کے دیکھنے سے ہم نے پورا ثبوت اس امر کا پایا

یا عمل زوال رو مانع کی قوت باعث جذب ہے

فصل شصت و ششم

ترک حیوانات

قانون قدرت کا اقتضا ہے اور انتظام عالم یون ہی رکھا گیا ہے کہ ایک مخلوق فنا ہوکر دوسرا مخلوق پیدا ہوتا ہے - ایک شے کی فنا پر دوسری شے قائم ہوتا ہے - ایک دوسرے کو کھا کر پلتا ہے - ایک کا تنزل دوسرے کی ترقی کا سبب ٹھہرتا ہے - انسان بھی ایک مخلوق ہے - وہ یہ نہین کہہ سکتا کہ مین کسی دوسری شے کا فنا یا دوسرے جاندار کا نقصان گوارا نہین کر سکتا کیونکہ اسکی انسانیت مقتضی ہے کہ دوسرون کی برائی مین اپنی بھلائی سمجھے - ہان ہمین معاشرت کے لیے جو قاعدے مقرر ہین انکی پابندی بس یہی ایک ابتدائی سمجھو یا انتہائی کمال یا صفت انسان کی ہے -

مفصلہ بالا باتین تمثیلون سے بخوبی سمجھ مین آجاینگی - زمین ایسی کمزور چیز بھی اپنے سے کم طاقت والون پر شیر ہے جہان کوئی شے سڑ گل کر اور اس طرح اپنی قوت زائل کر کے زمین کے پنجہ مین پھنسی بس فوراً اجزاے ارضی اس طرح اپنی قوت بڑھانے اور اسکے ذرون کو کھینچنے لگتے ہین جیسے جونک آدمی کو خون چوستی ہے - تھوڑے دنون مین وہ شے غائب ہو گئی اور اسکی بدولت اجزاے ارضی کی قوت پیدا وار بڑھ گئی - سوکھی زمین مین سوکھا دانہ ڈال دو تو [illegible] مرتا پی بارش کی فکر مین ہوگی - دانے کی کچھ [illegible] [illegible] جب زمین [illegible] آتا ہے تو زمین کے [illegible]

جذب کرنے لگتا ہے - بیسیوں فٹ نیچے کا خزانہ نکال کر گردوں اوپر پہنچاتا ہے
بیچاری زمین کو بنجر اور مفلس کر ڈالتا ہے - بڑے بڑے درختوں کے سایہ میں
چھوٹے چھوٹے درخت نشو و نما نہیں پاتے اسکی وجہ کھلی ہوئی ہے - شیر کے
سامنے گیدڑ کی کیا مجال ہے انکار کرے - زمین کے ذرے سے بڑے بڑے درختوں
کی سنسنی سے بچنے نہیں پاتے - چھوٹے درخت تو موجود تو کس چیز سے یوں بعض
درختوں کی ٹہنیاں آسمان سے باتیں کرتی ہیں - لیکن محرک بالارادہ کی قوت ہی
[illegible] کی بڑی زنگاور چھوٹے چھوٹے لیڑے اس خصوصیت سے
[illegible] ہزار مشکل سے برسوں کی محنت میں تحت الثریٰ
سے نکال کر اپنی زیبایش کی غرض سے باہر لاکر اپنا ساز و برگ درست کرتا ہے
کیڑے مکوڑے ہیں کہ بیدردی سے پتیوں کی صفائی میں مشغول ہیں اچھے خاصے
درخت کو دو چار ہفتے میں برہنہ اور بے سر و سامان کر دیا - اور کہیں ٹڈیوں سے
پالا پڑا تو کبھی پورا نہیں ہونے پاتا - آفتاب سے جو نسبت شبنم کو ہے وہی
نسبت [illegible] کو سبزہ [illegible] ہے - کہیں ایسی حالت میں کوئی مینا قریب آ بیٹھے
[illegible] جس [illegible] سے راحت پہنچا ہے درخت کے تنوں پر اتر ہے
[illegible] وہ سب تکلف نذر ملبہ کے پیٹ بہ یک بلی دو دو گھسے اور ہضم
ہونے چلے جاتے ہیں - بلی نے اس موقع کو دیکھ پایا اور دبے پاؤں قریب
پہنچکر جھپٹ ہی مینا کی گردن اسکے منہ میں ہے - پھر کیا تھا اسکی عید ہے - مینا
بہتیرا پھڑپھڑاتی ہے لیکن بلی کو کچھ پروا نہیں - وہ مطمئن ہے کہ بازو جھاڑنے
سے گردن چھوٹ نہیں سکتی - بلی کا پیٹ جو بھرا تو آپ میدان کی طرف کھانا ہضم

کرنے کی غرض سے خراماں خراماں چہل قدمی کو نکلیں۔ سامنے سے ایک کتا کئی
دن کا بھوکا فاقہ زدہ چلا آتا تھا۔ آنکھیں چار ہوئی نہیں کہ بلی بھاگی اور کلب بیگ
پیچھے لگے دوڑے۔ سو پچاس قدموں کے بعد بلی اسی طرح کتے کے منہ میں
تھی جس طرح ابھی آدھ گھنٹہ پہلے مینا کی گردن بلی کے منہ میں تھی۔ اب ناظرین
منتظر ہونگے کہ کتا کسی شیر کے منہ میں نظر آئے گا۔ لیکن تجربہ ایسا نہیں بتاتا۔
زبردست کمزور کو کھاتا ہے نہ کہ برابر والے کو۔ اسلیے ایک شکاری جانور دوسرے
کسی شکاری جانور کا گوشت نہ کھائے گا۔ بلی کو گو کتے نے پکڑ لیا اس سے یہ نہ
سمجھنا چاہیے کہ وہ اُسے کھا بھی لے گا اُسکا صرف یہ کام ہے کہ وہ بلی کو مار کر اجزا
آرامنی کی بالیدگی کے لیے چھوڑ دے۔ یہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ زبردست شکاری
جانوروں کے لیے اپنے سے کمزور شکاری جانور کا کھانا محال ہے۔ ممکن ہے کہ بھوک
کی بیتابی کچھ اپنا زور بھی دکھلائے۔ لیکن یہ تو مسلم ہے کہ کمزور شکاری جانور اپنے
سے زبردست شکاری جانور کے گوشت سے نفرت یا خوف کھاتا ہے۔ ہم نے
ایک معزز شخص سے سنا کہ ایک مرتبہ شیر کا گوشت اُسنے طاق پر رکھدیا تھا۔ بلی نے
اُسے کھانے کے لیے گرایا لیکن پھر اُسکی بو سے مخوف یا متنفر ہو کر بھاگ گئی۔
مفصلہ بالا باتوں سے ایک سرسری طور پر انتظام عالم کا نقشہ دکھانا تھا اور
اُسکے ساتھ ہی یہ بھی سمجھانا تھا کہ زبردست کا کمزور کے مقابلہ میں جائز طور پر اپنی خود
غرضی کا پیش کرنا کوئی مضایقہ نہیں رکھتا۔ اب جو کچھ گفتگو ہے وہ جائز اور ناجائز
کی تصریح میں ہے۔ میری سمجھ میں اس جائز اور ناجائز کو یوں سمجھ سکتے ہیں۔ کہ
کھیت میں دانا پڑا۔ درخت اُگا پھل لگے اور پکے۔ اگر انسان ان پھلوں کو توڑ

کھا جاتے تو کچھ بیجا نہیں۔ پھل اگر سڑ کر گر جائیں تو افسوس ہوگا۔ جو شے پیدا ہوئی
اُسکو ایک دن فنا ہونا ہے۔ اگر آدمی پھلوں کو نہ کھائے اور نہ کسی جاندار کو کھانے
دے تو ایک نہ ایک دن وہ ضرور سڑ گر جائینگے۔ فرض کرو کہ پھلوں میں روح ہے
اور ایک نہ ایک قسم کی جان تو تمام چیزوں میں ماننی ہی پڑتی ہے۔ ہندی میں
ایسے اتما کہتے ہیں۔ ہر شے کی ہیئت مجموعی جس حیثیت سے قایم ہو وہی اسکی
جان ہے۔ اب پھلوں کو کھاتے وقت یہ سمجھنا کہ پھلوں کو دکھ ہوتا ہوگا کتنی نادانی
ہے۔ اگر پھلوں میں انسان کی سی روح ہوتی تو سڑ گل کر گر جانا آدمیوں کے
کھا جانے سے افضل کبھی محسوس نہ کرتا۔ انسان اگر اپنے درختوں کے پھل ہر
سال توڑ کر کھا لیا کرے تو وہ ظالم نہیں ہے۔ ہاں اُسوقت وہ ضرور ظالم کہا
جائیگا جب درختوں کی شاخ کو وہ بلا ضرورت مروڑ ڈالے اور اس طرح
درختوں کو بے کام کر دے۔ غرضکہ ہر شے کے پیدا ہونے کا یہ نتیجہ ہے کہ
وہ کسی عمدہ کام میں صرف ہو جائے یا اُس کام میں لگ جائے جسکے لیے اُسکا
پیدا ہونا بظاہر سمجھا جاتا ہے۔ بکری کا بچہ آج ایک گاؤں میں پیدا ہوا ہے
اسلیے دودھ کی امید نہیں اور نہ بکریوں کی کچھ گاؤں میں قلت ہے کہ نسل بڑھانے
کے لیے اسکا زندہ رہنا مناسب متصور ہو۔ اب اسوقت دو صورتیں سامنے ہیں
ایک تو یہ کہ وہ ذبح کیا جائے اور گاؤں والوں کا ذائقہ درست ہو۔ اور دوسری یہ
کہ وہ یوں ہی چھوڑ دیا جائے کہ عمر طبعی کو پہونچکر اور بڑھاپے کی مصیبتیں جھیل کر اپنی جان
دے۔ سوال یہ ہے کہ پہلی صورت پر عمل کرنا مقتضائے دانش ہے یا دوسری پر۔ آپ
حیوان کا ذبح نہ کرنا ویسا ہی فطرت دنیا کے ساتھ ظلم کرنا یا کفران نعمت کا مرتکب ہونا ہے

جیسے باغ کے میوؤں کا نہ کھانا اور یہ گوارا کرنا کہ وہ سڑ کر زمین میں مل جائیں۔

اب یہاں تھوڑی سمجھ والے یہ اعتراض کرینگے کہ میوؤں میں روح
نہیں ہوتی۔ جانوروں میں روح ہے اور اسیلئے انکو تکلیف دینا شقاوت ہے۔
اول تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ نباتات میں روح نہیں ہے۔ ہم نے جو تعریف روح
کی اس مضمون کے آغاز میں کی ہے اسکے اعتبار سے وہ نباتات میں ضرور پائی
جاتی ہے اور پھر فرض کر لیجیے کہ پھل توڑنے یا شگوفے [illegible] نہیں ملتی ہے جانوروں
کو ذبح ہونے میں۔ ہم یہ کہینگے کہ اپنی موت سے مرنا ہر حالت میں مرگ مفاجات
(یعنی اچانک ہلاکت) سے زیادہ تکلیف دہ ہے اور اسیلئے جانوروں کو ذبح کرکے [illegible]
جانا اس معنی کرکے انپر احسان کرنا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ پھر اس اعتبار سے تو
قاتل مقتول کا محسن ہے؟ ہم اسکے جواب میں کہینگے کہ بیشک محسن ہے۔ ایک
دن سب کو مرنا ہے۔ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ تلوار یا گولی
سے دو منٹ میں خاتمہ ہوگیا۔ لیکن یہ احسان صرف مقتول پر ہوتا ہے۔ مقتول کے
اعزہ، نیچر، سوسائٹی اور گورنمنٹ پر ظلم ہوتا ہے اور اسیلئے ناجائز رکھا گیا ہے۔
نیچر پر ظلم ہونا کسی قدر محتاج تشریح ہے۔ انسان کو عقل انسانی یہ ایک ایسا جوہر دیا
گیا ہے جس نے دوسری مخلوقات سے انسان کو ممتاز اور اشرف کر رکھا ہے۔
انسان کی عقل کے متعلق بہت سی خدمتیں کی گئی ہیں۔ منجملہ دیگر کے خالق عالم کی
ترتیب و آراستگی بھی ایک کام عقل انسانی کا ہے۔ عقل انسانی کی پختگی کے لیے تجربہ
درکار ہے اور تجربہ چاہتا ہے عمر کی درازی۔ میت کی تو پہلی عمر [illegible]
ہلاک کرنا عام مخلوقات کے ساتھ ضمناً ظلم کرنا ہے۔ لیکن باینہمہ جب شخص نے جیسے کام کئے

کوشش میں یا اصلاح مخلوقات کی سعی میں اپنی جان دیتا ہے تو تمام مذاہب میں سمجھا جاتا ہے کہ اسکا خاتمہ سب سے اچھا ہوا - کیونکہ سب اسی لیے کہ مرنا برحق ہے - ایک دن آدمی مرتا ہی اب جو اچھا کام کرنے یا آراستگی انتظام عالم میں اسکی جان نکلی تو اُسنے مرتے دم تک گویا نیچر کے فرائض کو پورے طور پر ادا کیا اسی طرح سمجھو کہ بکرے کو ایک دن مرنا تھا ہی لیکن اس طرح اسکا مرنا کہ اشرف المخلوقات کی جسمانی اور روحانی عقلی قوت بڑھانے میں اُس سے مدد پہونچے ذی عقل کے نزدیک ضرور مستحسن خیال کیا جائیگا اور یہ سمجھا جائیگا کہ اس جانور کے لیے عمدہ سے عمدہ غائت جو خیال میں آسکتی تھی اُس تک یہ پہونچ گیا۔

ہماری پچھلی تحریر سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ بکری (مادہ) بلکہ یا نر ایسے (نر) کا گوشت ممنوع ہے کیونکہ انکی زندگی اُنکے گوشت سے زیادہ نفع بخش ہے - بعض قومیں ایسا ہی سمجھتی بھی ہیں لیکن نہ انواع ایسے نہیں ہیں جو بزرگ ... نکے گوشت کھانے کا فتوی دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ان جزئیات پر نظر قانون عام کے خلاف ہے موقع اور مقام کے اعتبار سے اپنی مصلحتوں کا سوچنا ہر ایک کے اختیار تمیزی پر محدود رہنا چاہیے - ملکی یا ربانی قانون کے ساتھ بڑی اختصاص نامناسب ہے۔

مفصلہ بالا امر پر اس امر کے ثابت کرنے کو کافی ہے کہ گوشت کا کھانا کسی طرح عیب یا بیرحمی میں داخل نہیں ہے - تاریخ سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ مچھلی گوشت - دودھ اور شہد جنگلی میوے یہی سب انسان کی ابتدائی غذائیں تھیں موجودہ حالت پر اگر نظر ڈالی جائے تو دنیا میں اسوقت بہت کم لوگ ایسے نکلینگے

جو گوشت کا کھانا عارتاً یا مذہباً بُرا جانتے ہوں۔

فیثاغورس اور اُسکے تلامذہ ترک حیوانات کو بڑا ثواب جانتے تھے شاید قدیم مصری بھی اسی خیال کے تھے لیکن اس فرقہ نے زیادہ ترقی نہ کی۔ ہندوستان میں گو بودھ بھی حیوانات کا کھانا پسند نہ کرتا تھا لیکن اُسکے نیم معتقد چین والے چوہا اور بلی تک کھا جاتے ہیں۔ بودھ مذہب کے پیرو جو ہندوستان میں جین کہلاتے ہیں وہ البتہ اس خصوص میں اپنے مرشد کے قدم بہ قدم چلتے ہیں مگر تعداد میں وہ اتنے کم ہیں کہ کسی شمار میں نہیں۔ دو چار سنیاسی فقیروں کے بھی ایسے ہیں جنکے پنتھ ترک حیوانات کے پابند ہیں مسلمانوں میں بھی بعض درویش گوشت کا کھانا چھوڑ دیتے ہیں اسپر جب اُنکے مولوی کہتے ہیں کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کا حرام ٹھہرانا اور اپنے کو خدا سے زیادہ رحیم یا حکمت والا سمجھنا نص قطعی کے بالکل خلاف ہے تو ان بیچاروں کو یہی کہتے بنتا ہے کہ ہم گوشت کو حرام نہیں سمجھتے بلکہ

بہ تمنائے گوشت مردن بہ از تقاضائے زشت قصابان

پر عمل کرتے ہیں۔ خودرائی کا الزام ہم پر نہیں ہو سکتا۔ بینا داری کا نباہ ہے۔

غرض کہ دنیا کے ہر حصہ میں گوشت کھانے کا رواج انسان میں جاری ہے ہمیں بعض قومیں تو ایسی ہیں کہ نباتات کی طرح تمام حیوانات کا گوشت کھا سکتی ہیں اور بعض شرطیں لگاتی ہیں۔ شنیع اور بے حیا درندہ جانوروں کا گوشت اسلیے حرام سمجھتی ہیں کہ کہیں یہ عادتیں گوشت کے ذریعہ سے کھانے والوں میں بھی سرایت نہ کر جائیں۔ گوشت کے نہ کھانے والے ایک حجت یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ گوشت جزو بدن ہوتا ہے اور اسلیے گوشت کھانے والوں میں حیوانوں کی

خاصیت زیادہ اثر کر جاتی ہے۔ یہ تھا ایک حد تک درست ہے اور اسی خیال سے
حلال اور حرام جانورون کی فہرست قایم کی گئی ہے۔ اس فہرست پر زیادہ سختی کے
ساتھ مسلمان عمل کرتے ہین۔ سور۔ کتا۔ بلی۔ گیدڑ۔ شیر۔ ہاتھی۔ چوہا۔ سانپ۔ کیڑا
مکوڑا۔ باز۔ بحری۔ گدھ۔ طوطا وغیرہ وغیرہ بہت سے چرندوپرند ایسے ہین جنکو اہل
اسلام نہین کھاتے۔ بعض قومین ایسی ہین کہ وہ سور بھی کھاتی ہین۔ جاپانی چینی
اور چند جنگلی قومین ایسی ہین کہ کتا۔ بلی۔ چوہا بھی نہین چھوڑتے۔ انصاف یہ ہے
گوشت کھانے مین جو احتیاط اہل اسلام برتتے ہین دنیا کی کسی قوم مین یہ بات نہین ہے
ہندو بھی اس خصوص مین مسلمانون کے ہم پلہ ہین بلکہ انکی احتیاط کسی قدر حد سے
متجاوز ہے۔ اسوقت ہم یہ کہنے کو تیار نہین ہین کہ مسلمانون کی صحبت نے ہندوؤن
پر یہ اثر ڈالا یا خود ایران تہذیب کا یہ اقتضا ہے بہرحال یہ مسلم ہے کہ اس خصوص مین
اہل اسلام اور ہنود درمیانہ معتدل طریقہ پر چلتے ہین۔ خیر الامور اوسطہا۔ نہ تو یہ گوشت
کا کھانا حرام سمجھتے اور نہ آنکھ بند کرکے کیڑا مکوڑا سب ہی کچھ کھانے کو طیار ہو جاتے۔ گوشت
کھانے والون پر بڑا بھاری الزام سفاکی کا لگایا جاتا ہے جسکو تشریح کے
ساتھ ہم نے اوپر سمجھا دیا اور اسکے ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ گوشت جو
اپنی جبلت مین بنی نوع انسانی کے لیے کسی طور پر مضر و خلاف مصلحت ہو اسکو
خود شارع نے مستثنی کر دیا ہے۔ اب رہا یہ امر کہ گوشت انسان کی خوراک نہین ہے
اس سے خون صالح پیدا نہین ہوتا اسکی حدت نقصان کرتی ہے۔ یہ علم طب کی
بحث ہے ترکاری اور مسالحہ کا گوشت مین ملانا انھین امور پر نظر ڈال کر رائج ہے
دنیا مین کوئی چیز ایسی نہین ہے کہ کوئی پہلو اسمین مضرت کا نہ ہو۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حال کی تحقیقات میں ڈاکٹروں نے یہ ثابت کیا ہے
کہ انسان کا دانت گوشت کھانے کے لیے نہیں بنا ہے۔ اسکے جواب میں یہ
کہا جاسکتا ہے کہ کچا گوشت کھانے کے لیے یا بعض گوشت کی ... کے لیے
انسان کا دانت نہیں بنا ہے یہ کون کہتا ہے کہ شیروں کی طرح انسان کو بھی
گوشت اور کچا گوشت کھانا چاہیے۔

خلاصہ یہ ہے سمجھنا چاہیے کہ جن لوگوں کی ... کر کے گوشت کی تحقیق کی نہیں
ہے بلکہ قوت بازو سے کام کرتا ہے۔ ... طلب اور جسم میں وہ ... ہیں
ہیں بہت اور ... کرتا ہے وہ گوشت بغیر زندگی بسر نہیں کر سکتے۔

اب اس بارے میں اسلام نے اعتدال حاصل کیا ہے چینیوں کے نزدیک
سوائے انسان کے ہر جانور کا گوشت قابل کھانے کے ہے۔ ہندوؤں میں جو
ہندو گروہ ایسے لوگ ہیں وہ گوشت بالکل نہیں کھاتے اور جو کھاتے ہیں وہ بے
وجہ معقول بہت سے جانوروں کا گوشت حرام سمجھتے ہیں۔ اس زمانہ کی مہذب
قومیں ان دونوں درجوں کے وسط میں ہیں اور ان مہذب قوموں میں بھی
وہ اعتدال ملحوظ نہیں ہوتا جو اسلام تعلیم کرتا ہے۔

فصل شصت و ہفتم

ردّ

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم نے اپنی بی بی ہاجرہ اور اپنے بیٹے
اسمعیل کو مکہ کی زمین غیر ذی زرع میں چھوڑا تو وہاں کسی قسم کی آبادی نہیں تھی اور
نہ بیٹے کو پانی اور نہ ... بیٹے کو کوئی گھر تھا خانہ کعبہ کی نسبت مسلمان دعویٰ کرتے

لکھا ہے کہ حضرت آدم کے وقت مین اسکی تعمیر ہوئی تھی اور مسلمانون کے نزدیک
یہ دنیا مین پہلا گھر تھا۔ لیکن جس وقت کا حال ہم لکھ رہے ہین اُس وقت یہ مکان بالکل
منہدم تھا کسی قسم کی سکانیت نہ تھی۔ وہان کی زمین کسی قدر اونچی تھی جس سے یہ
سمجھا جا سکتا تھا کہ یہان پر کسی زمانہ مین عمارت تھی۔ دانے اور پانی کا ذخیرہ ختم ہو
چکا تو ہاجر کو فکر لاحق ہوئی۔ رزاق مطلق کی قدرت کا نمونہ یہ دیکھنے مین آیا کہ ایک
چشمہ وہان جاری ہوا۔ یہ چشمہ تھوڑے دنون کے بعد زمانہ کے تصرف یا انسانی
صنعت کی بدولت کنوئین کی صورت مین آگیا اور اب چاہ زمزم کے نام
سے مشہور ہے۔

عرب مین پانی کی بڑی قلت تھی اور اب بھی ہے۔ کنوئین یا چشمہ کا ہونا
آبادی کے لیے پہلے زمانہ مین ایک بہت بڑی تحریک تھی اور اب بھی کم و بیش
ایسا ہی ہے۔ قدیم عرب کے ایک خانہ بدوش گروہ بنو جرہم نام نے اس چشمہ
کے پاس آباد ہونا چاہا۔ حضرت ہاجر نے نہایت خوشی سے ان مہانون کی آؤ بھگت
کی۔ اور مہانون نے نہایت احسان مندی سے وہان سکونت اختیار کی اس
اثنا مین حضرت ابراہیم کی آمد و رفت بھی جاری رہی۔ اور عبادت الہی کے لیے
ایک گھر کی تعمیر انھون نے حضرت اسمعیل کی مدد سے کی جو آج تک کسی قدر ترمیم اور
تبدیل کے ساتھ قایم ہے۔ خانہ کعبہ نام ہے اور تمام دنیا کے مسلمانون کا مرجع ہے

قبیلہ بنو جرہم مین ایک شخص مضاد تھا جسکی لڑکی سے حضرت اسمعیل کا عقد ہوا
وہ اس طرح جو نسل حضرت اسمعیل کی پھیلی جسمین غالباً اسمعیل کی اور بیبیون کی اولاد
بھی شامل ہے وہ مستعرب کہلائے اور آج کل عرب کی غالب آبادی انھین لوگون

سے ہے۔ قریش اور پیغمبر آخرالزمان بھی اسی نسل سے ہین۔
ایک زمانہ بنو اسمعیل پر ایسا آیا کہ بنو جرہم نے اُنکو خانہ کعبہ سے بیدخل کر دیا اور وہ لوگ عرصہ تک باہر باہر گھومتے رہے۔ صدیون کے بعد بنو جرہم کی حالت کثرتِ فسق وفجور سے بہت کمزور ہو گئی اور اس طرح بنو اسمعیل کو پھر خانہ کعبہ پر قابض ہونے کا موقع ہاتھ آیا۔ بنو جرہم جب مکہ سے بھاگنے لگے تو خانہ کعبہ کے قیمتی اسباب چاہ زمزم میں ڈال کر اوپر سے پتھر بھر دیے اور اس طرح چاہ زمزم صدیون تک معدوم رہا۔ پیغمبر آخرالزمان کے دادا عبدالمطلب نے اس کنوئین کو بڑی محنت سے کھدوایا اور قدیم زمانہ کی طرح پھر لوگ اسکے پانی سے مستفید ہونے لگے۔

اسلام کے قبل چاہ زمزم کو لوگ مذہبی خیال سے نہین دیکھتے تھے اور نہ اسلام پھیلنے کے بعد ہجرت مدینہ تک کوئی خیال مسلمانون مین چاہ زمزم کی عظمت کا قایم ہوا۔ ہر جگہ اچھے کنوئون کی طرف گاؤن کے باشندون کا خیال عموماً رجوع ہوتا ہے بس وہی حالت چاہ زمزم کی تھی۔ لیکن ہندوستان کی حالت پر قیاس نہ کرنا چاہیے جہان پانی آسانی سے دستیاب ہونے کی وجہ سے کوئی بڑی نعمت نہین سمجھا جاتا۔

کفار مکہ نے جب مسلمانون کو بہت تنگ کیا تو وہ گھبرا کر بھاگ کر مدینہ کی طرف چلے گئے وہان کی آب وہوا بہ نسبت مکہ کے بہت زیادہ مرطوب تھی۔ سفر کی تکلیف وطن چھوٹنے کا غم۔ بے سروسامانی کی حالت افلاس کی مصیبت تو تھی ہی آب وہوا کی ناموافقت سب پر بالا تھی۔ چند مہینون کے بعد مہاجر مسلمانون

مین جاڑے سے بخار کی بیماری پھیلی - شدت بخار مین جب یہ تھا جو بربان نکلتے تھے تو خانہ کعبہ - چاہ زمزم اور مکہ کے مشہور مقامات کا نام لیتے تھے چونکہ بیماری زیادہ تر پانی کی ناموافقت سے تھی اسلیے وہ لوگ مکہ کے پانی یعنے چاہ زمزم کو اس طرح یاد کرتے تھے جس طرح عشاق شب ہجران مین معشوق کو یاد کرتے ہین. مدینہ والون کو جنکی وجہ سے چاہ زمزم چھوٹا تھا اس طرح کوستے تھے جس طرح شب فراق مین رقیبون کو گالیان دینا عشاق کی زبان سے ایشیائی شعرا باندھتے ہین - بیماری کی حالت تو تھوڑے دنون تک رہی لیکن مہاجرون کے دل مین یہ خیال برابر جما رہا کہ زمزم سے اچھا پانی دنیا مین ہو نہین سکتا - ہاضم ہے تو وہ ہے مقوی ہے تو وہ ہے مردون کے لیے چاہ زمزم سے اچھا پانی بہت اقلیم مین پیدا نہین ہے جس طرح قریش (باشندگان مکہ) اپنے کو تمام دنیا سے افضل سمجھتے تھے اسی طرح مکہ کی ہوا اور چاہ زمزم کے پانی کو بھی وہ تمام دنیا سے اچھا جانتے تھے حب الوطنی بھی ایک سبب تھی - لیکن اسمین کلام نہین ہو سکتا کہ جن اوصاف کو قریش پسند کرتے تھے وہ اعلی درجہ پر مکہ ہی کی آب و ہوا سے مخلوق ہو سکتا تھا - آٹھ دس برس تک مکہ مین مہاجرون کو آنا نصیب نہین ہوا اور اس زمانہ مین چاہ زمزم اور سواد مکہ کے دیدار کے وہ لوگ بہت مشتاق تھے - فراق مین گیت بنائے گئے تھے - قصیدے کہے گئے تھے مرثیے لکھے گئے تھے - غرضکہ اپنے ذوق و شوق کو ان لوگون نے مختلف طریقے سے ظاہر کیا تھا۔

ناظرین خود اس خوشی کا اندازہ کر سکتے ہین جو فتح مکہ کے بعد مہاجرون کو

گرمیوں آئے ست[illegible] صس ہوئی۔ کنوئیں کے گرد مسلمان کودتے تھے اُچھلتے
تھے۔ خوشی سے لوٹ پوٹ ہوا کرتے تھے۔ بے پیاس بھی پانی پیتے تھے۔ ہاتھ
منھ دھوتے تھے [illegible] حوضوں میں پانی ملتے تھے۔ بجائے تیل کے سر میں لگاتے
تھے۔ یہ زمانہ چند مہینوں میں گزر گیا۔ مسلمانوں کو پھر جلا [illegible] چھوڑنا پڑا جہاں تک
ہو سکا اُن سے جا گلے مل لیں اور بہ حسرت سے چاہ زمزم کو چھوڑ کر مدینہ
کا راستہ لیا۔ مدینہ میں پہونچکر زمزم کا اشتیاق پھر دل میں موجزن ہوا اور
حسرت و یاس نے چاروں طرف سے گھیرا۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد چند
ہی برس کے اندر اندر مہینے ہجرت کے تیس چالیس برس پورے ہونے کے قبل
مہاجر شرق میں دونا لشمال تک مغرب میں افریقہ کے شرقی و غربی سواحل تک
تمام جنوب میں بجز عرب کے مین ہی [illegible] قسطنطنیہ ترکستان تک پہونچ گئے۔
مدینہ سے تو خیر چند دنوں کا راستہ تھا اب وہ اسی دوری پہونچ گئے کہ مہینوں
سفر کریں تو مکہ میں پہونچنا نصیب ہو۔ یہ ظاہر ہے کہ مکہ کی سی گرم خشک اور [illegible]
آب و ہوا ان مقامات مفتوحہ میں سے کسی کی نہ تھی۔ سواد مکہ اور چاہ زمزم کا شوق
ان پہلوانوں کے ساتھ ساتھ ہفت اقلیم تک پھرا۔ یہ خود تو مشتاق تھے ہی لیکن
سُننے سے اُنکے بچے اُنکی بیبیاں اُنکے مرید اُنکے احباب بھی چاہ زمزم
کے مشتاق تھے۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد بسا کین دولت از گفتہ خیزد

حج کعبہ کے فرض ہونے نے اور بھی سواد مکہ۔ خانہ کعبہ۔ جبل عرفات۔ مقام
منا۔ صفا و مروہ اور چاہ زمزم کا لوگوں کو شائق بنایا۔ خود تو مہاجر باقی نہ رہے اور

انکے ملنے والے زندہ رہے لیکن جو شوق کہ لوگوں میں یاد وطن نے مذہبی مناسبات کے ساتھ ملکر پیدا کیا تھا اُسکو روزبروز ترقی ہی ہوتی رہی۔ غرض کہ انھیں سب خیالات نے مل جل کر وہ نتیجہ پیدا کیا جو فی زمانہ دیکھنے میں آتا ہے یعنی حج کر کے نیو والے مسافر خاک غلاف کعبہ کا ٹکڑا۔ حرم کے پتھر۔ چاہ زمزم کا پانی تبرکاً لاتے ہیں اور لوگ نہایت خلوص نیت اور مذہبی ولولے میں ان چیزوں کو چومتے ہیں چاٹتے ہیں اور آنکھوں سے لگاتے ہیں۔ مرتے وقت اگر چاہ زمزم کا پانی موجود ہوا تو مرنے والے کی حلق میں ٹپکاتے ہیں۔ مرنے پر کہیں کہیں کفن پر بھی چھڑک دیتے ہیں یا غسل کے بعد جسم پر ڈالتے ہیں۔ جتنے تبرکات مکہ سے حاجیوں کے ساتھ آتے ہیں انہیں آب زمزم سب سے زیادہ متبرک سمجھا جاتا ہے۔

یہ ایک تاریخی حالت بیان کی گئی تاکہ معلوم ہو کہ آب زمزم کی عظمت مسلمانوں میں کیونکر قائم ہوئی۔ بعض لوگ حدیث کے ان اقوال سے سند دیتے ہیں جو چاہ زمزم کی خوبیوں میں بیان کیے گئے تھے لیکن ہمارے نزدیک ان اقوال کے تذکرے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ مختصر طور پر سمجھ لینا چاہیے کہ جس طرح مجنون کو سگ لیلی عزیز تھا اُسی طرح مکہ اور مدینہ کی تمام چیزیں مسلمانوں کے نزدیک پیاری ہیں خوبیوں کے لیے حدیث کے نقل کرنے کی ضرورت اسلیے بھی نہیں ہے کہ شہد کی خوبی خود قرآن میں مذکور ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مقابلہ چاہ زمزم کے شہد کی کچھ بھی عظمت لوگ نہیں کرتے۔ اگر ان متعارض نہ ہوتی آب شفا آنے کی کوئی خاص بھی نہیں ہے۔ اس شعار پر بھی ہندوستان میں قند اور مصری کے مانند انسے کوئی نہیں پوچھتا اور کوئی پوچھتا بھی ہے تو بغرض قرآنی کی اعتبار سما

پر نہین بلکہ اطبا کی تشخیص پر ایسے عالم جو نص کے ذریعہ سے شہد کو شفا امراض
سمجھکر اسکا استعمال کرین اور یہ عقیدہ رکھین کہ اسمین کوئی ضرر نہین ہے بہت
کم ہین۔ اور نص قرآنی کا منشا بھی یہ نہین ہے کہ شہد کو لوگ جملہ امراض مین دوا
استعمال کیا کرین بلکہ شہد کے فوائد اور لذت اکو یاد دلا کر خدا کی قدرت کا نمونہ
پر ظاہر کرنا مقصود اصلی ہے۔ اسی قبیل مین وہ حدیثین بھی ہونگی جو چاہ زمزم
کے متعلق لوگ ذکر کرتے ہین۔

ان جملہ امور کے ظاہر کرنے سے ہمارا یہ مقصد نہین ہے کہ چاہ زمزم کی وقعت
مسلمانون کے دل مین کہانتک مناسب یا غیر مناسب طور پر جمی ہوئی ہے۔
بلکہ ہمکو صرف یہ بتانا ہے کہ اب عام مسلمانون کے خیال مین چاہ زمزم کی وقعت
اور عظمت ایک مذہبی اثر رکھتی ہے اور اسکی توہین کرنا گویا مسلمانون کا دل
دکھانا ہے۔ غلطی پر وہ ہین انگریزی اخبار جو چاہ زمزم کی برائیون کے بیان
کرنے مین یہ نہین سوچتے کہ مسلمانون کو اسکے سننے سے صدمہ ہوتا ہے ممکن
ہے کہ بعض مسلمانون پر اسکا اثر نہ پڑے لیکن چونکہ عوام تعداد مین زیادہ ہین للاکثر
حکم الکل کے اعتبار سے عام مسلمانون کے مصداق بھی وہی ہین۔ ہم یہ کہہ سکتے
ہین کہ آب زمزم کی برائی کی جائے اور مسلمان اسے سنکر خوش ہون یہ غیر
ممکن ہے۔

زمزم کی برائی کی طرف خیالات اسوقت سے بڑھے ہین جب سے وبائی
امراض کی کثرت مکہ مین ہونے لگی ہے۔ چونکہ ان حاجیون کی بدولت اور ممالک
مین بھی ہیضہ پھیلتا ہے اسلیے یورپ کے ڈاکٹرون نے تمام تر توجہ اسکے

اسباب دریافت کرنے کی طرف منعطف کی ہے۔ گرم ملک ہے اور گرم ملک مین
وبائی مرض زیادہ پھیلتا ہے۔ جہان زیادہ لوگ جمع ہون اور صفائی کا بندوبست
عمدہ نہ کیا جائے تو مرض زیادہ پھیل سکتا ہے۔ یہ سب وجوہ معقول ہین۔ جہان تک
صفائی کا تعلق ہے مسلمانون کو منتظمون۔ انتظام کی تحریک پیش کرنے والون کا اپنی
خواہش ظاہر کرنے والون کا مشکور ہونا چاہیے۔ لیکن اسکے ساتھ بعض ڈاکٹرون کا
قول ہے کہ مکہ کی ہوا الطیف نہین ہے بلکہ وبا پیدا کرنے مین اسکو خاص دخل ہے
یا یہ کہ چاہ زمزم کے پانی مین کوئی خاص نقص ہے۔ گندہ پانی کنوئین کے اندر سوتون
سے پہونچتا ہے اور اس طرح عام طور پر پانی کو خراب کر دیتا ہے۔ یہ رائے اُن
لوگون کے نزدیک قابل مضحکہ ہے جو مکہ کی زمین چاہ زمزم کے موقع اور وہان
کی ہوا کی لطافت سے واقف ہین۔

یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ وبا کے اسباب کیا ہین۔ جہان تک غور کیا
گیا ہے کوئی سبب ظاہر نہیں ہوا کیونکہ سبب ظاہر ہونے کے بعد ازالہ سبب
مشکل نہ تھا اور پھر قطعی طور پر یہ کہا جاسکتا تھا کہ وبا کا روکنا انسانی کوشش کے اندر
داخل ہے لیکن جب تمام ڈاکٹر اس خصوص مین اپنی مجبوری ظاہر کرتے ہین تو ہم
سوائے اسکے اور کیا کہ سکتے ہین کہ اسباب دریافت کرنے مین انکی رائین قاصر ہین۔
صفائی کی طرف ازالہ مرض مین زیادہ تر ڈاکٹرون کو توجہ ہوتی ہے اور صفائی خود بذاتہٖ
ایک عمدہ چیز ہے۔ اسلیے طبیعتین بے دلیل اسے مان لیتی ہین کہ ان ایام مین صفائی
بہت ضرور ہے۔ اور صفائی کے ہونے سے ایک گونہ تسکین خاطر بھی ہوتی ہے
لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ گندگی اصلی سبب مرض پھیلنے کا نہین ہے اگر

نہین کہہ سکتا کہ کنوئین کے گرد گندہ پانی جمع ہو سکتا ہے اور اگر ایسا پانی جمع بھی ہو تو وہ کس طرح اندر جا سکتا ہے ؟

زمزم کوئی چھوٹا سا کنوان نہین ہے بہت ہی عریض اور طویل ہے پانی بھرنے والے ۔۔ رہین ۔ اسکے قریب کوئی نہانے نہین پاتا صفائی کا مدہ انتظام رہتا ہے ۔ دور تک فرش اور سنگین زمین ہے کہین سے یہ خیال پیدا نہین ہوتا کہ گندہ پانی سوتون کی راہ سے اندر جا سکتا ہے ۔ پانی بھرنے کے ۔۔۔ ۔۔ کے ڈول ہین ۔۔ کے گھڑون سے پانی بھرا نہین جاتا اور نہ ہر شخص پانی بھرنے کا مجاز ہے اسلیے پانی بھرنے مین بیرونی گندگی کا اندر جانا قرین قیاس نہین ہے ۔ ہندوستان کے کنوؤن کے صاف کرنے کے سبب جتنا پانی نکالا جاتا ہے اتنا پانی وہان روز نکالا جاتا رہتا ہے اور ایام حج مین تو اس سے کہین زاید نکلتا ہے ۔ کنوئین کی گہرائی غالباً سطح سمندر کے برابر ہے وہ کنوان ایسا نہین ہے کہ کوئی چیز اسمین گرے تو پتہ لگے ۔ یا کوئی جا کر اُسے نکال لائے ۔ وہ ایک قسم کا چشمہ ہے اور جس طرح چشمہ کے پانی کو گندہ نہین کہہ سکتے اسی طرح آب زمزم کو بھی آلائشون سے پاک صاف سمجھنا چاہیے قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ چشمہ ایک طرف سے دوسری طرف نکو چلا گیا ہے اور بیچ مین تھوڑا سا کھل گیا ہے جسکو چاہ زمزم کہتے ہین لیکن اگر چاہ زمزم ہی چشمہ کی ابتدا مانی جائے جب بھی پانی جس کثرت سے خرچ ہو جاتا ہے کہ آب زمزم کو چشمہ جاری کا آب رواں بے تکلف کہہ سکتے ہین ۔

فصل شصت و ہشتم

ہند کے مسلمان

سمجھ میں نہیں آتا کہ ہند کے مسلمانوں کا کیا حشر ہونا ہے۔ نو سو برس سے یہاں مسلمان ہیں لیکن انکی مسافرانہ حیثیت نہیں بدلی۔ نوکری پیشہ ہو کر وہ یہاں رہے زمینداری کی طرف انھوں نے توجہ نہیں کی۔ تجارت اس ملک میں رائج نہ تھی اسلیے اپنی آبائی تجارت کو بھی وہ بھول گئے۔ ملازمت کے قابل اب وہ اسلیے نہیں ہیں کہ نئی تعلیم میں پیچھے رہ گئے۔ اگر یہ کوشش کریں اور کرتے بھی ہیں تو غیر قوموں کی برابری نہیں کر سکتے۔ جب تک یہ چلنا سکھیں گے ہند کی دوسری قومیں دوڑنے لگیں گی۔ مقابلہ میں یہ کبھی برابری نہیں کر سکتے۔ شخصی ترقی کے علاوہ قومی ترقی انکے نصیب میں نظر نہیں آتی۔ گورنمنٹ کا تقرب تو بے علمی کے سبب سے یوں گیا۔ رہی زمینداری وہ پہلے ہی سے انکے حصہ میں نہ تھی اب زمین کا حاصل کرنا تو قریب محال ہے۔ چند افراد قوم کے پاس جو کچھ ہے وہ بھی خرچ کی زیادتی اور آمدنی کی کمی کے نذر ہو جائے گی۔ جن گھرانوں میں خرچ کی مدین بڑھ رہی ہیں وہاں انکا کم کرنا مشکل ہے۔ اور اس بلا میں بھی مسلمانوں ہی کے خاندان زیادہ تر مبتلا ہیں۔ گذشتہ فارغ البالی کا اگر کچھ اثر رہگیا ہے تو وہ اسی شکل میں نمایاں ہوتا ہے۔

نوکری نہیں رہی۔ زمین نہیں رہی۔ تجارت ایسی شے ہے کہ وہ ہندوستان کی آب و ہوا سے موافقت نہیں رکھتی ہے نہ ہندوؤں میں اسکا ذوق ہے اور نہ مسلمانوں کو اسکا شوق ہے۔ تجارت کی ایک شاخ سود خواری ہے وہ البتہ ہندوستان کی آب و ہوا کے موافق ہے۔ جتنی ہی کم ہمتی کم حوصلگی اور تنگ دلی صرف ہوگی اُتنا ہی اس پیشہ میں زیادہ سود ہے۔ مسلمان اپنے احکام شرعی سے

ممنوع ہین اور اگر حرمت کا خیال نہ رکھین جب بھی شاید وہ عمدہ طور پر اپنی افتاد
طبیعت کے لحاظ سے اس کام کو انجام دے نہین سکتے۔

ہندوؤن مین سود خواری کا ایک دستور ایسا ہے کہ تھوڑے سے
انقسام مین تھوڑے ہی لوگون کے بعد تمول کی ایک خاص صورت
پیدا ہو جاتی ہے۔ ہندوؤن کے بڑے متمول خاندانون کو بھی اسی ذریعہ سے
دولت پہنچی ہے لیکن کم از کم وہ بھی جب ایک ہندو سے دوسرے ہندو کی
پاس دولت منتقل ہوتی ہے تو وہ شخصی حالت مین انقلاب ہوتا ہے۔
قومی تمول مین کچھ [illegible] نہین جب اس قلت کو سالہا سال ملا کر
دیکھیے تو ایک قوم [illegible] تب ہی اور دوسری قوم کی ترقی نظر آئے گی۔

مسلمانون مین نہ تقرب سلطانی کے ذریعہ سے کسب معاش کا ذریعہ باقی
رہا اور تجارت کا [illegible] ہے اگر بعض باپ دادا نے پشتون کی [illegible] سے
کچھ زمین پیدا کر لی تھی اور آپس کے جھگڑون اور بے ایمانیون سے بچ رہی
تھی تو وہ سود خوار [illegible] کے نذر ہوتی ہے اور فضول خرچیون کا شکار ہوتی ہے۔

مسلمان جب گھرون سے نکلتے ہین تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان سے زیادہ
خوش و خرم کوئی دوسری قوم ہندوستان کی نہین ہے۔ دہلی سے اودھ تک مسلمان
سر پر ٹوپی۔ پاؤن مین جوتا بجائے دھوتی کے عموماً پاجامہ [illegible] ہاتھ
مین چھڑی جب گھر سے باہر آئے اور گرد ان کے ننگے سر ننگے بدن ننگے پاؤن
ہندو [illegible] بیٹھے ہوئے مزدوری پیشہ ہندو نظر آئے تو دیکھنے والے کو خواہ مخواہ یقین
کہ یہ مسلمان ان ہندوؤن سے زیادہ خوش ہے۔ لیکن واقعہ یہ حالت مین ترقیت

اور مسمان کا فرق ہے۔ شریف مسلمانوں کی عورتیں باہر کم نکلتی ہیں اور نہ باہر کے
لوگ گھر میں جانے پاتے ہیں زنانہ مکان کی حالت کا پتہ کیونکر لگے۔

ہم ایک بار گئے، مرزا صاحب کے گھر کی تصویر کھینچے ہیں اور ایک ادنی سے ادنی
کمہار کے گھر کا (جو حمال اور قلی کی مد میں ہے) فوٹو لیتے ہیں۔ ناظرین تفاوت ملاحظہ
کریں۔ پہلے مرزا صاحب کے گھر میں چلیے۔ دو ہی چار پشت اوپر جاکر کسی بڑے
منصب شاہی تک ان کا سلسلہ پہنچتا ہے اور نہ بھی پہونچے تو مرزا صاحب پہونچانے
کو تیار ہیں۔ خاندان تو اتنا بڑا اور مرزا صاحب کی حالت ظاہری بھی کچھ بیان ہو چکی
ہے اب ذرا اندر جاکر قدرت خدا ملاحظہ کیجیے۔ گھر میں ایک یا دو چارپائیاں ہیں اور
دو ایک دریاں بچھانے کے لیے بھی ہیں۔ ساری کائنات بس اسی قدر ہے۔
مال منقولہ کی قرقی کی نوبت آئے تو بجز ان چیزوں کے کوئی شے قابل قرقی نہ ٹھہرے
گی۔ کھانے پینے اور پکانے کے تمام برتن مٹی کے ہیں۔ دھات کی ایک چیز اندر
نہیں۔ اگر لکڑی کی سوئیاں بن سکتیں تو شاید لوہے کی سوئی بھی گھر میں نہ ہوتی۔ بی بی
کے بدن پر کپڑا بوسیدہ۔ بدن پر ایک زیور نام کو نہیں۔ بیاہ کے وقت والدین نے
رسم کے طور پر ضرور دیے ہونگے۔ لیکن بی بی اگر اس سے محبت رکھتی تو مرزا صاحب
کی سفید پوشی قائم نہیں رہتی اور نہ گھر کا خرچ چلتا۔ آہستہ آہستہ وہ سب بنیے اور بزاز
کی نذر ہو گیا۔ گھر میں جابجا کوڑے کا انبار لگا ہے دیواریں بوسیدہ ہو رہی ہیں مکان
سے بو آتی ہے۔ ہفتوں سے جھاڑو نہیں دی گئی ہے۔ صفائی میں کچھ خرچ
نہیں ہوتا لیکن نکبت اور افلاس کے لیے یہ سب لازم ہے۔ مرزا صاحب کے
گھر سے نکل کر کسی ہندو کے گھر میں جائیے تو وہی عالم نظر آتا ہے۔ [illegible]

ایک شخص میلی دھوتی پہنے دو پیسے کا ناریل کا حقہ لئے تمباکو پی رہا ہے ۔ منگیرانہ عالم
بھی دوسرا ہے ۔ تمام گھر سفید مٹی سے پتا ہے ۔ چھوٹا گھر ہے لیکن محنت اور سلیقہ
کی بدولت نہایت ہی خوشنما ہے ۔ پیتل کے دو گگرے رکھے ہیں ۔ سلیقہ لڑکی کے
چوکے پر بیٹھی لوٹا تھالی وغیرہ وغیرہ بہت سے پیتل اور پھول کے برتن صاف
کر رہی ہے ۔ چندری یا صاف رنگ کی سادہ ساری زیب بدن ہے ۔ سر سے
پاؤن تک سر سے چاندی پیتل کے زیور حسب حیثیت پہنے ہوئے پری بن رہی
ہے ۔ مرزا صاحب کی بی بی اس رومال کا انتظار کر رہی تھی جسمین نمک دال آٹا اور لکڑی
باندھ کر یا شاید خالی ہاتھ ہلاتے ہوئے مرزا صاحب واپس آتے ہونگے ۔ اور یہان
ہر قسم کے غلے کم و بیش رکھے ہوئے ہین اور عجب نہین کہ دھرتی مائی کے پیٹ مین
کچھ دفینہ بھی ہو ۔ ہم نے صورت حال بیان کرنے مین کسی قدر مبالغہ کو دی
لیکن اسمین کچھ شک نہین کہ للا کا حکم اکل کے اعتبار سے مسلمانون کے گھر مین جانے
سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نکبت یہان حکمران ہے اور ہندوؤن کے گھر مین جانے سے
یہ معلوم ہوتا ہے کہ لچھمی مائی کی تمام کرپا ہے ۔ کیسا ہی پر رونق گھر کسی کا ہو لیکن جہان
کوئی مر جائے تو بے رونقی در و دیوار سے ٹپکتی ہے ۔ چھوٹے چھوٹے گھرون مین ولادت
یا شادی بیاہ کے وقت ایک خاص کیفیت رہتی ہے ۔ مسلمانون اور ہندوؤن کے
گھرون کے مقابلہ کرنے وقت ہم بے تکلف اس تشبیہ سے کام لے سکتے ہین ۔ مجموعی
روزگار ذکر ہے کہ روئی کی تجارت کی بدولت مرزاپور کو عجب رونق تھی گویا تمام دنیا
کی دولت یہان پھٹی پڑتی تھی ۔ شہر کی رونق بھی ایسی تھی کہ گلی کوچے گلستان کی کیاریان
بنے رہتے تھے ۔ ہم سنتے ہین کہ عجب وقت روئی کی تجارت مین نقصان پہنچنے

سے منڈیان ٹوٹنے لگین اور شہر کی حالت بگڑنے لگی اور ہر دو جا سے بے رونقی
برسنے لگی۔ دولت اور ثروت بھی عجیب چیز ہے مسلمانون کے گھر سے دولت
چلی تو پھر اُنکے گھرون کی رونق کس سہارے سے قایم رہے۔

تیس چالیس برس پہلے کی حالت کو اس وقت کی حالت سے مقابلہ کیا جائے
تو زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ اور اگر یہی ترقی معکوس قایم رہی تو تیس
برس کے بعد اس سے بھی بُری حالت کا سامنا ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا۔

مالک زمین ہونا یا علمی ترقی مین ہندوون سے مقابلہ کرنا تو مشکل ہے اسلیے
علاقہ دار یا ملازم سرکاری کی حیثیت سے مسلمانون کا عروج قریب قریب محال ہے
صرف ایک تجارت کی صورت باقی ہے۔ استقلال دیانت داری اور محنت سے
مسلمان کرنا چاہین تو پھر اپنی حالت سنبھال سکتے ہین اور اپنے آبائی پیشہ کو اسی
طرح زندہ کر سکتے ہین کہ پھر اُنکی قوم زندہ ہو جائے اور ہندوستان کی دیگر قومون پر وہ
سبقت لے جائین۔ ہندوون کو تجارت سے کوئی طبعی مناسبت نہین ہے
سود خواری مین وہ مرد میدان ہین لیکن تجارت کی لذت سے وہ آشنا نہین ہین
مسلمانون کی ترقی کی کوئی صورت ہے تو وہ اسی پیرایے مین ممکن ہے۔

ہند کے مسلمانون مین ایک بلا فضول خرچی کی بھی ہے۔ اچھا کھانے کو چاہیے
اور عمدہ پوشاک پہننے کو چاہیے۔ عادتین بگڑی ہوئی ہین۔ وہ بچا ہوا سب کچھ ہین اور
پہلے جو بلا دس بیس برس کے بعد آنے والی تھی وہ آج ہی ادھر رہنے کو طیار ہے۔ ہزار
آدمی کو کسی طرح خرچ کرنے کو کافی نہین ہو سکتی۔ جو ان بزرگون کا سرمایہ جمع ہے وہان
بھی رونا پڑا ہے۔ بزرگون کی یادگارون کے مٹانے اور نا مدنی کی مستقل صورتون کے

برباد کرنے پر جو ... سے بڑے تک تُلے ہوئے ہین غرضکہ سمجھ مین نہین آتا کہ
انکا کیا حشر ہوگا۔

فصل شصت و نہم ۶۹

جھاڑ پھونک - دعا - تعویذ

دعا - تعویذ - جھاڑ پھونک - یہ سب ڈھکوسلے اسلام مین نہین ہین —
ہندوستان کے مسلمانون نے ان معاملات مین ہندوون کی تقلید کی اور
اسلام مین یہ باتین ٹھونس لین - یا یون کہیے کہ اسلام کی چادر پر بدنما دھبے
ڈال دیے - اسلام جو اوہام باطلہ کے مٹانے کے لیے آیا تھا وہ ان باتون کا
مٹانے والا تھا نہ کہ رائج کرنے والا - ایام جاہلیت مین لڑکون کو تعویذ پہناتے
تھے - تعویذ پہننے والے لڑکون کو ذو تمائم کہتے تھے - سبعہ معلقہ کا ایک مصرع ہے

فالہیتہا عن ذی تمائم محول

اسمین ذی تمائم لڑکون یعنی تعویذ پہننے والے بچون کا ذکر ہے -
لیکن یہ صحیح نہین ہے کہ اسلام نے بھی کہین اس خیال کی تائید کی ہے
مسلمانون کو تعویذ گنڈے کا عاشق - فالنامے اور حاضرات کا معتقد - جھاڑ پھونک
کا دلدادہ دیکھ کر یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ انکے اسلاف صالحین کا بھی شیوہ تھا -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مریضون کو دیکھنے جاتے تھے تو انکے سر پر
دست شفقت پھیرتے تھے اور تسلی کے لیے فرماتے تھے کہ "طہور انشاء اللہ
تعالیٰ" یعنی اللہ چاہے گا تو تم صحیح ہو جاؤگے گھبراؤ نہین" - اور اکثر
یہ بھی فرماتے تھے "اللہم اشفہ لا شفاء الا شفاءک" اے اللہ اسکو شفا دے

تیرے سوا کوئی دوسرا شفا دینے والا نہیں ہے۔ یہ کہنا گویا مریض کو تلقین کرنا تھا کہ تم خدا پر بھروسہ کرو۔ اوہام باطلہ سے پرہیز کرو۔ آنحضرتؐ کا یہ فرمانا ایسا ہی تھا جیسا کہ کوئی بزرگ شخص کسی کو مصیبت مین دیکھ کر براے ترحم تسکین دینے والے کلمات کہتا ہے اور عموماً اس مصیبت زدہ کے قلب اور طبیعت کو ایک قسم کی شگفتگی ہوتی ہے اور قوت پہونچتی ہے۔

اب اگر کوئی مریض کے سرہانے کھڑا ہوکر "طہور انشاء اللہ" کہے یا اللھم اشف انت الشافی لا شفاء الا شفاؤک پڑھے اور یہ خیال کرے کہ یہ کلمات ازالہ مرض کے لیے اسلام مین موضوع ہوئے تھے تو یہ شارع اسلام کی تجویز نہین ہے۔

حصن حصین ایک حدیث کی کتاب ہے جسمین ہر قسم کی دعائین حدیث شریف سے منتخب کرکے ایک جگہ جمع کردی گئی ہین اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ہر حالت اور ہر موقع پر ایک خاص قسم کی دعا پڑھتے تھے جسکو عام لوگ سمجھتے ہین کہ جس وقت اور موقع کی وہ دعا ہے گویا اُس وقت اور موقع کی بلا ٹالنے کے لیے ہر ایک جو دعا جاے ضرور کو جاتے ہوے آنحضرتؐ پڑھتے تھے اس دعا کا یہ اثر ہے کہ اسکے پڑھنے سے وہان کی بلا دور رہتی ہے یہ خیال شارع کے خیال سے بالکل دور ہے ہرگز آنحضرتؐ کوئی دعا اسلیے نہین پڑھتے تھے کہ اس دعا کے پڑھنے سے بھوت پریت سے بچنا مقصود ہوتا تھا۔ ہرگز ہرگز نہین۔ ایسی باتین اسلام سے بہت دور ہیں۔ ان دعاؤن کی اصلیت یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے لوگون کو یہ تعلیم کی تھی کہ خالق عالم کو کبھی مت بھولو سوتے جاگتے چلتے پھرتے بیکاری یا کاروبار کی حالت مین نہ بھولو ہر وقت اسکو یاد رکھو

اور اسکی صنعتون پر دھیان کرو۔ نماز تو پانچ وقت کے لیے مقرر ہے جو ایک طور پر ہوبہو قواعد ہے۔ لیکن خدا کا ذکر ہر وقت کرو قرآن مین بھی تاکید ہے کہ خدا کا ذکر کرو لیکن اس ذکر کے لیے کوئی خاص قاعدہ مقرر نہین ہوا ہے۔ دل سے زبان سے خیال سے کھڑے بیٹھے لیٹے ہوئے جس طرح ممکن ہو اسے یاد کرو۔ آنحضرت نے نماز کے متعلق تو ضرور قاعدے بتائے کہ وہ ایک طور پر فوجی قواعد تھی لیکن ذکر کے لیے کوئی خاص قاعدہ نہین بتایا ہر شخص کی رائے اور آسانی پر چھوڑا۔ لیکن خود اپنے لیے مناسب الفاظ مناسب مواقع کے لیے آپ نے چن لیے تھے۔ چنانچہ رات کو سوتے ہوئے جب کبھی آپ کی آنکھین کھل جاتی تھین اور آسمان نظر آتا تھا تو یہ آیتہ پڑھتے تھے "ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبہم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار" ترجمہ "آسمان و زمین کی خلقت مین اور رات اور دن کے الٹ پھیر مین اُن عقلمندون کے لیے نشانیان ہین جو اللہ کو اُٹھتے بیٹھتے لیٹتے ہوئے یاد کرتے ہین اور خلقت آسمان و زمین پر غور کرتے ہین کہ اے رب تو نے اسکو بیفایدہ نہین بنایا (یعنے یہ عالم اسباب بڑی صنعت پر مبنی ہے) تو پاک ہے۔ عذاب جہنم سے ہمکو بچا۔"

آدھی رات کو یہ کلمات آسمان کی طرف منھ کرکے کہے جائین تو بے انتہا خلوص اور بے حد معرفت الہی پائی جائے گی۔ لیکن انھین کلمات کو کوئی شخص رات کے سناٹے مین حاجات سے بچنے کے لیے پڑھے تو ظاہر ہے کہ کس درجہ شارع اسلام کے مقصود سے دوری ہو جائے گی۔

مرغ سحر جسکو موذن صبح سمجھنا چاہیے جب اپنی آواز سے لوگون کو بیدار کرتا ہے تو اُسکی اس خدمت کی قدردانی یہی ہے کہ فوراً آنکھ ملتا ہوا اُٹھ کھڑا ہونا چاہیے۔ چنانچہ آنحضرت مرغ سحر کی آواز کو بہت مغتنم سمجھتے تھے اور آواز سُنتے ہی بجائے آنکھ ملنے کے زبان کو جنبش دیتے تھے اور فرماتے تھے "اللہم انی اسئلک من فضلک" اے اللہ ایسا ہی تیرا فضل مین برابر چاہتا ہون کہ روز صبح کو اُٹھ کر تیری یاد کرون ساب اگر کوئی یہ سمجھے کہ مرغ سحر کسی بلا کو دیکھ کر شور مچاتا تھا اور آنحضرت رد بلا کے لیے دعا پڑھتے تھے تو ظاہر ہے کہ وہ اصل مقصد سے کتنا دور ہے۔

اس تحریر کا منشا یہ ہے کہ دعائین ہین وہ حکیم کے نسخون کی طرح الگ الگ امراض کے لیے بنائی نہین گئی ہین۔ ایسا بنانا خدا کی قدرت مین ہے خدا کی قدرت سے بحث نہین ہے بحث یہ ہے کہ شارع نے دعاؤن کے یہ قاعدے بھی بتائے ہین یا نہین۔ رہا یہ امر کہ دعا کا رفع تکلیف کی غرض سے یا حاجت برآری کے لیے پڑھنا بے فائدہ ہے یا بافائدہ اس وقت موضوع اس بحث کا نہین ہے۔

میرا عقیدہ یہ ہے کہ تمام دعاؤن سے مقصد اللہ کا ذکر ہے اور خضوع وخشوع سے اُسکو پکارنا ہے۔ ورد مین حسب حال الفاظ کہنے سے خضوع اور خشوع مین زائد مدد ملتی ہے اور شان عبودیت کا بخوبی اظہار ہوتا ہے جو تمام طاعات کی جڑ ہے۔ اتنا تو ظاہر ہے اور اس سے بڑھا اگر یہ ثابت ہو کہ خدا اتفاقاً قدرت کو توڑ کر حاجت روائی کردے گا تو ایمان کے خلاف نہ ہوگا۔ یہ صحیح ہے

کہ خدا قانون قدرت کے خلاف نہیں کرتا لیکن یہ سمجھنا کہ وہ کرنا چاہے جب بھی
نہیں کر سکتا سخت بے ادبی ہے بلکہ کفر ہے۔ جس خدا نے قانون قدرت
بنایا ہے وہ اسکو توڑ بھی سکتا ہے۔ پنکھے کی ڈور کو جو انسان بیٹھا ہوا کھینچتا ہے
اسکے اختیار میں تو اتنا ہے کہ اسے چھوڑ دے تو ہوا رک جائے اور خالق عالم
وجود خالق ہونے کے یہ قدرت رکھے کہ خلقت عالم کے کسی حسین قاعدہ کو
مٹا دے تو وہ خالق عالم کا بے ادب ہے حالانکہ خالق عالم کا ذرا بھی نہیں ہے۔ بہرحال
اللہ سے دعا مانگنا مان لینا درست ہے اور اسکے قبول ہونے کی امید کے
کیا معنے ہیں یہ جدا بحث ہے یہاں پر صرف چند اشعار مولانا روم کے یہ
ناظرین ہیں۔

از دعا نبود مراد عاشقان　　جز سخن گفتن بآن شیرین دہان
گر کند معشوق بس نہ مراد　　با دل و دیدار یعقوب شاد
گر کند رد لذت آن شنیدہ　　بہر لطف بہ سخن بار بار گر

فصل ہشتادم

اسلام اور غلامی

اپنے غلاموں کے ساتھ جو سلوک مسلمانوں نے کیے انکا بیان فصل ۹
"غلاموں کی حالت" میں دیکھیے۔ فصل ۱۷ "مسلمانوں کے احسانات
دنیا پر" میں بھی غلامان مصر کی حالت بیان کی گئی ہے۔ یہاں صرف یہ کہنا
ہے کہ قرآن نے غلامی کا انسداد بھی کیا یا یہ کہ بعض اسکے طریقے مہذب کیے
اور اسکے قائم رکھنے کا حکم دیا۔ میرا خیال یہ ہے کہ انسداد کیا۔

پہلے غلامی کی تشریح کرنا چاہیے تاکہ سمجھ مین آسکے کہ غلامی کیا شے ہے اور بعدازان پھر یہ بتایا جائیگا کہ قرآن نے کیونکر اسکا انسداد کیا ہے۔

دنیا کی تاریخ پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدو خلقت سے تمام دنیا مین یہ دستور جاری تھا کہ لوگ لڑائی کے قیدیون کو مواشی کی طرح اپنے قبضہ مین رکھتے تھے اور جس طرح چاہتے تھے انکے ساتھ برتاؤ کرتے تھے۔ حتی کہ انکی نسل کو بھی اپنی ملک سمجھتے تھے۔ یہ وہ صورت غلامی کی تھی کہ کسی مہذب سے مہذب قوم نے بھی اسے ناجائز نہین خیال کیا تھا۔ اور دوسری صورت غلامی کی یہ تھی کہ فریب یا جبر سے کمزور زبردست کی قید مین آتا تھا۔ اور کبھی کبھی زر کے معاوضہ مین بھی ایسا ہوتا تھا۔ یہ صورت ضرور اخلاقاً مذموم سمجھی جاتی تھی لیکن اسکا رواج مثل اول کے بھی ملکون کے تمام عالم مین تھا۔ اور کوئی قوم اپنی خودغرضی کے سامنے اسکے روکنے کی طرف کامل توجہ نہین کرتی تھی۔ یہودیون۔ ایرانیون۔ ہندوئن۔ یونانیون اور رومیون نے اپنے اپنے زمانہ مین بڑے بڑے عروج پائے لیکن غلامون کی حالت کہین بھی مہذب نہین کی گئی۔ رومیون نے ضرور کچھ اپنے غلامون کے حقوق کی حفاظت کی تھی لیکن بہت کم برائے نام۔ اور کثرت فتوحات کی وجہ سے رومیون کے قبضہ مین جتنے غلام تھے پہلے کبھی دوسری قومون کے پاس اتنے نہ تھے۔

ان تمام قومون مین دونون قسمین غلامی کی بے تکلف جاری تھین۔

اسلام کی برکت دیکھیے کہ دوسری قسم کی غلامی اسلام کے جاری ہوتے ہی ان تمام ممالک سے اٹھ گئی جہان اسلام کا جھنڈا پہونچا۔ اور اگر پھر قایم

ہوئی تو اسلام کے ضعف کے ساتھ قایم ہوئی۔ یعنے جہان کہین زمانہ ما بعد مین اصول اسلام سے چشم پوشی کی گئی وہان اور برائیون کے ساتھ دوسری قسم کی غلامی بھی جاری ہو گئی لیکن اسلام پر اسکا الزام عاید نہین ہو سکتا۔ تمام علماے زمانہ اسے تسلیم کرتے ہین۔ رہی پہلی صورت۔ اسکی نسبت ہم ظاہر کرینگے کہ اسلام نے اسکو مٹانا چاہا تھا مگر اسکی بیخ کنی عملی طور پر نہو سکی۔ بعد زمانہ رسول کے وہ مسلمانون مین قایم رہی لیکن یہ دلیل اس امر کی نہین ہو سکتی کہ اسلام نے بھی اسکی اجازت دی ہے۔

پہلے ہم یہ دکھانا چاہتے ہین کہ اسلام نے اسکا انسداد کرنا چاہا اور بعد ازان پھر ہم یہ دکھلائینگے کہ اسپر عمل کیون نہوا۔

عرب مین وقت اسلام پھیلنے کے چھ قسم کی غلامی جاری تھی۔ اول خود کو بیچ ڈالنا۔ دویم اپنی اولاد و غیرکا بیچ ڈالنا۔ سوم چھوٹے لڑکے یا لڑکیون کا پھسلا کر یا چرا کر بیچ ڈالنا۔ چہارم زبردستی اور ڈاکہ زنی یا رہزنی سے کسی کو پکڑ لانا۔ پنجم زمانہ جنگ مین دشمن کے ملک کی رعایا کو پکڑ لانا۔ ششم حالت جنگ مین مردون عورتون اور بچون کو قید کر لینا۔ ان جملہ اقسام کے غلام عربون کے پاس تھے اور جو جتنا ہی زبردست تھا اتنے ہی زیادہ غلام اسکے پاس تھے۔ آنحضرتؐ نے قطعی حکم غلامون کے آزاد کرنے کا نہین دیا کیونکہ یہ بالکل ہی خلاف مصلحت تھا لیکن موجودہ غلامون کے آزاد کرنے کو بے حد باعث ثواب بتایا۔ بلکہ بہت سے جرائم کا کفارہ اسے قرار دیا۔ اور آیندہ غلامی کے انسداد کے لیے صریح احکام سنائے۔

سورۂ محمد میں خدا فرماتا ہے کہ جب تم مقابل ہو کافرون کے تو انکی گردنین کاٹو اور جب انپر گمسان کر چکو تو انکو قید کرو۔ پھر قید کرنے کے بعد یا تو انپر احسان رکھ کر یا اُنسے فدیہ لیکر انکو چھوڑ دو۔[1]

اب اس سے زائد تر وضاحت کیا چاہیے۔ صاف صاف حکم ہوا کہ احسان رکھکر چھوڑ دو یا فدیہ لیکر چھوڑ دو۔ کوئی تیسری یا چوتھی صورت نہین بتائی گئی۔ یعنی قیدیان جنگ کے قتل کرنے یا غلام بنانے کا حکم قرآن مین کہین نہین دیا گیا۔ وہی صورتین انحصار کر دیا گیا۔ یعنے صرف احسان رکھکر یا فدیہ لیکر چھوڑ دینا بتایا گیا۔ مشرکین عرب کی بہت سی بُری رسمین اُسوقت تک مسلمانون مین جاری تھین جب تک اُنکی ممانعت کی نص قطعی نہین آئی تھی۔ مثلاً جب تک شراب پینے کی ممانعت قرآن مین نہین ہوئی مسلمان شراب پیتے تھے اور اسی طرح وہ دو بہنون کو ایک ساتھ زوجیت مین بھی رکھتے تھے۔ بابسکی بیوائین بھی جب تک اسکی ممانعت نہین آئی مسلمانون کی زوجیت مین آتی تھین۔ اور جب ممانعت ہوئی تو موجود وہ عورتین بدستور زوجیت مین رہین اور آیندہ کے لیے ممانعت نافذ سمجھی گئی۔ اسی طرح آیت حرّیت کے پہلے وہ غلام جو پہلے سے موجود تھے بدستور حالت غلامی مین رہے لیکن انسداد غلامی کی آیت نازل ہونے کے بعد پھر کوئی نیا غلام نہین بنایا گیا۔

جو غلام موجود تھے اُنکی آزادی اور آسایش کے لیے احکام صادر ہوئے۔ غلامون کا آزاد کرنا مذہب نے باعث ثواب بتایا گناہون کا کفارہ بھی اسے مقرر کیا یہ بتایا کہ غلام اپنی قیمت خود ادا کرنا چاہین تو اُنسے اقرارنامہ لیکر انکو کمانے کی اجازت

[1] فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموہم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء۔ سورۂ محمد۔

فدیہ دو اور اُسکے غلامون کے لیے چندہ کرنے کی ترغیب دی۔ بیت المال سے
روپیہ دینا بھی جائز رکھا۔ بعض حالتین ایسی مقرر کین کہ لونڈیان خود بخود آزاد ہوجائین
غلامون کیسے ساتھ حسن سلوک کی از بس تاکید کی۔ ان سب احکام سے عالمون کو
یہ دھوکا ہوا کہ غلامی قایم ہے حالانکہ آیندہ غلامی کو روک کر موجودہ غلامون کے لیے
یہ احکام بتائے گئے تھے۔

قیدیان جنگ مسلمانون کے قبضہ مین آکر اُنکے حسن سلوک سے ایسا خوش
ہوتے تھے کہ وہ گھر کا نام بھی نہین لیتے تھے۔ اور اسلیے احسان رکھ کر چھوڑ دینا یا
فدیہ لیکر چھوڑ دینا یہ ایک حق تھا جسکا مطالبہ غلامون کی طرف سے نہین کیا گیا پیغمبر
خدا کی شان رحم دلی تھی وہ از خود غلامون کے اس حق کو نافذ کرتے تھے۔ اسکے
بعد جب مسلمانون مین دولت بڑھی اور حسن اخلاق مین ترقی ہوئی تو غلامون کو آزاد
ہونے سے قوم مین رہنا کہین اچھا معلوم ہوتا تھا اور پھر وہ غلامی غلامی نہین بلکہ
وہ ایک قسم کی اخوت تھی جس طرح ہندوستان مین متبنیٰ بیٹا بنانے کا دستور ہے
بچے خوشی سے گھر چھوڑ کر دوسرے کے گھر آتے ہین۔ اسی طرح یہ غلام بنائے ہوئے
بھائیون کی طرح عیش و عشرت سے عربون کے ساتھ بسر کرتے تھے اور گھر کا نام بھی
نہین لیتے تھے۔ اسی طرح رفتہ رفتہ قیدیان جنگ کا غلام بننا جسکا انسداد پیغمبر نے
کیا تھا عربون مین اور اُنکے ذریعہ سے تمام بلاد اسلام مین قایم رہگیا۔

قرآن مین جہان کہین احکام غلامون کے مذکور ہوئے ہین وہان صیغہ ماضی
مستعمل ہوا ہے جس سے صریح ظاہر ہوتا ہے کہ گزشتہ غلامون کے متعلق یہ احکام
تھے قرآن مین کوئی ایسا لفظ نہین آیا ہے جس سے معلوم ہو کہ آیندہ قیدیان جنگ

متعلق گویا محکم ہے۔ احادیث اور سیر کی کتابوں کو غور سے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ پیغمبر خدا کے زمانہ میں بعد اس آیت حریت کے کوئی قیدی جنگ غلام نہیں
بنایا گیا۔ قرآن کی نص قطعی اور آنحضرت صلعم کا فعل صریح ثبوت اسکا ہے کہ غلامی کا
انسداد اسلام نے کیا۔

آج کل یورپ میں قیدیان جنگ کے ساتھ یہ برتاؤ ہوتا ہے نہایت
آرام سے وہ رکھے جاتے ہیں اور بعد جنگ ختم ہونے کے وہ چھوڑ دیے جاتے
ہیں کبھی تو بطور احسان کے اور کبھی خرچہ جنگ کا معاوضہ لیکر۔ قیدیان جنگ کا قتل
کرنا یا انکو بطور مال غنیمت کے باہم تقسیم کرلینا کسی طرح جائز نہیں ہے۔ اور اسکے
خلاف ہونا صریح بے تہذیبی اور خلاف انسانیت سمجھا جاتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا
ہوتا ہے کہ قرآن جسکو دعوی ہے کہ وہ ہر قرن اور ہر قوم کے مناسب حال ہے
اور تمام امور کی نسبت اسمیں ہدایتیں ہیں اس بارہ میں کیا حکم دیتا ہے۔ یہ سوال
اول اول سرسید کے دل میں پیدا ہوا اور انھون نے ایک رسالہ اسپر تحریر کیا
اور ثابت کیا کہ قیدیان جنگ کا قتل کرنا یا غلام بنانا قرآن میں محکوم نہیں ہے اور
نہ پیغمبر خدا نے آیت حریت نازل ہونے کے بعد کبھی قتل کرنے یا غلام بنانے
کا حکم دیا۔ اسپر سرسید نے قرآن سے اور قول پیغمبر سے عمدہ طور پر اپنے دعوی کو
ثابت کردیا ہے۔ لیکن آخر میں انھون نے یہ لکھا ہے کہ "خلفاے اربعہ کے
زمانہ میں غلام بنانے کا قاعدہ جاری تھا تو وہ بیجا تھا خلفاے اربعہ معصوم نہ تھے
اور نہ انکا فعل بمقابلہ نص رسول کے قابل سند ہے" بیشک خلفاے اربعہ معصوم
نہ تھے اور نہ انکا فعل بمقابلہ نص رسول کے قابل ...... لیکن یہ قرآن اور فعل

رسول کو ہم سے اچھا سمجھتے تھے اگر ہم قرآن اور حدیث سے افعال خلفاے اربعہ
و اعمال مسلمانان متقدمین کی مخالفت قایم ہوتے دیکھیں تو یہ ہماری بڑی کامیابی ہی
اسلیے ہم سید کے خیالات پر مفصلہ ذیل مضمون اضافہ کیا جاتے تو بیجا نہ ہوگا۔

قرآن میں یہ حکم ہے کہ "احسان رکھکر چھوڑ دو یا فدیہ لیکر چھوڑ دو" یوں حکم
نہیں ہے کہ "یا تو فدیہ لیکر چھوڑ دو یا احسان رکھکر چھوڑ دو" پچھلی صورت ہوتی تو
چھوڑنا لازم ہوتا۔ پہلی صورت میں چھوڑنا ضرورت لازم آتا ہے اور نہ فدیہ لیکر
اور فدیہ بھی معقول ہو اور کہیں قران غلام بنا کر رکھتے ہو رہیں کا فدیہ سے چھوڑ دو
کہیں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خلفاے اربعہ کے پاس کوئی فدیہ لیکر آیا اور
اُسنا عزیز یا معصوم اسکی وجہ سے چھوڑا نہیں گیا۔ جب ایسا نہیں ہوا تو خلفاے
اربعہ پر خلاف نص صریح کے عمل کا الزام عاید نہیں ہوتا جب تک احسان رکھکر چھوڑنا
یا فدیہ لیکر چھوڑنا عمل میں نہ آتا قید میں رہنا لازم تھا۔ مسلمان اگر بجاے قید تنہائی
کے قیدیوں کو اپنے گھروں میں بطور شاگردوں کے رکھتے تھے اور انکو ہر طرح کا
آزادی دیتے تھے۔ ایسا آرام کہ وہ قیدی اپنا گھر بھول جاتے تھے یہ صورت اچھی تھی
بہ نسبت [illegible] تھی۔ غلام آزاد کرنیکا ثواب دستور مسلمانوں میں تھا اور یہ صریح طور پر احسان رکھکر
چھوڑنا [illegible] جائیگا۔ اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح پیغمبر خدا صلعم آیت
حرمت کے جنگ ختم ہوتے ہی قیدیوں کو چھوڑ دیتے تھے ویسا خلفاے اربعہ نے
کیوں نہ کیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ پیغمبر صلعم نے ایسا [illegible] یا وہ شان پیغمبری تھی اور دوسرے

کے قیدی منزلوں طے کرکے لائے جاتے تھے نہ وہ بولی سمجھتے تھے اور نہ ملکی رواج سے واقف تھے۔ اپنے ملک میں رہتے تو فساد کرتے۔ عرب میں احسان رکھکر چھوڑ دیے جاتے تو بھیک مانگتے۔ بھیک مانگنے سے انکا کسی کے گھر میں بجائی نوکر رہنا اچھا تھا احسان رکھ کر چھوڑنا مناسب نہ تھا اور فدیہ دینے والا کوئی موجود نہ تھا کہ فدیہ دیکر انکو اسپے ملک کو لیجائے۔ ایسی حالت میں سوائے قید کے دوسری صورت نہیں۔ قید کی بہتر صورت تھی کسی کے گھر میں انکو رکھنا۔ اور یہ کہدینا کہ جب موقع آئے تو احسان رکھکر آزاد کردینا۔ بس یہی حالت خلفائے اربعہ کے زمانہ کے قیدیوں کی تھی۔

قرآن میں حکم نہیں ہے کہ خواہ مخواہ قیدیوں کو چھوڑ دو۔ اور نہ ایسا حکم مناسب ہو سکتا تھا۔ اب بھی کسی مہذب گورنمنٹ کا یہ قانون نہیں ہے کہ خواہ مخواہ قیدی چھوڑ دیے جائیں۔ قیدیوں کو قتل کرنے کی ممانعت ہے اور خلفائے اربعہ کے زمانہ میں بھی کوئی قیدی قتل نہیں کیا گیا تھا۔ فتوحات اسلام کے زمانہ میں ریل نہ تھی تار نہ تھا۔ مترجم زبانوں کے بکثرت نہ تھے۔ راستہ کی سہولت نہ تھی۔ فتوحات کی کثرت تھی۔ مسلمانوں کے اخلاق دلوں کو مسخر کر رہے تھے۔ جو قیدی مدینہ میں آیا اسکے بھائی بند گھر ہی پر مسلمان ہو گئے۔ اب بجائے اسکے کہ وہ قیدی کے چھڑانے کے لیے فدیہ بھیجتے انکو قیدیوں کی حالت پر رشک آنے لگا ایسے کاش ہم بھی قید ہو گئے ہوتے تو مدینہ اور مکہ کی زیارت کرتے خلیفہ وقت کی صورت دیکھتے۔ ہمارا بھائی بڑا خوش نصیب تھا کہ اسکی ہجرت کے لیے غیب سے ایک صورت پیدا ہو گئی۔

قرآن کا یہ معجزہ ہے کہ وہ ہر حالت کے مناسب ہے۔ آیت حریت پیغمبر خدا نے جس طرح عمل کیا وہی مناسب تھا۔ بعد ازان خلفاے اربعہ کے وقت مین جس طرح اسپر عمل ہوا وہی ٹھیک تھا۔ اُسوقت اُس سے اچھا عمل اُسپر ہو نہین سکتا تھا۔ اب سلطان روم یا شاہ ایران وغیرہ شاہان اسلام کو لڑائی کی نوبت آئے اور قیدیان جنگ کے ساتھ یورپین تہذیب کے موافق وہ عمل کرین تو کہا جائے گا کہ قرآن کے موافق انھون نے عمل کیا قرآن مین قیدیان جنگ کو قتل کرنے کا حکم آیت حریت مین نہین ہے۔ یورپین بھی اپنے قیدی قتل نہین کرتے۔ رہا انکا چھوڑنا یہ لازم نہین ہے۔ یورپین کبھی کبھی احسان رکھکر چھوڑتے ہین اور کبھی خرچہ جنگ لیکر چھوڑتے ہین اور خرچہ جنگ نہین ملا یا حسب خواہ نہین ملا تو نہین بھی چھوڑتے یہی قرآن بھی کہتا ہے اور یہی اسوقت کی مہذب قومون کا برتاؤ ہے۔

فصل ہفتاد و یکم

سود خواری

سود خواری کے متعلق نصوص قرآنی حسب ذیل ہین۔

"سود کھانے والے (قیامت مین) ایسے کھڑے ہونگے گویا انھین شیطان نے چھوکر مخبوط کر دیا ہے یہ اُنکے اس کہنے کی سزا ہے کہ جیسا معاملہ بیع کا ہے ویسا ہی سود کا ہے۔ حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے ..... اللہ سود کو گھٹاتا ہے اور خیرات کو بڑھاتا ہے (یعنی اُسمین برکت نہین دیتا اور اسمین برکت دیتا ہے) ..... مسلمانو تم ایمان رکھتے ہو تو

اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہگیا ہے اُسے چھوڑ دو[۱]

"مسلمانو سود نہ کھاؤ کہ دُگنا چوگنا ہوتا چلا جائے اور اللہ سے ڈرو عجب نہیں کہ تم فلاح پاؤ[۲]"

"تم لوگوں کو مال میں زیادتی کے لیے سود دیتے ہو تو اللہ کے نزدیک اس سے زیادتی نہیں ہوتی۔ خدا کے لیے جو زکوٰۃ دیتے ہیں وہی بڑھا رہے ہیں[۳]"

سود کے ممنوع ہونے کی کئی وجوہ غور کرنے سے سمجھ میں آتے ہیں۔

اول یہ کہ سود پر روپیہ دینا مخالف ہے تجارت کے۔ شرع نے سودخواری سے مانع کر کر زکوٰۃ کا ٹکس لگایا ہے تاکہ خوامخواہ لوگ تجارت کریں۔ تجارت میں علاوہ قومی نفع کے کہ تجارت کے ذریعہ سے قوم مالدار ہوتی ہے شخصی نفع بھی ہے یعنی سود سے اتنی دولت جمع نہیں ہوتی جتنی کہ تجارت سے جمع ہو سکتی ہے۔ دیکھو صفحات ۷۶ و ۷۷ الکتاب ہذا جہاں تجارت کا نفع دکھایا گیا ہے۔

دوم یہ کہ سود پر روپیہ دینا اگر مدیون کی خانگی ضرورت کے لیے ہے تو صریح شقاوت ہے اور اگر مدیون کو تجارت کے لیے دینا ہے تو قماربازی کی ترغیب دینا ہے اور دونوں صورتیں مذموم ہیں۔ سودی روپیہ سے تجارت

---

[۱] الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطٰن من المس ذلک بانہم قالوا انما البیع مثل الربوا واحل اللہ البیع وحرم الربوٰا × × × × × × یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقٰت × × × × × × یایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین۔ سورہ البقرہ۔ ع ۳۸۔

[۲] یایہا الذین آمنوا لا تاکلوا الربوا اضعافا مضٰعفۃ واتقوا اللہ لعلکم تفلحون۔ سورہ آل عمران رکوع ۱۴۔

[۳] وما اٰتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ وما اٰتیتم من زکوٰۃ تریدون وجہ اللہ فاولٰئک ہم المضعفون۔ سورہ روم رکوع ۴۔

کرنا ایک قسم کی قماربازی ہے۔ اسکے متعلق مین خود ایک بیّن واقعہ درج کرتا ہون
مین نے اپنے ایک عزیز کو کچھ روپیہ تجارت کے لیے دیا۔ جس عزیز نے دو تین
برس مین اصل روپیہ کو دوگنا کر دیا اور بڑی کامیابی کی صورت تھی۔ مجکو خبر ہوئی تو مین نے
منع کیا اور کہا کہ تجارت مین زکوۃ ضرور دیجائے اور سود پر کوئی معاملہ نہ کیا جائے
ورنہ نتیجہ برا ہوگا۔ سودخوار لوگون کے تجارت مین برکت اور پایداری نہین ہوتی۔
انگریزون کی تجارت پشتہا پشت سے چلی آتی تھی یا کچھ پانچ سو برس تک انکی تجارت
قائم رہتی تھی۔ مصر کے خاندانی تاجرون کی دولت کی نسبت بزرگوان سے
سنا ہے کہ زمانہ دراز تک ان کو زوال نہ ہوتا تھا۔ اور آج کل کی ایسی ہی تجارت
گویا کچھ سود ہی جال ہے۔ روز ہی دیوالہ نکلا کرتا ہے۔ جبکہ کچھ نہین اور
انتظام تمام خدائی کا۔ ذرا بل پڑا اور دیوالہ نکلا۔ معصیت و رفعت کو ان لوگون نے
تجارت کے ساتھ ملا دیا ہے۔ اسلیے دیانتداری سے اور بہتان مین فرق
تجارت ہے وہان کچھ بھی قیام نہین ہے۔ غرض کہ اس عزیز نے میری
نصیحت پر کچھ بھی عمل نہین کیا اور نتیجہ بد دیکھنے مین آیا۔ نقصان ہوا تو سالہا سال
اور نفع سب کا سب جاتا رہا۔ یہ غنیمت ہوئی کہ کچھ گھر سے دینا نہین پڑا۔ تفصیل اس
اس اجمال کی یہ ہے کہ پانچ ہزار سے تجارت شروع ہوئی تھی تیسرے برس دس
ہزار ہوگئے۔ اور اس دس ہزار کو کمی علاقہ نیپال سے لیکر کلکتہ روانہ کیا گیا۔ اس کی قیمت
مین پہونچتے ہی ساڑھے نو ہزار سود مل گئے۔ فوراً ساڑھے نو ہزار کا مال
بھیجا گیا۔ نو ہزار پھر مل گئے۔ غرضکہ اسی ایراپھیری مین ایک لاکھ کا گھی دو دفعہ کے
اندر کلکتہ پہونچ گیا اور [illegible] ہزار سودی قرض اس مال کی ضمانت پر گویا تجارت کے

سر آیا۔ اتفاق دیکھیے کہ گھی کا بازار روز بروز اترتا گیا اور اتنے مین برسات آگئی اور گھی خراب ہونے لگا۔ اب تک مجھے خبر نہین ہوئی تھی کیونکہ کارکن دوسرے صاحب تھے۔ یہ حالت دیکھ کر میرے ایک دوست نے مجھ سے کہا کہ " بیدار ہو جایئے نہین تو گھر کی جائداد بھی نیلام ہوا چاہتی ہے "۔ تمام حالات محکوان سے معلوم ہوئے تو مجھکو بھی پریشانی ہوئی کہ جب گھی خراب جائیگا تو مزدور ہے کہ ۹۰ ہزار میری ذات اور جائداد سے وصول کیا جائے۔ یا میری جائداد سے نہ سہی اُس شخص کی جائداد سے جسکے نام سے تجارت جاری تھی۔ بہرحال اب مجھکو فکر ہوئی اور کسی طرح مین نے اس گھی کے بکنے کا بندوبست کیا۔ خیریت ہوئی کہ زرگاہو جا کا زمانہ آگیا اور گھی کسی طرح فروخت ہوگیا اور صرف دس ہزار کا نقصان ہوا۔ اصل رقم اور تین سال کا نفع یہ سب اس نقصان کی نذر ہو۔ نفع ہوتا تو لاکھ پر ہوتا نقصان ہوا تو وہ بھی لاکھ کے پرستے سے ہوا۔ نفع مین ایک دم سے کام بن جانے کی امید تھی اور نقصان نے بنا ایک دم سے سب کارروبار بگڑ گیا۔ اسوقت مجھے معلوم ہوا کہ لوگ جو کہتے ہین کہ آجکل کی تجارت بغیر سود کے نہین چلتی اسکا مطلب یہ ہے کہ آج کل کی تجارت قمار بازی ہے تجارت نہین ہے۔ حالانکہ تجارت وہی ہے جو شرع مین محکوم ہے کہ سود کا معاملہ کیا جائے اور نہ قمار بازی کی صورت پیدا ہو جتنی دولت ہو اُسی کی مقدار سے تجارت کی جائے۔ اور تجارت مین بکری نقد ہو ادھار نہ ہو۔ لوگ کہتے ہین کہ ادھار بغیر تجارت نہین چل سکتی۔ یہ غلط ہے۔ اور ادھار دینا بھی ایک قسم کی قمار بازی ہی ہے۔ ۲ فی روپیہ نفع لینے کے فی روپیہ کے لالچ سے لوگ قرض دیتے ہین۔ قرض وصول نہ ہوگیا تو بن گئے اور نہ وصول ہوا تو بگڑ گئے۔ بجائے دو آنہ کے پونے دو آنہ قبول کیے

جاتین اور سود نہ منظور کیے جائین تو تجارت مین ایمانداری ہوتی ہے - اسوقت ہم پاتے ہین اور چار مہینے جو بعد ملین گے یہ وہ نہین ہے تو ادریا ہے - غرضکہ سود کے معاملے سے شریعت محمدی نے روک کر انسانی ہمدردی اور اصول تجارت کا پورا اور پکا سبق مسلمانون کو سکھایا ہے -

سوم یہ کہ سود لینے سے دلون مین کمزوری اور نیتون مین فساد پیدا ہوتا ہے - بے محنت کمانے کو بتاتا ہے اور انسان کے لیے سب سے بڑی بلا یہ ہے کہ اسکو محنت نہ کرنا پڑے - اور کھانے کو ملتا جائے -

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سود خوار بنیے ہندوستان کے نہایت مالدار اور ایماندار ہوتے ہین - نہایت لطف سے زندگی بسر کرتے ہین - حالانکہ وہ بالکل خلاف شرع عمل کرتے ہین - اسکا جواب یہ ہے کہ بمقابلہ تجار کے سود خوار کم دولتمند ہوتے ہین - اصل ہر کے تاجرون سے مقابلہ کیا جائے تو سود خوار بنیے نہایت قلیل البضاعت ثابت ہونگے - رہی انکی ایمانداری - مین بھی تسلیم کرتا ہون کہ ہندوستان کے دیگر پیشون سے سود خواری اچھی ہے - اور اسلیے نسبتہً سود خوار ایماندار بھی ہین - اور خوش حال بھی ہین - لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ سود خواری تجارت سے اچھی ہے - ایک پیشہ ملازمت کا ہے - یہان کی ملازمت مین رشوت کو اخلاقاً معیوب نہین سمجھتے کتنے ملازم جو سیکڑون روپیہ ماہوار رشوت لیتے ہین سود خوار کے گھر کا پانی نہین پیتے اور کہتے ہین کہ سود خوار کے گھر کا پانی حرام ہے حالانکہ رشوت لینے اور خیانت کرنے سے سود کھانا اچھا ہے - اسی طرح جو زمیندار آسامیون پر جبر ناجائز کرتے اور بیٹی دارون سے بے ایمانی کرکے روپیہ پیدا کرتے

ہین اُنکی زمینداری سے سودخواری اچھی ہے - رقص و سرود کے پیشے سے جنمین زنا کاری بھی لازم ٹھہرائی گئی ہے سودخواری بدرجہا اچھی ہے - حتی کہ تجارت مین جھوٹ بولنے والے اور رشوت لینے والے بھی سودخوار سے بدتر ہین - مال یتیم کھانے والے دوسرون کی جائداد پر قبضہ ناجائز رکھکر تمادی کا عذر پیش کرنے والے بھی سودخوار سے بُرے ہین - مین ڈرتا ہون کہ میری تحریر سودخواری کی ترغیب نہ دے سود کھانا بُرا ہے اور ضرور بُرا ہے لیکن اسوقت سود کھانے سے جو زیادہ تر بُرے دستور کسب معاش مین ہماری ہین اُنسے بھی اجتناب چاہیے اور سودخواری سے بھی بچنا چاہیے - پھر کسب حلال مین وہ لطف آئیگا اور دولت اتنی جمع ہوگی کہ رکھنے کی جگہ نہ ہوگی - یہ غلط خیال ہے کہ فاقہ کشی کے لیے اسلام آیا ہے اسلام پھیلایا گیا ہے انسان کو متمول کرنے کے لیے - اسلام کے قاعدون پر عمل کرنے سے جتنی دولت جمع ہوتی ہے دوسرے ذریعہ سے جمع نہین ہوسکتی بشرطیکہ اُنپر پورا پورا عمل کیا جائے

فصل ہفتاد و دوم

رسم پردہ

عورتون کے پردہ کے متعلق جو احکام قرآن مین ہین وہ یہ ہین -

" پیغمبر مسلمانون سے کہو کہ وہ اپنی نظرین نیچی رکھین اور اپنی شرمگاہون کی حفاظت کرین - اسمین اُنکی زیادہ صفائی ہے - وہ جو کچھ کرتے ہین اللہ کو معلوم ہوتا ہے - اور مسلمان عورتون سے کہو کہ وہ بھی اپنی نظرین نیچی رکھین اور اپنی شرمگاہون کی حفاظت رکھین اور اپنے مقامات زینت ظاہر نہ ہونے دین سوا

اس مقام کے جسکا ظاہر کرنا لابدی ہے اور اپنے سینون پر دوپٹون کی بکل مارے رہین۔ اور شوہر۔ باپ۔ سسر۔ بیٹے۔ شوہر کے بیٹے۔ بھائی۔ بھتیجے۔ بھانجے۔ میل جول کی عورت۔ لونڈی غلام۔ مرد خدام جو عورتون سے غرض نہین رکھتے۔ یا ایسے لڑکے جو عورتون کے پردہ سے آگاہ نہین ہین انکے سوا دوسرون پر اپنی زینت کے مقامات ظاہر نہ ہونے دین۔ اور چلنے مین اپنے پاؤن ایسے زور سے نہ رکھین کہ لوگون کو انکے اندرونی زیورات کی خبر ہو۔ مسلمانو۔ تم سب اللہ کی جناب مین توبہ کرو کہ تم فلاح پاؤ۔[۵۱]"

"بڑی بوڑھی عورتین جنکو نکاح کی امید باقی نہین رہی اگر وہ اپنے اوپر کے کپڑے اتار رکھین تو اسمین انپر کچھ گناہ نہین ہے بشرطیکہ اپنا بناؤ دکھانا منظور نہ ہو۔ اور اگر اسکی بھی احتیاط رکھین تو اور اچھا ہے۔ اللہ سنتا ہے اور جانتا ہے[۵۲]"

"پیغمبر تم اپنی بیبیون۔ بیٹیون اور مسلمانون کی عورتون سے کہدو کہ اپنی چادرون کے گھونگھٹ نکال لیا کرین اس سے غالباً وہ پہچان پڑین گی کہ بیبیان ہین سو انکو کوئی نہ چھیڑے گا۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے[۵۳]"

---

[۵۱] قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم ویحفظوا فروجہم۔ ذلک ازکی لہم۔ ان اللہ خبیر بما یصنعون۔ وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارہن ویحفظن فروجہن ولا یبدین زینتہن الا ما ظہر منہا ولیضربن بخمرہن علی جیوبہن ولا یبدین زینتہن الا لبعولتہن او اٰبائہن او اٰباء بعولتہن او ابنائہن او ابناء بعولتہن او اخوانہن او بنی اخوانہن او بنی اخواتہن او نسائہن او ما ملکت ایمانہن او التابعین غیر اولی الاربۃ من الرجال او الطفل الذین لم یظہروا علی عورات النساء ولا یضربن بارجلہن لیعلم ما یخفین من زینتہن۔ وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہ المؤمنون لعلکم تفلحون۔ سورہ نور۔ رکوع ۴۔

[۵۲] والقواعد من النساء التی لا یرجون نکاحا فلیس علیہن جناح ان یضعن ثیابہن غیر متبرجات بزینۃ وان یستعففن خیر لہن واللہ سمیع علیم۔ سورہ نور۔ رکوع ۸۔

[۵۳] یا ایہا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیہن من جلابیبہن ذلک ادنی ان یعرفن فلا یؤذین وکان اللہ غفورا رحیما۔ سورہ احزاب رکوع ۸۔

نکال کر چلا کرین - اگر یہ معنی ہیں ہون جب بھی جو طریقہ پردہ کا مسلمانون مین رائج ہے
سکی تائید اس ۔۔ نہین ہوتی - لیکن واضح رہے کہ گھونگھٹ نکال کر چلنا " یہ معنی
نہ یہ ترجمہ نہین ہے یہ ترجمہ باعتبار رواج کے مولوی نذیر احمد صاحب نے اختیار کیا ہے
اور ممکن ہے کہ انکو دھوکہ ہوا ہو مولوی عبد القادر کے حاشیہ سے جسمین لفظ گھونگھٹ
کا استعمال کیا گیا ہے - یا تفسیر حسینی مین جو عبارت " این پوشیدن سر و روے و
بدن است " ہے اس سے انکو مغالطہ دیا ہو - یا کوئی اور ترجمہ متاخرین کا انھون نے دیکھا
ہے ہر حال دیگر مستند تراجم مین گھونگھٹ نکالنا نہین کہا ہوا ہے بلکہ چادر اوڑھنا
لکھا ہوا ہے -

مختلف ترجمے

مولوی نذیر احمد دہلوی	اپنی چادرون کے گھونگھٹ نکال لیا کرین -
مولوی شاہ ولی اللہ	فرو گزارند بر خود ۔۔ ۔۔ خود
سعدی علیہ الرحمۃ	فرو گزارند بر خود از چادر ۔۔ خود
مولوی رفیع الدین	نزدیک کرلیں اوپر اپنے تھوڑی چادریں اپنی -
شاہ عبد القادر	نیچی لٹکالیں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں -

مولوی نذیر احمد نے وہ مضمون صاف کر دیا جسکو دب کر مولوی عبد القادر نے
لکھا تھا لیکن مولوی رفیع الدین کے ترجمہ سے ذرا بھی گھونگھٹ نکالنے کی طرف
اشارہ نہین نکلتا - اور نہ سیاق عبارت سے ایسا معلوم ہوتا - شان نزول آیت
یہ ہے کہ مدینہ کی عورتین جب باہر نکلتی تھین تو لوگ دل لگی کرتے تھے شریف کی
عورتون کی شکایت پر لوگون کو یہ عذر ہوتا تھا کہ لونڈیون مین اور شریف کی عورتون

مین جب کبھی فرق نہین ہوتا تو غلطی ہو جاتی ہے۔ حکم ہوا کہ عربون مین جو دستور پہلے سے تھا کہ عورتین کُھلی تہ کپڑے پہنتی تھین وہ کیون نہ جاری رہے۔ پس شریف عورتین اپنے کپڑون کے اوپر ایک بڑی سی چادر اوڑھ لیا کرین اس طرح وہ پہچان پڑین گی کہ بیبیان ہین اور پھر کوئی انکو نہ چھیڑے گا۔ اسوقت عرب مین گھونگھٹ نکالنے کا دستور نہ تھا کہین سے اسکا پتہ نہین چلتا۔ اگر عرب کی عورتین گھونگھٹ نکال چلتین تو حدیثیا موقوف نہ [illegible] رہ تو اور ایک تماشہ ہوتا۔

بہر حال عورتین اسلام مین اسی طرح چل پھر سکتی ہین [illegible] شریف باہر نکل سکتی ہین جس طرح [illegible] مین [illegible] صرف اسقدر فرق ہے کہ [illegible] مین [illegible] جو سر اور گردن کو کھلا رکھتی ہین اور سینہ پر کوئی اوڑھنی نہین رکھتین یہ خلاف شرع ہے اگر وہ اسقدر ترمیم کرلین تو انکی پوشش اور روش شرع محمدی کے مطابق ہو جائے۔

بعض ہندوون کا قول ہے کہ رسم پردہ مسلمانون سے ہندوون نے لی ہے حالانکہ [illegible] بالکل [illegible] ہے عرب [illegible] تک پردہ کی نوعیت مین وہ سختی نہین ہے جو شریف ہندوون یا شریف مسلمانون مین ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پردہ کی موجودہ حالت ہندوون مین تھی مسلمانون نے اسکی تقلید کی اور اتنا مبالغہ کیا کہ ہندوون سے بھی بڑھ گئے۔ مین اپنے قیاس کی دلیل یہ رکھتا ہون کہ قوم منکوب کا شیوہ ہے عورتون پر سختی کرنا۔ عرب کو دیکھیے زمانہ انحطاط مین وہ کچھ اور نہ کر سکے تو عورتون کے لیے برقعہ بنایا۔ یہ برقعہ سر سے پاؤن تک ایک غول کی صورت مین نہایت تکلیف دینے والا ہوتا ہے۔ جنکو عادت نہین ہے انکا تو دم گھٹنے لگتا ہے۔ لیکن پھر بھی شکر ہے ہندوستان کی قید دوام سے تو اچھا ہے [illegible] قبل ہندوون مین

رسم بھی جاری تھی۔ عقد بیوگان کا انسداد تھا۔ عورتون کو مثل لونڈیون کے پردے مین رکھتے
تھے۔ کہ کسی عورت سے جب تک وہ موجودہ قید کی حالت مین نہ رہے یہ امید
ہو سکتی ہے کہ وہ شوہر کے ساتھ چتا پر جلنے کو طیار ہو گی یا جوانی کی حالت مین بیوہ
ہو کر غیر مرد کی طرف دیکھنا پسند نہ کرے گی۔ اگر ذرا سی بھی عقل ایسی سیدھی عقل ٹیڑھی
نہین ہمارے دماغ مین ہے تو ہم سوا اسکے اور کچھ نہین سمجھ سکتے کہ پہلے عورتون
کا پردہ قایم ہوا اسکے بعد انسے فرمایش ہوئی کہ بیوہ ہو۔ تو دوسرے مرد کا منہ نہ دیکھو اور
بہتر ہے کہ مردے کے ساتھ تم بھی جل جایا کرو۔ یہی سبب ہے کہ جن بڑی قومون مین خانگی
کاروبار کے جھگڑون کی وجہ سے رسم پردہ قایم نہ ہو سکی وہان عورتون کی بہت اس
قسم کی فرمایش کی طرف مائل نہ ہو سکی۔ جس خاندان مین پردہ نہین ہے وہان عقد
بیوگان جاری ہے۔ جہان مسلمانون نے اور بہت سی برائیان ہندوستان مین
سیکھین وہان یہ بھی سیکھ لیا کہ جن عورتون کو گھوڑون پر سوار ہوتے اور میدان
جنگ کی ہوا کھاتے ہوئے دیکھا تھا۔ انکو یہان مکان کی چہار دیواری مین
ہمیشہ کے لیے قید کر دیا۔

اسوقت جس طرح ہندوون مین عورت کا بجا رکھنا شرافت ہے۔ جو جتنا ہی
شریف ہے وہ اتنا ہی اسکا پابند ہے۔ اسی طرح یہان کے شریف مسلمانون کی
پہچان انکی عورتون کا پردہ ہے۔ جن گھرون مین جتنی ہی سختی کے ساتھ رسم پردہ
جاری ہے اتنا ہی بڑا اور خاندانی شریف انکو سمجھا جاتا ہے۔ اور ایک حد تک یہ ٹھیک
بھی ہے۔ ہندوستان کی بیبیان شرافت کی قایم رکھنے والی گھر کی بیبیان ہین اگر
رسم پردہ اٹھا دی جائے تو بہت بڑا انقلاب ہو جس طرح مرغ قفس قفس سے

ایک ہوا ہے جو آتی ہے اور نکل جاتی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ باری تعالیٰ کی ذات کا ایک پرتو ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ وہ ایک الگ شے ہے جسکے تعلق سے حیات قایم رہتی ہے کوئی کہتا ہے کہ ہئیت مجموعی سے جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اسی کا نام روح ہے۔ اسی طرح بہت سی باتین بیان کی جاتی ہین جو مذہب اسلام سے نہ موافق ہین اور نہ مخالف ہیں۔ ہر ایک راے زن اپنی راے کی نسبت یقین نہیں کہتا صرف اتنا کہتا ہے کہ ممکن ہے کہ یون ہو۔ اور یہ کسی طرح اسلام کے خلاف نہین ہے جو کچھ خدا نے ہم کو اتنے متعلق راے زنی کا اختیار دیا ہے یہ ایک امر اختلافی ہے اور پیغمبر خدا نے کہا کہ اسپر غور نہ کرو۔ غور کرنے والے جب تھک کر کسی راے پر قایم نہین ہوتے تو سوچتے ہین کہ اسلام نے اسپر غور کرنے سے گریز کیا تو بیجا نہین کیا۔

مسلمانون کے یہان روح کی حقیقت بیان نہین کی گئی ہے لیکن یہ بتایا گیا ہے کہ ... جو اطلاق ... کا ہوتا ہے یہ ... ہو جانے ... خاک ... ہم خاکی ... تعلق رکھنے کے ... جسقدر برائیان اور بھلائیان اس سے سرزد ہوئی ہین ان سب پر اسکو انفعال اور مسرت ہوگی بعضون کے نزدیک اسی انفعال اور مسرت کو زبان تمثیلی سے دوزخ اور بہشت سے تعبیر کرتے ہین۔ واللہ اعلم بالصواب۔ لیکن اتنا ضرور یاد رکھنا چاہیے کہ عمدہ کام کی ترغیب اور برے کامون سے اجتناب کے لیے دوزخ اور بہشت کا ہونا اقرب قیاس صورت اور پیرایہ حکمت بیان بہ نسبت اس قول کے ہے کہ تناسخ کے ذریعہ سے روح کو اپنے اچھے برے افعال کا نتیجہ اسی عالم مین معلوم ہوگا۔ کیونکہ دوزخ اور بہشت مین روح کو اپنی سابقہ حالت کا خیال ہوگا تو دوسری

خوشی یا رنج کا باعث ہوگا - لیکن تناسخ کا مسئلہ اصلاح حال مین کچھ مدد نہین دیتا اسی
عالم مین کوئی شخص کتنی ہی بُری حالت مین ہے لیکن اسکو کبھی یہ خیال نہین ہوتا کہ گذشتہ
جنم مین ہم نے فلان بُرائی کی تھی اسلیے اس حال کو پہونچے -

اسلام کہتا ہے کہ بُرے کام کروگے تو دوزخ مین جلوگے اور وہان اپنی بُرائیان
یاد کروگے اور پچھتاؤگے - اچھے کام کروگے تو جنت ملے گی اور جنت مین اپنی بھلائیان
یاد کر[illegible] ... [illegible] سے نیک اعمال کا یہ بدلا ملا ہے - ناظرین خود فیصلہ
کرلین [illegible] والون
کو ہوگی یا مسئلہ تناسخ پر یقین کرنے والون کو ؟ -

فصل ہفتاد و چہارم

تجہیز و تکفین

[illegible] کو خدا نے [illegible] پہلے - [illegible]
جاری [illegible] پھر خدا نے اسے مسدود نہین کیا تو معلوم ہوا کہ شرع
محمدی نے اُسے پسند کیا - نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ آنحضرت نے البتہ [illegible] کیا [illegible]
یہ بطور شعار طریقہ محمدی کے قایم کیا گیا جس طرح آج کل عیسائی قومون [illegible]
کے ساتھ دفن کرنے کا انتظام [illegible] کیا جاتا ہے - اسی طرح مسلمانون [illegible]
نماز یعنے ذکر خدا کا دستور قایم ہوا ہے - مسلمان نماز جنازہ پڑھ کر خدا کی امانت خدا
کو سونپتے ہین اور چپ چاپ مُردہ کو زمین کے اندر دفن کرکے چلے آتے ہین -
دنیا مین اس تہذیب و شایستگی کی نظیر نہین ملتی -

نماز جنازہ سے الگ ہو کر طریقہ دفن پر اگر گفتگو کی جائے تو ہندوؤن سے

کم ہے - یہ صحیح ہے - مگر اس سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا - انسان کے شکم میں تمام
آلایش بھری ہوئی ہے اور کچھ بھی بدنمائی نہیں ہے وہ ظاہر ہوا اور پھر دو نکلنے لگے
تو البتہ بدنما اور بہت بدنما ہے -

اس موقع پر ایک حکایت قابل تذکرہ ہے - میرے پاس ایک [illegible] کا مسافر
آیا اور اس نے بیان کیا کہ میں سکھ تھا اور مسلمان ہو گیا - اس زمانہ میں کوئی مسلمان ہو جاتا
ہے تو مجھکو بہت [illegible] نکل کر آگ میں گرا
[illegible]
[illegible] کسی مسلمان عورت سے تعلق پیدا ہونے سے مسلمان ہو گیا ہوگا -
یا جھوٹ بولتا ہوگا - ایک روز بر سبیل تذکرہ اس نے بیان کیا کہ مجھکو اسلام کے طریقوں
کی طرف [illegible] رغبت تھی اور جب کوئی مردہ پھونکا جاتا تھا تو مجھکو بہت برا معلوم
ہوتا تھا - لیکن برادری کے تعلقات سے مسلمان ہو [illegible]
تھی - اتفاق سے میرے باپ کا انتقال ہوا اور مجھے خود اسکا پھونکنا لازم آیا - طوعاً و کرہاً میں نے
اسکو جلایا لیکن طبیعت [illegible] ہوئی - گھر پر آتے آتے میں نے علانیہ کلمہ پڑھ لیا
تاکہ لوگ واقف ہو جائیں اور پھر ایسی سخت خدمت کی توقع مجھ سے نہ رکھیں - اسکا بیان
سنکر مجھکو اس [illegible] ہوئی اور میں نے خیال کیا کہ ممکن ہے اسکا بیان سچ ہو -
اس نے ململ کرج (اخلاقی بہادری) کے مقتضا سے اسلام قبول کیا ہے -

فصل ہفتاد و پنجم

مختلف مباحث بر نصوص قرآنی

شہادت -

آپس کے معاملات میں گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ نظریہ صنف نسانی دو گواہ شرط میں ضروری ہوتے ہیں۔ اور عورتیں بلحاظ اپنی کمزوریوں کے دو دو مردوں کے برابر سمجھی جاتی ہیں۔ قرآن میں گواہی سے [illegible] گناہ قرار دیا ہے آیات قرآنی یہ ہیں۔

• اپنے لوگوں میں سے جن پر تمہارا اطمینان ہو دو مردوں کو گواہ کر لیا کرو۔ دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں کہ ایک بھول جائے گی تو دوسری اسے یاد دلا دے گی .... اور گواہی نہ چھپاؤ جو اسے چھپائے گا تو اس کا دل گناہگار ہے[1]

• مسلمانو خدا کے لیے گواہی دینے کو انصاف کے ساتھ آمادہ رہو۔ لوگوں کی عداوت تمکو انصاف کرنے سے باز نہ رکھے۔[2]

حب دنیا

"انسان کو مرغوب چیزوں، یعنی بیویوں، لڑکوں، سونے چاندی کے ڈھیر سے ڈھیروں، عمدہ عمدہ گھوڑوں، مویشیوں اور کھیتی کے ساتھ دلبستگی ہوتی ہے حالانکہ یہ دنیا کی زندگی کے چند روزہ فائدے ہیں اور اچھا ٹھکانا تو اللہ ہی کے ہاں ہے۔"[3]

صبر

دنیا کی زحمتوں کا مقابلہ کرنے والی کوئی شے ہے تو وہ صبر ہے۔ اس کے متعلق

---

[1] واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشهداء ان تضل احدىهما فتذكر احدىهما الاخرى ...... ولا تكتموا الشهادة ومن يكتمها فانه آثم قلبه۔ سورہ بقرہ رکوع ۳۹۔

[2] يا ايها الذين آمنوا كونوا قوامين لله شهداء بالقسط ولا يجرمنكم شنآن قوم على الا تعدلوا۔ سورہ مائدہ رکوع ۲۔

[3] زين للناس حب الشهوات من النساء والبنين والقناطير المقنطرة من الذهب والفضة والخيل المسومة والانعام والحرث ذلك متاع الحياة الدنيا والله عنده حسن المآب۔ سورہ آل عمران رکوع ۲۔

سمجھا گیا ہے۔ لیکن اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان اپنے پیغمبر کی عزت کم کرتے ہیں۔ بڑی عزت کرتے ہیں لیکن اسکو خدا کا بیٹا یا خدا کے کاموں میں دست اندازی کرنے والا نہیں سمجھتے ہیں۔ اپنے پیغمبر کی ایسی عزت نہیں کرتے جس سے خدا کی عزت کم ہو جائے۔ اپنے پیغمبر کی نسبت انکا مقولہ ہے کہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی لوگ اور رسولوں کی طرح خدا سے ثانی نہ سمجھنے لگیں اسکے متعلق بطور حفظ ما تقدم جو آیتیں قرآن میں ہیں وہ یہ ہیں۔

"محمد ایک رسول ہے اور اس سے پہلے بھی رسول گذرے ہیں" [1]

"اللہ نے مسلمانوں پر فضل کیا کہ انکے پاس انکی قوم کا ایک رسول بھیجا جو انکو خدا کی آیتیں پڑھکر سناتا ہے اور انکو پاک کرتا ہے اور قرآن اور حکمت انکو تعلیم دیتا ہے اس پیغمبر کے پہلے وہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے تھے" [2]

"اس دن سے ڈرو جب کوئی شخص کسی شخص کے کچھ بھی کام نہ آسکیگا۔ ورنہ اس سے معاوضہ قبول کیا جائیگا نہ کسی کی سفارش یا شفاعت فائدہ دیگی اور نہ لوگوں کو کسی سے مدد پہنچے گی" [3]

"اس دن سے ڈرو جب کوئی شخص کسی شخص کے کام ذرا بھی نہ آئیگا نہ کسی کی شفاعت قبول ہوگی نہ معاوضہ لیا جائیگا اور نہ کسی کی مدد پہنچے گی" [4]

---

[1] وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ آل عمران رکوع ۱۵۔

[2] لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولا من انفسہم یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ آل عمران رکوع ۱۷۔

[3] واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئا ولا یقبل منہا عدل ولا تنفعہا شفاعۃ ولا ہم ینصرون۔ سورہ بقرہ رکوع ۱۵۔

[4] واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئا ولا یقبل منہا شفاعۃ ولا یؤخذ منہا عدل ولا ہم ینصرون۔ سورہ بقرہ رکوع ۶۔

تو لوگ کہتے ہین کہ یہ انگریزون کی نقل بیجا ہے۔ اور یہ نہین سمجھتے کہ خود انھون نے حکم کی تعمیل کی ہے

"جب تمھارے لڑکے بلوغ کو پہنچین تو جس طرح اپنے سے بڑے (گھر والون مین آنے کے لیے) اجازت مانگتے ہین اسی طرح انکو بھی اجازت مانگنا چاہیے[1]"

صدقہ

"خیرات کا مال بس حق ہے مسکینون کا محتاجون کا اُن کارکنون کا جو صدقات پر متعین ہین ... اُن لوگون کا جنکی تالیف قلوب منظور ہے اور گردنون کے چھڑانے مین بھی خرچ کرنا چاہیے اور قرضدارون اور خدا کی راہ مین اور مسافرون کو بھی دینا چاہیے یہ اللہ کے ٹھہرائے ہوئے حقوق ہین کہ وہ علیم وحکیم ہے[2]"

"مسلمانو! اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور (سائل کو) ایذا دیکر اس شخص کی طرح برباد نہ کرو جو اپنا مال لوگون کے دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور روز آخرت کا یقین نہین رکھتا[3]"

"اگر خیرات ظاہر مین دو تو وہ بھی اچھا ہے اور اگر چھپا کر محتاجون کو دو تو یہ تمھارے حق مین زیادہ بہتر ہے۔ ایسا دینا تمھارے گناہون کو مٹا دیگا اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے[4]"

سلہ واذا بلغ الاطفال منکم الحلم فلیستاذنوا کما استاذن الذین من قبلہم۔ سورہ نور رکوع ۸۔

سلہ انما الصدقت للفقراء والمسکین والعملین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم۔ سورہ توبہ رکوع ۸۔

سلہ یاایہا الذین آمنوا لاتبطلوا صدقتکم بالمن والاذی کالذی ینفق مالہ رئاء الناس ولا یومن باللہ والیوم الآخر۔ سورہ بقر رکوع ۳۶۔

سلہ ان تبدوا الصدقت فنعما ہی۔ وان تخفوہا وتوتوہا الفقراء فہو خیر لکم ویکفر عنکم من سیاتکم واللہ بما تعملون خبیر۔ سورہ بقر رکوع ۳۷۔

شاعری

شاعری تو نام ہے کلام موزون کا لیکن عرب مین ہجو گوئی اور تغزل کا نام شاعری تھا۔ قرآن مین اسی شاعری کے متعلق ارشاد ہوا۔

• شعرا کے پیرو گمراہ ہوتے ہین۔ تو اس بات پر نظر نہین کرتا کہ شعرا خیالی میدان مین سرگردان رہتے ہین، اور ایسی باتین کہتے ہین جو خود نہین کرتے ہین[1]

لیکن حدیث سے ثابت ہے کہ شاعرون نے جب اسلام کے شرائط سمجھ کے اور پیغمبر کی تعریف کی تو پیغمبر نے پسند فرمایا۔

حرام و حلال

• اُس نے تم پر مرے ہوئے (جانور) اور خون اور سور کا گوشت حرام کیا ہے اور جو چیز خدا کے سوا کسی اور کے لیے نامزد کیا جائے۔ جو مجبور ہو۔ عدول حکم نہ کرنے والا اور حد سے بڑھنے والا ہو، تو سمجھ کر کچھ کھا لینے کا گناہ نہین ہے۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے[2]۔

• چار پائے جانور تمھارے لیے حلال کر دیے گئے ہین باستثنا ان کے جو آگے تمکو سنائے جائینگے لیکن حالت احرام مین تم شکار کو حلال نہ سمجھو[3]۔

• مرا ہوا جانور، خون، سور کا گوشت اور وہ (جانور) جو خدا کے سوا کسی اور کے لیے نامزد کیا گیا ہو۔ گلا گھٹنے سے مر گیا ہو چوٹ سے مرا ہو گر کر مرا ہو اور سینگ لگ کر مرا ہو

---

[1] والشعراء یتبعہم الغاوٗن ۔ الم تر انہم فی کل واد یہیمون وانہم یقولون ما لا یفعلون ۔ شعراء ع ۱۱۔
[2] یا ایہا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم واشکروا للہ ان کنتم ایاہ تعبدون ۔ انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اہل بہ لغیر اللہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم ۔ البقرہ ع ۲۱۔
[3] احلت لکم بہیمۃ الانعام الا ما یتلی علیکم غیر محلی الصید وانتم حرم ۔ المائدہ ۔ ع ۱۔

یہ سب تم پر حرام ہین اور سر زدہ جانور جنکو درندون نے کہا یا ہو مگر جسکو تم حلال کرلو وہ حرام نہین ہے ۔ اور وہ بھی حرام ہے جو کسی تہان پر ذبح کیا گیا ہو ۔ اور تیرون سے جوا جسمین تقسیم کرتے ہو یہ گناہ ہے [1] (یہ ایک قسم کی قمار بازی تھی کہ اونٹ کے گوشت تیرون سے جہال عرب باہم تقسیم کرتے تھے)

فصل ہفتاد و ششم

مسلمانان ہند کی حالت زار

یا ایہا النبی! رسول عربی سنت
اس سرزمین کی بدلی سب خدا کی قدرت

بندۂ خاص تھے ہم مورد الطاف تھے ہم
یہان جدا ہی نہ تھی ہم سے خدا کی رحمت

یون مگر سے آگئے تو مت بدلی زمانہ بدلا
اپنی سنت نہ بدلتی تو نہ ہوتی یہ گت

راہ ٹیڑھی جو چلے اسکا نتیجہ دیکھا
دیکھیے اور دکھاتی ہے ابھی کیا قسمت

چھوڑ ... [illegible]
... دولت سے ہین چھوٹے پایا قسمت

اپنے مذہب کا پتہ بھی نہین ملتا ہمکو
... [illegible] ... ری قیمت

ہم نہ مومن ہین نہ کافر نہ مجوسی نہ یہود
دہریہ ہونے سے ہمکو ہے نہایت نفرت

پارسی ہین نہ مسیحی نہ کوئی اور طریق
ہمکو آتشکدہ اور چرچ سے بھی ہے نفرت

بت پرستون کے مقلد ہین نہ لون ہین لیکن
مسجدو سے انکار ہے۔ انکار مین ازحد شدت

اپنی آنکھون سے تو تھے توہین قرآن کے فرد
اسکے احکام سے لیکن ہے سراسر وحشت

یا تو مجبور ہے احکام سمجھتے ہی نہین
انہین جانتے قرآن کی اعلی عظمت

یون تو پڑھ لیتے ہین اک رات مین قرآن تمام
ضد ہے مفہوم سے۔ لفظون سے فقط ہے رغبت

[1] حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل لغیر الله به والمنخنقة والموقوذة والمتردیة والنطیحة وما اکل السبع الا ما ذکیتم وما ذبح علی النصب وان تستقسموا بالازلام ذلکم فسق - المائدة - [illegible]

ہوئے محتاج کہ تھے مست مے جام غرور
ہل رعونت سے سروکار رہی ہمکو بالکل
نہ تو غیرت ہے نہ ہمت نہ حمیت ہم مین
کرلیا آگے توکل نے گھر اپنا ہم مین
نہ سفر کرنے کا ہے شوق نہ غم روزی کا
ہمکو کچھ فکر نہین کل کی کہ ہم کیا ہونگے
جھوٹ سچ ہے جو بزرگون کی کہانی باقی
ہاے کیا ہوگیا وہ خلق وہ ہمدردی قوم
یا وہی ہم ہین کہ تھے رونق بزم تمکیں
یا وہ سطوت ہے کہ تھے بسان خورشید
یا وہ سرگرمی تحصیل کہ اللہ اللہ
یا اسی ہند مین تھے تاج سر اہل غرور

آیا ادبار کہ تھی علم و ہنر کی قسمت
اور تعلیم و تعلم سے نہین کچھ نسبت
کمپٹیشن مین شرفے کی یہی ہے صورت
ہو گئی کسب معیشت سے ہمین جب نفرت
نہ تجارت سے تعلق ہے نہ تو شوق صنعت
جانتے ہی نہین دنیا کی ہوا اب کیا لعنت
ہوتی جاتی ہے وہ سب نذر بہ او عشرت
ہاے کیا ہوگئی آخر وہ محبت الفت
یا وہی ہم ہین کہ ہین نقش بساط نفرت
یا یہ حالت کہ ہین اب شمع سحر کی صورت
یا یہ درمندگی شوق کہ عبرت عبرت
یا یہین ٹھوکرین کھاتے ہین خدا کی قدرت

نہ وہ اسلام نہ اب وہ برکات اسلام
بستر عیش پہ ہے قوم کو خواب غفلت

تمام شد

کاتب الحروف خاکپا خوشنویسان سید بخش شائق لکھنوی ابن منشی رام بخش مرحوم ساکن محلہ خیرآباد